

# دفاع اہل السنۃ والجماعۃ

وہ منہم اربعہ ایک نے جس کے لیے علامہ اکرم کی فتویٰ دیا کہ اس کے ساتھ جہنم

مولانا ساجد خان نقشبندی

پیشہ فروری ۲۰۱۵ء

مفت مولانا ساجد خان نقشبندی دارالافتاء دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا غازی مفتی تاج الدین محمد مفتی صاحب مدظلہ العالی

جلال الدین

مکتبہ تحفۃ النبوت

خلافت کی راہ ۰۳۱۲-۹۰۳۰۰۰۱

اہل السنۃ والجماعۃ کی عبادات پر تین سو (۳۰۰) سے زائد اعتراضات کے جوابات پر مشتمل  
پہلا مکمل انٹرایکلو پیڈیا

# دفاع اہل السنۃ والجماعۃ

مؤلف

مناظرہ اہل سنت

حضرت مولانا ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ

تصحیح و نظر ثانی:  
خطیب اہل السنۃ  
حضرت مولانا عبد اللہ صاحب قاسمی حفظہ اللہ

تصحیح و نظر ثانی:

خطیب اہل السنۃ

حضرت مولانا عبد اللہ صاحب قاسمی حفظہ اللہ

باہتمام: مناظر اسلام نازی اسلام حضرت مفتی ندیم صاحب محمودی حفظہ اللہ

شعبہ نشر و اشاعت

مکتبہ جنت نبویہ دہراور



## جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

- نام کتاب: ..... دفاع اہل السنۃ والجماعہ (اول)
- مؤلف: ..... مناظر اہل سنت حضرت مولانا ساجد خان نقشبندی حفظہ
- تصحیح و نظر ثانی: ..... حضرت مولانا عبداللہ صاحب قاضی حفظہ
- باہتمام: ..... مفتی ندیم صاحب
- مکتبہ: ..... مولانا عبداللہ رحمانی اور نگ آباد (الہند)
- ترمیم: ..... ایم، ایس، اسلام گرافکس ممبئی
- تعداد صفحات: ..... ۹۹۴
- شعبہ نشر و اشاعت: ..... مکتبہ ختم نبوت قصہ خوانی بازار پشاور

فہرست

صفحہ	عناوین	صفحہ	عناوین
۵۳	کاشت اقبال علماء یہود کے نقش قدم پر		تقاریظ
۵۴	شیخ اداڑوی کے حوالہ جات پر ایک نظر	۹	مولانا عبدالحق سنبھلی صاحب مدظلہ العالی
۵۵	خان کی توفیق پر حضرت تھانویؒ کا حوالہ	۱۱	مولانا راشد اعظمی صاحب مدظلہ العالی
۵۸	کڑنیازی کی حقیقت	۱۳	مولانا طاہر حسین حمیادی صاحب مدظلہ العالی
۵۹	سید سلیمان ندویؒ کی طرف منسوب حوالہ	۱۵	مولانا عبد اللہ قادری صاحب مدظلہ العالی
۶۰	شیخ انصاریؒ کی طرف منسوب حوالہ	۱۶	مولانا الیاس الحسن صاحب مدظلہ العالی
۶۲	حدیث کشمیریؒ کی طرف منسوب حوالہ	۱۷	مفتی فازی ندیم محمودی صاحب مدظلہ العالی
۶۳	مولانا امرا علیؒ کی طرف منسوب حوالہ	۱۸	مولانا ابوالیوب قادری صاحب مدظلہ العالی
۶۴	علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی طرف منسوب حوالہ	۲۲	عرض مولیٰ
۶۴	علامہ بخاریؒ کے والد کی طرف منسوب حوالہ	۲۹	(باب اول) (چند تاریخی مقامات)
	شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ پر جھوٹے		"دیوبندیہ کے سلطان کا انکشاف" پر
۶۶	حوالہ جات کا الزام اور اس کا جواب	۳۰	ایک نظر
	اہل السنۃ کا رد غائبوں کے ساتھ اختلاف	۳۰	مقررین کا جھوٹ
۶۸	اصولی ہے	۳۱	ترجمان رضائیت کے نام پر بریلوی فتویٰ
۷۶	ترجمان رضائیت کا دلیل و جھجھک	۳۲	اہل السنۃ والجماعہ پر الزام تراشی کا سبب
۷۹	ہم سے دفاع کا حق بھی جھینا جا رہا ہے	۳۳	مسئلہ آمان مل
۷۹	سات کے مقابلے میں ایک کی قربانی	۳۴	اکابر السنۃ کا مقام اہل بدعت کی نظر میں
۸۱	دحوال دار تقریریں	۳۵	جہنۃ الاسلام مولانا نانوتویؒ
۸۳	فیصل عوام پر یوں نہیں چھوڑتے	۴۶	امام رشید احمد ننگویؒ
۸۴	اصولی اختلاف صرف ایک مسئلہ	۴۸	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ
۸۵	فروغی مسائل میں سلف و صالحین سے ہدایہ	۵۲	دارالعلوم دیوبند میں چالواری وجود

صفحہ	عناوین	صفحہ	عناوین
۱۶۳	ترجمان رضا خانیت کا ایک اور الزام	۸۶	مولانا احمد رضا خان اکابر لاہابی
۱۶۵	شاہ صاحبان کے نام پر دھوکا	۸۶	احمد رضا صاحب غفرلہ وائمہ مجتہدین لاہابی
۱۶۶	دیوبندی مذہب اسلام سے جدا (الزام)	۸۷	جہاں وغیرت کون؟
۱۶۷	نواب احمد رضا بریلوی فتوے کی زد میں	۸۹	ہندوستان میں وہابیت کی بنیاد کس نے ڈالی
۱۶۷	سعید قادری کا مسلک اور بریلوی کذب	۸۹	شاہ ولی اللہ وہابی تھار بریلوی ہرزہ سرائی
	دیوبندیّت خاص ولی الہی بھی نہیں انظر	۹۳	مولانا احمد رضا خان بھی وہابی تھا
۱۷۰	شاہ کشمیری کے حوالے سے اعتراض	۹۵	مولانا احمد رضا کی سند حدیث منقطع
۱۷۲	مسک شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۹۶	مولوی غلام مہر علی کی اہم بیوی کہانی
۱۸۱	اپنے گھر کی خبر لو	۹۹	غلام مہر علی کے الزامات کا تحقیقی جائزہ
۱۸۲	بریلوی وہابی کس کو کہتے ہیں	۱۰۳	دلی مناظرے کی حقیقت
۱۸۳	رضا خان کا قول وہابی اپنے میں	۱۲۹	ظہران دلی الہی اور شاہ اسماعیل شہید
۱۸۳	وہابی مذہب صوفیا کا مذہب	۱۳۱	دلی مناظرہ نے رضا خانیوں کی کامنت کا کیا
۱۸۳	علماء حق پر وہابیت کی تہمت کس نے لگائی؟		بن مسائل کو اختلافی بتایا علی اس پر ہند کے
۱۸۵	وہابیت کا ایک خوفناک تصور	۱۳۳	علماء پہلے ہی اپنی رائے دے چکے ہیں
۱۸۶	بریلوی علماء کا اقرار دیوبند وہابیت کے خلاف	۱۳۱	تقریر الامایمان سے شورش ہوگی
۱۸۷	علمائے دیوبند پر وہابیت کا الزام اور جواب	۱۳۷	سارے فساد کی جو رضا خانی ہیں
۱۹۸	دیوبندیوں کے نزدیک چار مسئلے برے ہیں	۱۳۹	تقریر الامایمان اور اعداد الفتاویٰ
۲۰۲	احمد رضا کا حنفی کے پیچھے ترازو بٹھانے سے انکار	۱۵۳	امداد الفتاویٰ کے جواب میں فیصلہ کن حوالہ
۲۰۳	علمائے حرم پر رضا خانی فتوے	۱۵۵	تقریر الامایمان کے رد کی سام کہانی
۲۰۳	پاکستانی فوج حکومت فتووں کی زد میں	۱۵۷	بالادب بے ایمان بے ادب بالایمان
۲۱۱	لاہور میں تھانوی کا تشیعہ کر کے سنی بنانا	۱۵۹	اسماعیل دہلوی کا مزید فتنہ (اعتراض)
		۱۶۰	شاہ شہید آخری دم تک حنفی رہے

صفحہ	عناوین	صفحہ	عناوین
۳۷۶	اعتراض ۳ [اللہ جہت سے پاک نہیں	۲۱۵	نام نہاد دعوتِ اسلامی کا منشور
۳۸۰	اعتراض ۴ [اللہ مگر ہے	۲۱۸	قصیدۃ النعمان کے نام پر جھوٹ
۳۸۰	اعتراض ۵ [اللہ کو ہمیشہ علم غیب نہیں		خدا مالدین کا حال امام ابوحنیفہ سے بڑا
۳۸۳	اعتراض ۶ [برے وقت میں پہنچنا اللہ کا کام	۲۲۰	عالم
۳۸۶	اعتراض ۷ [اللہ کی قبر		اعتراض امام صاحب کا قول قرآن و
۳۹۳	اعتراض ۸ [الحیدر اہل پر اعتراض	۲۲۵	حدیث کے خلاف ہو سکتا ہے
۳۹۹	اعتراض ۹ [اللہ تعالیٰ پوری و شراب خوری	۲۲۶	اعتراض: تنزیہ کے دفاع کو عمر کا ضیاع
۴۰۵	اعتراض ۱۰ [اللہ کی خطرناک بنے اپنی		فتاویٰ ثانی میں محمد بن عبد الوہاب نجدی
۴۰۸	اعتراض ۱۱ [بندوں کے کاموں کی خبر نہیں	۲۲۹	کے متعلق مہارت کی توجیہ
	اعتراض ۱۲ [طارق جمیل کے عظمت	۲۳۰	علامہ ثانی رضا غامیوں کی نظر میں
۴۱۳	خداوندی کے خلاف عقائد	۲۳۵	آئینہ صداقت ہماری معتبر کتاب نہیں
۴۱۳	اعتراض ۱۳ [طارق جمیل کا اللہ پر ہجرت	۲۳۶	اعتراض: دیوبند نام کی کہانی
	اعتراض ۱۴ [غیر اللہ کو سجدہ کے متعلق	۲۳۷	برہن نام کی کہانی
۴۱۵	دیوبندی نظریات	۲۳۸	مولوی عامر عثمانی اور دیوبند پر اشعار
	اعتراض ۱۵ [کعبہ معلومہ کے متعلق		حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے
۴۲۶	دیوبندی عقائد	۲۴۲	ماسوں پر اعتراض کا منہ توڑ جواب
	اعتراض ۱۶ [سجدہ کرنے کے لیے کعبہ کی		[باب دوم]
۴۳۰	طرف منہ کرنے کی ضرورت نہیں	۲۵۳	اللہ تعالیٰ کی توہین کے متعلق علماء
	اعتراض ۱۷ [قرآن مجید کو ہڈیاں و بکواس		دیوبند پر اعتراضات اور ان کے جوابات
۴۳۲	سے تکیہ	۲۵۴	علمائے دیوبند اور توحیدِ خداوندی
	اعتراض ۱۸ [قرآن مجید کے متعلق تحریف	۲۵۶	برہنوں کی توحیدِ شخصی
۴۳۸	کا دیوبندی عقیدہ	۲۵۶	اعتراض ۱ [عقیدہ غلط و معیود امکانِ نظیر



صفحہ	عناوین	صفحہ	عناوین
۵۶۹	اعتراض [۲۳] گھوڑا جیسی حیثیت	اعتراض ۱۹	[ادبی بندی شیخ الہند کی خود ساختہ آیت
۵۷۴	اعتراض [۲۵] سقاچی ماسٹرنے والا ابو جیل	اعتراض ۲۰	[سپاہ صحابہ کے کزوت رضا فانیوں کا نظریہ توحید
۵۷۴	اعتراض [۲۶] رسول کے چاہنے سے کچھ	اعتراض ۲۱	[اللہ تعالیٰ کو ٹنگی ٹکی گالیاں (معاذ اللہ)
۵۷۸	اعتراض [۲۷] اللہ کے سوا کسی کو نہ ماناں	اعتراض ۲۲	[اللہ تعالیٰ سے علم، جمل، کہینہ پن کا صدور شرعیہ عقاید کی جھلک
۵۸۲	اعتراض [۲۸] آخرت کا حال معلوم نہیں	اعتراض ۲۳	[نئی نواہی کی مثل دیکھنا پاپیہ عقیدہ، معاذ اللہ
۵۸۳	اعتراض [۲۹] کروڑوں محمد جیسے	اعتراض ۲۴	[لقد اللہ حضور ﷺ کا نام ہے (معاذ اللہ)
۵۸۸	اعتراض [۳۰] گاؤں کے بوندھری جیسے	اعتراض ۲۵	[بہت سی بلکہ حضور سے مراد اللہ (معاذ اللہ)
۵۹۱	اعتراض [۳۱] امام بشر کی ہی تعریف کرو	اعتراض ۲۶	[اللہ کو حاضر و ناظر مانتا ہے ادنیٰ (معاذ اللہ)
۵۹۳	اعتراض [۳۲] حضور کسی چیز کے مختار نہیں	اعتراض ۲۷	[اللہ نے جھوٹ بولا (معاذ اللہ)
۶۰۶	اعتراض [۳۳] زمین کے خزانے	اعتراض ۲۸	[نئی کا خیال خدا کا دیدار (معاذ اللہ)
۶۰۹	اعتراض [۳۴] حضور بخار جیسے	اعتراض ۲۹	[اللہ کے نام میں کہ جسے جیسی تاثیر معاذ اللہ
۶۱۰	اعتراض [۳۵] عقد الایمان	اعتراض ۳۰	[باب سوم}
۶۳۰	اعتراض [۳۶] براہین قاطعہ	اعتراض ۳۱	[انبیاء علیہم السلام کی گستاخی کا الزام
۶۶۷	اعتراض [۳۷] تحذیر الناس	اعتراض ۳۲	[علمائے دیوبند پر گستاخی کا الزام اور حق شناسی
۷۳۸	اعتراض [۳۸] آخری معنی سمجھنا باطل	اعتراض ۳۳	[گستاخوں کی کتاب کشائی
۷۳۸	اعتراض [۳۹] انبیاء سے امتی بڑھ جاتے	اعتراض ۳۴	[اعتراض [۲۱] نماز میں نبی ﷺ کا خیال
۷۵۳	اعتراض [۴۰] حیات و جمال سے غیبیہ	اعتراض ۳۵	[آیات
۷۵۵	اعتراض [۴۱] انبیاء کرام معصوم نہیں	اعتراض ۳۶	[اعتراض [۲۲] چار ذرہ ناجیز سے کمتر
۷۵۸	اعتراض [۴۲] مکروہ تنزیہی کا صدور و انبیاء	اعتراض ۳۷	[اعتراض [۲۳] بھائی کا الزام
۷۵۹	اعتراض [۴۳] واقعہ کی تحقیق کی غلطی		
۷۶۰	اعتراض [۴۴] رحمت للعالمین صفت خاصہ نہیں		
۷۶۸	اعتراض [۴۵] بشریت میں مماثلت		

صفحہ	عناوین	صفحہ	عناوین
۷۶۸	اعتراف ۶۷ [جناب سے پر آیت	۷۶۸	اعتراف ۳۶ [جہان کی کہناؤں کے موافق
۷۶۹	اعتراف ۶۸ [ذباب سے بچ جانا نصیحت	۷۶۹	اعتراف ۳۷ [مرکبوں میں مل گئے
۷۷۰	اعتراف ۶۹ [انبیاء سے محبت ضروری نہیں	۷۷۰	اعتراف ۳۸ [حضور پر بہتان
۷۷۱	اعتراف ۷۰ [ایسٹ جانی	۷۷۱	اعتراف ۳۹ [حضور نے بلاعت نکاح
۷۷۲	اعتراف ۷۱ [جھٹی سے بڑھ کر	۷۷۲	اعتراف ۴۰ [حضور ﷺ پر ہیرہ پیٹنے
۷۷۳	اعتراف ۷۲ [جھٹی کے نبی ہونے کا انکار	۷۷۳	اعتراف ۴۱ [میلاد منانا کرشن جیسا
۷۷۴	اعتراف ۷۳ [احیاء کرام کی بے بسی	۷۷۴	اعتراف ۴۲ [دیوبندی مولوی ہانی اسلام
۷۷۵	اعتراف ۷۴ [سب سے بڑا فقیر ثابت کرنا	۷۷۵	اعتراف ۴۳ [حضور ﷺ کا روضہ حرام
۷۷۶	اعتراف ۷۵ [احکام کی حقیقت سے بے	۷۷۶	اعتراف ۴۴ [حضور کو طافوت کہنا
۷۷۷	خبر	۷۷۷	اعتراف ۴۵ [حضور کے بارے
۷۷۸	خواہوں پر اعتراضات کا ہاتھ	۷۷۸	اعتراف ۴۶ [لوگ علم میں بڑھ سکتے ہیں
۷۷۹	خواہوں کے متعلق شریعت کے اصول	۷۷۹	اعتراف ۴۷ [گنہ غصہ اگر انا دایب
۷۸۰	خواب پر کوئی فتویٰ نہیں	۷۸۰	اعتراف ۴۸ [دیوبار کے پیچھے کا علم نہیں
۷۸۱	اعتراف ۷۶ [اللہ کی گود میں	۷۸۱	اعتراف ۴۹ [نفس و نفسان کے مالک
۷۸۲	اعتراف ۷۷ [قرآن مجید پر بیعتاب	۷۸۲	نہیں
۷۸۳	اعتراف ۷۸ [اردو دیوبندی علماء سے	۷۸۳	اعتراف ۵۰ [تہذیب و اخلاق سے بے خبر
۷۸۴	سیکھی	۷۸۴	اعتراف ۵۱ [میدان میں شکست
۷۸۵	اعتراف ۷۹ [تھانوی کی شکل میں	۷۸۵	اعتراف ۵۲ [حضور پر غیر نبی کی برتری
۷۸۶	اعتراف ۸۰ [پھر میں تھے کعبہ میں	۷۸۶	اعتراف ۵۳ [جادو گر زیادہ طاقت رکھتے
۷۸۷	اعتراف ۸۱ [دیوبندی علماء کے باورچی	۷۸۷	اعتراف ۵۴ [تاویل سے توہین والا کافر
۷۸۸	اعتراف ۸۲ [شیطان ابو بکر و عمر کی شکل	۷۸۸	اعتراف ۵۵ [مخل احیاء ہونے کا دعویٰ
۷۸۹	میں	۷۸۹	اعتراف ۵۶ [احیاء پر برتری کا دعویٰ

صفحہ	مناوین	صفحہ	مناوین
۹۷۰	اعتراض ۱۰۱ [اس پر علماء کے فتوے	اعتراض ۸۳ [ام المؤمنین کی بیوی سے	
۹۷۱	اعتراض ۱۰۲ [حضرت گنگوہیؒ نے مرثیہ کا	تجیر	
۹۷۳	بلانے کا حکم دیا	اعتراض ۸۴ [دیوبندی گمروں پر	
۹۷۴	بریلوی حضرات کی نبی کریم ﷺ کی شان	رفا خانیوں کے بیان کردہ چند خواب	
۹۷۵	میں چند لرزہ خیز کتا خیال	قرآنی تراجم پر اعتراضات کا جائزہ	
۹۷۵	امیاء کی نبوت کا انکار	اعتراض ۸۵ [اللہ کی طرف نبی کی نسبت	
۹۷۶	امیاء شیطانی گروہ میں داخل معاذ اللہ	اعتراض ۸۶ [اللہ کو ابھی معلوم نہیں	
۹۷۹	امیاء علیہم السلام کو ذلیل کہتا معاذ اللہ	اعتراض ۸۷ [اللہ بھول جاتا ہے	
۹۸۰	شیطان حضور ﷺ سے زیادہ علم رکھتا ہے	اعتراض ۸۸ [اروہدک ضالا	
۹۸۱	یہی علیہ السلام قبل ہو گئے معاذ اللہ	اعتراض ۸۹ [دلہ مت بہ	
۹۸۱	نبی کریم ﷺ کے لیے رضا خانیوں کا	اعتراض ۹۰ [حق ۱۱۳۱ مستقیم الرسل	
۹۸۲	احتجائی گمروں کو کفریہ عقیدہ رضا خانیوں کا	اعتراض ۹۱ [مغفرت ذب	
۹۸۳	رضا خانی تاویل اور اس کا منہ توڑ جواب	اعتراض ۹۲ [او مکر و او مکر اللہ	
۹۹۰	حضرت یوسف علیہ السلام کی سخت توبین	مرثیہ گنگوہیؒ پر اعتراضات کا جائزہ	
۹۹۱	حضرت آدم علیہ السلام کی توبین معاذ اللہ	اعتراض ۹۳ [اھلان لامرئی	
۹۹۲	حضور ﷺ جنوں کے نام کا ذبیحہ کھاتے	اعتراض ۹۴ [کعبہ میں پوچھتے گنگوہی کا راستہ	
۹۹۲	معاذ اللہ	اعتراض ۹۵ [مردوں کو زہر بکھا	
۹۹۲	ازواج مطہرات قبور میں جنس کی پاتی ہیں	اعتراض ۹۶ [یوسف خانی	
۹۹۳	اس پر رضا خانی تاویل کا منہ توڑ جواب	اعتراض ۹۷ [اصدیان تھے فاروق تھے	
		اعتراض ۹۸ [بابی اسلام کا خانی	
		اعتراض ۹۹ [طور سے تجبیہ	
		اعتراض ۱۰۰ [طلب استعانت	

## تقریظ

جامع المعقول والمستقول، نمونہ اسلاف، استاذ العلماء، رئیس الاقویاء، مخدوم المسلمان، استاذ الحدیث

حضرت مولانا عبدالحق سنبھلی صاحب مدظلہ العالی

نائب محترم دارالعلوم دیوبند

باسمہ تعالیٰ حامداً و مصلياً و مسلماً! اما بعد

بعد کے سامنے کتاب "دفاع اہل السنۃ والجماعۃ" کا مسودہ ہے جس کو عالم جلیل جناب مولانا محمد ساجد خان صاحب نقشبندی حفظہ اللہ نے مرتب کیا ہے جو عرصہ دراز سے احقاق حق اور ابطال باطل میں مصروف ہیں۔ یہ کتاب دراصل ایک رضا خانی ترجمان "مولوی کاشف اقبال رضا خانی" کی کتاب "دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف" کے رد میں لکھی گئی ہے۔ اس کتاب میں کاشف اقبال صاحب نے اپنے جگہ وریوں کے نقش قدم پر چل کر اسی طرح دجل و فریب سے کام لیا ہے بلکہ اس گھٹا کوئی حرکت میں ان سے ایک قدم آگے معلوم ہوتے ہیں کہ اہل حق کی کتابوں کی عبارات سے کتر و بیونت کرنے میں اچھی صفائی دکھائی ہے اور سیاق و سباق اور ماقبل و مابعد کی عبارت کو چھوڑ کر درمیان کے ایسے تراشے نقل کیے ہیں جن سے علماء دین و اہل حق کی تکفیر و تضلیل ظاہر ہو رہی ہے جس پر نام نہاد اہل سنت بظلمیں بجا رہے ہیں لگتا ہے کہ کاشف اقبال صاحب کے ہاتھ اکابر کی صحیح عبارات کتر کرنے کے لیے چیز قیمتی آگئی ہے جس سے وہ مقصد برآوری (اپنی قوم کو گمراہ کرنے اور اہل حق کی تکفیری مہم) میں کامیاب معلوم ہوتے ہیں مگر ان کو مسلم شریف کی اس روایت کا مصداق قرار دیا جاسکتا ہے:

قال رسول اللہ ﷺ یکون بعدی أئمة لا یہتدون بہدای ولا یسنون بسنتی  
وسیقوم فیہم رجال قلوبہم الشیاطین فی جثمان انس۔

(مشکوٰۃ شریف: ص ۶۲)

"حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے بعد کچھ ایسے قائد ہوں گے جو راہ راست سے ہٹے ہوئے اور میری سنت سے دور ہوں گے پھر ان میں کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے کہ جسم ان کا انسانی لیکن



دل ان کے شیاطین جیسے ہوں گے۔

دوسرا سفر میں اس طرح کے گمراہ قاصدین کی ایک لمبی فہرست ہے، جو سادہ لوح مسلمانوں کو بہکاتے  
 لکھاتے ہیں۔ بہر حال محترم مولانا محمد ساجد خان صاحب زید مجدہ نے اہل حق کی طرف سے دفاع  
 کا حق ادا کر دیا۔ (فخر اود اللہ خیر)

وہاں ہے کہ اللہ تعالیٰ ملتِ اسلامیہ کو اس کتاب سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کا موقع عطا  
 فرمائے اور تفریق و غلامی سے محفوظ فرما کر راہِ مستقیم پر چلے رہنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

اللھم ارنا الحق حقاً و ارزقنا اتباعه و ارنا الباطل باطلا و ارزقنا اجتنبه  
 آمین یا رب العالمین۔ (مجاہد سید المرسلین (ﷺ))

نمبر شمارہ ۶/۵/۳۸

## تقریظ

جامع المعقول والمنقول، عمدۃ المفسرین، احتیاج العلماء

حضرت مولانا محمد راشد اعظمی صاحب مدظلہ العالی

استاذ الحدیث والفقہ دارالعلوم دیوبند و ناظم اعلیٰ شعبہ تحقیق سنت دارالعلوم دیوبند

محمد و نصی علی رسولہ الکریم

ایک انسان کی یہ سب سے بڑی محرومی ہے کہ اسے ہر گاہ خداوندی سے جو خیر کی صلاحیت و رویت کی گنجی ہے اس سے اپنے آپ کو محروم کر کے اپنی پوری زندگی شرف و فساد کی راہوں پر لگا دے اور عقل اعراض اور منفی چیزوں پر اپنی حیات مستعار کا ایک ایک لمحہ صرف کر دے۔

تمہیں چھ اپنے ذمہ دہر چلے  
میں لیے آئے تھے ہم کیا کر چلے

بڑے افسوس کی بات ہے کہ اعلیٰ حضرت سے لیکر اب تک ایک پورا طبقہ اعلیٰ مغلی کا مٹا ہوا ہے کسی بھی بڑے خادم کتاب و سنت، عال دینی کی طویل تصنیف جو کتاب و سنت کے دلائل سے بھرپور ہوتی ہے اور دین حنیف کی انتہائی تفصیلات و خدمت کے جذبات کے تحت لکھی گئی ہوتی ہیں اور امت کے لیے صد فیصد مفید ہوتی ہیں، یہ حضرات ان میں مغفرت کی طرح ایک کفریہ جملہ بنا دیتے ہیں اور کر کے یاق و ساق سے الگ کر کے ”واقف بواصولہ“ کی طرح ایک کفریہ جملہ بنا دیتے ہیں اور پھر بڑی جسارت کے ساتھ ان پر کفر کا فتویٰ لگا دیتے ہیں، حالانکہ کفر و بطلان ان کتابوں سے نہیں لکھا بلکہ نکالنے والے کے اندر سے نکلتا ہے اور نکالنے ہی پر اکتفاء نہ کر کے اپنی تحریر و تصنیف میں ان کا اعادہ کرتے کرتے اپنی زندگی ختم کر لیتے ہیں پھر دوسرا اور تیسرا آتا ہے اور اب تک مسلسل آتے ہی رہے ہیں، اور انہی باتوں کو دہراتے رہتے ہیں، ارے اللہ کے بند سے اگر زندگی کا مقصد معنیات ہی کو سمجھ رکھا ہے تو اب دوسری کتابوں اور عبادتوں سے کچھ اور نکالو پہلے ہی کی محنت کو اپنے نام کیوں کرتے چلے جا رہے ہو، اسی ہی سلسلہ اور روش کی ایک اور کتاب معرض وجود میں آئی ہے یعنی: ”دیوبندیہ“ کے بطلان کا انکشاف“ حالانکہ اس میں اعلیٰ حضرت وغیرہ کے

انکشافات سے مصنف ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھے ہیں، شاید مصنف کے نزدیک جو چیز بہت پرانی ہوتی ہے وہ نئی ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔ ع

جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے  
گویا اس شخص نے اپنے بڑوں کے کارناموں کو اپنا بنا کر ان کی بھتوں پر پانی پھیر دیا ہے، نیز جو  
شخص کتاب و سنت کا نہیں ہو سکا وہ اپنے بڑوں کا کیا ہوگا۔ اس کتاب کا نہایت معتدل و محققانہ  
جواب حضرت مولانا محمد ساجد خان صاحب مدظلہ العالی نے دیا ہے، جواب نہایت عادلانہ  
قاضی خانہ، ماسلمانہ ہے۔۔۔۔۔ ع

شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات  
اللہ تعالیٰ مصنف کی گراں قدر کتاب کو مقبول عام اور مفید نام بنائے، آمین۔

## تقریظ

سلطان المناہرین فاتح روضا خانیت خلیب اسلام شیر پیش اہل سنت استاد العلماء

**حضرت مولانا سید محمد طاہر حسین گیاروی مدظلہ العالی**

موسس و رئیس دارالعلوم حیدر آباد کھنڈ انڈیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً و مبصلاً اما بعد!

قارئین کرام ازیر نظر کتاب ”دفاع اہل السنۃ والجماعۃ“ کی پہلی جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے اور آپ اس کے مطالعہ کے بعد خود فیصلہ فرمائیں گے کہ کتاب کس پاسے کی ہے۔ میں نے بھی جستہ جستہ بعض مقامات سے پڑھا ہے اور مصنف کی جان کاری اور محنت کا اندازہ لگایا ہے کہ کتاب بریلویت کی تاریخ کا بڑی حد تک تعارف کرا دیتی ہے، اور خانصاحب بریلی کی تاریخی حیثیت سے تعارف کرا دیتی ہے، نیز خان صاحب نے جن مسائل پر محنت کی ہے اور امت میں جس افتراق و تکفیر کے لیے پوری زہمت کی ہے اور اپنے مخصوص حلقہ کی تربیت اور پرورش فرما کر اس کو پروان چڑھا ہے یہ کتاب اس کے لیے ایک آئینہ کام و ہدی ہے۔

مصنف کتاب حضرت مولانا سید محمد طاہر خان صاحب نے نہ صرف بریلوی جماعت کے نظریات و عقائد کا تعارف کرایا ہے بلکہ ان پر جگہ جگہ تفصیل اور اختصار کے ساتھ تبصرہ بھی کر دیا ہے تاکہ قارئین کتاب بخود بریلویت کو بھی سمجھیں اور اس کے افکار و نظریات اور اس کے مسائل و دلائل سے بھی قدرے واقفیت حاصل کریں اور بڑی حد تک ان کی کمزوریوں اور قرآن و حدیث و سلف سے ان کی اور یوں کو بھی واضح طور پر محسوس کر سکیں نیز روضا خان جماعت کے علماء کی کتب بیانیوں اور ان کے پروجیکٹوں سے بھی اچھی طرح واقفیت حاصل کر لیں۔

اس لیے مؤلف موصوف نے اہل علم اور اہل اللہ کے خلاف جو بریلوی خانصاحب نے ایک ماحول تیار کیا تھا اس کا مکمل تعارف کرائے کی ایک کامیاب کوشش کی ہے، یہ کام جس گہرے وسیع اور سنجیدہ مطالعہ کا طالب تھا مولانا سید محمد طاہر خان صاحب نقشبندی نے اس کو پورے طریقے سے کامیاب بنایا ہے۔ اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب ”دریا بکوزہ“ کا مصداق ہے، جگہ جگہ حوالوں اور



کیا اب ہلکے نایاب کتابوں کی اصل عمارتیں بھی نقل فرما کر تاریخین کرام کو مطمئن اور اپنی بات کو بدل کر دیا ہے، تاکہ عہدی اور بیعت و حرم مزاج لوگوں کے لیے انگڑا کر نے اور فریب دینے کا کوئی موقع نہ رہ جائے۔ مزید یہ کہ مولانا محمد ساجد خان صاحب نے بیشتر اختلافی مسائل میں صرف قرآن و حدیث اور اقوال صحیحہ سے راضا خطیبوں کے خلاف حجت قائم نہیں کی ہے بلکہ خود کلمہ سے انہی کے آباء و علماء کی کتابوں سے واضح عمارتیں و عقائد و یوہد کی تائید میں پیش فرما کر راضا خطیبوں کی مدد و زور پر لگام کسے کی نہایت کامیاب کوشش کی ہے۔

ان شاء اللہ ”دفاع اہل السنۃ والجماعۃ“ ایک بہترین اور کامیاب قابل مطالعہ کتاب ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو ہم سب کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اور کتاب کو نافع و مقبول بنائے۔ آمین ثم آمین

والسلام

سید طاہر حسین گیلانی

۲۵ شوال الحکمہ ع ۱۳۳۳ھ مطابق ۳۰ جون کی ۱۰۱۲

## تقریظ

مناظر اسلام، قرقہ پل، محقق مصر

حضرت مولانا عبدالحق قاسمی صاحب مدظلہ العالی

خلیب مرکزی مسجد پٹانہ، گڑھ امتحان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

محقق العصر مناظر اسلام علامہ ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ کی اسم بآسمانی تالیف لطیف ”دفاع اہل السنۃ والجماعۃ“ سے استفادہ کا موقع ملا۔ یہ کتاب کسی کاشف اقبال نامی رضا خانی کی مرتب شدہ کتاب کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ رضا خانی مذکور نے اپنے آباء واجداد کی پھیلائی ہوئی غلامت جمع کر کے سمجھا کہ بہت بڑا شیر مار گیا لیکن علامہ ساجد خان حفظہ اللہ نے دفاع السنۃ لکھ کر نئے رضا خانیہ کی لکھی مٹی پلیدی کہ ان میں ذرہ برابر بھی شرم و حیا نہ ہوگی تو اپنے باطل مذہب کو فوراً غلامی مغلطہ سے دیں گے۔ لیکن اگر شرم و حیا نہ ہوتی تو یہ لوگ بریلوی کیوں ہوتے؟

کاشف اقبال نے ملائے دیوبند کی جتنی بھی مہارت پر اعتراف کرنے کی کوشش کی علامہ صاحب نے اولادوں کے تحقیقی جوابات دے دیے اس کے بعد انہی طور پر بریلویوں کے گھر سے بالکل اسی جیسی بلکہ اس سے بھی شدید قسم کی مہارت پیش کر کے بریلویت کا ایسا منہ کالا کیا کہ ماضی میں شاید اس کی مثال مل سکے۔

مہارت اکابر کے دفاع میں لکھی گئی بہت سی قدیم و جدید کتابوں کا ناچیز نے مطالعہ کیا ہے لیکن بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ دفاع اہل السنۃ جیسی پر مغز اور کثیر المواد کتاب کا حالی نظر سے نہیں گزری۔ بالخصوص الزامی حوالہ جات میں تو کتاب لاثانی ہے۔

وہاں ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ علامہ ساجد خان صاحب کو مزید در قلم عطا فرمائے اور ان کے علم سے امت کو مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ والسلام

ابو شامہ عبدالحق قاسمی رکن رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ بعد العصر

## تقریظ

مشکلم اسلام ترجمان احناف مجدد و مآخذ العلماء حجتہ اللہ فی الارض

حضرت مولانا محمد الیاس ٹھمن صاحب مدظلہ العالی

امیر عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ

بسم اللہ و نصلی علی رسولہ اکرم اما بعد!

عزیز مولانا ساجد خان نقشبندی سلمہ اللہ جید عالم دین ہیں۔ اہل السنۃ والجماعۃ احناف و یونہد کے عقائد و نظریات کی اشاعت اور دفاع کے میدان میں کام کر رہے ہیں خصوصاً اہل بدعت کے حوالے سے موصوف کا کام قابلِ قدر ہے۔ اس میدان میں ایسے تنقید اور صاحبِ قلم ولسان افراد کی ضرورت ہوتی ہے جو صحیح عقائد و نظریات کی ترجمانی کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے اکابر و اسلاف پر لگائے جانے والے اعتراضات کے جوابات دینے کی صلاحیت سے بھی بہرہ ور ہوں۔ بحمد اللہ ایسے افراد موجود ہیں اور ان میں ایک مولانا ساجد خان نقشبندی سلمہ اللہ بھی ہیں۔

ذریعہ نظر کتاب "لوائح اہل السنۃ والجماعۃ" مولانا کی نئی تصنیف ہے جس میں موصوف نے علماء اہل السنۃ والجماعۃ احناف و یونہد پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات مؤثر انداز میں واکل کے ساتھ دیے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت اس کتاب کا قیام عام فرمائے، مولانا موصوف کی محنت کو شرف قبولیت سے نواز دے اور اس تصنیف کو اہل بدعت کی طرف سے عوام الناس میں پھیلانے والے مساذس کو ختم کرنے کا ذریعہ بنادے۔ آمین بجاوا لہی الکریم علیہ السلام۔

فتاح دعا

(حضرت مولانا محمد الیاس ٹھمن صاحب مدظلہ العالی)

۲ مئی ۲۰۱۷ء

## تقریظ

فلاح لامذہبیت، مہاتما اسلام، خلیفہ شریعہ، عالم، محکم رسوم، اجتہاد العلماء محبوب اصنام

حضرت مولانا غازی مفتی محمد نعیم محمودی صاحب مدظلہ العالی

امیر نوجوانان احناف پشاور و افغانستان

الحمد لله وكفى والصلوة والسلام على عباده الذين الصطفى اعا بعد! ملاحظہ اسلام، محقق انحصار، لفظ الہی، فلاح بریلویت، بہادر مکرّم حضرت مولانا ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ ہمارے ان مختصر ساتھیوں میں سے ہیں جن کی زندگی اہل باطن خصوصاً فرقہ و خانہ کے تعاقب اور دین اسلام کی صحیح نظریاتی سرحدات کے دفاع میں گزر رہی ہے۔ میں خود بعض مسائل میں مولانا موصوف ہی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اس وقت اہل باطن علماء دیوبند کی بعض عبارات کا غلط مطلب لیکر عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ برادر مکرّم مولانا موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے ان تمام عبارات اور اعتراضات کو نیکر اہل حق کی طرف سے فرض ادا کرتے ہوئے سب اعتراضات کے حقائق اور مناظرانہ جواب لکھ کر مسلمانوں پر عظیم احسان کیا۔ مجھے خود اس موضوع پر مولانا موصوف کی کتاب کو بار بار دیکھنے کا بہت زیادہ اشتیاق ہے لیکن مسلسل مسلکی و جینی مصروفیات اور اسفار کی وجہ سے اب تک پوری کتاب کا حقد دیکھنے سے قاصر ہوں۔

انشاء اللہ بفضل استفادہ مکمل کتاب کا مطالعہ اشاعت کے بعد کروں گا کافی احوال مسودے سے بعض مقامات کا مطالعہ کیا جتنا مطالعہ کیا بہت زیادہ مفید پایا، نیز مولانا موصوف کی تحقیق پر مجھے کلی اعتماد ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مؤلف موصوف ان کے والدین اور اساتذہ کرام کے لیے ذخیرہ دارین اور قافلہ اہل السنۃ والجماعہ سے کٹنے والے بدقسمت دوستوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنادے۔

کتبہ العبد المذنب

محمد نعیم محمودی لکھی مرغا کپائے علماء دیوبند کے از لہ جوانان احناف



## تقریظ

سلطان المناظرین، فاتحِ دغا فانیست، ترجمانِ مسلک و لوحِ شیرِ اہلسنت

حضرت مولانا ابوالیوب قادری صاحب زید مجدہ

مبہملاً، مصلیاً و مسلماً اے! بعد!

برادرِ مکرم محقق العصر علامہ ماجد خان نقشبندی زید مجدہم نے عظیم فرمایا اپنی کتاب ”دفاعِ اہلِ السنۃ والجماعۃ“ پر تقریظ لکھنے کا۔ موصوفِ خود اس میدان کے شاہسوار ہیں اور بڑے عمدہ مناظر ہیں۔ یہ یقیناً ان کی نوازش ہے کہ ہمیں انہوں نے فرمایا کہ اس پر کچھ لکھو اللہ جل مجدہ ان کو اور ان کی کتاب کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور اسس کتاب کو مخالفین کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین، عبادِ الہی الامین علیہ السلام علیہم اجمعین، اہلِ یومِ الدین۔

جہاں تک دفاع کی بات ہے تو اس سلسلے میں ہم نے موجودہ دور میں اپنا طرزِ تھوڑا سا تہذیب کیا ہے اور وہ یہ کہ ہم نے عبارات کے موضوع پر ان بریلویوں کو یہ لہجہ دیا ہے کہ وہ آپ خود ہی ایک دوسرے کو کافر کہہ کر پورے فرقہ کو برباد کر چکے ہیں لہذا جب تک اس باہمی تکفیر کی جنگ میں لگے رہیں گے اور جب تک اس سے جان نہیں چھڑاتے جہاں عبارتوں کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہ ہوگی۔ بہر حال یہ تو ایک مناظرانہ طرز ہے مگر عوام الناس کو ضرورت تھی کہ کوئی ایسی کتاب ہوتی جو کہ تقریباً تمام عبارات کا وہانی شافی جواب ہوتی تو اس ضرورت کو ہمارے ”خانِ اعظم“ نے پورا کر دیا۔ باقی رہی بات کہ دفاع کی ضرورت کیوں پیش آئی تو عرضِ خدمت یہ ہے کہ ہم اپنے اکابر کو بصارت سے نہیں بلکہ بصیرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ وہ اولیاءِ کاملین تھے جس کی شہادت مخالفین کے گھروں سے بھی دی جاسکتی ہے (چند نمونے اس کتاب میں موجود ہیں)۔ تو نیک لوگوں سے محبت رکھنا اور ان پر بے دینوں کے وارہ کرنا اعتراضات کے جوابات و دعا یہ شروع اسلام ہی سے علماء اسلام کا طرزِ چلا آ رہا ہے جیسا کہ کئی عالمِ فاضل پر فانی نہیں۔ جس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیک لوگوں پر اعتراضات کا سلسلہ اسلام کے دورِ اول ہی سے شروع ہو گیا تھا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ہمارے اکابر اس دین کے چمکدار اور اس کی سرحدوں کے محافظ تھے وہ دین

جو کہ رحمت و دعا عالم سے پہنچ کر لائے تھے چھ دنوں کو خزانہ لوٹنے کے لیے پنجہ کپڑا روں دیا تقبول کو راستہ ہے بنا پڑتا ہے تو اس اور میں دین کے چور ”بدعتی“

(بدعتی کو دین کا چور خواہ کچھ معصوم عقیدہ کی بنا پر اپنے منکبات میں کہا ہے) ان اکابر کے مخالف اس لیے ہوئے کہ یہ لوگ انہیں چوری کا راستہ نہیں دیتے لہذا ناکامی پر طرح طرح کے اعتراضات شروع کر دئے لہذا ہم اپنے ان کار کا دفاع ضروری سمجھتے ہیں کہ دراصل ان کا دفاع خود اس دین کی چوکیداری کے مترادف ہے۔

حکیم الامت مجدد دین و ملت افشاء مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان بدعتیوں کی ایک مثال اپنی کتاب اختلافات یومیہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

”کس ناک کئے آدمی کو حرامی کہتے وہاں ایک ناک کنا آگیا اس نے سوچا کہ یہ لوگ تو مجھے حرامی کہنا شروع کر دیں گے اس لیے خود ہی ابتداء کر دی کہ جو ناک دلا ملا اسے کہنے لگتا: ”اومیاں خرائ! کیا حال ہے؟“ لوگ شرماتے ہوئے گزر جاتے کہ ”جواب جاہلاں باشند خاموشی“۔ مگر ایک آدمی نے اسے روک کر پوچھ لیا کہ میاں کچھ سالم ناک فالے آدمی کو حرامی نہیں کہتے بلکہ ناک کئے ہوئے کو حرامی کہتے ہیں حرامی تو خود ہے کہتا میں ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ تو اس نے کہا کہ میاں کچھ پوچھو تو بات یہ ہے کہ میں تو اس عرف کے مطابق حرامی تھا مگر میں نے بچنے کے لیے یہ ڈھونگ اور کمر اختیار کیا اس سے کئی جگہ جان بچ گئی۔“

تو بریلی کے خان صاحب نے بھی یہی طرز اختیار کیا اپنے آپ کو بدعتی و مشرک کے فتوؤں سے بچانے کے لیے دوسروں کو وہابی، گلابی ترائی اور کئی دوسرے القابات دینے شروع کر دیے حالانکہ ان سارے القابات کے مستحق وہ خود تھے۔

ان شریعہ خدایا اہم تعلیمات دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد تقی حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ فاضل بریلی سے ملے گئے اور اسے کہا کہ ہمارے بزرگوں کی کوشی بات پر تمہیں اعتراض ہے بلکہ میں جواب دیتا ہوں تو اس نے کہا کہ کچھ پر بھی نہیں تو فرمایا پھر یہ ڈھونگ کیوں رچایا تو یوں کہ یہ سب جیٹ کا مسئلہ ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے مکتوبات فقہیہ الامت۔

بہر حال میں یہ عرض کر رہا تھا کہ دفاع کیوں ضروری ہے؟ تو یہ دفاع اسلاف اور اکابر امت کا ہے

کیونکہ ہماری جن عبادتوں پر یہ اہل بدعت اعتراض کرتے ہیں وہ قریباً چودہ سو سال کے اکابر علماء سے بھی مشغول ہیں۔ مثلاً خاتم کے روحانی النسخ اور آخری ہی سائن پر صرف حضرت نانوتوی سے ہی بہت نہیں بلکہ علامہ نقاشی سمیت کئی اکابر اس حوالے سے پیش کیے جاسکتے ہیں (جس کی تفصیل آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے) حفظ الایمان سے ملتی جلتی عبارت شرح مواقف وغیرہ میں موجود ہے۔ اس طرح کی کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں جس کو مولانا نے اس کتاب میں تفصیل سے پیش کر دیا ہے تو دراصل یہ دفاع صرف اکابر علماء دیوبند کا دفاع نہیں بلکہ صدیوں کے اکابر اسلام کا دفاع ہے۔

آخر میں رضا خانی اعتراضات کی نوعیت و کیفیت بتا کر بات ختم کرتا ہوں۔ رضا خانی اعتراضات کا مشادہ طرح سے ہے: (۱) جہالت۔۔۔ (۲) دجل۔۔۔

جہالت سے اعتراض وہ رضا خانی کرتے ہیں جو کہ اپنے پیروؤں کو سچا سمجھ کر یا از خود کسی کتاب سے ناواقفیت کی بنیاد پر کر جاتے ہیں۔ اور دجل سے اعتراض کرتا رضا خانی اکابر و عام علماء و مناظرین کا طریقہ اور ذات ہے جو کہ جانتے بوجھتے ہیں کہ یہ اعتراض نہیں جتنا مگر پھر بھی اعتراض کرتے ہیں۔ دونوں کی کئی مثالیں دی جاسکتی ہیں مگر میں ایک ایک مثال دیتا ہوں رمضان کا چاند نکلتا تو عورتیں دیکھنے کے لیے حجت پر جمع تھیں ایک عورت اپنے بچے کا پانچ سو سال کر رہی تھی کہ شروع کیا کہ چاند نظر آگیا وہ بھی جلدی جلدی دوڑی کہ کہیں میں اندر جاؤں اور پھر پھر چھا کہ کہہ رہے تو انہوں نے بتایا کہ وہ ہے وہ اپنے گھر سے ہاتھوں سے آئی تھی تو اپنی عادت کے مطابق ناک پر انگلی رکھ کر دیکھنے لگی اور تھوڑی دیر بعد ہوئی کہ چاند تو نظر آگیا مگر اس وقت بدیوار نکلا ہے تو یہ اعتراض چاند پر بوجہ جہالت کے ہے نہ کہ دجل۔ اب دجل کی بات ملاحظہ فرمائیں ایک جگہ ایک سنی عالم تشریف لائے لوگوں کو احادیث سنائی شروع کی تو چند رضا کے نوٹروں نے پروگرام بنایا کہ اس کو علاقہ سے بھاگادور نہ کرو، کچھ خیرات بند ہو جائے گی تو مشورے کے مطابق پہنچ گئے کہ حضرت ام حدیث پاک سنا چاہتے ہیں ساتھ لوگوں کو بھی لیکر گئے تھے تو اس بزرگ نے کہا کہ تشریف رکھیں رضو کیا اور کتاب مشکوٰۃ شریف افکار دینہ گئے اور پڑھنے لگے:

”عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ“

تو اسی وقت رخسار کے لہجوں نے شور مچا دیا: ”گستاخ... دہائی ہے... بے ادب ہے..... بے ایمانی ہے..... وغیرہ ہم نہیں سننے قسم سے حدیث، پہلے ہم سنتے تھے کہ دہائی گستاخ ہوتے ہیں آج ملاحظہ کریا۔“ انہوں نے پوچھا بھائی کیا ہوا؟ تو جواب میں کہنے لگے تم نے ہمارے نبی ﷺ کو معاذ اللہ کالا کالا کہہ دیا حالانکہ وہ تو سب سے زیادہ حسین و جمیل تھے۔ اب ملاحظہ فرمائیں اسس بزدل کے قلم کا یہ معنی، یہ یہ مطلب نہ یہ یہ سیاق و سباق نہ ہی ان کا ذہن اس طرف گیا نہ ہی ان کا یہ پروگرام تھا، ذہن تو درکنار حاشیہ خیال میں بھی یہ خیال نہیں آیا ہو گا مگر یہ سب ان کو نڈوں کی مارش تھی اسے ہی دخل کتے ہیں۔

رضاعہ فی علماء کے اعتراضات بھی اسی قسم کے دھمیل و فریب کا نمونہ ہیں حقائق کی دنیا میں ایسا کچھ نہیں۔ بات نبی پاک ﷺ کی تعریف و توصیف کی ہوگی مگر ان

عقل کے اندھوں کو الٹا نظر آتا ہے۔

مجموع نظر آتا ہے لیکن نظر آتا ہے

و بهذا القدر نكتفي وبالله الحمد أولا و آخر ا و صل الله عليه وسلم و بارك على سيدنا و حبيبنا محمد و على آله و اصحابه اجمعين.

تھمنا لوب قابو رکھیں

۴۰ رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ

پیشکش

## عرض مولف

قارئین کرام! ۱۹۵۶ء میں چشتیاں کے مولوی غلام مہر علی گولڑوی کی طرف سے ایک شراغیز کتاب ”دوبہندی مذہب“ شائع کی گئی۔ فقیر کے پاس اس کتاب کا پینا ایڈیشن موجود ہے، کتاب پڑھ کر یقین نہیں آیا کہ خود کو عالم دین کہلانے والے ایک ہی کتاب کے ہر صفحہ پر مرک و فریب، جھوٹ، کٹر بیعت، دجل و تلبیس کے اتنے شرمناک مظاہرے کر سکتا ہے۔

قارئین کرام! ہم ہر ایک کو اختلاف رائے کا حق دیتے ہیں، ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگوں کو ہم سے یا ہمارے اکابر کی رائے سے اتفاق نہ ہو، مگر اختلاف رائے کا یہ اصول کہاں مرقوم ہے کہ اپنے مخالف کو بدنام کرنے کے لیے، اسے بے دین کافر معاذ اللہ ثابت کرنے کے لیے ان کی ہر عبارت میں تحریف کردی جائے؟، ان کی عبارتوں کا، ان کے عقائد کا خود سادہ مفہوم لیکر اس پر الزام تراشی کی ایک طرارت کھڑی کردی جائے؟، جن عقائد سے وہ خود جہازری کا اعلان کر رہے ہیں انہیں بار بار ان کے مرتقو پاجائے؟، مخالفت کی تاریک راہوں میں بھٹک کر اسلام کے لیے ان کی روشن و تابندہ کارناموں سے بھی چمکاؤ کی طرح آنکھیں بند کر لی جائیں۔

ہنر چشم عداوت بزرگ تر غیب است

گل است سہی و در چشم دشمنان خار است

قصہ مختصر اس شراغیز و سرتاپا کذب و فریب کتاب کا جواب اسی وقت چشتیاں ہی کے ایک عالم دین کی طرف سے دے دیا گیا تھا اور قصہ زمین بر سر زمین کے مصداق اس فتنے کا سد باب کر دیا گیا تھا۔ مگر افسوس کہ آج جب کہ ہر طرف بے مسلمانوں پر کھار کی یلغار ہے، افغانستان، چین، فلسطین، برما، شام، یوسنیا، کشمیر کے مظلوم مسلمان اپنی مدد کے لیے امت مسلمہ کو پکار رہے ہیں، صلیبی افواج ہر طرف سے الکفر صلیقہ و احدا کے مصداق مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے ہیں، بھائے یہ کہ ہم اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ کرتے، اپنے اختلافات کو ایک طرف رکھ کر امت مسلمہ کے اجتماعی کار (Cause) کے لیے ایک جہت تلے غور و فکر کرتے،

زندگی تو ہمیں بھی ملنی چاہیے ہے۔ یہاں آئی کو ایک ہونا چاہیے

کہہ رہا ہے اہل کفر کا قسم امت کو اب ایک ہونا چاہیے

مگر عظیم اہلسنت کراچی نے ایک بار پھر دیوبندی مذہب نامی پر فریب کتاب کو شائع کر کے پاکستان کے اندر مذہبی منافرت و فرقہ واریت کی سنگتی ہوئی چنگاری کو ایک بار پھر سلاگنے کی کوشش کی۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ جن اعتراضات و الزامات کے جوابات سالوں سے دیئے جا رہے ہیں ان کو پھر دوبارہ وفاقاً فوقاً موقع موقع دہرایا جائے؟ بریلوی مسعود ملت پر و فیہ مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں:

”نکتہ چینیوں اور فرخہ گیریوں کا سلسلہ ایک صدی سے زائد عرصہ سے جاری ہے علمائے حق کی طرف سے اعتراضات اور الزامات کے برابر جوابات دیئے جا رہے ہیں مگر اعتراضات کرنے والے اور الزامات لگانے والے اعتراضات و الزامات برابر دہرائے جا رہے ہیں دلائل و شواہد پیش کیے جائیں تو قائل ہو جانا چاہیے عند بحث سے ہماری توجہ دشمنان اسلام بنو دہو و بدو اور نصاریٰ سے ہٹ کر دوسری طرف لگ جاتی ہے اور ان (دشمنان اسلام کے خلاف) تبلیغ دین متین کا کام رک جاتا ہے اب وقت آگیا ہے کہ ہم علمائے حق کی باتوں کو تسلیم کر کے متحد ہو جائیں ماضی کی غلطیوں کا اعادہ نہ کریں جن حضرات نے غلطیاں کی ہیں ان کا ان کے حال پر چھوڑ کر دست کش ہو جائیں اور یکسو ہو کر ایمان کی حفاظت کریں۔“ (سفید سیانہ ص ۵۵، فضیحاء القرآن ج ۱، کیشنر)

قارئین کرام! ان الفاظ سے دھوکا نہ کھانا یہ صرف دکھانے کے دانت ہیں جب بلی کی اپنی دم پر پاؤں چڑا تو اب اسے اتحاد یاد آگیا بہر حال ”دیر آید درست آید“ اگر بریلوی واقعی اپنی اس بات میں سچے ہیں تو آفاقی ماضی کی غلطیوں کو دہرانے کے بجائے مستقبل میں امت کے وسیع مفاد کی فکر کریں اور اتحاد امت کا مظاہرہ کریں لیکن ایسا کبھی بھی نہیں ہوگا۔ ہمیں اس قسم کے لوگوں سے کوئی تکرار شکوہ نہیں اس لیے کہ امتیاز و افتراق کی اس مہم کی قیادت کرتا ان جیسے لوگوں کی پیشہ ورانہ مجبوری ہے اسی قسم کی مذہبوں حرکتوں سے ان کی معذرتی روٹی وابستہ ہے مگر الحمد للہ امت مسلمہ کی اجتماعی سوچ یکسر اس صراطِ قلیلہ سے مختلف ہے۔ آج پوری دنیا میں علمائے اہل

مفت دیوبند کے لاکھوں مدارس، مساجد و نجی مراکز و اجتماعات، نشر و اشاعت کا وسیع نیٹ ورک اس بات کا ثبوت ہے کہ انگریز کے اشارے پر بریلی سے امت مسلمہ میں پھوٹ ڈالنے والی سازش مکمل طور پر ناکام ہو چکی ہے۔ جس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ موجودہ دور کے فیصل آباد کے مایہ ناز بریلی منظر سعید اسد صاحب اتحاد کے لیے حضرت مولانا طارق جمیل صاحب، مولانا زاہد امجدی صاحب، جامد اہود، یہ فیصل آباد کے چکر لگا رہے ہیں۔

ہم پچھلے کئی برس سے اپنے مخالفین کے سامنے یہ چبھتا ہوا سوال رکھ رہے ہیں کہ اللہ نے علمائے دیوبند نے جن کو ختم نبوت کا منکر سمجھا ۱۹۵۵ء، ۱۹۷۳ء، ۱۹۷۴ء میں ان کے خلاف بھرپور اتحاد یک جہاں میں، دس ہزار نو جوانوں کا خون اس مقدس مشن کے لیے پیش کیا، بہاولپور (مشہد و ہندوستان) پھر پاکستان کی پارلیمنٹ، ساؤتھ افریقہ کی کورٹ پھر رابطہ عالم اسلامی کے پلیٹ فارم سے ان کو کافر قرار دلوایا آج کسی قادیانی کی یہ جرأت نہیں کہ علمائے دیوبند کے ہوتے ہوئے اپنا لٹریچر آزادانہ طور پر شائع کر سکے، اپنے اجتماعات کر سکے، کسی قادیانی کو کسی سلسلہ فوں کے قبرستان میں دفنایا جاسکے، یہی حال ردائض کا بھی ہے ان کے خلاف بھی بھرپور تحریک چلائی گئی۔ اب بقول رضا خانیوں کے اگر معاذ اللہ علمائے دیوبند قادیانیوں سے بھی بڑھ کر گستاخ ہیں تو آخر کیا وجہ ہے کہ آج تک آپ نے ہمارے خلاف ۱۹۳۵، ۱۹۵۳، ۱۹۷۳، ۱۹۸۳، ۱۹۸۴، ۱۹۸۵ سپاہ صحابہ کے طرز پر کوئی تحریک نہیں چلائی؟ کیا وجہ ہے کہ آج بھی ہمارے تبلیغی اجتماعات پوری آب و تاب کے ساتھ منعقد ہو رہے ہیں، ہمارا لٹریچر مکمل عام مارکیٹ میں فروخت ہو رہا ہے، ملک میں کوئی مذہبی قانون ہم سے صلاح مشورے کے بغیر نہیں لایا جاسکتا۔ آپ کوئی ایک مثال پیش کر سکتے ہیں کہ کسی دیوبندی کی قبر معاذ اللہ اس بنیاد پر دکھاڑی گئی ہو کہ یہ اکابر علمائے دیوبند سے عقیدت رکھتا تھا کوئی ایک جمہوری احتجاجی تحریک کی مثال دے سکتے ہیں جو علمائے دیوبند کے عقائد کے خلاف چلائی گئی ہو، کسی ایک عدالتی مقدمے کی مثال پیش کر سکتے ہیں جو اس بنیاد پر دائر کیا گیا ہو کہ زونجین میں سے کوئی ایک دیوبندی ہے اس لیے معاذ اللہ نکاح صحیح کیا جائے؟

کیا یہ سب اس بات کا کھلا ثبوت نہیں کہ عوام کے سامنے آپ کے اسس دہائی ڈرامے کا ڈرامہ سین ہو چکا ہے، عوام نے آپ کی الزام تراشیوں کو بیکسر مسترد کر دیا ہے۔

اگر آج سابق گورنر پنجاب سلمان تاثیر بقول آپ کے ناموس رسالت ﷺ کے قانون کو معاذ اللہ کا قانون کہہ دے تو اسے قتل کر دیا جاتا ہے اور آپ قاتل کو کٹھنوں پر ہنسا دیتے ہیں کہ دیکھو مارنے والا عاشق رسول ﷺ ہے مگر یہ دیوبندی جو آپ کے ہاں معاذ اللہ سب سے بڑے گستاخان رسول ﷺ ہیں آپ کے سامنے دند ناتے پھرتے ہیں ان کے بارے میں آپ کی غیرت کہاں چلی گئی؟ خدا کی قسم ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ ہمارے سامنے کوئی گستاخ رسول آجائے تو اس کے جسم کے پہلے ۲۹۵ ٹکڑے کریں گے اس کے بعد سوچیں گے کہ ۲۹۵ بھی ایک قانون ہے اس کے لیے، جو چاہے آزما کر دیکھ لے،

جو جان چاہو تو جان دیں گے  
جو مال چاہو تو مال دیں گے  
لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ  
نبی کا جاہ و جلال دے دیں

حیرت ہے کہ آج اگر یوٹیوب پر معاذ اللہ نبی ﷺ کی شان میں کوئی گستاخانہ فلم شائع ہوتی ہے تو اسے بند کروانے کے لیے ٹرین مارنے کا ذرا شروع ہو جاتا ہے مگر حکمائے دیوبند کے بارے میں یہ خاموشی درپردہ اس بات کا اقرار ہے کہ آپ بھی خوب جانتے ہیں کہ حکمائے دیوبند معاذ اللہ گستاخان رسول ﷺ نہیں۔ لیکن کیا کریں اگر اس جاسی کڑے کو دیکھنا تو اہل تہذیب تو ہمیشہ مسجد میں خطیب کون رکھے گا، مدرسہ میں مدرس کون رکھے گا، آخر گیارہویں کی کچھ کس کے گھر جائے گی؟ مردے کا تیجہ، جوڑا، مصلیٰ کس کے گھر میں آئے گا؟

ہم اب بھی یہاں تک دلی کہتے ہیں کہ آپ کو اصل اعتراض حفظ الایمان، تحذیر الناس، ہدایہ، قاطعہ، نامی کتابوں اور مولانا گنگوہی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک جعلی فتوے پر ہے تو سن لیجیے ہم



ان کتابوں کو اپنے لیے سرمایہ آخرت سمجھتے ہیں ہم چچا چچ کر کہتے ہیں کہ ہم ان کتابوں کے مندرجات سے متفق ہیں ان کتابوں میں قرآن وحدیث کی ترجمانی کی گئی ہے، ان کتابوں میں محمد کریم علیہ السلام کی ناموس کا تحفظ کیا گیا ہے، آپ ﷺ کی شان بیان کی گئی ہے ہمارے مخالفین میں سے ایسا کوئی مرد مجاہد جو اس بنیاد پر ہمارے خلاف کوئی قانونی کارروائی کرے؟

فہل من مبارز

بچے ہو وفادار تو دغا کر کے دکھاؤ

کہنے کی دغا اور ہے کرنے کی دغا اور ہے

بہر حال عظیم اہلسنت کی طرف سے شائع کردہ اس کتاب کو مفتی نجیب اللہ عمر صاحب دہلوی نے میرے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ اس کا جواب ایک نئے طرز سے لکھا جائے بندے نے حامی بھری۔ جب اسس اردوے کا علم بھائی سفیان کو ہوا تو انہوں نے کہا کہ آج کل رضا خانی حضرات کسی کاشف اقبال کی ”دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف“ کو لیے پھر رہے ہیں لہذا اس کا جواب دیا جائے فقیر نے یہ کتاب منگوائی تو معلوم ہوا کہ سارا کا سارا دیوبندی مذہب ہی کا چرچہ ہے بہر حال کتاب پڑھ کر اللہ کی طرف سے دل میں القا ہوا کہ کیوں نہ علماے دیوبند پر آج تک اہل بدعت کی طرف سے لگائے جانے والے تمام ہی چھوٹے بڑے اعتراضات کے جوابات اس مجموعے میں دے دیئے جائیں لہذا کتاب کی تیاری میں مندرجہ ذیل کتب کو بھی سامنے رکھا گیا:

- (۱) املوکیۃ الشہابیہ، (۲) سبحان السبوح، (۳) باطل اپنے آئینہ میں، (۴) الحق النہیں
- (۵) شمشیر حسینی (۶) دیوبند سے بریلی (۷) دعوت فکر (۸) محاسب دیوبندیہ

لیکن چونکہ کاشف اقبال صاحب نے تمام ہی اہم اعتراضات کو ایجاب کی شکل میں اپنی کتاب میں جمع کر لیا تھا اس لیے اسی کتاب کو حوالہ جات کے لیے بنیادی ماخذ بنایا گیا ہے۔ البتہ کاشف صاحب نے جہاں جہاں سے اعتراض سرزد کیا اس کا حوالہ مندرجہ بالا کتب سے دے

دیا گیا ہے۔ میں اس موقع پر مناظر اسلام سرمیا یا سنت حضرت مولانا ابوالیوب قادری صاحب زید مجدہ کا خصوصی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں گا جو وقتاً فوقتاً اس کام میں میری رہنمائی کرتے رہے۔ ساتھ ہی استاذ العزیز محبوب الصلحی مناظر اسلام قاطع شرک و بدعت حضرت غازی مفتی محمد محمودی صاحب زید مجدہ کا خصوصی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں گا جن کی خصوصی شفقت و توجہ سے یہ کتاب منظر عام پر آ رہی ہے ساتھ ساتھ مکتبہ نبوت پشاور کا بھی جن کی علم دوستی کے بدولت یہ کتاب ان کے عظیم مکتبے سے شائع ہو رہی ہے اللہ پاک اس کا صلہ انہیں دلوں جہاں میں اپنی شان کے مطابق عطا فرمائے۔ آمین۔ میں نے یہ کتاب صرف اسی نیت سے لکھی ہے کہ کل قیامت واسلہ دن اس بندہ ناچیز کا نام بھی اللہ کے ان سچے اولیاء کا دفاع کرنے والوں میں شامل ہو۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ بندہ کی اسس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور عوام کی رہنمائی کا ذریعہ بنائے۔ اور بروز قیامت اکابر علماء دیوبند کے ساتھ اس ہندوے کا ششہ کرے آمین۔

ساجد خان نقشبندی

تالم شعبہ نثر و اشاعت جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ

کیمے از خادم لو جو اتان احناف پشاور

نگراں و نائب مدیر و مامی ترجمان احناف پشاور

خادم المطلباء دارالعلوم مدنیہ (کراچی)

۷ رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ ۶ جون ۲۰۱۷ء شب جمعہ

## باب اول

کاشف اقبال کی کتاب کے مقدمہ کا جواب اور چند تاریخی حقائق

دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف پر ایک نظر:

ترجمان رضا خانیت نے اپنی کتاب کا نام ”دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف“ رکھ کر جو مؤلف کی تہذیب و شانفگی کا منہ بولتا ثبوت ہے، ہمارے ہاں عرف میں ”انکشاف“ کسی ایسی بات کو ظاہر کرنے پر بولا جاتا ہے جو اس سے پہلے کسی کے علم میں نہ ہو اور وہ بات چونکا دینی والی ہو تو عرض ہے کہ کچھلے سوسال سے ترجمان رضا خانیت کے اکابر بھی ایسی الزامات اہل السنہ و الجماعت پر لگاتے رہے تو آخر اس صورت میں مولوی مذکور نے آخر کس بات کا ”انکشاف“ کر دیا؟ معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کی فروخت کے لیے کسی صحیح مآثر اند ذہن کے آدمی نے کتاب کا نام تجویز کیا ہے تاکہ ہر کوئی چونک کر خرید لے کہ دیکھو تو سہی آخر کیا کیا انکشافات کیے ہیں۔

مقررین کا جھوٹ:

کتاب پر تقریظ لکھنے والے مولوی ضیاء اللہ قادری نے لکھا ہے کہ:

”مولانا نے بڑی محنت سے اس کو تالیف فرمایا اور دیوبندی اکابر کی مستند کتب کے حوالہ جات سے ان کا بطلان پیش کر کے ان کو دعوت غور و فکر پیش کی ہے مولانا نے حوالہ جات درج کرنے میں بڑی احتیاط سے کام لیا ہے۔“ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۲۱)

اسی طرح مولوی انوار رضا خانانی لکھتا ہے:

”آپ کی کتاب دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ایک ایسی عظیم کتاب ہے کہ اسس موضوع پر اگر چاہے اب تک سب سے بڑا کتاب لکھی جا چکی ہیں لیکن یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک عظیم علمی شاہکار بلکہ اپنے موضوع پر ایک عمل انسا ئیکلو پیڈیا ہے۔“ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۴۳)

حالانکہ یہ کتاب ماسوائے چند حوالہ جات کے سب کی سب مولوی غلام مہر علی چشتیاں کی

کتاب "دیوبندی مذہب" سے مراد کر کے لکھی گئی ہے حتیٰ کہ جس طرح دیوبندی مذہب نئی کتاب میں حوالوں میں کتب و بیوت ہے اسی طرح کاشف اقبال رضا خانی نے بھی اپنی کتاب میں بیوت نقل کر دیے۔ تو بھلا اس مراد شدہ مواد کو ایک عظیم شاہکار کہنا اسے مستقل کتاب کے طور پر پیش کرنا کیونکہ کھانا ہوا جھوٹ و دھل نہیں؟ حیرت ہے کہ اگر عظیم اسلام مولانا الیاس قصین صاحب مدظلہ العالی مطالعہ بریلویت سے حوالہ جات نقل کر دیں تو یہ لوگ اس پر آسمان مسرورہ افخائیں کر مراد کر کے کتاب لکھی ہے اور یہاں اس بین الاقوامی سادق کو اس حرکت پر حسنہ تصنیف پیش کیا جا رہا ہے:

اسی چہ یوں لکھی است

پھر اسے عظیم شاہکار کہنا بھی جھوٹ ہے ہمیں تو اس میں سوائے الزام تراشی، مکر و فریب، کٹرو بیوت، کے عظیم شاہکاروں و شاہ پاروں کے علاوہ کچھ بھی نظر نہ آیا۔ یہ کہنا کہ حوالہ جات درج کرنے میں بڑی احتیاط سے کام لیا ہے ایک اور مستقل جھوٹ ہے ان شاء اللہ آگے اپنے مقام پر آئے گا کہ عہد دیوبندی کی عبارت میں کس طرح ہاتھ کا کر تب دکھا کر احتیاط کا منہ کالا کیا گیا ہے۔

ترجمان رضا خانیت کے نام پر بریلوی فتویٰ:

کتاب پر مؤلف کا نام "مناظر اسلام ترجمان مسلک رضا مبلغ اہل سنت حضرت علامہ ابو حفید محمد کاشف اقبال بدنی رضوی" لکھا ہوا ہے جبکہ دوسری طرف بریلوی مولوی عبدالوہاب خان قادری خلیفہ مجاز مصطفیٰ رضا خان ابن احمد رضا خان بریلوی لکھتا ہے:

"نام ملت اسلام دینے والے کو حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے لیکن دیوبندی عقیدت نے حسین احمد ندوی کو "مدنی" بنا کر دینے والے کا شریک ٹھہرایا۔"

(پانچ مسائل کا جواب، ص ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱)

بریلوی خطیب اہل سنت مولانا محمد صدیق نقشبندی لکھتے ہیں:

”جب عاشق رسول حضرت بلالؓ مدت دراز تک مدینہ میں رہنے کے باوجود بھی ”بیشقی“ ہی رہے مدنی نہ کہلائے حضرت سلیمانؑ اور صیبؑ بھی کافی عرصہ مدینہ میں رہے لیکن یہ بھی علی الترتیب ”قاری“ اور ”رومی“ کہلائے ”مدنی“ نہ کہلائے تو حسن احمد نانڈوی کو مدنی کیوں کہا جاتا ہے؟

(بطل اپنے آئینہ میں، ص ۲۷۲، ۷۳، مدینہ چٹنگ کراچی)

تو جناب کاشف اقبال فیصل آبادی صاحب آپ کی جماعت آپ کے نام کے ساتھ ”مدنی“ لگا کر آپ کو صحابہ کرام پر فوقیت دیتے ہوئے نبی ﷺ کا شریک بنا کر نئی مان رہی ہے معاذ اللہ آپ بھی اس خود ساختہ نبوت پر خوشی سے بھونے نہیں مار رہے ہیں تو اپنے ہی مسلک کے ان مولویوں کے فتوے کی رو سے جس بدعت کا نام ہی حضور ﷺ پر عین و بے ادبی پر مشتمل ہے اسے دوسروں کو گستاخ کہتے ہوئے حیا نہیں آتی؟

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا

اہل السنۃ والجمادات پر الزام تراشی کا سبب:

کتاب کی تقدیم میں ترجمان رضا خانیت نے یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ چونکہ معاذ اللہ اہل السنۃ والجمادات گستاخ ہیں لہذا عوام کو ان کی حقیقت سے آگاہ کرنے کے لیے یہ کتاب لکھ رہے ہیں چنانچہ مولوی صاحب لکھتے ہیں:

”اہل علم پر یہ بات حق نہیں کہ یہ بدعت کی بنیاد ہی اللہ تعالیٰ اور سرور کائنات امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سمیت دیگر انبیاء کرام صحابہ کرام، ازواج مطہرات، اولیاء کرام کی توحید و تحقیق کرنا ہے (لعلہ اللہ علی الکاظمین، از ناقل) اکابرین دیوبند کی گستاخات اور کفریہ عبارات کی رستاہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین و ملت امام الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی..... سمیت عرب و عجم کے سینکڑوں علماء و مشائخ نے ان پر کفر کا فتویٰ دیا..... الخ“۔

ایک صفحہ آگے لکھتے ہیں:

”ضرورت اس امر کا ہے کہ اصل انکشاف کو عوام الناس کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ عبادت

انہی حقیقتِ حال سے واقف ہو جائیں۔" (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۲۲، ۲۳)

مولوی غلام مہر علی صاحب چشتیاں لکھتے ہیں:

"چنگ دیوبندیوں نے اپنے رسالوں میں حضراتِ اولیائے کرام و علمائے عظام پر نہایت فحش قسم کے حملے کر کے اہل سنت کے دلوں کو بھڑکایا ہے اس لیے مجبوراً بندہ کو حقیقت کا اصل رخ سے غائب کرنے کے لیے کچھ لکھنا پڑا ہے۔"

(دیوبندی مذہب: ص ۲، تہذیب خانہ میر چشتیاں طبع اولیٰ ص ۶۵، مطبوعہ عظیم اہل سنت کراچی ۲۰۱۲)  
جائزہ اصل اختلاف کا فیصلہ کرنے اور اس نزاع کو ختم کرنے کے لیے خواہ مخواہ میں اتنی دماغ سوڑی، جھوٹ، بہتان، الزام تراشی کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں بلکہ یہ مسئلہ بہت آسانی سے حل ہو سکتا ہے اور یہ حل بھی خود کاشف اقبال صاحب نے پیش کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں

### مسئلہ کا آسان حل:

"یہی ایک سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی... کے ایمان کی بات ہے تو وہ تمہیں ہم سے الگ نہیں چاہے بلکہ تمہیں اپنے اکابر مثلاً اشرف علی تھانوی وغیرہ سے مناظرہ بجا دل کرنا چاہیے جو سیدی اعلیٰ حضرت بریلوی کو ایمان و اسلام اور عشق رسولؐ میں پیچیدگی کی سند دے گئے ہیں..... جہادِ آخر کا فتویٰ تمہارے اکابر دیوبند پر لگتا ہے اس لیے کہ اگر اعلیٰ حضرت بریلوی مسلمان نہیں تھے تو ان کو مسلمان اور عاشق رسولؐ اور ان کو اپنے امام بنانے کی خواہش متدبیب دیوبندی اکابر کا فرہوے اس لیے کہ "من شئت لی کفر وہو عذابہ لقلل کفر" کتب فقہ میں مرقوم ہے۔"

(کلہ حق: ص ۸۶، ۸۷، شمارہ نمبر ۲)

**تولیدِ جنے** جناب ترجمان رضا خانیت صاحب ڈاب ہم آپ ہی کے مقرر کردہ اصول کے تحت اپنے اکابر کا مسلمان عاشق رسولؐ اور اکابر اہل سنت میں سے ہونا ثابت کر دیتے ہیں اور آپ اب ہم سے الجھتے اور جہاد کے خلاف کتاب لکھنے کے بجائے اپنے ان اکابر کی قسبہوں پر جا کر ماتم کریں اور اپنے ہی فتوؤں کے خوں ہو جانے کا مرثیہ پڑھیں۔

## اکابر اہل السنۃ والجماعۃ کا مقام اہل بدعت کے اکابر کی نظر میں

مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ احمد رضا خان صاحب کی نظر میں:

مولوی احمد رضا خان اپنی بدنام زمانہ کتاب "حسام الحرمین" میں دیگر اکابر اہل سنت کے ساتھ ساتھ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ فتویٰ صادر کرتے ہیں:

"خلاصہ کلام یہ کہ یہ خاکے سب کے سب کافرو مرتد ہیں اللہ تعالیٰ امت اسلام سے خارج ہیں اور بے شک بڑا ہی اور دروغ پرور اور فتواؤں کی خیر یہ اور مجمع الانہر اور درمختار و تعمیر ہا معتد کت ابوں میں ایسے کافروں کے حق میں فرمایا کہ جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے خود کافر ہے۔"

(حسام الحرمین: ص ۷۵، ۷۶)

اسی طرح ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ:

"جب علماء حرمین طہیین زادہما اللہ شرفاً و تکریماً نانوتوی و گنگوہی و تھانوی کی نسبت نام بہت ام تصریح فرما چکے ہیں کہ یہ سب کفار و مرتد ہیں اور یہ کہ "عن شک فی کفرہ و عذابہ قہر کثیر" جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر نہ کہ انھیں پاؤں اور سر تاج اہل سنت جانتا یا شیعہ نہایا جانے پر گڑبڑ صرف بدعتی و بد مذہب ہی نہیں قطعاً کافر و مرتد ہے۔"

(عمران شریعت: ص ۶۱، ۶۲)

اسی طرح ایک اور ظالمانہ فتویٰ بھی ملاحظہ فرمائیں:

"قاسم نانوتوی۔۔۔ رشید احمد گنگوہی و اشرف علی تھانوی اور ان سب کے مقلدین و تبعین و پیروان و مدح خواں ہا اتفاق ملائے اعلام کافر ہوئے اور جو ان کو کافر نہ جانے ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی بلاشبہ کافر ہے۔" (فتاویٰ رضویہ: ج ۱۳ ص ۵۸۹ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

بیشے نمونہ از خرداءے ہم نے یہاں صرف تین فتوے ذکر کر دیئے ہیں در نہ احمد رضا خان کی قریباً ہر کتاب میں مسلمانوں کے لیے یہی فتویٰ ہوتا ہے کہ معاذ اللہ یہ مرتد ہیں، ان کا بیچہ مردہ ہیں، ان کا نکاح کسی جائزہ سے بھی نہیں ہوگا، ان سے جسم چھو جائے تو وضو کا اعادہ مستحب ہے، ان

کو پیشیاں دینا ایسا ہے جیسے کسی کتے تلے بیٹھی بچھاؤنی ہو۔ معاذ اللہ۔ اور ان سب مغفلات کا واحد سبب یہی ہے کہ ان سب اکابر دہلیہ نے جن میں بالخصوص حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں تو جین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتکب ہوئے ہیں۔ حالانکہ یہ سرانسر بہتان طرازی اور احمد رضا خان صاحب کی شقاوت قلبی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مولانا قاسم نانوتوی اور اکابر دہلیہ کا کمال درجے کے مسلمان بلکہ ولی اللہ تھے یہ میں نہیں کہہ رہا بلکہ خود بریلویوں کو بھی یہ بات مسلم ہے۔ چند حوالہ بات ملاحظہ ہوں۔

### فحیہ الاسلام مولانا نانوتوی بریلوی اکابرین کی نظر میں

حضرت نانوتوی ولایت محمدیہ پر فائز ہیں:

مولوی نور بخش توکلی کا شمار بریلویوں کے جید اکابر میں ہوتا ہے اور تذکرہ اکابر اہلسنت میں مولوی عبدالحکیم شرف قادری نے ان کو اپنے اکابر میں شمار کیا ہے۔ انہوں نے مشائخ نقشبندیہ کے حالات پر ایک کتاب لکھی ہے اسی کتاب میں اپنے شیخ سائیں توکل شاہ اہلادی کا ایک خواب نقل کرتے ہیں، ملاحظہ ہو:

”حضرت محمد و من توکل شاہ صاحب رحمہ اللہ نے برکتیں نہ کرہ عاجز سے فرمایا کہ ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جا رہے ہیں۔ میں اور مولانا محمد قاسم دیوبندی دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے دوڑے کہ جلد حضور تک پہنچیں۔ مولانا محمد قاسم صاحب تو وہاں اپنا قدم رکھتے تھے جہاں حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کا نشان ہوتا تھا۔“

(تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص ۵۲، مشتاق بک کادری لاہور)

الحمد للہ قارئین کرام! اس مبارک خواب سے آپ اندازہ لگا لیں کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کس قدر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں اور پیروی کے پابند تھے کہ آپ کا کوئی بھی قدم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم مبارک کے خلاف نہ چڑھا۔ ہم یہاں اس قسم کے واقعہ کی تشریح بریلوی شیخ احمد عیثیٰ التفسیر مولوی فیض احمد ایسی کے الفاظ میں کرتے ہیں ملاحظہ ہو:



”ہر دلی کے قدم نبی کے قدم پر ہوتے ہیں اور میرا قدم میرے جدِ کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر ہے حضور کا قدم اٹھتے ہی میں نے اپنا قدم آپ کے نشان پر رکھا۔ میرا یہ قدم اقدامِ نبوت پر ہوتا ہے اس مقام کو نبی کے بغیر کوئی نہیں پاسکتا اور یہ بات جنابِ غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے لیے خاص تھی۔“

(تحقیق الاکار بنی قدم الشیخ عبدالقادر ص ۲۱ مکتبہ اوسبہ بہار لہور)

ہم سمجھتے ہیں کہ سائیں تو کل ثناء صاحب کے اس خواب پر اس سے بہتر تبصرہ جیسیں کیا جاسکتا مولوی فیض اولیٰ نے حضرت پیران پیر رحمتیہ کے حوالے سے اس بات کو نقل کیا ہے کہ ہر دلی کا قدم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر ہوتا ہے اور آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا قدم بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر ہی تھا مگر یہاں بریلویوں کو ایک عقدہ حل کرنا ہوگا کہ جب اسس مقام کو سوائے پیران پیر رحمتیہ کے کوئی اور حاصل نہ کر سکا تو حضرت نانوتوی نے اس مقام کو کیسے پایا ۲۲؟۔ جیوا تو جرو

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ اپنے مکتوبات میں ”الایات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم“ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”اس طرح کہ ولایت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ولایتیہ کے اولیاء کے کما جسام طاہرہ کو بھی اس ولایت کے درجات کمالات سے حصہ ملا ہے۔“

اب وہ اولیاء اللہ کون ہیں جنہیں یہ مقام حاصل ہوتا ہے؟ آگے خود اس کی وضاحت کرتے ہیں کہ:

”اور وہ اولیاء جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کمالِ مرتبت سے موصوف ہیں اور آپ کے قدم مبارک کے نیچے چلتے ہیں انہیں بھی اسی مرتبہ خصوصہ سے حصہ ملا ہے۔“

(مکتوبات اولیٰ حصہ سوم مکتوب نمبر ۱۳۵ مترجم مولوی سعید احمد بریلوی)

اس حوالے کو تذکرہ مشائخ نقشبندیہ میں حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے واقعہ سے ملائیں تو نتیجہ خود ظاہر ہو جائے گا کہ حضرت جتہ الاسلام ”ولایت محمدیہ“ سے متصف تھے۔ غلہ

الحمد للہ

حضرت نانوتوی جہادِ کالیمران اللہ اور اس کی بارگاہ میں مقبول ہے:

مولوی نور بخش قسطلی صاحب نے ایک کتاب لکھی جس کے متعلق بریلوی حضرات کا یہ کہنا کہ یہ کتاب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوئی اور وہاں سے اسے شرف قبولیت بخشا گیا اس کتاب میں قسطلی صاحب لکھتے ہیں:

”مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی (رحمۃ اللہ علیہ)“

(سیرت رسول عربی: ص ۵۶۳ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

ہم بریلوی حضرات سے سوال کرنا چاہتے ہیں کہ کیا مقرر مضمونیت کو ”مذہب“ کہنا جائز ہے؟

خواجہ قمر الدین سیالوی صاحب:

بریلویوں کے قمر الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

”میں نے تھذیر الناس کو دیکھ میں مولانا محمد قاسم صاحب کو مسلمان سمجھتا ہوں مجھے فکر ہے کہ میری حدیث کی سند میں ان کا نام موجود ہے قائم العینین کا معنی یہاں کرتے ہوئے جہاں مولانا کا دماغ پہنچا وہاں تک مفسرین کی سمجھ نہیں گئی قضیہ فریضہ کو قضیہ واقعہ حقیقیہ سمجھ لیا گیا۔“

(اصول کی آواز: ص ۱۱۶ ارٹھائی پریس سرگودھا)

نور فرمایاں!! بقول قمر الدین صاحب کے: ”اعتراض کرنے والوں میں اتنی عقل اور سمجھ بوجھ ہی نہیں کہ وہ ”تھذیر الناس“ کو سمجھ سکیں۔ خیال رہے کہ قمر الدین سیالوی صاحب کے اس موقف کی تصدیق بریلویوں نے بھی کی چنانچہ حاجی محمد مرید احمد چشتی صاحب لکھتے ہیں کہ:

”حضور شیخ الاسلام سیالوی نے ایک مرتبہ کسی دیوبندی مولوی کے سامنے مولوی محمد قاسم نانوتوی کی کتاب تھذیر الناس کے بارے میں چند الفاظ فرمائے، اسے خانوادہ دیوبند نے بڑے جفا خانہ پر

شائع کیا۔“ (نور انکشاف: ج ۳ ص ۱۰۵۲ نمبر قمر الاسلام علیماہ)

خواجہ غلام فرید چاچوال:

”مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی بھی سماجی صاحب کے مرید اور خلیفہ اکبر ہیں۔ ان کے اور خلفاء بھی بہت ہیں چنانچہ مولوی محمد قاسم صاحب اور مولوی محمد یحیٰی صاحب وغیرہم۔۔۔ مگر صاحب دارالعلوم دیوبند کے بانی سہیل مولانا محمد قاسم نانوتوی مشہور ہیں لیکن دراصل یہ دارالعلوم حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہ کے حکم پر جاری ہوا۔ (مقامیں الجاس: ص ۲۵۲) اس موقوفہ پر مندرجہ ذیل حاشیہ لکھا گیا ہے:

”حضرت خواجہ صاحب کے اس موقوفہ سے ثابت ہوا کہ مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا محمد قاسم نانوتوی وغیرہم علمائے دیوبند صحیح معنوں میں سماجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ اور اعلیٰ طریقت تھے حالانکہ بعض صوفی حضرات غلط فہمی سے ان کو وہابی کہتے ہیں۔“

مولانا فقیر محمد جمہلی

مولانا فقیر محمد جمہلی درفصل کوہ یلوی مؤرخ ملت عبدالحکیم شرف قادری صاحب نے اپنے اکابر میں تسلیم کیا ہے۔ اور اپنی کتاب ”تذکرہ اکابر اہلسنت“ کے صفحہ ۳۹۱، ۳۹۲ پر ان کا تفصیلی ذکر کیا ہے ان کی ایک معروف کتاب ”حدائق الحنفیہ“ کے متعلق قادری صاحب لکھتے ہیں کہ ”حدائق الحنفیہ (مفتی علماء کا تذکرہ) وغیرہ وغیرہ اس کتاب کو سب سے زیادہ شہرت ملی۔“

(تذکرہ اکابر اہلسنت: ص ۳۹۲ قادری کتب خانہ)

آئیے دیکھتے ہیں کہ اس ”حدائق الحنفیہ“ میں مولانا قاسم نانوتوی (رحمۃ اللہ علیہ) کا تذکرہ کن الفاظ میں ملتا ہے:

”مولانا محمد قاسم بن شیخ اسد علی بن نظام بن محمد بخش بن علامہ والد بن محمد بن محمد بن محمد مفتی بن عبدالحکیم بن مولوی ہاشم نانوتوی (۱۲۳۸ھ میں پیدا ہوئے نام تاریخی آپ کا خود رشید حسین ہے۔ علامہ عصر، قیامد، ہر فاضل قیصر، مناظر، مباحث، حسن التقریر، مؤلفین، معقولات کے گویا دستلے تھے۔ آپ لڑکپن سے ہی ذہین، طیار، بلند ہمت، تیز و مستقیم حوصلہ، جفاکش جبری تھے۔ محبت میں اپنے ساتھیوں سے ہمیشہ اول رہتے تھے۔ قرآن شریف بہت جلد تمکرم کر لیا۔ خط اس وقت بھی سب لڑکوں سے اچھا تھا۔ حکم کا شوق اور حوصلہ تھا اپنے کھیل اور بعض قصے لکھ فرماتے اور لکھ لیتے تھے

پھولے چھوٹے رسالے اکثر نقل کیے مگر آپ کو فتح نہ ہوا۔ نے شروع کر دئی، پھر آپ  
سپارہ نور میں اپنے نانا کے پاس چلے گئے اور وہاں مولوی محمد نواز سے کچھ فارسی اور عربی سنتا میں  
پڑھیں۔ ۱۲۶۰ میں مولوی مسکوک علی کے پاس دہلی میں تحصیل علوم میں مشغول ہوئے اور حدیث کو  
شاہ عبدالغنی محدث سے پڑھا جب تحصیل سے فارغ ہوئے تو چند سے مدرسہ عربیہ سرکاری واقعہ دہلی  
میں مدرسہ رہے پھر مطبع احمدی میں تصحیح کتب پر مقرر ہو گئے اور تشریح صحیح بخاری شریف کا کام انجام  
دیا۔ آپ کا قول ہے کہ بالیام طالب علمی میں خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں خانہ کعبہ کی چھت پر  
کھڑا ہوں اور مجھ سے ہزاروں خیریں نکل کر جاری ہو رہی ہیں جناب والد صاحب سے ذکر کیا تو  
فرمایا کہ تم سے علوم دین کا فیض بہ کثرت جاری ہوگا۔ ۱۲۷۰ھ میں حج کیا اور دیوبند کے عربی  
مدرسے کے سرپرست مقرر ہوئے۔ ۱۲۷۵ھ میں پھر حج کو چلے گئے اور مراجعت کے بعد دہلی  
میں واپس آ کر تدریس و تفسیر علوم میں مشغول ہوئے۔ سب کتابیں بے تکلف پڑھتے اور اس  
طرح کے مضامین بیان فرماتے کہ نہ کسی نے سنے نہ کسی نے سمجھے، اور جناب و خراسان تحقیقات ہر فن  
میں کرتے جس سے تعلیمی اختلاف اور تحقیق ہر مسئلہ کی حق و باطل تک ہو جاتی تھی۔ پوری تیار چند کو  
آپ نے مساحت میں مساحت کیا۔ ۱۲۹۳ھ میں چاند پور مشائخ شاہ جہانپور میں جو تحقیق مذہبی کا ایک  
میلہ قائم ہوا تھا اور ہر مذہب کے عالم وہاں جمع ہوئے تھے اس میں آپ نے احوال مشائخ و مشرک  
اور اثبات توحید کو ایسا بیان کیا کہ حاضرین جلسہ مخالف و موافق ممان گئے۔ ۱۲۹۳ھ میں پھر اس  
میلہ میں چھت و دینامہ مرسوئی کے ساتھ گفتگو کی اور بحث و جدو اور توحید کا ایسا بیان کیا کہ حاضرین کو  
سوائے سکوت اور استماع کے اور کچھ کام نہ تھا پھر بیسیائیوں سے تحریف میں گفتگو ہوئی اور بیسیائی  
ایسے بے سرو پا بھاگے کہ شکایت معلوم ہو اسی کا اپنی بعض کتابیں بھی بھول گئے۔ ان مباحثوں کا  
حال آپ نے ایک رسالے میں مرتب کیا اور اس کا نام جود الاسلام رکھا اسی سال آپ پھر حج کو  
تشریف لے گئے اور جب واپس آئے تو چپ میں جلا ہو کر کسی قدر عرصہ تک بیمار رہے۔ اسی عرصہ  
میں دینامہ مرسوئی نے پھر مسلمانوں کے مذہب استقبال قبلہ پر اعتراض کرنا شروع کیا جس کے  
جواب میں آپ نے ایک رسالہ قبلہ نما تصنیف کیا۔ یوم بخشنہ ظہر کے وقت ۳۰ رجب الدی الہ ولی  
۱۲۹۹ھ میں ذات الحجب اور تپ کے عارضہ سے وفات پائی اور قصبہ نانوت مسسین دفن کیے



(۵) موجود زمانے کے علماء (جن میں مولوی احمد رضا خان بھی شامل ہے) ان علماء کے عرف عشر کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔

(۶) ان کی تصانیف پر اعتراض کرنے والے ان کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانے والے جاہل ہیں اور ان کی عقل و سمجھ پر پتھر پڑ چکے ہیں۔

(۷) آج بریلوی جن علوم رسالت کا دعویٰ کر رہے ہیں وہ بھی انہی اکابرین امت کے فضیل سے ان تک پہنچا۔

(۸) فقیر محمد جھلمی (رحمۃ اللہ علیہ) نے یہ کتاب اسی لیے لکھی کہ شاید ان اکابرین امت کے حالات پڑھ کر ان پر اعتراض کرنے والے خدا کا خوف کریں اور یہ بے ادب و گستاخ شرمسار ہوں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ بریلوی حضرات نے جھلمی صاحب کی کتاب جن کو یہ اپنے اکابر میں شمار کرتے ہیں میں حضرت نانوتوی (رحمۃ اللہ علیہ) کے حالات پڑھ کر یقیناً اپنے کرتوتوں پر شرمسار ہو رہے ہوں گے۔ اور آئندہ حضرت کی شان میں گستاخیوں اور بے ادبیوں سے بچی تو بہ کریں گے۔

### حضرت فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی مرحوم:

حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی جنہیں بریلوی بھی اپنے اکابر میں سے مانتے ہیں بلکہ احمد رضا خان صاحب کے دوستوں میں ان کا شمار کرتے ہیں ان کے خلیفہ شاہ قیصل حسین صاحب بہاری اپنی کتاب "کلمات روحانی" میں لکھتے ہیں کہ:

"آپ جو بیعت کا عزم ہوا کہ مجھ کو عقیدت اور غلامی مولانا محمد قاسم صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) تھی۔ آپ (یعنی حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب) کو کشف سے معلوم ہوا آپ نے حضرت مولانا (رحمۃ اللہ علیہ) مولانا محمد قاسم صاحب کی تعریف کی کہ اس کم سنی میں ان کو ولایت ہو گئی۔

(فیصلہ خصوصیات از تحفہ دارالافتاء ص ۳۶) یہ لہذا فقر پاد سہارنپور پاد دوم۔ کلمات روحانی ص ۶۹ اور انشا حضرت روحانی طاہرہ موگیر

## مولوی نذیر احمد صاحب رامپوری بریلوی:

"مجھ کو خوف اس کا ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم نے جو جو بندہ کے مدد سے کی تعمیر فرمائی اس اسلام کو علم دین کی راہ بٹھائی"۔ (البوارق الامامہ، ص ۲۴، مطبعہ پر سادت واقع بمبئی)

مولانا نذیر احمد صاحب کا تعلق اہل بدعت کے طبقے سے ہے انہوں نے برائین قاطعہ کا وہ یوارق لامعہ کے نام سے لکھا انوار ساطعہ پر ان کی تقریظ بھی موجود ہے۔ آپ ملاحظہ فرمائیں کہ یہ صاحب حضرت تانوتوی رحمہ اللہ کو مرحوم اور علوم دین کا ناشر مان رہے ہیں۔

## مولوی دیدار علی شاہ:

مولوی ابوالحسنات قادری کے والد مولوی دیدار علی شاہ صاحب مولانا تانوتوی رحمہ اللہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"اور مولانا استاد نائیکس الحدیث مولانا محمد قاسم صاحب مغفور حضرت مولانا احمد علی صاحب مرحوم و مغفور محدث سہارنپوری کے قزوے جو بہ سوالات غم کی نقل زمان طالب علمی میں کی ہوئی احقر کے پاس موجود ہے"۔ (رسالہ تحقیق المسائل، ص ۳۱، مطبعہ دار پور پرشک پر پبلشنگ عانی)

## پیر کرم شاہ بریلوی ازہری:

پیر کرم شاہ بریلوی جن کا شمار بریلوی اکابر میں ہوتا ہے اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں کہ:

"حضرت قاسم العلوم کی تصنیف لطیف مسی بہ تحفہ الناس کو متعدد بار غور و تامل سے پڑھا اور ہر بار نیا لطف و سرور حاصل ہوا علماء حق کے نزدیک حقیقت محمدی علی صاحبہا الف صلاۃ و سلاما کتابیات سے ہے اور اس کی صحیح معرفت انسانی چھٹا امکان سے خارج ہے لیکن جہاں تک منکر انسانی کا تعلق ہے حضرت مولانا قدس سرہ کی یہ نادر تحقیق کئی شہرہ چشموں کے لیے سرمہ بصیرت کا کام دے سکتی ہے"۔ (خط پیر کرم شاہ)

مگر انہوں نے اس "سرمہ بصیرت" سے احمد رضا خان صاحب کام نہ لے سکے۔ پیر صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

”یہ کہنا درست نہیں سمجھتا کہ مولانا نانوتوی عقیدہ اہل حق نبوت کے منکر تھے کیونکہ یہ اقتباسات بطور عبارتہ النص اور اشارۃ النص اس امر پر بلاشبہ دلالت کرتے ہیں کہ مولانا نانوتوی اہل حق نبوت زمانہ کو ضروریات دین سے یقین کرتے تھے۔“

(تجدیر الناس میری تقریریں، ص ۵۸ رضیہ القرآن، پبلیشرز)

اس حوالے سے صراحتاً ثابت ہوا کہ اگر کوئی تعصب کی جینک اتار کر تجذیر الناس کو پڑھے تو اسے اس میں حق نبوت کا انکار نہیں بلکہ حقیقت محمدیہ کی معرفت اور ہر بار پڑھنے پر ایک نیا سرور حاصل ہوگا۔

### مولانا نانوتوی اور علمائے فرنگی محل:

مولوی احمد رضا خان کے دیرینہ دوست مولانا عبد الباری فرنگی محلی جنہیں بریلوی اپنے اکابر میں سے شمار کرتے ہیں خاص کر ہندوستان میں خوشتر نورانی بریلوی کا سالہ ”جام نور“ تو انہیں اپنے قاعدین میں سے شمار کرتا ہے۔ یہ مولانا عبد الباری صاحب علمائے دیوبند کے بارے میں اپنے دور اپنے اکابر اور علمائے فرنگی محل کا موقف ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

”ہمارے اکابر نے اعیان علمائے دیوبند کی تحفہ نہیں کی ہے اس واسطے جو حقوق اہل اسلام کے ہیں ان کو ان سے کبھی محروم نہیں رکھا مولوی قاسم صاحب کے نام کے خط دکھائیں ہمارے پاس موجود ہیں۔“ (الطاری الداری: حصہ دوم، ص ۶۶ اشرفی پریس بریلی)

اس حوالے سے معلوم ہوا کہ مولانا عبد الباری اور ان کا خاندان علمائے دیوبند کو مسلمان سمجھتے تھے اور اس کی وجہ بھی لکھ دی کہ مولانا قاسم نانوتوی دہلی اور ان کے خاندان کے دیرینہ تعلقات تھے اور خط و کتابت بھی آتی تھی انہیں خطوط کو پڑھ کر مولانا عبد الباری صاحب نے یہ اصولی موقف اپنایا۔

### مولوی غلیل خان برکاتی بریلوی:

”التقریر کا موقف بفضلہ تعالیٰ بعد تحقیق صحیح کے اکابر علماء دیوبند یعنی مولوی اشرف علی صاحب مرحوم



مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم وغیرہ کے بارے میں یہ ہے کہ فقیران کو کافر و مرتد کہنے کے خلاف ہے کیونکہ امر حق میں ہے پھر یوم قیامت کے ہونا ک حالات کا اندیشہ اور اپنے دین و ایمان کا تحفظ اور حساب کے دل کی سکوت اسی میں ہے احادیث صحیحہ میں فرمایا گیا ہے کہ اس نشان کی زد میں دو میں سے ضرور آئے گا وہ جس کو کہا گیا یا جس نے کہا۔ (انکشاف حق، ص ۷۳، ۷۴) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ اور اکابر دیوبند کی تکفیر کرنے والوں کو نہ تو یوم حساب کا کوئی اندیشہ ہے نہ اپنے دین و ایمان کے تحفظ کی کوئی پروا۔

اسی طرح حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی عبارت کی توضیح میں لکھتے ہیں کہ: "ان تصریحات کے بعد کون مسلمان بالانصاف یہ کہے گا کہ مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم کا یہ عقیدہ ہے کہ معاذ اللہ حضور ﷺ آخری نبی ہیں اس کو تو وہ خود صاف صاف تصریح فرما رہے ہیں کہ حضور پاک ﷺ کو جو آخری نبی نہ مانے وہ کافر ہے بلکہ اس میں شامل کرے وہ بھی کافر ہے۔" (انکشاف حق، ص ۱۱۳، ۱۱۵)

### حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ:

قلب الاقطاب حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"جو شخص مجھ سے محبت و عقیدت رکھے وہ مولوی رشید احمد صاحب سلمہ اور مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ (جو کہ ذات ظاہری و باطنی کے جامع ہیں) میری جگہ جگہ سے باہر مرتبہ سمجھے اگر چہ ظاہر میں معاملہ برعکس ہے کہ میں ان کی جگہ پر اور وہ میری جگہ پر ہیں۔ اور ان کی محبت کو تحقیر سمجھے کہ ان کے ایسے لوگ زمانے میں نہیں پائے جاتے ہیں اور ان کی بابرکت خدمت سے فیض حاصل کرے اور سلوک کے طریقے (جو اس کتاب میں ہیں) ان کے سامنے حاصل کرے ان شاء اللہ بے ہودہ نہ رہے گا خدا ان کی عمر میں برکت دے اور معرفت کی تمام نعمتوں اور اپنی قربت کے کمالات سے مشرف فرمائے اور بلند مرتبوں تک پہنچائے اور ان کے نور ہدایت سے دنیا کو روشن کرے اور حضور سرور عالم ﷺ کے صدقے میں قیامت تک ان کا فیض جاری رکھے۔"

(نساء القلوب: ج ۱ صفحہ ۱۷۷)

جانبی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مقام و مرتبہ خود بریلوی حضرات کے ہاں کیا ہے اس کے لیے  
بڑے صرف ایک حوالہ دینے پر اکتفاء کرے گا مشہور یعنی عالم مولوی عبد السمیع رامپوری صاحب  
جانبی صاحب کو ان القابات سے نوازا کرتے ہیں:

”انعام کلمات، بکلمات طیبات مرشد ماس ہادی نور ہیں حضور مرشدی موالائی شفیق و رحیمانی المستنیر  
 السلامیہ و اللہ نور و الخاق و الخارج السیما جز مولانا شاہ عبداللہ صبح اللہ المسلمین باعدادہ و ارشادہ و تقواہ۔“

(الم ارسا لہ: عیسیٰ علیہ السلام القرآن بتلکیشن)

یاد رہے کہ ”نقیب القلوب“ کو مولوی ضیف قریشی نے اپنی کتاب ”علاء الاخیار“ میں حاجی صاحب کی کتاب تسلیم کیا ہے اور یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ مولانا فوتو می صاحب سمیت جسد اکابر دیوبند کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر کی شاخ تھی۔

یہاں اس بات کا ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہ ہو گا کہ حضرت حاجی صاحب نے ان دو حضرات کے لیے دعا کی کہ ان کا فیض تاقیامت جاری رہے الحمد للہ یہ حاجی دعا کی برکت ہے کہ اعلیٰ حضرت سمیت ہر چھوٹے بڑے اعلیٰ حضرت پر یلومی نے ان علماء کو بدنام کرنے اور عوام میں ان کا اثر و رسوخ کم کرنے کی ہر ممکن اور سرتوڑ کوشش کی مگر الحمد للہ یہ اسی دعا کا اثر ہے کہ ان کا فیض ایسا جاری ہوا اور مسلک دیوبند کے اثر و رسوخ اور فیض رسائی کا اندازہ اس سے لگائیں کہ حال ہی میں "تحفظ ناموس رسالت" کے متعلق خود صاحبزادہ ابو الخیر یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ اگر دیوبند اور دیگر جماعتیں ساتھ نہ دیتی تو ہم ہر یلوی اکیلے بھی ناموس رسالت کے قانون کا تحفظ نہیں کر سکتے تھے مگر کتنے افسوس کی بات ہے اور کس قدر دُھنائی اور سیسہ زوری کا مظاہرہ ہے کہ جن کے دم خم سے اس ملک میں پیارے آقا ﷺ کے تحفظ کا قانون موجود ہے آج انہیں کو گستاخانہ رسولی کہا جاتا ہے۔

شعر مہتمم کو خوش نہیں آتی

**خلاصہ کلام:** قارئین کرام غور فرمائیں! کہ احمد رضا خان صاحب نے علمائے دیوبند

کے لیے باعوم اور مولانا نانوتوی رحمہ اللہ کے لیے بالخصوص یہ فتویٰ دیا کہ:

”یہ گستاخان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کافر مرتد ہیں ان کو مسلمان سمجھنے والا بلکہ ان کے کفر میں تو شک کرنے والا بھی انہی کی طرف کافر و مرتد ہے ان کا ذوق حلال نہیں ان کا نکاح کسی چانور سے بھی نہیں ہوتا ان کی توہین فرض ہے ان سے سلام کلام دعا جلوس سب حرام ہے معاذ اللہ۔“

مگر دوسری طرف نور بخش توکل صاحب، خواجہ غلام فرید صاحب، فقیر محمد تھلپی صاحب، ہیجہ کرم شاہ ازہری، مولوی دیدار علی، عزیز احمد دہلوی، علمائے فرنگی مکمل، مولانا فضل الرحمن شیخ مراد آبادی، خواجہ قمر الدین سیالوی، خلیل الرحمن بریلوی جو حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کو کامل درجے کا مسلمان، مولیٰ اللہ سمجھتے ہیں کیا یہ سب حضرات احمد رضا خان کے فتوؤں کی زد میں نہیں آتے؟ اور جو بریلوی ان حضرات کو اپنے اکابر میں تسلیم کرتے ہیں کیا وہ بھی احمد رضا خان صاحب کے مستثنوں سے کسی طرح بچ سکتے ہیں؟

### محدث العصر حضرت امام رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ سخت متبع شریعت تھے:

#### از خواجہ غلام فرید:

”تمام اکابر دیوبند میں سے مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ زیادہ سخت متبع تھے آپ رحمہ اللہ کا اور جاس قدر بلند ہے کہ حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمہ اللہ کی ہجرت کے بعد ان کے تمام مرید ہیں اور خلفاء کے ہندوستان میں سرپرست اور سربراہ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ مانے جاتے ہیں۔ آپ پر اگرچہ شریعت کے معاملہ میں سخت احتیاط کا پہلو غالب تھا۔۔۔ الخ۔“ (بحوالہ مقامیں الجلاس، ص ۷۳)

**خوف:** خط کشیدہ جملہ کو بار بار پڑھیں اور صاحب حسام الحرمین کا نظریہ اور خواجہ صاحب کے نظریہ کا موازنہ کر کے فیصلہ کریں۔

فقیر العصر مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کا قلم عرش کے پدے پہنچتا ہے:

رضا خانی مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان کا خلیفہ اجل مولوی عبد الوہاب قادری لکھتے ہیں کہ: "جس زمانے میں مسئلہ امکان کذب پر آپ (رشید احمد گنگوہی) کے مخالفین نے شور مچایا اور تکفیر کا فتویٰ شائع کیا سائیں تو کل شاہ اہل ہادی کی مجلس میں کسی مولوی نے امام ربانی (رشید احمد گنگوہی) کا ذکر کیا اور کہا کہ امکان کذب ہادی کے قائل ہیں یہ سن کر سائیں تو کل مسئلہ نے گردن جھکا لی اور تھوڑی دیر میں راقب وہ کرتا و پراٹھا کر اپنی پنجابی زبان میں یہ الفاظ فرمائے: "لوگو تم کیا کہتے ہو میں مولانا رشید احمد صاحب کا قلم عرش کے پرے چھتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔"

(تذکرہ الرشید، باب ۲ ص ۳۲۲)

نمبر ۱۔ سائیں تو کل شاہ اہل ہادی ان پڑھ سہ علم علمائے دیوبند کے یہ ستارہ فضلہ خوار ہیں۔

(صاحبہ الرضا علی الدار المصطفیٰ السمرات سلاطین بریلیت کی مجلس اہل انہر خالدہ کو اپنے علم و دہائی کے آئینے میں جس ۱۷۷۷ء میں ابرہم انجمن حضرت امام احمد رضا ربیع پوری سوزنا دھڑ کر رہی)

نوٹ: الحمد للہ رضا خانی مولوی نے سائیں تو کل شاہ اہل ہادی کی اس روایت کو درست تسلیم کرتے ہوئے اس بات کا اقرار کیا کہ سائیں تو کل شاہ اہل ہادی علمائے دیوبند کے فضلہ خوار و پرستار تھے۔ اب آئیے ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ یہ سائیں تو کل شاہ اہل ہادی کون تھے؟۔ اسب الہوی صاحب بریلی مولوی نور بخش [بخش] تو کلی کا جیرو و مرشد تھا نور بخش تو کلی نے اپنے اس پیسہ کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب: "تذکرہ مشائخ نقشبند صفحہ ۸۱ تا ۹۲" مطبوعہ عثمانیہ کب کار نزلہ ۱۳۵۰ء پر کیا ہے۔ اقبال زید فاروقی نور بخش تو کلی کے تذکرے میں لکھتے ہیں کہ:

"ابوالہ میں ان دنوں حضرت سائیں تو کل شاہ اہل ہادی مجلسیہ روحانیت کی تعلیم کا مرکز تھے مولانا نے حضرت شاہ صاحب کے دست حق پرست پر بیعت کی اور اس نسبت سے آپ تو کلی کہلائے۔"

(تذکرہ علمائے اہلسنت و جماعت لاہور، ص ۲۶۶، مکتبہ نبویہ، بخش روز لاہور)

مؤرخ فریادیت عبد الحکیم شرف قادری نے نور بخش تو کلی کو اپنے اکابر میں ذکر کر کے لکھا کہ:

"جن دنوں آپ محمد بن سکول اہلہ کے ہیڈ ماسٹر تھے حضرت خواجہ تو کل مشاہد بخش (م ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۷ء) کے دست اقدس پر بیعت ہوئے اور خلافت و اجازت سے سرفراز ہوئے۔"



حضرت مولانا امجد علی صاحب سے کہا: آپ کیا ہو؟ تو طلباء اور مولوی صاحب کی راستے پہ ہوئی کہ حضور  
میں (مجھے فخر) کو ان کے جلسہ میں لے جاؤ۔ منور حسین بہت بے خوف اور جی گوسہ والا کی  
تقریر میں موقع پا کر اعتراض کر دے گا میں حضرت مولانا صاحب کی بڑی تعریف سن چکا تھا اور یہ  
بھی جانتا تھا کہ انہوں نے ہندوستان کے ہندو مت دامت مسلمانوں کو شرف و بدعت سے بچانے  
کی قابل قدر جدوجہد فرمائی ہے میں تو بڑا ہی خوش ہوا کہ آج ملاقات بھی ہوئی اور اگر موقع ملا تو کچھ  
نوٹ جھونک بھی، بہت سے طلباء میرے ساتھ ہو گئے۔ ہم دن دہاتے جلسے میں پہنچ گئے جلسہ کرنے  
والے بڑے خلیق اور متواضع تھے انہوں نے یہ جانتے ہوئے کہ مسلمان مدرسہ کے ہیں۔ ہمیں  
فراموشی سے بخود یا مگر خدا کے تعالیٰ کی شان کہ مولانا صاحبوں دیکھنے میں تو بڑے سادہ معصوم  
ہوتے تھے گرمیوں کا زمانہ تھا سوئی ملل کا کہ شاید شریع یا جاسہ کپڑے کی دوپٹی ٹوپی سسر پر تھی  
گودے چنے ہمارا بھر کم سفید دائی، اللہ تعالیٰ بین البصر و قلبہ غالباً موضوع تھانہ بیانی  
تذکرہ اصحابی منش

کیا حقیقت دو جہاں کی وسعت دہلی کے مگر حضور

لا مکان اک عشرت کو ہے اس تصویر کا

یہ میری نائی کا شعر تو ویسے ہی گنگنا سنا رہا تھا میں تو دل کی دلچسپی پر تقریر سے بالکل بے غور ہو گیا۔ مولانا صاحب نہایت پر مغز اور مؤثر تقریر فرماتے رہے اور بلند و جمجھوتا باجپ میرے شوقِ عقل میں عزیز کے طبع کا ضمیمہ کے باوجود تقریر ختم ہوئی تو مجھ سے رہا نہ گیا اور دوا کر سب سے پہلے خدمت میں جا کر سلام عرض کیا اور ہاتھ چومنے کی خواہش کی تو آپ نے معاف سے شرف بخشا مگر کام دھن کو ترستا چھوڑا۔ میں اس وقت پھر بھی عرض کر ہی دیا کہ جزاک اللہ خیر الجراء۔ بہت مدت سے دل کے دریائے حقیقت کا دلِ تمہنی تھا آپ نے خوش کروایا۔ دل مردہ میں جان ڈال دی یہ سارا مقررہ الاسلام کے طلباء دینی خیرت سے دیکھتے رہے۔ جب میں اپنے ساتھیوں کے ہنسا ہوا ملا تو کہنے لگے میاں تم تو کچھ دیوبندی بلکہ اشرفی نکلے میں نے کہا کہ حضرت سید علی حسین شاہ صاحب کچھ جتنے دالوں سے تعلق کی وجہ سے اشرفی تو پہلے ہی تھا مگر اب تم نے مجھ کو دیوبندی اور ذلیل اشرفی بنادیا پہلے تو پھر دیوبند کا تھا اور اب ۳۰ کا ہو گیا۔ خیر مجھے لعنِ ملامت کرنے لگے۔ میں نے بھی آیت کریمہ لا یفکون لومة لائمہ یعنی ادا لے لعنِ ملامت کی پروا نہیں کرتے اب پہلے

ہم اعلیٰ حضرت کے پاس اور یہ وہاں لوگ بڑی شد و مد سے انتظار کر رہے تھے۔ پوچھا کیا ہوا  
آئے۔ میں نے کہا میں مارا یا حمزہ دل کا موتی ہار آیا۔ مولوی شمس علی صاحب دانت بخس کر  
بولے میاں یہ صوفی صاحب تو خواہ ان کی تقریر پر لڑو گئے اور ہاتھ تک چومنے لگے۔ لوگوں نے ان  
خاص کر حامد میاں صاحب جو ایسی باتیں پسند نہیں فرماتے تھے فرمانے لگے جھٹا تم صوفی مسرت  
قلندر کو لے ہی کیوں گئے؟ یہ کسی فرقہ و فرقہ میں قید ہونے والا بشر نہیں نہ ان کو عزت و ذمت کا خیال  
ہے ان کو تو روحی چاٹ چاہیے۔ روحی چاٹ، میں نے کہا اگر آپ بھی ان کی تقریر دل سے سنئے؟  
ان کو کم از کم ہریدل ضرور پیش کرتے ہیں کر خاموش ہو گئے۔

(تقریب الایمان از منور حسین مدیف السلام و تقویٰ، ص ۴۲، ۴۳)

مولانا عبد الباری فرنگی کا عقیدہ کہ مولانا اشرف علی تھانوی ہونے کی تصنیف

الایمان "گستاخانہ عبارات سے پاک ہے:

"مولوی اشرف علی تھانوی کی حلقہ الایمان کی گستاخانہ عبارات اعلیٰ حضرت امام رضا خان بریلوی  
علیہ الرحمۃ نے جب اپنے دوست مولانا عبد الباری فرنگی کو دکھائی تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے اس  
میں کفر نظر نہیں آتا اعلیٰ حضرت نے ایک مثال دی پھر بھی انہوں نے نہ مانا اعلیٰ حضرت خامس  
ہو گئے۔" (سیرت انوار مظہریہ، ص ۲۹۲)

بہشتی زیور (مصنف حضرت مولانا اشرف علی تھانوی مدظلہ) کی توہین کرنے

والوں پر مفتی مظہر اللہ کا فتویٰ:

"الجواب: بہشتی زیور کے حلق ایسے ناپاک لفظ استعمال کرنا نہایت درجہ اس کی توہین ہے  
قابل پر تو بلازم ہے۔ گو بعض مسائل اس میں اہل سنت والجماعت کے خلاف ہیں لیکن اکثر  
مسائل اہل سنت کے موافق ہیں جس کی وجہ سے ایسی توہین جائز نہیں۔" (بحوالہ فتاویٰ مظہریہ، ص ۴۰۹)

حضرت تھانوی مدظلہ ہر مسئلہ کو شرعی نقطہ نظر سے دیکھتے:

بریلوی استاد العلماء، فیض احمد گلاوی لکھتے ہیں:

”حضرت مولانا شرف علی تھانویؒ جو ہر مسئلہ کو خالص شرعی نقطہ نظر سے دیکھنے کے عبادی تھے۔“  
(جمالِ مہر، ص ۲۶۸)

جو آدمی ہر مسئلہ کو شرعی نقطہ نظر سے دیکھے اس کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ معاذ اللہ نبی کریم ﷺ کی توہین کرتا ہے کس قدر قلم و افتراءِ ظالم ہے۔

آئناہ کرمانوالے کے تاثرات:

میاں شیر محمد شرقپوری نے ایک وفدِ دارالعلوم دیوبند بھیجا:

”حکیم محمد اسحاق مزنگ اے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سید نور الحسن شاہ بخاری رحمہ اللہ صاحبِ اور ایک ساتھی کے ہمراہ حضرت میاں صاحبؒ کے حکم کے مطابق دیوبند گئے۔ اور سید احمدیٹ حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب حضرت مولانا کو معلوم ہوا کہ یہ حضرات شرق پور سے تشریف لائے ہیں تو بے ساختہ فرمایا وہ جہاں اللہ کا شیر دہتا ہے۔ تنہا ہے کہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر شرفِ نیاز حاصل کروں۔ چنانچہ وہ حضرت قبلہؒ کی حاضری کے لیے شرق پور تشریف لائے اور بوقتِ روانگی حضرت قبلہؒ سے بیچ پر بخرش حصولِ مسیبت و برکات ہاتھ بھرنے کی خواہش فرمائی اور خوشی خوشی رخصت ہوئے۔“ (بحوالہ معدنِ کرم، مشعلِ براحی و آثارِ کرمانوالے، ص ۱۳، مؤلف: محمد اکرام عبد العظیم قریشی، پانچواں نشان ۱۳ ذوالحجہ ۱۴۱۹ھ)

**نوٹ:** حضرت مولانا سید انور شاہ رحمہ اللہ کو دوسرے نقطہ لکھتا اور وفد بھیجنا دارالعلوم دیوبند میں، اور حضرت کی خواہش کی تکمیل آپ رحمہ اللہ کی بیعت پر ہاتھ بھیرنا اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا شرق پور جانا اور خوش خوش واپس شرق پور سے بھیجنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے علماء سے ان حضرات کو قلبی محبت تھی۔ علماء دیوبند کے خلاف بعض مکفرین کے فداوی جات کو کوئی اہمیت نہ دیتے تھے۔

پیر طریقت شیردہانی جناب شیر محمد شرق پوری کے تاثرات:



## در باد شرقی چو دیو بند میں چار نوری وجود کا اعتراف:

”مولانا مولوی انور علی شاہ صاحب صدر مدرس دیوبند جہاد مولوی احمد علی صاحب مہاجر الانوری شریکوہ شریف، عمر ہوئے اور حضرت میاں صاحب کو بڑی ارادت کے ساتھ ملے آپ ان سے کچھ باتیں کرتے رہے اور شاہ صاحب خاموش رہے پھر آپ نے مولانا انور شاہ کو بڑی عزت سے رخصت کیا۔ موٹر کے اڈے تک حضرت میاں صاحب خود سوار کرانے کے لیے ساتھ تشریف لائے۔ شاہ صاحب نے میاں صاحب سے کہا آپ میری کمر پر ہاتھ پھیر دیں آپ نے ایسا ہی کیا اور رخصت کر کے واپس مکان پر تشریف لے آئے۔ بعد ازاں آپ نے ہستہ و سے فرمایا۔ حضرت شاہ صاحب بڑے عالم ہو کر اور پھر میرے جیسے خاکسار سے فرما رہے تھے کہ میری کمر پر ہاتھ پھیر دیں اور حضرت میاں صاحب نے فرمایا:

”کہ دیو بند میں چار نوری وجود ہیں ان میں سے ایک شاہ صاحب ہیں۔“

(بحوالہ خزینہ معرفت: ص ۸۳/۲ باب ۱۳ در مرتب مولوی محمد ابراہیم صاحب۔ معدنِ کرم: ص ۱۳/۱۳ اثر کریم آباد ہک شاہ)

نوٹ: اس کو منظر غائر بار بار پڑھیں۔ ہم اس کو بلا تسمیہ و بی تہیوڑتے ہیں مستحقین و انصاف کریں۔

## آمد بر سر مطلب:

صلوات کی نگلی کی اجڑ سے یہ چند حوالے نقل کر دیئے ہیں جو حضرات اس موضوع کو تفصیل سے پڑھنا چاہتے ہیں وہ استاذ العلماء سلطان السنہ ظہیرین سیدی و سندی و استاذی حضرت مولانا منیر احمد اختر صاحب مدظلہ العالی کی مایہ ناز و لا جواب کتاب ”اکابرین دیوبند کیسے تھے؟“ مطبوعہ دار النہیم لاہور کا مطالعہ کریں۔ اب ہم مولوی کاشف اقبال رضا خانی صاحب اور ان تمام بریلوی مناظرین کہ جن کے سامنے جب یہ کہا جاتا ہے کہ نواب احمد رضا خان صاحب کے گھرا ایمان پر بات کریں تو فوراً اٹھل پڑتے ہیں کہ آپ کے فلاں فلاں مولانا صاحب نے تو خان

صاحب کو مسلمان کہا پھر ان کے کفر و ایمان پر کیسے بات کی جاسکتی ہے اب ہانگ والی اہل اہلسنن کریں کہ اگر علمائے اہل السنن و جماعت مسلمان ہیں کیونکہ ہمارے قلائد قلائد مولانا صاحب نے ان کو مسلمان تسلیم کیا ہے۔ اگر کاشف اقبال صاحب نے یہ اصول واقعی ہی انصاف و دیانت کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے لکھا تھا تو اب اقرار کر سکتے کہ میں علمائے دیوبند کی تحقیر و تہلیل سے توبہ کرتا ہوں کیونکہ میرے اکابر نے تو ان کو مسلمان کہا اور رکھ رکھا اور اکابر علمائے دیوبند کے خلاف لکھی جانے والی اپنی کتابوں کو دریائے برد کرتا ہوں مگر قرآن و حدیث کا کاشف اقبال صاحب ایسا کبھی نہیں کریں گے کیونکہ اگر یہ اختلاف ختم ہو گیا تو اس اختلاف کے نام پر جو عوام سے روٹیاں مانگی جاتی ہیں وہ کون دے گا؟

### کاشف اقبال رضا خانی علماء دیوبند کے نقش قدم پر:

قارئین کرام! کاشف اقبال فیصل آبادی گاہی اصول راقم نے "سیف حق" نامی ایک رسالہ میں پیش کیا تھا جس کے نکلنے حق کے جواب میں جواب بجائے یہ کہ یہ مولوی اس اصول کو تسلیم کرتا اس نے جب اس مضمون (جس میں یہ اصول نقل کیا تھا) کو الگ سے "سبز علمائے کاجواز" کے نام سے شائع کیا تو اس پوری عبارت کو ہی غائب کر دیا۔ ملا حنفیہ سبب عسائے کاجواز صفحہ ۳۶ میلاد پہلیکی شریلا پور جون ۲۰۱۱ء بریلوں کی اس قسم کی تحریفات کی تفصیل کے لیے راقم الحروف کا قسط وار مضمون "رضا خانی علماء دیوبند کے نقش قدم پر" جلد نور سنت میں ملاحظہ فرمائیں۔ آخر میں مولوی عبدالوہاب قادری سے بھی ہماری گزارش ہے جو لکھتا ہے:

"یہ آسمان علم و عرفان کے روشن ستارے ان کے علم و فہم کے مقابل اکثر خالد محمود ایسنہ پارٹی کی حقیقت کا اندازہ لگائے پھر معاذ اللہ خالد محمود کی تعمیق کیجیے تو علمائے اعلام اساطین اسلام کی عکاسی و انکار کیجیے نہ جرم کہتا ہے گا کہ اکثر کذاب و مفتری علم و عقل سے عاری ہے۔"

(سامعۃ الرضا، ص ۶۳)

تو آسمان علم و عرفان کے ان چمکتے دکتے ستاروں کے سامنے موجود بریلوی خفاشوں کی کیا

حیثیت و اوقات بریلوی حضرات یا تو اپنے ان موجودہ شخصے سے ہم نہاد محققین و متاخرین میں کی تصدیق کریں یا اپنے اکابر کی تکذیب جو علمائے دیوبند کی تعریف و مدح سرائی میں رطب اللسان ہیں لا جرم ماننا پڑے گا کہ کاشف اقبال، غلام مہر علی، ادکاڑوی اور ان جیسے کفر و بدعتی مہم عقل سے عاری ہیں۔

ابن ماسر شفیق ادکاڑوی علامہ کو کب نورانی ادکاڑوی کے حوالہ جات پر ایک

نظر:

مولانا محمد شفیق ادکاڑوی کچھ عرصہ شلیج کا کٹ مڑ سے ملحقہ ہائی اسکول میں معلم اسلامیات کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔۔۔۔۔ مولوی صاحب آپ کو کیا تنخواہ ملتی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نو سو روپے آپ نے فرمایا صرف نو سو روپے؟ آپ کی تنخواہ چار سو روپے ہونی چاہیے مولانا یہ سن کر خوش تو ہوئے لیکن گہری سوچ میں ڈوب گئے کہ بیوقوفی یا تہہ ہے تھوڑی دیر کے بعد حضرت صاحب نے دریافت کیا کہ کبھی کراچی بھی گئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں حضور کراچی جانے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا آپ نے فرمایا کہ بر خوردار کراچی جانا چاہیے کچھ دنوں کے بعد بعض دوستوں کی دعوت پر اعظم کراچی روانہ ہو گئے وہاں پر ان کو ایک ماہ تک رکھا پڑا اور کئی تقریبات مسیحا شمولیت کی بالاخر زمین مسجد کے خطیب منتخب ہو گئے اور ان کی ماہوار تنخواہ حضرت صاحب کے ارشاد عالیہ کے مطابق چار سو روپے مقرر ہوئی۔۔۔

(مصلح اکرم: ص ۲۴) نیز تعریف شدہ و ایضاً نیشنل کرائوٹل بک شاپ

اگر رضا خانی حضرات ماسٹر امین ادکاڑوی کہہ سکتے ہیں تو اس حوالے کی رو سے ہمارا ماسٹر شفیق ادکاڑوی کہنے پر بھی ان کو ناراض نہیں ہوتا چاہیے ویسے غور فرمائیں جب تک ماسٹر شفیق صاحب معمولی نعت خواں تھے تو نو سو روپے ماہوار اور جیسے ہی علمائے اہل سنت کے خلاف خطیبہ مصنف بن کر مجاذ کھولا تو چار سو روپے ماہوار اس صورت حال میں کسی پیٹ پرست مولوی کا دماغ خراب ہے جو اس اختلاف کو ختم کرنے کا تصور بھی دل میں لائے۔ ان شفیق ادکاڑوی صاحب کو

آج کل ان کے فرزند مولانا کوکب نورانی صاحب پر نہیں، وہ میڈیا کے زور پر "مجددِ مملکتِ اہل سنت" ثابت کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں جن کی طرف سے باپ کو ایسے گئے اس لقب کا جو آپریشن بریلوی مفتی اعظم مفتی القدر خان نعیمی ابن مفتی احمد یار محمد راقی نے "حرمتِ سیاحِ خضاب صفحہ ۷۱۶" مطبوعہ نعیمی کتب خانہ حجرات "پر کیا ہے وہ دیکھنے سے قسطنطین رکھتا ہے۔ بہرحال مولانا کوکب نورانی نے عنوان دیا:

اعلیٰ حضرت بریلوی کے بارے میں علمائے دیوبند کے تاثرات (فہرست):  
اعلیٰ حضرت... کی دینی استقامت، عشقِ رسول (ﷺ) لقمی مرتبہ اور علمی عظمت و کمال کے لیے ذرا علمائے دیوبند کی رائے ملاحظہ کیجیے۔" (سفید سیاح، ص ۱۱۲ رضیہ القرآن، علی گشتون ہور)  
پھر اس عنوان کے بعد دوسرے نمبر پر خوالہ ابو داؤد علی موہود علی صاحب کا دیا اور انہیں علمائے دیوبند کے کھاتے میں ڈال دیا اگر یہی حرکت کوئی سنی مسلمان عالم دین کرتا تو رخصتِ خانیوں کی طرف سے لعنِ ملعن کی صرف صغیر صرف کبیر شروع ہو جاتی مگر یہاں چونکہ معاملہ اپنا ہے اس لیے لکھتے ہیں ہضم۔

### خان صاحب کی توثیق پر حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا حوالہ:

مولانا کوکب نورانی صاحب نے جناب ثواب احمد رضا خان صاحب کے بارے میں مسس حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا قول پیش کیا کہ:

"احمد رضا خان صاحب عاشقِ رسول ﷺ تھے اس نے اگر جاری تکفیر کی وہ عشقِ رسالت کی بناء پر کی کسی اور غرض سے نہیں کی"۔ (سفید سیاح، مخلصاً ص ۱۱۲)

اس کے ثبوت کے لیے حوالہ مولوی ادکاؤدی نے مولانا کوثر نیازی موہود علی آف چیلز پارٹی اور چٹان لاہور ۲۳ مارچ ۱۹۶۲ کا دیا چٹان کا یہ حوالہ عبید اللہ اکبر شاہ جہاں پوری نے اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام صفحہ ۱۱۰ پر بھی نقل کیا۔

اس قسم کے بدلائی حکایات پر علامہ محمد محمود صاحب مدظلہ العالی جبراً کرتے ہوئے لکھتے

ہیں:

”اب آپ غور فرمائیں مولانا کوثر نیازی کے اس بیان میں کیا ذرا صداقت ہو سکتی ہے؟ مولانا تھانوی کو اچھی طرح معلوم تھا کہ مولانا احمد رضا خان نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی تحسین الناس کے تین مختلف مقامات سے عبارت لے کر ایک کفریہ عبارت بنائی اور اس پر کفر کے ثبوت حاصل کیے کیا یہ بدویان ہی مولانا احمد رضا خان صاحب نے عشق رسول کے جذبے میں کی تھی؟ پھر حضرت مولانا غفیل احمد محدث سہارنپوری نے جب الہود میں بات کھول دی اور اس پر حضرت مولانا تھانوی نے بھی دستخط فرمادیئے تو اب کون کہہ سکتا ہے کہ مولانا تھانوی کی مولانا احمد رضا خان کے اس وجہل و فریب پر نظر نہ تھی۔ سوائسکی حکایات جو ان حضرات کے نام سے لوگوں نے بنا رکھی ہیں ہرگز لائق اعتبار نہیں جو حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کے نام سے وضع کی گئی ہوں یا شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے نام سے، ان میں ذرا بھی صداقت نہیں ہے مولانا احمد رضا خان نے علائے دیوبند کے بارے میں جو حرکت شیعہ کی وہ بدویان ہی پر مبنی تھی اور علماے دیوبند بھی اس میں کسی خوشنمی میں نہ تھے۔“ (مطالعہ بریلویت: ج ۵ ص ۸۴)

احمد رضا خان صاحب کے عقائد باطل تھے مولانا تھانوی رحمہ اللہ:

حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”پچھلے دنوں ایک خط احمد رضا خان صاحب کے مرید کا آیا تھا جس میں لکھا تھا کہ میں بھیجیں سال سے مولوی احمد رضا خان صاحب سے مرید تھا اب ان عقائد باطلہ سے توبہ کرتا ہوں اور حضرت سے بیعت کی درخواست کرتا ہوں میں نے جواب لکھ دیا کہ تعجیل مناسب نہیں۔“

(ملفوظات حکیم الامت: ج ۷ ص ۳۴)

اس ارشاد میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے تسلیم فرمایا کہ مولانا احمد رضا خان صاحب کے عقائد باطلہ تھے عقائد حقہ نہ تھے ورنہ آپ اس شخص کو لکھ بھیجتے کہ خدا کا خوف کرو احمد رضا خان بیٹے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عقائد کو باطل کہتے ہو آپ کا اس پر ٹھیکہ کرنا اس حقیقت کو تسلیم کرنا ہے کہ احمد رضا خان باطل عقائد کا حامل تھا۔ باقی یہ جو کہا کہ تعجیل مناسب نہیں یہ اس لیے تھا کہ کوئی یہ

کہتے کہ حضرت کو مریدوں ہی کی طلب اور پیاس رہتی ہے گویا آپ ہی اشکِ ارض میں بیٹھے ہیں۔ اس لیے کہا کہ پہلے استقامت رکھا تو اس کے بعد رحمت کر لوں گا۔

### بریلوی اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حکیم الامت بریلوی نے ایک واقعہ فرمایا کہ:

”پہلے بدعت اکثر بدعت ہو جاتی ہیں جو بدعت بدعت کے غلوں و عقائد سے گورے ہوئے ہیں۔ ویسے ہی لغویات ہا کتنے دہے ہیں جس کے سر نہ پیر۔ مثلاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غم غیب پیدا ہے اور یہ کہ حضور کا مہاشی پیدا کرنے کی اللہ تعالیٰ کو قدرت نہیں۔ اس قسم کے ابن کے عقائد ہیں اور اب تو اکثر بدعتی شریر بلکہ فاسق فاجر ہیں۔“ (معارف، ج ۳ ص ۲۳)

اور یہ عقائد مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے بھی ہیں تو حضرت صحتِ ثنوی رحمۃ اللہ علیہ تو مولانا احمد رضا خاں بریلوی کو علم سے گورا لغویات ہا کتنے دلا، فاسق و فاجر شخص قرار دے رہے۔

### حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے خان صاحب کے اشعار پر فتویٰ:

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے خان صاحب کے یہ اشعار پیش ہوئے:

میں تو مالک بنی کہوں گا کہ ہر مالک کے صہیب	کیونکہ محبوب و محب میں نہیں میرا حیرا
--	---------------------------------------

(حدائقِ بخشش، ج ۱ ص ۱۵۰ پتہ چلتا ہے کراچی)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان اشعار پر یہ فتویٰ دیا:

”اس صورت میں اس شعر کا ڈالنے والا مشرک اور خارج از اسلام سمجھے جانے کے وقت قابل ہے۔ دوسرے شعر میں لفظ مالک خدا کے معنوں میں استعمال ہوا ہے اور اس صورت میں شعر کا مطلب صاف الفقہوں میں یہ ادا کہ حضرت شیخ محبوب اچھا ہیں اور محبوب و محب میں کوئی فرق نہیں ہوتا لہذا حضرت شیخ بھی معاذ اللہ خدا ہوتے اور میں تو خواہ کچھ ہی خدا ہی کہوں گا اس اصرار علی الشریک کی وجہ سے بھی اسی فتوے کے مستوجب ہیں جو شعر اول کے متعلق دیا جا چکا ہے اور کسی تاویل سے یہ حکم بدل نہیں سکتا اس لیے کہ یہ الفاظ بالکل صاف ہیں۔“

(احمد اہل القناری: ج ۶ ص ۶۷) نے اسلوب دعا اور معلوم کیا ہے :

کیا اس واضح فرقے کے بعد بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت قنوی رحمہ اللہ نے احمد رضا خاں عارفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے کہ حضرت بخت قنوی رحمہ اللہ کے تیس جلدوں پر مشتمل ملفوظات تیس جلدوں پر خطبات ہزارت زائد تعنیفات میں تو کہیں بھی ایسی کوئی بات نہیں مٹی مگر ان کی وفات کے بعد نامعلوم مریدوں کے خطوط بریلویوں کو موصول ہونا شروع ہو جانے ہیں کہ حضرت قنوی رحمہ اللہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کو معاذ اللہ عارفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے ہیں۔

### مولانا کوثر نیازی آف بیچلز پارٹی کی حقیقت :

یہ جعلی حکایات بنانے والے مولانا کوثر نیازی بریلوی کے بارے میں برائے القلم والحرور سے حضرت مفتی نجیب اللہ صاحب عمر مدظلہ العالی نے بیان فرمایا کہ حکیم محمود احمد برکاتی صاحب مرحوم سے جب ایک نشست میں کوثر نیازی صاحب کا تذکرہ چل پڑا تو اللہ تبارک و تعالیٰ حکیم صاحب (جن کا تعلق خیر آبادی سلسلے سے ہے) نے مجھ سے بیان فرمایا کہ وزارت کے دوران کوثر نیازی نے کراچی میں ایک کمرے کا مکان کرایہ پر لیا ہوا تھا جہاں شراب کباب اور مگرے کا دور چلتا اور نہ ہوتا۔ العیاذ باللہ۔

### مولانا کوثر نیازی کٹر بریلوی رضا خانی تھے :

اس قسم کے حوالوں کی بنیاد پر رضا خانی عوام کو یہ دھوکا دیتے ہیں کہ مولوی کوثر نیازی دیوبندی تھا حالانکہ اس اصول کے تحت نیازی کا کٹر رضا خانی اور بریلوی ہونا ثابت ہوتا ہے اور حقیقت بھی یہی تھی رضا خانی نیازی کو اپنے فلسفوں میں بطور مہمان خصوصی بلایا کرتے تھے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے ایک اجلاس میں وہ یوں خطاب کرتے ہیں :

"مولانا کوثر نیازی نے مہمان خصوصی کی حیثیت سے اپنی تقریر کا آغاز اس جملے سے کیا کہ عارفی رسول وہی شخص ہو سکتا ہے جو ناموس رسالت پر مرنے جانا ہو۔ انہوں نے کہا کہ امام احمد رضا ایک





کتبوں کے اندر بھی نہیں جس قدر مولانا ریاضی کی تحریروں میں ہے۔

(ماہنامہ مدود اگست ۱۹۱۳ء تا اگست ۱۹۱۳ء بحوالہ مفید وسیعہ ص ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳)

یہی حوالہ معارف رضا میں بحوالہ طبعاً چھ صفحہ ۳۵ میں بھی دیا گیا اور وہاں حوالہ میں مسٹر الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (معارف رضا میں ۵۳ شمارہ یار دسم ۱۹۹۱ء)

مگر اوکاڑوی نے اپنے ہاتھ کا کرب دکھا کر ”علیہ الرحمۃ“ کو ایسے غائب کیا کہ اب دور دور لگانے پر بھی آپ کو نظر نہیں آئے گا۔ اس تحریف کی ضرورت اس لیے پیش کی کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی وفات ۱۹۴۳ء میں ہوئی ۱۹۱۳ء کے تندرہ رسالہ میں ان کی وفات کے ۳۰ سال قبل وہ رسالے میں ان کے ساتھ ”علیہ الرحمۃ“ لکھائی اس کے جھوٹ کا پول کھولنے کے لیے کافی ہے۔ پھر اس تندرہ رسالے میں احمد رضا خان صاحب کو ”مرحوم“ لکھا گیا ہے حالانکہ خان صاحب انتقال ۱۹۲۱ء میں ہوا وفات سے ۸ سال قبل ہی ان کو مرحوم لکھ دیتا اس حوالے کا مسٹر دور بریلوی ہونے کی بھٹی کھارہا ہے۔ پھر اگر خان صاحب کی کتب اتنی ہی اہلی پڑنے کی تھیں کہ ندوی مرحوم ان جلیل القدر علما نے دیوبند (علامہ تھانوی، شیخ الہند، علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) پر ترجیح دے رہے ہیں تو ندوی مرحوم کی کسی ایک کتاب کا حوالہ دیں جس میں مولانا رحمہ اللہ نے خان صاحب کی ان تحقیقات کا حوالہ دیا ہو یا ان سے استفادے کا کہا ہے۔ جھوٹے بولنے کے لیے بھی سلیقہ چاہیے یہ حوالہ بالکل جعلی اور من گھڑت ہے۔

یہ جعلی حوالہ عبد الوہاب تھانوی کی صاعقۃ الرضا صفحہ ۱۵۸ پر بھی دیا گیا ہے۔

**شہلی نعمانی صاحب کی طرف منسوب جعلی حوالہ:**

کو کتب نورانی صاحب لکھتے ہیں:

”سیرۃ النبی نام کی مشہور کتاب لکھنے والے جناب شہلی نعمانی فرماتے ہیں:

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی جو اپنے عقائد میں سخت متصدد ہیں مگر اس کے باوجود مولانا صاحب کا علمی شجر اس قدر بلند و درجہ کا ہے کہ اس دور کے تمام عالم بریں اس (مولانا احمد رضا خان

صاحب) کے سامنے پرکاش کی بھی حیثیت نہیں رکھتے اس حق پر بھی آپ (فاضل بریلوی) کی متعدد کتابیں جس میں احکام شریعت اور دیگر کتابیں بھی شامل ہیں اور نیز سب کے مولانا کے زیر سرپرستی ایک ہوادار رسالہ "رضاء بریلوی" سے نکلتا ہے جس کی چند قطیں بغور عرض دیکھی ہیں جس میں بلند پایہ مضامین ہوتے ہیں۔ (رسالہ دعوتِ انقور ۱۹۶۳ء میں ۷۱ اور کوال سفید سیلاب میں ۱۳۱)

معارفِ رضا صفحہ ۵۴ پر نندو کا سن اشاعت ۱۹۶۳ء کی جگہ ۱۹۱۳ء ہے اور یہی صحیح ہے یہی حوالہ ملتا ہے صفحہ ۳۴ اور رضا معارفِ الرضا صفحہ ۱۵۹ پر بھی دیا گیا ہے۔

شبلی نعمانی صاحب کی طرف منسوب اس جعلی روایت کے من گھڑت ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اس میں جس کتاب "احکام شریعت" کا تذکرہ ہے اس میں ۳۳۳ احکام ۳۳۳ احکام کے سوالات موجود ہیں بلکہ اس کتاب میں موجود ایک رسالہ کا تاریخی نام "المعرف علی سوالی مولانا السید آصف" ۳۳۳ ہے (احکام شریعت: ص ۲۱۰) یعنی احمد رضا خان کی وفات ۱۹۲۰ء سے ایک سال قبل ۱۹۱۹ء کے سوالات بھی موجود ہیں تو جو کتاب ۱۹۱۹ء تک پہنچی ہی نہیں اسے شبلی نعمانی نے ۱۹۱۳ء میں کیسے پڑھ لیا؟ خدا کے بندوں جھوٹ بولنے کا بھی کوئی سلیقہ ہوتا ہے۔ پھر اگر شبلی نعمانی واقعی ہی احمد رضا خان صاحب کو اتنا ہی اعظم خان سمجھتے تو اپنے شاگردوں سے ضرور ان کا تذکرہ کرتے مگر اقل میں بریلویوں کی کا حوالہ گزر چکا ہے کہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ احمد رضا خان کو نہیں جانتے تھے۔ پھر شبلی صاحب کی طرف منسوب اس جملے: "مولانا صاحب کا علمی شجرہ اس قدر بلند درجہ کا ہے کہ اس دور کے تمام عالم دین اس (مولانا احمد رضا خان صاحب) کے سامنے پرکاش کی بھی حیثیت نہیں رکھتے" اس کے جھوٹا ہونے کے لیے کافی ہے کیونکہ احمد رضا خان نے جس نفی علی خان صاحب سے علم حاصل کیا اس کا ہندوستان کی علمی دنیا میں کوئی تعارف نہیں۔ مگر بریلوی حضرات کی ذہنیت کا اندازہ لگائیں کہ ان جھوٹے اقوال پر کس طرح رائی کا پیرا کھڑا کر دیا چنانچہ عبد الوہاب خان قادری غلیغیہ جاز مصطفیٰ رضا خان لکھتے ہیں:

ڈاکٹر صاحب! بار بار اس عبارت کو غور سے پڑھیں شاید "پرکاش" کا مطلب آپ نہ سمجھ سکیں

پر گاہ تھکے کو کہتے ہیں یہ آپ کے مسلک سے یافتہ شمس العلماء بیٹھی انھاری میں جو متعدد کتب کے مصنف ہیں (مگر کسی ایک کتاب میں احمد رضا جیسے نام نہاد فحش سے اس اعتراض کے بارے میں استناد نہیں کیا۔ ازناقل) سیرۃ النبی (سید محمد) بھی ان کی لکھی ہوئی ہے یہ فرمان ہے میں اس دور کے تمام عالم دین اس مولوی احمد رضا خاں صاحب کے سامنے پر گاہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتے اس دور کے عالم دین کھلانے والوں میں آپ کے اکابر اور اصغر صاحب داخل ہیں۔

(صاحب احمد رضا علی اعداد انصاف: ص ۱۱۵، ۱۱۶)

امداد و لگا ئیں جو حضرات آج اس جدید میڈیا دور میں بھی ایسے تھوڑے بڑا وئی حوالے پر کر کے اس پر اتنی بڑی عمارت پر دیگنڈے کی تعمیر کر سکتے ہیں وہ اگر حضرت گنگوہی رضی اللہ عنہ کی طرف جعلی فتویٰ یا علمائے دیوبند پر جعلی الزامات منسوب کر دیں تو کیا بعید ہے؟

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی طرف منسوب جعلی حوالہ:

مولانا کوکب نورانی صاحب لکھتے ہیں:

"جناب محترم انور شاہ کشمیری (صدر مدرس دارالعلوم دیوبند) فرماتے ہیں جب شد و تر مذہبی شرافت اور خط کتب احادیث کی شرح لکھ رہا تھا تو سب ضرورت احادیث کی جزئیات سے بچنے کی ضرورت پیش آئی تو میں نے شیعہ حضرات اہل حدیث اور دیوبندی حضرات کی کتابیں دیکھیں مگر وہ بن مٹھن نہ ہوا بالآخر ایک دوست کے مشورے سے مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی کتب میں دیکھیں تو میرا دل مطمئن ہو گیا کہ میں اب بخوبی احادیث کی شرح بنا چھک لکھ سکتا ہوں واقعی بریلوی حضرات کے سرکردہ عالم مولانا احمد رضا خاں صاحب کی تحریریں شستہ اور مضبوط ہیں جسے دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مولوی احمد رضا خاں صاحب ایک زبردست عالم دین اور فقیہ ہیں۔" (ماہنامہ ہادی دیوبند، ہادی ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲،

شاید وغیرہ مقلدین کی شروعات کی طرف مراجعت کرنا ہی اس روایت کے جھوٹے و جعلی ہونے کی دلیل ہے۔ اس روایت کو گھڑنے والا انجام مل ہے کہ وہ شروعات لکھنے کی نسبت بار بار حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف گمراہ ہے حالانکہ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی کوئی حدیث کی شرح نہیں لکھی بلکہ ان کے شاگردوں نے ان کی قلمی روایات کو جمع کر کے شائع کیا یعنی حضرت کشمیری کی تصانیف نہیں بلکہ امالی ہیں۔ نیز ہم پوری رضا خانیت کو چیلنج کرتے ہیں کہ احمد رضا خان نے جو شروعات احادیث لکھی ہیں جن کی طرف علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ یا آدمی مراجعت کرتا تھا وہ کہاں ہیں کس نے طبع کیا ہیں کہاں سے دستیاب ہوں گی؟ علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ترمذی کی شرح لکھنے کی بات کی ہے کہ اس کے لیے احمد رضا خان کی طرف مراجعت کرنا پڑی حالانکہ احمد رضا خان کی ترمذی کی نام نہاد شرح تو ان کے بیٹوں سے نکلر آج تک کے رضا خانوں نے حقیقت میں کیا خواب میں بھی نہیں دیکھی ہوگی تو علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے کہاں سے دیکھی؟ کچھ کہاں۔

دروغ گورِ حافظہ نہ باشد

وہیں ان جعلی حوالوں سے علامہ دبیو بند کا صاحب کشف ہوتا تو کم سے کم ثابت ہو رہا ہے کہ جن کتابوں کو دنیا پر دہندہ ہی نہیں اور جوت کے چل کر کئی سال بعد شائع ہو کر معرض وجود میں آئی تھیں انہیں یہ اکابر پہلے ہی سے دیکھ لیتے تھے۔

### مولانا اعجاز علی صاحب دہلوی کی طرف منسوب جھوٹا حوالہ:

"دارالعلوم دیوبند کے شیخ الادب جناب اعجاز علی فرماتے ہیں کہ احقر یہ بات تسلیم کر کرنے پر مجبور ہے کہ اس دور کے اندر اگر کوئی محقق اور عالم دین ہے تو وہ احمد رضا خان بریلوی ہے کیونکہ میں نے مولانا احمد رضا خان کو جسے ہم آج تک کافر بدعتی مشرک کہتے رہے ہیں بہت وسیع النظر اور باسند خیال طاہر عالم دین صاحب فکر و نظر پایا آپ (فاضل بریلوی) کے دلائل قرآنا و سنت سے متصادم نہیں بلکہ ہم آہنگ ہیں لہذا میں آپ کو مشرک و کافر کا اگر آپ کو کسی مشکل مسئلہ میں کسی قسم کی الجھن درپوش ہو تو آپ بریلی میں جا کر مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی سے تحقیق کریں۔"

رسالہ النور ص ۲۵۲۔ طمانچہ: ص ۴۰۔ صاعقۃ الرضا: ص ۱۶۳، ۱۶۴۔  
رسالہ النور ص ۲۵۲۔ طمانچہ: ص ۴۰۔ صاعقۃ الرضا: ص ۱۶۳، ۱۶۴۔

یہ رسالہ النور کس کا ہے؟ کس نے لکھا؟ اس کی کیا حیثیت ہے؟ ان رضا خانیوں نے کبھی غور بھی یہ حوالہ دیکھا ہے؟ اس جعلی روایت کو گھڑنے والے کو اتنا بھی علم نہیں کہ ان کا امام احمد رضا ۱۳۳۰ میں وفات پا گیا تھا تو دو سال بعد ۱۳۳۲ میں کیا مولانا اعجاز علی احمد رضا خان صاحب کی قبر میں یوسید ہڈیوں سے علمی استفادہ کرنے کا مشورہ دے رہے ہیں؟ شرم تم کو گھر نہیں آتی اس کے جھوٹا ہونے کا ایک اور ثبوت یہ ہے کہ مولانا اعجاز علی کی طرف منسوب یہ قول ”آپ (فاضل بریلوی) کے دلائل قرآن و سنت سے متصادم نہیں بلکہ ہم آہنگ ہیں“ حالانکہ مولانا اعجاز علی نے قادیانی دارالعلوم دیوبند میں جگہ جگہ علم غیب، حاضر ناظر، مختار کل اور بدعات پر احمد رضا خان کے دلائل کا رد کیا ہے۔

### علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی طرف منسوب جعلی حوالہ:

”جناب شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں مولانا احمد رضا خان کو تکفیر کے جرم میں برا کھنا بہت ہی برا ہے کیونکہ وہ بہت بڑے عالم دین اور بلند پایہ محقق تھے مولانا احمد رضا خان کی رحلت عالم اسلام کا بہت بڑا سانحہ ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔“

(ماہنامہ ہادی دیوبند: ذوالحجہ ۱۳۶۹ھ ص ۲۱ بحوالہ سفید و سیاہ: ص ۱۶۶۔ صاعقۃ الرضا: ص ۱۶۳)

مولانا احمد رضا خان کی وفات ۱۳۳۰ھ میں ہوئی تو وفات کے ۲۹ سال بعد ۱۳۶۹ھ میں ان کے سانحہ ارتحال پر افسوس کرنا پکار پکار کہہ رہا ہے کہ میں کسی بریلوی کذاب کے دماغ کا شاخسانہ ہوں۔

### علامہ بنوری رحمہ اللہ کے والد کی طرف منسوب حوالہ:

کو کب اوکاڑوی لکھتا ہے:

”جناب محمد یوسف بنوری کے والد جناب ذکریا شاہ بنوری فرماتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ جنت و ستان میں

(مولانا) احمد رضا بریلوی کو پیدا نہ فرماتا تو ہندوستان میں خلیفہ ختم ہو جاتی۔

(سفید سیاہ: ص ۱۱۶)

مولانا اوکاڑوی نے اس جھوٹ کا کوئی حوالہ نہیں دیا ایسے موقع پر حسن علی رضوی یوں گوہر افشانی کرتے ہیں:

”اس الزام بد انہجام کے ساتھ کوئی حوالہ نہیں نہ دارالعلوم مظہر الاسلام بریلی شریف کی روایت و احکام کے حوالہ ہے نہ بریلی شریف کے کسی روزنامہ اخبار یا ماہنامہ رسالہ کا حوالہ نہ کسی عام اخبارات میں ہندو پاکستان کے کسی اخبار کا سن اور تاریخ چین کے ساتھ حوالہ دینا یہ حوالہ سرائی ہے کسی دیوبندی طالب کے بیٹ سے پیدا ہوا ہے اور ختم کیا ہے پھر اس مشنوں کی ترغیب بھی بتا رہی ہے کہ یہ حوالہ ولد الحرام ہے۔“ (محاسبہ و معرفت: ج ۲ ص ۳۲ راہمن انوار نقار یہ کراچی)

غلام کلام کہ یہ تمام حوالہ جات منکھڑت اور وضع کردہ ہیں یہ اصل حوالے خود ان لوگوں نے بھی بھیجے ہوں گے ہم ان پر کوئی تبصرہ اپنی طرف سے کریں تو شاید اوکاڑوی صاحب کہیں کہ ہمیں تہذیب و شائستگی سے کوئی سروکار نہیں اس لیے ہم انھیں کے فرقے کے اجمل العلماء کی کٹھنہ تنہیم سے رطلی ہوئی، تہذیب و شائستگی سے بھرپور، متانت و سنجیدگی سے مرقوم عبادت ان کی بارگاہ میں بطور تبصرہ پیش کرتے ہیں:

”انہوں نے نئی بیتان طرہ بازی کا بازو گرم کیا کتب دینیہ میں تحریریں کرنا ان کی مخصوص عادت ہے عبادات میں کثرت و بیعت کرنا ان کی مشہور خصلت ہے یہ فرقہ جب اپنی مکاری پر اتر آئے اپنے خصم (مخالف) کا قول اپنے دل سے بنا کر لے آئے یہ جماعت جب اپنی الزام پر داری پر اتر آجائے تو خصم (مخالف) کے آہام و اجداد اور مشائخ کی طرف سے جو عبادات چاہے گھڑ لے آئے ان تصانیف کے نام تراش لے پھر ان کے مطبع تک بنا ڈالے۔ مسلمانوں اور انصاف سے کہنا کیا ایسا عیناً افراط و بیتان کیا ایسی گندی اور گھٹنی تحریر تم نے کوئی اور بھی دیکھی؟ کیا ایسا صریح کذب اور جھوٹ کیا ایسی بے حیائیوں اور دھتائیوں کی نظیر تم نے کوئی اور بھی سنی؟ کیا ایسی بے شرمی کا مظاہرہ تم نے کبھی اور بھی کیا؟ کیا ایسی بے ایمانی اور کٹھنہ کید کا مجموعہ تم نے کبھی اور بھی دیکھا؟ قابل توجہ یہ

چیز ہے کہ یہ سارا افتراء اور بہتان دجل و فریب مکر و کید تحریف و کذب محض اس لیے عمل میں کر۔۔۔  
اسے دیوبندیوں اور ناقل اتم یہ کہتے ہو۔۔۔ اور تمہارے مشائخ کرام ملاں فلاں کتاب میں یوں  
فرماتے ہیں۔ (رد شہاب ثاقب: ص ۱۲ تا ۱۳ اور اردو غرضیہ رضویہ لاہور)

انجی کی مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری بات ان کی  
انجی کی محفل مشورہ رہا ہوں چہ اگر میرا ہے رات ان کی

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی دہلوی پر جھوٹے حوالہ جات کا الزام:

ہو سکتا ہے کہ کوئی رضا خانی کہے کہ آپ کے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی دہلوی نے بھی تو  
شہاب ثاقب میں مولانا تقی علی خان کی طرف غلط حوالے منسوب کیے ہیں۔

سبحانک هذا بہتان عظیم

عرض ہے کہ حضرت مدنی دہلوی نے وہ حوالہ جات مولانا محمد تقی خان صاحب کی کتاب  
”سیف النبی“ سے نقل کیے تھے اور مؤرخ بریلویت مولانا عبدالحکیم شرف قادری صاحب نے  
یہ:

”علم مناظرہ کا قاعدہ ہے کہ نقل کرنے والا کسی بات کا ذمہ دار نہیں ہوتا اس سے صرف اتنا مطالبہ کیا  
جاسکتا ہے کہ اس کا حوالہ اور ثبوت کیا ہے۔“ (مقالات رضویہ، ص ۸۰ راجعہ تا پہلی کینٹر لاہور)  
تو آپ بھی حضرت مدنی علیہ الرحمۃ سے صرف اتنا مطالبہ کر سکتے ہیں کہ یہ حوالے کہاں سے  
نقل کیے ہیں آگے وہ درست ہیں یا نہیں حقیقت میں ان کا کوئی ثبوت ہے یا نہیں حضرت مدنی  
رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے ذمہ دار نہیں۔ سیف النبی راقم کے پاس موجود ہے۔

دوسری بات ان کتابوں و حوالہ جات کو جھوٹا کہنا بھی مولانا احمد رضا خان اور ان کے قریبیوں کا  
بدترین دجل و فریب و سیاہ ترین جھوٹ ہے اس لیے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب نے ان کتابوں کے  
متعلق لکھا ہے:

”فرضی مطبع لاہور کی خیالی ہدایہ البریہ“

(احتیاط اخیرہ مندرجہ رسائل رضویہ: ج ۲ ص ۴۹۳ رحمانیہ کتب خانہ لاہور)

اسی طرح صفحہ ۴۹۲ پر ”مطبع صحیح صادق میتا پور“ کو تراشیدہ اور فرضی کہا۔ حالانکہ وہی ہدایۃ البریہ جس کے حوالے مولانا مدنی دہلوی نے دیئے اور جس کو خان صاحب فاضل بریلوی فرضی کہہ رہے ہیں دراقم کے سامنے ہے جس کے سرورق پر یہ تحریر ہے:

”اصلاح عقائد اعمال کے موضوع پر اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہدایۃ البریہ الی الشریعۃ الاحمدیہ امام الشکسین حضرت علامہ مفتی نقی علی خان صاحب ..... والد ماجد امام احمد رضا ..... دار و مدار علمائے لاہور“۔

کتاب پر ”حرف اول“ محمد حنیف خان رضوی پرنسپل جامعہ نور یہ رضویہ ہاتھ لگ کر بریلی شریف کا لکھا ہوا ہے۔ تقدیم لکھنے والے عبدالسلام رضوی مہیا کھڑوی خادم تدریس جامعہ نور یہ رضویہ بریلی شریف ہے۔ جس مطبع لاہور اور جس ہدایۃ البریہ کو خان صاحب اور ان کے ماننے والے فرضی اور خیالی کہہ رہے ہیں اسے خود اسی مطبع سے چھاپ کر اس پر تصدیق لکھ رہے ہیں بلکہ خود خان صاحب اپنے والد کی تصانیف کا ذکر کرتے ہوئے ایک تصنیف کا ذکر یوں کرتے ہیں:

”ہدایۃ البریہ الی الشریعۃ الاحمدیہ کہ اس فرقوں کا رد ہے یہ کتاب مطبع صحیح صادق میتا پور میں طبع ہوئی“۔ (افکار رحمانیہ ص ۳۸ [مکتبۃ المدینہ کراچی])

اب بریلوی جواب دیں کہ معاذ اللہ مولانا مدنی دہلوی نے جو نے ثابت ہوئے یا تمہارا ایسا الاعمال جس نے حضرت مدنی دہلوی کی گرفت سے بچھڑ کر اپنے بنی والد کی کتب کا انکار کر دیا۔ اور ہر کوئی کہیں پرکھی مارتے ہوئے ان کتب کا انکار کر رہا ہے اور یہ نہیں سوچتا کہ اگر ان کتب و مطابع کا کوئی وجود ہی نہ تھا تو آخر یہ کتب ان مطابع سے چھپ کیسے گئی ہیں؟ یہ ہے!!! کہ رضا خانیہ سے جھوٹ بولنے پر آئے تو انور، المدود، ہادی و یوہند کے فرضی حوالے بنا کر علمائے دیوبند کی طرف منسوب کر دئے اور ہٹ دھرمی پر آئے تو اپنی ہی جھجی ہوئی کتب کا انکار کر دئے۔ اب وہ تمام گالیاں جو جمل شنبلی نے حضرت مدنی دہلوی کو دیں جن کا ذکر ماقبل میں گزر چکا ہے ایک چادر پر



لکھ کر مولانا احمد رضا خان صاحب کی قبر پر چڑھا دیا جائے اس سے ناکدام کچھ نہیں کہتے۔

## اہل السنۃ والجماعۃ کا رضا خانیوں کے ساتھ اختلاف اصولی ہے

قارئین کرام! مسلمانوں کا رضا خانیوں کے ساتھ اختلاف اصولی اختلاف ہے بعض حضرات صرف اسے جاہلوں کا گروہ یا صلوٰۃ و سلام و میلاد کا اختلاف کہہ کر نظر انداز کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بریلوی حضرات نے جو علم غیب، حاضر و ناظر، عقاد کل نور و بشر وغیرہ پر جو عقائد اپنائے ہیں پھر ان کی گستاخانہ عبارات وہ کفر یہ و شرکیہ ہیں انہیں کسی بھی طرح مسترد کی جاتی ہیں۔ اختلاف نہیں کیا جاسکتا یہ ضرور ہے کہ فروغ میں بھی اس مذہب والوں کے ساتھ ہمارا اختلاف ہے لیکن اصولی اختلاف ان کے عقائد کی بناء پر ہے۔

### مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

”سوال: حضور فرماتے ہیں کہ جو شخص علم غیب کا قائل ہو وہ کافر ہے حضرت جی آج کل تو بہت آدمی ہیں کہ نماز پڑھتے ہیں و طواف کثرت پڑھتے ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد میں حاضر رہتا ہے حضرت علی کا ہر جگہ موجود ہونا دور کی؟ واز کا سننا مثل مولوی احمد رضا بریلوی کے جنہوں نے رسالہ علم غیب لکھا ہے کہ نمازی اور عالم بھی نہیں کیا ایسے شخص کا طریق ایسوں کے پیچھے نماز پڑھنی اور محبت و دوستی رکھنی کہی ہے؟“

جواب: جو شخص اللہ جل شانہ کے سوا علم غیب کسی دوسرے کو ثابت کرے اور اللہ کے برابر کسی دوسرے کا علم جانے وہ بیکلف کافر ہے اس کی امامت اور اس سے میل جول محبت و دوست سب حرام ہے۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (آدنی و شہید، ص ۳۷)

اس جگہ حضرت گنگوہی نے واضح فتویٰ دیا ہے کہ ایسا شخص کافر ہے اور ظاہر ہے اور احمد رضا کی کئی کتب سے علم غیب کا عقیدہ ثابت ہے تو مندرجہ بالا فتوے میں واضح طور پر ایسے آدمی کی تکفیر کی گئی ہے اور استفتاء میں خاص طور پر احمد رضا خان کا حوالہ بھی دیا گیا ہے مگر حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے کسی قسم کی رعایت نہیں کی اور علم شرعی واضح کیا۔

## دارالعلوم دیوبند کے فتاویٰ:

اسی فرماتے ہیں علامہ ابنِ عقدا ان شریعت میں مسئلہ ذیل میں ہمارے پہلی تقریباً دو تین سال سے یہ اختلاف روز افزوں حالات جاری ہے اور ہمارے اکابر دیوبند کے مشہور فریقین میں مقسم ہوتے جا رہے ہیں لہذا متعدد جہتوں پر امور کا مفصل و مدلل جواب یا صواب تحریر فرما کر ہماری رہنمائی فرمائیں۔

بریلوی، دیوبندی، اختلافِ فروعی ہے یا اصولی اور اعتقادی؟

ایک جماعت کہتی ہے کہ فریقین کے درمیان یہ اختلاف فروعی ہے اور ہمارے خلاف دوجہت اور اکابر دیوبند نے جو سختی اختیار کی تھی عارضی اور وقتی تھی کیونکہ دونوں فریقین اہل السنۃ والجماعت میں سے ہیں اور مسلکِ حنفی پر قائم ہیں اشاعرہ ماترید یہ کے بیان کردہ عقائد پر قائم ہیں، وجہت و ارشاد میں بھی دونوں فریق صحیح طریقہ پر موجود ہیں۔

اب چونکہ اسلام دشمن عناصر قوت سے ابھر رہے ہیں لہذا دیوبندیوں نے بریلویوں کو متعدد دکران کا مقابلہ کرنا چاہیے، سامعین کے تجربات کی روشنی میں بتائیں کہ کیا ایسا اتحاد ممکن یا صواب ہوگا؟ کیا اس قصد کے لیے دیوبندیوں کو اپنے اصولی موقف اور مسائل سے ہٹنا اور عیسائی وسیلا اور فاضل وغیرہ میں شریک ہونا چاہئے؟

دوسری جماعت یہ کہتی ہے کہ اکابر دیوبند کا اختلاف بریلویوں سے فروعی ہی نہیں بلکہ اصولی اور اعتقادی بھی تھا اور ہے مثلاً نور و بشر کا اختلاف علمِ غیب کلی کا اختلاف متبادل ہونے کا اختلاف حاضر و غائب قبروں پر سجود کا اختلاف وغیرہ وغیرہ اہم اور عظیم ہیں، نیز اکابر دیوبند کے بارے میں تحفہ فی فتاویٰ ان کی کتابوں میں ہیں لہذا ان سے اتحاد کے لیے ضروری ہے کہ پہلے وہ اپنی کتابوں سے تکفیری فتاویٰ نکال دیں اور ان سے برکت ظاہر کریں اور اپنے عقائد درست کریں۔

اول الذکر حضرات میلا و شریف، اور عیسائی وغیرہ کے جوہر اور استحباب پر اکابر دیوبند کے بعض اقوال سے استدلال کرتے ہیں مثلاً رسالہ ملت مسئلہ معذرت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ سے: حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کے بعض اقوال سے:

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

کیا بریلویوں کی مجالس میلاد و عرس وغیرہ میں مصلحتی شریک ہونا جائز ہے؟  
کیا ان اعمال کو مصلحتاً برداشت کر کے متحد ہونے کی دعوت دینا جائز ہے؟  
کیا یہ اختلاف اصولی و اعتقادی ہے یا فروعی؟

کیا بریلویوں کی بدعات فی نفسہ ہمارے حضرات دیوبند کے یہاں بھی جائز ہیں اور مباح؟

نقشِ نعلین شریعین کی کیا حقیقت ہے؟ کیا اس سے استہراک، چومنا اور سر پر رکھنا وغیرہ جائز ہے؟

یہ مسائل پاکستان میں بہت عام ہوتے جا رہے ہیں، ابھی تک علمائے دیوبند کے فتاویٰ کو یہ لوگ

امیت دیتے ہیں، امید ہے کہ یہ لوگ خلافِ شرع امور سے باز آجائیں۔ فتواؤ کو جروا۔

نقطہ... والسلام... المستفتی: اسماعیل بدات..... ازہ یتہ متورہ..... ۱۸/۱۰/۱۳۹۱

### الجواب من اللہ التوفیق

حامدا و مصلیا و معلما، اما بعد!

دوسری جماعت کا خیال صحیح ہے کہ:

"دیوبندیوں کا بریلویوں سے اختلاف فروعی نہیں بلکہ اصولی اور اعتقادی بھی ہے"

اور پہلی جماعت کا خیال صحیح نہیں ہے کہ:

فریقین کے درمیان یہ اختلاف فروعی ہے اور دونوں فریق اہل السنۃ والجماعت میں سے ہیں اور

مسکبِ حنفی پر قائم ہیں نیز ائمہ و مآثر یہ کہ بیان کردہ عقائد پر قائم ہیں، بیعت و ارشاد میں بھی

دونوں فریق صحیح طریقہ پر موجود ہیں۔

کیونکہ بریلویوں (رضا خانیوں) نے اہل السنۃ والجماعت کے عقائد میں بھی اضافہ کیا ہے اور

ایسے فروعی مسائل کو بھی دین کا جزو بنایا ہے جن کی فقہ حنفی میں واقعی کوئی اصل نہیں ہے مثلاً عقائد

میں چار اصولی اور بنیادی عقائد بڑھائے ہیں: ۱..... نور و بشر کا مسئلہ۔ ۲..... علم فیہ کلی کا مسئلہ۔

۳..... حاضر و ناظر کا مسئلہ۔ ۴..... حق و کل ہوئے کا مسئلہ۔ اور فروعی مسائل میں غیر اللہ کو پکارنا،

قبروں پر سجدہ کرنا، قبروں کا طواف کرنا، غیر اللہ کی مقیم ماننا وغیرہ پر چڑھا دے چڑھانا، مسیحا

مرد و در تعزیر وغیرہ سینکڑوں باتیں ان کی ایجاد ہیں، جو صریح بدعات ہیں۔ اور بیعت و ارشاد میں

تھی ان لوگوں نے بہت سی غیر شرعی چیزوں کی آمیزش کر لی ہے مثلاً: قوال اور وجد و سماع وغیرہ۔ نیز فریق اول کا یہ موقف خلاف واقعہ ہے کہ:

”ہمارے علمائے دیوبند اور اکابر دیوبند نے جو سختی اختیار کی تھی وہ عارضی اور وقتی تھی۔“

بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ وہ دہریہ نام ہی تھیں بالسنہ اور بغیر عن البدعہ کا ہے اکابر دیوبند کا عمل ہمیشہ ”فأصلح مما اتواہم“ پر رہا ہے، انہوں نے کبھی دین کے معاملے میں مدہشت نہیں فرمائی، البتہ انہوں نے مقابلہ آرائی اور محاذ آرائی اور تکفیر بازی سے بھی گریز کیا ہے اور ہمیشہ نرمی اور حکمت سے اصلاح حال کی کوشش کی ہے، ایسے آج بھی ان کے اختلاف کو بھی طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔

رسالہ ”لیصلہ الفت مسئلہ“ ”مسئلہ مسیح“ سے پہلے کی تصنیف ہے، اس سے استدلال صحیح نہیں ہے، اور حضرت شیخ سہارنپوری رحمہ اللہ کے ایسے اقوال ہمارے علم میں نہیں۔

اور بریلویوں کی مجالس میلاد اور عرس وغیرہ میں مصلحتاً شریک ہونا بھی جائز نہیں ہے، اور اس کی ممانعت اہل تہذیب و تمدن میں مذکور ہے اور لکھنؤ میں لکھنؤ والی حلقہ میں اشارہ بھی اسی طرف ہے اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے امداد الفتاویٰ جلد ۵ صفحہ ۳۰۲ میں تحریر فرمایا کہ: ”رسوم بدعات کے مفاسد قابل تصحیح نہیں“ اور جلد ۳ صفحہ ۲۸۰ کے سوال و جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ عرس وغیرہ بدعات میں جو لوگ شریک ہوتے ہیں، ان کی بے ضرورت تعظیم و تکریم کرنے والے بھی ”ممن و قرحا“ صاحب بدعاتہ فقد اعان علی حللہ الاسلامہ“ کا مصداق ہیں۔

اور بعض اہل بدعات کے فی نفسہ چاہے جوئے کا مطلب یہ ہے کہ وہ امور فی نفسہ تو جائز ہوتے ہیں جیسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارک کا تذکرہ کرو، مگر التزام اور شرائط و قیود کی پابندی کی وجہ سے وہ چیزیں بدعت کے زمرہ میں داخل ہو جاتی ہیں، اور وہ ناجائز ہو جاتی ہیں۔

اور نقشہ فعل مبارک کی کوئی اصل نہیں ہے، اور اس پر اک اور اس کا چھوٹا اور سر پر رکھنا بے اصل ہے اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے امداد الفتاویٰ جلد ۴ صفحہ ۷۸ میں اپنے رسالہ ”نیل النظار بتعلیل المصطلح“ سے جو فرمایا ہے۔ واللہ اعلم وعلیہ اتکھم و احکم۔

حرر دسمید احمد پالن پوری مفتاح اللہ عنہ۔۔۔۔۔ خازم: دارالعلوم دیوبند: ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۱۵ھ

محمد تغیر الدین۔۔۔۔۔ مفتی: دارالعلوم دیوبند: ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۱۵ھ

الجواب النصح..... العبد نظام الدین..... مفتی دارالعلوم دیوبند: ذوالقعدة ۱۴۱۱ھ

(پرفوتوی آپ کے مسائل اور ان کا حل میں موجود ہے حوالہ آخر میں آ رہا ہے)

”سوال: سنت میں دو ٹکڑے۔ دیوبندیت اور بریلویت کیسے جاتے ہیں؟

جواب: بریلوی فرقہ کا اہل السنۃ والجماعت سے اختلاف صرف فردی نہیں اصولی ہے، اس لیے یہ لوگ اہل السنۃ والجماعت ہی سے خارج ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم“..... ذوالقعدة دارالعلوم دیوبند

یہ مذکورہ فتویٰ دارالعلوم دیوبند کی ویب سائٹ سے لیا گیا ہے:

فتویٰ نمبر ۱۲ = ۱۳۳۳ / ۱۰۵۹ - ۱۰۷۶ سوال نمبر ۱۰۷۶ = ۳۲۱۷

منظاہر العلوم سہارنپور کا فتویٰ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین (دیوبند) اس بارے میں کہ

حضرات اکابر دین دیوبند کا جماعت بریلویہ سے جواب تک اختلاف رہا ہے یہ اختلاف فردی ہے یا اصولی و عقائد کا اختلاف ہے؟

اور جو بدعات بریلویوں نے اختیار کر رکھی ہیں مثلاً حجۃ بھوساں، چالیسواں، برکی، قبروں پر سلاخ عرس، میلہ کا قیام، اجتماعی سلام، وغیرہ ان امور کی اکابر دیوبند خصوصاً حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی اور ان کے مقلد و تلامذہ نے جو شدت سے ان کی تردید کی تھی کیا موجودہ علمائے دیوبند اس پر قائم ہیں؟ یا اس میں کچھ تھک آگئی ہے؟

اور کیا جماعت بریلویہ کو کسی بھی اعتبار سے اہل السنۃ والجماعت میں شمار کیا جاسکتا ہے؟

کیا ان لوگوں کا مذہب حضرات اشاعرہ اور حضرات ماتریدہ کے موافق ہے؟

بعض ایسے لوگ ہیں جو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ سے اعتبار کے بدلہ ہیں، انہوں نے یوں کہنا شروع کیا کہ اکابر دیوبند جو بدعات سے منع فرماتے تھے وہ سب اللہ اب تھا اور عارضی طور پر ان سے بچنے کی تاکید فرماتے تھے، اور یہ کہ مصلحتوں کی بنا پر ان بدعات کو اختیار کر لینا چاہیے۔

در یافت طلب اعریہ ہے کہ:

کیا واقعی موجودہ حضرات علمائے دیوبند نے بریلویوں کی بدعات کی مخالفت میں کچھ پکا پکین اختیار کر لیا ہے؟

اور کیا اصل پکا ہو جانا مناسب ہے؟

اور کیا حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ کے دیوبندی تھے؟

ان کے اکابر نے جو سوچ کچھ کہ بدعات بریلویہ کا سختی سے مقابلہ کیا تھا، کیا یہ شیخ الحدیث صاحب کے نظریہ کو ملحوظ رکھتے تھے؟

ان سے انتساب دیکھنے والے جو بعض لوگ بریلویوں کی بدعات (جیسے کہ حالی میں ایک پاکستانی صاحب نے "اکابر کا مسلک و مشرب" کے نام سے ایک کتابچہ شائع کیا ہے) والے اعمال کو مصلحت کے نام سے اختیار کرنا مناسب سمجھتے ہیں، ان لوگوں کی رائے کا کیا وزن ہے؟ کیا ان لوگوں کے انتساب سے حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ کی شخصیت پر حرف نہیں آ رہا ہے؟

پیشہ آور و اہل السائل: اسماعیل بدعات مدینہ منورہ

### الجواب

حضرات علمائے دیوبند جن کے اسمائے گرامی سوال میں مذکور ہیں، اور ان کے تمام مذہب و خلفاء سب کے یکے کی سنت تھے، اور ہر ایسی چیز کے شدت سے مخالف ہے جو شرعی اصول کے مطابق بدعت کے دائرہ میں آتی ہیں، چونکہ حسب فرمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر بدعت گمراہی ہے، اس لیے اس گمراہی سے امت کو محفوظ رکھنے کا اہتمام فرماتے تھے، اس سلسلے میں ان کی چھوٹی بڑی کتابیں معروف و مشہور ہیں، اور ان کی تردید و مقابلیں اور فتاویٰ "البراہین القاطعہ"، "المبہد علی المفہد"، اور "اشہاب الثاقب"، "امداد الفتاویٰ"، اور "امضاج الکریم" میں موجود ہیں۔ انہوں نے سوچ کچھ کر لیا، حالانکہ امداد داری کو سامنے رکھ کر خوب کھل کر نہ صرف بریلویوں کی بدعات بلکہ ہر اس بدعت کی (جو فتاویٰ ہو یا عملی) جس کا کسی بھی ملاقہ میں علم ہوا، سختی سے تردید فرمائی، ان کی یہ تردید عارضی نہیں تھی۔

بدعت کبھی سنت نہیں ہو سکتی، لہذا اس کی تردید بھی عارضی نہیں ہو سکتی، اور اس کی تردید میں بالکل اختیار کرنے کی شرعاً کوئی اجازت نہیں۔

حضرات اکابر دیوبند نے جو بدعات کی تردید کی اور اس بارے میں جو مضبوطی کے ساتھ اہل بدعت کے ساتھ جم کر مقابلہ کیا، ان کی محنت اور کوشش سے کروڑوں افراد نے بدعتوں سے توبہ کی اور سنتوں کے گردیدہ ہوئے۔ آج اگر کوئی شخص یوں کہتا ہے کہ اب بدعتوں کی تردید میں سختی نہ کرنا چاہیے یا مصلحتاً ان کو کسی تاویل سے اہلایمان چاہیے، ایسا شخص دیوبندی نہیں ہے، اگرچہ اکابر دیوبند سے متعلق ہونے کا مدعی ہے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی قدس سرہ بہت ہی کچھ دیوبندی تھے۔ اپنے اکابر جلالہ شہ کے مسلک سے سر مو احراف کرنا انہیں گوارا نہ تھا، ان کی ساری زندگی اور ان کی کتابیں اسی پر گواہ ہیں، جو کوئی شخص ان کی طرف بدعت کے بارے میں ڈھیلا پن منسوب کرتا ہے، وہ اپنی بات میں سچا نہیں ہے۔

لفظ "اہل السنۃ والجماعۃ" کا اطلاق حضرات اشاعرہ ماتریدیہ پر ہوتا ہے، احمد رضا خان بریلوی اور ان کی جماعت کا ان دو جماعتوں سے کوئی تعلق نہیں، احمد رضا خان جو رسول اللہ ﷺ کے لیے علم غیب کئی مانتے ہیں، یا یوں کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو سارے اختیارات سپرد کردیے گئے تھے، یہ دونوں باتیں اشاعرہ اور ماتریدیہ کے یہاں کہیں نہیں، نہ کتب عقائد میں کسی نے نقل کیا ہیں۔ اور نہ ان کی کتابوں میں ان کا کوئی ذکر ہے اور یہ دونوں باتیں قرآن وحدیث کے صریح خلاف ہیں، یہ سب بریلویوں کی اپنی ایجاد ہیں، اگر کوئی شخص بریلوی فرقہ کو اہل السنۃ والجماعۃ میں شمار کرتا ہے تو یہ اس کی صریح گمراہی ہے۔

ہم سب دیکھنا کھنگانہ کی طرف سے تمام مسلمانوں پر واضح ہونا چاہیے کہ اب بھی ہم اسی دیوبند مسلک پر شدت کے ساتھ قائم ہیں، جو ہمارے عہد اول کے اکابر سے ہم تک پہنچا ہے، ہمیں کما قسم کی سخت گوارا نہیں ہے۔ واللہ اعلم

محمد عاقل عطا اللہ عتہ..... صدر المدینہ محمد سلمان..... قائم مقام ناظم

مفتی محمد علی..... مفتی محمد رفیع عبدالرحمن عقی عتہ..... مفتی محمد رفیع

(مہر دارالافتاء و مظاہر العلوم سہارنپور)

(بحوالہ آپ کے مسائل اور ان کا حل) از شہید اسلام مولانا یوسف محمد حبیب نقوی دہلی، ج ۱۰، ص ۲۰۷

(۴۱۳۴)

### امام اہل السنۃ مولانا سرفراز خان صدقہ صاحب رحمہ اللہ:

امام اہل السنۃ کے تلمیذ حضرت مولانا محمد رشید صاحب مدظلہ العالی (استاذ الحدیث مدنیہ بہاولپور) فرماتے ہیں:

میں نے ایک بار حضرت امام اہل السنۃ سے پوچھا کہ بریلویوں کا کیا حکم ہے؟ ہمیں ان کے بارے میں کیا نظریہ رکھنا چاہیے؟ تو فرمایا: ان کے مولوی اور جرحم کے لوگ تو کفریہ عقائد کی وجہ سے کچے کافر اور مشرک ہیں، ان کے پیچھے نماز باطل بلا شک ہے البتہ عوام کی ہم تکفیر نہیں کرتے، کیونکہ وہ محض جاهل ہیں، ان کو سمجھانا چاہیے اگر وہ سمجھانے کے باوجود جانتے بوجھتے ہوئے کفر سیہ و شرکیہ نظریات پڑنے رہیں تو پھر ان کی بھی تکفیر کی جائے۔ ورنہ نہیں۔

حضرت کے فرزند ارجمند مولانا عبدالقدوس قادری صاحب مدظلہ العالی نے اس بیان کی تصدیق فرمائی۔ (ماہنامہ مقدس، شمارہ نمبر ۳۰، اگست ۲۰۱۳ء، ص ۴)

مزید تفصیل کے لیے مولانا حمزہ صاحب حسینی صاحب کا مضمون ”دیوبندی بریلوی اختلاف.....“ اور..... حضرت امام اہل السنۃ رحمہ اللہ ”مدرجہ“ ماہنامہ مقدس، شمارہ نمبر ۳۰، اگست ۲۰۱۳ء کا مطالعہ فرمائیں۔

### ان فتاویٰ کو نقل کرنے کا مقصد:

یہ ہے کہ اگر اکابر علماء دیوبند مثلاً حضرت تھانوی، مولانا اعجاز علی اور علامہ کشمیری و علامہ کاظم رضا خان یا بریلوی مسلک کے متعلق وہی موقف ہوتا جو کتب اذکاروی یا مجید نقلی یا دیگر رضا خانوں نے جھوٹے حوالے گھڑ کر ثابت کرنے کی کوشش کی تو ان کے علوم و عقائد کے امین ان کے اصغر و تلامذہ خلفاء ہرگز یہ موقف نہ اپناتے جن کا ذکر باقیل کے فتاویٰ میں موجود ہے۔ اس موضوع پر مزید تفصیل کے لیے حضرت مفتی نجیب اللہ عمر صاحب کا مضمون ”اکابر اہل



سنت دیوبند اور تحفیر احمد رضاؒ "مجلہ نور سنت" کے کنز الایمان نمبر میں ملاحظہ فرمائیں۔ نیز مذاکرہ اسلام مولانا ابوالیوب قادری صاحب نے بھی قریباً اکابر دیوبند کے ۱۵۰ کے قریب فتاویٰ جات و حوالہ جات کو جمع کیا ہے جن میں عقائد بریلویہ پر کفر کا فتویٰ دیا گیا ہے اور وہ انہیں شائع کرنے بھی ارادہ رکھتے ہیں۔

## ترجمان رضا خانیت کا دجل و غیبیس:

کاشف اقبال رضا خانی لکھتا ہے:

"اہل سنت و جماعت کے دیوبندیوں سے بنیادی اختلافات بھی یہی ہیں جن کو آج دیوبندی علماء الناس سے چھپاتے پھرتے ہیں حالانکہ ان سے اصولی اختلاف اہل سنت کا یہ ہے اور اس کا قرار خود دیوبندی علماء کو بھی ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ

شاید بہت سے لوگ غواہی سے یہ سمجھتے ہوں کہ میاں، قیام، عرس، قوالی، ہفتا تہ، تحفہ سوال، چالیسوال، بری وغیرہ رسوم کا جائز و ناجائز اور بدعت و غیر بدعت ہونے کے بارے میں مسلمانوں کے مختلف طبقوں میں جو نظریاتی اختلاف ہے یہی دراصل دیوبندی بریلوی اختلاف ہے مگر یہ کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں کے درمیان ان مسائل میں اختلاف تو اس وقت سے ہے جب دیوبند کا مدرسہ قائم بھی نہ ہوا تھا اور مولوی احمد رضا خان صاحب پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اس لیے ان مسائل کے اختلاف کو دیوبندی بریلوی اختلاف کہیں کہا جاسکتا علاوہ ازیں ان مسائل کی حیثیت کسی فریق کے نزدیک بھی ایسی نہیں ہے کہ ان کے ماننے اور نہ ماننے کی وجہ سے کسی کو اہل سنت سے خارج کیا جاسکے۔" (طیبتہ کن مناظرہ، ص ۶۵۔ فتوحات نعیمیہ، ص ۳۰۰ طبع لاہور)

(دیوبندیت کے بطلان کا اختلاف، ص ۲۵، ۲۴)

یہی عبارت مولانا مفتاحا تبش قصوری نے یہ کہہ کر نقل کی:

"اس سلسلے میں علمائے دیوبند کے ایک ممتاز فرد مولانا منظور احمد نعمانی فرماتے ہیں۔

(دعوت نگر صفحہ ۱۲ مکتبہ اشرفیہ مرید کے ۱۹۸۳) کم و بیش یہی بات دیوبندی مذہب

قارئین! غور فرمائیں مولوی کا شرف اقبال رضا خانی لکھتا ہے: "دیوبندی علماء" اور فقہا جانشین  
 قصوری لکھتا ہے: "علمائے دیوبند کے ایک ممتاز فرقہ" یعنی اول الذکر کے نزدیک یہ عبارت  
 بہت سے دیوبندی علماء کی ہے اور ثانی الذکر کے نزدیک فرد واحد یعنی مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی  
 ہے۔ دونوں میں سے ہم کس کو سچ تسلیم کریں۔ پھر ان دونوں کا فرافرد کیا جس کہ یہ عبارت "عرض  
 ناشر" کی ہے اور اس پر جتنی تہم سے لکھا ہوا بھی ہے مگر ایک اسے علمائے دیوبند کے قتل کی طرف  
 منسوب کرتا ہے اور دوسرا مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف۔ اس دھوکا دہی پر تو قصوری صاحب کو  
 خود "غور و فکر" کرنی چاہیے چہ جائیکہ وہ دوسروں کو "جموت فکر" دیں۔ بہر حال ہمارا اصل اختلاف  
 رضا خانیوں کے ساتھ ان کے نظریہ شرکیہ عقائد کی بنیاد پر ہے جس کی تفصیل ماقبل میں گزر چکی  
 ہے جس سے پہلو تھکی کرنے کے لیے ہماری رضا خانیوں نے ہمارے اکابر کی چند عبارت کو آڑ بنایا  
 آوا ہے۔ جو عبارت کا شرف اقبال صاحب یا قصوری صاحب نے پیش کی ہے وہ کسی عرض شرکی  
 ہے یہ صاحب کون ہیں عالم یا جاہل ان کا مسلک میں کیا مقام و مرتبہ ہے اس کا کچھ پتہ نہیں لہذا  
 ان کی تحقیق یا عبارت کے ہم ذمہ دار نہیں ان کے مقابلے میں ہم ماقبل اکابر علمائے دیوبند اور ان  
 کے دینی مراکز کا موقف پیش کر چکے ہیں کہ رضا خانیوں کے ساتھ اصولی اختلاف ان کے عقائد  
 کی بنیاد پر ہے۔ پھر خود کا شرف اقبال صاحب لکھتے ہیں:

"آج کل دیوبندی عوام الناس کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ اعلیٰ ملت و جماعت (بریلوی) مشرک اور  
 بدعتی ہیں خود باللہ اور ہم حق پر ہیں۔" (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۴۳)  
 جب ماننے ہو کہ دیوبندیوں کا تم سے اصولی اختلاف ہے اور وہ تمہیں مشرک سمجھتے ہیں تو اس  
 بحث میں پڑنے کی کیا ضرورت تھی کہ دیوبندیوں سے فرودگی نہیں اصولی اختلاف ہے۔

پھر مولوی کا شرف اقبال صاحب رضا خانی لکھتے ہیں:  
 "علمائے دیوبند عوام کو مخاطبہ دینے کے لیے خود بشر، استمداد، میلا، شریف، ختم و عرس وغیرہم  
 مسائل پر دھواں دار تقریریں کر کے یہ یقین دلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اصلی اختلاف ان

مسائل میں ہے۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۴۶)

اصل میں کاشف اقبال صاحب قارئین کو یہ مفالطہ دے رہے ہیں کہ علمائے اہل السنۃ والجماعۃ اپنے اکابر کی عبارات پر گفتگو سے پہلو تکیا کرتے ہیں اور دوسرے مسائل میں الجھا دیتے ہیں حالانکہ یہ مولوی صاحب کا سفید جھوٹ ہے علمائے اہل السنۃ والجماعۃ نے ہر مذہم پر ہر پلیٹ فارم پر اپنے اکابر کی عبارات اور ان پر الزام تراشیوں کا نہ صرف جواب دیا بلکہ ان کے بصر پر روقاع کیا ہے۔ ہم مولوی صاحب سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ کوئی ایسی مثال پیش کر دجس میں علمائے دیوبند نے اپنے اکابر کی عبارات کا رد قاع کرنے سے انکار کیا ہو قاع بریلویست حضرت مولانا منظور احمد نعمانی صاحب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

”سیرایہ عام اعلان تھا کہ ان (بریلویوں) کا کوئی مولوی جہاں تک کہ فقہ پہلازی کرتا مجھے اطلاع دی جائے میں ان شاء اللہ اپنے خرچ پر وہاں پہنچوں گا۔“

(بریلوی تفسیر کا تیار ہو پ: ص ۷۲، الفرقان مجلہ پاکستان)

مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ نے منظر الاسلام بریلوی میں تمہارے شیخ الحدیث مولانا سرمدان گورداس پوری کو ان عبارات پر چڑوں شانے چت کیا اور ذلت آمیز شکست سے دوچار کیا کہ بعد انہیں بریلی پھوڑ کر پاکستان آنا پڑا تفصیل کے لیے ”فتح بریلی کا دلکش نظارہ“ یا ”خودمانیہ“ ملاحظہ ہو۔ مولانا احمد رضا خان کے واسطے پر حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ نے خود احمد رضا خان کا مقابلہ کرنے کے لیے حسام الحرمین میں دی گئی عبارات پر مناظرہ کرنے کا اعلان کیا مگر خان صاحب کو آنے کی جرأت نہ ہوئی، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا غنیمت سہارنپوری جیسے اکابر نے کہا کہ خان صاحب کو لے آؤ ہم مناظرے کے لیے تیار ہیں مگر ان کی جرأت نہ ہوئی مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ ساری زندگی مناظرے کے لیے احمد رضا خان صاحب کو لاکار تے رہے مگر خان صاحب اپنے بل میں دیکے بیٹھے رہے۔ امیر عزیمت مولانا نواز تھنگوی صاحب شہید رحمۃ اللہ نے جھنگ کی سرزمین پر مولانا اشرف سیالوی کو ان عبارات

ذاتِ امیرِ مکتبہ اعلیٰ۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ”قاصدِ الفکر“، ”فتوحاتِ عثمانیہ“ و رسائل جامعہ پوری“، ”تورست کا مناظرہ بھنگ نمبر“۔

جبکہ اس کے مقابلے میں ہم نے جب بھی تمہارے اکابر کی عبارت پر مناظرے کی دعوت دی تو فوراً چیل پڑے کہ یہ کیسے گستاخ ہو سکتے ہیں؟ جب ہم نے تمہارے عقائد پر مناظرہ کرنے کے لیے کہا تو فوراً چیل پڑے کہ اسی یہ تو اصولی اختلاف ہی نہیں۔

ہم سے دفاع کا حق بھی چھینا جا رہا ہے:

ایک طرف تو الزام دیا جا رہا ہے کہ تم اصل اختلاف کی طرف نہیں آ رہے ہو مگر جب دوسری طرف مضامینوں کے ان الزامات کا منہ توڑ جواب دیا جاتا ہے تو فوراً یہ لوگ مظلوم بن جاتے ہیں کہ تاویلیں کیوں کرتے ہو پس سیدھا سیدھا کافر کہہ دو معاذ اللہ۔ آخر یہ دنیا کا کون سا قانون ہے کہ تم کسی پر بے جا الزوم بھی لگاؤ اور پھر اس سے دفاع کا حق بھی نہ دو؟ منشاء تاہشش قصوری صاحب لکھتے ہیں:

”سیدھی اور معقول بات تھی کہ ان عبارات کو مناسب الفاظ میں تبدیل کر لیا جائے یا ان سے رجوع کر لیا جائے۔“ (دعوتِ فکر، ص ۱۵)

قصوری صاحب ایمان سے جواب دینا کیا حضرت تھانویؒ نے اپنی عبارت کو تبدیل نہ کر دیا؟ تو پھر کیا تم چپ ہو گئے؟ کیا تکثیر کا مضطلہ ترک کر دیا گیا؟ جب کسی صورت ماننا ہی نہیں تو اس طرح کے لامعنی مطالبات کا کیا فائدہ؟ نیز کیا آپ اس بات کی ذمہ داری لیتے ہیں کہ اگر ان عبارات کو مناسب الفاظ میں تبدیل کر دیا گیا تو آپ حسام الحرمین کو دریا برد کرنے کے لیے تیار ہیں؟

سات کے مقابلے میں ایک کی قربانی آسان ہے:

مولوی حسن علی رضوی میلی لکھتا ہے:

”آج بھن انگریزوں کی مکتبہ فکر کے علماء سنجیدگی اور محنت اور حقیقت پسندی اور وسیع نظر سے

کام لیں اور اقتدار کے خاتمے اور امت کے اتحاد و توفیق کے لیے محنت کے لیے صرف پانچ مہینے مولویوں کی قربانی رہے دیں اور جن حضرات پر ان کی کفریہ گستاخانہ عبارات کے باعث حسام الحرمین شریفین اور السوارم البندیہ میں تو کئی کفر و ارتداد لگا رہا ہے اور عرب و عجم شرق و غرب پاک اور کے اکابر و مشاہیر علماء و فضلاء نے اس کی تائید و تصدیق فرمائی ہے (لغتہ اللہ علی اکابرین اس جموں کی حقیقت اپنے مقام پر ملت ازہام ہوگی ان شاء اللہ: از ناقل) صرف ان محنت کے چند مولویوں سے قطع تعلق کرتے ہوئے تو جن کو تو لیتا تسلیم کر لیں کفر کو کفر مان لیں اور سچے دل سے توبہ کر کے ان کی وکالت اور دلالی چھوڑ دیں جھوٹی تاویلات کا سلسلہ بند کر دیں اور حسام الحرمین پر تصدیق کر دیں تو امید ہے کہ امت کا وسیع تر اتحاد و یکجہتی قائم ہو سکتی ہے۔

(محاسبہ یوہودیت: ج ۱ ص ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱)

یہی مطالبہ اسی کتاب کے صفحہ ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶ پر بھی دہرایا ہے۔

لیکن ام حسن علی رضوی اور دیگر رضا خانوں سے عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک سارے فساد کی جڑ مولانا احمد رضا خان بریلوی ہیں۔ آج ہمیں تو اتحاد و یکجہتی امت کا وسیع مفاد کا لٹا کرنے کی دعوت تو دی جا رہی ہے اور مولویوں کی قربانی مانگی جا رہی ہے، لیکن اگر رضا خانی واقعی اپنی اس مصالحت کی دعوت میں سچے ہیں تو کیا سات کے مقابلے میں صرف اور صرف "ایک احمد رضا خان" کی قربانی نہیں دے سکتے؟ سات علماء کو قربان کرنے کا سودا سستا ہے یا ایک کو؟ آخر حسام الحرمین سے پہلے بھی تو یہ لوگ مسلمان تھے حسام الحرمین سے قبل ان مولویوں کی تکفیر کرنا اسلام لانے کے لیے لازمی جز تھا حسام الحرمین کے بعد بھی کئی بریلوی اکابر نے ان کو مسلمان کہا اور حسام الحرمین کی تصدیق سے صاف انکار کیا تو اب بھی اگر بریلوی علماء و ائس مندی، وسیع ظہری، وسعت قلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک اور صرف ایک احمد رضا خان کی قربانی دے دیں تو کوئی آسمان نہیں گر پڑے گا۔ خیرت ہے کہ اگر ہماری طرف سے احمد رضا خان پر اعتراضات ہوں تو فوراً: "سیاہ و سفید"، "محاسبہ یوہودیت"، "آئینہ اہلسنت"



سیدہ رشتہ کر کے عوام کو مغلطہ دیتے ہو۔ پھر کاشف صاحب آپ نے اپنی سب سے زیادہ بندوں کے ساتھ رشتہ خانہوں کے اصولی اختلاف کو سامنے لانے کے لیے لکھی گمراہی کتاب میں یہ عنوانات بھی ہیں: "دیوبندی اکابر کی انگریز نوازی"، "دیوبندی علماء کی تحریک پاکستان سے دشمنی"، "دیوبندی اکابر کی تضاد بیانی کے ثبوت"، "دیوبندی اکابر کی تہذیب و تصوف"، "دیوبندی فقہ کے چند مسائل"، "دیوبندی علماء کی جہد پرستی"، جواب دیں اصولی اختلاف کیا ہے اصولیاں کیوں؟

آپ کے علامہ کو کب نورانی اوکاڑوی لکھتے ہیں:

"دیوبندی وہابی تبلیغی گروہ سے ہزاروں اختلاف محض فردی اور خود بخود کا نہیں ہے بلکہ اصولی اور بنیادی ہے یقیناً آپ جاننا چاہیں گے کہ اختلاف کن باتوں پر ہے ملاحظہ فرمائیے۔"

(دیوبند سے بریلی: ص ۳۳۳) قرآن و ملی کتب خانہ

اور پھر آگے صفحہ ۳۳ پر "اصولی اختلافات" کا یوں ذکر کرتے ہیں:

"عیلاہ شریف، حرک شریف، ختم شریف، سوم، چٹلم، فاتحہ نوائی، اور ایصال ثواب سب ناجائز و بدعت اور کافروں و کفاروں کا طریقہ ہے۔" (دیوبند سے بریلی: ص ۳۵)

"نماز جنازہ کے بعد دعا، انگنائہ جائز۔" (دیوبند سے بریلی: ص ۳۷)

کاشف اقبال صاحب! آپ تو مندرجہ بالا میں سے کسی بھی مسئلہ کو اصولی اختلاف نہیں مانتے اور ان مسائل پر بحث کو مغلطہ ہی سمجھتے ہیں مگر آپ کے علامہ صاحب ان کو اصولی اختلاف میں شمار کر رہے ہیں اب جواب دیں کہ ہم آپ کو سچا مانیں یا آپ کے علامہ کو؟

علامہ میر علی چشتیاں جس کی کتاب سے آپ نے مرقہ کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

"عقیدہ حاضر و ناظر تمام امت محمدیہ کا مشترک اور اجتماعی مسئلہ ہے اور اس پر ایک ان لا تارکوا ضروریات سے ہے اور جس طرح عقیدہ ختم نبوت اور آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا منکر جماعت اہل اسلام سے خارج ہے اسی طرح عقیدہ حاضر و ناظر کا منکر اور آنحضرت ﷺ

سے مطلق خدا واد علم غیب کا منکر بھی اسلام سے خارج ہے۔

(دیوبندی مذہب: ص ۳۴، تحفیم الہ سنت کراچی)

جس مذہب کے مناظرین اور علماء ہی اپنے مذہب کے اصول و بنیادی عقائد پر متفق نہ ہوں انہیں دوسروں کو اصولی اختلاف کا درس دیتے ہوئے کچھ تو شرم و حیا کے پانی سے وضو کرنا چاہیے۔

فیصلہ عوام پر کیوں نہیں چھوڑتے:

مولوی کا شرف اقبال صاحب لکھتے ہیں:

”دیوبندی بریلوی اختلافات سمجھا ایسے ہیں کہ کوئی بھی مسلمان خالی الذہن ہو کر دیوبندیوں کی ان کفریہ و گستاخانہ عبارات کو پڑھتے تو دیوبندیوں کے حق میں فیصلہ نہیں دے سکتا۔“

(دیوبندیت کے بطلان کا اثبات: ص ۲۶، ۲۵)

اور منشا ۳۱ پیش تصویر کی صاحب لکھتے ہیں:

”انکار اور نفی سب کہ یہ عبارات اپنی اصل زبان میں ہوں یا دنیا کی کسی بھی زبان میں ان کا ترجمہ کر دیا جائے دنیا کا کوئی بھی بااخلاق اور مہذب آدمی کسی صورت میں بھی ان کی تحسین و تصویب نہیں کر سکتا نہ چاہے ایک مسلمان“۔ (دعوت فکر: ص ۲۹)

جواباً عرض ہے کہ اگر معاذ اللہ اہل حق اہل سنت والجماعت کی یہ عبارات اتنی ہی صریح طور پر گستاخانہ ہیں تو فیصلہ عوام پر کیوں نہیں چھوڑتے؟ کیا وجہ ہے کہ رضا خانوں کو ان عبارات پر حواشی چڑھانے پڑتے ہیں، ان عبارات کو بلا تھورو بلا عنوان بلا حاشیہ عوام کے سامنے کیوں پیش نہیں کیا جاتا؟ کوئی ایک کتاب کوئی ایک تقریر ایسی دکھلاؤ جس میں ان عبارات کو بیان کرنے سے پہلے اس پر مکروہ عنوان یا اس کا مکروہ خلاصہ بیان کر کے عوام کی مخصوص ذہن سازی نہ کی گئی ہو۔ اگر تم لوگ واقعی اپنی اس بات میں سچے ہو تو پھر ہم بھی وجہ دیتے ہیں کہ پاکستان سے کوئی ایسے تین اشخاص منتخب کر لو جو صاحب زبان ہوں دیوبندی بریلوی اختلافات کا کچھ علم نہ رکھتے



ہوں اور نہ ہی ان کتب کا کبھی مطالعہ کیا ہوتا کبھی ان کے بارے میں کچھ سنا ہوا ایسے لوگوں کو یہ کتابیں پکڑا دی جائیں اور ان سے کہا جائے کہ ان کا مکمل بالاستیعاب مطالعہ کرو اور جہاں کوئی بات قرآن و سنت کے خلاف دیکھو نشان زد کرو مگر انہوں نے ان عبارات پر ایسا ہی اعتراض کیا جیسا کہ آپ لوگ کرتے ہو تو سر آنکھوں پر۔

پھر آپ کے جن اکابر نے ان عبارات کو ٹھیک سمجھا کیا وہ بد اخلاق و بد تہذیب، کافر لوگ تھے جو ان عبارات کی تائید و تحسین کر رہے ہیں؟ دلچسپ بات یہ ہے کہ مولانا عبدالمسیح رام پوری نے براہین قاطعہ کی گیارہ عبارات نقل کی ہیں جن کے متعلق کہا:

”مؤلف براہین قاطعہ نے بہت مضامین ایسے لکھ دیے جس سے اکثر اہل اسلام متوحش و غور ہو گئے۔“ (انوار ساطعہ، ص ۳۲، القرآن، پہلی ایڈیشن لاہور)

مگر ان ”متوحش عبارات“ میں براہین قاطعہ کی وہ عبارات پیش نہ کی جس پر خان صاحب بریلوی نے حسام الحرمین پر کفر کا فتویٰ دیا جس عبارت پر قصوری صاحب حمزم کو دعوت فسکور دے رہے ہیں نیز حسام الحرمین سے پہلے ہندوستان کے کسی مستبد عالم دین نے ان عبارات کا وہ معنی مفہوم مراد نہیں لیا جو احمد رضا خان صاحب کے ایمان و دماغ میں آیا جو اس بات کا کٹھن ثبوت ہے کہ احمد رضا خان اور اس کی حسام الحرمین فساد کی اصل جڑ ہے ورنہ دیگر کو ان عبارات میں ایسی کوئی قباحت نظر نہ آئی۔

### اصولی اختلاف صرف ایک مسئلہ پر:

ترجمانِ رضا خانیت کا شرفِ اقبال صاحب آج اپنی عوام کو سب سے بڑے و بڑے رہنما کے ساتھ ہمارا اختلاف یہ ہے کہ انہوں نے اللہ و رسول و انبیاء و صحابہ کرام و اولیاء امت کی گستاخیاں کی ہیں معاذ اللہ۔ جبکہ بریلوی و جمل العلماء مولانا جمل حسینی صاحب لکھتے ہیں:

”مصنف صاحب اگر چہ ہمارے اکار باطل امکان کذب اور قائل وقوع کذب الہی کو کافر و نافرین

جانتے تو تمہارا جدید مذہب ہی کیوں بننا اور ہم الٰہی سنت سے تمہارا اختلاف ہی کیا ہوتا۔

(روحانی خزائن، ص ۴۹۶ اور نوٹس، صفحہ ۱۱۰)

تو مولوی صاحب تمہارے انکار کے نزدیک تو ابالغ النزاع مسئلہ صرف ایک ہے اور وہ ہے "اسکان کذب" تو خواہ مخواہ دوسری باتوں پر وقت کیوں صرف کرتے ہو یہ وہ کتاب ہے جس کے پڑھنے کی تلقین آپ اپنے قاری کو بھی کر رہے ہیں۔ تو پہلے خود تو اس کتاب کے مستدرجات سے متفق ہو جاؤ۔

### فروعی مسائل میں ملت و صالحین سے جدا ہونے کا الزام:

مولوی کا شرف اقبال رضا خانی صاحب قلم ہے:

"دیوبندی مذہب فروعی مسائل میں بھی ملت و صالحین سے جدا ہے اس کا اقرار بھی دیوبندی علماء نے خود کیا ہے کہ اس سلسلے میں حضرات علمائے فرقہ گیلکھنوا حضرت مولانا عین القضاہ صاحب علیہ الرحمۃ مولانا معین الدین اجیمیری، مفتی، حضرت مولانا محمد مجاہد صاحب بہادری مرحوم جیسے بہت سے علمائے کرام اور علمی سلسلوں اور خانہ خانوں کا نام لیا جاسکتا ہے ان حضرات کا مسلک حضرات علمائے دیوبند کے مسلک سے مختلف تھا۔"

(فیصل کن مناظرہ، ص ۶۔ فتوحات نعمانیہ، ص ۳۰۰)

دیوبندی کے بظان کا انکشاف صفحہ ۳۵ پر یہی بات مولانا منظور نعمانی صاحب دیکھنے کے حوالے سے مولوی غلام صبر علی نے اپنی کتاب "دیوبندی مذہب صفحہ ۶۹ و صفحہ ۶ بار اول میں بھی لکھی۔

اس سلسلے میں گزارش ہے کہ اول تو یہ عبارت کسی ناشر کی ہے جس کے ہم ذمہ دار نہیں پھر خود تحفیر کے مسئلہ میں علمائے فرقہ گیلکھنوا کے ساتھ نہیں اسی طرح مولانا معین الدین اجیمیری نے بھی علمائے دیوبند کی تحفیر نہیں کی بلکہ ایک پوری کتاب احمد رضا خان صاحب کے خلاف بنام "تجلیات انوار السعین" لکھی جس میں مولانا احمد رضا کی وہ گت پائی ہے جو پڑھنے کے لائق

ہے۔ تو اس معاملے میں سلف و صالحین کے باغی تو تم بھی ہوئے۔ پھر کیا ان چار مولویوں کا نام سلف و صالحین ہے؟ آؤ ہم تمہیں دکھاتے ہیں کہ سلف و صالحین کا باغی کون تھا؟

مولانا احمد رضا خان صاحب اکابر کا باغی:

مولوی محمد اسلمعیل بریلوی لکھتا ہے:

فاضل بریلوی کا اکابر سے اختلاف اور مفتی سید شجاعت علی قادری علیہ الرحمۃ کی تصریح مفتی سید شجاعت علی قادری رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

”حقیقت یہ ہے کہ مولانا رفیعہ کے علمی ذخائر میں یہ تلاش کرنا کچھ مشکل نہیں کہ آپ نے کس کس سے اختلاف نہ کیا بلکہ اصل وقت طلب کام یہ ہے کہ وہ کونسا فقیہ ہے جس سے مولانا نے بالکل اختلاف نہ کیا ہوا گریبا کوئی شخص نکل آئے تو یہ ایک بڑی تحقیق ہوگی۔“

(حقائقِ شرحِ مسلم و دقائقِ حیان القرآن: ص ۷۰، افریدیک اسٹال لاہور)

بریلویو آنکھیں کھول کر اس حوالے کو چھو، ۱۳۰۰ سال میں سینکڑوں فقیہ گزرے ہیں لیکن احمد رضا خان کی ایسی طبیعت تھی کہ کسی کی تحقیق پر اعتماد نہیں کیونکہ مذہب جو جدید بنانا تھا اس لیے پوری امت سے اختلاف کر کے ایک نیا دین بنایا۔ چار مولویوں سے دیوبندی اختلاف کرے تو سلف کا باغی اور جو آدمی ساری دنیا کے علماء سے اختلاف کرے یہ اس کی عظمت کی دلیل بن جائے یا رکچھ تو خدا کا خوف کرو۔

مولانا احمد رضا خان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وائمہ مجتہدین کا باغی:

”مجددِ برحق امام احمد رضا نے اکابر صحابہ اور احمد مجتہدین (امام اعظم، امام مالک، اور امام احمد بن حنبل) رضی اللہ تعالیٰ عنہم، جنہیں کے موقف سے اختلاف فرمایا ہے۔“

(حقائقِ شرحِ مسلم و دقائقِ حیان القرآن: ص ۷۳، افریدیک اسٹال لاہور)

اس کتاب پر مولانا شاہ احمد نورانی، مفتی فیض الرحمن، علامہ حسن حقانی، علامہ جمیل احمد نعیمی جیسے جید بریلوی اکابر کی تصدیق ہے۔

بریلوی عوام کو دھوکا دیتے ہیں کہ ہم تو حنفی ہیں سلف صالحین کے پیرو ہیں مگر دیکھا کہ اس نے امام ابوحنیفہ سے لیکر تمام حنفی فقہاء بلکہ صحابہ و تابعی کا رعبہ سے اختلاف کیا ان کی جگہ اپنی تحقیق پیش کی ان کی تحقیق پر اعتماد نہ کیا۔ سلف و صالحین کی پیروی کا نعرو ان کا دھوکا ہے ان کا مقصد صرف اور صرف احمد رضا خاں صاحب کی اندھی تقلید کروانا ہے۔

### جاہلی و خبیث کون؟

ترجمان رضا خانیت صاحب نہایت تہذیب و شانستگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”جو شخص دیوبندیوں کو ضروریات دین میں اہل سنت کے ساتھ متفق بتلا کر اس کو فروعی اختلاف بتانا چاہتا ہے یہ اس کی جہالت و خباثت پر دل ہے۔“ (دیوبندیوں کے بطلان کا اختلاف ص ۲۵)

آئیے! ہم آپ کو بتلاتے ہیں کہ یہ جاہل و خبیث حضرات کون ہیں جن کی طرف موصوف اشارہ کر رہے ہیں۔

### بریلوی استاذ العلماء فیض احمد گولڑوی:

”جہاں آپ بریلوی مکتب فکر کے جہاد کرام میں ایک عارف محقق اور عالم مدتی تسلیم کیے گئے ہیں وہیں دیوبندی طبقہ کے اکابر علماء بھی آج بجا بجا کر علم و عرفان کے ثناء خواں نظر آتے ہیں ان دور بے اسلامی فرقوں کے علاوہ دیگر اسلامی اور غیر اسلامی فرقوں میں بھی آپ ایک بلند مقام رکھتے ہیں۔“ (اعلام مکتبہ المدینہ ص ۱۹۸۵)

اس اقتباس میں فیض گولڑوی صاحب خلیفہ مجاز پیر گولڑوی نے بریلویوں کی طرح دیوبندیوں کو بھی اسلامی فرقہ تسلیم کیا گو یا دیوبندیوں کو ضروریات دین کا منکر نہیں سمجھتے۔

### مولانا پیر کرم شاہ ازہری بھیروی:

پیر صاحب دیوبندی بریلوی اختلافات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اس باہمی و داخلی انتشار کا سب سے المناک پہلو اہل السنۃ والجماعہ کا آپس میں اختلاف ہے جس نے انھیں دو گروہوں میں بانٹ دیا ہے دین کے اصولی مسائل میں دونوں حلق ہیں اللہ تعالیٰ کی

توحید ذاتی اور صفاتی حضورِ نبی کریم ﷺ کی رسالت اور ختمِ نبوت قرآن کریم قیامت اور دیگر ضروریاتِ دین میں کئی موانعت ہے۔“ (تفسیر ضیاء القرآن: ج ۱ ص ۵)

**غور فرمائیں!** انہوں نے تو واضح طور پر دونوں گروہوں کو ضروریاتِ دین میں کئی غلطی متفق مانا ہے۔

مولوی محمد امین خادم خاص شاہ احمد نورانی و ناظم انوار القرآن کراچی:

”سارے اسلام اس بات پر شاہد ہے کہ مسلمانوں نے ہمیشہ سے تعلیماتِ نبویہ کی پیروی کی اور اس کی اپنا مشعل راہ بنایا اور باہمی اتحاد و اتفاق کا عملی مظاہرہ کیا مگر کچھ فتنہ پسند افراد نے مسلمانوں میں اختلافات کو دوادی اور مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا اور غلطی ایک فرد واحد کی طرح ہمارے تقبی اس کو بھی فروغی اور کبھی اصولی اختلافات کے ذریعے تقسیم کر دیا مگر ہر دور میں اللہ تعالیٰ کے بکے بندے مسلمانوں کے درمیان اتحاد و اتفاق کی فضا پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہے آپس کے اختلافات کی خلیج کو کم کرنے کی مشقت اٹھاتے رہے اختلافی مسائل کو درمیان سے ہٹا کر مختلف مسائل پر اشتراک کر کے ایک مشترکہ مقصد کے لیے جدوجہد کے لیے تیار کرتے رہے، چنانچہ برصغیر میں جب تحریک پاکستان شروع ہوئی تو اس وقت مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کے علماء نے اس تحریک کی حمایت کی اس کے لیے جدوجہد کرنے والوں میں اہل سنت و جماعت کے علماء تھے کچھ دیوبند کے علماء بھی تھے، شیعہ تھے تو اہلحدیث بھی تھے۔“

(عہد رواں کی ایک عبقری شخصیت، ص ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶

”قوم شیعہ، دیوبندی، سنی، حنفی، وہابی، بریلوی، غیر بریلوی، مقلد اور غیر مقلد کے بے معنی اور بلاجواز تفریق میں پھنسی ہوئی تھی“۔ (ماہنامہ نفاذ کراچی، ۱۶ دسمبر ۲۰۱۳ء)

یہ جمعیت والے تو کہتے ہیں کہ یہ سب اختلاف دُرامہ بازی ہے لفظی اختلاف سب سے مولوی کشف صاحب آپ کی جماعت و مذہب کے ان علماء کے مقابلے میں آپ کی بھلا کیا حیثیت ہے؟ کچھ تو شرم کریں پہلے اپنی چار پائی کے نیچے جھاڑ دیکھیں۔

### ہندوستان میں وہابیت کی بنیاد اول کس نے ڈالی؟

ترجمانِ رضا خانیت نے دیوبند کے بطلان کے انکشاف صفحہ ۲۸ پر یہ عنوان قائم کیا ”ہندوستان میں وہابیت و دیوبندیت کے فتنہ کی بنیاد اول“ اور پھر یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ ”سب مسلمان متفق تھے حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے آکر اختلاف برپا کیا اور اسی نے سب سے پہلے ہندوستان میں وہابیت کی بنیاد ڈالی“۔ یہی رام کہانی مولوی غلام مہر عسلی نے دیوبندی مذہب، ارشد قادری نے سوانح امام احمد رضا کے مقدمہ میں الدھپانوی نے انوار آفتاب صداقت میں، ابوالحسن زید قادری نے مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویہ الایمان میں غرض اس موضوع پر لکھی جانے والی ہر کتاب میں اس الزام کو دہرایا گیا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جید بریلوی اکابر نے ہندوستان میں ”وہابیت“ کا سہرا ”شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ“ کے سر باندھا ہے اور اس کے لیے جو مکروہ تاریخ نویسی کا ثبوت اس پینٹ پرست مذہب کے مولویوں نے دیا ہے اس کو دل پر ہاتھ رکھ کر پڑھیں۔

### شاہ ولی اللہ وہابی تمھارا خانی اکابر کی ہرز و سرائی:

مولوی محمد رمضان قادری بریلوی رضا خانی لکھتا ہے:

”شاہ ولی اللہ کے سنی حنفی یا غیر مقلد وہابی ہونے کی تحقیق۔۔۔

واضح رہے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی زندگی کے پہلے دور میں کچھ حنفی اور عظام اہل سنت و جماعت کے نہ صرف حامل بلکہ مبلغ و داعی تھے مگر افسوس کہ زندگی کے دوسرے دور میں یعنی عہد و

جواز میں ابن عبد الوہاب مجددی سے ملنے کے بعد دہلیت سے متاثر ہو گئے ... شاہ ولی اللہ صاحب کا نام احمد ہے آپ کے والد ماجد شاہ عبد کریم صاحب متقلہ عقلی اور مشہور اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے تمام علوم اپنے والد سے حاصل کیے اور جیسے کہ آپ ابھی پڑھ چکے ہیں آپ بھی متقلہ عقلی اور غلام شریعت و طریقت کے عالم باعمل تھے اپنے والد کی وفات کے بعد آپ ان کے جانشین بنے آپ کو اس قدر شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی کہ آپ کو شاہ ولی اللہ صاحب الدین جیسے معزز القاب سے نوازا جانے لگا۔ واضح رہے کہ شاہ صاحب موصوف ابن عبد الوہاب مجددی کے معاصر ہیں جس زمانے میں آپ ہندوستان میں دینی خدمات سر انجام دے رہے تھے اسی زمانے میں شیخ مجددی مجدد و جاز میں دہلیت کے فروغ و قتل و غارت اور لوث مار میں مصروف تھے جب شاہ ولی اللہ صاحب فریضہ حج ادا کرنے جواز مقدس پہنچے تو وہاں آپ کی ملاقات ابن صاحب الوہاب مجددی سے ہوئی (یہ سفید جھوٹ ہے تاریخ میں ان دونوں حضرات کی ملاقات کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ الزناقل) شیخ مجددی یہ جان کر کہ آپ عالم شہیر اور مسلمانان ہند کے ذی اثر علماء میں سے ہیں آپ سے بڑی گرم جوشی کے ساتھ پیش آیا اور میل جول بڑھتے بڑھاتے ان دونوں میں بے تکلفی کی حد تک دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے۔ شاہ صاحب تحریک دہلیت کی سیاسی سرگرمیوں کو دیکھ کر بڑے متاثر ہوئے اور معاہدہ ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کے تیزل اور انحطاط کا نقشہ تصور فرمایا۔ مسلمانوں کی اس ڈنگاتی حکومت کے خلاف انگریزوں کی ایسٹ انڈیا کمپنی کی سازشوں اور جس میں فضل حق خیر آبادی جیسے لوگ ملازم تھے (الزناقل) اور ریشہ دانیوں کو یاد کر کے ہنسنے لگے چنانچہ آپ نے پختہ فیصلہ کر لیا کہ آپ ہندوستان پہنچ کر ابن عبد الوہاب مجددی کے طریقے اور اصولوں پر مسلمانوں کی تنظیم اور تحریک کا قیام دین چلا کر پورے ہندوستان میں ایک مضبوط اسلامی حکومت قائم کرنے کی جدوجہد میں لگ جائیں گے۔ آپ نے شیخ مجددی کے طریقہ کار اور اصولوں کو اسلامیان ہند کی زیوں حالی کا مکمل علاج قرار دے کر ابن عبد الوہاب مجددی کی ہدایات اور مشورے سے ایک منصوبہ بنایا اور اس پر غور و غوض کرنے کے بعد لائحہ عمل مرتب کر کے مراجعت کی۔ ... مگر چونکہ شیخ مجددی کی تحریک دہلیت کی بنیاد اصول دہلیت پر قائم تھی اس لیے شاہ صاحب موصوف نے جب مسلمانان ہند کی تنظیم و اصلاح کے پیش نظر اس کے اصولوں کو یاد کیا

گویا اصول و ہدایت ہی کو اپنا یا اور اس طرح آپ پر بایں ہمہ علم و فضل و ہدایت کا رنگ۔ چپڑھ  
 کیا۔ اپنے والد ماجد کی تعلیم و تربیت سے آپ... تو ابو الوہاب یا ابن عبد الوہاب مجددی کی صحبت کے  
 اثر سے غیر ارادی طور پر ان مقامات سے آپ کی فطرت گئی اور انہوں نے مسلمانان ہند کو سیاسی  
 کامیابی حکومت اسلامیہ کے استحکام اور ایسٹ انڈیا کمپنی کو شکست دینے کے جوش و جذبہ میں مغل  
 پ اور ابن عبد الوہاب مجددی کی کامیابیوں سے مرعوب ہو کر اصول و ہدایت کو قبول اور اختیار کرتے  
 ہوئے اس امر پر غور نہ فرمایا کہ وہ ہدایت کے اصول و عقائد جمہور اہل سنت و جماعت کے اصول و  
 عقائد سے یکسر مختلف اور متضاد اصل اسلام ہی کے خلاف ہیں اور درحقیقت ایک عظیم فتنہ کی حیثیت  
 رکھتے ہیں اور اس پر بھی توجہ نہ کی کہ ہندوستان میں اصول و ہدایت کے تحت تحریک اقامت دین کو  
 مسلمانان ہند قبول و برداشت نہیں کریں گے۔ اور ان کی شخصیت پر بھی برا اثر پڑے گا۔ جس ان پر  
 جو دھن سوار ہو گئی تھی اسی دھن میں ترویج و ہدایت کا ہندو فیصلہ کر بیٹھے۔

ہندوستان واپس پہنچنے پر آپ کی حالت ہی بدلی، نہ وہ عالم اندر رنگ تھا اور نہ ہی طریقت کے اطوار  
 باقی تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں غبار سے واپس آنے کے بعد والد ماجد کی نسبت باطنی  
 اور علم و تقریر کی حالت سمجھا اور ہی ہو گئی تھی..... پس جب آپ کے شاگردوں اور آپ کے والد  
 محترم کے تربیت یافتہ اور سلجھے ہوئے عقیدت مندوں نے خلاف توقع آپ کے منہ سے نامانوس  
 باتیں اور عقائد اہل سنت کے خلاف آپ کی گفتگو سنی (لحدہ اللہ علی اکذا ذینا ازنا نقل) تو حیران و  
 ششدر ہو گئے اور رنہ رنہ آپ سے بے تعلقی ہوتے چلے گئے۔ تاہم شاہ صاحب اپنے طے کردہ  
 پروگرام کے مطابق اصول و عقائد و ہدایت کی ترویج میں کوشاں رہے نیز اس سلسلے میں بھی چند  
 کتابیں بلاغ النہین (تاریخ نویسی کے ذریعے موصوف سنت میں مطابقت کا خیال نہ ہا) اور تحفۃ  
 الموحدین وغیرہ تصنیف کیں۔ (انہی کتابوں کو وہابی صاحبان کثرت شائع کرتے ہیں اور مشتبہ  
 تقسیم کرتے ہیں) مسلمانوں نے شاہ صاحب کو ان کے الوکھے وہابیہ نہ خیالات و عقائد کو قبول نہ کیا  
 بدلی اور اطراف و جوارب میں شہر ہوا جو گیا کہ ولی اللہ وہابی ہو گیا علما نے اہل سنت شاہ صاحب کی  
 اس غلط روی کے خلاف کمر بستہ ہو گئے اور انہوں نے وہابیہ نہ عقائد کی نہایت فرض شناسی کے ساتھ  
 بر محل تردید کی شاہ صاحب نے خود کو نبھائے اہل سنت کے عہد کی کھانا شروع کیا اور دوسرے وہابی



بھی ان کی ضروری میں محمدی کہلانے لگے۔ اس طرح شاہ ولی اللہ صاحب کے ذریعہ اس ملک میں بھی وہابیت کی داغ بیل چڑھ گئی اور مسلمان قوم سنی وہابی کے جھگڑے میں پھنس کر باہم دست و پا کر رہی تھی اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔

(مکمل تاریخ وہابیہ: ص ۷۲ تا ۷۹ رشتہ کاوریہ پتھور سندھ ۱۹۸۲ء)

یہ کتاب شاہ قراب الحق قادری کے اہتمام سے شائع ہوئی، اس پر بریلوی منظر مولوی محمد الرحیم سکندری نے مقدمہ لکھا، مٹا تاجش قصوری نے نشان منزل کے عنوان سے کتاب کی تحسین تعریف کے قلم اے ملانے جبکہ بریلوی معین الملت مولوی معین بریلوی نے کتاب پر تقریباً گیسو کم و بیش یہی مکرر تاریخ بریلوی غزالی جنید و رازی دوران مولوی عمر امجدی صاحب سے اپنی بدنام زمانہ کتاب ”مقیاس حلیت صفحہ ۵۷۵ تا ۵۸۵ روار الحقیاس امجدیہ ۱۹۶۶ء“ پر بیان کی ہے۔

قارئین کرام! آپ نے بریلوی جید اکابر کی طرف سے تاریخ کے نام پر اس جھوٹ مسک فریب کے سیلاب پلندے کو بلا حقد کیا یہ جھوٹی تاریخ گھڑنے کی وجہ بھی خود اس مولوی کے قلم سے ملتا حقد فرمائیں:

”اس امر کی تحقیق میں یہ سال تالیف کرنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ موجودہ زمانے کے وہابی صاحبان بدلے ہوئے حالات کے تحت تاریخ کو مسخ کرنے کی مستطعم جدوجہد میں مصروف ہیں۔“ (مکمل تاریخ وہابیہ: ص ۱۵)

چھلنکو اپنے چھید نظر میں آ رہے ہیں اور لوٹے کو طعنہ دے رہا ہے کہ تجھ میں دو سوراخ ہیں مولوی غلام مہر علی چشتیاں جس کی دیوبندی مذہب سے مواد سرقہ کر کے کاشف صاحب کتاب تیار کی وہ لکھتا ہے:

”مبارکے فساد کی جز مولوی شیخ احمد معروف بہ شاہ ولی اللہ مولوی اور علی سامانی بہا نے والے ان کے بیٹے رفیع الدین و عبد القادر ہیں جہالت عامہ کے دور میں دہلی میں سنی کی طرح ان کی طرح

شاہی کا چڑے کا مکہ چلتا تھا۔ یہ مولوی احمد اللہ خان مجتہدان کا حیرت انگیز بیوی تھے اولی سنی پھر  
مجددی..... خود چاہے اللہ بخش تو سنی علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ شاہ ولی اللہ نے حکام شاہ عبدالعزیز  
نے اس پر مٹی ڈالی مگر اسماعیل نے اسے چمکا کر کے سارے ملک کو متعفن کر دیا۔“

(عصر النبی الصلی علیہ وسلم ص ۸)

بریلوی رئیس القلم سید عبدالکریم علی ہاشمی لکھتا ہے:

”اس مذہب کے آخری امام ابن عبدالوہاب جس نے یہ طریقہ اپنے شیخ غریقت شیخ محمد حیات  
ندی سے لیا ہے اور اس نے مدینہ کے ۱۲۷۰ھ میں لیا ہے شیخ احمد شاہ ولی اللہ مدینہ  
دہلوی نے بھی ان علیہ مدثن میں سے پانچ اصحاب حدیث سے حدیث کی سند مسلسل کی ہے  
چنانچہ سب سے پہلے آپ نے مدینہ سے وہابی مذہب ہندوستان میں لے آئے۔“

(المیزان کا امام احمد رضا نمبر ص ۶۱)

بہر حال رضا خانیوں کی بیان کردہ اس مسخ شدہ تاریخ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے:

❖ شاہ ولی اللہ اپنے پہلے دور میں اہل السنۃ والجماعۃ مسلمان تھے۔

❖ شاہ صاحب جب مجاز مقدس پہنچے تو وہاں محمد بن عبدالوہاب مجددی مرحوم سے ملاقات  
ہوئی۔

❖ آپ اس کی نقل و غارت گری اور لوٹ مار سے بہت متاثر ہوئے۔ معاذ اللہ۔

❖ چنانچہ آپ نے اس سے دوستی کی اور مکمل جوں کے توہمت بڑھ کر بے تکلف دوستی میں  
بدل گئی۔

❖ آپ نے مجددی اصولوں پر تحریک اقامت دین قائم کرنے کا منصوبہ بنایا۔

❖ اس خیال میں محمد بن عبدالوہاب مجددی سے صلاح مشورہ کیا۔

❖ جب اصول وہابیت کو اپنایا تو وہابی رنگ چڑھ گیا۔

❖ شیخ مجددی کی صحبت کی وجہ سے بلند مقام و رفیع درجات سے یکسر محروم ہو گئے۔

❖ ایسا دھن سوار ہوئی کہ تمام تر مخالفت کے باوجود وہابی دین قائم کرنے پر کمر بستہ ہو گئے۔

ہندوستان واپس آکر اپنے واپس آنے کا طریقہ اور شریعت شروع کر دی۔ معاذ اللہ۔  
 اسی سلسلے میں ابلاغ الحسین اور تحفۃ الموحدين نامی کتب تصنیف کی۔  
 ہندوستان کے مسلمانوں نے اسے قبول نہ کیا اور ایک شور مچا ہو گیا کہ شاہ ولی اللہ وہابی  
 ہو گیا۔

وقت کے تمام بڑے علماء نے آپ کی تردید شروع کر دی۔  
 آپ نے اہل سنت کے نام سے چیز اور کیا ظاہر کرتے ہوئے خود کو فہمی کہنا سنا سنا کر دیا  
 کر دیا۔

سب سے پہلے مدینہ سے ہندوستان میں وہابیت کو شاہ ولی اللہ لائے انہوں نے اس  
 خطہ میں وہابیت کی تاریخ تل ڈال کر سنی قوم کو سنی وہابی کے نام سے باہم دست و گریبان کر دیا۔  
 مجھ سمیت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ سے محبت رکھنے والوں کو رضا خانیوں کی ذکر  
 کرو دہان کے دلوں سے زیادہ اس سیاہ تاریخ کو پڑھتے ہوئے جس کو فت اور فتنی ڈیزین  
 سامنا کرنا پڑا ہندو اس پر مخدرت خواہ ہے لیکن کیا کریں جب تک ان امور کو سامنے نہ لایا جائے  
 عوام اس نہ ہر لیے اہل سنت و شریعت کو کس طرح پہچان پائیں گے۔ بہر حال وہ رضا خانی  
 حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ پر یہ بے بنیاد الزام لگاتے ہیں کہ وہابیت کی تاریخ ہسپل لائے  
 والے شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ ہیں وہ اپنے اکابر کی اس تحقیق کو پڑھیں اور اپنا قبلہ درست کریں۔

مولانا احمد رضا خان بھی وہابی تھے:

ترجمان رضا خانیست لکھتا ہے:

”گو یا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالحزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ وغیرہم کے  
 نظریات وہی تھے جو کہ آج اہل سنت و جماعت (بریلوی) کے ہیں جن کی ترجمانی امام المسند  
 ... احمد رضا خان ... بریلوی ... نے لکھی ہے۔“ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۳۵)  
 جب رضا خانی بریلویوں کے عقائد وہی ہیں جو شاہ ولی اللہ کے تھے تو شاہ صاحب علیہ الرحمۃ

تو تمہارے نزدیک اپنا وہابی تھا اس دہائیت پر ان کی وفات ہوئی تو مانو کے تم سب بھی وہابی ہو اور مولا نا احمد رضا خان بریلوی اسی دہائیت کی ترجمانی کرتا تھا تو مورد الزام صرف شاہ اسماعیل شہید بریلوی کیوں؟ پھر یہ کہنا بھی کھڑا جھوٹ ہے کہ ہم حضرت شاہ صاحب کے عقائد پر ہیں یہ حضرات علم غیب کو خاصہ خداوندی مانتے، اولیاء اللہ کو حاجت روا ماننے کو مشرک سمجھتے، مزار است، ہر کے ہانے والے منکرات کو مشرکین، مکہ کا مشرک کہتے، عید الفی نام رکھنے کو منع کرتے، اولیاء اللہ کے نام پر ذبح کو حرام جانتے وغیرہ ان میں سے ایک سے بھی بریلوی اور اس مذہب کا بانی مولا نا احمد رضا خان صاحب متعلق نہ تھے بلکہ مکمل کھلا دشمن دہائیت کہتے۔

مولا نا احمد رضا خان صاحب کی سند حدیث مستقطع ہے:

مولا نا احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

”اور سب سے بڑھ کر بھاری مشرک کفر کا فرمایا ہے اللہ شہ ولی اللہ انوں، جو مشرکوں کو اولیاء اللہ جانتے اپنا شیخ و مرشد و مرجع سلسلہ مانتے احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سندیں ان سے لیتے مدقوں ان کی نقد و رد کی و کشف بر داری کی داد دیتے انہیں شیخ اللہ اول بناتے ان کی ملاقات کو بلفہ دست بوس تعبیر فرماتے ہیں محدثی کا تمہ حدیث کی سندیں یوں بر باد ہو گئیں کہ اتنے مشرکین ان میں داخل پھر شاہ عبد المعز صاحب کو شاہ ولی اللہ صاحب سے کیا نسبت خدمت، اراکات و کمند و بیعت و مدرج و عقیدت حاصل اور ان کی سب سندیں تمہارے طور پر مشرک اقصم و کانرا کہہ شامی کہاں کی شامی کیسی محدثی اصل ایمان کی سلامتی مشکل“۔ (بیات السموات: ص ۱۶۳، جامعہ ایڈٹ کچن)

مولا نا احمد رضا خان صاحب نے جس قسم کے الفاظ حضرت شاہ صاحب محدث و ہلوی کی طرف منسوب کر کے جس تہذیب و شائستگی کا ثبوت دیا ہے وہ قارئین خود سلا مکتفہ منسجم مائیں۔ ہر دست ہم یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ اگر سند حدیث میں کوئی کافر مشرک آ جائے تو سند حدیث بر باد اور محدثی و شائستگی ضائع ہوئی تو مولا نا احمد رضا خان صاحب کو اپنے پیسہ مار و ہروی سے جو اعزاز کی سند حدیث ملی ہے اس میں تیسرے نمبر پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا نام

ہے (رسائل رضویہ ج ۲ ص ۲۶۹، ۲۷۰) تو گویا مولانا احمد رضا خان صاحب کی سند حدیث رضویہ ہے کیونکہ اس میں شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی ہیں جن کو معاذ اللہ تم نے وہابی گستاخ سے ایمان لے لیا ہے۔ یاد رہے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب کی جتنی سندات حدیث کی رضا خانوں نے پیش کی ہیں وہ سب کی سب احزابی ہیں جو مختلف علماء سے ملنے کا دعویٰ کیا ہے مولانا احمد رضا خان صاحب نے حدیث کی سند اول کتب کسی کتب میں بیحد کر کسی محدث سے نہیں پڑھیں۔

### مولوی غلام مہر علی پڑشتیاں کی الٹ لیٹوی بھائی:

”موصوف نے شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو بدنام کرنے کے لیے جو کچھ لکھا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ۱۸۲۳ء میں سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ و شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسرے سے ملے اور مریدی ہوئی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مقولہ وغیرہ مقولہ بنائے اور جو کافی تعداد میں تھی اپنی الہیہ اور نو اسوں کو ہپ کی تو مولوی اسماعیل نے اس پر قبضہ کر لیا۔ پھر سوچا کہ سادہ مسلمان مشرک ہو چکے ہیں ان کا اسلام درست کرنا چاہیے اور ہندوستانی چونکہ بیروں کو ماننے والے ہیں اس لیے سید صاحب کے پاس پہنچ کر اس کے مرید ہو گئے اور لوگوں کو ان کی تعریف بنانا شروع کر دی، ۱۸۲۳ء میں جب یہ دونوں سید صاحبان ملے اور ہیری مریدی کا سلسلہ نکلا تو سید احمد شہید مختلف علاقوں میں میر و سیاحت میں گھوم رہے تھے تو اسی دوران انگریز کے اشاروں پر سکھوں کا طرف متوجہ ہو گئے شاہ اسماعیل نے نیا نیا علم پڑھا تھا، دہلی میں وعظ کرتا تھا اسی دوران ہندوستان میں امین عبدالوہاب عجدی کی کتاب التوحید آئی کسی نے شاہ اسماعیل شہید کو بھی بھیجی تو شاہ صاحب کی طبیعت اس کی طرف مائل ہوئی مولوی اسماعیل نے مولوی عبدالحی کی مدد سے اس کتاب سے مجد یا نہ خارج کیا نہ عقائد کا انقلاب کر کے اردو زبان میں ”تقویۃ الایمان“ لکھی۔ اس پر لوگوں نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے شکایت کی کہ آپ کا بھتیجا یہ حرکتیں کر رہا ہے تو اس پر شاہ صاحب نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا مگر شاہ اسماعیل نہ مانا، اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے

شاگردوں کو منہ نظرے کی دعوت دے دی آخر شک آ کر تمام علماء احناف دہلی میں جمع ہو گئے شاہ عبد العزیز دہلوی اور مولوی اسماعیل اور شاہ عبدالغنی کو بلوایا گیا اور مسند و جہیز مل مسائل ان کے سامنے دلائل قاطعہ سے ثابت کیے گئے :

✽ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا وجود مسعود صرف بشری نہیں جیسا کہ مولوی اسماعیل نے شور مچا رکھا ہے بلکہ وہ گوہر نورانی نوراصلی خدا تعالیٰ کے ہیں اور آپ کا نور مخلوق اور خاص فیض ہے نور الہی کا۔

✽ آنحضرت ﷺ کا میلاد شریف منانا اور اس میں قیام کرنا اور صلوات و سلام پڑھنا مورد ثواب و اجر احکم الٰہی ہے۔

✽ مطلق علم غیب عطائی انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے اس کا منکر کافر و بے دین ہے۔

✽ آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے علم غیب کل عطا فرمایا ہے کہ آپ تمام دنیا و مافیہا کے درے درے سے باخبر ہیں اور آپ کو ہاضمہ و ناظر مانتا کتاب و سنت و عقائد جمہور اہل اسلام سلف و خلف سے ثابت ہے۔

✽ اذان میں آپ کے نام یا کہ کو سن کر یا سن کر یا بوسہ دے کر آنکھوں پر لگانا عربیہ صحت و برکت ہے اور سنت اکابرین اسلام ہے آنکھوں کو ہریاری سے محفوظ رکھتا ہے۔

✽ انبیاء کرام اور اولیاء علیہم السلام کا وسیلہ پکڑنا اور ان سے عطا ہند و مانگنا بائیں طور کو و دھون الٰہی کے مظہر ہیں فعلی الزمات و وجدانہ صحت ہر طرف جائز ہے۔

✽ مزارات اولیاء اللہ پر قرآن خوانی کرنا اور ان کے نام کی فاتحہ دلا کر ایصال ثواب کرنا حکم پر قرآن پڑھنا بزرگوں کے وفات کے بعد عرس کرنا قیروں پر روشنی کرنا ضرورت آرام دہی و نائزین کے یہ امور بے شک جائز ہیں۔

✽ وحیفہ یا رسول اللہ یا صدیق یا عمر یا عثمان یا علی یا حسن یا حسین یا شیخ عبدالقادر جیلانی یا خواجہ معین الدین چشتی یہ درود و تحائف بے شک جائز ہیں۔

اس مناظرے میں شادا سلفعل شہید اسٹیج چھوڑ کر بھاگ گئے اور مولوی عبدالحی نے لوگوں کے ہجوم کرنے پر اعلانِ توبہ کی اور اسے شائع کر دیا گیا۔ اس شکست کے بعد شادا سلفعل شہید نے ایک اور جماعت یعنی طبر مقلدین کی قیادت کی اور شیخ یدین وغیرہ شروع کر دیا۔

(دیوبندی مذہب میں ۱۰۱۳ھ مطبوعہ تنظیم اہل سنت کراچی ۱۳۲۵ء مطبوعہ چشتیاں ۱۳۵۶ء)

یہ وہ تاریخ ہے جسے مولوی غلام مہر علی صاحب نے آخرت کی بنیاد ہی سے بالکل بے بنیاد ہو کر گھڑی حقیقت یہ ہے کہ جھوٹ مکرو فریب تحریف اور عیاری، بے جا الزام تراشی کے جتن کر اس آدمی نے اپنے اساتذہ سے کیے تھے ان سب کا خوب خوب مظاہرہ یہاں اس شخص نے کیا۔ مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ کل کو اگر کوئی غیر جانبداری سے بریلی مولوی کے ان الزامات کا جائزہ لے لے گا تو آخر اس کے سامنے ان بریلی مذہبی لیروں کی دیانت کا کیا تصور قائم ہو گا؟ ان رضا خانیوں کو یہ حیا و شرم بھی نہیں آتی کہ تعصب کی پٹی باندھ کر اعداء کی طرح طالب السبیل کے موافق جو کچھ ہم بک رہے ہیں کل کو اگر کسی نے اس کا جواب دے دیا اور ہماری اس مکروہ خاندان تاریخ کے بار پودہ بکھیر دیے تو آخر ہم و پیمانہ کہاں چھپائے پھرتے رہیں گے؟

المیزان سمجھتی کا دیر لکھتا ہے:

”مماسبہ آخرت سے بہ نیاز ہو کر بے بنیاد الزامات کسی پر بھی لگائے جاسکتے ہیں چودہ سو سال کی تاریخ کے دوران شاہد ہیں کہ اسلام کا کوئی ایسا حقیق درجہ نہیں ہے جسے الزامات کی داریوں سے نہیں گزرتا۔ لیکن بدل پسندوں کا یہ شیوہ ہے کہ وہ الزامات کو جھوٹ کی روشنی میں حساب ختم ثابت ہونے پر طوم کو طوم سمجھا عدم ثبوت پر مظلوم گردانا۔“ (المیزان کا امام احمد رضا نمبر، ص ۳۰)

ہم رضا خانیوں سے سوال کرنا چاہتے ہیں کہ آخر اس انصاف پسندی کا ثبوت ہمارے ہاں کس کے بارے میں کب دیا جائے گا؟ مولانا ابوالحسن زید قاروقی صاحب دہلوی جن کا تعلق رضا خانی مسلک ہی سے ہے وہ غلام مہر علی صاحب جیسوں کے متعلق کیا خوب تبصرہ کرتے ہیں:

”ایک غرض سے دیکھنے میں آ رہا ہے کہ تاریخی واقعات پر بحث کرنے والے بعض استعمار اپنے

خیالات ناصواب و اہام باطنہ کو تارخ کے نام پر ظاہر کر کے لفظ اور لفظ پر بلا وجہ الزامات عائد کرتے ہیں اور پھر ان کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(مولانا سلیمان اور تقویۃ الایمان: ص ۷ جو طریقہ حضرت علیؓ کی پیشکش ہے)

**غلام مہر علی کے ان الزامات کا تحقیقی و تحقیقی جائزہ:**

**پہلا الزام:** ۱۸۲۳ء میں سید احمد شہید رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی اور میری مریدی چل نکلی۔

**جواب:** یہ بات کرنا تو تاریخ سے جہالت ہے یا مولوی صاحب کے ضد و تعصب کا نتیجہ ہے حقیقت یہ ہے کہ حضرت شاہ سلیمان شہید رحمہ اللہ اور مولانا عبدالحی بڑھانوی دہلوی دونوں نے حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ کے دست اقدس پر رجعت ۱۸۱۸ء تا ۱۸۳۳ء میں سید صاحب کے دوبارہ دہلی مراجعت کرنے کے بعد کی۔

(میرت سید احمد: ج ۱ ص ۱۱۱ اور مولانا غلام مہر علی مرحوم۔ سیرت سید احمد شہید از مولانا ابوالحسن علی ندوی:

ج ۱ ص ۱۳۹)

حضرت شاہ سلیمان شہید رحمہ اللہ کی رجعت کا واقعہ بھی بڑا دلچسپ ہے۔

**دوسرا الزام:** مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنی اخیر عمر میں جائیداد بہ کر دی تھی شاہ

صاحب نے اس پر قبضہ کر لیا۔

**جواب:** یہ بھی مولوی غلام مہر علی چشتیاں کا سفید جھوٹ ہے اگر کسی بریلوی میں ہمت ہے تو

کسی مستند تاریخی شہادت سے اس کا ثبوت دے کہ ایسا واقعہ ہوا ہے یہ جھوٹ سب سے پہلے مولوی فضل رسول بدایونی نے سیف الجبار میں لکھا اور بریلوی بنا کسی تحقیق اسی کو نقل کرتے چلے آ رہے ہیں۔ یہ الزام لگانے والوں کو اتنی بھی حیا نہیں کہ شاہ سلیمان شہید رحمہ اللہ تو وہ ہستی ہیں اور وہ مرد مجاہد تاج و تکریم اس کا پیش و آرام سب کچھ چھوڑ چھوڑ کر میلوں دشوار گزار راستوں پر سفر کرتے ہوئے ہلا کوٹ کی پہاڑیوں، میں اس دین کی سربلندی کے لیے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر گیا۔ غلامو! اس کو جائیداد کی حرص ہوتی تو سرکٹانے کے بجائے حیر اور چاچا کی قبر پر



مزار بنا کر حیا شہی کرنا پھرنا۔ حیرت ہے کہ ایک طرف تو خود لکھتے ہو کہ سارادہلی شاہ صاحب پر مخالف ہو گیا تھا تو اس مخالفت میں فرواد کو یہ جرات کیسے ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے چچا کی جائیداد پر قبضہ کر لے اور فواسل سمیت سارادہلی ایک آؤ بھی نہ کرے۔

**تیسرا الزام:** شاہ صاحب نے سوچا کہ چونکہ سارے مسلمان مشرک ہو چکے ہیں اس لیے ان کے عقائد درست کرنے چاہئیں اور ہندوستانی چونکہ جیروں کو مانتے تھے اس لیے سید صاحب سے بیعت ہو گئے۔

**جواب:** یہ بھی محض افتراء ہے کہ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے ہندوستان کے سارے لوگوں کو معاذ اللہ مشرک کہا یا سمجھا ہاں یہ ضرور ہے کہ حضرت شاہ صاحب ہندوستان میں ٹھہرنے والی رسوم جاہلیت و بدعات اور عقائد شرکیہ کے سخت مخالف تھے اور بلا لومۃ لا اثم اس کا خوب دیکھا اور سنی وہ چیز ہے جنہوں نے ان مشرک بیٹ پرست مولویوں کو شاہ صاحب کا دشمن بنا دیا ہے۔ شاہ صاحب کا حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کو کسی سازش کا پیش خیمہ قرار دینا بھی رضا خانی تعصب ہے بیعت کا واقعہ تفصیل کے ساتھ کتب تاریخ میں موجود ہے رضا خانیوں کو کبھی عروسوں سے فرصت ملے تو پڑھ لیں ہم مختصراً عرض کر دیتے ہیں کہ ایک روز حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے داماد مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسرارِ صلوات اور حضورِ قلب پر گفتگو چل پڑی شاہ صاحب نے فرمایا کہ نماز میں اگر حضورِ قلب پاجے ہو تو سید صاحب سے رجوع کرو عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے اٹھ کر سید صاحب حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے پاس پہنچے سید صاحب نے نماز کی حقیقت اور اس کے اسرار و معارف بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ میری زبانی تعلیم سے یہ نعمت حاصل نہیں ہو سکتی، آئیے! ہم دو رکعات نماز پڑھیں نماز پڑھنے کے بعد جب مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ نے دل کی کیفیت خشوع و خضوع دیکھا تو اسی وقت سید صاحب سے بیعت ہو گئے اور زندگی بھر اسی نماز کا لطف اٹھاتے رہے مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ نے جب اس واقعہ اور نماز میں اس دلی کیفیت کا ذکر حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ

سے کیا تو آپ بھی سید صاحب کی خدمات بابرکت میں حاضر ہوئے اور وہی دولت پائی اور نماز کے بعد بیعت سے مشرف ہوئے۔

**چوتھا اعتراض:** انہی دنوں ابن عبد الوہاب نجدی کی کتاب التوحید ہندوستان میں آئی جسے شاہ صاحب نے پڑھا اور مولوی عبدالحی کی مدد سے اس سے مسائل خارجہ کا انتخاب کر کے تقویۃ الایمان لکھی۔

**جواب:** یہاں بھی مولوی غلام مہر علی نے کئی جھوٹ بوائے:

● کتاب التوحید کسی نے شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو بھیجی آپ نے اس کو سامنے رکھ کر تقویۃ الایمان لکھی۔

● تقویۃ الایمان مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کی مدد سے لکھی۔

جہاں تک یہ الزام کہ تقویۃ الایمان التوحید سے سرحد کر کے لکھی گئی ہے تو اس کا تفصیلی جواب ہمارے علماء متعدد مقامات پر دے چکے ہیں تفصیل کے لیے حضرت مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”محمد بن عبد الوہاب اور ہندوستانی علماء“ کا مطالعہ کریں البتہ یہاں ہم ایک اور گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ شرک و بدعت کے خلاف حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے پہلی کتاب ”ردالاشراک“ ہے جو کہ عربی تالیف ہے۔ ردالاشراک اگر چہ دیکھنے میں ایک مختصر سی کتاب ہے مگر اس میں ایک جہاں معنی آباد ہے۔ قرآن پاک کی آیات سے حق تعالیٰ شانہ کے بے مثال و بے مثال ہونے کو دلائل اور خوبصورتی سے واضح کیا اور مختلف حدیثوں سے اتباع سنت کے ضروری اور بدعات سے دوری اور حماقت کے واجب ہونے کو بیان کیا۔ اس کا سن تالیف صحیح قول کے مطابق ۱۲۱۳ھ ہے بعد میں اسے عام عوام کے فائدے کے لیے اسی ردالاشراک کو کھل تشریح و مختلف فوائد سے مزین کر کے ”تقویۃ الایمان“ کی صورت میں مرتب کیا گیا۔ یہ بات بریلوی شیخ الاسلام مولانا ابوالحسن زید قادری صاحب کو بھی تسلیم ہے چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب ”مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان صفحہ ۵۶ تا ۶۰“ دونوں کتابوں کا تقابلی جائزہ کیا ہے

جس سے رضا خانیوں کے اس افتراء (کہ تقویۃ الامانیان محمد بن عبد الوہاب نجدی کی کتاب "التوحید" سے لے کر نکلی گئی ہے) کا جھوٹ ہونا خود ان کے گھر سے ثابت ہو گیا ہے۔

**پانچواں اعتراض:** لوگوں نے شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ سے شکایت کی کہ شاہ صاحب سمجھا جائے جس پر شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کو تنبیہ کی گئی۔

**جواب:** یہ بھی محض الزام و افتراء ہے جس کا بدلہ فضل رسول بدایونی اور صاحب انوار آئین صداقت مع غلام مہر علی اپنی قیور میں خوب پار ہے ہوں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت شاہ و عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کو اپنے اس ہونہار بھتیجے پر مکمل اعتماد تھا۔ شاہ صاحب کی یہ تحریر کہ تو یہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کی زیر سرپرستی ہو رہی تھی تو وہ اس پر تنبیہ کیوں کرتے؟ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کو اپنے اس بھتیجے سے کتنی محبت تھی اور وہ ان پر کتنا اعتماد کرتے تھے اس کے لیے بریلویوں کے گھر کی ایک شہادت ملاحظہ ہو۔

بریلوی نابض قوم مفتی اعظم بریلویہ مولوی ابوداؤد صادق کے رسالے میں ہے:

"شیخ الاسلام ابوالحسن زید فاروقی مجددی دہلوی رحمہ اللہ۔"

(رضائے مصطفیٰ، جس ۳۱ ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ)

خلیل رانا چھانیاں منڈی مولانا ابوالحسن زید فاروقی صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

"ان کی شخصیت میں جانبداری شہرہ برآمد تھی اور ان کی کتب کا جنموں نے مطالعہ کیا ہے، بالخصوص اس بات کی تائید کریں گے کہ ان کی تحریروں میں جانبداری اور تحقیق و انصاف جیسے اصولوں کی بھرپور جگہ جگہ ملے گی اس لیے آپ پر کسی طرّف جھکاؤ کا لازم نہیں دیا جاسکتا۔"

(معارف رضا کراچی، سالانہ ۱۳۸۱ھ، ص ۷۵)

یہ شیخ الاسلام صاحب لکھتے ہیں:

"میں نے خود رسائی میں کہن سال افراد سے سنا ہے کہ شاہ عبدالعزیز مولانا آحق اور مولانا اسماعیل کے سر پر ہاتھ رکھ کر پڑھتے تھے الحمد للہ الذی وحب فی علی الکبر اسماعیل و اسمعی



آفتاب خداداد: جس (۵۱۳) مولوی اسٹیلی و مولوی عبدالحی اور مولوی عبدالحی اور ان کے چند شاگرد  
مجمع عام میں بلوایا گیا اور احناف کی طرف سے شاگردانِ شاہ عبدالعزیز (رحمۃ اللہ علیہ) دوسرے جج  
علمائے کرام احناف نے اسماعیل کے سامنے کتاب و سنت و اقوال امت سے بحث و استدراج  
مسائل و دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ سے ثابت کئے۔ (دیوبندی مذہب: ص ۹۷، ۹۸)

ان مسائل کا ذکر ما قبل میں اسی مولوی کے حوالے سے گزر چکا ہے۔ بہر حال اس سے معلوم  
ہوا کہ بقول جماعتِ رضائیہ:

- ☆ دہلی میں شاہ اسٹیلی شہید کے ساتھ ایک عظیم مناظرہ ہوا۔
- ☆ شاہ صاحب مناظرے میں لا جواب ہو کر مغرور ہو گئے۔
- ☆ اس مناظرے میں ایک طرف شاہ اسٹیلی شہید مولانا عبدالحی تھے تو دوسری طرف سارا  
خاندان ولی و لہی و مجمع علمائے دہلی موجود تھے۔
- ☆ شاہ صاحب اور ان کے رفقاء کو ہا قاعدہ ملوایا گیا۔
- ☆ شاہ صاحب کے مخالفین کی طرف سے ہا قاعدہ مناظرہ رنگ میں اپنے موقف پر دلائل  
دے کر شاہ اسٹیلی شہید (رحمۃ اللہ علیہ) کو لا جواب کیا گیا۔

درحقیقت ان میں سے ایک بات بھی سچ نہیں ان کا حقیقت سے استماعی دور کا تعلق ہے جن  
رضا خانی مولویوں کا انصاف و ریاست و خدا خونی سے۔ ان سارے جھوٹ کا کریہ مولانا فضل  
رسول بدایونی ملازم سرکار انگریز کو جاتا ہے اسی نے سب سے پہلے اس نام نہاد دہلی مناظرے  
کے حقائق کو سچ کرنے کے لیے اپنی کتاب سیف البہار میں بیان کیا۔ اور بعد کے رضا خاندان  
نے مزید مریخ مصالحہ لگا کر اسے پڑھنے والوں کے لیے پشمارے دار بنادیا۔

حقیقت یہ ہے کہ نہ تو اس موقع پر ہا قاعدہ کوئی مناظرہ ہوا تھا نہ اس میں فریقین نے باقاعدہ  
اپنے موقف پر دلائل دیئے تھے نہ ہی گفتگو حضرت شاہ اسٹیلی شہید (رحمۃ اللہ علیہ) سے ہوئی تھی۔ بلکہ  
سوالات تھے جو مولانا خصوص اللہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کی طرف سے پیش کیے گئے تھے اور مولانا  
عبدالحی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے ان کے جوابات دیئے جس کے بعد یہ معاملہ خوش اسلوبی سے ختم

دو گیا۔ ہم یہاں اس دن کی حقیقت حال خود حضرت مولانا عبدالحی بڑھانوی رحمہ اللہ کی زبانی پیش کر دیتے ہیں حضرت مولانا نسیم احمد فریدی صاحب، مولانا ابوالحسن زید فاروقی صاحب کو جواب دیتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

”میرا مقصود حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کا جمال دفاع کر کے مناظرہ جامع مسجد و علماء ۱۴۳۲ھ میں مابین مولانا رشید الدین خان دہلوی رحمہ اللہ اور مولانا عبدالحی صاحب بڑھانوی رحمہ اللہ ہو اس کی صحیح روئید پیش کرتا ہے۔ مولانا زید نے اس مناظرے میں شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ کو مولانا رشید الدین خان دہلوی کا مقابل ٹھہرایا ہے اور مناظرہ میں انہی کو ایک فرقہ کی طرف سے مناظرہ و شکم قرار دیا ہے۔ اور چودہ سوالات جو مناظرے میں مولانا رشید الدین خان کی جانب سے پیش کیے گئے تھے، ان چودہ سوالات کا جواب بھی جو کچھ دیا گیا اس کو شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ مولانا زید نے ان چودہ سوالات کے جوابات کو مولانا شہید کی مستقل تالیف بتایا ہے، چنانچہ اپنے دوسرے مکتوب میں احقر کو تحریر فرماتے ہیں:

”آپ نے (یعنی حضرت شاہ احمد سعید رحمہ اللہ نے) صرف چودہ سوالات جو مولانا رشید الدین خان صاحب نے کیے تھے اور ان کے جوابات کو مولانا اسماعیل نے لکھے تھے چاروں مسائل کے نام سے رسالہ کی شکل میں لکھے ہیں اور یہ نسخہ حضرت شاہ احمد سعید کے وقت کا قلمی میرے پاس ہے..... ۱۳۱۱ مقبر ۱۹۸۴ء

حقیقت یہ ہے کہ ان چودہ سوالات کے جوابات مولانا عبدالحی بڑھانوی رحمہ اللہ کی طرف سے دیے گئے ہیں۔ معلوم نہیں کس وجہ سے یہ جوابات حضرت شاہ اسماعیل کی طرف منسوب ہو گئے۔ مجھے خافوا و تلمذ رہ لاکر چور کے کتب خانہ میں ایک قلمی نسخہ ملا جس میں خود مولانا عبدالحی بڑھانوی کی تحریر فرمائی ہوئی رد و رد موجود ہے۔ اس رد و رد میں مولانا بڑھانوی رحمہ اللہ نے مناظرہ کے واقعات کو صحیح طریق پر خود تحریر فرمایا ہے۔ میں نے مناسب سمجھا کہ اس کتاب میں جو روئید اور ج (جو حقاری میں ہے) اس کا اردو ترجمہ کر کے ناظرین الفرقان کے سامنے پیش کر دوں۔ اس میں جو روئید لکھی گئی ہے اس سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جائے گی کہ مناظرہ دوسرے فرقہ سے

مولانا عبدالحی پڑھانوی رحمہ اللہ نے کیا ہے۔ مناظرہ میں اگرچہ ہر پارٹیاں شاندار دلی موجود تھیں لیکن جو حضرات نمایاں اور ممتاز تھے ان کے اساتذہ خاص خود پر اس روئیداد میں درج کر دیے گئے ہیں۔ حضرت شاد احمد سعید مجددی کا نام نامی یاد وجود یکہ ممتاز دینی شخصیت رکھتے تھے، اس روئیداد میں موجود نہیں ہے، لہذا ان کے نسخہ مکتوبہ میں جو جوابات مولانا اسماعیل شہید کی طرف منسوب کیے گئے ہیں غالباً وہ انہوں نے کسی سے سن کر منسوب کیے ہوں گے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت عوام میں کسی وجہ سے یہی غلط شہرت ہوئی تھی کہ یہ مناظرہ مولانا رشید الدین خان صاحب اور مولانا اسماعیل صاحب کے مابین ہوا (اس وقت کے جاہل مسلمانوں میں پھیلی ہوئی مشرکانہ رسوم و بدعات کے خلاف اصلاحی جدوجہد میں چونکہ اصل قادیان کی حیثیت شاد اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی تھی اس لیے عوام میں اس طرح کی غلط شہرت ہو جانا کچھ مستبعد نہیں ہے)۔

خانقاہ قلندر یہ لاہر پور کے نسخہ خطیہ میں مولانا عبدالحی صاحب پڑھانوی رحمہ اللہ کی لکھی ہوئی روئیداد کے علاوہ در سالے اور میں جن میں اسی مناظرہ جامع مسجد دہلی کی تفصیلی اور جمالی روئیداد درج ہے۔ ان میں بھی چند سوالات کے جواب دہندہ مولانا عبدالحی صاحب پڑھانوی رحمہ اللہ کو لکھا ہے اور دھڑکندہ لہجہ میں بھی حضرت شاد محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ کا نام نہیں ہے۔ یہ واضح رہے کہ ان دونوں رسائل کا مرتب کوئی ایسا شخص ہے جو بین بین ہے اور کم از کم اس کو مولانا رشید الدین خان صاحب دہلوی رحمہ اللہ کے جذبات سے اختلاف نہیں ہے اس روئیداد میں صاف طور پر لکھا گیا ہے کہ مولانا محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ سوال و جواب کے وقت آگئے تھے۔ مولانا عبدالحی پڑھانوی رحمہ اللہ نے ان کو گھبر جانے کے لیے کہا۔ اس روئیداد کے الفاظ یہ ہیں: ”مولوی عبدالحی پڑھانوی اسماعیل صاحب؟ فرمودہ ”برادر شہید کا خود بردید، ہرچہ شدنی است بر سر من خواہد گذشت۔“ شامچہ تکلیف ی کشید۔“ (ترجمہ: مولانا عبدالحی صاحب رحمہ اللہ نے مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ سے فرمایا کہ آپ مکان تشریف لے جائیں جو کچھ گذرنا ہے، میرے سرگزرے گا آپ کیوں تکلیف اٹھائیں، جب مولانا اسماعیل شہید اس مجمع سے واپس جانے لگے تو ایک مخالف نے ان سے کہہ دیا کہ تو ذی ارب تشریف رکھیے۔ آپ کے بھی دھڑکا اس تحریر پر ضروری ہیں تو یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔“ میں کسی کا پابند نہیں ہوں کہ یہاں بیٹھوں۔“

مولانا نور الحسن رشید کا مدلولی صاحب کے کتب خانہ میں بھی وہ سری قلمی روئیداد موجود ہے اس کا  
مرحب مولانا برہان الدین مدنی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا گیا ہے، اس میں بھی مولانا عبدالحی کو جواب دینے  
والا بتایا گیا ہے۔ غرضیکہ کسی مستحیر روئیداد سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ حضرت مولانا محمد اسماعیل  
شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ان چودہ سوالات کے جوابات دیئے ہیں۔ جو مولانا زید کے در سالہ مسیٰں مولانا  
شہید رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے درج کیے گئے ہیں۔ (اس سلسلہ میں آخری اور قلیل فیصلہ کن بات یہ ہے  
کہ مولانا فضل رسول بدایونی نے جو شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے خمدید ترین دشمن ہیں اپنی کتاب  
"سیف الہیاد" میں تقریباً ۳۰۳ صفحوں میں جامع مسجد دہلی کے اس مناظرہ کا ذکر کیا ہے، انہوں  
نے بھی مولانا رشید الدین صاحب کے سوالات کا جواب دیتے والا مولانا عبدالحی صاحب کو لکھا  
ہے، اور مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق صراحتاً لکھا ہے کہ جب وہ جاتے سگے تو ان کے کسی  
خلاف نے ان سے کہا کہ آپ بھی بیٹھے آپ کے بھی دستخط کراتے ہیں تو انہوں نے کہا: "میں کسی  
کے باپ کا نوکر نہیں ہوں" اور پہلے جھے، انقرض وہ مناظرہ میں شریک ہی نہیں ہوئے۔ (سیف  
الہیاد، ص ۵۰ تا ۵۳) شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے جواب میں یہ نامناسب الفاظ کہ: "میں کسی کے  
باپ کا نوکر نہیں ہوں" مولوی فضل رسول بدایونی صاحب کے لکھے ہوئے ہیں جو ان کے حجاج اور  
شاہ صاحب کے خلاف ان کے جذبہ عناد کو نکاہر کرتے ہیں ہم گمان نہیں کرتے کہ شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ جو  
شاہ عبدالعزیز صاحب کے تربیت یافتہ بھی ہیں اس موقع پر ان کی زبان سے بے تعمیری کالیہ جملہ  
نکلا ہو۔ واللہ اعلم)

اب حضرت مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر فرمائی ہوئی روئیداد نے ناظرین کرام کی جاتی ہے  
حضرت مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر فرمائی ہوئی روئیداد:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بعد حمد و صلوٰۃ بندہ عبدالحی مغلّی عنہ (امین ربّ اللہ ابن شاہ نور اللہ رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ بروز شنبہ آخر ماہ  
ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ شہر شاہجہاں آباد (دہلی) کی جامع مسجد کے بعد اس بندہ ضعیف اور دہلی کے  
بعض بڑے علماء کے درمیان چند مسائل کا مذاکرہ ہوا، اس مذاکرے سے اس وقت تک کہ آج سنہ ۱۳۴۰ھ



رجب ۱۲۴۰ھ ہے (یعنی ۱۸۳۰ء ہو گئے ہیں) ان مسائل مذکورہ کا تقریر یا تقریر یا اجتماع کر سنا  
خیال نہیں تھا۔ بروز پنجشنبہ ۱۹ رجب المرجب ۱۲۴۰ھ مذکور کو مولوی غلام مصطفیٰ صاحب مہاجر  
پہلے پرگنہ کھنولی علاقہ میرٹھ میں مظفر نگر سے پہنچے۔ تین رات موضع مذکور (پہلے) میں انہوں  
نے قیام کیا۔ انہوں نے دوران ملاقات میں بیان کیا کہ "ایک شخص نے مناظرہ جامع مسجد دہلی کی  
روئید اور سالے کی شکل میں لکھی ہے اور دو رسالہ مانج ہو گیا، چنانچہ اس کا ایک نسخہ میرے پاس بھی  
پہنچا۔"

مولوی غلام مصطفیٰ صاحب نے اپنی یادداشت کے مطابق اس رسالہ سے جو کچھ بھی مضمون بیان  
کیا، اس سے گمان ہوا کہ صاحب رسالہ کے ہاتھ سے (صحیح طور سے) اظہار واقعہ کا دامن چھوٹ  
گیا۔ اگرچہ وہ واقعہ مفصل اور مرتب طور پر مرے دل میں بھی یوں محفوظ نہیں ہے، مگر ہر شخص اپنا  
سرگزشت کو دوسروں کے مقابلہ میں بہتر جانتا ہے بسا اوقات ایک لفظ کے فرق سے اصل مطلب  
میں فرق آجاتا ہے۔ اور ناواقف آدمی اس پر آگاہ نہیں ہوتا، پس معلوم ہوا کہ اس نقاد لفظی کی  
وجہ سے بعض مسلمانوں کو نقصان پہنچ رہا ہے، میرے ناقص حافضے میں جو کچھ بھی اس وقت مزید  
ہے اس کو تحریر کرنا مناسب سمجھتے ہوئے اس مباحثہ کی روئیداد کو چند تمہیدوں ایک مقصد اور ایک  
خاتمہ کے ساتھ میں نے مرتب کیا۔

**تمہید اول:** اس ملک ہند کے رہنے والوں پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ مسلمانوں کی حالت  
پہلے کے مقابلہ میں تنگی و صلاح سے بدل گئی ہے۔ جو لوگ اپنے زعم باطل میں رسوم و انکسار کا اتمام  
شادی و جی، عرسوں، مجلسوں کے اندر پیروں اور غنیمتوں کے نام سے کرتے تھے اور ایام غرم میں  
گریہ و ماتم کا اظہار دین شین کے ارکان کے برابر جانتے تھے اور انتہائی جدوجہد کے ساتھ اس سال  
و اوقات کو صرف کر کے ان رسوم کو انجام دیتے تھے، اور حقیقی ارکان دین یعنی اپنے روزہ نماز و  
زکوٰۃ کو اس طرح معطل دانتے تھے گو یا وہ تمام ارکان دین ان کے خیال باطل میں پرانی جنتری کی  
طرح سے ہیں۔ کسی جگہ ایک دروازہ کسی جگہ سینکڑوں آدمی اپنی سابقہ غفلت سے باز آ گئے اور اپنے  
اندرازیانی فرق محسوس کر کے احکام دین اسلام کی پیروی کی جانب راغب ہوئے ہیں، یہ نقاد  
شخص اور ہر شہر میں ہونا ہماری مراد نہیں ہے، بلکہ بھت جمہوری یہ نقاد ہے۔ اس کی مثال یہ ہے

مثلاً ایک شخص کے اعضاء میں گھٹیا کامرخی لاحق ہو جائے اور پھر کسی ایک عضو میں درد کے اندر سکون محسوس کرے تو وہ شخص کہے گا مجھ کو پہلے کے مقابلہ میں اتنا درد ہے، اس موقع پر فتاویٰ حال سابق سے ہماری جو مراد ہے وہ اس مثال سے واضح ہے۔

**تمہید دوم:** دنیا میں جو واقعات پیش آتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مربوط و متعلق ہوتے ہیں اللہ جل شانہ اپنے تصرفات میں کسی کا محتاج نہیں ہے، لیکن اس کی حکمت جو سلسلہ اسباب کے انتظام کا تقاضہ کرتی ہے، ہر کام کے لیے کچھ اسباب ظاہر کرتی ہے اس سعادت مند شخص کا کیا کہنا کہ عزایت الہیہ اس کو صلائے و خیر کا سبب بنادے۔ ہماریں تمہید اول میں جو بیان گذرا اس سلسلہ میں کچھ اشخاص کو لوگ ملت کے مسائل کا بیان کنندہ سمجھتے ہیں، اور وہ اشخاص اپنی وسعت و طاقت کے مطابق (حسب توفیق و حسب طاقت) مسائل کا اظہار کر دیتے ہیں چست و خفہ بعض مسلمانوں نے احقر کو اپنے گمان میں اسی درجہ کا پایا، لہذا بہت سے استفادات مجھ سے کرتے ہیں۔ جو کچھ میں جانتا ہوں بیان کر دیتا ہوں۔

**تمہید سوم:** چونکہ لوگوں کے حال میں تغیر و فرق آگیا ہے اور ان کے حالات و بے اصلاح ہو گئے ہیں، اس لیے گویوں، شراب فروشوں، دینکامہ اور خانہ جنگی کرنے والوں کے کاموں میں خلل واقع ہو گیا ہے، کبھی رشوت خوردوں کو بھی (رشوت کا بازار سر ہو جانے کی وجہ سے) تھما دتی جیڑا جاتی ہے، اور جرائم پیشہ لوگوں کو مختلف میٹروں اور عرسوں کے منگڑوں کے مواقع میسر نہیں آتے ہیں اور اپنی تھپی و تکی رفع کرنے کا اور کوئی ذریعہ نہیں پاتے۔ کبھی کبھی ان غلط کارگروہوں کو ایراضہ ہونے لگتا ہے کہ ہماری تھپی و تکی و مغلی اور کساد بازار کی کاسبی یہ ہے کہ لوگوں کے اندر جرائم کی کمی واقع ہو گئی ہے اور چونکہ اللہ جل شانہ کے تصرفات سے ان کو ناواقفیت ہے اس لیے وہ جرائم میں کمی کا باعث ان اشخاص کو سمجھتے ہیں (جو مسلک اہل حق پر ہیں) اور وہ ان اہل حق سے مخالفت کرتے ہیں اور انہیں ایذا پہنچاتے ہیں۔

**تمہید چہارم:** اہل باطل کی کم سے کم درجہ کی مخالفت اور ایذا رسانی یہ ہے کہ اہل حق کا ذکر بے القاب و الفاظ سے کرتے ہیں اور وہ عنوان جو اس علاقے میں بد سے بدتر ہوتا ہے، اس عنوان سے ان اہل حق کو منسوب کرتے ہیں، مثلاً میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے کہ اہل شریعت

کے شاعرین کو وہ "دہائی" سمجھتے ہیں اور غالباً رسالہ مذکور میں جو کچھ درج کیا گیا ہے وہ عوام کی زبان سے من کر ہی درج کیا گیا ہے لیکن مشہور مشکل ہے "مثالیں" اور "نمونے" اس "بحث النعمان" کی بات کو بھی غایت سمجھتے ہیں (کہ مرام سے نقل کر کے رسالہ تیار کیا جائے اور مخالفت کی بات حسد کی جائے) جس نے خود اہل باطل کو استاذ چاہا یاں حضرت شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ پر نفس کی تہمت لگاتے ہوئے سنا ہے اور لکھتے ہیں جامع العلوم مولوی محمد حسن علی صاحب سے جو حال معلوم ہوا اس کو یہاں نقل کرنا ہوں مولوی صاحب موصوف کے شیخ لکھنؤ کے اہل علم اور وہاں کے معزز و محترم حضرات بخوبی جانتے اور پہچانتے ہیں ایک مکتوب شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ کا مولوی موصوف کے قلم سے نقل کیا ہوا، احقر کے پاس اس وقت موجود ہے۔ اس تحریر کا عنوان یہ ہے:

نقل مکتوب جناب افادات باب حضرت شاہ عبد العزیز صاحب مدظلہ بقدری انعام محمد حسن عسلی الہامی (یہ مکتوب گرامی مولانا محمد حسن علی صاحب لکھنؤی رحمہ اللہ کے ایک حریضہ کے جواب میں ۱۲۳۲ھ میں صادر ہوا تھا انہوں نے اپنے حریضہ میں بنی النعمان کے شہادت کو حضرت شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ کی خدمت میں پیش کر کے ان شہادت کا ازالہ و رد چاہا تھا۔ مادی فی الحجۃ ۱۲۳۲ھ میں اسی کا نقل مولانا عبدالحی صاحب بڑھانوی رحمہ اللہ کو بھیجی گئی)

ترجمہ مکتوب عزیز ذی۔۔۔

مولوی صاحب عالی مراتب جمیع فضائل و مناقب سر اللہ تعالیٰ و واقض علیہ برکات تنواری، بعد سلام دعا۔۔۔ واضح ہو کہ رقیہ کریمہ بہت ضعیف و مریض ہوا، جس سے مسرت حاصل ہوئی اور غیرت مظلومہ کے دل منظر کو تسلی ملی لیکن اس فقیر کی سبقت تہمت و نفس کی اشاعت سے جو کہ معاندین اور پانڈا بیگانہ کی طرف سے ہوئی ہے پہلے چل بے احتیاطی ہوا، اس کے بعد اس بات پر نظر کر کے (ضرر آگیا) کہ زمانہ قدیم سے یہ ہوتا آیا ہے کہ تہمت ہانکے باطلہ نصیب مشائخ کرام و اولیاء و عظام ہوتی ہیں چنانچہ ایک عربی شاعر نے کہا ہے۔

قیل انی لله ذو ولد و ان الرسول قد کہنا

ما لمحی الله والرسول معا من لسان الوردی فکیف انما

[ترجمہ] کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ صاحب اولاد ہے (جیسا کہ میری حضرت عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا

جیتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا بدن (جیسا کہ کفار مکہ نے کہا) جبکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ معاندین و مخالفین کی زبان و اذہنوں سے نہ بچے تو میں کس شمار میں ہوں۔

پس اگر یہ فقیر بھی ان عظیم الشان ہستیوں کے اجتماع میں اس بار میں مبتلا ہو جائے تو کیا تعجب ہے؟ مشکل تو یہ ہے کہ یہ فقیر آغازِ مادِ شعبان سے فطرِ ناکِ امرِ اُمی میں مبتلا ہو گیا ہے رات دن مسیہیں اکثر بے حواسی و بے قراری طاری ہو جاتی ہے، دوستوں اور محبوں کے مکتوبات گرامی کے سنتے کا بھی موقع ہمسر نہیں آتا، چہ جائیکہ مفصل جوابات دیئے جائیں اور طویل رسالت کو حل کیا جائے۔ مختصر یہ کہ ۱۲ گھنٹہ کے فاصلہ سے بہت تھوڑی غذا استعمال کی جاتی ہے اس کے بعد جو چھ اور سی ساتا رہتا ہے، جب اہمِ اخیر کی نوبت آتی ہے تو تکلیف پہنچانے والے رواج اس طرح اٹھتے ہیں کہ اجتنائی بے قراری و بے تابی ہو جاتی ہے اور قوی بہت زیادہ کر جاتے ہیں اس ضعف کے باوجود دن رات میں دو آدمی تقریباً دو میل کشتاں کشتاں گھماتے ہیں۔ اس حالت میں طویل خطوط کا مطالعہ کس طرح ممکن ہے؟ اور مفصل جوابات لکھنا تو مستحبات سے ہے۔

ایک بڑا پر آپ کے ساجھ مکتوب کا جواب لکھنے میں بھی تاخیر واقع ہوئی۔ میرا ہضم کے مسئلہ کا جواب بھی نہ دے سکا۔ ان کو بھی بعدِ سلام میرا کہی عذر پہنچا دینا چاہیے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے بعد مخلصین کے طعنوں کا جواب اس جواب کے ساتھ جس کو مولوی رشید الدین دہلوی نے تحریر کیا ہے نقل کر کے بھیج دیا جائے گا۔ اس وقت مسلسل بارش اور معیہ قاصد کے نہ ملنے کی وجہ سے احتیاطاً اس کا بھیجنا مناسب نہ سمجھا۔ علاوہ ازیں اس خبیث عقیدہ (رفض) کی نسبت اس فقیر کے ساتھ کرنا جو کہ خاندانِ محمدین سے تعلق رکھتا ہے اور پشتِ نقشبندیہ کا ورثہ ہے کے پاک درختوں کا غرضہ حسین ہے ہرگز کسی عاقل کا کام نہیں ہو سکتا۔ اس ایسی بات وہ کہہ سکتا ہے جس کی طرف عمتِ اونی نے چشمِ ادراک کو نہ دینا کر دیا ہو اور گوشِ حق نبش کو میرا کر دیا ہو فقیر کا سنی ہو اس حد تک مشہور آفاق ہے کہ شہیت کی تہمت بچھ فقیر پر رکھنا کھانا ہوا بطلان ہے۔

بود مکان تر فض باری فقیر چکان

کہ کس بدیدہ پینا خود بود انگشت

[ترجمہ شعر] اس فقیر کی جانب رخص کا گمان کرنا ایسا ہے جیسے کسی دنیا کی آنکھوں میں آگنی ڈالنا۔  
 اس وقت اتنی ملاقات نہیں رہی کہ مزید املا کرایا جائے۔ والسلام علیکم وعلیٰ جمع المؤمنین خصوصاً مسیح  
 ابو سعید الخدریؓ اور محمد ہاشم کو سلام۔ تحریر بروز جمعہ ۱۶ ذی قعدہ ۱۲۳۲ھ  
 (مولانا عبدالحق بڑھالوی اس مکتوب گرامی کو اپنے رسالہ میں درج کر کے تحریر فرماتے ہیں)  
 حضرت شاد صاحب مرحوم کے اس مکتوب ہدایت آنکھیں کھلاں قسم کے واقعات میں ملاحظہ رکھ کر  
 ارباب عقل و انصاف کے لیے بہت ہی کارآمد ہوگا۔

**فصل پنجم:** جب موجودہ و گذشتہ اکابر کے بارے میں ثبوت تراشیاں اور رد و باطل  
 میرے دامن میں نہیں بیٹھیں، تو میرے لیے کسی کی تحریر و تقریر سے بغیر تحقیق ان احوال کے لڑھو  
 دو جانا (دھوکا میں آنا ہے) راء صواب سے بعید ہے۔ خصوصاً ایسے واقعہ میں جو بالکل قریب دراز  
 میں ہوا اور جو لوگ اس واقعہ سے تعلق رکھتے تھے وہ زندہ اور موجود ہیں۔ ان تک جانے میں کوئی  
 روک ٹوک بھی نہیں ہے کہ ان تک کوئی نہ پہنچ سکے۔ اور اگر باغرض دانشدہ اس کے بعد اہل واقعہ  
 اہل معاملہ کی طرف سے خلاف بیانی ظاہر ہو تو مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے اس علیہ کبریٰ کا شکر ادا کرنا  
 چاہیے کہ اس نے قرآن مجید کو نازل فرمادیا جو ان کے دین کا مدار ہے اور کسی انسان کا کلام اس سے  
 مشابہ نہیں ہے اس کے بعد حدیث پیغمبر ﷺ کے درجات ہیں جو اہل علم کو تخصیصاً اور غیر اہل علم کو  
 اجمالاً معلوم ہیں، حفاظہ کا تہن قرآن مجید و محدثین و مخالفین دین اور فقہاء و مفسرین کے حق میں ہمیں  
 دل و جان سے دعا ہے کہ خدائے کریم انہیں چاہیے۔

**فصل ششم:** یہ ہندو ضعیف مسلمانوں کو اپنی تقلید و اتباع کی ہرگز دعوت نہیں دیتا ہے کہ  
 میرے کہنے کو خدائے تعالیٰ قبول ہی کر لیں۔ بلکہ فہم حق کے بارے میں غرض اس مقام میں وہ طریقہ  
 ہے اور اس بات کو ایک شکل سے بیان کرتا ہوں۔

- ۱۔ ایک شخص نے ۲۹ شعبان کو ہال رمضان دیکھا اور وہ لوگوں کو روزہ کا حکم کرے۔
- ۲۔ دوسرا وہ شخص ہے کہ جس وقت چاند دیکھا جاتا ہے اولاً اس کی نگاہ چاند پر پڑتی ہے
- دوسروں کو چاند دکھائے اس کے بعد لوگ اس پہلے شخص کو دیکھے ہوئے کو اپنے دیکھے ہوئے سے  
 مطابق پا کر شکل میں لائیں۔ میرا ہر وہ بیان جو دوسرے طریقہ پر دو (اس کے سلسلہ میں) لکھا

ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کے مطابق عمل کیا جائے اس لیے کہ انہوں نے سمجھ لیا کہ یہی حق ہے اگرچہ کسی کی نشاندہی کرنا ان کے فہم کو سبب ہوا ہو، بطریق اول کسی کو ہم جنسوں کی طرف سے تکلیف نہیں دی جاسکتی اور یہ بندہ ضعیف بھی سو سمجھتا تھا جن کے ایمان جنس میں سے ہے۔

**قصہ ہشتم:** واقعہ مذکورہ میں مجمع اس قدر تھا کہ ہزاروں سے تعبیر کیا جاسکتا ہے (قاہل شاہ تلکدوبہ لاہر پور کی مناکرہ جامع مسجد دہلی کی تیسری روئیداد میں سب سے آخر میں درج ہے کہ اس مناظرہ میں اکابر علماء اور علماء پانچ ہزار کا مجمع تھا اور پانچ ہزار کے مجمع میں دستخط صرف مولانا عبدالحی نے کیے) میں نے خود (انکل سے) اس کا شمار نہیں کیا اور شاید اندازے پر اعتماد رکھتا ہوں لیکن یہ واقعہ میرے اور خان صاحب (مولانا رشید الدین) کے درمیان بیہوش آیا مولانا موصوف جی کہ اہل علم و دانش ہیں، سامنے آئے اور صاحبزادگان گرامی قدر حضرت مولوی مخصوص صاحب اور (مولوی محمد موصیٰ صاحب) نیز مولوی رحمت اللہ خان صاحب و مولوی محمد شریف صاحب وغیرہ حضرات بھی تھے، میرے گمان میں اس وقت کے آپس کے کلام کو اس مجمع کثیر میں سے اکثر لوگوں نے نہیں سنا ہے اور بظاہر ہر شخص کی آواز اس جم غفیر میں نہیں پہنچتی تھی۔ (وجہ یہ ہے کہ) لوگ دوسری باتوں میں مشغول تھے۔ (ہر شخص اپنی باتیں کر رہا تھا کوئی نظم نہیں تھا) گلو بڑکی وجہ سے جب سننے ہی میں اشتباہ واقع ہو جائے تو سمجھنا اور حقیقت تک پہنچنا کہاں میسر آسکتا ہے۔

**قصہ ہشتم:** بے قطع و تکلف اس بات کا اظہار کیا جاتا ہے کہ مولانا رشید الدین صاحب صاحب ممدوح میری دانست میں اقوان فضیلت و دانشمندی اور بحر علمی میں اس بندہ سے بدرجہا افضل و اعلیٰ ہیں، اقوان مذکورہ، تحصیل کتب، تحریر و مطالعہ و مناظرہ اور تصنیف کتب میں حسان صاحب موصوف کے ورچہ کو نہیں پہنچتا۔ بلکہ جب میں اپنے حال پر غور کرتا ہوں اور او انصاف پر چلتا ہوں تو اپنے دل میں کہتا ہوں کہ میں ان مدارج تک پہنچنے سے جو خان صاحب ممدوح کو اس وقت حاصل ہیں قاصر و عاجز ہوں۔ لیکن الفضل بیہد اللہ تعالیٰ (فضل و کمال اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے) اور اہم امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لا کن فیکون (اللہ تعالیٰ شانہ کا معاملہ یہ ہے کہ جس چیز کا ارادہ فرماتا ہے وہ اس کے صرف حکم سے وجود میں آ جاتی ہے) پر تمام مسلمانوں کا ایمان ہے۔



محکم میں پہنچ گیا، مولوی کرم اللہ صاحب محدث دہلوی کو ملیں نے دیکھا کہ ان کے چہرہ پر اضطراب کے آثار نمایاں ہیں مگر نے کہا ”کیا بات ہے آپ مضطرب نظر آتے ہیں؟“ اور مجھے اندیشہ ہوا کہ ان کا اضطراب و خوف تکلیف دہ ہو جائے۔ انہوں نے جواب دیا ”انجمنِ دائرہ ہام کی وجہ سے اضطراب ہے۔“

لوگوں کو سمجھا بچھا کر ایک طرف کر دیا گیا اور ان کو میں نے اپنے قریب کر لیا اور کہا ”کہ میں تو یہاں بیٹھا ہوں اور آپ اطمینان سے اپنے گھر جائیں“ انہوں نے اس بات کو قبول نہیں کیا۔ مولانا کرم اللہ صاحب کی فرمائش پر میں مسجد کی حوض اور منوبلی دروازہ کے درمیان بیٹھ گیا تاکہ انہیں تسکین ہو جائے۔ وہیں مشارالیم اشخاص یعنی خان صاحب ممدوح اور صاحبزادگان وغیرہ سے ملاقات ہوئی۔ غالباً ۳۰/۳۱ مئی ۱۳۰۳ھ کی نشست میں گزرے۔ جو کچھ بھی اس نشست میں مذکور ہوا اس تحریر کا مقصد و عیا ہے چنانچہ میں اپنے مقصد پر آتا ہوں (آمد سر مطلب)

مقصد: جوچہ مضامین پر مشتمل ہے!

[۱] اس مجلس مذاکرہ میں جہاں ہم بیٹھے ہوئے تھے وہاں گفتگو اس بارے میں ہوئی کہ مطلوب مرقوم (سوالات کے جوابات کو) دوسرے وقت کے لیے چھوڑا جائے یا فی الفور جوابات دیئے جائیں۔ اسی اثنا میں مولوی کرم اللہ صاحب موصوف نے کاغذ مذکور میرے ہاتھ سے لے لیا اور انہوں نے وقت فرصت، تاخیر کے ساتھ جوابات لکھنے پر دہشائی اصرار کیا۔ چہہ اور آوی بھی اس مضمون کو اپنی زبان پر لائے۔ میں نے کہا ”مجھے فی الحال جوابات دینے میں بھی ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی دقت و تکلیف نہیں ہوگی“ یہ بات بھی گفتگو میں آئی کہ یہ بات بھی میں کہوں وہ لکھی جائے یا فقط زبانی گفتگو پر ہی اکتفاء کیا جائے۔ مولانا رشید الدین خان صاحب دہلوی ممدوح نے فرمایا کہ جتنے مسائل مرقوم ہیں وہ ایسے ہیں کہ ان کا ذکر برابر ہوتا رہتا ہے لہذا تاخیر نہیں ہونی چاہیے۔ میں مولوی کرم اللہ صاحب سے اصرار کے ساتھ وہ کاغذ لے لیا (جس پر مسائل جواب طلب مرقوم تھے) جب میں نے اس کاغذ کو پڑھا چاہا تو خان صاحب ممدوح نے اس کو اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ آسان طریقہ یہ ہے کہ اس کاغذ سے ایک ایک سوال کو میں پیش کروں اور ہر ایک کا جواب بھی مستحقان اور گفتگو تحریری و تقریری دونوں طرح سے ہو اس کے بعد وہ خمسہ پر اسی (موثق)



کاغذ پر ہو جائے یا کسی دوسرے کاغذ پر۔

آخر کار چند جوابات دوسرے کاغذ پر میں نے لکھے اور باقی جوابات کا زبانی بیان پر اکتفا کیا۔

[۲] میں نے دوستوں سے شکایت کی کہ اس طرح کے سوال و جواب سے جو اس وقت کے جا رہے ہیں کیا نفع ہے؟ مناسب یہ تھا کہ جس وقت مہر کنندگان جمع ہوئے تھے اسی وقت ہم کو بھی بلا لیا جاتا میں نے اول صاحبزادگان مولانا مخصوص اللہ وغیرہ سے کہا۔ ”آپ لوگ میرے صاحب زادے ہیں اور میں آپ سے براہوری اور رشتہ داری کی نسبت بھی رکھتا ہوں جس وقت بھی آپ پار فرماتے تو آپ کو اختیار تھا (میں حاضر ہو جاتا) اور اگر خود آپ غریب خانہ پر آدھی راست کو بھی تشریف لاتے تب بھی ٹھیک تھا۔ آپ سے یگانگت کی وجہ سے یہ شکایت کر رہا ہوں۔“

(یہ کہہ کر) میں نے پھر خان صاحب (مولانا رشید الدین خان صاحب) سے اسی بات کی شکایت کی اور عرض کیا ”کہ میں جناب سے دوستی، اخلاص اور شائستگی کا تعلق رکھتا ہوں آپ مہر کنندگان کے اجتماع کے وقت مجھے بھی طلب فرمائیے“ خان صاحب نے فرمایا ”اس موجودہ اجتماع سے غرض یہ ہے کہ عوام و خواص بھی آپ کا کلام سن سکیں۔“ میں نے کہا کہ یہی بہتر تھا کہ میں خود اس وقت (اس سے پہلے کسی وقت) حاضر ہو جاؤ اور میرے مہر زدہ نوشتہ کو اس وقت اس جمع میں پیش کر دیا جاتا اور یہ کہا جاتا کہ جس کسی کو اس مہر زدہ نوشتہ میں شک و شبہ ہو، عبدالحی حاضر ہے اس سے تحقیق کر لی جاوے خان صاحب مولانا رشید الدین صاحب نے فرمایا: ”یہ بات منظور مطلوب ہے کہ عمومی طور سے سب لوگ شیخ“ جب اس سلسلہ میں بحث و تکرار بڑھی تو بعض اکابر و معززین شہر نے فرمایا کہ مولوی صاحب یعنی اس بندہ ضعیف کا خان صاحب سے شکایت کرنا درست نہیں ہے اور عذر بھی معقول نہیں بات بڑھانے سے کیا فائدہ؟

[۳] اس تیسرے مضمون کی ترحیب یا دہشیں رہی کہ کس وقت مذکور ہوا الہیہ اتنی بات یاد ہے کہ اس دوسرے مضمون کے بعد ہوا سوالات کے جوابات کے درمیان میں یا اس سے پہلے ہوا۔ یہ یگانا یا دہشیں (دو تیسرا مضمون) یہ ہے کہ خان صاحب نے باوازن بلند فرمایا کہ لوگ تمہاری طرف بہت نا غلط باتوں کی نسبت کرتے ہیں اور ہمیں ان لوگوں کی باتیں ناگوار گزرتی ہیں لوگ آپ کا فضل بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت شاہ و عبدالحق کی راہ (نعوذ باللہ) جہنم کی راہ تھی۔

میں نے کہا کہ میں نے یہ بات ہرگز نہیں کہی (اور اگر کہی ہو) تو اس بات پر ایک گواہ ہونا چاہیے جس کسی نے یہ بات کہی ہو وہی اس کا مواخذہ دار ہوگا۔ خان صاحب نے فرمایا وہی لوگ کہتے ہیں جو آپ کے فدائی و مخلص بنے رہتے ہیں۔ خان صاحب کا کلمہ ”فدائی“ فرمانا مجھے خوب یاد ہے۔ میں نے کہا کہ تعجب ہے کہ جو لوگ سالہا سال سے میرے ہم قوم، ہم وطن، ہم مسکن ہیں اور نزدیک سفر و حضر رہتے ہیں وہ تو میرے فدائی و مخلص نہیں ہیں اور بعض اشخاص جو چند دن سے جامع مسجد دہلی کی میری مجلس درس میں منجملہ اور شرکاء کے شریک ہو جاتے ہیں وہ میرے فدائی اور مخلص بن جائیں۔ خان صاحب نے ایک شخص کا نام لے کر پکارا کہ وہ کہاں ہے؟ اسے لاؤ وہی کہتا ہے، اور شاید خان صاحب نے سخت غصہ آمیز الفاظ بھی اس کے متعلق فرمائے ہیں خاموش رہا۔ اسی اثناء میں میں نے کہا کہ میں مولانا شاہ عبدالعزیز کو امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمدؒ کے مشعل تو نہیں سمجھتا البتہ علما و دُرُفُی کے مثل ضرور سمجھتا ہوں میری زبان اس قول کے شاید کاڑ کر کر رہی رہی تھی کہ خان صاحب نے فرمایا کہ میں آپ کے کلام کو سچ سمجھتا ہوں، گو وہ کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے بارے میں جو بات کہی تھی کہ وہ مثل طمس ادنیٰ و کرفی ہیں مجھے یاد نہیں پڑتا کہ از خود کہی تھی یا خان صاحب کے (کسی سوال کے) جواب میں کہی تھی۔

[۴] چند حاضرین کی درخواست پر علیحدہ کاغذ پر میں نے چند جوابات لکھے تھے مگر مجھے خبر نہیں کہ اس کاغذ کو کس نے لے لیا تھا اتنا تو ضرور یاد ہے کہ خان صاحب جس جگہ بیٹھے ہوئے تھے وہی جانبِ دو کاغذ گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خان صاحب بلند آواز سے سوال کرتے تھے میں جواب لکھ کر دیتا تھا اس جواب کو بھی خان صاحب بلند آواز سے پڑھ کر سنا تے تھے۔ ایک سوال و جواب میں اسی طرح عمل ہوا۔ پھر میں اپنے لکھے ہوئے جواب کو خود ہی بلند آواز سے پڑھتا تھا خان صاحب پھر اسی جواب کو دوبارہ بلند آواز سے پڑھتے تھے، یہ عمل بھی ایک دو جواب میں ہوا ہوگا پھر مجھے یاد پڑتا ہے کہ میرے بلند آواز سے پڑھنے ہی پر اکتفا کیا گیا۔

سوال: قبر کو بوسہ دینے والا مشرک ہے یا نہیں؟

جواب: اس اشراک کا مشرک نہیں ہے جس سے خطا اعمال لازم آتا ہے۔

سوال ۲: قیرو کو بوسہ دینا مکروہ ہے یا نہیں؟

جواب: مکروہ ہے جیسا کہ کتاب عین العلم میں لکھا ہوا ہے اور صاحب عین العلم کا اتباع اس باب (بوسہ قیرو کے سلسلہ) میں کرنا چاہیے۔

سوال اول کے جواب کے الفاظ تو مجھے خوب یاد ہیں اور باقی جوابات کے الفاظ مجھے پوری طرح یاد نہیں لیکن مضمون جواب میں کوئی شبہ نہیں ہے وہی مضمون ہے جو میں نے پہلے لکھا ہے۔

سوال ۳: ترجمہ الفاظ قرآن وحدیث کے علاوہ قرآن وحدیث میں عقل کا دخل ہے یا نہیں؟

جواب: الحقیقات کے مطالعہ سے جو فہم انسان کے اندر پیدا ہوتا ہے اس کا دخل قرآن وحدیث میں ہرگز نہیں ہونا چاہیے اس کے علاوہ عقل کے دخل کی بہت سی صورتیں ہیں۔ پہلے صورت یہ کہ عرب کے محاورہ کو سمجھنا چاہیے اور اس محاورہ کے مطابق قرآن وحدیث کو سمجھنا چاہیے۔ عقل کا یہ دخل تو ہونا ہی چاہیے مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَالَّذِي يَخْطُبُ جُنَاحَكَ... (الحج ۱۰۲) آیت اودہ مؤمنین جنہوں نے آپ کی اتباع کیا ہے ان کے ساتھ تو اشیاء کے ساتھ تہمتیں آئے۔ محاورہ عرب کا خیال نہ رکھ کر اگر اس آیت کے ترجمہ کے عقلی ترجمہ پر اکتفا کیا جائے تو اللہ کے اس حکم کی بجا آوری حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔ اور اگر محاورہ عرب کو دخل دیں کہ اس سے مراد تو اشیاء ہے تو حضرت خضر علیہ السلام سے اس کی بجا آوری اس طرح ہوگی کہ کسی سے ممکن نہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ آیات فقہیات اور صفات میں عقل کو دخل دیں (یہ صحیح نہیں ہے) جیسے آیت الرحمن علی العرش استوی کے ملبوم میں۔

میرا عقیدہ یہ ہے کہ ایسی صورت میں عقل کو دخل نہیں دینا چاہیے اور یہ بات معلوم و مسلم ہے کہ اگر مفسر کا بھی ایسی اشتقاقی الاستواء معلومہ والکیف فیہ قول (استواء تو معلوم ہے اور اس کی کیفیت مجھول ہے) اس باب میں استواء میں ایسی ثابت ہے۔ شرح عقائد کشفی میں مجھے یاد ہے کہ ہے کہ متاخرین نے آیات فقہیات کی تاویل جالبین اور فرق ضالہ باطلہ کے مطابق کو کر کے کے لیے کی ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ احکام فقہیہ تو فقہیہ مثلاً عذر کلمات نماز اور وضو میں عقل کو دخل دیں اور

جب تک اپنی عقل سے معلوم نہ کر لیں، قیول نہ کریں یہ عقل کا دخل نہایت قلیل اور کفر تک پہنچانے والا ہے۔

اس کے بعد قیاس کے بارے میں (پوچھا) سوال ہوا میں نے جواب دیا کہ میں قیاس کو مانتا ہوں اور قیاس میں مسلک حنفی کا عقیدہ ہوں۔ یہ چار جواب میں نے لکھے ہیں۔ جو کوئی ان میں کسی تبدیلی یا تبدیلی اور فرق کرے تو وہ میرے ہی کاغذ کو سامنے لائے۔ بعد ازاں جلدی کی وجہ سے لکھنے کا سلسلہ سوقوف ہو گیا اور صرف ذیلی بات چیت پر اکتفاء ہوا۔ اور چونکہ لکھے ہوئے جوابات محفوظ ہوتے ہیں لہذا ان کو بعد کو طبع نہ لکھا گیا۔

سوال ۵: ایک سوال یہ ہوا کہ کئی بدعت ضلالت (بر بدعت کراہی ہے) عام ہے یا خاص؟

جواب دیا گیا کہ خاص ہے۔ پھر سوال ہوا کہ اس کا مختص (تخصیص کتبہ) کیا ہے؟ جواب دیا گیا۔ اس کا مختص حضرت عمرؓ کا تراویح کے مسئلہ میں یہ قول گرامی ہے نعمة البدعة خان صاحب نے فرمایا کہ اس کا مختص یہ حدیث بھی ہوگی من سن سنة حسنة فله اجرها و اجور من عمل بها (جس شخص نے اچھا طریقہ ایجاد کیا اس کو اس اچھے طریقے کی ایجاد کا اجر اور عمل کرنے والے اشخاص کا اجر ملے گا) میں نے کہا یہ حدیث بھی مختص ہو سکتی ہے۔

پھر خان صاحب نے کہا کہ ایک حدیث ان الفاظ مستتر ہے "من ابتدع بدعة ضلالة (باخلاف بدعت بسوء ضلالت) (ترجمہ: جس نے بدعت ضلالہ کی ایجاد کی وہ) خان صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ بدعت فرض واجبہ اور مستحب بھی ہوتی ہے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ لیکن بدعت کی اصل بری ہے۔ میں اصل بدعت کو سیر کہتا ہوں تاکہ کل بدعت ضلالہ کا کلیہ باقی رہے اس معنی کو حضرت امام نوویؒ نے بیان فرمایا ہے۔ اور بدعت سیر کی اصل یہ ہے کہ اس میں کوئی حسن اور فتنہ ظاہر نہ ہو۔ خان صاحب نے فرمایا بدعت مباحہ اور بدعت سیر میں کیا فرق ہے؟ کیا سوال حضرت مولوی مخصوص اللہ صاحب نے بھی کیا۔

میں نے کہا بدعت مباحہ کو میں نہیں جانتا ہوں خان صاحب نے ایک شخص کے ہاتھ سے ایک کتاب لی اس کتاب کا نام بھی صحیح یاد نہیں خان صاحب نے مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا یہ حضرت امام

نودی کے ساتھ محترم کا قول ہے اور امام نوویؒ کہ جن کے قول سے مولوی صاحب (مہاراجی بڑھانوی) نے بدعت کے معنی بیان کئے ہیں، امام نوویؒ کے ساتھ محترم کے حوالہ سے جو بات پیش کی گئی تھی اس میں مجھے اتنا یاد ہے کہ میں البدع البیضا حلقہ بدعت کی ایک قسم بدعت مبارکہ (ہے)

بدعت مبارکہ کے ضمن میں مولود شریف کے اندر کھانوں کا پکا پکا فقرہ مساکین کو کھانا، انا اقبسہ بدعت ثابت کرنا اور مسلمانوں میں خوشی کا ہونا اور مولود شریف پڑھنا ان سب باتوں کا بھی تذکرہ ہوا جس وقت خان صاحب اس عبارت کو پڑھ رہے تھے اس وقت مولوی تقصیر اللہ صاحب اہل بیت سے فرمایا کہ یہی بدعت مبارکہ عرسوں کی اصل ہے۔ میں نے مولوی صاحب موصوف کی یہ بات اچھی طرح سنی اور شاید دوسروں نے بھی سنی ہو۔ اس کے بعد ان دونوں حضرات نے یہ سوال کیا کہ مولود شریف کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا باقی تین تاریخ و یوم بدعت نہیں ہے اور تین کے ساتھ بدعت میرے ہے۔ اگر یہ کچھ کما کے پیچھے دوسرے دنوں میں بھی ثواب یا تو ہوگا ہی نہیں اور اگر ہوگا تو کم ہوگا اگرچہ ان مقررہ دنوں میں کھانوں کی زیادتی کی وجہ سے مساکین ملام سے مستغنی ہوتے ہیں (اور کھانے کی ضرورت و رغبت نہیں ہوتی) اور دیگر ایام میں کھانے کے نتائج دیتے ہیں، باوجود اس کے ان مقررہ دنوں میں یہی کھانے کا انتظام کرے یہ بدعت میرے ہے۔ اور اگر نص شرعی سے کوئی بدعت مزاحم و مقابل ہو جیسا کہ ماہ رمضان ثواب ستر گنا بڑھ جاتا ہے اور مولود کرنے والا یہ سمجھے کہ مولود کے زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ثواب زیادہ پہنچتا ہے چاروں رمضان کی خصوصیت یہ بھی جانتا ہو تو ایسے شخص کے متعلق شاید میں نے کہا کہ یہ باعث خوف کفر ہے۔ اور میرا گمان غالب یہ ہے کہ اسی موافق پروردہ کی گفتگو ہوئی اور یہ ان بدعت کے درمیان یہ حدیث گنا ذکر کی گئی میں احداث فی امرنا هذا ایس حدیث فقہورد (جو ہمارے دین میں ایسی باتیں پیدا کرے جو اس میں نہیں ہیں تو وہ باتیں مردود ہیں)۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بدعت اسوردین میں ہوا کرتی ہے۔ غالباً یہ سوال بھی ملے کہ خود اکہ حدیث مبارکہ الیہ وسلم حدیث فقہورد (جس بات کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ بات اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے) اس کا کیا جواب ہے؟ (میں نے کہا کہ) اس کا اجماعی جواب یہ ہے کہ جو عادات مسلمان کے

ماوراء کے ساتھ متعلق ہے اور اثناء بیان بدعت میں یہ بات بھی میں نے کہی ہے کہ حضرت مجددؒ کے نزدیک بدعت ضلالتہ عام ہے۔

خان صاحب نے ایک دوسرے شخص کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ حضرت مجددؒ بدعت حسنہ کو داخل سیئہ کرتے ہیں اور بدعت سیئہ کو بھی بدعت قرار دیتے ہیں اس لحاظ سے آل میں کوئی فرق نہیں۔

سوال ہوا کہ مردہ کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان پڑھنا کیسا ہے؟

جواب دیا گیا کہ بدعت ہے۔ خان صاحب نے فرمایا کہ تلقین مردہ کی طرح یہ اذان بھی جائز ہے۔ میں نے کہا کہ حنفیہ کے نزدیک تلقین مردہ کا کوئی جواز نہیں ہے اگر اس کا جواز ہے تو مسک امام شافعیؒ میں ہے۔ خان صاحب نے فرمایا بعض کتب حنفیہ میں تلقین کا جواز موجود ہے اور اذان علی القبر کو اسی پر قیاس کر لیا ہے۔ میں نے کہا وہ کتاب جس میں (حنفیہ کے نزدیک) تلقین کی اجازت ہے اس کو میں نہیں جانتا۔ خان صاحب نے فرمایا اس کا نام وظائف بہستان اوس گا لیکن خان صاحب نے کتاب کا نام نہیں بتلایا۔

پھر سوال ہوا کہ عبادت کا ثواب مردہ کو پہنچتا ہے یا نہیں؟

میں نے جواب دیا عبادت مالہ کے ثواب کا پہنچنا سب ائمہ کے نزدیک ثابت ہے عبادت بدنیہ کا ثواب مردہ کو زندہ کی طرف سے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تو پہنچتا ہے امام شافعیؒ کے نزدیک نہیں پہنچتا۔ خان صاحب نے فرمایا کہ کتاب ”شرح الصدور“ میں سب ائمہ کا اس بارہ میں اتفاق لکھا ہے۔ مجھے اپنا جواب دینا یاد نہیں کہ اس کا کیا جواب دیا۔

پھر سوال ہوا اجماع حجت ہے یا نہیں؟

میں نے جواب دیا کہ حجت ہے۔ خان صاحب نے فرمایا کہ اگر مائل اجماع ثقت ہے تب اجماع حجت ہے۔ خان صاحب نے اول تو یہ بات فرمائی پھر میرے استفسار کے بعد مثال میں شیخ جلال الدین سیوطیؒ جیسے علماء کے نام پیش کیے۔ اس کے جواب میں میں نے اس کی تصدیق و توثیق کی۔ اس سے زیادہ یاد نہیں۔

پھر سوال ہوا مردہ کو ادراک ہوتا ہے یا نہیں؟

میں نے جواب دیا ہاں مردہ کو عالم (برزخ) کا ادراک خوب ہوتا ہے۔

پھر سوال ہوا کہ کیا اس دنیا کا بھی ادراک ہوتا ہے؟  
میں نے جواباً کہا کبھی کبھی ہوتا ہے۔

پھر سوال ہوا کہ کیا مردہ اس شخص کے کلام کو برابر سنتا ہے جو اس کی قبر پر پہنچ کر کچھ کہتا ہے؟ یا کبھی سنتا ہے؟ یا کبھی نہیں سنتا؟ میں نے جواب میں صرف ہاں واللہ اعلم کہا۔

انفرض مضمون چہارم میں جو امور مذکور ہوئے ان کی تحریر کے بعد بدعت اور اذان مسلیم القبر کا مسئلہ مکرر پیش ہوا اور باقی گفتگو جلدی کی وجہ سے مختصر ہوئی تھی۔ پھر خان صاحب نے ایک ایسی بات فرمائی جس سے تمام سوالات کے جوابات سے فراغت معلوم و مفہوم ہو گئی۔ پھر حضرات صاحب اور تمام حاضرین مجلس سے اٹھ گئے۔

سوال مجلس سے اٹھنے کے بعد ایک شخص نے بیچہ کے بارے میں سوال کیا میں نے کہا مردہ کو ایصالِ ثواب درست اور جائز ہے لیکن تیسرے روز کی قید بدعت سیئہ ہے۔ مضمون پنجم میں جو کچھ کلام مذکور ہوا اسی کے مطابق کہا گیا۔ اس کے بعد پھر اذان علی القبر کے بارے میں ایک شخص نے سوال کیا۔ میں نے کہا یہ بدعت سیئہ ہے اور حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں نہیں تھی اور اب تک مکہ معظمہ میں نہیں ہے اور یہ سلسلہ (عدم اذان علی القبر) اس زمانہ سے لے کر اس وقت تک تو اثر و ثواب کے ساتھ ہے۔ اور ہم اسی کو دیکھتے آئے ہیں میں اذان علی القبر کو حسن نہیں کہوں گا۔ ایک شخص کی آواز پر اولاً بیچہ کا جواب پڑا اور بلند پڑھا گیا اور اس سے متصل جو اذان علی القبر کے سوال کا جواب تھا وہ بھی زور سے پڑھا گیا۔ اور تحفہ ہفتم میں جن احادیث مولوی مخصوص اللہ وغیرہ علماء کا تذکرہ کیا گیا ان کا ان جوابات کو مستنایا نہ سنتا معلوم نہیں۔

خاتمہ میں تین مضامین ہیں:

اول یہ کہ لوگوں کے رنگ برنگ کے اغراض اہل اسی کے مطابق مختلف ہاتھ اور مختلف حالات ہوتے ہیں۔ گلستان سعدی کے منظر پڑھنے والے کو اپنے مطلب کے مطابق مختلف حکایات و آیات یاد رہ جاتی ہیں کسی کو تو باب پنجم کی حکایت عشق و جوانی اور کسی کو باب ششم کی ضعف و ناتوانی کا حکایتیں یاد رہ جاتی ہیں۔ (توحید پرست کو یہ حکایت یاد رہتی ہے)  
بچے پر سید زان گم کردہ فرزند

کہ اسے روشن گہر کر دیند

(ترجمہ شعر: کسی نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے پوچھا کہ اسے روشن خاندان والے اور اسے عقلمند  
بزرگ)

(معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا عبدالحی علیہ السلام نے یہ دو اذکار کتنے وقت علامت و اشارہ کے طور پر  
صرف یا ایک شعر ہی لکھنا کافی سمجھا آگے اس سلسلہ کے یہ اشعار اور ہیں:

ز معرشف بونے ویراہن شیدی	چرا در چاہ کنکاش ندیدی
بگفت احوال ما برقی بہاں است	دے پیدا و دیگر دم نہاں است
عجے بر طارم اعلیٰ شستم	گجے بر پشت پائے خرد ن لایم

مطلب یہ کہ کسی نے یعقوب علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے کہ دو دروازے کے ملک مصر سے آپ  
کے فرزند یوسف علیہ السلام کا کرتے لے کر جب قافلہ روانہ ہوا تو آپ نے اس کی خوشبو یہاں محسوس کرنی  
لیکن جب دہلی یوسف آپ کی بستی کنعان کے قریب ایک کنویں میں ڈال دئے گئے تو آپ ہن کو  
یہ دیکھ سکے تو انہوں نے جواب دیا: ہمارے حالات بھلی کی طرح ہیں کہ بجلی روشن ہوتی ہے تو سب  
کچھ دیکھ لیا جاتا ہے، اور جب کھلی غائب ہو جاتی ہے تو کچھ نظر نہیں آتا، کبھی ہم بلند ترین قمارت کے  
اوپر جوتے ہیں اور بہت نیچے دیکھ لیتے ہیں اور کبھی ہمارا حال یہ ہوتا ہے کہ اپنے پاؤں کی پشت بھی  
نہیں دیکھ پاتے۔ حاصل یہ کہ ہمارے اپنے اختیار میں کچھ نہیں، اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے ہماروں  
سب اور کی چیز معلوم اور محسوس کر دیتا ہے۔ جب نہیں چاہتا تو ہمیں قریب ترین چیز کا بھی علم نہیں  
ہوتا اور نظر نہیں آتا۔)

صحابِ خوارق و کرامات کے احوال سے معلوم ہوتا ہے کہ جو مقبولانِ بارگاہِ الہی ہیں وہ اپنی عاجزی  
اور بندگی کا اعتراف و اقرار کرتے ہیں کسی وقت تو ان مقبولانِ بارگاہِ الہی سے اللہ کی مشیت و  
قدرت کے ذریعہ ایک امر عجیب صادر ہوتا ہے اور کبھی ان کی عاجزی و لا چاری صاف ظاہر ہوتی  
ہے۔ لیکن ہمیشہ تو حید پرست مقبولانِ بارگاہِ الہی کا عقیدہ رہتا ہے، اور کسی کو گلستاں کی یہ حکایت یاد  
رہتی ہے:

مردے لطیف در بغداد



## دشترک یا کفش دوڑے دار

(ترجمہ: ہندو میں ایک خوش خزان بوزھے نے اپنی لڑکی ایک کفش دوڑ (موچی) کے نکاح میں دے دی۔) اس طرح کا مزاج رکھنے والے (بہت اداہام اور شہوت کے وسوسوں میں مبتلا غول) پر ہنگامہ رہتے ہیں۔)

یہ سب اختلافات احوال کی مثالیں تھیں۔ جامع مسجد کے واقعہ مذکورہ میں بھی یہ بات برہمچاریوں کی باتوں کو مستند اور یاد رکھنا اغراض و حالات کے اعتبار سے مختلف و متفاوت ہوا ہوگا۔

دوسرا مضمون یہ کہ مشکلم کے کلام کا لہجہ سادہ معنی کی عقلوں کے تفاوت و فرق کی وجہ سے بدل سکتا ہے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک مفہوم ایک شخص کی عقل کے مطابق ایک دو بات میں سمجھا جاتا ہے اور دوسرے شخص کی فہم کے مطابق ایک طویل کلام کرنا پڑتا ہے، تاکہ وہ بات سمجھ جائے۔ یہ بات بلا شک و شبہ ہے کہ روز مذکور میں جو نے والا کلام اتنا مختصر تھا کہ ہر شخص کی سمجھ میں نہیں آ سکتا تھا، مگر چند امور ظاہر ایسے تھے جو سمجھ میں آ سکتے تھے۔ چنانچہ چار جوابات جو تحریر کیے گئے ہیں، امور ظاہر میں سے تھے اور ان مضمونوں پر مقصد بالکل ظاہر ہے۔ کلام کے کچھ حصہ کا ترجمہ اور کچھ کا نہ سمجھنا انکی بلائے عظیم ہے کہ کلام کرنے والے عالم کے حال کو بدل دیتی ہے۔

تیسرا مضمون یہ ہے کہ اس طرح کے واقعات پیش آنے کے وقت ایسا حال رونما ہوتا ہے کہ جس کو کوکثر آخرت ہوتی ہے تو وہ اہم مقصود کو پیش نظر رکھتا ہے اور اس مقصود سے ہرگز غافل نہیں ہوتا۔ اپنے عقیدہ و عمل کو شرع شریف کے مطابق صحیح و درست رکھتا ہے، ممانظرہ میں غالب و مغلوب پر موقوف نہیں کرتا۔ اور اگر کوئی شخص یہ جانے کہ عقیدہ و عمل غالب و مغلوب کی دانست پر موقوف نہ تاکہ غالب کا اتباع کیا جائے اور مغلوب کا اتباع نہ کیا جائے تو ایسے شخص کو جان لینا چاہیے کہ متین کے ارکان مناظرہ میں پر موقوف نہیں رہتے۔ یہ بحث کہ تیجہ چالیسواں اور اس طرح کی دوسری بحثیں کرنی چاہئیں یا نہیں کرنی چاہئیں اور قیصر کو چھتہ بتانا جائز ہے یا نہیں ہرگز ہرگز یہ باتیں ہندو دین میں داخل نہیں ہیں۔ اگر سینکڑوں عاقل و بالغ مسلمان مردہ کو دفن کر کے اپنے اپنے گھر یا آجائیں اور پھر اس مردہ کا کوئی ذکر نہ کریں تو یہ ہرگز ہرگز ارکان دین سے کوئی رکن متراکب نہیں ہوا، برخلاف نماز جیسے رکن کے کہ قیامت میں سب سے پہلے نماز کے بارے میں سوال ہوگا اور

کو چھوڑنے والا فرعون و ہامان کے ساتھ مجسور ہونے کے قابل ہے۔

ہزاروں بلکہ لاکھوں مسلمان ایسے اہم ارکان چھوڑتے ہیں اور دوا دیوں کو بھی اس پر قفس نہیں ہوتا، جیسا کہ رسوم زائعوں کے چھوڑنے پر ہوتا ہے (جبکہ) بدعت کے چھوڑنے پر بہت کچھ سوچنا سہوار کرتے ہیں۔ سبحان اللہ! یہ تو ایک عظیم انقلاب ہے۔ واللہ غالب علیٰ امرہ و لکن اکثر الناس لا یعلمون۔

علامہ محمد علی عفی عنہ

(یہ صاحب حضرت مولانا عبدالحی عظیمی کی تحریر فرمائی توفیٰ روداد کے نقل و کتاب ہیں)

(الفرقان کا حضرت العظمیٰ نسیم احمد لریڈی نمبر بس ۱۶۶ ۲۱۶۶)

### حاصل مطالعہ:

اس سہاری روئیدار سے پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ الحمد للہ اس وقت تک جامع مسجد دہلی میں حضرت علامہ عبدالحی بڑھانوی و شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا درس دو غلط راہ پر جاری تھا اور وہ بھی چند ساعت کے لیے نہیں بلکہ ظہر سے عصر تک یہ درس جاری رہتا۔ اگر یہ حضرات معاذ اللہ اسے بڑے کشاکش تھے یا پورا دہلی یا غامدان دلی الہی ان کا مخالف تھا تو دہلی کی شاہ مسجد میں ہرگز ہرگز ان کو درس کی اجازت نہ دی جاتی۔

لہذا اس دن کوئی مناظرہ نہیں ہوا تھا نہ کسی مناظرے کا انعقاد کیا گیا تھا بلکہ یہ حضرات جب درس سے فارغ ہوئے تو ایک شخص نے (ان کا نام مولانا عبد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بتایا ہے) والہ اعلم: سیف الجبار) ایک پرچہ پیش کیا جن میں چند سوالات تھے اور ساتھ ہی ان کے جوابات بھی مرقوم تھے جن پر چند علماء کی مہریں بھی ثبت تھیں۔ ان حضرات سے بھی ان سوالوں کے جوابات طلب کیے گئے مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ نے جوابات تفصیل سے دینے کے لیے وقت مانگا جو بخوشی منظور بھی کر لی گئی۔ کیا مناظرے اس طرح ہوتے ہیں؟ درس کے اختتام تک پرچہ موقوف رکھنا اس بات کی یقین شہادت ہے کہ باوجود مخالفت کے ان حضرات کے دلوں میں شاہ صاحب و

مولانا عبدالحی کا ادب و احترام تھا۔

اس روئیداد سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ماضی کے اکابر اہل اللہ کی طرح مخالفین سے بے رحم  
عبدالحی و شاہ صاحب کے خلاف کمرہ درپردہ لگاتار کیا ہوا تھا چنانچہ مولانا رشید الدین صاحب  
استغفار کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ معاذ اللہ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے راستے کو جہنم کا راستہ کہتے ہیں  
مولانا عبدالحی رحمہ اللہ کے بقول یہ لوگ وہ تھے جن کی عرس کی شراب کی جوئے اور ہلاکت  
کی رکائیں ان کی دعا و نصیحت سے بند ہو گئی تھیں۔ یعنی اس دور کے رضا مندان تھے جو ان  
رضا خانی جنہوں نے شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ پر بھی اسی طرح دہا بیت کا الزام لگایا۔

جب مولانا عبدالحی صاحب رحمہ اللہ نے اس کی پرزور تردید کی تو مولانا رشید الدین صاحب  
مرحوم نے ان کی بات پر کلی اعتماد کیا جو ان حضرات کی ہا اسی محبت و خلوص کا آئینہ دار ہے۔

غرض حضرت غلام اسماعیل شہید و مولانا عبدالحی و مولانا رشید الدین خان صاحب مرحوم کا  
باتوں میں اختلاف تھا پھر مولانا رشید الدین خان دہلوی صاحب تک شاہ صاحبان کے ساتھ  
ان کے بارے میں متغی خبریں لا رہے تھے مولانا رشید الدین خان صاحب نے خود ان حضرات  
سے ان کا موقف معلوم کرنے کے لیے ان کے پاس تشریف لے گئے ساتھ میں عوام کو بھی لے  
گئے تاکہ سب حضرات ان کا موقف سن لیں اور ان الزامات کی حقیقت واضح ہو جائے مولانا  
وسعت قلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مولانا عبدالحی رحمہ اللہ کی طرف سے دیے گئے جوابات کو  
آواز بلند پڑھ کر لوگوں کو سنایا۔ اس مجمع کثیر نے انتہائی عقل کے ساتھ ان جوابات کو سن کر کہا  
کوئی ہنگامہ شور شراب نہ ہوا اور خیر و عافیت کے ساتھ یہ مجلس ختم ہوئی۔ غور فرمائیں کیا یہی وہ منظر  
ہے جسے رضا خانیوں نے ڈرامائی انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے کہ گویا پورا دہلی میں  
صاحب و مولانا عبدالحی رحمہ اللہ کے قتل کے درپے ہے۔

اس مجلس نے قبر پرستوں کی ساری امیدوں پر پانی پھیر دیا انہوں نے مولانا رشید الدین  
صاحب کے جو کان بھرے تھے وہ ساری مذموم کوششیں دھری کی دھری رو گئیں قلاب

پیدا اور پیدائش کر دیا کہ اس عظیم الشان مناظرہ ہوا تھا اور مولانا عبدالحی کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا اور اپنے وہابیائے عقائد سے توبہ کرنی پڑی۔ العیاذ باللہ۔

دہلی کے اس واقعہ کے بعد ان حضرات میں کسی قسم کی کوئی رجحش و اشتکاف باقی نہ رہا تھا جتنی متنی باتیں ہیں سب مخالفین کی آزمائی ہوئی ہیں۔ یہاں ہم ایک عینی شاہد کی گواہی مولانا اخلاق حسین تاحی صاحب دہلوی کے حوالے سے پیش کر رہے ہیں:

”بندہ کے سامنے تقریبہ الایمان کا وہ نسخہ ہے جو ۱۲۶ھ میں حافظ محمد ہیر خان کے اہتمام میں چھ مہینوں کے دوران شاہ جہاں آباد مطبع محمدی وحیدۃ الاخبار میں چھپا ہے اور اس کے (۷۴) صفحات ہیں۔ مولانا زید صاحب کے سامنے جو نسخہ ہے وہ ۱۲۷ھ میں مطبع صدیقی دہلی میں چھپا۔ یعنی پہلے نسخے کے تین سال بعد۔ پیش نظر نسخہ میں مولانا میر محبوب علی صاحب حبشی کتاب کا ایک مقدمہ بھی شامل ہے۔ مولانا زید صاحب اگر اس مقدمہ پر غور کر لیتے تو جو سبیل کا ہسیل اور بات کا ہنگامہ انہوں نے بنایا ہے وہ ظہور میں نہ آتا سید محبوب علی صاحب مولانا شہید دہلوی کے ہم سبق تھے، محمود عالم تھے اور اس صورتحال کے معنی مشاہد بھی تھے، وہ لکھتے ہیں:

”گور پرست مولانا محمد اسماعیل شہید دہلوی کو کہتے ہیں کہ مولوی رشید الدین خان صاحب سے خوب بحثیں رہیں، شہید مرحوم کو دست آنے لگے، جواب میں تھکے سو پہ سراسر غلط اور بہت ان ہے شہید منظور اور خان صاحب مرحوم کی گاہے کسما بات میں تکرار نہیں ہوئی اور جامع مسجد میں جب مولوی غیدالحی سے استفسار پر میر طلب کی تو مولوی صاحب مرحوم نے شکل بلوی سے حسنات برادرانہ عالمانہ کی شکایت کی خان صاحب مرحوم نے غور کی صورت دکاہر کی، وہاں شہید مرحوم نے کسما سے بات بھی نہیں کی اور جب مولوی عبداللہ دہلوی کو دفن کیا مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے مقبرہ میں لوگ خان صاحب سے اور مولوی غیدالحی صاحب سے مسائل مروجہ پوچھتے وہاں بھی کچھ خلاف و تکرار علماء میں نہ ہوئی۔ احوال ان ہزرگوں کے جو آپس میں ظاہر تھے چشم خود دیکھئے ہوئے یاد آتا ہے پرست خطہ میں برباد ہیں اور جواز و مکروہ کا آپس میں کہیں لفظاً خلاف ہے وہ مفسدوں

کے فتنے کی بنیاد ہے۔“

(بحوالہ مولانا محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ اور ان کے تلامذہ ص ۲۲، ۲۳)

مولانا رشید الدین صاحب مرحوم کے صاحبزادے مولانا سید الدین صاحب کا عظیم علمی کتب خانہ جب ۱۸۵۷ء کے حادثہ میں ضائع ہو گیا تو انہوں نے ایک خط میں کہا: ”ہم کو اپنے کتب خانے کے لٹ جانے کا اتنا افسوس نہیں جس قدر ان حواشی کے ضائع ہو جانے کا ہے جو مولانا شہید رحمہ اللہ نے علمی کتابوں پر لکھے تھے کیونکہ وہ کتابیں تو پھر بھی مل سکتی ہیں مگر ان حاشیوں کا اب ملنا محال ہے۔“ (اکمل البیان ص ۸۰۲)

یہ تھی ان بھائیوں کی آپس میں محبت جس میں فتنہ پرور رضا خانی آگ لگا کر کرشماتی مسیحا بننے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔

### فتح کس کی ہوئی:

رضا خانی حضرات ایک طرف تو کہتے ہیں کہ اس مناظرے میں شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ بڑی ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا مگر دوسری طرف مولانا فضل رسول بدایونی نے ایک جھلی دکھائی کہ مخصوص اللہ صاحب مرحوم کی طرف منسوب کیا ہے جس میں اس بات کا واضح اقرار کیا گیا ہے کہ دہلی مناظرہ سے پہلے سب ہمارے ساتھ تھے مگر اس مناظرے میں شاہ صاحب کی باتیں ان لوگ ان کی طرف مائل ہو گئے۔ فضل رسول بدایونی سوال کرتے ہیں:

”ساتواں سوال: اس وقت آپ کے خاندان کے شاگرد اور مرید ان کے طور پر تھے یا آپ کے موافق؟“

مولانا مخصوص اللہ صاحب رحمہ اللہ کی طرف منسوب جواب اس طرح بیان کیا گیا:

”ساتویں بات کا جواب یہ ہے کہ اس مجلس تک سب ہمارے طور پر تھے پھر ان کا جوت مسکن کر کے کچے آدھی آہستہ آہستہ پھرنے لگے۔“

(مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان ص ۱۰۳ اور مولانا ابو الحسن زید قادری)

اس میڈان بریلی خط کے میڈان بدایونی جواب کی سب سے مزے کی بات یہ ہے کہ مشاء صاحب کا جھوٹ بن کر میرے شاگرد اور سرور (کیونکہ سوال میں انہی کے متعلق پوچھا گیا ہے) میرے مسلک سے پھر کر ان کی طرف جانے لگ گئے، حالانکہ اصول یہ ہے کہ اپنے طریقہ کا حلقہ اور اپنے مسلک کا جھوٹ اکثر آدمی کوچ کی طرف لے جاتا ہے جھوٹ کی وجہ سے کوئی بھی سمجھدار آدمی اپنے عقیدے سے نہیں پھرتا مگر یہاں لگائی بہہ رہی ہے۔ اس جعلی مکتوب میں مولانا مخصوص اللہ صاحب رحمہ اللہ کی طرف سے تقریر الایمان کے رد میں ایک کتاب ”تقریر الایمان“ کا بھی ذکر ہے حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے اس نام کی کوئی تصنیف مولانا مخصوص اللہ صاحب کی نہیں ہے کبھی محترم عام پر آئی آج کے رضا خانی تو دور خود مولانا افضل رسول بدایونی صاحب کو بھی اس کتاب کو دیکھنے کی توفیق نہ ہوئی ہوگی۔ غرض اس نام سے دنیا میں اس کتاب کا کبھی کوئی وجود نہیں رہا۔

### خاندان ولی اللہی پوری طرح شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے ساتھ تھا:

رضا خانی حضرات نے نام نہاد ولی مناظرے کو بیان کرتے ہوئے سب تاثر بھی اپنے کی کوشش کی ہے کہ پورے خاندان ولی اللہی شاہ صاحب کا مخالف تھا اور گویا مولانا رشید الدین و مولانا مخصوص اللہ و مولانا موہنی صاحبان جیسے حضرات مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے جانشین تھے اور پورے خاندان کے ترجمان گویا یہی تین حضرات تھے۔ حالانکہ ایسا قطعاً نہیں ان کا ادب و احترام اپنی جگہ محمد شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے علم، تقویٰ و مقام ارفع کے سامنے ان کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ اپنا علمی جانشین اگر کسی کو تصور کرتے تو وہ شاہ محمد اسماعیل شہید یا شاہ محمد آفاق تھے جیسا کہ ماقبل میں حوالہ گزر چکا ہے۔ یہاں ہم مزید اتمام حجت کے لیے مولانا حکیم محمود احمد برکاتی مرحوم جن کا تعلق بریلویوں کے غیر آبادی سلسلہ تلمذ سے ہے اور موصوف شاہ صاحب کے خاندان میں سے بھی ہیں کا حوالہ پیش کرتے ہیں جو باوجود مخالفت اعتراف حق کہ

مجھے:

”اب روئے وہ نوخیز افراد خاندان جو دلی میں متوطن اور براہ راست شاہ عبد العزیز کے زیرِ نگرانی تھے یعنی شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد الغنی کے صاحبزادگان تو ان میں سے (۱) محمد عیسیٰ (۲) محمد حسین (۳) محمد حسن (۴) عبد الرحمن عرف مصطفیٰ کے متعلق ہمیں معلوم نہیں کہ ان میں سے کس کس کی حصولِ علم کی توفیق ملی تھی کس کس نے حصولِ علم کو منزلِ آخر تک پہنچایا تھا؟ کس دل و دماغ کے نتیجے میں کردار و عمل میں کیا مقام رکھتے تھے؟ مختصر یہ کہ معلوم نہیں یہ حضرات اس قابل تھے یا نہیں کہ شاہِ محدث کی نگاہِ انتخاب ان پر پڑتی ۱۲ اس لیے اب صرف پانچ حضرات رہ جاتے ہیں:

(۱) شاہِ مخصوص اللہ (۲) شاہِ محمد سونی (۳) شاہِ محمد اسلمیل (۴) شاہِ محمد اعلیٰ (۵) شاہِ محمد یعقوب۔ ان میں شاہِ مخصوص اللہ و شاہِ محمد سونی شاہِ محمد یعقوب کے متعلق اگرچہ یہ معلوم ہے کہ وہ علمِ مہینے حسنِ عمل میں بھی اپنے خاندانِ گرامی کی روایات کے حامل تھے لیکن انہیں علوم میں کوئی بلند مقام اور مخصوص مرتبہ حاصل نہیں تھا دل و دماغ کی صلاحیتیں بھی غیر معمولی نہیں تھیں اور یہ حیثیتِ تجرِبِ ان شراک کو پورا نہیں کرتے تھے جو ہم بیان کر چکے ہیں لہٰذا حالہ شاہِ محدث کا رتبان اس گروہ کے باقی دو حضرات کی طرف ہونا چاہیے تھا (۱) شاہِ محمد اسلمیل (۲) شاہِ محمد اعلیٰ۔ روایات و آثار کے اس قیاس کی حائذِ ہوتی ہے کہ شاہِ صاحب نے قبیلِ آخرِ انتخاب انہیں دونوں جوانوں کا کیا حکم اور فرمایا کرتے تھے: الحمد للہ الذی وہب لی علی الکبر اسماعیل و اسلمی۔

(حیات شاہِ محمد اعلیٰ و صاحب میں ۷۳۷ھ ریحانِ ایلیدی کرانی)

شاہِ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں شاہِ محمد اسلمیل شہیدِ شہید (شہیدِ مسندِ قدس) جلوسہ افرادِ بزرگ تھے اور جب تک دہلی میں رہے ان کا دھڑا برابری رہا۔ قاضیِ نعلِ امسہ لدھیانوی رضا خانی جیسے متعصب بھی یہ لکھنے پر مجبور ہے:

”ہاں مولوی اسماعیل عالمِ محدث تھے۔۔۔ مولوی اسماعیل کی سزا و تحصیل اور طاقت زبانی اور دھڑا گوئی اور خوش بیانی میں واقعی ایک تسخیر کا عالم تھا۔“

(انوارِ نقابِ صداقت: ص ۲۵۵، ص ۲۵۶ طبع جدید)

حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ جب جہاد پر روانہ ہوئے اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کی مسند تدریس پوری طرح حضرت شاہ محمد اسماعیل صاحب رحمہ اللہ نے منجہل لی تو اس وقت بھی محدث دہلوی کے جانشین شاہ اسماعیل صاحب رحمہ اللہ پوری طرح حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے ساتھ تھے اور مجاہدین کے لیے دہلی میں جو چندہ جمع ہوتا اس کی نگرانی شاہ اسماعیل صاحب ہی کرتے اور انہی کی نگرانی میں وہ چندہ مجاہدین کے پاس پہنچایا جاتا۔ حتیٰ کہ جب بعض حضرات نے سید احمد شہید و شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی تحریک جہاد کی مخالفت شروع کر دی تو شاہ اسماعیل صاحب رحمہ اللہ نے شاہ محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ مل کر ان الزامات کی بھرپور تردید کی اور مجاہدین کے اس قافلے کی ہر طرح سے مدد و نصرت کی۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمایا:

(اعانت مجاہدین، مندرجہ کتاب جہاد، شاہ محمد اسماعیل صاحب، ص ۵۹ تا ۷۰)

قاضی فضل احمد رضا خانی کو بھی اس بات کا اقرار ہے کہ مولانا محمد اسماعیل، شاہ صاحب کے ساتھ مل گئے تھے:

”مولوی محمد اسماعیل صاحب بھی آخر کو اس طرف جھک گئے تھے اگرچہ ان کی کتابوں میں مولوی اسماعیل صاحب کا ساز و درویش نہیں ہے۔“ (الوردۃ، قلاب صداقت، ص ۳۳ تا ۳۴ طبع جدید)

رضا خانیوں کی منافقت دیکھیں کہ خود شاہ ولی اللہ کو دہائی لکھا اور بیٹے شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کو ان سے اختلاف کی وجہ سے حق گو کہا کسی نے ان پر الزام نہیں لگایا کہ باپ کا مخالف ہو گیا لیکن جب شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے مولانا رشید الدین خان صاحب سے اختلاف کیا تو آسمان سر پراٹھا لیا۔

دہلی مناظرے نے رضا خانیوں ہی کا منہ کالا کیا:

ترجمان رضا خانیت مولوی کاشف اقبال رضا خانی صاحب نے پورے تین صفحات ۲۲۳ تا ۲۲۶ اسی پر سیاہ کیے کہ دیوبندیوں سے ہمارا اصل اختلاف ان کی گستاخانہ عبارات پر ہے معاذ اللہ نور و بشر میاں و علم غیب وغیرہ پر اختلاف بتانا یا تقریریں کرنا عوام کو مغالطہ دینا ہے۔ اسی طرح



مولانا احمد سعید کاظمی صاحب لکھتے ہیں:

”ان لوگوں کے ساتھ ہمارا اصولی اختلاف صرف ان عبارت کی وجہ سے ہے جن میں ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ و مہدیان حق سبحانہ و تعالیٰ کی شان میں صریح گستاخیاں کی ہیں باقی مسائل میں محض فردی اختلاف ہے جس کی بناء پر چاہیں میں سے کسی کی تکفیر و تفسیل نہیں کی جاسکتی۔“ (الحق البصیر: ص ۲۳ راجع شریعہ سعید جامعہ انوار العلوم ملتان)

مگر دوسری طرف دہلی کے اس مناظرے میں مولانا رشید الدین صاحب نے تقویۃ الایمان یا شاہ صاحب کے عقائد کو چھوڑا تک نہیں بلکہ یوسر قبر، اذان علی القبر، میلاد بدعت، بقول مولوی غلام مہر علی نور و بشر حاضر و ناظر جیسے فردی مسائل پر گفتگو کی۔ گو یا بقول مولوی کاشف اقبال عوم کو مخالفت دیا۔ اور ان مسائل کو چھیڑا جس پر بقول کاظمی کسی کی تکفیر تو دور تفسیل بھی نہیں کی جاسکتی۔

مولانا رشید الدین مرحوم صاحب کا یہ عمل اس بات کی کھلی شہادت ہے کہ جن عبارت پر آج رضا خانی اعتراض کر رہے ہیں اور جس انداز سے اس اختلاف کو آج پیش کیا جا رہا ہے یہ سب مولانا احمد رضا خان بریلوی کی کارستانی ہے اس نے اپنا نیا مذہب ایجاد کرنے کے لیے اگرچہ شیعہ کے اشارہ پر یہ شیطانی حرکات کی تھیں۔ ورنہ خود شاہ صاحب کے زمانہ میں ان اعتراضات کا کوئی تصور نہ تھا۔ مولانا فضل حق خیر آبادی صاحب نے بھی صرف شطاعت اور افتاحِ اظہر کے مسئلہ پر شاہ صاحب سے اختلاف کیا۔ تعجب کا مقام ہے ایک طرف تو بریلوی کہہ رہے ہیں کہ ساری شورش سارا فساد تقویۃ الایمان کی وجہ سے ہوا، سارے علماء تقویۃ الایمان کی وجہ سے مخالف ہوئے مگر جب اس شورش کو ختم کرنے کا وقت آیا تو تقویۃ الایمان کا نام بھی نہ لیا اور محض فردی اختلاف پر مجمع جمع کر کے قوم کا وقت برباد کیا گیا۔ جن مسائل کی بنیاد پر سارے دہلی کو شاہ صاحب کا مخالف بتایا جا رہا ہے آج کے اہل حق نے رضا خانی تو سرے سے ان کو اختلاف ہی تسلیم نہیں کرتے اس اختلاف کی بنیاد پر کسی کو اہل السنۃ والجماعہ سے خارج کرنا تو دور فاسق بھی نہیں

تسلیم کرتے۔

خود ڈاکٹر الطاف حسین محدی صاحب اس بات کا اقرار کرتے ہیں:

”۱۲۳ھ میں مناظرہ دہلی میں اسماعیل دہلوی نے کفریہ عبارات سے توپ نہیں کی۔ جناب اس مناظرہ میں کفریہ عبارات کو زیر بحث نہ کیا گیا تھا، وہاں تو چند دیگر اختلافی مسائل کو زیر بحث لایا گیا تھا۔“ (روئیدو مناظرہ گستاخ کون: ص ۱۲۵) ملاک بک کارپوریشن (رائلینڈی)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مولانا رشید اللہ یحیٰ مولانا مخصوص اللہ اور مولانا محمد موسیٰ وغیرہم و مجاہد فی سبیل اللہ شاہ محمد اسلمیل شہید رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے درمیان کوئی حقیقی اصولی اختلاف نہ تھا اور بقول بریلوی حضرات دونوں ہی اپنے موقف پر حق پر تھے۔ اس اختلاف کا جو منظر بریلوی حضرات نے پیش کیا اگر اسے درست تسلیم کر لیا جائے تو اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ مولانا رشید الدین و دیگر علماء نے محض معمولی فردی اختلاف پر تباہی مچا کر دیا جو کہ ہرگز اہل علم کی شان نہیں۔ بہر حال بات طویل ہوتی جا رہی ہے دہلی کی اس مجلس کے متعلق دیگر کئی اہل معلومات بھی راقم کے پاس موجود ہیں جو پھر کسی اور موقع پر اللہ شاء اللہ بیان کر دیے جائیں گے اس وقت چونکہ ہم نے پوری رضا خانی کتاب کا جواب دینا ہے لہذا اس تاریخی بحث کو بھی ختم کیا جاتا ہے۔

جن مسائل کو اختلافی بتایا گیا اس پر ہندوستان کے اکابر علماء اپنی رائے پہلے

سے دے چکے تھے:

یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ رضا خانیوں نے دہلی مناظرہ سے کے متعلق جن مسائل کو ذکر کیا شاہ صاحب سے پہلے ہندوستان کے اکابر علماء ان پر اپنی رائے دینی اسے چکے تھے جس کو شاہ صاحب نے اپنا یا تو آخر مطعون صرف شاہ صاحب کو کیوں کیا جا رہا ہے؟ ہم یہاں اس بات کو واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ان مسائل میں اکابر سے بغاوت شاہ محمد اسلمیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء نے نہیں کی بلکہ ان کے مخالفین نے کی ہے۔

## مسئلہ علم غیب:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

الوجدان الصریح یحکم بان العبد عید و ان ترقی و ان الرب رب و ان تنزل و ان العبد قط لا یتصف بالوجوب و بالصفات اللازمة للوجوب ولا یعلم الغیب الا ان ینطبع شیء فی لوح صدره و لیس ذالک علیا بالغیب انما ذالک الذی یکون من ذاته و الا فالانبیاء و الاولیاء یعلمون لا محالة بعض ما یغیب عن العامة. (تفسیرات الہیہ: ج ۱ ص ۲۳۵)

[ترجمہ] وجدان صریح بتاتا ہے کہ بندہ کتنی ہی روحانی ترقی کیوں نہ کر لے بندہ وہی رہتا ہے اور رب اپنے بندوں کے کتنا قریب کیوں نہ ہو جائے وہ رب ہی رہے گا بندہ واجب الوجود کی صفات یا وجوب کی صفات لازمہ سے کبھی متصف نہیں ہوتا علم غیب وہ جانتا ہے جو از خود ہو (کسی دوسرے کے جلالت سے نہ ہو) اور ان انبیاء و اولیاء یقیناً انکی بہت سی باتیں جانتے ہیں جو دوسرے عوام لوگوں کی رسائی میں نہیں۔

اسی واسطے علم غیب کو خاصہ خداوندی کہا گیا ہے چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”ثم لیعلم انه یحب ان ینفی عنهم صفات الواجب جل مجدہ من العلم بالغیب والقدرۃ علی خلق العالم الی غیر ذالک و لیس ذالک بدقیص۔“

(تفسیرات الہیہ: ج ۱ ص ۲۳)

[ترجمہ] پھر جان لیجیے کہ لازم ہے کہ انبیاء و مجتہدین سے واجب الوجود جل مجدہ کی صفات کی نفی نہ کی جائے جیسے علم غیب اور عالم کی تخلیق وغیرہ اور ان امور کی نفی ہرگز ان کی شان میں کی نہیں کرتی۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے اور جانشین حضرت شاہ عبد المعز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

بھی فرماتے ہیں:

”یار حبیب! کہہ دو اولیاء برابر رہا انبیاء و مرسلین مگر داعیہ و انبیاء و مرسلین را الوازم الوجودیت از علم غیب“

شہید فریاد ہر گما و ہر جا قدرت بر تہج مقدورات ثابت کنند۔ (تفسیر عزیزی: ج ۱ ص ۵۲)

[ترجمہ] اشک و گریہ کی باتوں میں سے ہے کہ احمد و اولیاء کا رتبہ انبیاء خیمہ کے برابر جاننا اور انبیاء خیمہ کے لیے لوازم اور بیت جیسے ظلم غیب کا عقیدہ رکھنا یا ہر ایک کی پکار ہر ایک جگہ سے سن لینا یا تمام مقدورات پر ان کی قدرت (مختار کل) نہنا۔

### اسماء و اولیاء و مزارات و عرس کی خرافات:

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے پیاریوں اور دیگر پریشانوں میں مسلمانوں کی طرف سے رسوم جاہلیت اور مخلوق کو حاجت روا بنانے کی سختی سے مذمت کی ہے اور اس کا تفصیلی رد کیا ہے۔ حافظہ: مکتوبات فارسی، مکتوب نمبر ۳۱ و دفتر سوم ۶۳ تا ۶۵ و ۳۶۵ تا ۳۷۱ ایم سعید کراچی۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”کل من ذهب الی بلدة حمیر او الی قبر سائر مسعود او ما ضاهاها لاجل حاجة یطلبها فانہ اثم اثم اکبر من القتل والزنا لیس مثله الا مثل من کان یعبد المصنوعات او مثل من کان یدعو اللات والعزی“۔

(تفسیرات الہیہ: ج ۲ ص ۴۵ و ۴۶ برقی پریس لاہور)

[ترجمہ] ہر وہ شخص جو توحید حمیر یا سائر مسعود کے مزارات پر اپنی حاجت روائی کے لیے جاتا ہے اور ان سے اپنی حاجتیں طلب کرتا ہے تو اس کا یہ عمل قتل و زنا سے بھی بڑا گناہ ہے صاحب مزار کو مشکل کشا بنی دکل سمجھتے ہوئے مشککات میں پکارنے والے کی مثال لات و عززی کو پکارنے والوں کی طرح ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی جنہیں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کا نقلی وقت کہتے تھے لکھتے

ہیں:

”مسئلہ: اگر کے گوید کہ خدا اور رسول پر یں عمل گواہ اند کا فرض و اولیاء و کار و شہدہ برا عباد معبود: اللہ ام موجود ہاں نسبت کردن ایچہ و وعدہ ام و عطیہ ام رزق یا اولاد و دفع بلا و مرض و غیر آں بسوئے شان کفر است قل لا املک لنفسی نفعاً ولا ضرراً الا ما شاء اللہ یعنی گواہ کے لئے نفع و ضرر

ما ملک یستتم من برائے خوشنفع را و نہ ضرر را مگر آنچه خدا خواهد و اگر نسبت بظہر حق با صحت اور  
مضا کفہ اندازد۔

[ترجمہ] مسئلہ: اگر کوئی کہے کہ خدا اور رسول اس عمل پر گواہ ہیں تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اولیاء کرام  
معدوم کو موجود کرنے یا موجود کو معدوم کرنے کی قدرت نہیں رکھتے اس لیے پیدا کرنے و زنی اپنے  
بلادہ کرنے اور مرض سے شفا دینے وغیرہ کی نسبت ان سے مدد طلب کرنا کفر ہے قرمان خداوندی  
ہے قل لا املک لنفسی نقعا ولا ضرا الا ما شاء اللہ یعنی اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے  
اپنے آپ کے لیے نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں مگر وہ جو کچھ اللہ چاہے اور اگر سب کے کمال  
سے نسبت ہو تو کوئی حرج نہیں۔ (دستان السالکین ترجمہ ارشاد الہامین ص ۷۸، ۷۹)

قاضی صاحب ولایت کے متعلق خلیفہ مشرکانہ بریلویانہ عقیدہ کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں  
”بعضی در اولیاء اللہ عصمت خیال کی کنندوی راتند کہ اولیاء ہر چہ خواہند تا من شود ہر چہ نخواستند معدوم  
مگر وہ از تصور اولیاء باین خیال مراد است خود طلب می کنند و چون در اولیاء اللہ مقربان در گاہ کہ خود  
ایں صفت نمی یابند از ولایت آنہا مگری شوند و از فیوض آنہا محروم می مانند“

[ترجمہ] بعضی اولیاء کے معصوم ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ اولیاء جو کچھ چاہتے ہیں  
وہی ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتے وہ نہیں ہوتا اور اسی خیال سے اولیاء اللہ کی قبروں سے اپنی مرادیں  
طلب کرتے ہیں اور جو وہ زعمہ اولیاء اللہ اور مقربان خداوندی میں یہ صفت مست پاتے تو ان کی  
ولایت کا انکار کر کے ان کے فیوض سے محروم رہتے ہیں۔

(دستان السالکین ترجمہ ارشاد الہامین ص ۷۸، ۷۹)

”لا یجوز ما یفعله الجهال بقبور الاولیاء والشہداء من السجود والطواف  
حولہا واتخاذ المروج والمساجد علیہا ومن الاجتماع بعد الحول کالاعیاد و  
یسوونہ عرساً عن عائشہ و عن ابن عباس قال لما نزل ہر رسول للہ نذارة  
مرض طفق یطرح خمیصۃ لہ علی وجہہ فاذا اغتمہ کشفہا عن وجہہ ویقول  
ہو کذا لک لعنة اللہ علی الیہود والنصارى اتخذوا قبور انبیائہم مساجد

## علم غیب اور حاضر ناظر:

”اگر کسی کو یہ کہ خدا اور رسول پر ایمان گواہانہ کافر شود“

”مسئلہ: اگر کوئی کہے کہ خدا اور رسول اس عمل پر گواہ ہیں تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔“

(زیستہن المسلمین ترجمہ شاد اللہ العالیین، ص ۷۸، ۷۹)

اور اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

”مسئلہ اگر کسی بدون شہود نکاح کرو و گفت کہ خدا اور رسول خدا را گواہ کروم یا فرشتہ را گواہ کروم کافر شود“۔ (ملا بدعت، ص ۱۳۶، میر محمد کتب خانہ کراچی)

[ترجمہ: اگر کوئی شخص بغیر گواہ کے نکاح کرے اور کہے کہ میں نے خدا اور اس کے رسول کو یا فرشتہ کو گواہ کیا تو کافر ہو جائے گا۔]

کیونکہ رسول خدا ﷺ اور ملائکہ کو عالم الغیب سمجھنا کفر ہے کہ یہ صفت خاصہ رب سب باری تعالیٰ ہے۔

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

”ہندوگان خاص الہی را در صفات واجبہ شریک و اشتق یا آنہا را در عبادت شریک ساختن کفر است چنانچہ دیگر کفار یہ انکار اختیار کیا کہ فرشتہ چنانا نصاریٰ عیسیٰ را پس خدا و مشرکان عرب ملائکہ را دختران

خدا گفتند و علم غیب با آنہا مسلم و ہندو کافر شدند“۔ (ملا بدعت، ص ۱۳۶، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی)

حق تعالیٰ کے خاص ہندوں کو اس کی صفات واجبہ میں شریک ٹھہراتا یا ان کو بندگی میں شریک

بنانا کفر ہے جس طرح دوسرے کفار نبیوں کے انکار سے کافر ہوئے اسی طرح نصاریٰ عیسیٰ کا

خدا کا بیٹا اور عرب کے مشرک فرشتوں کو خدا کی بیٹی کہہ کر اور فرشتوں کے لیے علم غیب کا عقیدہ

مان کر کافر ہو گئے (یہی عقیدہ مشرکین پاک و ہند کا بھی ہے) نبیوں اور فرشتوں کو خدا تعالیٰ کا

صفات میں شریک بنانا جائز نہیں۔

قبروں پر مزار بنانا:

یہی تاشی صاحب لکھتے ہیں:

"اس نے اپنے برقرار اولیاء و عمارتہائے رفیع بنامکند و چراغاں روشن میکند و ازین قبل ہرچہ میکند حرام است یا مکروہ"۔ (ملا بدت ص ۸۳)

[ترجمہ] اولیاء کی قبور پر جو اونچی عمارتیں بناتے ہیں اور چراغاں کرتے ہیں اور اس قسم کے جتنے کام کرتے ہیں (مثلاً غلاف عرس وغیرہ) سب حرام یا مکروہ (تحریک) ہیں۔

### قبر پر اذان:

شاہ محمد اعلیٰ ابن شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"بیت کے زون کرنے کے بعد قبر پر اذان دینا مکروہ ہے اس لیے کہ احادیث سے اس کا ہونا معلوم نہیں ہوتا"۔ (ماہ مسائل ص ۶۳)

### بدعت حسنة:

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"سنت و بدعت دونوں پورے مطلوب پر ایک دوسرے کی ضد ہیں ایک کا وجود دوسرے کے نقص و نگی کو مستلزم ہے پس ایک کا زندہ کرنا دوسرے کو مارنے کو مستلزم ہے یعنی سنت کا زندہ کرنا بدعت کے مارنے کا موجب ہے اور بالعکس۔ پس بدعت خواہ اس کو حسنة کہیں یا سیدر فاع سنت کو مستلزم ہے۔ شاید حسن نسبی یعنی اضافی کا کیا اعتبار ہوگا کیونکہ حسن مطلق وہاں گنجائش نہیں رکھتا کیونکہ تمام سنتیں حق تعالیٰ کے نزدیک مقبول و پسندیدہ ہیں اور ان کے اضعاف یعنی بدعتیں شیطان کی پسندیدہ ہیں۔ آج یہ بات بدعت کے پھیل جانے کے باعث اکثر لوگوں کو ناگوار معلوم ہوتی ہے لیکن ان کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم ہدایت پر ہیں یا یہ لوگ۔ موقوف ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام اپنی سلطنت کے زمانہ میں جب دین کو درانج دیں گے اور سنت کو زندہ فرمائیں گے تو بدعت کا عالم جس نے بدعت پر عمل کرنے کو اپنی عادت بنائی ہوگی اور اس کو "حسن" (بدعت حسنة) خیال کر کے دین کے ساتھ ملا لیا ہوگا تعجب سے کہے گا اس شخص نے ہمارے دین کو دور کر دیا ہے اور ہمارے خدا و رب و ملت کو مار دیا ہے اور خراب کر دیا ہے حضرت مہدی علیہ السلام اس عالم کے قتل کا حکم فرمائیں گے اور حسنة کو سید

نیال کریں گے۔ (مکتوبات: مکتوب نمبر ۳۵۵، دفتر اول، ج ۲ ص ۵۸۷، مخرج سعید و نقیون بریلوی)

قاضی شام اللہ پانی پتی، منتخب فرماتے ہیں:

”حضرت خواجہ عالی شان خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمتی و امثال شان حکیم کردہ اندہ اندہ کہ برحق است کہ موافق سنت است آن عبادت مفید تر است برائے از الہ رزائل نفس و تصفیہ من صراط حصول قرب الہی لہذا از بدعت حسن شکل بدعت قبیحہ اجتناب کی کنند کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ کل محدثا بدعة و کل بدعة ضلالة پس نتیجہ این حدیث آنست کہ کل محدثا ضلالة و بدعتی است کہ لا شیعی من الضلالة یہدایة فلا شیعی من المحدثات یہدایة۔“

[ترجمہ] حضرت خواجہ عالی شان خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمتی اور آپ جیسے دیگر بزرگان نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ عبادت جو سنت کے موافق ہے وہ رزائل نفس تصفیہ و صراط اور قرب الہی کے حصول کے لیے زیادہ مفید ہے۔ اس لیے بدعت حسن سے بھی بدعت قبیحہ کی طرح بچنے ہیں کیونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کل محدثا بدعة و کل بدعة ضلالة ہر نئی بات بدعت ہے اور تمام بدعتیں گمراہی ہیں پس اس حدیث کا نتیجہ یہ ہے کہ کل محدثا بدعة و کل بدعة ضلالة و ظاہر ہے کہ لا شیعی من الضلالة یہدایة فلا شیعی من المحدثات یہدایة گمراہی کی کوئی چیز ہدایت نہیں ہے پس ہر نئی بات گمراہی ہوتی ہے۔ (در بیان الہدایہ ترجمہ و تفسیر ابن الجوزی، ص ۶۹ تا ۷۲)

### نتیجہ چالیسواں درسی:

قاضی صاحب رحمہ اللہ اپنی وصیت میں لکھتے ہیں:

”بعد مردن من رسوم دینی مثل وسم وستم وچلم و ششماہی و برسی نکند۔“ (الحدیث ص ۱۶۱)  
[ترجمہ] میرے مرنے کے بعد دنیوی (بریلوی) کہ سمیں ششماہی اور ششماہی اور چالیسواں اور چالیسواں ششماہی اور سالانہ برسی عرس کچھ بھی نہ کریں۔

مناظرہ دہلی کرنے والے جواب دیں:



وہی باتوں کو جب شاد صاحب اور ان کے ساتھیوں نے دہرایا تو تم مناظرے کرتے ہو اگر مناظرہ کرتا ہے تو پہلے ہندوستان کے ان اکابر سے مناظرہ کرو۔

## تقویۃ الایمان سے شورش ہوگئی:

ترجمان رضا خانیت لکھتا ہے:

”ہندوستان میں سب سے پہلے مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان نامی کتاب لکھ کر اس کی بنیاد رکھی جس کا ذکر دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی نے ان الفاظ میں کیا کہ: ”مولوی اسماعیل صاحب نے تقویۃ الایمان.... کو اردو میں لکھا، اور لکھنے کے بعد اپنے خاص خاص لوگوں کو جمع کیا جن میں سید صاحب مولوی عہد الحق صاحب شاہ محمد الحق صاحب مولانا محمد یعقوب صاحب مولوی فرید الدین صاحب مراد آبادی مؤمن خان عبداللہ خان استاد امام بخش صاحب کی: ملک علی صاحب بھی تھے اور ان کے سامنے تقویۃ الایمان پیش کی اور فرمایا کہ میں نے یہ کتاب لکھی اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ راسخ لفظ بھی آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے مثلاً ان سوز کو جو شرک خفی تھے شرک جلی لکھ دیا گیا ہے ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کتاب کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی اگر میں یہاں رہتا تو ان مضامین کو میں آٹھ دس برس میں بتدریج بیان کرتا لیکن اس وقت میرا ارادہ حج کا ہے اور وہاں سے واپسی کے بعد عزمِ جہاد ہے اس لیے اس کام سے معذور ہوں اور میں دیکھتا ہوں کہ دوسرا اس بار کوہِ ثنائے گائیں دس لیے میں نے یہ کتاب لکھ دی ہے کہ اس شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خودی ٹھیک ہو جائیں گے۔“ (مدارجِ خلاصہ: ص ۹۸، طبع لاہور)

”دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ برصغیر پاک و ہند میں اس فتنہ کی بنیاد مولوی اسماعیل دہلوی نے رکھی اور یوں ہندوستان میں واپسیت کے مسرورغ کا کام اگر بڑھنوں کے بل بوتے پر شروع ہو گیا۔“ (دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف: ص ۲۹)

مندرجہ بالا حکایت میں سے مولوی کاشف اقبال رضا خانی نے مندرجہ ذیل عبارت نقل نہیں کی:



مقامت طبع، انہماک و تفہیم اور کسر نفسی پر دال ہے۔ چونکہ یہ عبارت صراحتاً بریلوی مددگار کی نشی کر رہی تھی اس لیے رضا خانیوں نے اسے خوش نہ کیا۔

فائدہ: اردواج ثلاثہ کو حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی تصنیف و تحریر کہنا بھی درست نہیں۔ کیونکہ عام طور پر مشہور ہے کہ "اردواج ثلاثہ" حضرت حکیم الامت مجدد دین و ملت الشاہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ کی تصنیف ہے آج کل جو مارکیٹ میں اردواج ثلاثہ دستیاب ہے اس پر بھی مصنف کا نام مولانا اشرف علی تھانوی بطور مصنف و مرتب درج ہے۔ مگر یہ درست نہیں دراصل اردواج ثلاثہ تین مختلف رسائل کا مجموعہ ہے:

- (۱) امیر الروایات: انرا میر باڑ خان مرحوم۔
  - (۲) روایات الطیب: از حکیم الاسلام قاری طیب صاحب مرحوم اس مجموعہ میں امیر باڑ خان صاحب کی بیان کردہ روایات کو جمع کیا گیا ہے۔
  - (۳) اشرف العتبیہ: یہ رسالہ دراصل حضرت مولانا نبیہ صاحب مرحوم کا ہے جس میں انہوں نے موقوفات حکیم الامت سے بزرگان دینی النبی کی حکایات کو جمع کیا ہے۔
- بعد میں ظہور الحسن صاحب رحمہ اللہ نے ان تینوں رسائل کو یکجا کر کے حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی تجویز پر اس کا نام "اردواج ثلاثہ" رکھ کر شائع کر دیا۔ (اردواج ثلاثہ: ص ۱۳ اور اشاعت کراچی)
- غالباً اسی سے ناشرین کو مغالطہ لگا اور انہوں نے اسے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی مستقل کتاب سمجھتے ہوئے حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی طرف منسوب کر دیا آج بھی انڈیا سے جو اردواج ثلاثہ شائع ہو رہی ہے اس پر مرتب کا نام مولانا ظہور الحسن صاحب کسولوی رحمہ اللہ لکھا ہوا ہے:

(اردواج ثلاثہ منسوبہ مکتبہ تھانوی یوپی)

مصطفیٰ رضا خان کے فلیٹ عبدالستار ہمدانی بھی جب اس کا حوالہ دیتا ہے تو یوں لکھتا ہے:

"اردواج ثلاثہ مرتب ظہور الحسن کسولوی ناشر کتب خانہ اودا الخرباء سہارنپور (یوپی)"

(امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر: ص ۳۸ مکتبہ اعلیٰ حضرت مزنگ لاہور)



مراجہ نہیں دیا جاتا مگر اس غیر معمولی حقیقت و اختیار کے باوجود یہ بھی ناقابل تردید حقیقت ہے کہ شاہ شہید نے حضرت سید احمد شہید کے سامنے اپنی ذات کو اس درجہ فنا اور قربان کر دیا تھا کہ اس کی مثال نہیں ملتی بھی ایسا نہیں ہوا کہ شاہ شہید نے اپنی رائے کو سید احمد کی رائے سے مستز کرنے کی کوشش کی، یا کسی قرینہ سے بھی اس کا اظہار فرمایا ہو، تحریک اور عملِ جدوجہد کے متعلق جو کچھ ملے ہو تا سید صاحب طے فرماتے، جو فیصلہ ہو تا سید صاحب کی منظوری سے ہوتا اس فطانت و بے نفسی کے چشم دید واقعات راویوں نے بیان کیے ہیں، مثال کے طور پر دو واقعہ درج ہیں: مولانا عبدالحی حسنی، مولانا محمد حسین (متوکل سید احمد شہید) کے اگلے سے نقل کرتے ہیں:

”مولانا محمد اسماعیل صاحب نے جب مناوہ حاضر ہوئے اور حکامِ ہند جو اس وقت سے قیام پاتے تو مرتے مرتے نہیں چھوڑا، راستہ میں حضرت فرماتے مولانا خدا نے سواری دی ہے سواریوں میں جا کر سوار ہو جاتے، نہیں قدم چل کر پھر اتر پڑتے اور حکامِ ہند آ کر چکر لیتے، پھر کہتے حضرات! اسماعیل کو اتنی بھی مہارت گوارا نہیں مایاں صاحب (محمد حسین بکھروی) کہنے لگے، ایک شخص نے کہا حضرت آپ کی عمر اور سید صاحب کی ایک ہے؟ فرمایا کہ عمر سید صاحب کی ہے میری کہاں فرماں ان کا غلام ہوں، اس لفظ کو گھر کہتے رہے۔“

(ارمغانِ احباب: سفرنامہ مولانا عبدالحی حسنی، ص ۱۶۱ طبع اولیٰ ۱۹۵۸ء)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی فرماتے ہیں:

”سکیم (رائے بریلی) کے قیام میں یہ فاضل بے بدل (شاہ شہید) سید صاحب کے فرمائے ہوئے مضمون کو قلمی پر لکھتا، اور سید صاحب کو سنا تا، سید صاحب کبھی کبھی پانچ پانچ مرتبہ دہراتے اور لکھواتے اور آپ کی پیشانی پر شکن نہ آتا، صراطِ مستقیم میں تین تین چار چار سطروں کے القاب میں سید صاحب کا نام لیتے ہیں۔“ (کاروانِ ایمان و عزیمت: ص ۳۵ طبع اولیٰ لاہور ۱۳۰۰ھ)

اس لیے یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ شاہ محمد اسماعیل، سید صاحب کی موجودگی میں یا غیر موجودگی میں ایسا گفتگو کا کوئی ایسا فقرہ یا لفظ بھی منہ سے نکالتے جس سے حضرت سید صاحب کے مرتبہ و مقام کی معمولی سے معمولی بے احترامی کا تاثر ملتا۔ سید صاحب کے سامنے اس قسم کی ایسی گفتگو

بالکل اسی ناممکن اور قیاس سے بعید ہے کہ شاہ شہید یوں فرمائے کہ ”اگر میں یہاں رہتا تو آٹھ لاکھ برس میں ہندوستان پر فتح کرنا لیکن اس وقت میرا ارادہ حج کا ہے اور وہاں سے واپسی کے بعد غم جہاد ہے“

**خاصہ:** یہ انتساب اس وجہ سے بھی درست معلوم نہیں ہوتا کہ جب تک سید احمد شہید دہلی اور نواح دہلی میں قیام فرماتے تھے اس وقت تک صرف متوقع سفر جہاد کا تذکرہ تھا اسی کی دعوت دی جا رہی تھی اسی کی تیاری ہو رہی تھی اور جا بجا اسی محنت کے لیے غما کندہ اور مرکز قائم کیے گئے تھے حج کا دور دور تک کوئی تذکرہ ذکر نہیں تھا۔ تذکرہ نگاروں کی اطلاع کے مطابق سفر حج کے ارادے کا سب سے پہلا اظہار سید صاحب نے دہلی سے آخری واپسی کے بعد رائے بریلی کے زمانہ قیام میں فرمایا تھا اس سے پہلے سفر حج کا دور دور تک کوئی ذکر تذکرہ نہ تھا تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: سید احمد شہید جلد اول صفحہ ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰ از غلام رسول مہر مرحوم۔

(ماخوذ از رسدائی احوال و آثار کا ندھلہ از نور الحسن راشد کا ندھلوی۔ مزید تفصیل کے لیے رسدائی احوال و آثار شمارہ ۲۰، ۲۱، ۲۲ اشاعت خاص شاہ محمد اسماعیل شہید اور تقویۃ الایمان کے حروف ہوا شورش تاریخ و حقیقت کے آئینہ میں۔ مرتب حضرت مولانا نور الحسن راشد کا ندھلوی مدظلہ العالی مطبوعہ مفتی الہی بخش اکیڈمی کا ندھلہ پوٹی انڈیا کا مطالعہ کریں)

### خلاصہ بحث:

رضا خانیوں کو بھی تسلیم ہے کہ بزرگان دین کے مخطوطات میں اکثر رطب و یابس مل جاتا ہے لہذا ہمارے نزدیک یہ روایت درست نہیں اور اس کی استنادی حیثیت مخدوش ہے۔ بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے پھر بھی حضرت شاہ اسماعیل شہید رضی اللہ عنہ کی مراد واضح ہے کہ ہندوستان کے طوائف عرض میں جاہل مسلمانوں کے اندر شرک و بدعت کے جراثیم پیدا ہو چکے ہیں انہیں توحید و حق قرآن و حدیث سنانا گویا ان کے اعتقاد کی صفائی کرنی کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ ہمیشہ کی طرح وہاں حق کے خلاف طوفان بدتمیزی پیدا کر دیں گے مگر حق کی ہوتی ہے ابتدا و آخر خود ہی یہ فتنہ ختم

ہو جائے گا۔ کیا رضا خانی تاریخ میں کسی ایک مصنف کی مثال پیش کر سکتے ہیں جس نے باطل و شرک و بدعت کے خلاف آواز اٹھائی ہو اور اس کے خلاف شورش نہ ہوئی ہو؟

سارے فتنے و فساد کی جو رضا خانی ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان میں سارے فتنے فساد کی جڑ مولانا احمد رضا خان بریلوی اور ان کے ماننے والے ہیں، کبھی یہ کہتے ہیں کہ مجدد الملوکیؑ نے اپنے حالات سکر میں مکتوبات لکھ دیئے، کبھی کہتے ہیں کہ شاہ ولی اللہؒ نے وہابی ہو گیا تھا، پھر کہتے ہیں کہ شاہ اعلیٰ اور شاہ اسماعیل شہید بھی اسی نظر پر پڑھا، پھر کہتے ہیں کہ شاہ عبدالعزیز میں بھی کچھ وہابیت کا رنگ تھا، فضل حق خیر آبادی کے نظریات کو بھی ان لوگوں نے کفر لکھا (تفصیل کے لیے ہدیہ بریلویت، از مفتی مجاہد ملاحظہ ہو) علمائے دیوبند کو بھی ان لوگوں نے کافر کہا، اپنے ہی ہم مسلک بدایونی اور فرنگی علی علماء سے ان کو خدا واسطے کا بیرو اور کئی کئی بزرگ کفر کے فتوے ان پر لگائے، تحریک پاکستان والوں کے یہ دشمن، مسیحی علی جناح کو یہ کافر بتائیں، علامہ اقبال کو یہ گستاخ بائیں، تحریک خلافت کے خلاف یہ لکھیں، حتیٰ کہ ان کے نزدیک سارے ہندوستان میں سوائے جماعت بریلویہ کے سب کا مستنصر و مرتد گستاخ ہے ایمان میں معاذ اللہ۔

مولانا عبدالستار خان نیازی لکھتے ہیں:

”پاکستان کی تمام جماعتیں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شیخ محقق مہد الحق محدث دہلوی، اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے انکار و نظریات پر اصولاً متفق ہے لہذا ہم اپنے تمام ممتاز عرفیہ امور ان کے عقائد و نظریات کی روشنی میں حل کریں۔“ (احمد رحیم المسلمین، ص ۱۱۳ اور اعلیٰ جلی کاشنر لاہور)

مگر شاہ ولی اللہ کے بارے میں تم نے غلط لکھا کہ وہ نیک و وہابی ہے تو جس پر پورے پاکستان کے مکاتب فکر کا اتفاق ہوا ہے اپنے اکابر میں سے ماننے والا فساد دی ہے یا اسے وہابی مان کر کافر بنانے والا؟ ”کار ملاں فسادتی سمیل اللہ“ ہے؟ دیوبندی مذہب کا مؤلف جس کی کتاب کا چرچہ سب کا شرف و اقبال صاحب نے سرود کر کے جمع کیا ہے اس کا حوالہ نقل کیا جا چکا ہے کہ سارے فساد کی

جز شاہ ولی اللہ اور اس کے بیٹے ہیں۔ بریلوی حکیم الامت کا جانشین مفتی افتخار خان نہیں لکھتے ہے:

”الاعنی لغو اور کذب باتوں نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور خواجہ حسن بھٹائی دہلوی کو معاشرہ علم میں مشکوک بنا دیا کہ پتہ نہیں لگتا کہ یہ لوگ سنی ہیں یا شیعہ یا وہابی ان لوگوں نے اپنی کتب میں کوئی بات شیعہ نوازی میں کہہ کر شیعہ فرقہ کو خوش کروا کر یا کوئی بات وہابیوں کی تائید میں کر دی اس کج روی کی بنیاد پر یہ مشکوک لوگ اہل سنت کے لیے قابلِ سند نہیں رہے۔“

(تحقیقات علیٰ مطبوعات، ص ۸۱)

ان حوالوں کے بعد بھی اگر کوئی کہے کہ فقہ و فساد کی جز شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ ہیں معاذ اللہ تو ایسے ڈھیٹ و بے شرم کا علاج صرف جوتی ہے۔ مولانا عبدالستار خان نیاززی دیوبندی بریلوی اتحاد کے لیے چوتھا نکتہ لکھتا ہے:

”بہر حال پلیٹ فارم پر بحث و مناظرہ کا بازار گرم نہ کیا جائے اور تکفیر و تفسیق اور طعن و تشنیع سے کلی احتراز کیا جائے۔“ (اتحاد بین المسلمین، ص ۱۱۶)

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے کافر کہا، ان کے بیٹوں کو تم نے شیعہ و وہابی کہا شاہ اسماعیل پر فتوے تم نے لگائے علماء دیوبند کو گستاخ تم نے کہا اہل سنت و جماعت کے خلاف دیوبندی کے بظان کا اکتشاف، دیوبندی مذہب، دیوبند سے بریلی، حسام الحرمین وغیرہ جیسی شرانگیز کتابیں جو طعن و تشنیع بے جا تکفیر و تفسیق سے پر ہیں تم نے لکھی اب چاہو ”جہادِ سلاف“ اونی سبیل الشیطان“ پر عمل پیرا تم ہوئے یا معاذ اللہ شہید فی سبیل اللہ حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ جو ساری زندگی شرک و بدعت کے خلاف اور کافروں کے خلاف لڑتے ہوئے اللہ کی راہ میں لوجہ اللہ شہید ہوئے۔ حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے ”تقریبہ الامیان“ لکھ کر معاذ اللہ فقہ و فساد کی بنیاد نہیں ڈالی بلکہ شرک و بدعت اور رسومات جاہلیہ کی بنیاد اور اس فقرہ و فساد کو ختم کیا اس کتاب میں انہوں نے



اپنی باتوں کا ذکر کیا ہے جو ان سے پہلے ان کے اسلاف کر چکے تھے۔ تفصیل کے لیے مولانا عزیز الدین رحمہ اللہ کی ملاحظہ کتاب ”اکمل الایمان فی تائید تقویۃ الایمان و رد الطیب الایمان“ کا مطالعہ کریں۔

### تقویۃ الایمان اور امداد الفتاویٰ:

اس کے بعد ترجمان رضا خانیت اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”تقویۃ الایمان کے انداز دلچسپ گستاخانہ ہونے کا خود مولوی ہاشم علی قحطانوی کو بھی اقرار ہے سوال و جواب دونوں بخش خدمت ہیں۔“

سوال: جوابی کی کتاب تقویۃ الایمان میں لکھا ہے کہ کل صومن اخوة یعنی آپس میں سب مسلمان بھائی بھائی ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ خدا کے آگے پیغمبر ایسے ہیں جیسے چھڑ چڑھے تو آپ اس میں کیا فرماتے ہیں کہ (انبیاء کو) بھائی کہنا درست ہے کہ نہیں؟ اور چھڑ چڑھے کے بارے میں بھی لکھا ضرور بالضرور تاکید لکھا جاتا ہے کیونکہ یہاں سب مسلمان مومن بھائی ہیں نفاق پڑا ہے۔ کیونکہ وہ اپنی لوگ کہتے ہیں کہ کہنا درست ہے اور حضرت محمد ﷺ کو بڑا بھائی کہتے ہیں اور سب جماعت کہتی ہیں کہ کہنا درست نہیں لہذا براہ مہربانی اس خط کا جواب بہت جلد لکھیے۔

الجواب: تقویۃ الایمان میں بعض الفاظ جو سخت واقع ہو گئے ہیں تو اس زمانے کی جہالت کا علاج تھا۔ لیکن اب جو بعضوں کی عادت ہے کہ ان الفاظ کو بلا ضرورت بھی استعمال کرتے ہیں یہ بے شک بے ادبی و گستاخی ہے۔ تقویۃ الایمان والوں کو بھی یہ یاد نہ کیا جائے اور تقویۃ الایمان کے ان الفاظ کا استعمال بھی نہ کیا جاوے گا۔ (امداد الفتاویٰ: ج ۵ ص ۵۰۵ طبع کراچی)

قارئین غور کیجیے کہ قحطانوی صاحب کی تقویۃ الایمان کے انداز کے گستاخانہ ہونے کا اقرار ہے مگر پھر اسے اس دور کی جہالت کا علاج قرار دے کر اسے گردِ اسلخیل کو بچانے کی فکر میں ہیں اور انصاف کیجیے کہ حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ اقدس میں تو راعنا کرنا بھی منع قرار دے دیا گیا مگر وہ ہندی مذہب میں جہالت کا علاج گستاخی رسول (ﷺ) سے کیا جاتا ہے فیما

للعجب محمد اللہ علیہ اہل سنت نے تقویۃ الایمان کے رد میں بقول سید محمد شادوقی القادری  
اڑھائی سو کتب تحریر فرمائیں بلکہ خود حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے خاندان سے ہی حضور  
کتاب اس کے رد میں لکھی گئیں جن میں مولانا مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین کی معید الایمان۔  
(دیوبندیت کے بھان کا انکشاف: ص ۴۲، ۴۳)

جواب: کاشف اقبال رضا خانی نے اپنے موروثی فن کتر و بیونت کا مظاہرہ کرتے ہوئے  
اعداد الفتاویٰ کی عبارت کاٹ پیٹ کر پیش کی۔ مکمل عبارت ملاحظہ ہو اس کے بعد ہم اس عبارت  
سے رضا خانیوں کے استدلال کا جائزہ لیں گے۔

”الجواب: تقویۃ الایمان میں بعض الفاظ جو سخت واقع ہو گئے تو اس زمانے کی جہالت کا عسلان  
تھا جس طرح قرآن مجید میں عیسیٰ علیہ السلام کو ماننے والوں کے مقابلے میں قلی فسن یملک من  
اللہ شیدئا ان اراد ان یملک المسیح بن مریم الخ فرمایا ہے لیکن مطلب ان الفاظ کا برا  
نہیں ہے جو غور سے یا سمجھانے سے سمجھ میں آسکتا ہے لیکن اب جو بعضوں کی عادت ہے کہ ان  
الفاظ کو بلا ضرورت بھی استعمال کرتے ہیں یہ بے شک بے ادبی اور گستاخی ہے اگر متنازعین میں  
انصاف ہوگا تو ان سطروں سے باہم فیصلہ کر لیں گے جس کا خلاصہ یہ ہوگا کہ تقویۃ الایمان والوں کو  
برا بھی نہ کیا جائے اور تقویۃ الایمان کے ان الفاظ کا استعمال بھی نہ کیا جاوے گا۔“

(اعداد الفتاویٰ، ج ۵ ص ۸۹ کتاب باعقہ کدوا کا نام)

اول بات تو یہ ہے کہ اس فتوے میں کہیں بھی تقویۃ الایمان کی عبارت کو ”گستاخانہ“ نہیں کہا  
گیا، ہاں بعض الفاظ کو سخت کہا اور سخت و گستاخی میں زمین آسمان کا فرق ہے اور وہ سخت بھی اجنبی  
بیچارے کے لیے نہیں فرمایا جیسا کہ رضا خانیوں نے دھوکا دیا۔ اور ساتھ ہی اس کی توجیہ بھی فرمادی  
کہ بعض اوقات مرض کے سخت ہونے کی وجہ سے علاج بھی سخت کرنا پڑتا ہے۔ بعض دفعہ  
سد المہاب بعض معاملات میں سختی کرنی پڑتی ہے مگر عام حالات میں اس کی اجازت نہیں دی  
جاسکتی ہے۔ دیکھیں حدیث میں آتا ہے:

عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ ﷺ بین الرجل و بین الکفر ترک الصلوۃ رواہ احمد و مسلم و قال بین الرجل و بین الشرک و الکفر ترک الصلوۃ. الحدیث

[ترجمہ] حضور اقدس ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ نماز چھوڑنا آدمی کو کفر سے ملا دیتا ہے ایک جگہ ارشاد ہے کہ ایمان و شرک کے درمیان نماز چھوڑنے کا فرق ہے۔

اب دیکھیں اس حدیث میں نماز چھوڑنے کو کفر و شرک کہا مگر ہم کہتے ہیں کہ یہ صرف زبردستی کے طور پر کہا گیا ہے اس سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ معاذ اللہ نماز چھوڑنے سے آدمی کا سنہرو شرک ہو جاتا ہے تو تھوڑے اتواں حدیث کو بیان کرنا درست ہے مگر کوئی اس کو بلا ضرورت جواز بنا کر ہر تارک نماز پر کفر کے فتوے لگاتے پھرتے تو یقیناً یہ غیر مناسب رویہ ہے۔

غلام نصیر الدین سیالوی بریلوی ابنہ اشرف سیالوی بریلوی لکھتا ہے:

”شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کے بارے میں کیا ارشاد فرمائیں گے جب ان سے کسی پادری نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے میدان کر بلا میں تمہارے نبی ﷺ نے ان کے لیے دعا کیوں نہ کی اور دیا کہ ان کو بچا کیوں نہ کیا؟ اس کے جواب میں حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے فرمایا کہ پیغمبر ﷺ جب فریاد کے واسطے گئے تو یہ وہ غیب سے آواز آئی کہ ہمیں اپنے بیٹے کا سونے چڑھنا یاد آ رہا ہے ہم اس کے غم میں مصروف ہیں تمہارے نواسے کا کسب کریں۔“ (کلمات غزیری ص ۵)

(بحوالہ عبارت اکابر کا تحقیقی و تحقیقی جامعہ ص ۳۶۳ مکتبہ نوشیہ کراچی)

ملاحظہ فرمائیں شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ایک خاص ماحول میں اور خاص حیرائے میں جواب دیا لیکن اب کوئی وریدہ دہن اس کو لے کر بلا ضرورت یہ کہنا شروع کر دے کہ دیکھو اللہ کا بیٹا تھا سونے چڑھ گیا اللہ اس کو نہ بچا سکا تو ہمیں کیا بچائے گا معاذ اللہ تو جواب دیں یہ انداز بیان گستاخی پر محمول ہو گیا یا نہیں؟ اور جواب دیں کہ اس گستاخی کا سبب شاہ صاحب دہلوی ہیں یا اس وریدہ

دین کی اپنی اپنی سوچ؟

دیکھیں قرآن پاک میں حضرت آدم علیہ السلام کی خطا و لغزش کا ذکر ہے اسے کوئی عقیدہ سے بیان میں اور موقع کی مناسبت سے بیان کرے تو بالکل ٹھیک ہے مگر اسے بیجا دینا کرید و لیا کر کہ جب انبیاء سے غلطیاں ہو سکتی ہیں تو ان کی اطاعت کیوں کی جائے؟ تو ظاہر ہے کہ یہ سب ادبی میں شمار ہوگا۔

یہی حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتا چاہ رہے ہیں کہ تقویۃ الایمان میں بعض باتیں عقائد کے باب میں موقع کی مناسبت سے بیان ہوتی ہیں بعض جگہ کچھ سخت باتیں سداللباب کے طور پر بیان کر دی گئی ہیں مگر ان باتوں کو ان کے مقام و ضرورت تک محدود رکھا جائے اور عند الضرورت بلاشبہ ان کو بیان کیا جاوے لیکن ہر وقت ہر ایک کے سامنے موقع بموقع اس کو بیان کرنا مناسب نہیں۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی عبارت:

”لیکن اب جو بعض کی عادت ہے کہ ان الفاظ کو بلا ضرورت بھی استعمال کرتے ہیں یہ بے شک بے ادبی اور گستاخی ہے۔“

عبارت میں ”ان“ کا اشارہ تقویۃ الایمان نہیں بلکہ سوال میں پوچھی گئی باتیں ہیں کہ ایک ہے عقیدے کے بیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اخوت کا بیان (جس کی تفصیل اپنے معنی پر آ رہی ہے) اور ایک ہے ہر جگہ یہ رٹ لگانا کہ نبی تو ہمارے بڑے بھائی ہیں تو نبی کو اپنا بھائی ہی کہیں گے یقیناً غیر مناسب ہے۔ اسی طرح اللہ رب العزت کی قدرت و طاقت کو اپنے منہ پر بیان کرنا بالکل بجا ہے لیکن اب کوئی اس کا مطلب یہ لے کہ چونکہ اللہ کی قدرت کے بیان میں بعض جگہ علماء نے سخت حیرایا پنایا ہے لیکن ہم اللہ کی قدرت کو اس طرح بیان کریں گے کہ یہاں تک بول دیں گے کہ العیاذ باللہ نقل کفر کفر نہ باشد اللہ تعالیٰ کے سامنے پیغمبر چوڑے ہوا اللہ تعالیٰ یقیناً بے ادبی و گستاخی ہے۔ اللہ پاک جزائے خیر دے حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ کتنی منصفانہ اور پیاری بات فرمائی ہے مگر الٹی عقل والے کو ہر چیز الٹی ہی نظر آتی ہے۔

احمد رضا خان کے جواب میں دو فیصلہ کن بریلوی عبارت:

بریلوی حکیم الامت مولانا منظور اوجھیا نوی المعروف مفتی احمد یار گجراتی صاحب پر اعتراض

جواب

”اعتراض (۶) لفظ اہل تہذیب میں حضرت صدیقہ کی روایت ہے کہ لڑائی میں کہ کان بشر اس میں حضور ﷺ بشروں میں سے ایک بشر تھے اسی طرح جب حضور ﷺ نے عائشہ صدیقہ کو اپنی زوجیت سے مشرف فرمایا چاہا تو صدیقی بیچھ نے عرض کیا میں آپ کا بھائی ہوں کیا میری دختر آپ کو حلال ہے دیکھو حضرت عائشہ نے حضور ﷺ کو بشر کہا اور صدیقی نے اپنے کو حضور کا بھائی بتایا۔ تو مفتی احمد یار گجراتی صاحب جواب دیتے ہیں:

”جواب۔ بشر یا بھائی کہہ کر پکارنا یا محاورہ میں نبی ﷺ کو یہ نہا حرام ہے عقیدہ کے یہاں یا دریافت مسائل کے اور احکام میں۔ حضرت صدیقہ یا صدیقی نہ نہ عام گفتگو میں حضور ﷺ کو بھائی یا بشر نہ کہتے تھے یہاں ضرورت اس نکتہ کو استعمال فرمایا۔“

(جاء الحق جس اور شرکت یکہ ڈیو گجرات)

یہی مقصود حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا ہے ایک ہے عقیدہ اور احکام میں ضرورت کسی بات کو بیان کرنا اور ایک ہے محاورہ اور عام بول چال میں بیان کرنا دونوں میں یوں بعید ہے۔ یاد رہے کہ ہمارے کتابوں میں جو نبی کریم ﷺ کو بھائی یا بشر کے الفاظ ہیں وہ بھی اسی عقیدہ کے بیان میں ہیں نہ یہ کہ عام بول چال میں بھی ہم نبی کو بھائی یا بشر کہہ کر پکارتے ہیں اگر کسی رضا خانی میں نفیرت ہے تو اس امر کا ثبوت دے کہ ہم عام بول چال میں بھی نبی کریم ﷺ کو صرف بشر کہتے ہیں یا بشر کہہ کر پکارتے ہیں۔ الحمد للہ اس حوالے سے ان تمام اعتراضات کا جواب نہیں ہو گیا جو بشر یا بھائی کے الفاظ سے ہم پر کیے جاتے ہیں۔

دوسرا الہ: نواب احمد رضا خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں:

”ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو الفاظ شیخ الاجالہ میں ارشاد فرمائی ہیں دوسرا کہ تو گردن

ماردی چائے الاصول نے صرف تین عہدیت دیکھی ہے لیکن حیدریت سے آگے کی چیزیں بھی  
ہیں۔ (مفاتیح حصہ سوم، ص ۲۵۳) فریڈک ایکسٹن (۱۸۷۰ء)

ایک طرف بریلوی کہتے ہیں کہ گستاخی کوئی بھی کرے وہ اسے الدین اساتذہ کی نیوز  
ہو، ہم انہیں معاف نہیں کریں گے تو کیا ان کا کٹر بیچنا کا معاذ اللہ جہاں میں آکر استغاثہ الاصول  
کہنا جو بقول احمد رضا قاضی گردن زوئی میں تو جائز ہو مگر کوئی اور کہے تو گردن مار دی سب سے  
کیاں؟ کس قاعدے سے کس اصول کے تحت یہ فرق کیا جا رہا ہے؟ جو اصول رضا خانی حضرت اسے  
یہاں ذکر کریں، وہی اصول امداد الفخانی میں موجود "یا ضرورت" کے لفظ پر حاشیہ لگا کر مرتبہ  
کر دیں۔ یاد رہے کہ جو بھی اصول نقل کریں گے اس سے زیادہ اسد اللغات اولیٰ میں  
دفاع ہو گا اس عبارت میں امال کا کٹر کی طرف جو گستاخی منسوب کی گئی ہے معاذ اللہ اس کا پرز  
دفاع نہ ہو سکے گا۔

دل تو کر رہا ہے کہ رضا خانی معترض کی مزید بھی خاطر واضح کی جائے اور سرقہ شہرہ عسری  
ریزی و تحقیق کا سارا برکس نکال دیا جائے الحمد للہ اس رضا خانی کے ہر اعتراض کے جواب میں  
راقم کے پاس بیسیوں دلائل موجود ہیں مگر صفحات کی تنگی اور اعتراضات کی کثرت کی وجہ سے سب  
کا احاطہ ممکن نہیں لہذا اب ہم آگے چلتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کو راعنا کہنا:

مولوی کا شیف اقبال رضا خانی لکھتا ہے:

"مقصود اقدس ﷺ کی بارگاہ اقدس میں تو راعنا کرنا بھی منع قرار دے دیا گیا ہے۔"

مگر ترجمان رضا خانیت کے گرو نواب احمد رضا خان صاحب نبی اکرم ﷺ کو معاذ اللہ  
راعی (چرواہا) لکھتے ہیں:

"اللہ کا محبوب امت کا راعی کس پیاد کی نظر سے اپنے پالی ہوئی بکر چاں کو دیکھتا اور نہایت بھرپور  
سے انہیں حفاظت فرماتی ہے۔" (ختم نبوت، ص ۱۷) مگر یہ نبی ﷺ کی بخشش (لا تبارک)

ترجمانِ رضا خانیت تو کہتے ہیں کہ "راعنا کرنا بھی منع ہے" (ویسے پیراعنا کرنا اور دو معنی کی کوئی قسم ہے؟) مگر تمہارا امام اس حکم کا انکار کرتے ہوئے نبی کو معاذ اللہ چرواہا اور امت کو بکریاں کہہ رہا ہے۔ کیا یہ گستاخی نہیں؟ اگر یہ دانت دکھانے کے نہیں تو تاویلات فاسدہ کرنے کے بجائے اپنے امام پر حکمِ شرعی لگاؤ۔ مولوی یوسف عطاری لکھتا ہے:

"حضور ﷺ کے لیے بہرا ہونے کی دعا کرنا یا تکبیر والا کہنا یا بکریاں چرانے والا کہنا اگرچہ کفر ہے لیکن یہ الفاظ ان گستاخوں کی گستاخانہ کلمات سے بہت جگہ ہیں۔"

(ایمان کی پہچان حاشیہ تمبیہ ایمان: ص ۱۰۱ مکتبہ المدینہ کراچی)

### تقویۃ الایمان کے رد کی رام کہانی:

ترجمانِ رضا خانیت نے لکھا کہ تقویۃ الایمان کے رد میں ۲۵۰ کتب لکھی گئی ہیں حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو بتایا جائے کہ وہ اڑھائی سو کتب کہاں ہیں؟ کدھر سے ملیں گی؟ ان کے لکھنے والوں کا علمی مقام و مرتبہ کیا ہے؟

اس کا بھی کوئی مستند ثبوت نہیں کہ مولانا مخصوص اللہ مرحوم صاحب نے تقویۃ الایمان کے رد میں "معید الایمان" نامی کوئی کتاب لکھی ہو اگر لکھی تھی تو کہاں ہے؟ کب لکھی؟ کس نے چھاپی؟ اگر نہیں چھپی تو اس کا قلمی نسخہ کہاں کس لائبریری میں ہے؟ کیا ترجمانِ رضا خانیت یا اس کے اساتذہ یا اس کی کتاب کے مقررین نے بھی کبھی معید الایمان دیکھی ہے؟ مولانا نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں:

"علمائے اسلام نے اس کتاب کے متعدد رد لکھے تحریر و تقریر سے اس کے مفاسد کا اظہار فرمایا اور بیان کا فرض تھا لیکن یہ معلوم کس وجہ سے وہ رد چھپ نہ سکے اور قلمی کتاب کی اشاعت ہی کیا ہو سکتی ہے نہ مانہ گذرنے سے وہ ناپاب ہو گئے بعض جگہ پر بہت مختصر تھے اور اب میسر بھی نہیں آتے۔"

(الطیب الایمان: ص ۶ مدینہ پبلیشنگ کراچی)

لوگوں قصہ ختم رد لکھے تھے مگر شیعوں کے ہار ہوئے امام کی طرح رد لکھ کر غار میں چھپا دیے گئے

اور جس طرح امام صاحب اب مقتو دار اور رافضی کو میسر نہیں اسی طرح تقویۃ الایمان کا بھی اب میسر نہیں۔ اسی سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ تقویۃ الایمان کے مخالفین کی مسلمانوں میں مقبولیت بالکل منقرض ہے۔ دوسری طرف تقویۃ الایمان کو رب تعالیٰ نے کسی مقبولیت عطا فرمائی سخت ترین مخالف مولانا نعیم الدین مراد آبادی صاحب کی زبانی ملاحظہ ہو:

”تقویۃ الایمان بہت زیادہ مشہور ہے اور اس کی بکثرت اشاعت کی گئی ہے لاکھوں کی تعداد میں چھپ کر ملک کے گوشہ گوشہ میں پہنچ چکی ہے۔“ (طیب البیان، ص ۵)

المحدثہ تقویۃ الایمان اب تک کروڑوں کی تعداد میں کئی بار چھپ چکی ہے: عربی، انگریزی، فارسی، سرائیکی، پشتو، سندھی، ہندی زبانوں میں چھپ کر قبول عام حاصل کر چکی ہے۔ تقویۃ الایمان کی تاریخ مختلف نسخہ، حاشی و شروحات کی تفصیل کے لیے سہ ماہی مجلہ احوال و آثار اکتوبر تا دسمبر، جنوری تا مارچ ۲۰۰۸ء تا ۲۰۰۹ء کا مطالعہ فرمائیں۔

اب تک صرف ایک جامع رد مولوی نعیم الدین مراد آبادی صاحب کا طیب البیان کی صورت میں مطبوعہ آیا ہے جس کا جواب الحمد للہ ہی وقت آنکسل البیان کے نام سے ۸۸۵ صفحات پر دے دیا گیا تھا جو اب تک لا جواب ہے اور ابھی حال ہی میں پودلی آب و تاب کے ساتھ دوبارہ لاہور سے شائع ہو گیا ہے۔

پھر ہماری سمجھ میں یہ نہیں آ رہا ہے کہ تقویۃ الایمان کے رد میں ان موبوم کتب کی فہرست دینے کا آخر مقصد کیا ہے؟ کیا کسی کتاب کا رد لکھ دینے سے حق باطل اور باطل حق بن جاتا ہے؟ اگر کیا اصول ہے تو آج تک خود احمد رضا خان بریلوی کے رد میں سینکڑوں کتب منظر عام پر آچکی ہیں مفتی امجد صاحب نے اپنی لا جواب کتاب ”ہدیہ بریلویت“ کے آخر میں ان میں سے کئی مطبوعہ کتب کی فہرست دی ہے علمائے دیوبند میں سے صرف مولانا مسعود قاضی حسن چہار پوری مدظلہ نے احمد رضا خان صاحب کی زندگی ہی میں ان کے رد میں ۵ سو رسائل لکھ کر شاخ کیے جو آج تک لا جواب ہیں تو جو کچھ بریلوی ان کتب کی فہرست دے کر ثابت کرنا چاہ رہے



ہیں وہی کچھ اگر ہم مولانا احمد رضا خاں صاحب کے خلاف ان کے رو میں لکھی گئی کتب کی فہرست سے کر ثابت کرنا چاہیں تو کیا رضا خانیوں کو تسلیم ہوگا؟ جواب کا مختصر۔

اعتراض۔۔۔ دیوبندی دھرم میں باادب بے ایمان اور بے ادب باایمان:  
یہ عنوان قائم کر کے کاشف اقبال رضا خانی صاحب لکھتے ہیں:

”دیوبندی بحکم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کہتے ہیں کہ دینی کا مطلب وہی ہے بے ادب باایمان اور بدعتی کا معنی باادب بے ایمان“۔ (مضافات الیومیہ ج ۳ ص ۸۹۔ الکلام الحسن: ج ۱ ص ۵۷۔ اشرف المصنف: ص ۸۳)

(بحوالہ دیوبندیہ کے بطلان کا اکتشاف: ص ۳۲)

یہ اعتراض کاشف اقبال صاحب نے دیوبندی مذہب مستند ۷۷ سے سرقہ کیا ہے۔ غلام مہر علی ”دیوبندی مذہب“ احوال اس پر عنوان قائم کرتا ہے: ”جو شخص آپ کا ادب کرے وہ پکا بے ایمان ہے جو شخص آپ کی بے ادبی دے عزتی کرے وہ پکا مومن مسلمان ہے۔“

(دیوبندی مذہب: ص ۷۷ و ۷۸ طبع اول)

رضا خانیوں نے اپنی عادت بد کے مطابق عبارت مکمل سیاق و سباق سے کات کر پیش کی۔ مکمل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

”ایک سلسلہ حنفیہ میں فرمایا کہ کتنے غضب اور ظلم کیا بات ہے کہ ہمارے بزرگوں کو بدنام کرتے ہیں اور وہابی کے لقب سے یاد کرتے ہیں ہمارے قریب میں ایک قصبہ ہے حساب آباد وہاں پر ایک جہ خریف ہے جو حضور ﷺ کی طرف منسوب ہے اس کی زیارت حاجی صاحب رضی اللہ عنہ اور مولانا شیخ محمد صاحب رضی اللہ عنہ کیا کرتے تھے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق میرے خط کے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ اگر منکرات سے خالی وقت میں زیارت میرے آئینہ گاہی ہو تو ہرگز دروغ نہ کریں بخلائیے ایہ باتیں دایست کی ہیں ان بدعتیوں میں دین تو ہوتا نہیں جس طرح کی میں آتا ہے جس کو چاہتے ہیں بدنام کرنا سب شروع کر دیتے ہیں خود تو بدعتی گندہ دھروں کو بدعتی بتلاتے ہیں، میں تو مولانا فیض الحسن کا قول نقل کیا کرتا ہوں کہ بدعتی کے معنی

ہیں باادب ہے ایمان اور وہابی کے معنی ہیں بے ادب باایمان مولانا پڑے طرف سے تھے کیا القلم کی تفسیر کی۔

(۱۱) مناقبات الیوم: ج ۳ ص ۳۲، ۳۳، ۳۴ مطبوعہ قدیم تالیفات اشرفیہ کراچی)

الکلام الحسن سے اگر پورا مکتوب نقل کر دیجے تو ہمیں جواب کی بھی ضرورت نہ پڑتی۔  
 فرمایا: مولانا فیض الحسن صاحب سے کسی نے وہابی بدعتی کے معنی پوچھے انہوں نے عیسیٰ زہر  
 فرمایا یعنی وہابی کا ترجمہ تو ہے ادب باایمان اور بدعتی باادب ہے ایمان اور فرمایا ایک بار ایسے ہی  
 سوال کے جواب میں کہا کہ کہاں کے وہابی کے معنی پوچھتے ہو کیونکہ حیدرآباد کے وہابی کے معنی اور  
 ہیں اور ہندوستان کے وہابی کے معنی اور ہیں اور علیٰ ہذا القیاس بدعتی۔ وجہ یہ کہ عوام کی اصطلاح میں  
 وہابی کا اصل مفہوم ہے رسوم کا مخالف اور رسوم ہر جگہ کی علیحدہ علیحدہ ہر جگہ کی رسوم کا مخالف وہابی  
 وہابی۔ (الکلام الحسن ج ۳ ص ۹ مطبوعہ حیدرآباد تالیفات اشرفیہ ملتان)

ترجمان رضا خانیت ہاتھ کا کرتب دکھاتے ہوئے پوری عبارت نقل تمسک کرتا۔ بات بالکل  
 واضح ہے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ، حضرت فیض الحسن صاحب  
 جو مولانا نانوتوی رحمہ اللہ کے ہم عصر تھے کا ایک ظریفانہ قول بطور لطیفہ نقل کر رہے ہیں کہ انہوں نے  
 نزدیک رسومات و بدعات کا نام "ادب" ہے اور اس ادب کی مخالفت کا نام وہابیت رکھ دیا گیا  
 ہے تو اگر اولیاء اللہ کی قبروں کو چومنا، ان کو سجدے کرنا، ان کی قبور کا طواف کرنا، ان کو مشکل کشا  
 حاجت روا ماننا، ان کے نام پر جانور ذبح کرنا، ان کی نذر دینا، ان کی قبروں پر میلے لگا دینا  
 تو ایسا کرنا "ادب" ہے تو ہم ایسے ادب سے بے نیاز ہیں تمہارے نزدیک ہم بے ادب وہابی  
 ہی صحیح لیکن الحمد للہ ایمان تو ہے۔ تم لاکھ ادب کا دعویٰ کرو مگر اسی نام نہاد ادب نے تمہیں بے  
 ایمان بنا دیا۔ دیکھیں عیسائی و یہودی رافضی حضرت عیسیٰ علیہ السلام و عزیر علیہ السلام و علی کرم اللہ وجہہ لہم  
 کے ادب و تعظیم ہی کی وجہ سے تو انہیں "الوہیت" کے درجے پر فائز کرتے ہیں مگر اس ادب نے  
 ان کو ایمان سے محروم کر دیا۔ اور جو ان کے اس ادب کو نہ ماننے اس کو ان مقدس ہستیوں کا

ادب منکر اور توہین کرنے والا بناتے ہیں۔ مگر اسی بے ادبی میں ایمان ہے۔ حضرت کاموہ قادریؒ یہ مفہود ہرگز نہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کی بے ادبی اے عزتی کرنے والے کو پکاموں بتا رہے ہیں جیسا کہ مولوی نظام مہر علی نے اپنی بے ایمانی و خباثت قلبی کی وجہ سے سب الزام حضرت تھانویؒ پر لگا یا۔ اس کا تصور تو ایک ادبی مسلمان بھی نہیں کر سکتا چہ جائے کہ حکیم الامت!!!

حضرت خواجہ ابو طالب مٹی کریم ﷺ کا کتنا ادب کرتے حد درجہ محبت و تعظیم کا اظہار کرتے مگر اس کے باوجود ایمان سے محروم رہے تو ضروری نہیں کہ جس کے پاس ادب ہو اس کے پاس ایمان بھی ہو۔ بریلوی شیخ الحدیث مولانا فیض احمد اویسی صاحب نے ایک رسالہ لکھا: "ادب کہتے ہیں ادب انسان" غور فرمائیں کہ جو ایمان کے مکلف نہیں ہیں وہ تو ادب والے اور انسان بے ادب!!! غم غیب کے مسئلہ پر بریلوی "علم الانسان" سے استدلال کرتے ہوئے انسان سے مراد حضور ﷺ کی ذات لیتے ہیں تو بتائیے! فیض احمد اویسی کی کتاب کو سامنے رکھ کر اگر بریلوی تفسیر کی جائے تو بات کہاں تک جاتی ہے؟

### اعتراف۔۔۔ اسماعیل دہلوی کا مزید فتنہ و شورش برپا کرنا:

یہ عنوان قائم کر کے ترجمان رضا خانیت نے الاضافات الیومیہ اور ادوار خلافت سے ۳۳ عدد واقعات نقل کیے جن میں صرف اتنا ہے کہ حضرت شاہ محمد اعظمی شہید رضی اللہ عنہ نے آئین بالہجر ارفع الیہ بن شروع کر دیا تھا حضرت شاہ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کو جب پتہ چلا تو آپ نے اس سے ان کو منع کیا۔ کاشف اقبال صاحب کی الٹی عقل پر رضا خانیوں کو ماتم کرنا چاہیے کہ اس میں فتنہ اور شورش برپا کرنے والی کوئی بات ہے؟ ترجمان رضا خانیت نے جو یہ بلا و اتقہ نقل کیا وہ اس طرح ہے:

"مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رضی اللہ عنہ نے خوب جواب دیا تھا مولانا شہید رضی اللہ عنہ کو انہوں نے جبر بالامین کے متعلق کہا تھا کہ حضرت آئین بالہجر سنت ہے اور یہ سنت مردہ ہو چکی ہے اس لیے اس کے ذمہ کرنے کی ضرورت ہے شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا کہ یہ حدیث اس سنت کے باب میں ہے جس کے مقابل بدعت نہ ہو اور جہاں سنت کے مقابل سنت ہو وہاں یہ نہیں اور آئین بالہجر



در بلاد ہندوستان ایسا فقیر رہا ہے وہ نہ کہ مذہب اس فقیر یا امن جد خفی است نہ بالفعل ہم تجسّی اقوال و افعال اس شخص پر تو انہیں اصول خفیہ و تہنیں ایشان منطبق است۔"

(مکاتیب سید احمد شہید: ص ۱۱۶)

[ترجمہ] یہ فقیر اور اس کا خاندان ہندوستان میں غیر معروف نہیں عام رنج و مصائب انہوں آدمی مجھے اور میرے اسلاف کو جانتے ہیں کہ اس فقیر کا مسلک باپ دادا سے خفی چلا آ رہا ہے اور مولانا بھی اس عاجز کے تمام افعال و اقوال خفی تو انہیں اور ان کے طریقے کے مطابق ہیں۔"

حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ کے ملفوظات جس کے مرتب شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ ہیں اس

میں ہے:

"اعمال میں ان چاروں مذاہب کی متابعت جو اہل اسلام میں رائج ہیں، بہت عمدہ ہے۔"

(صراط مستقیم: ص ۹۷)

مزید تفصیل کے لیے علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب کی کتاب "شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ" کے صفحہ ۱۱۶ تا ۱۲۲ ملاحظہ فرمادیں اور احوال لاہور کا مطالعہ کریں۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"شاہ عبدالعزیز کا خاندان، شاہ اسماعیل صاحب کا جامع ہے جن میں مولانا اسماعیل صاحب بھی ہیں بعض لوگ مولانا کو غیر مقلد سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے میرے استاد بیان فرماتے تھے کہ وہ سید صاحب کے قافلے کے ایک شخص سے ملے ہیں ان سے پوچھا تھا کہ مولانا منہ پر مقلد تھے؟ انہوں نے کہا کہ یہ تو معلوم نہیں لیکن سید صاحب کے تمام قافلہ میں یہ مشہور تھا کہ غیر مقلد چھوٹے، بعض ہوتے ہیں باقی اس سے سمجھ لو کہ اس قافلہ میں کوئی غیر مقلد ہو سکتا ہے؟"

(ملفوظات حکیم الامت: ج ۲۰ ص ۲۹۷)

حضرت مولانا کرامت علی جوہری رحمہ اللہ کا شمار سید احمد شہید رحمہ اللہ کے خلفاء میں آتا ہے ان کے مختلف رسائل و جلدوں میں "ذخیرہ کرامات" کے نام سے کاپیور سے شائع ہوئے اس کی دوسری جلد میں ایک رسالہ بنام "مقام الہدیٰ عین" ہے جس میں ایک بدعتی مولوی مخلص الرحمن

کے سوالوں کا جواب ہے اس میں حضرت جوہری رحمہ اللہ واضح الفاظ میں لکھتے ہیں:

"اس مقام میں ہمارا اس قدر اقرار کرنا کفایت ہے کہ حضرت سید احمد قدس سرہ کے طریقہ کا کام طریقہ محمدیہ ہے اور ان کا مذہب خلی ہے لاکھوں علماء اس طریقے میں داخل ہو کر فائدہ پائے ہیں حضرت مولانا عبدالحی اور مولانا محمد اعلیٰ علیہ السلام بھی اس طریقہ کے خوش چینوں میں سے ہیں جو محض کہتے ہیں کہ یہ طریقہ نکالنے میں یہ دونوں بھی شریک تھے۔ وہ شخص بڑا جھوٹا اور علم انصوف سے جا مل ہے اور یہ دونوں بزرگ خلی مذہب (رکھتے) تھے۔" (ذخیرہ کرامات ج ۲ ص ۲۲۱)

مزید لکھتے ہیں:

"کتاب مصنف مولوی اعلیٰ و اشیاغ دینی از تقویۃ الایمان و تنویر العینین و صراط المستقیم و مسائل اربعین و مائے مسائل کہ در ابطال کلام و فتنہ و تصوف اہل سنت و جماعت تصنیف شدہ است حق است یا باطل بر تقدیر اول لاریب است محمدی از ابتدائے بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تا خروج ایہ فرقہ کافر خواہند بود زیرا کہ کفر اہل سنت و جماعت اعتقاد علم طیب و تصرف نسبت آنحضرات انبیاء و اولیاء داشتند و در باب مذہب ایشان کتاب جدید تصنیف شدہ است و آن کتاب در ایامی ایشان متداول و آن در مذہب جدید شرک است و بر تقدیر ثانی پس اتباع مسلمانان مرا این فرقہ را در حق و اعمال ایشان خروج از دائرہ اسلام خواہد بود یا نہ

[ترجمہ] پانچویں سوال کا: مولوی اعلیٰ اور ان کے گروہ کی تمام تصنیفی کتابیں مثلاً تقویۃ الایمان، تنویر العینین و صراط المستقیم و مسائل اربعین و مائے مسائل جو کہ اہل سنت و جماعت کے علم کلام و فتنہ و تصوف کے باطل کرنے کو تصنیف ہوئی ہیں وہ سب حق ہیں یا باطل در صورتیکہ وہ سب حق ہیں یا نہ

جواب: پانچویں سوال کا جواب یہ ہے کہ تنویر العینین جو کتاب ہے وہ اس میں مولانا محمد اعلیٰ مرحوم کے لکھے ہوئے چند ورق رفع یدین کی ترجیح میں ہیں اور بعد اس کے مولانا مرحوم نے اپنے مرشد حضرت سید احمد قدس سرہ کے سمجھانے سے اپنے قول سے رجوع کیا یعنی رفع یدین کرنے کو چھوڑ دیا اور لاندہ مذہب لوگوں نے تنویر العینین میں اپنی طرف سے بہت سی باتیں زیادہ کر کے لکھیں

اور حضرت پیر احمد صاحب کے خلیفہ لوگوں کا عمل جو برا تعین پر نہیں بلکہ ان لوگوں نے اس کا رد لکھا ہے۔ (ذخیرہ کرامت: ج ۲ ص ۲۲۴، ۲۲۵ مطبوعہ کانپور طبع اول)

### ترجمان رضا خانیت کا ایک اور الزام:

اس کے بعد مولوی کاشف اقبال صاحب عنوان دے کر لکھتے ہیں:

”اسماعیل دہلوی اپنے اکابر کا سخت مخالف تھا“ خود دہلوی بڑی اکابر نے بھی اس بات کا اقرار کیا ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی مذہبی طور پر اکابر اپنے جدا مہم سمیت سب کا مخالف تھا چنانچہ دہلوی بڑی حکیم الامت اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ مولوی اسماعیل..... چونکہ تفتیش تھے چند مسائل میں اختلاف کیا اور مسلک پیران خود مثل شیخ ولی اللہ وغیرہ پر انکار فرمایا۔“ (ششم اعداد: ص ۶۲ طبع ملتان۔ اعداد المصنوع: ص ۹ طبع لاہور)

(عمرالدیوبندیت کے بظان کا انکشاف: ص ۳۴، ۳۵)

یہ اعتراض بھی رضا خانی معترض کی جہالت کا شاخسانہ ہے اس میں تو صرف اتنا لکھا ہوا ہے کہ حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ و دیگر بعض حضرات سے چند مسائل میں اختلاف کیا چنانچہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ خود حاشیہ میں اس کی وضاحت کرتے ہیں:

”قولہ مسلک پیران خود مثل شیخ ولی اللہ رحمہ اللہ وغیرہ پر انکار فرمایا اتوں یعنی بعض مسائل پر۔“

(العداد المصنوع: ص ۸۲ اسلامی کتب خانہ لاہور)

بعض مسائل میں تحقیق کی بنیاد پر اختلاف کرنے کو اس جاہل رضا خانی نے ”اکابر کا سخت مخالف“ کا عنوان دے دیا کسی رضا خانی میں جرأت ہے تو بتائے کہ حوالہ بالا میں ”سخت مخالف“ تھا“ کے الفاظ کہاں ہیں؟ اس عبارت پر اعتراض کرنے کے بجائے اپنے اسام کی خبر لو۔ مولوی نصیر اللہ بریلوی، شاگرد مولوی غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

”اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے اکثر اکابر فقہاء بلکہ احمد اور مجتہدین پر بھی رد کیا ہے فتاویٰ

رضویہ کی جگہ سے ہیں بہت تفرقات ہیں ملا علی قاری اپنی شرح مشکوٰۃ میں جب ابن حجر پر رد کیا تو لوگوں نے ان پر ایسے ہی اعتراض کئے ملا علی قاری لکھتے ہیں علامہ ابن حجر کی اس عبارت میں مسیحا ہمارے زمانے کے بعض شافعی علماء کے خلاف صحیح نقل اور صریح دلیل ہے کہ تنبیہ کی جاسکتی ہے نہیں نکلے اور تنبیہ کی قید سے آزاد نہیں ہوئے اور میدان تحقیق میں وارد نہیں ہوئے کیونکہ ہم جہاں علامہ ابن حجر کی کسی بات کا رد کرتے ہیں تو ہم پر اعتراض کرتے ہیں کہ ”تمہارے جیسے شافعی الاسلام مفتی الامام ابن حجر پر اعتراض کر رہا ہے جو ائمہ اعلام کے نزدیک علم کے پہاڑوں میں سے ایک بہت بڑے پہاڑ ہیں“ حالانکہ علامہ ابن حجر خود ہماری تائید میں یہ کہہ رہے ہیں کہ دلائل کے ساتھ انہوں نے اختلاف کرنا اور ان کی رائے کو غلط قرار دینا جائز ہے۔“ (مرقات، ج ۳ ص ۱۰۰، ۱۰۱)

مفتی ڈاکٹر سید شجاعت علی قاری... اعلیٰ حضرت کے متعلق لکھتے ہیں:

”مولانا... نہایت روشن و بارخ تھے وہ محققین سے اختلاف کرتے بلکہ ائمہ مذہب سے بھی اختلاف زمانہ کے باعث اختلاف کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اس طرح آپ نے بعد والے اہل علم کے لیے گنجائش باقی رکھی ہے کہ اگر اختلاف زمانہ سے ان کے بیان کردہ کسی مسئلہ پر مزید بحث کی جاسکتی ہو تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ یعنی اگر کسی مسئلہ پر مولانا... نے بحث کی ہو اور اس کے بارے میں اپنی تحقیق پیش کی ہو تو بعد والے محققین کے لیے راہیں مسدود نہیں ہو جائیں بلکہ دائیں ہو جاتی ہیں اور حقیقت یہی ہے کہ ایک محقق کا کام انسانی ذہنوں میں گہرائی لگانا نہیں بلکہ ان کو گہرائی دینا ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ، ج ۵ ص ۲۵، ۲۴ مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ۱۳۹۲ھ)

(بحوالہ مقالات ابن عزیز: ص ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱





کبھی وہ انہوں کی تائید میں کبھی شیعوں کی تائید میں کبھی اہل سنت کے ساتھ۔

(تحفیات علی مملوایات: ص ۲۷۲ رضی کتب خانہ مجرات)

تمہارا مفتی اعظم تو لکھتا ہے کہ شاہ صاحبان کا تو معاذ اللہ کوئی دین و ایمان ہی نہیں کبھی شمس کے ساتھ کبھی کس کے ساتھ تو تم کس منہ سے ان کا نام لیتے ہو۔ بریلوی حکیم الامت مفتی احمد یار گھبرائی لکھتا ہے:

”یہ اعتراض شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ کا ہے وہ اس مسئلہ میں سخت غلطی فرمائے۔“

(جہاں الحق: ص ۱۹، رشکات یک ذرا مجرات)

ترجمان رضا خانیت کے نزدیک تو کسی سے اختلاف کرنا بھی اسلاف و اکابر کی بغاوت، شورش پر معمول ہوتا ہے یہاں تو اکابر کو سخت غلطی کرنے والا کہا جا رہا ہے تو تم لوگوں سے برا اثر صاحبان کا بانی کون ہوگا؟

اعتراض۔۔۔ دیوبندی مذہب دین اسلام سے جدا ہے:

مولوی کاشف اقبال صاحب فیصل آبادی پے در پے الزام تراشی، دھپل و فریب اور جہالت کے سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے مندرجہ بالا عنوان قائم کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”دیوبندی دھرم کے محدث تبلیغی جماعت کے شیخ الحدیث مولوی محمد زکریا صاحب فرماتے ہیں کہ

ہمارے اکابر حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی نے جو دین قائم کیا تھا اس کو مضبوطی سے عتاد

اب قائم و رشید پیدا ہونے سے پہلے اس کی اتہار میں لگ۔۔۔ حساب اور (محاسبہ الالباء

ص ۱۲۵ طبع کراچی) معلوم ہوا کہ دیوبندی مذہب کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ دیوبندی

مذہب کے بانی مولوی قاسم نانوتوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی ہیں..... ایک اور حوالہ دیکھیں (جن

کو) مولانا خلیل احمد نے تحریر فرمایا..... واقعی اس قابل ہیں کہ ان پر اعتماد کیا جاوے ان سب کو

مذہب قرار دیا جاوے۔ (المیہ علی المفسد: ص ۹۶، طبع لاہور) اس عبارت میں اسلامی شریعت کو

مذہب قرار دینے کا نہیں کہا گیا بلکہ واضح اقرار ہے کہ مولوی خلیل احمد ایشوری کی تحریر کو مذہب قرار

دیا جاوے اور ہدایت و نجات رشید احمد گنگوہی کی اتہار پر موقوف قرار دی گئی ہے..... ان دلائل

تاکہ اس سے ثابت ہو گیا کہ دیوبندی مذہب اسلام سے جدا مذہب ہے جس کا وجود انگریزوں کو محسوس کا مرہون بنتا ہے۔"

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۶، ۳۷)

### نواب احمد رضا خان صاحب بریلوی رضا خانی فتوے کی زد میں:

کاشف اقبال صاحب کا مندرجہ بالا اعتراض ذہن میں رکھتے ہوئے اب ذرا ایک نظر ادھر بھی متوجہ ہوں مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی اپنی بدنام زمانہ وصایا میں اپنے متعلقین کو دھمکتے ہیں:

"میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔" (وصایا: ص ۱۰ اور احوال: ص ۱۰ پر میں آگروں)

اب بریلوی کاشف اقبال صاحب رضا خانی کے اصول کے تحت احمد رضا خان صاحب بریلوی نے قرآن و حدیث دین اسلام یا مذہب حقیقت پر مضبوطی سے قائم رہنے کے بجائے اپنے دین و مذہب پر اور وہ بھی وہ جو قرآن و حدیث میں نہیں بلکہ نواب صاحب کی کتب میں ہے پر قائم رہنے کو فرض سے بھی اہم فرض کے درجے میں دھمکتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کا دین و اسلام سے جدا ہے جس کا وجود انگریزوں کو دھمکتے ہیں کہ کاشف اقبال صاحب نے یہ اعتراض دراصل مولوی غلام مہر چشتیاں کی کتاب "دیوبندی مذہب" صفحہ ۸۳ طبع جدید کراچی سے سرقہ کیا ہے۔ سابق بریلوی عالم مولانا سعید احمد قادری چشتیاں مولوی غلام مہر چشتیاں کو اس اعتراض کا تفصیلی منہ توڑ جواب دیا ہے ملاحظہ ہو "بریلوی مذہب کا علمی محاسبہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۵ تا ۱۹۲۔"

### مولانا احمد سعید احمد قادری سابق بریلوی کا مسلک اور بریلوی کذب بیانی:

بعض بریلوی آج بھی اور ماضی قریب میں خصوصاً رضائے معظنی نے یہ پروپیگنڈا کیا کہ سابق بریلوی عالم سعید احمد قادری نے دوبارہ رضا خانی بریلوی مذہب قبول کر لیا ہے۔ اور وہ کہتے

ہیں کہ جو میری کتب شائع کرے وہ معاذ اللہ خراجی ہے۔ یہی بات تو یہ کہ مسلک اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند کسی شخصیت کا نام نہیں اگر سعیدی قادری جیسے ہزار بریلوی اس مسلک میں داخل ہو جائیں اور ہزار اس مسلک سے نکل جائیں تو واللہ مسلک دیوبند کی حقانیت پر قطعاً کوئی فرق نہیں آئے گا۔ اسی بات سعیدی قادری کے بریلوی یا دیوبندی ہونے کی تو ان کے والد مولانا بشیر احمد صاحب مرحوم جن کا کل ہی انتقال ہوا ہے سہارنپور کے فاضل تھے غلے سے دیوبند کا بہت زیادہ ادب و احترام کرتے تھے اور بقول ان کے انہوں نے دودھ شیح العربیہ والحم حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے کیا نگر ساری زندگی بریلوی مسلک کے ساتھ جڑے رہے۔ چشتیاں میں مولانا نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کا مدرسہ جو اس وقت مسلک بریلویت کا ترجمان ہے "فخر المدارس" وہاں کے شیخ الحدیث رہے آج سے آٹھ نو سال قبل غلاقے کے رضا حسینی جھمراتی مولویوں کو جب پتہ لگا کہ مولانا غلاقے دیوبند کی تکفیر نہیں کرتے تو ان کے گھر جمع ہوئے اور حسام الحرمین پر دستخط کرنے کا مطالبہ کیا جس پر انہوں نے انکار کر دیا کہ میرے ساتھ وہیں میں ان کی تکفیر نہیں کرتا جس کے بعد انہیں فخر المدارس سے فارغ کر دیا گیا، موصوف نے پرانی سانی میں پھر کسی دوسرے مدرسے میں تدریس نہیں کی۔ چشتیاں کی معروف شخصیت مولانا عباس صاحب مدظلہ العالی نے مجھ سے بیان کیا کہ ۱۳۰۲ میں جب میں دارالعلوم دیوبند کا دورہ کر کے آیا اور انہیں پتہ چلا تو انہوں نے مجھے فخر المدارس بلا یا اس وقت مرحوم مسلم شریف کا سستی پڑھا رہے تھے ملے ہی مجھ سے پوچھا کہ دارالعلوم دیوبند شریف سے آیا ہے؟ میں نے کہا ہاں، دارالعلوم دیوبند سے آیا ہوں تو بے ساختہ کہا دارالعلوم دیوبند مت کہو دارالعلوم دیوبند شریف کہو میری آنکھوں اور ماتھے کو بوسہ یا اور کلاس ہی میں سب بریلوی طلباء کے سامنے دیوبند اور اکابر دیوبند کے واقعات سناتے لگے اور رونے لگے۔ انہوں نے اپنے بیٹے علامہ سعیدی قادری کو بھی دیوبندیوں کے مدرسے میں پڑھایا اور پوتے مولانا غلام مرتضیٰ کو دارالعلوم کراچی میں پڑھایا۔ موصوف آج کل بریلوی مسلک سے منسلک ہیں۔

اب آئیے علامہ سعیدی قادری صاحب کی طرف ان کی وجہ شہرت یعنی ان کی دو کتب  
 رضا خانی مذہب اور بریلوی مذہب کا علمی محاسبہ چونکہ چشتیاں ہی کے بریلوی مایہ ناز عالم دین  
 غلام مہر علی نے ایک مرتبہ کذب کتاب لکھی اس کتاب ہی کی محسوس تھی کہ بعد میں غلام مہر علی کا  
 جھگڑا اپنے ہی ہم مسلک علماء احمد سعید کاظمی کے گروپ سے ہو گیا دونوں طرف سے ایک  
 دوسرے کی کھل کر تحقیر کی گئی چکریاں اچھالی گئیں صرف ایک مثال دیتا ہوں احمد سعیدی کاظمی کے  
 گروپ نے غلام مہر علی کے بیٹوں کے خلاف ایک کتاب لکھی جس کا نام ”نقطہ حرام ابن حرام ابن  
 حرام“ ہے یہ سارا ریکارڈ ان شاء اللہ دست و گریبان کی آنے والی جلدوں میں آ جائے گا۔ چونکہ  
 اس کی مرتبہ کذب کتاب کا بروقت سد باب رضا خانی مذہب اور بریلوی مذہب کا علمی محاسبہ نے  
 کیا اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس وقت یہ صورتحال تھی کہ بریلویت پر میدان تقریباً  
 خالی تھا تو علامہ سعید قادری کو بھر پور پڑیرانی ملی چند امور پر راقم نے کسی زمانے میں علامہ سعیدی  
 قادری سے تبادلہ خیال کیا تھا مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ان کی عملی سطح وہی تھی جو کسی  
 سادہ بریلوی عالم دین کی ہونی چاہیے۔ پچھلے سال راقم ہماچلی کام سے حضرت مفتی زردلی  
 صاحب مدظلہ العالی کے بدر سے احسن العلوم گیا ہوا تھا وہاں میزبانانے کہا کہ علامہ سعید قادری  
 آئے ہوئے ہیں اگر ملنا چاہیں، میں نے کہا ضرور وہ مجھے ملوانے لے گئے موصوف نے اس  
 وقت ڈانٹھی اور مر کے بالوں پر سیاہ خضاب لگایا ہوا تھا عجیب کی حیثیت میں تھے جو حلیہ راقم کے  
 ذہن میں تھا اس سے یکسر مختلف دیکھ کر اور کچھ دیر بیٹھ کر دل بہت ہی زیادہ متعجب ہو گیا اس لیے  
 مختصر نشست کر کے چل دیا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ موصوف اس وقت دیوبند مسلک سے مسلک  
 ہیں حیات ہیں کوئی بھی شخص چشتیاں جا کر ان سے ان کا مسلک پوچھ سکتا ہے۔ جہاں تک ان کی  
 کتاب چھاپنے والوں پر حرامی ہونے کا لتوئی لگاتا ہے تو پر مولیٰ میری بات ان سے ایک  
 ساتھی نے کانفرنس کال پر کروائی تھی جس میں ان کو بتایا گیا کہ آپ کی رضا خانی مذہب کتاب پر  
 پھر باندی لگ گئی ہے جس پر انہوں نے افسوس کا اظہار کیا کہ ہمارے لوگوں کو غلام مہر علی کی

کتاب پر بھی پابندی لگانی چاہیے اور بتایا کہ بریلوی مذہب کا طبعی محاسبہ کی باقی دو سہلہ دار مسودہ چھاپنے کے لیے مفتی زرولی صاحب کو دینے آیا ہوں تو اگر رضا خانیوں کی یہ بات درست ہے تو وہ خود اپنی کتابوں کا مسودہ دیوبندیوں کو چھاپنے کے لیے کیوں دے رہے ہیں؟

کل ان کے والد مولانا بشیر صاحب کا انتقال ہوا تو مولانا عباس صاحب نے ان کو فون کیا کہ تم جلدی پہنچو کیونکہ آپ کے والد صاحب نے وصیت کی تھی کہ میں مسلک دیوبندی ہوں اور میری دعا ہے کہ میرا انجام ملے دیوبند کے ساتھ ہو تمہارا سارا خاندان بریلوی ہے کہیں ان کا جنازہ بریلوی نہ پڑھا دیں اس لیے آپ جلد سے جلد چشتیاں پہنچو۔ موصوف اپنے والد صاحب کے جنازے میں پہنچ سکے یا نہیں اس کا تو مجھے علم نہیں البتہ ان کے مسلک کے متعلق جو معلوم ہے دیکھنا کہ وہ دینا داری سے بھرا دیا مزید اگر کسی کو تسلیم کر لی ہو تو چشتیاں جان کر خود ان سے مل سکتا ہے۔ واللہ بالصواب۔

دیوبندیت خاص ولی الہی فکر بھی نہیں مولانا انظر شاہ کشمیری دینہ علیہ کی عبارت کی  
توجیہ:

اس کے بعد کاشف اقبال صاحب مابنامہ "البلاغ" کے حوالے سے لکھتا ہے کہ: "انظر شاہ کشمیری نے لکھا ہے کہ دیوبندیت خالص ولی الہی فکر بھی نہیں" اور آگے شاہ صاحب کی حوالے سے لکھا: "حضرت شاہ عبدالحق کا فکر کلیۃً دیوبندیت سے جوڑ بھی نہیں کھاتا"۔ (ملفوظات اور پھر آخر میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"دیوبندی مسلک چودہویں صدی کی پیداوار ہے نا تو قوی گنگوہی سے قبل کسی مسئلہ شخصیت سے اس کا کوئی تعلق نہیں لکن دلائل قاہرہ سے ثابت ہو گیا کہ دیوبندی مذہب اسلام سے جدا مذہب ہے جس کا وجود اگر یزید مخوس کا مرہون منت ہے۔" (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۷)  
جواب: کئی بات تو یہ ہے کہ مولانا انظر شاہ صاحب کے اسی مضمون کے شروع میں یہ لکھا تھا:

”اور وہ ابلاغ کا مضمون کے برابر جز سے مکمل اتفاق ضروری نہیں“ (ماہنامہ ابلاغ، ص ۳۸)۔

(الجمہوریہ ۱۳۸۷ء)

لہذا ہمارا بھی جتنا اس مضمون سے اتفاق ضروری ہے اور نہ بالفضل ہے۔ علی سبیل التسلیم شاہ صاحب کی بات کا مقصد صرف اتنا ہے کہ فقہ حنفی کی ترویج و اشاعت جو دیوبند کا خاصہ ہے وہ جس وقت کے ساتھ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے ہاں پایا جاتا ہے شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے ہاں وہ قوت میں نظر نہیں آتی اس اعتبار سے فقہ اہل دلی الگ نظر نہیں کیا جاسکتا ان کا یہ مطلب و مقصد نہیں کہ دیوبند کے نظریات و موضوع عقائد و افکار سرے سے شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ اگر انظر شاہ صاحب دیوبند کو چودہویں صدی کی پیداوار سمجھتے تو اسی مضمون میں یہ کیوں لکھتے:

”دیوبند کی اصابت اور مکمل حدیث و قرآن یا سنت و دین سے موافقت پر شرح صدر کی اولیت مجھے ہمیشہ ہر تعصب سے بالاتر ہو کر جس قدر غور میں نے کیا یا فکر و نظر کی جتنی راہیں مجھ پر کھلیں دیوبندیت کو اسی دین کی ایک مکمل تصویر میں نے پائی جو کہ اور مدینہ و مہاجر و شرفاء و اہل بیت سے اپنی ابتدا کی اور انتہائی یکساں تھی شکل میں چلا تھا“۔ (ابلاغ، ص ۳۸)

مزید لکھتے ہیں:

”میرا خیال یہ ہے کہ مالک علیہ و آلہ و سلم کا نکاح صحیح ہے کی زبان الطہر سے اسی سوال کے جواب میں تراویح ہوا تھا کہ نجات، فکر کس فرقہ کی ہوگی یہی دیوبندیت کی مختصر اور مفصل جو چیز اور مبسوط تعریف و تعارف ہے“۔ (ابلاغ، ص ۳۸)

شاہ صاحب تو دیوبند کو مکمل مدینہ سے جوڑ رہے ہیں اور یہ جھوٹ بولتا ہے کہ چودہویں صدی سے جوڑ رہا ہے اسی مضمون میں وہ لکھتے ہیں:

”اس میں شک نہیں کہ ہماری حدیث کا سلسلہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ پر ہی ختمی ہوتا ہے اور آج ہندو پاک میں حدیث و قرآن کے جوڑ مزے سے جاتے ہیں ان میں حدیث انوارہ و الہی کا براہ راست دخل ہے اس لیے ان کی خدمات جلیلہ کا انکار نہیں ہو سکتا“۔ (ابلاغ، ص ۳۸، ۳۹)

یعنی بات شیخ عبداللہ محدث دہلوی کی تو بریلوی ذرا اپنا گھر دیکھیں۔

## مسک شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

از: منظر اسلام مولانا ابوالیوب قادری زید مجدہ

فیوض: بریلوی حضرات کی اکثر جامع مساجد کے باہر لکھا ہوتا کہ یہ مسجد شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے مسک پر ہے۔ حالانکہ بریلوی مسک اور محدث دہلوی دہلی کے مسک میں زمین آسمان کا فرق ہے مثلاً:

۱۰ بریلوی حضرات آیت "لیغفرلک اللہ" کا ترجمہ کرنے میں گناہ کی نسبت نبی ﷺ کی طرف کرنے کو حرام کہتے ہیں جب کہ شیخ دہلوی دہلی نے اس کے ترجمہ میں گناہ کی نسبت نبی پاک ﷺ کی طرف کیا ہے۔ (اشعۃ اللمعات: ج ۱ ص ۱۳)

۱۱ بریلوی حضرات بدعات پر مستحکم لکھ لگا کر قبول کر لیتے ہیں جب کہ شیخ دہلوی فرماتے ہیں "ہر بدعت ضلالت ہے یا ضلالت کا سبب"۔ (اشعۃ اللمعات: ج ۱ ص ۱۵۰)

حزب دہلی کے ہیں: "سنت کو مفید ظنی سے تھا مگر اگر چہ وہ چھوٹی ہو بہتر ہے بدعت کو پیدا کرنے سے اگر چہ وہ حسن ہی کیوں نہ ہو کیونکہ سنت کا اتباع سے نور آتا ہے اور بدعت میں گرفتار ہونے سے ظلمت۔"

(اشعۃ اللمعات: ج ۱ ص ۱۵۱)

۱۲ نبی پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ سوا عظیم کی بیروی کرو۔ بریلوی حضرات سوا عظیم سے مراد محام کی اکثریت سمجھتے ہیں جب کہ شیخ دہلوی دہلی فرماتے ہیں "لوگوں کو اس بات کی غیب دی گئی ہے کہ اس کی اتباع کرو جس طرف اکثر علماء ہوں"۔ بریلوی زہر کا یہالہ پانی تھے جو اپنے علماء کی کثرت نہیں دیکھ سکتے نہ ان کے مدارس زیادہ ہیں نہ طلباء"۔ (اشعۃ اللمعات: ج ۱ ص ۱۵۲)

۱۳ بریلوی حضرات نماز کے بعد مصافحہ کے قائل اور اس پر عمل پیرا ہیں جب کہ شیخ دہلی دہلی فرماتے ہیں کہ "بعض لوگ نماز کے بعد یا جمعہ کے بعد مصافحہ کرتے ہیں یہ کوئی چیز نہیں ہے۔ بدعت ہے وقت کو خاس کرنے کی وجہ ہے بہر حال مطلقاً مصافحہ کا سنت ہونا وہ باقی ہے کہ اس کا پاک



وجہ سے سخت ہے اور دوسری وجہ سے بدعت۔" (اشعۃ النہات: ج ۳ ص ۲۲)

"اصول یہ ہے کہ جب معاملہ سخت و بدعت میں متروک ہو جائے تو اس کا ترک بہتر ہے۔"

(شانی: ج ۱ ص ۶۰۰)

۱۶ بریلوی غراب البقع سے شہری کو امراد لیتے ہیں اور معنی سے جنگلی کو امراد لیتے ہیں جب

کہ شیخ دہلوی نے غراب البقع کو جنگلی کو کہا ہے۔ (اشعۃ النہات: ج ۲ ص ۳۹۹)

(یعنی شیخ دہلوی کے نزدیک جو حرام ہے وہ بریلوی کے ہاں حلال ہے)

۱۷ بریلوی حضرات بڑی شدت سے قبروں پر حقوں کے جواز کے قائل ہیں جب کہ شیخ دہلوی

فرماتے ہیں۔ "قبر کے اوپر شادیت اور قبے نہ بنانا کیونکہ یہ ساری بدعات ہیں اور مکروہ و مخالف

لریقہ رسول اللہ ہیں۔" (شرح سفر السعاده: ص ۳۲۹)

۱۸ بریلوی حضرات تیسرے دن کی گل خوانی کے بڑی شدت سے قائل و قائل اور اس پر عمل

کرنے والے ہیں لیکن شیخ دہلوی دیکھتے تھے یہ تیسرے دن کا مخصوص اجتماع اور دوسرے

مختلفات کرنا (جیسے آج کل رنگیں پکائی جاتی ہیں یا مینوٹ اٹلی حضرت چنے تقسیم کیے جاتے ہیں

اور قیموں کا مال بغیر وصیت استعمال کرنا بدعت و حرام ہے۔) (شرح سفر السعاده: ص ۳۵۲)

۱۹ بریلوی حضرات تعزیت کے لیے دروازوں اور گلیوں میں دریاں بچھا کر بیٹھ جاتے ہیں

جب کہ شیخ دہلوی دیکھتے فرماتے ہیں "تعزیت کے لیے دروازے پر یا راستے پر بیٹھنا بہت سخت

مکروہ ہے کیونکہ یہ جاہلیت کا کام ہے۔" (شرح سفر السعاده: ص ۳۵۲)

۲۰ آج کل بریلوی میت کے ایصال ثواب کے لیے اکٹھے ہو جاتے ہیں اور بیچ کر ختم کرتے

ہیں لیکن شیخ دہلوی فرماتے ہیں پہلے لوگوں کی عادت نہ تھی کہ وہ میت کے لیے نماز کے وقت کے

علاوہ جمع ہوں اور قرآن پڑھیں اور نہ وہ قبر پر یا اس کے علاوہ ختم کرتے تھے یہ تمام بدعت ہے۔

(شرح سفر السعاده: ص ۳۵۲، ۳۵۱)

۲۱ بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام اختیارات دیے گئے تھے۔ اسی وجہ سے

آپ نے ایک اعرابی کا کفارہ معاف فرما کر اسے فرمایا کہ یہ نگہواریں خود ہی کھالہ کفارہ دینے کی

ضرورت نہیں۔ جب کہ شیخ دہلوی فرماتے ہیں: ”نبی کریم ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ ابھی تم کفار و  
میں کفارہ ادا کر دینا“۔ (مدارج السنۃ: ج ۲ ص ۲۳۳)

۱۵۰ اہل حق سے بریلوی دوست قبر کو بوسہ بھی دیتے ہیں مسجد کے بھی کرتے ہیں۔ جب کہ شیخ  
دہلوی فرماتے ہیں: ”بوسہ اور مسجد وغیرہ قبر کو حرام و منکوح ہے۔“ (مدارج السنۃ: ج ۲ ص ۲۳۳)

۱۵۱ بریلوی حضرات نفل نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کے قائل ہیں جب کہ شیخ دہلوی  
فرماتے ہیں: ”باجماعت اقل ادا کرنا مکروہ ہے“۔ (ماہیت بالنشر رمضان)

۱۵۲ بریلوی حضرات عام طور پر کہہ دیتے ہیں کہ صحابہ کرام سے کسی چیز کا ثابت نہ ہوتا یہ دلیل  
نہیں ہوتا کہ وہ کام غلط ہے تا جاکہ ہے۔ اس اصول سے اہل بدعت ساری بدعات کو سہاوا دیتے  
ہیں جب کہ شیخ دہلوی فرماتے ہیں: ”جب نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نفل یا جماعت  
ادا کرنے کی کوئی روایت نہیں ہے تو معلوم ہو گیا کہ اس میں کوئی فضیلت و برتری نہیں (معلوم ہو گیا  
کہ شیخ محض اس وجہ سے نفل یا جماعت کا ذکر کر رہے ہیں کہ ان حضرات رضی اللہ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ  
عنہم کے نفل سے اس کا ثبوت نہیں)۔“ (ماہیت بالنشر رمضان)

۱۵۳ بریلوی حضرات لفظ ”نکر“ کا اللہ کے لیے استعمال کرنا الحاد و بے ادبی سے تعبیر کرتے ہیں  
جب کہ شیخ دہلوی لکھتے ہیں خدا کے مکر کا مطلب یہ ہے کہ بندہ کو مصیبت میں رکھے اور اس پر ناز  
نقمت کے دروازے کھول دے تاکہ وہ مغرور و غافل ہو جائے ”مقصد یہ تھا کہ شیخ نے مکر کی نسبت  
عربی سے وٹ کر فارسی میں اللہ تعالیٰ کے لیے کی ہے“۔ (تحفہ ایمان: ص ۱۸۸)

۱۵۴ بریلوی حضرات زور شور سے اس کے قائل ہیں کہ میت کے وجود یا اس کے کفن پر کچھ لکھنا  
چاہیے جب کہ شیخ دہلوی فرماتے ہیں: ”میری نظر سے آج تک کوئی روایت اور حدیث ایسی نہیں  
گزری جس سے اس کا جواز ثابت ہوتا“۔ (مکتوبات شیخ: مکتوب نمبر ۶۴)

۱۵۵ بریلوی حضرات درود ابراہیمی پڑھنے کو (نماز سے باہر) ناقص مکروہ و ناجائز مکرہ جانتے  
ہیں جب کہ شیخ دہلوی لکھتے ہیں: ”اگر کسی نے قسم کھائی کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر افضل درود شریف  
بیچے گا اگر وہ شہداء والا درود (درود ابراہیمی) پڑھے تو عمر اس قسم سے بری ہوگا۔“

(تاریخ مدینہ ترمذیہ ج ۱ کتاب ۱ ص ۲۸۶)



کاشف اقبال رضا خانی صاحب نے ”دیوبندی حقیقتا وہابی ہیں“ کا عنوان قائم کر کے وہی گھسا پٹا اعتراض کیا ہے کہ دیوبندی وہابی ہیں ان کے بڑے خود کو وہابی کہتے رہے یہی اعتراض آج کل دیگر بریلوی رضا خانی مولویوں کی طرف سے بڑے شہود کے ساتھ کیا جا رہا ہے اس لیے ہم اس اعتراض پر ذرا تفصیل سے بات کرنا چاہتے ہیں۔

در اصل ہندوستان کے اہل بدعت کی طرف سے وہابی کا لفظ اپنے مخالفین جن کو یہ لوگ بد مذہب اور بے دین سمجھتے ہیں کے لیے وضع کیا گیا ان کے نزدیک ہر متبع سنت اللہ کی توحید نبی کریم ﷺ کی سنت پر عمل پیر اور بدعات و شرافات و رسوم جاہلیت سے منع کرنے والا ”وہابی“ کہلاتا ہے۔ یہاں میں خود اہل بدعت کے گھر سے ایک حوالہ نقل کرتا ہوں جس سے کافی حد تک وضاحت ہو جائے گی کہ ان کے نزدیک وہابی کسے کہا جاتا ہے:

اہل بدعت کے سرخیل مولوی احمد رضا خان بریلوی سے سوال کیا گیا:

”بھروسہ چٹاپ مجدد ہند مولوی صاحب احمد رضا خان صاحب بعد تسلیم کے گزارش حال یہ ہے کہ آپ کے نام پر ذلیہ سے توئی لکھا ہے وہ شخص مولوی اشرف کا بیرو ہے اور یہاں پر حسب اسرار مکان سنت و جماعت کے ہیں اور انکو مولوی اشرف علی کے سپرد کرتا چاہتا ہے یعنی ہمارے یہاں دستور ہے کہ شادی میں نکاح کے وقت تاشہ بچایا کرتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ غیر مقلد ہماری جماعت میں نہ آنے پائیں مگر یہ شخص اشرف علی کے بیرو ہو کر پشہ بچاتا منع کرتا ہے اور جس شخص میں گناہ نہ ہو اسکو بھی منع کرتا ہے اس واسطے آپ اسحاق اللہ کے نام پر لکھنا تاکہ ہم ان شیطانوں کے چندوں سے بچیں اگرچہ یہاں پر تاشہ بچنا ہند ہو جائے تو ہم کو مذہب سے پھر جانے کا خوف ہے۔“

مولوی احمد رضا خان بریلوی نے اس کا جو جواب دیا اس کا ایک جز کافی دلچسپ ہے جو ہم یہاں نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں:

”ناجائز بات کو اگر کوئی بد مذہب یا کافر منع کرے تو اسے جائز نہیں کہا جاسکتا کل کو کوئی وہابی ناچ کو منع کرے تو کیا اسے بھی جائز کر دینا ہوگا؟“

(فتاویٰ رضویہ قدیم، ج ۱۰، حصہ دوم، ص ۵۵، روزنامہ العلوم احمدیہ کراچی)

اس سے اہل بدعت کی سوچ سامنے آ جاتی ہے کہ چونکہ تاشہ (تقاری یا تاشہ کی شکل کا کھال  
رٹے ماوا چھوٹا باجا جو گھٹے میں ڈال کر دھپتی لکڑیوں سے بچایا جاتا ہے اس کی آواز و سول سے  
زیادہ تیز و گم گم و مہمیدار ہوتی ہے۔ اردو لغت) ناچ گانے سے منع کرنے والا ایک وہابی ہے اس  
پے آپ اسے بچانے کی اجازت ہمیں دیں ورنہ ہمارا سارا محلہ وہابی ہو جائے گا مجاز اللہ۔

اب دارے اکابر نے جہاں اپنے لیے وہابی کا لفظ استعمال کیا تو اسے اہل بدعت کے  
تہذیب میں انہی معنوں میں اپنے لیے استعمال کیا کہ چونکہ رسوم و رواج سے منع کرنے والے کو  
پڑاں وہابی سمجھتے ہیں اس لیے ہم وہابی بھی صحیح۔ چنانچہ فخر المحدثین مولانا غفریل احمد  
ہمدانی دہلوی نے اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ہندوستان میں لفظ وہابی کا استعمال اس شخص کے لیے تھا جو ائمہ و علماء کی تقلید چھوڑ بیٹھے پھر ایسی  
دعت ہوئی کہ یہ لفظ ان پر بولا جانے لگا جو سنت محمدیہ پر عمل کریں اور بدعات سینہ و رسوم قبیلہ کو  
چھوڑ دیں یہاں تک جو کہ بتی اور اس کے نواح میں یہ مشہور ہے کہ جو مولوی اولیاء کی قبروں کو سجدہ  
اور طواف کرنے سے منع کرے وہ وہابی ہے بلکہ جو سودا کی حرمت کا ہرے کرے وہ بھی وہابی ہے گو  
کتابی بڑا مسلمان کیوں نہ ہو۔" (المہدیہ، ص ۳۱، ۳۲)

فقیر احمد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:  
"اس وقت نوران الطراف میں وہابی جمعیت سنت اور دین کو کہتے ہیں۔"

(فتاویٰ رشیدیہ، ص ۲۸۲)

حکیم الامت مجدد دین و ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ اہل ہواہ کے  
نزدیک اسی لفظ "وہابی" کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ایک صاحب نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ ایک مرتبہ حیدر آباد کن میں ایک شخص وہابیت کے الزام  
شمار کیا اور دلیل یہ بیان کی گئی کہ تم کو جب دیکھو مسجد سے منکرتے ہوئے جب دیکھو قرآن پڑھتے  
ہوئے جب دیکھو نماز پڑھتے ہوئے ایک اور ان کے خیر خواہ شخص نے کہا کہ نہیں یہ وہابی نہیں ہیں

میں نے ان کو فلاں رنڈی کے حجرے میں دیکھا تھا فلاں جگہ قوانی میں دیکھا فلاں قبر کو چھو کر گئے  
دیکھا صاحب بچارے چھوڑے گئے اور جان بیگنا۔ (ملفوظات: ج ۳ ص ۱۷۸ ملفوظ نمبر ۱۱۸)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

”میں کہا کرتا ہوں کہ بدعتیوں میں دین نہیں ہوتا اور دین کی باتوں کو وہ بابت کہتے ہیں۔“

(ملفوظات: ج ۳ ص ۱۷۸ ملفوظ نمبر ۱۱۸)

ظاہر ہے کہ اگر وہ بابت اس کا نام ہے تو ہمیں اس وہ بابت پر فخر ہے البتہ اگر وہ بابت سے ہم  
محمد بن عبد الوہاب نجدی کے پیروکار مراد لیے جاویں یا غیر مقلدین جیسا کہ ہمارے اہل  
جماعت اسلامی اور غیر مقلدین اہل حدیث کو وہابی کہا جاتا ہے بلکہ ہمارے پیادہ و اتقاسم  
کے علاقوں میں تو ان کو ان کے ان ناموں سے کوئی نہیں جانتا ہے انہیں ان دیار میں وہابی  
کہا جاتا ہے تو اس معنی میں ہمارے اکابر نے اپنی وہابیت کا انکار پہلے بھی کیا اور اب بھی  
کرتے ہیں۔ آج کل ہمارے دیار میں وہابی ان کو کہا جاتا ہے جہ:

(۱) تصوف اور بہت طریقت اور اس کے اشغال ذکر مراقبہ توحید کے سخت مخالف و منکر ہیں۔  
کہ اللہ تعالیٰ دین و بندان پر کار بند ہیں۔

(۲) فکلیہ فتنی کے مخالف ہیں مگر ہمارے اکابر اسے وہاب کہتے ہیں اور خود مراجع ثلاثہ امام اعظم  
رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں۔

(۳) توسل کے منکر ہیں مگر ہم قائل ہیں۔

(۴) بزرگان دین و محترم شخصیات سے حرکات کے منکر ہیں مگر ہم قائل۔

(۵) حیات اقبیٰ صالحہ کے منکر ہیں جب کہ ہم زور و شور سے اس کے قائل ہیں اب تک اس  
عقیدے کے ثبوت پر ہمارے علماء کئی مناظرے کر چکے ہیں۔

(۶) روضہ مبارک منہج کے لیے سفر کو ممنوع قرار دیتے ہیں جب کہ ہم اسے افضل المستحب  
ہانتے ہیں۔

(۷) نبی کریم ﷺ کے روضہ مبارک کے سامنے سلام و تحفہ کے منکر ہیں ہم اس کے قائل ہیں۔

غرض اس معنی میں ہمیں ”وہابی“ کہنا یا سمجھنا جہتِ صریح و کذبِ بیانی ہے اور ہمارے انکار نے بھی اس معنی میں خود پر وہابیت کی تہمت کی سختی سے تردید کی ہے چنانچہ حکیم الامت حضرت مولانا شرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ایک سلسلہ غلطو میں فرمایا کہ کتنے غضب اور ظلم کی بات ہے کہ ہمارے بزرگوں کو بدنام کرتے ہیں اور وہابی کے لقب سے یاد کرتے ہیں ہمارے قریب میں ایک قصبہ ہے سب لال آباد وہاں پر ایک جد شریف ہے جو حضور ﷺ کی طرف منسوب ہے اس کی زیارت سے حضرت مسیحی صاحب رحمہ اللہ اور مولانا شیخ محمد صاحب کیا کرتے تھے اور حضرت مولانا رفیع احمد صاحب گنگوٹیا رحمہ اللہ نے اس کے متعلق میرے خط کے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ اگر منکرات سے خالی وقت میں زیارت بھرا آنا ممکن ہو تو ہرگز ردِ باطل نہ کریں بلکہ یہ باتیں وہابیت کی ہیں ان بدعتوں میں دین تو ہوتا نہیں جس طرح جی میں آتا ہے جس کو چاہتے ہیں بدنام کرنا شروع کر دیتے ہیں خود تو بد دین ہیں دوسروں کو بد دین بٹھاتے ہیں۔“ (ملفوظات: ج ۳ ص ۳۲ ملفوظ ۵۵)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

”ایک جماعت ہے جو ہم لوگوں کو وہابی کہتی ہے لیکن ہماری سمجھ میں آج تک یہ بات نہیں آئی کہ ہمیں کس مناسبت سے وہابی کہتے ہیں کیونکہ وہابی وہ لوگ ہیں جو ابنِ عبدالوہاب کی اولاد میں سے ہیں یا وہ لوگ ہیں جو اس کا اتباع کرتے ہیں ابنِ عبدالوہاب کے حالات کتابوں میں موجود ہیں ہر شخص ان کو دیکھ کر معلوم کر سکتا ہے کہ وہ اتباع کی رو سے ہمارے بزرگوں میں ہیں نہ نسبت کی رو سے البتہ آج کل جن لوگوں نے عقیدہ چھوڑ کر غیر مقلدی اختیار کر لی ان کو ایک اعتبار سے وہابی کہنا درست ہو سکتا ہے کیونکہ ان کے اکثر خیالات ابنِ عبدالوہاب سے ملتے ہیں ہم لوگ حنفی ہیں کیونکہ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اصولی چار ہیں کتاب اللہ حدیث رسول اجماع امت اور قیاس مجتہد سوا ان چار کے اور کوئی اصل نہیں اور مجتہد بہت سے ہیں لیکن اجماع امت سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ چار نام یعنی امام ابوحنیفہ امام شافعی امام احمد بن حنبل اور امام مالک رحمہم اللہ کے مذاہب سے باہر ہونا جائز نہیں نیز یہ بھی ثابت ہے کہ ان چاروں میں جس کا مذہب رائج ہو اس کا اتباع کرنا

چاہئے تو چونکہ ہندوستان میں امام ابوحنیفہؒ کے کلام سب رائج ہے اس لیے ہم انہیں کا اتباع کرنے میں ہم کو جو لوگ وہابی کہتے ہیں قیامت میں اس بہتان کی ان سے باز پرس ضرور ہوگی۔ (اشرف الجواب)

خود رضا خانیوں کو بھی اس بات کا اقرار ہے کہ وہابی اصل اور توحید کل کے عرف کے اعتبار سے غیر مقلدین کو کہا جاتا ہے چنانچہ بریلوی مناظر مفتی حنیف قریشی کہتا ہے:

”اہل حدیث جماعت پر لفظ وہابی کا عمومی اطلاق ہوتا ہے۔“ (مناظرہ گستاخ کون، ص ۶۵)

بریلوی حکیم الامت مولوی منظور ابوبھپا نوی المعروف احمد یار گجراتی صاحب اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ وہابی غیر مقلدین کو کہا جاتا ہے چنانچہ لکھتا ہے:

”اہل میل کے معتقدین دو گروہ بنے ایک تو وہ جنہوں نے اماموں کی تقلید کا انکار کیا جو شیعہ مقلد یا وہابی کہلاتے ہیں۔“ (جاہ الحق، ص ۱۳)

خود کاشف اقبال رضا خانی نے جب اہل السنۃ والجماعہ کے خلاف کتاب لکھی تو اس کا نام ”دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف“ رکھا اور جب غیر مقلدین کے خلاف کتاب لکھی تو اس کا نام ”وہابیت کے بطلان کا انکشاف“ لکھا سوال یہ ہے کہ اگر یہ دونوں ایک ہی ہیں تو دو الگ الگ ناموں سے دو مختلف کتابیں لکھنے کی کیا ضرورت تھی؟

مفتی حنیف قریشی ایک اور مقام پر کہتا ہے:

”آپ کے سرخیل مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کتاب فتاویٰ ثانیہ جلد اول صفحہ ۹۹ پر لکھتے ہیں: یہ بات: یاسیت کی تاریخ میں واضح طور پر موجود ہے کہ وہابی کی اصطلاح کا عموم اطلاق جماعت اہل حدیث پر ہوتا ہے۔“ (مناظرہ گستاخ کون، ص ۶۴)

اگر یہ کہا جائے کہ محمد بن عبد الوہاب کے عقائد کو فتاویٰ رشیدیہ میں رد و عمدہ کہا گیا ہے اس وجہ سے ہم آپ کو وہابی کہتے ہیں۔ عرض ہے کہ ان کے کن عقائد کو عمدہ کہا گیا ہے اس کی وضاحت وہاں نہیں، وہاں مجملہ ان کے عقائد کو اچھا کہا گیا ہے مگر کسی کے عقائد کو اچھا کہہ دینے سے اسی



ذات کی طرف نسبت کیسے ہو سکتی ہے؟ کیا رضا خانیوں کے نزدیک امام مائیک، امام شافعی، امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہم اجماع کے عقد بندہ نہ تھے، مگر بایں بعد ان میں سے کوئی بھی رضا خانی اپنی نسبت میں حنبلی، شافعی، مائکی نہیں لگاتا۔

### اپنے گھر کی خبر لو:

بریلوی جامع المعقول والمنقول غلام محمد چٹا لوی لکھتے ہیں:

"وہابی دو قسم کے پائے جاتے ہیں، ایک مسلمان وہابی دوم منافق وہابی"۔

(شم الرمان، ص ۳۶، رٹوری کتب خانہ لاہور)

بریلوی شمس الاسلام مولانا معین الدین اجمیری مرحوم لکھتے ہیں:

"اٹلی حضرت نے ایک دنیا کو وہابی کر ڈالا ایسا بد نصیب کون ہے جس پر آپ کا خیر و ہدایت نہ چلا ہو وہ اٹلی حضرت جو بات بات میں وہابی بنانے کے عادی ہوں وہ اٹلی حضرت جن کی تصانیف کی ملت غاصبہ و ہدایت جنہوں نے اکثر علماء اٹلی سنت کو وہابی بنا کر عوام کا لانا ختم کواں سے بدظن کر دیا جن کے اتباع کی پیچھا کر وہ وسط میں اٹلی حق سنیوں کو وہابی کہہ کر گالیاں، کامیت برسانیں جنہوں نے وہ ہدایت کے حیلہ سے علماء ربانین کی جڑ کاٹنے میں وہ مساعی حیلہ کیں کہ جن کا خطرہ حسن بنی صبار جیسے مدعی امامت و نبوت کے دل میں بھی نہ گذر رہا ہو گا اور جن کے فتنہ و فساد کے سامنے حسن بن صبار کے خدائی بھی گرد ہوں اگر حسن بن صبار زندہ ہو کر آ جاوے تو اس کو اٹلی حضرت کے کلمات کے بالفاظی سوائے ذانوں نے ادب نہ کرنے کے چارہ کار نہ ہو غرض ایسی مقتدر جماعت کا پیشوا جن کی زبانیں سوائے وہابی اور وہیڑے اور لہڑے کے دوسرے الفاظ سے آٹا و عطف میں آٹا ہی نہیں ہوتیں اگر در پردہ وہابی ثابت ہو جاوے تو پھر تعجب کی کوئی حد نہیں رہتی خلقت کہتی ہے وہ اٹلی حضرت جو اپنے آپ کو وہابی کش ظاہر فرماتے ہیں بالآخر خود وہابی ثابت ہوئے اور اس طرح وہ وہابی کش کے در حقیقت خود کش ہیں خلقت اپنے اس جزئی دعوے کے ثبوت میں اٹلی حضرت کے چند اقوال پیش کرتی ہے"۔ (تخلیات انوار المعین، ص ۳۲)

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں پہلی بات تو یہ کہ احمد رضا خاں نے کئی سنی علماء کو وہابی سنت ڈالا

دوسرا احمد رضا خان بریلوی خود بہت بڑا وہابی تھا اور یہ بات پوری خلقت میں مشہور تھی۔

## بریلوی وہابی کس کو کہتے ہیں:

مولانا مبین الدین احمد جیسری صاحب لکھتے ہیں:

”خلقت کہتی ہے کہ اچھڑت صرف وہابی ہی نہیں بلکہ ان کے سر تاج ہیں لیکن ہم کو خلقت کے اس خیال سے اتفاق نہیں اصل یہ ہے کہ وہابیت کے مفہوم سمجھنے میں خلقت نے غلطی کی وہ وہابی اس کو سمجھتی ہے جو اکابر کی شان میں گستاخی اور ان کے دائرہ اتباع سے خارج ہو اور اعلیٰ حضرت سے صرف اس کو وہابی کہتے ہیں جو ان کے مجددیت کا منکر ہو پھر وہ خواہ خلقت کے نزدیک کیسا ہی زبردست سنی ہو لیکن اعلیٰ حضرت کے نزدیک وہابی ہے اور جو حضرت کی تجدید کا اعتراف کرے پھر وہ وہابی ہی کیوں نہ ہو لیکن وہ اعلیٰ درجہ کا سنی ہے۔“ (تقلیبات انوار المصنوعین: ص ۳۳)

اس سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) ہندوستان میں عام خلقت کا تاثر یہی تھا کہ احمد رضا خان نہ صرف خود وہابی ہیں بلکہ ہاتھوں کے سر تاج ہیں۔

(۲) یہ تاثر اس لیے تھا کہ احمد رضا خان اکابر کی شان میں گستاخی کا اور منکاب کرنے والا اور ان کے دائرہ اتباع سے خارج ہونے والا تھا۔

(۳) حضرت مولانا مبین الدین صاحب کا تجزیہ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت اور ان کے ماننے والوں کے نزدیک جو احمد رضا خان کو مجدد نہ مانے ان کی بزرگی کا قائل نہ ہو تو وہ خواہ کتنا ہی پکڑا سنی ہو ان کے نزدیک وہ وہابی ہے۔ اور ایک شخص کتنا ہی بڑا وہابی کیوں نہ ہو مگر احمد رضا خان کو مجدد نہ مانا ہو تو ان کے نزدیک سنی ہے۔

ہم پر رضا خانیوں کی طرف سے وہابیت کا الزام بھی صرف اسی وجہ سے ہے کہ ہم احمد رضا خان بریلوی کی بزرگی کے قائل نہیں اور ہمارے بزرگوں نے بھی جو بعض مقامات پر اہل بدعت کے مقابلے میں خود کو وہابی کہا تو وہ اس بناء پر کہ وہ خود کو احمد رضا خان کا نہ تو متبع ماننے لیں اور نہ اس کے دعویٰ مجددیت کی حمایت کرتے ہیں۔

نواب احمد رضا خان صاحب کے نزدیک وہابی ہمارے اسپنہ ہیں:  
بریلوی محقق اور اس رئیس القلم سید عبدالکریم سید علی ہاشمی لکھتا ہے:

”اگرچہ احمد رضا خان سید احمد زین العابدین کے شاگرد اور مرید تھے آپ نے ہندو دہا بھال کی  
سرکوبی کے لیے اسی شدت سے کام نہیں لیا جو علامہ حرمین کا طریقہ تھا کیوں کہ وہ لوگ وہابیوں کو  
غیر سمجھتے تھے اور احمد رضا یہاں کے وہابیوں کو غیر نہیں سمجھتے تھے بلکہ سنیوں کی اولاد سمجھتے تھے اور  
بچپن رکھتے تھے کہ وہ غلام و پند سے دوسدھڑ جائیں گے۔“ (المیزان کا امام احمد رضا شہر: ص ۶۱۳)

وہابیوں کا مذہب صوفیاء کا مذہب ہے:

بریلوی فرید ملت خواجہ غلام فرید کوٹ مٹھن فرماتے ہیں:

”آپ نے فرمایا کہ بے شک اسی طرح ہے وہابی مذہب کرام کو برا کہتے ہیں نہ ولایت سے انکار  
کرتے ہیں۔۔۔ اس کے بعد فرمایا کہ توحید کے بارے میں وہابیوں کے عقائد صوفیاء کرام سے  
بچے جلتے ہیں وہابی کہتے ہیں کہ انبیاء اور اولیاء سے جدا لگنا ترک ہے بے شک غیر خدا سے امداد  
لگنا ترک ہے توحید یہ ہے کہ خاص حق تعالیٰ سے مدد طلب کرے چنانچہ ایلک نعبد و ایلک  
نستعین (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے مدد مانگتے ہیں) کا مطلب یہی ہے۔“

(مقائیس الجالیس: ص ۶۷)

علماء حق پر وہابیت کی تہمت کس نے لگائی؟

خرم ملک فاروق ملک صاحب ان لکھتے ہیں:

”وہاب یوپی اور دہلی کے تمام صوبوں سے مسلم مجاہدین کو اترے آرہے تھے اب تنکوں نے  
مذہبی حربہ استعمال کیا انہوں نے سید احمد شہید کو وہابی مشہور کیا اور عام مسلمانوں کو بھڑکادیا کہ آپ صحیح  
اسلامی عقائد کے حامل نہیں سرحد اور پنجاب میں سید صاحب کے مذہبی نظریات کے خلاف شدید  
داعش شروع ہوا تو اسے جاری ہونے لگے اور سید صاحب کی سیاسی قوت کو شدید دھچکا لگا۔“

(مطالعہ پاکستان مارچ ۲۰۱۱ء ص ۱۸۱) (مذاہب و عقائد: ص ۳۵۳) (مقامی اخبارات اور)

تو کاشف اقبال رضا خانی صاحب آپ بھی تو کہیں ان سکھوں کی روحانی اولاد جس میں تمام معنوی کی پیروی میں علمائے حق پر وہابیت کی تہمت لگا رہے ہیں؟ اہل السنۃ والجماعہ فلسفہ دیوبند پر وہابیت کا الزام سب سے پہلے احمد رضا خان بریلوی نے لگایا چنانچہ شیخ الاسلام سید مسیحین احمد مدنی رحمہ اللہ اس کے متعلق لکھتے ہیں:

”اسی وجہ سے اہل عرب خصوصاً اس کے اور اس کے اتباع سے دلی بغض تھا اور ہے اور اس لئے کہ ان کا قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے نہ بلکہ سے نہ انہوں سے غرض کہ وہ جو بات مذکورہ اہل دیوبند وجہ سے ان کو اس کے خائف سے اعلیٰ درجہ کی عداوت سے اور بے شک جنب اس نے ان کی شکایت دی ہیں تو ضرور ہونا بھی چاہیے وہ لوگ یہود و نصاریٰ سے اس قدر رنج و عداوت نہیں رکھتے جتنی کہ وہابیہ سے رکھتے ہیں چنانکہ یہود و نصاریٰ اور اس کے اتباع کو اہل عرب کی نظروں میں خصوصاً اور اہل ہند کی نگاہوں میں عموماً ان کے بھائی خواہ اور دوسروں کو ان کا دشمن دین کا مخالف قرار کرتا مقصود ہونا ہے اس لیے اس لقب سے بڑھ کر ان کو کوئی لقب اچھا معلوم نہیں ہو چکا ہو گا۔ متبع شریعت و جامع سنت پایا حبث و بابی کہہ دیا تاکہ لوگ متفرق ہو جائیں اور ان لوگوں کے صلہ اور ترغیبات میں جو طرح طرح کے مکاریوں سے حاصل ہوتی ہیں فرق نہ پڑے۔ صاحب اثر اب پیلا اڑھی منڈواؤ گور پرستی کرو نڈ وغیرہ مانو زنا کاری افلاس بازی ترک جماعت و صوم و صلاؤں کچھ کر دیہ سب علامات اہل السنۃ والجماعہ ہونے کی تو اور اتباع شریعت صورت و عمل و غیرہ حاصل ہو و ابوبابی ہو جائے گا مشہور ہے کہ کسی نواب صاحب نے کسی اپنے ہم نشین سے کہا کہ میں نے سنا ہے تم وہابی ہو انہوں نے جواب دیا حضور میں تو ڈاڑھی منڈاؤ ہوں میں کیسے وہابی ہو سکتا ہوں میں تو خالص سنی ہوں دیکھیے علامت سنی کی ڈاڑھی منڈاؤ ہو گیا و جمال الحجد دین نے اس درجہ میں اس غرض خاص سے ان اکابر کو وہابی کہا تا کہ اہل عرب دیکھتے ہی غیظ و غضب میں آ کر کھڑے جائیں اور بلا پوچھے کچھ بغیر باطل تحقیر کا فتویٰ دے دیوں اور پھر لفظ وہابیت کو متعدد جگہوں پر مختلف معنائوں سے الفاظ خبیث سے یاد کیا حالانکہ حقا کہ وہابیہ اور ان اکابر کے معتقدات اہل زمین و آسمان بلکہ اس سے نہ کہ کافرق ہے۔“ (الشہاب الثاقب: ص ۱۸۳، ۱۸۵)

## وہابیت کا ایک خوفناک تصور:

بریلوی بھائیوں نے پیشہ دروہاءوں اور علماء سوء کو چونکہ علم ہے کہ ان کی عوام جب تک مسائل رہے گی ان کے اندر آنے چلتے رہیں گے اسی لیے جہاں انہوں نے عوام کو یہ باور کرایا ہوا ہے کہ ہر شیئ سنت اور بدعات و شرک سے منع کرنے والا وہابی ہے۔ ان کے ذہنوں میں وہابیت کا ایسا خوفناک تصور بٹھا یا ہوا ہے کہ کوئی شخص وہابیت کے اس تصور کے بعد ان کے قریب بھی نہیں پہنچے گا۔ مولانا ابو الکلام آزاد بھی اسی ماحول میں پلے بڑھے اپنے والد مولانا خیر الدین دہلوی جن کا شمار بریلوی اکابر میں ہوتا ہے کی تربیت کا نتیجہ بتاتے ہیں کہ انہوں نے اپنے گھر اور مریدین کے درمیان وہابیت کا کیا تصور قائم کیا ہوا تھا:

”ہمیں اس وقت یقین تھا کہ ہالی ان لوگوں کو کہتے ہیں حواصلِ قرنیہ سے نصیحت کے قائل ہی نہیں اگر قائل ہیں تو صرف اتنے ہی جیسے چھوٹے بھائی کے لیے بڑا بھائی و بھجرات کے بھی منکر ہیں، ختمِ نبوت کے بھی قائل نہیں، آنحضرت ﷺ سے ان کو تو ایک خاص بغض ہے۔ جہاں کوئی بات ان کی نصیحت و منہجیت کی آئی تو انہیں مر جیسی لگیں مجلسِ میلاد کے اس لیے منکر ہیں کہ اس میں آنحضرت ﷺ کے فضائل بیان کیے جاتے ہیں۔ درود پڑھنے کو بھی برا جانتے ہیں کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ صحت کو کیونکہ رسول اللہ کی یاد انہیں کیوں پسند آنے لگی جب اس کوئی بات رسول کی نصیحت اولیاء اللہ کی منہجیت بزرگانِ دین کی بزرگی کی کہی جائے یا کی جائے فوراً اسے شرک و بدعت کہہ دیتے ہیں اس لیے کہ انہیں ان سب سے بغض و کینہ ہے اور ان کی توہین و تذلیل ان کو خوش آتی ہے بحیثیت مجموعی وہابیوں کے بدترین خلائق ہونے کا فرہونے کا فردوں میں بھی بدترین قسم کے کافر ہونے میں کسی رد و کد کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی تھی وہابیت کے متعلق یہ خطا تھی جس میں میں نے پردہ کش پائی۔“ (آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی، ص ۷۹، ۸۰، ۸۱)

ظاہر ہے کہ وہابیت کے اس منکرہ تصور کو ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان بھی اپنے لیے قابلِ قبول تصور نہیں بنا سکتا۔ اہل بدعت کی اسی سوچ اور تصور کے مقابلے میں علمائے اہل سنت و الجماعت

نے خود پر وہابیت کے الزام جس سے مقصود دور پہنچا اس قسم کے تکرار و عقائد کی نسبت تھی ہمیشہ سے سخت تردید کی اور ہم اب بھی کرتے ہیں۔

الحمد للہ یہاں تک تو ہم نے کھل کر وضاحت کر دی کہ ہماری طرف وہابیت کی نسبت محض افتراء اور غلط ہے ہم اہل السنۃ والجماعت اور فروع میں امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں ہمارے اکابر نے اگر بعض مقامات پر غور کو وہابی کہا ہے تو وہ بھی بطور طنز و تعریض ایسا کہا اس کے ہرگز یہ معنی نہ تھے نہ ہیں کہ معروف معنی میں بھی وہ وہابی ہیں، معاذ اللہ۔ دیکھیں امام شافعیؒ سے منسوب ایک معروف شعر ہے:

ان کان رخصاً حب آل محمد	فلیشهد الشقلان انی رافضی
-------------------------	--------------------------

[ترجمہ] اگر آل محمد کی محبت رافضیت ہے تو اے جن دانش گوار جو میں رافضی ہوں۔ اب کوئی اس شعر کی بنیاد پر کہہ سکتا ہے کہ معاذ اللہ امام شافعیؒ رافضی تھے حالانکہ وہ اپنی رافضیت پر گواہ بھی قائم کر رہے ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ امام صاحب تو تعریضاً ایک بات کہہ رہے ہیں کہ اگر تم نے اہل بیت سے محبت کو رافضیت کا نام دے دیا ہے تو ٹھیک ہے مجھے رافضی سمجھو مگر میں اہل بیت کی محبت نہیں چھوڑ سکتا۔ یہی ہمارے اکابر کا مقصود تھا کہ اگر تم نے سنت کی دعوت بدعات رسومات و خرافات سے منع کرنے کو ”وہابیت“ سمجھ لیا ہے تو ہم وہابی ہی سہی مسگر دعوت تو حید و سنت نہیں چھوڑ سکتے۔

مولوی غلام کاقرار کے دیوبندی وہابیت کے مخالف ہیں:

مولوی غلام مہر علی لکھتا ہے:

”اگر وہابیوں کو برا کہنا ہی چاہتے ہیں تو یہ اور دنیا پرستی کی دلیل ہے تو پھر فیروز الدین صاحب کے سب اکابر دیوبندی مولوی بھی حرام خورد خابہت ہوں گے۔“ (دیوبندی مذہب، ص ۱۳)

ظاہر ہے کہ یہ حرام خوردی اسی صورت میں ثابت ہو سکتی ہے جب اکابر دیوبندی نے وہابیوں کو برا بھلا کہا ہو۔

مولوی حسن علی رضوی آف مجلس لکھتا ہے:

"ملازمین جس طرح علماء اہلسنت کو علماء مجید کے ساتھ اعتقادی اختلافات ہیں اسی طرح علماء دیوبند کو بھی علماء مجید و محمد بن عبد الوہاب سے شدید اختلاف و نفرت ہے لہذا اگر علماء اہلسنت کا مسجدی سودی کتب فکر سے اختلاف کوئی گناہ ہے تو خدا کا بر علماء دیوبند بھی اس گناہ کے مرتکب ہیں۔  
 علماء دیوبند علماء مجید کے ساتھ اپنے انکیز دیوبند کا شدید اختلاف و نفرت ملاحظہ کریں۔"

(رضائے مصطفیٰ، جمادی الاخریٰ ۱۴۳۰ھ، ص ۴، ۳)

جب پاکستان میں اپنے لوگوں سے نذرانے وصول کرتے ہوں تو دیوبندی وہابی بن جاتے ہیں اور جب سعودی عرب کو مشترکہ طور پر گالیاں دینے کا موقع تلاش کرنا آو تو دیوبندی وہابیوں کے شدید مخالف بن جاتے ہیں عجیب منافقت ہے۔ اب آتے ہیں ان حوالوں کی طرف جس کو کاشف اقبال رضا خانی نے پیش کیا۔

نوٹ: یہ تمام حوالہ جات مولوی کاشف اقبال صاحب نے مولوی غلام مہر علی رضا خانی کی کتاب "دیوبندی مذہب صفحہ ۱۳۳ تا ۱۳۵ سے سرقہ کیے ہیں۔

**بظاہر حوالہ:** مولوی اشرف علی تھانوی کہتے ہیں کہ میں تو کہا کرتا ہوں اگر میرے پاس دس ہزار روپیہ ہو سب کی تنخواہ کروں پھر دیکھو خود ہی سب وہابی بن جیاویں۔ افاضات الیوم: ج ۶ ص ۲۵۰۔ (دیوبندی کے بظان کا اختلاف: ص ۷۷)

**جواب:** حضرت حکیم الامت مجدد دین و ملت رحمہ اللہ کا پورا مکتوب اس طرح ہے:

"ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے کارِ اہل بدعت کی مذمت میں مکتوبیں فرماتے تھے کیونکہ یہ اہل بدعت اگر اپنے علماء کے کہنے سے غلطی اور دھوکا میں ہیں تو معذور ہیں اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں اور اگر قصداً ایسا کرتے ہیں تو مواخذہ فرمائیں گے ہم کیوں اپنی زبان کو گندہ کریں اس لیے بزرگوار کو کچھ زیادہ کہتے ہوئے یا لکھتے ہوئے نہیں دیکھا پھر فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں اگر میرے پاس دس ہزار روپیہ ہو سب کی تنخواہ کروں پھر دیکھو خود ہی سب وہابی بن جائیں اہل باطل کے پاس مددچراغ ہے اس کے لانچ میں ان کی خواہش کی موافقت کرتے ہیں اہل حق بچاؤں کے

پاس روپیہ کہاں گھر اس پر بھی ان کو شب دردنوا ان تعلقوا نحبہ اللہ لا تحسبوا کاشاہم  
ہے۔

(ملفوظات حکیم الامت: ج ۲ ص ۲۰۲ فتویٰ نمبر ۵۵۳)

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی بات بالکل صحابہ اور واضح ہے کہ چونکہ اہل بدعت اہل باطل  
پر دیوبندیت رضا خانیت کے پاس ان کے انگریز آقا کی طرف سے روپیہ پیسہ وافر مقدار میں آتا  
ہے اس لیے جاہل لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں کہ خوبی منفعت ہوگی اور اہل حق کو دیا جائیگا  
بدنام کرتے ہیں چونکہ نہ وہایت کا مسئلہ ہے نہ حقیقت دیوبندیت کا مسئلہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ  
اس لیے اگر ابھی ان نام نہاد اہلسنت کی تحفہ و باندھ دویں تو خود بخود سارے وہابی بن جائیں گے  
وہایت پر سارے تو بے بھول جائیں گے اس وقت سب سے پہلی چیز ان کو وہایت شن نظر  
گی۔

**دوسرا حوالہ:** مجددی عقائد کے معاملہ میں آیتھے ہیں۔ افاضات الیومیہ: ج ۴ ص ۳۳  
تھانوی صاحب مجددی عقائد کو پختہ بخلائے ہیں کہتے ہیں کہ خدا معلوم کیا وہن میں آیا ہوگا جس کی  
بنام پر یہ کہا گیا اور ایسے تو عقائد میں تمہارت ان پختہ ہیں۔ افاضات الیومیہ: ج ۴ ص ۵۲

(دیوبندیت کے بظان کا انکشاف: ص ۲۸)

**جواب:** ملفوظات کی پوری عبارت اس طرح ہے:

”ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت عرفات میں اب خطبہ نہیں ہوگا تو فرمایا یہ کیوں یہ تو سنت ہے  
اور پھر مجد پس کو اجتماع سنت کا دعویٰ ہے پھر سنت کو کیوں ترک کیا عرض کیا وہ عرفات میں مسجد  
روستے تو بہت ہیں فرمایا رونا تو خطبہ کا قائم مقام نہیں ہو سکتا خطبہ کا طریقہ تو جب تھا کرتے  
تھے اور خطبہ بھی ہوتا اور بے خطبہ رونا تو ایسا ہے جیسے ایک میاں بھی بے محسل روتے تھے، ایک میاں  
متوسط الحال غلغلی کے ہاں بچے پڑھانے پر ملازم تھے وہ شخص کہیں باہر جا کر پانچ سو روپیہ ماہانہ  
کے ملازم ہو گئے انہوں نے گھراٹھائی خط بھیجا میاں بھی کے سوا اور کوئی خط پڑھنے والا نہ تھا گھر  
والوں نے میاں کو خط پڑھنے کے لیے دیا خط پڑھ کر میاں بھی نے رونا شروع کر دیا گھر والوں کو



پریشانی ہوئی اور وجہ پوچھی کہا کہ وجہ تو بعد میں بتاؤں گا پہلے تم بھی اردو، وہ بھی رونے لگے غل غلپا  
 ٹھہرائے سنا کر آگئے رونے کی وجہ پوچھی، میاں جی نے کہا تم بھی اردو، مغلہ والے بھی رونے لگے پھر  
 لوگوں نے رونے کا سبب دریافت کیا تو میاں جی نے کہا خط میں لکھا ہے میاں پاچے سورویہ کے ملازم  
 ہوئے تو لوگوں نے کہا اس میں رونے کی کیا بات ہے یہ تو خوش ہونے کی بات ہے، کہنے لگے نہیں  
 رونے ہی کی بات ہے چنانچہ سنا میں تو یوں رو یا کہ اب وہ بچوں کو انگریزی پڑھائیں گے  
 ، بجائے میرے کسی ماسٹر کو مقرر کر دیا گئے، میرا روزگار گیارہ اور گھر والوں کے رونے کی یہ بات ہے  
 کہ بجائے ان کے اب وہ کسی سیم صاحب کو لائیں گے ان کے روٹی کپڑے میں کھنڈر سے پڑے  
 گی، اور اہل محلہ کے رونے کی یہ بات ہے کہ میاں کو موٹر کے لیے اور گھوڑوں کے لیے مکان اور  
 محفل کی ضرورت ہوگی تو اہل محلہ ہی سے یہ مکانات خالی کرائے جائیں گے اس لیے سب کو رونا  
 چاہیے، میاں جی تھے بڑے دوراندیش کیا جوڑ لگایا ہے تو بعض رونا بھی بے جواز ہوتا ہے بندہ خدا  
 غلہ کیوں ترک کر دیا سنت کو تو بدعت نہیں کہہ سکتے خدا معلوم کیا ذہن میں آیا ہوگا جن کی بنیاد پر یہ  
 کیا گیا، ویسے تو عقائد میں تمہاری ہی بحث ہیں، ہاں ایک کمی ہے جس کو میں اکثر کہتا ہوں کہ  
 نجدی ہیں تھوڑے سے وجدی بھی ہوتے تب بات ٹھیک ہوتی۔ خشک زیادہ ہیں کھرا ہیں ہے۔“

(مخلوقات: ج ۲ ص ۲۸، مکتوب نمبر ۵۰)

ترجمان رضا خانیت نے کس قدر دھوکا دیا، فراڈ، اور دجل سے کام لیا ہے۔ حضرت تھانوی  
 رحمہ اللہ ان مجدد یوں کا رد کر رہے ہیں اس آدی نے انکا حضرت تھانوی رحمہ اللہ پر الزام لگادیا کہ  
 مجدد یوں کی حمایت کر رہے ہیں انہیں اچھا کہہ رہے ہیں۔ اگر حضرت بھٹانوی رحمہ اللہ نے ان کو  
 عقیدہ میں بحث کہہ دیا تو یہ کہاں لکھا ہوا کہ ایسا کہنے والا خفیت سے شکل کر تجدیت میں داخل  
 ہو جاتا ہے؟ کیا مرزا کی اپنے عقائد پر بحث نہیں تو کیا رضا خانی اب مرزا کی بنی گئے؟

**دوسرا اور تیسرا:** اس کے بعد کاشف اقبال رضا خانی صاحب نے فتاویٰ رشیدیہ کے حوالے  
 دیے کہ ہائی قیامت کو کہتے ہیں اور محمد بن عبد الوہاب کے معتقد یوں کے عقائد کا جائزہ تھے۔ یہ حوالہ  
 جنت مانگن میں نقل کیے جا چکے ہیں اور ان کی وضاحت بھی ہو چکی ہے لہذا انکر یہاں ان پر تبصرہ

کر سنے کی ضرورت نہیں۔

**چوتھا حوالہ:** ”پھر مولوی رشید احمد گنگوہی نے اپنا اور باہیہ کا عقائد میں متفق ہونا چاہا ہے لکھتے ہیں کہ: عقائد میں سب متفق مقلد غیر مقلد ہیں البتہ اعمال میں مختلف ہوتے ہیں (تشریحات رشیدیہ: ص ۶۲) ایک جگہ اور لکھا ہے: عقائد سب (مقلد غیر مقلد) کے متفق ہیں اقوال میں فرق ہے۔۔۔۔۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ص ۲۶۶)۔ (دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۸)

**جواب:** ہم آپ کے سامنے اولاً مکمل سوال و جواب نقل کرتے ہیں اس کے بعد پھر معروضات عرض کریں گے:

”سوال: مولانا سید نذیر حسین صاحب کو جو دہلی میں محدث ہیں جو لوگ ان کو مردود اور خارج اہل سنت مانتے ہیں اور لاد مذہب کہتے ہیں آیا یہ کہنا ان کا صحیح ہے یا نہیں یا خود صحیح نہ ہونے کے ایسے لوگ فاسق و فاجر ہیں یا نہیں؟ اور مولانا صاحب کے عقائد اور اعمال موافق اہل سنت و الجماعت ہیں یا نہیں اور حضرات سلمہ کے عقائد اور مولانا صاحب کے عقائد میں کچھ فرق ہے یا متفق ہیں کچھ بعض جزئیات میں یا اکثر میں اختلاف ہو تو یہ کچھ ایسا امر نہیں ہے جس کی وجہ سے ان کا ایسا گمان کیا جائے جواب بطور سہلہ کے ارفاق فرمائیں کیونکہ ایک عالم ان کو لعن علیہ کرتا ہے اور قفا مشین سے جاتا ہے۔ نقطہ۔

جواب: بندہ کو ان کا حال معلوم نہیں اور نہ میرے ساتھ ان کی ملاقات ہے لیکن جو لوگ ان کے حال کے بیان میں مختلف ہیں اگرچہ ان کو مردود اور خارج اہل سنت سے کہنا بھی سخت ہے ہاں یہ عقائد میں سب متفق مقلد غیر مقلد ہیں البتہ اعمال میں مختلف ہوتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

(فتاویٰ رشیدیہ: ۶۲-۶۳ بیانات رشیدیہ: ص ۱۰۸)

جواب کا اول جملہ ”بندہ کو ان کا حال معلوم نہیں“ خود بتا رہا ہے کہ حضرت گنگوہی رضی اللہ عنہ کے سامنے غیر مقلدین حضرات کے عقائد پوری طرح نہیں آئے تھے مولانا نذیر حسین صاحب نے متعلق اگرچہ منفی خبریں ان تک پہنچی مگر ان کے بالمقابل دیگر حضرات سے ان کی تعریف کی گئی لہذا معلوم ایسا ہوتا ہے کہ حضرت کے سامنے پوری صورتحال واضح نہ تھی اور چونکہ اس وقت

زور قرأت خلف الامام، بیس رکعات تراویح، اور تھکید پر تھا جیسا کہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے ان پر مستقل کتاب بھی لکھی ہے تو حسن ظن یہی رکھا کہ چونکہ یہ حضرات خود کو مسلمان اور عاقل مسلح باللہ ہیٹ کہتے ہیں اس لیے ان کے عقائد بھی اعلیٰ سنت کی طرح ہوں گے اور شوافع کی طرح صرف فردع میں احناف کے ساتھ اختلاف ہے اسی لیے عقائد میں دونوں کو متحد کہہ دیا مگر جیسے جیسے ان کی حقیقت کھلتی گئی حضرت کا موقف بھی سخت ہوتا گیا۔ چنانچہ بعد میں ان کا فتویٰ یہ تھا:

”ہم کہہ رہے ہیں علماء دین و مفتیان شرع تین کہ زید آئین پکار کر تو نہیں پڑھتا مگر مولوی نذیر حسین دہلوی کا نہایت مداح ہے یہاں تک کہ جو اشتہار و بارہ گرفتاری ان کی مکہ معظمہ میں مشہور ہوا تھا اس نے اس کو پھاڑ ڈالا اور حنفیوں کو اور غیر مقلدوں کو برا کہنے والے کو برا جانا ہے پس ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ فقط۔“

الجواب: جو مولوی نذیر حسین دہلوی کا مداح ہے بے شک غیر مقلد ہے اور اس کی امامت درست نہیں اول تو ان لوگوں کے عقائد و اعمال وہ ہیں جو جامع شواہد میں لکھے ہیں جس سے ان کا ناسق اور مبتدع ہو؟ معلوم ہوتا ہے دوسرے یہ فرق تصب کر کے خود کو اہل ائمائی میں مخالفت حنفیوں کی کرتے ہیں بہت سے افعال ایسے ہیں کہ اس سے نماز ناسد ہوتی ہے عند اخصیہ تو ایسے شخص کے امام بنانے میں اپنی نماز کا خراب کرنا ہے لہذا ایسے شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

(بایات فتاویٰ رشیدیہ، ص ۱۶۳)

حضرت کی سوانح تذکرۃ الرشید میں بھی غیر مقلدین حضرات کے متعلق ایک تفصیلی فتویٰ ہے جس سے صورتحال مزید واضح ہو جاتی ہے:

”زید اپنے آپ کو حنفی بتاتا ہے مگر مولوی نذیر حسین دہلوی کا مداح ہے اور آمدورفت بھی رکھتا ہے یوں کہتا ہے کہ جامع شواہد میں جو عقائد غیر مقلدین کے درج ہیں وہ قاطعاً ہیں صاحب جامع نے غیر مقلدین پر جہت کی ہے زید کو برا کسر بلکہ ہمیشہ غیر مقلدین کے ساتھ شریک ہو کر ان کی مسجد میں نماز پڑھتا ہے اب حنفی کی مسجد کا امام بننا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ غیر مقلدوں کی مداح کرنے والے شخص کی امامت میں تو کیا حرج ہو سکتا ہے میں تو حنفی کی کتابوں سے ماضی اور خارجی کی امامت کا

ثبوت دے دوں ایسے شخص کی امامت اور غلط متنازعہ ہے یا ناجائز شرح قول فیصل تحریر فرمادیجئے کہ نزاع باہمی رفع ہو۔

جواب: غیب کی بات تو اللہ ہی جانتا ہے مگر اصل حال یہ ہے کہ اس زمانہ میں غیر مقلد حقیر کے کہ اپنے آپ کو حنفی کہہ دیتے ہیں اور وہ واقع میں حنفیہ کو مشرک بتلاتے ہیں خود مولوی نذیر حسین نے مکہ معظمہ میں غیر مقلد ہونے سے تبری اور حلف کیا اور مفتی اپنے آپ کو بٹلایا اور ہندوستان میں دہر روز سخت غیر مقلد تھے اور اب بھی وہ ویسے ہی ہیں سو جب امام کا یہ حال تو ان کے مقتدی کیسے یکو ہوں گے اور مولوی نذیر حسین کا حنفیوں کو بدتر از ہندو کہنا محترم لوگوں سے سنا گیا ہے اور خود محترم شاکر دان کے تھکید شخص کو مشرک بتاتے ہیں تو یہ شخص مداح ان کا کس طرح حنفی ہو سکتا ہے یہ دہائی اس کا قائل قبول نہیں بظاہر حال اور جامع الشواہد سے لاریب دوسرے غیر مقلدین بھی تہری کہتے ہیں مگر جس رساں سے صاحب جامع شواہد نے نقل کیا ہے اس میں ہرگز تحریف نہیں چند موقع سے ہندو نے بھی مطاعہ کر دیکھی ہے اور یہ عقائد بعض غیر مقلدین کے بعض محترموں کی زبانی اور یا نہ ہوئے اور وہ خود اقرار کرتے ہیں پس یہ قولی اس کا قائل طہائیت اور حال مزید کا جو اس سوال میں درج ہے بظاہر اس کے غیر مقلد ہونے کی تصدیق کرتا ہے۔ اور یہ کہنا اس کا کہ حنفیہ سے صحت امامت رافضی اور خارجی کی وجہا ہوں غلط ہے یہ بھی دلیل اس کے غیر مقلد ہونے کی ہے۔ جو رافضی خارجی کفر کے درجے میں ہیں ان کی امامت کہیں نہیں لکھی اور جو فسق کے درجہ میں ہے اور کفر کے درجہ کو کہیں پہنچا اس کی امامت کراہت تحریر ہو جاتی ہے اور اس کے امام بنانے والا برضا گناہ گار ہوتے ہیں اور پہلے وقت کے رافضی خارجی اکثر ایسے ہوتے تھے۔ پس غیر مقلدین اس وقت کے جیسا کہ صاحب شواہد نے نقل کیا لا اقل کے فاسق ہوں گے اور جو غیر مقلد حنفیہ کو مشرک کہتے ہیں اور تھکید شخص کو مشرک بتاتے ہیں بے شک فاسق ہیں سو ان کی امامت مکروہ تحریر ہے اور دانستہ ان کو امام بنانا حرام ہے اگرچہ نماز معتد ہوں کی بکراہت تحریر ہو اور وہ چارے اور نماز بھی جب ادا ہو کہ کوئی مفید نماز نہ ہووے ورنہ اس گروہ کو اس سے بھی پاک نہیں ہے۔ جو نے اور خون نکلنے سے یہ لوگ وضو نہیں کرتے اور ان کو ناکتض وضو نہیں جانتے بھلا اگر ایسے وضو سے امام ہوں گے تو حنفی کی نماز کب ان کے پیچھے درست ہو سکتی ہے۔ لنگوہ میں ایک غیر مقلد نے اول فرض ظہر کو جھکے کے ان

تہا قبل جمعہ کے پڑھا پھر بے خبری میں جو مولوی جان کر ان کو لوگوں نے امام جمعہ بنا دیا تو جمعہ لوگوں کو پڑھا دیا اور پھر لوگوں سے خود اقرار اس قصہ کا کیا۔ اب دیکھو تقیہ اور دھوکا دہی ان کا کام ہے جو عالم ہیں اور مولوی برکت علی شاگرد نذیر حسین کا قضا حنفیہ کے قاعدہ کے موافق اس کا بعد جمعہ ظہر کے برابر کیا۔ یہ حال ہے ان لوگوں کا نہیں بشرطیکہ کوئی مقدمہ صلوٰۃ کا بھی امام غیر مقلد نہ کرے تو بھی ایسے غیر مقلدوں کو جو حنفیہ کو مشترک بتائیں اسام بنانا حرام ہے چہ جائیکہ ان پر اعتماد بھی نہ ہو۔ اور وہ غیر مقلد عاقل بالحدیث جو ہوائے نفسانی سے خالی اور شخص لوجہ اللہ انصاف اور صدق سے عمل کریں اور کسی مقلد کو برا نہ کہیں اور سب کو حق پر جانیں عجب ہر میں نظر بسیں آتے کوئی کھلی ہوگا اس زمانہ کے چھوٹے بڑے پڑھنے اور چاہل سب زبان سے تو اپنے آپ کو حنفی بتاتے ہیں مگر تقلید شخص شرک ہی جانتے ہیں اور کہتے ہیں سب دھوکے ان کے دروغ اور عند تحقیق فریب معلوم ہوئے۔ ایسے شخص کی امامت ہرگز ادا نہ کریں اور ایسے شخص کا وعظ سنا بھی عوام کو نہیں چاہیے کہ ہلکے ہیں گا اچھا نہیں اور مال عدم تقلید بہت بددعا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔ (تذکرۃ الرشید، ج ۱ ص ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵

میں ہونے کو لکھنے کو جی نہیں چاہا کرتا کیونکہ کچھ فائدہ نہیں لگتا ناحق وقت ضائع ہوتا ہے مگر آپ نے دریافت فرمایا ہے تا چار عرض کیا جاتا ہے کہ اس کا مضمون بظاہر صحیح ہے مگر حقیقت میں دھوکا دے رہا ہے کیونکہ ہمارا نزع غیر مقلدین سے فقط بوجہ اختلاف فروع و جزئیات کے نہیں ہے اگر یہ دعویٰ تو حقیقہ و شافیہ کی کبھی نہ بنی لڑائی و جھگڑا کرتا حالانکہ ہمیشہ صلح و اتحاد رہا بلکہ نزع ان لوگوں سے اصول میں ہو گیا ہے کیونکہ مصلح صالح کو خصوصاً امام اعظم علیہ الرحمۃ کو طعن و تشنیع کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اور چار نکاح سے زائد کو جائز رکھتے ہیں اور حضرت عمرؓ کو در بارہ تراویح کے بدعت بتلاتے ہیں اور مقلدوں کو مشرک سمجھ کر مقابلہ میں اپنا لقب موجود رکھتے ہیں اور تقلید انہ کو رسم مثل چاہا ان عرب کی کہتے ہیں کہ وہ کہا کرتے تھے و جہنا علیہ ابائنا معاذ اللہ استغفر اللہ خدا خالی کو عرش پر بیٹھا ہوا مانتے ہیں فقہ کی کتابوں کو اسباب گمراہی سمجھتے ہیں اور فقہاء کو مخالف سنت ظہراتے ہیں اور ہمیشہ جو بڑے فساد و فتنہ انگیزی رہتے ہیں علیٰ ہذا القیاس بہت سے عقائد پختہ رکھتے ہیں کہ تفصیل و تخریج اس کی طویل ہے اور نتائج بیان نہیں بہت بندگان خدا پر ظاہر ہے خاص کر جو صاحب ان کی تصنیفات کو ملاحظہ فرمادیں یہ یہ امر و ظہر من الشمس ہو جاوے گا پھر اس پر عادت ترقی کی ہے موقع پر چھپ جاتے ہیں اکثر باتوں سے گزر جاتے ہیں اور منکر ہو جاتے ہیں پس جو جو مذکورہ ان سے احتیاط سب امور دینی و دنیاوی میں بہتر معلوم ہوتی ہے۔ (امداد الفتاویٰ: ج ۳ ص ۵۶۲)

خود: اس فقرے پر مندرجہ ذیل حاشیہ ہے:

”البتہ جس غیر مقلد میں یہ امور نہ ہوں اس کا حکم مثل شافعی المذہب کا ہے۔“

بریلوی اکابر کی طرف سے غیر مقلدین (الاجحدیث) علماء کی تعریف:

بریلوی محقق عصر اور بقول عہد الحکیم شرف قادری ”محسن الہدایت“ حکیم محمد موسیٰ امرتسری

معروف الاجحدیث علماء مولانا عبد اللہ غزنوی اور مولانا عبد الباقی غزنوی کے متعلق لکھتے ہیں:

”مولانا غلام علی صاحب امرتسری کی فضا کو ایک حد تک سازگار بنائے گئے تھے کہ مولانا سید عبد اللہ غزنوی

مرحوم امرتسری تشریف لے آئے ایک روایت کے مطابق امرتسری میں ان کا درود مولانا تصور دی تا

کی تحریک پر ہوا تھا حضرت مولانا عبداللہ غزنوی (متوفی ۱۲۹۸ھ) اور ان کے صاحبزادے مولانا عبدالجبار غزنوی نے اپنی نیک صالحیت اور خدا پرستی کا لوگوں کے دلوں میں خوب مکہ بٹھایا ان کے مسلک سے اختلاف رکھنے والے اہل علم حضرات اور عوام سب اس بات پر متفق رہے کہ یہ لوگ نہایت نیک اور پختہ ہیں اسی طرح مولانا قسوری سے اختلاف رکھنے والے اہل علم ان کے بظاہر و باطنی کے قائل تھے مولانا قسوری اور مولانا غزنوی میں باہمی یگانگت و محبت کے باوجود دو ایک مسائل میں اختلاف بھی تھا اور وہ صرف علمی اختلاف تھا نہ کہ خلاف "۔ (تذکرہ علماء امرتسر: ص ۳۰)

ذرا اس حوالے پر بھی نظر کرم ہو:

"امرتسر کے علماء کرام سے احمدیہ مسلک کے مبلغ اول مولانا ابو عبد اللہ غلام اعلیٰ قسوری تھے ان کی تحریک پر مولانا سید محمد داؤد غزنوی کے جد امجد مولانا سید عبداللہ غزنوی کا امرتسر میں درود ہوا مولانا قسوری نہایت متقی اور زاہد و عابد انسان تھے ارشاد خداوندی لھذا تقولون، ما لا تقولون کے پابند رہتے ہوئے دو عطا و نصرت کا فریضہ سرائیہ میں سچے دے پہنچا دیا کہ ان کو اپنے مقصد میں بہت زیادہ کامیابی و کامرانی نصیب ہوئی مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسری مرحوم مولانا قسوری کے شاگرد ارشد مولانا میر احمد اللہ کے تلمیذ رشید تھے انہوں نے اپنی تصنیف شمع توحید مطبوعہ ۱۹۳۵ء کے آخر میں امرتسر کی بانا جہاں ہارن نوکری "۔ (تذکرہ علماء امرتسر: ص ۳۳)

**غور فرمائیں!** کہ آپ کے مسلک کے مابین ہمارے عالم دین احمدیہ وہابیوں کے (ایک) احمدیہ عالم اس وقت کی اصطلاح کے مطابق وہابی۔ (غلام امرتسر: ص ۳۸) کو کس طرح خراج تحسین پیش کر رہے ہیں اور مولانا ثناء اللہ امرتسری کو "مرحوم" لکھ رہے ہیں اب تسلیم کرو کہ ہمارے علماء بھی "وہابی" اور "وہابی نوادہ" تھے اور تقیہ کر کے سنی بنے ہوئے تھے۔ اُنہی مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم کے بارے میں لکھتے ہیں:

"مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ مرحوم پر کسی نے قاتلانہ حملہ کیا تھا مگر خوش قسمتی سے بچ گئے اس حملے کی بارگاہ کے طور پر رسالہ شمع توحید تصنیف فرمائی "۔ (تذکرہ علماء امرتسر: ص ۳۴)

مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ مرحوم۔ (تذکرہ علماء امرتسر: ص ۳۴)

جو مولانا ثناء اللہ مرحوم کے استاد۔ (تذکرہ علماء امرتسر: ص ۴۹)

مولوی کا شرف اقبال رضا خانی صاحب لکھتے ہیں:

”وہابیہ کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری“۔ (دبائیت کے بظان کا انکشاف: ص ۲۵)

اسی شیخ الاسلام کو آپ کے علماء ”مرحوم“ لکھ رہے ہیں۔ مولانا غلام اللہ قصوری کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

”مولانا کے زمانہ قیام امرتسر میں منشی وہابی کا جھگڑا بہت زوروں پر تھا مولانا خود بڑے مشت رنجی تھے مگر آپ نے ہمیشہ اس قسم کے مناظروں اور مباحثوں سے احتراز کیا وہ اس قسم کی بحثوں کو جمعیت اسلامی کے لیے سخت مہلک سمجھتے تھے“۔ (تذکرہ علماء امرتسر: ص ۷۷)

حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی مرحوم کے مرید و خلیفہ مولانا انوار احمد صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

”مولانا علیہ الرحمۃ بڑے عالی ظرف اور معتدل مزاج صوفی بزرگ تھے فرقہ بندی اور پارٹی بازی وغیرہ قسم کے گھٹیا خیالات سے آپ کو دور کا تعلق بھی نہیں تھا ان کے اساتذہ و کرام اور مشائخ عظام حضرت مولانا لعل الرحمن صاحب مراد آبادی مولانا علامہ احمد حسن کانیوری حضرت رحمت اللہ کیرانوی ثم مکی حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ کا جیسا معتدل مسلک تھا ویسا ہی ان کا تھا بریلوی دیوبندی اور وہابی قسم کے جھگڑوں کو ہرگز پسند نہ فرماتے تھے“۔

(تذکرہ علماء امرتسر: ص ۵۶)

**لہجہ:** اس آدمی نے تو کمال ہی کر دیا اور رضا خانیت کا جٹاڑہ نکال دیا کہ یہ سارے مشائخ دیوبندی بریلوی وہابی اختلافات کو ہرگز پسند نہ فرماتے تھے۔ بریلوی مسعود ملت پروفیسر مسعود صاحب اپنے والد بریلوی مفتی اعظم مفتی مظہر اللہ دہلوی کے متعلق لکھتے ہیں:

”اعلیٰ حضرت کے اساتذہ اگر ای نواب قطب الدین اور مولوی نذیر حسین صاحب اپنے عہد کے جید علماء میں شمار کیے جاتے تھے“۔ (تذکرہ مظہر مسعود: ص ۱۷)

پروفیسر مسعود احمد صاحب نذیر حسین دہلوی صاحب جن کے متعلق حنیف قریشی لکھتا ہے:

”بانی جماعت اہل حدیث امام غیر مقلدین نذیر حسین دہلوی“۔ (کستاج کون: ص ۱۷)



اور کاشفِ اقبال رضا خانی صاحب لکھتے ہیں:

"ہابیہ کے محدث نذیر حسین دہلوی"۔ (دہابیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۱۹)

مولوی نذیر حسین دہلوی کو "رحمۃ اللہ علیہ" اور "حیدر علماء" میں شمار کر رہے ہیں۔ اور خواجہ غلام

فرید چاچا اس جن مولوی نذیر حسین دہلوی کے متعلق فرماتے ہیں:

"قطب الموحدین حضرت خواجہ محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضور لوگ مولوی نذیر حسین کو غیر معتاد اور وہابی کہتے ہیں وہ کیسے آدمی تھے آپ نے فرمایا کہ سبحان اللہ وہ تو ایک صحابی معلوم ہوتے ہیں آپ نے فرمایا کہ کسی شخص کی عظمت کے لیے یہی کافی دلیل ہے کہ دنیا میں اس کی مانند کوئی نہ ہو چنانچہ آج کل کے زمانے میں علم حدیث میں ان کا کوئی نظیر نہیں ہے نیز وہ اس قدر بے نفس ہیں کہ اہل اسلام کے کسی فرقے کو برا نہیں کہتے اگرچہ لوگ ان کو منہ پر رکھتے ہیں لیکن وہ کسی کو برا نہیں کہتے یہ بات کس میں ہے اب اگرچہ وہ بہت ضعیف ہو چکے ہیں تاہم وہ اپنا کام خود کرتے ہیں حتیٰ کہ مہمان کو کھانا بھی خود اٹھا کر دیتے ہیں وہ کسی شخص سے یہ نہیں پوچھتے کہ تم صوفی ہو یا کیا مذہب رکھتے ہو"۔ (مقائس الجہاں: ص ۹۶)

**پانچواں حوالہ:** احمدیہ کا دیا جس کی تفصیل مآخذ میں گزر چکی ہے۔

**چھٹا حوالہ:** وہابی ہو یا تو اہل دیوبند کے لیے عظیم اہمیت ہے کہ چاہے فاسق یا بے غیرت

کہے کہیں یا وہابی یا بے علمت کہیں اپنے حق میں حقیقی زور رکھتا ہے۔ (تفسیر القرآن و تفسیر القرآن)

الاخوان: ص ۳۵۲)۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۹)

**جواب:** کتاب کا نام تذکرۃ الاخوان نہیں تذکرۃ الاخوان ہے جو بعض ناشرین نے تقو سیت

الایمان کے ساتھ چھاپ دی ہے۔ یہ کتاب مولانا محمد سلخان شاہ صاحب مرحوم کی ہے نہ کہ شاہ

اعلیٰ شہید دہلوی کی ہے۔ ان کا مقصد بھی تعریف و تہلیل ہے کہ اگر رحومات سے منع کرنے

کی وجہ سے تم ہمیں دہابیت کا طعن نہ تو ہمیں یہ منظور ہے۔

**ساتھواں حوالہ:** پھر تھانوی کے نزدیک ان کے ہاں نہ جانے کتنی قوت ہے کہتے ہیں کہ

دیوبندیوں وہابیوں کو اپنی قوت معلوم نہیں۔ یہ ایسی بات ہے جیسے مشہور ہے کہ بھڑکے کو اپنی

قوت معلوم نہیں۔" - افاضات الیومیہ: ج ۷ ص ۸۲۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۹)

**جواب:** پورا ملاحظہ فرمائیے:

"ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب بصیرت و تجربہ کہا کرتے تھے کہ ان دیوبندیوں کو بائبلوں کو اپنی قوت معلوم نہیں یہ اپنے آپ کو سچا و سچا نہ کارہ سمجھتے ہیں مخالفین کو ان کی قوت معلوم ہے یہی وجہ ہے کہ مخالفین ان پر حسد کرتے ہیں یہ ایسی بات ہے جیسے مشہور ہے کہ بھڑیے کو اپنی قوت معلوم نہیں۔" (ملفوظات: ج ۷ ص ۹۷ ملفوظ نمبر ۱۱۲)

اب کوئی اس عقل و خرد سے عاری شخص سے پوچھے کہ آخر اس میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے کب اپنے آپ کو وہابیوں کا مستقل یا اپنی منفیت کا انکار کیا ہے؟ اس میں تو صرف یہ کہا ہے کہ دیوبندیوں وہابیوں کو اپنی طانت کا علم نہیں اور واقعی بات درست ہے کہ الحمد للہ اہل السنۃ والجماعہ دیوبند صرف تھوک دیں تو یہ رضا خانی اسی میں بہہ جائیں۔ ان رضا خانیوں نے کبھی مرد میدان بن کر اہل حق کا مقابلہ و سامنا نہ کیا کبھی روافض، تو کبھی سیکولر و جمہوری لادین حکومتوں تو کبھی انگریزوں کی پشت پناہی اور ان کے ڈاروں کے بل بوتے پر آستین کا سانپ بن کر اہل حق کو ڈسار دینے کی ناکام کوشش کی۔

**دیوبندیوں کے نزدیک چار مصلے برے ہیں:**

**آٹھواں حوالہ:** مندرجہ بالا عنوان لگا کر رضا خانی ترجمان لکھتا ہے: دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی اہل سنت کے چار مصلے برے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں کہ البتہ چار مصلے کو مکہ معظمہ میں مکر کے ہیں یہ امر زیوں ہے۔ (کیمبل الرشاد: ص ۲۱۔ افاضات رشیدیہ: ص ۵۱)۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۹۔ نوادر شریعت: ج ۲ ص ۳۱۹)

**جواب:** پہلے آپ حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کی پوری عبارت ملاحظہ فرمائیں اس کے بعد ہم آپ کے سامنے رضا خانیوں کا وہ اصل ظاہر کریں گے:

"البتہ چار مصلے جو مکہ معظمہ میں مکر کے ہیں لاریب یہ امر زیوں ہے کہ مکر اور جماعت و افتراق اس

سے لازم آگیا کہ ایک جماعت ہونے میں دوسرے مذہب کی جماعت دشمنی رافقی ہے اور شریک جماعت نہیں ہوتی اور مرگب حرمت ہوتے ہیں۔" (تالیفات رشیدیہ ص ۷۷)

رضا خانیوں نے یہ دھوکا دینے کی کوشش کی کہ معاذ اللہ مکہ معظمہ میں جو چار مصلے خنئی، ساکنی، ضلی، شافعی کے ہیں جن پر ہر مسلک والا اپنے ہم مسلک امام کی اقتداء میں نماز پڑھتا تھا یہ سب اہل سنت معاذ اللہ برے ہیں حالانکہ حضرت گنگوہی رضی اللہ عنہ کا یہ مقصود ہرگز نہیں اور ہو بھی کیسے سکتا ہے کہ دو اپنی اسی کتاب "سکین الارشاد" میں زور و شور سے ائمہ مجتہدین اور خنئی، ضلی، شافعی، مالکی، مرابک کا دفاع کر رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو ذرا غیر مقلدین کے ایک اعتراف اہل کا جواب حضرت رشیدی کے قلم سے:

"پس صحابہ کا طریقہ اور ان کی اتباع راہ نجات ہے اور وہی فرقہ ناجیہ ہے لہذا جملہ مجتہدین اور ان کے اتباع اور جملہ محدثین فرقہ ناجیہ اہل السنۃ والجماعۃ ہو گئے بحکم حدیث صحیح۔ البتہ جو جہال کے محدثین مقبولین کو اپنی تقلید کے جوش و تعصب میں طعن و تشنیع کرتے ہیں یا جو عامل بحکم حدیث بذم خود ہو کر فقہاء، مجتہدین و ائمہ میں پر سب و شتم کرتے ہیں اور فرقہ کے مسائل مستطیع عن التصوص کو مفسر حکارت و کچھ کر زشت و زبوں جانتے ہیں وہ لوگ خارج از فرقہ ناجیہ اہل سنت اور مشیع ہوائے نفسانی اور داخل گردہ اہل ہوا کے ہیں لفظ..... اور خنئی اور شافعی وغیرہ القاب میں کوئی کتنا یا کراہت نہیں کیونکہ یہ سب مجتہدین تھے ہیں کہ قبیح سنت محمد رسول اللہ ﷺ کے ہیں سو جو خنئی ہے مثلاً وہ موجد بھی ہے اور محمدی بھی ہے اور خنئی کے یہ معنی کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو وہ اعظم و افضل جانتے ہیں اور دیگر ائمہ کو بھی علی الحق عقیدہ رکھتے ہیں اور علی ہذا شافعی وغیرہ اور یہ لقب برابر علمائے اہل حق میں قدیم سے شائع ہو رہا ہے بذکر کہ کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا اور خیر القرون میں بھی بایں معنی لقب ثابت ہوا ہے کہ علوی اس شخص کو بولتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو افضل جانتا تھا عثمانی اس کو کہتے تھے جن کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو افضل جانتا تھا چنانچہ صحیح بخاری میں یہ لقب بایں معنی موجود ہے۔ پس جب فقیر اس کی موجود ہے تو اس پر اعتراض کرنا اور اس کو بدعت جانا کام اہل علم کا نہیں البتہ امام اور نادان اپنے جہل کے سبب ایسے کام کیا کرتے تھے۔ آخر لقب محمدی کرنا بھی تو خود اسی فرقہ

کا ایجاد ہے کسی حدیث سے اس کا حکم جواز استخراج کر سکتے ہیں؟ اور اگر وہ اس فقہ کو جواز اتباع (عالم مجتہد) کے جانتے ہیں تو چونکہ صحابہ فخر عالم سید المرسلین کے افعال مختلفہ سے ابو حنیفہ و شافعی وغیرہما مجتہدین و مقلدین نے اپنا مذہب خود مقرر کیا ہے تو حنفی ہونے کا لقب بھی اسی پر قیاس کر لیجیے کہ جو اتباع ابو حنیفہ و شافعی و مالکی کے تھے اسی کے تھے اور اتباع ائمہ نہیں مگر اتباع صحابہ و فخر عالم سید المرسلین کا پھر اس حلقہ میں کیا عجب ہو سکتا ہے۔" (کبیر الرشاد مندرجہ تالیفات رشیدیہ ص ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷)

اللہ اکبر! جو شخص اسے زور و شور سے برا الین حقایق و نقلی سے حقیقت کو تباہ کر رہا ہو ان کی طرف نسبت کو بیان کر رہا ہو اس کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ ان کو برا کہہ رہے ہیں علوم کو بھڑکا رہا نہیں تو اور کیا ہے۔ رضا خانی نے جو عبارت پیش کی اس میں حضرت گسٹگوشی و نقیب کا منہ صرف اتنا ہے کہ یہ جو طریقہ چل پڑا کہ چار دفعہ ایک جماعت ہوتی ہے حنفی حنفی کے پیچھے، مالکی مالکی کے پیچھے، شافعی شافعی کے پیچھے، حنبلی حنبلی کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں یہ طریقہ درست نہیں ایک تو اس سے امت مسلمہ کی جو عظیم اجتماعیت کا مظاہرہ عالم اسلام کے اس مرکز میں ہوتا ہے اسے گڑبڑ پہنچتی ہے دنیا کے سامنے یہ تاثر جاتا ہے کہ یہ مسلمان تو ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے تیار نہیں یہ تاثر ابھرتا ہے کہ گویا ہم ایک دوسرے کو گمراہ کہتے ہیں معاذ اللہ۔ پھر جب دوسرے مسلک والا نماز پڑھ رہا ہو تو پہلے مسلک والے کو باوجود جماعت ہونے کے انکار میں بیٹھے رہنا پڑتا ہے حالانکہ ایک ہی مسجد میں گمراہ جماعت ہو رہی ہوتی ہے۔ اب جواب دیں کہ حضرت گسٹگوشی و نقیب نے کون سی قرآن وحدیث کے خلاف بات کہہ دی ہے؟

علماء احناف رضا خانی فتوے کی زد میں:

ظاہر شامی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"ذكر العلامة الشيخ رحمه الله السندی تلميذ المحقق ابن الهيثم في رسالته ان ما يفعله اهل الحرمين من الصلوة بأئمة متعددة و جماعات مترتبة مكرورة اتفاقاً و انه نقل عن بعض مشايخنا انكاراً صريحاً من حضر

الموسم بمكة سنة احدى وخمسون وخمس مائة منهم الشريف الغزنوي و  
انه افتى الامام ابو القاسم الحبان المالكي سنة خمسون وخمس مائة بمنع  
الصلوة باثمة متعددة وجماعات مترتبة وعدم جوازها على المذهب العلماء  
الاربعة و رد على من قال بخلافه و نقل انكار ذلك عن جماعة من الحنفية  
والشافعية والمالكية حضرو الموسم سنة احدى وخمسون وخمس مائة .

(فتاویٰ شامی: ج ۲ ص ۲۸۹ مؤلفہ المکتب حاشیہ البحر الرائق: ج ۱ ص ۳۶۶ رد الو کتاب الاسلامی)

[ترجمہ] محقق ابن البہام کے شاگرد علامہ سندھی نے اپنے ایک مستقل رسالے میں لکھا کہ یہ جو  
اہل حرمین کرتے ہیں متعدد ائمہ اور پے در پے جماعتوں کے ساتھ نماز پڑھنے کو بالاتفاق مکروہ کہا  
اور ہمارے بعض مشائخ (حنفیہ) میں سے جن میں سے ایک شریف غزنوی ہے اس غسل کا صریح  
انکار کیا جبکہ وہ ۱۵۵۰ھ میں حج کے موقع پر مکہ مکرمہ پہنچے۔ اور بلاشبہ ابو القاسم الحبان المالکی نے  
۱۵۵۰ھ میں اس طرح متعدد (مسائل کے) امام اور پے در پے جماعتوں کے ساتھ نماز کے ناجائز  
اور ممنوع ہونے کا مذہب اربعہ کی رو سے فتویٰ دیا اور ان لوگوں کی ترویج کی جو اس کے خلاف کہتے  
ہیں۔

رضا خانی ملاحظہ فرمائیں کہ کن کن ائمہ اربعہ نے اس فعل کی مذمت بیان کی اور کتنے علماء  
اسلام مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کے قول کے پیچھے کھڑے ہیں تمہارا فتویٰ کن کن مقدس ائمہ پر لگ رہا  
ہے۔

آج پوری دنیا کا عمل محدث گنگوہی رحمہ اللہ کے فتویٰ پر ہے:

الحمد للہ اللہ نے اپنے اس دلی کامل کی خواہش کو پورا کیا اور آج پوری دنیا کے مسلمانوں کا عمل  
حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے فتوے پر ہے اور ہر مسلک والا (سوائے رضا خانی مذہب کے)  
مسلمان خانہ کعبہ میں ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھ کر جمعیت اسلامی کا عظیم الشان مظاہرہ  
کرتے ہیں اور احمد رضا خان کے ہندوستانی دین و مذہب کے ماننے والے ان سے الگ ہو کر  
”من شذذ فی النار“ کے مصداق ہیں۔

احمد رضا خان نے چار مصلے ہونے کے باوجود حنفی امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کر دیا تھا:

مولانا احمد رضا خان بریلوی صاحب کہتے ہیں:

”نماز صبح کے سوا کہ ہمارے نزدیک اس میں اسفار یعنی وقت خوب روشن کر کے پڑھنا افضل ہے اور شافعیہ کے نزدیک تفلیس یعنی خوب اندھیرے سے پڑھنا، تین مصلوں پر نماز پہلے ہو جاتی ہے اور مصلائے حنفی پر سب کے بعد باقی چار نمازیں سب سے پہلے مصلائے حنفی پر ہوتی ہیں۔ ہمارے امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک وقت عصر و مثل سایہ گزر کر ہے اس کے بعد نماز حنفی ہوتی ہے اس کے بعد باقی تین مصلوں پر۔ وہ لوگ اپنے لیے اسے بہت تاخیر سمجھتے، آخر کوشش کر کے حظیرے سے یہ کہہ لیا کہ تمام عصر مطابق قول صاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہما مثل دوم کے شروع میں پڑھ لیں اس بار کی حاضری میں یہ جدید بات دیکھی اگرچہ کتب حنفیہ میں یہاں قول صاحبین پر بھی بعض نے فتویٰ دیا مگر صبح و احوط و اقدم قول سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے اور فقیر کا معمول ہے کہ کسی مسئلہ میں بے خاص مجبوری کے قول امام سے عدول گوارا نہیں کرتا جس کی تفصیل جلیل میرے رسالے اجلی اعلام بان الفتویٰ مطلقاً علی قول الامام میں ہے

اذ قال الامام فصدقہ فان القول ما قال الامام

ہم حنفی ہیں نہ کہ یوسفی و شیبانی میں اس بار جماعت میں جنیت نفل شریک ہو جاتا اور فرض عصر مثل دوم کے بعد میں اور حضرت مولانا شیخ صالح کمال حضرت مولانا سید اسماعیل و دیگر بعض عظامین حنفیہ اپنی جماعت سے پڑھتے۔“ (ملفوظات: حصہ دوم، ص ۱۳۴)

**لیجیے!!!** آپ کے اعلیٰ حضرت تو وہاں حنفی مصلے پر بھی فرض نماز پڑھتے کو تیار نہیں اور وہاں بھی اپنی تجدید پسندی اور اختلافی و انفراتی مزاج کی وجہ سے ”من شد شد فی النار“ کے مصداق اپنی الگ جماعت کروا رہے ہیں۔

علماء و ائمہ حرمین پر رضا فانیوں کے کفر کے فتوے:

بریلوی شیخ الحدیث فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

”امام حرم (مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ) ہمارے دور میں وہابی عقائد سے منسلک ہے اسی لیے برے عقیدہ والے کی اقتداء میں نماز نہیں ہوتی ہمارے اسلاف..... نے کبھی گندے عقیدے والے کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھی۔“ (امام حرم اور ہم: پیش لفظ)

مولوی ضیاء الدین رضا خانی لکھتا ہے:

”اس وقت نماز ان کے پیچھے نہیں ہوتی کیونکہ بعض عقائد کفر کی حد تک پہنچے ہوئے ہیں احتیاط اسی میں ہے کہ اپنی نماز اگر ممکن ہو سکے تو الگ جماعت کے ساتھ ادا کرے اور اگر بہتر ہو تو انفرادی طور پر ادا کرے ویسے فساد سے بچنے کے لیے اور مسلمانوں میں بدگمانی سے دور رہنے کے لیے اگر کوئی پڑھتا ہے تو ٹھیک ہے۔“ (امام حرم اور ہم: ص ۱۵)

”مسلمانوں کی بدگمانی سے بچنے کے لیے“ معلوم ہوا کہ ساری دنیا کے مسلمان ائمہ حرمین کو مسلمان سمجھتے ہیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنے والے ہندی مشرکین کو برا سمجھتے ہیں۔

مفتی غلام محمد شرقی پوری رضا خانی لکھتا ہے:

”امام کعبہ اور امام مسجد نبوی عبد الوہاب نجدی اور دیگر عبارات کفریہ کے قائلین کو اپنا پیشوا مانتے ہیں اور ان کو کافر نہیں مانتے لہذا امام کعبہ اور امام مسجد نبوی کافر ٹھہرے مرتد ٹھہرے اور جوان کو کافر نہ کہے دو بھی کافر ہے اور ایسے اماموں کے پیچھے نماز پڑھی ناجائز ہے اور ان کا ذبیحہ مردار ہے۔“

(کیا ہر فرقہ کا ذبیحہ کیا ہوا جانور حلال ہے؟ ص ۲۲)

مزید تفصیل کے لیے ترجمان مسلک دیوبند حضرت مولانا ابوالیوب قادری صاحب زید مجددہ کی کتاب ”دست و گریبان جلد دوم کا مسئلہ اول“ پڑھیں۔ مولانا سعید قادری چشتیاں نے اپنی کتاب ”تقدیس حرمین“ میں پاکستان کے ۳۹ رضا خانی بریلوی مفتیوں کے فتاویٰ کو نقل کیا ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ ائمہ حرمین وہابی گستاخ ہیں لہذا ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی جماعت کے ائمہ نبوائے جماعت میں شریک ہونے کے بیت الخلاء آباد کیا کرو۔ مفتی عطاء رضا خانی اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ وہاں لاکھوں مسلمان نماز پڑھتے ہیں ائمہ کے پیچھے صرف ہم الگ بیٹھے ہوئے



ہوتے ہیں لاکھوں کے ہجوم میں کسی ایک آدمی کا بیٹھے رہنا اور نماز میں شامل نہ ہونا کئی فتنوں کا باعث ہوگا نظریہ ضرورت کے ماتحت حل یہ ہے کہ جماعت میں عام مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو جائے۔“

(تقدیس حرمین: ص ۱۶۰، ۱۶۱)

مفتی فیض احمد ایسی لکھتا ہے:

”سوال: حرمین طہیین میں لاکھوں نماز کا ثواب ملتا ہے، جماعت سے نہ پڑھی گئی تو؟“

جواب: خود امام کی نماز نہ ہو تو تمہاری نماز کہاں جائے گی لاکھوں کے لالچ میں ایک نماز بھی جائے

گی جس کا قیامت میں مواخذہ ہوگا۔“ (امام حرم اور ہم: ص ۳۴)

پاکستانی حکومت، فوج و عوام بریلوی فتوے کی زد میں:

رضا خانیوں کے نزدیک سعودی معاذ اللہ وہابی گستاخ ہیں اب ان وہابیوں کے سربراہ شاہ عبداللہ صاحب مرحوم کا انتقال کچھ عرصہ پہلے ہوا تو ان کے جنازے میں وزیراعظم پاکستان جناب نواز شریف وزیراعلیٰ پنجاب شہباز شریف اور دیگر اعلیٰ سرکاری حکام نے سعودی عرب جا کر شرکت کی ان کا نماز جنازہ پڑھا۔ (روزنامہ ایکسپریس۔ نوائے وقت۔ دنیا۔ جنگ کا مین بیج ۲۴ جنوری ۲۰۱۵ء) غضب خدا کا خارجیوں کے جنازے میں شرکت دہشت گرد سربراہ کے جنازے میں شرکت!!! رضا خانیو! جوئی خطابت کا اظہار کریں۔۔۔!!!

آگے ملاحظہ ہو:

آرمی چیف نے سعودی سفارت خانہ جا کر شاہ عبداللہ کی وفات پر انزیت کی اور اپنے تاثرات کھے شاہ عبداللہ کی وفات عالمی سانحہ ہے آرمی چیف۔

(۲۹ جنوری ۲۰۱۵ء، ایکسپریس، جنگ، نوائے وقت)

رضا خانیو! وقت امتحان ہے ڈریئے مت، موت تو آتی ہے پھر حق کلمہ کہنے کی پاداش میں موت آجائے تو اس سے بہتر موت کیا ہوگی؟ اس لیے ہمت کریں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ رضا خانی جلد سے جلد خارجیوں کے ان حمایتیوں کے خلاف بھی ایک بیان ریکارڈ کروائیں گے



اور اگر انہوں نے ایسا نہیں کیا تو عوام سمجھ جائے کہ امریکی ڈالروں پر پلنے والے ان جمعہ سرائی مولویوں کو پاک فوج اور پاکستان کی عوام کی نظروں میں علماء دیوبند کی عظمت ہضم نہیں ہو رہی ہے اور وطن کی محبت نہیں بلکہ دل کا بغض ایسے بیانات کرنے پر ان کو ابھارتا ہے۔

اسی طرح سعودی یمن کی جنگ میں جب امام حرم حضرت شیخ خالد الغامدی حفظہ اللہ جب پاکستان کے دورے پر آئے تو عوام و حکومت سے انہیں بھرپور پذیرائی ملی، پاکستانی پارلیمنٹ سے خطاب کیا اور یکم مئی ۲۰۱۵ بروز جمعہ فیصل مسجد میں نماز پڑھائی جس میں وزیر مذہبی امور، صدر ممنون حسین سمیت حیر کر م شاہ کے بیٹے امین الحسنات نے بھی شرکت کی۔

**نہال اور دستواں حوالہ:** دیوبندی تبلیغی جماعت کے مولوی محمد یوسف واضح دولوک کہتے ہیں کہ ہم خود اپنے بارے میں بھی صفائی سے عرض کرتے ہیں کہ ہم بڑے سخت دہابی ہیں (سوانح مولانا محمد یوسف، ص ۲۰۲ طبع کراچی) دیوبندی محدث اور تبلیغی جماعت کے شیخ مولوی محمد زکریا اسی واضح طور پر کہتے ہیں مولوی صاحب میں خود تم سے بڑا دہابی ہوں۔ (سوانح مولانا محمد یوسف، ص ۲۰۲)۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۹)

**جواب:** پورا واقعہ اس طرح ہے:

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرض الموت میں سب سے بڑا مسئلہ جس نے حضرت کے متعلقین اور اکابر وقت کو فکر و تشویش میں مبتلا کر دیا تھا وہ یہ تھا کہ دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نیابت کون کرے گا؟ اور دعوت کا وہ کام جو بڑے یقینی، دور، سوز اور ذوق و شوق، انہماک کو چاہتا ہے جو اس وقت بظاہر کسی میں نہیں ہے کیسے چلے گا؟ اس وقت مرکز میں بڑے بڑے بزرگ اور مشائخ جمع تھے، حضرت مولانا عبد القادر صاحب رائے پوری، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب، مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی، مولانا ظفر الدین صاحب خلیفہ مجاز حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری قابل ذکر ہیں سالک صاحب کو اس معاملے میں تشویش و فکر تھی، اس سلسلہ میں جو کچھ ہوا وہ تفصیل سے مولانا محمد

منظور نعمانی نے منضبط کیا ہے درج ذیل ہے۔ انہی کے الفاظ میں اس مسئلہ کے متعلق

پڑھیے۔۔۔۔۔

”حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی علالت، وصال سے دو تین مہینے پہلے اگرچہ بہت نازک شکل اختیار کر چکی تھی، لیکن حضرت کے بعض خاص حالات کی وجہ سے خدام کو ان کی زندگی اور صحت کے بارے میں اچھی امیدیں تھیں۔ مگر دو ہفتے پہلے سے حالت اتنی نازک اور عظیم ہوئی کہ بظاہر اسباب صحت کے لیے امید کی گنجائش نہ رہی۔ یہ عاجز اور رفیق محترم مولانا علی میاں بھی حضرت کے دوسرے بیسیوں خدام اور محبین کی طرح وہیں مقیم تھے ہم لوگوں کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے ساتھ ساتھ حضرت کی دینی دعوت سے بھی اچھا خاصا تعلق ہو گیا تھا، اس لیے قدرتی طور پر حضرت کی زندگی کے مسئلہ کے ساتھ ہم ان کے بعد ان کی دعوت کے انجام کے بارے میں بھی فکر مند تھے۔ ہمارا احساس یہ تھا کہ جتنے لوگ اس وقت اس دعوت کے کام سے جڑے ہوئے ہیں ان کا تعلق اور ان کی محبت دراصل حضرت کی شخصیت سے ہے۔ دعوت سے ان کا تعلق آپ کی اس ذاتی محبت کی وجہ سے ہے اس لیے یہ امید نہیں کہ حضرت کے بعد یہ کام اسی طرح چلا رہے گا اور جس طرح لوگ حضرت کے سامنے اس کام کے لیے قربانیاں دے رہے ہیں وہ آپ کے بعد بھی اسی طرح دیتے رہیں گے۔“

ایک رات کو اس ناچیز اور رفیق محترم مولانا علی میاں نے اس بارے میں دیر تک غور و فکر اور ہام مشورہ کیا اور ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ حضرت کے بعد اگر یہاں اس دعوتی کام کے مرکز نظم ام المہینا میں کسی ایسی شخصیت کا قیام رہے جس کے ساتھ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی دعوت سے تعلق و محبت رکھنے والے پورے حلقے کو محبت و عقیدت ہو تو پھر یہ کام ان شاء اللہ اسی طرح چلا رہے گا اور اس وقت ایسی شخصیت ہماری نظر میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریا صاحب مدظلہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی تھی اور مدوح کی بے انتہاء محبت و شفقت نے ہم لوگوں کو انتہائی محبت و عقیدت کے باوجود کسی قدر بے تکلف بھی کر دیا تھا اس لیے ہم نے یہ طے کیا کہ اس بارے میں حضرت موصوف سے صاف صاف بات کریں اور اصرار کریں کہ وہ ابھی یہ فیصلہ فرمائیں اور ہمیں

اس بارے میں مطمئن کر دیں کہ حضرت کے وصال کے بعد ان کے جانشین کی حیثیت سے وہ نظام الدین میں مستقل قیام فرمائیں گے۔ ہم نے طے کیا کہ آج صبح ہی حضرت ممدوح سے وقت لے کر چھائی میں اس مسئلہ پر گفتگو کریں گے۔

صبح صادق ہوئی، فجر کی اذان ہوتے ہی میں حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ نماز کے بعد ایک خاص معاملہ میں آپ سے کچھ عرض کرنا ہے اس کے لیے وقت مقرر فرمادیجیے۔ فرمایا کہ نماز کے بعد محصلہ قاری سید رضاء حسن (مرحوم) کی درسگاہ میں بیٹھ جائیں چنانچہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضرت شیخ وہاں تشریف لے آئے اور یہ عاجز بھی حاضر ہو گیا اور اس ناچیز نے مختصر تمہید کے بعد اپنی اور حضرت مولانا علی میاں کی طرف سے وہ بات عرض کی جو رات کے مشورہ میں ہم دونوں نے طے کی تھی۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت مولانا کے مرض اور ضعف کی رفتار دیکھتے ہوئے اب امید ٹوٹتی جاتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ دل میں یہ فکر ابھر رہی ہے کہ حضرت کے بعد اس دینی کام کا کیا ہوگا ہم لوگوں کو اندازہ ہے اور جناب والا کو بھی اس سے غالباً اتفاق ہوگا کہ اس وقت جتنے عناصر کام میں لگے ہوئے ہیں ان سب کا اصل تعلق حضرت والا کی ذات سے ہے اور اس ذاتی تعلق کی وجہ سے وہ اس کام میں جڑے ہوئے ہیں۔ اس کا کافی اندیشہ ہے کہ حضرت کے بعد آہستہ آہستہ یہ شیرازہ منتشر ہو جائے گا اور یہ امت کا بہت بڑا خسارہ ہوگا۔ ہمارے نزدیک اس کا صرف ایک حل ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت کے بعد جناب والا یہاں قیام کا فیصلہ فرمائیں اور یہ کام جناب کی رہنمائی اور سرپرستی میں ہو۔ ہمارا یہ اندازہ ہے اور ہم اپنے اس اندازے پر پورا اعتماد ہے اگر ایسا ہوا تو یہ سب عناصر اسی طرح جڑے رہیں گے کیونکہ ان سب کو جناب کے ساتھ بھی الحمد للہ عقیدت و محبت کا خاص تعلق ہے۔ اسی کے ساتھ ہم سنے یہ بھی عرض کیا کہ اگر ایسا نہ ہوا تو تھوڑے دنوں کے بعد یہ سارا مجمع منتشر ہو جائے گا۔ اور ہم خود اپنے ہارے میں صفائی کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ ہم خود بڑے سخت ”وہابی“ ہیں ہمارے لیے الہیات میں کوئی خاص کشش نہیں ہوگی کہ یہاں حضرت کی قبر مبارک ہے، یہ مسجد ہے جس میں حضرت نماز پڑھا کرتے تھے اور یہ حجرہ ہے جس میں حضرت رہا کرتے تھے۔ اور اگر جناب نے یہاں قیام فرمایا تو ان شاء اللہ ہم سب کا تعلق اس کام سے اور اس جگہ سے ایسا ہی رہے گا جیسا آج

ہے۔ حضرت شیخ الحدیث نے میری پوری بات بڑی غور سے سنی اور جب میں اپنی پوری بات عرض کر چکا تو فرمایا۔ مولوی صاحب! حضرت چچا جان کی حالت دیکھ کر جو فکر آپ کو ہو رہی ہے میرا خیال یہ ہے کہ وہ یہاں سب کو ہو رہی ہے اور سب اس سوچ میں ہیں۔ لیکن یہ بات ایسی نہیں کہ ہم اور آپ اس کا کوئی انتظام کر لیں اور وہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا معاملہ اپنے خاص بندوں کے ساتھ جو اس کے لیے مرتے مٹتے ہیں یہ ہے کہ وہ ان کی چیز کو ضائع نہیں فرماتا۔ ان کے بعد بھی ان کا کام اور ان کے فیض کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اکثر و بیشتر تو ایسا ہوتا ہے کہ ان کی زندگی میں کچھ لوگ ان کی محنت و تربیت سے تیار ہو جاتے ہیں اور وہ لوگوں کی آنکھوں کے سامنے ہوتے ہیں اور ان سے امید ہوتی ہے کہ اس بندہ کے بعد ان شاء اللہ اس کا سلسلہ اور فیض ان کے ذریعہ جاری رہے گا، مشائخ کے ہاں خلافت و اجازت کا سلسلہ دراصل اسی کی ایک عملی اور انتظامی شکل ہے۔ خلافت و اجازت کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ ان کو شیخ کی نسبت کچھ حاصل ہو گئی ہے۔ اور اللہ کے بندوں کو اللہ سے ملانے کا جو کام شیخ سے لیا جا رہا ہے وہ ان شاء اللہ ان سے بھی لیا جائے گا۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک بندے کی عمر بھر کی محنت اور تربیت سے ایک آدمی بھی ایسا بنتا ہو نظر نہیں آتا جس سے توقع کی جاسکے کہ اس کے ذریعہ اس بندے کا جلایا ہوا چراغ روشن رہے گا، لیکن ان بندہ کا وصال ہوتے ہی اچانک اس کے لوگوں میں سے کسی ایک میں غیر معمولی تبدیلی ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ جانے والے کی نسبت دفعۃً اس کی طرف منتقل ہو گئی ہے۔ ایسا بہت کم اور شاذ و نادر ہی ہوتا ہے لیکن جب ہوتا ہے تو نسبت کا یہ انتقال بہت غیر معمولی اور خارق عادت قسم کا ہوتا ہے۔ حضرت چچا جان کے لوگوں میں؛ میں کسی کے متعلق نہیں سمجھتا کہ وہ تیار ہو چکا ہے اور ان کے اس کام کو وہ جاری رکھ سکے گا۔ اور مجھے اللہ سے پوری امید ہے کہ وہ اس کام کو ضائع نہیں فرمائے گا۔ اس لیے مجھے توقع ہے کہ یہاں غالباً دوسری شکل واقع ہونے والی ہے، اللہ تعالیٰ چاہے گا تو کسی کو یہ دولت مل جائے گی اور پھر اس کو تم بھی دیکھ لو گے اور میں بھی دیکھ لوں گا۔ اور پھر یہ کام ان شاء اللہ اسی سے لیا جائے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ میرے بارے میں ہو تو مجھ سے کسی کے سہنے کی ضرورت نہیں، پھر میں خود یہاں رہوں گا بلکہ اگر تم سب مل کر مجھے نکالنا چاہو گے جب بھی میں جانا

راہوں گا۔ اور اگر کسی اور کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہوا تو تم بھی اس کو دیکھ لو گے اور میں بھی دیکھ لوں گا، پھر اللہ تعالیٰ اسی سے یہ کام لے گا بس انتظار کرو۔ اللہ سے دعا کرو۔ اور اگر دیکھو ان میں سے کوئی بات بھی نہیں ہوئی تو مولوی صاحب! میں تم سے خود بڑا ”دہابی“ ہوں تمہیں مشورہ دوں گا کہ حضرت چچا جان کی قبر اور حضرت کے حجرہ کے درو دیوار کی وجہ سے یہاں آنے کی کوئی ضرورت نہیں۔“

(سوانح مولانا محمد یوسف، ص ۲۰۰ تا ۲۰۴)

**خلاصہ کلام:** دیکھا قارئین کرام! کتنی بڑی بے ایمانی کی اور تمام اقتباس کو سیاق و بیان سے کاٹ کر صرف چند لفظ لکھ دیئے۔ اس طویل گفتگو کو پڑھنے کے بعد آپ آسانی سے اندازہ لگالیں کہ ان بزرگان نے یہ بات بطور ”طنز و مزاح“ میں کی کہ کوئی جانشین مقرر کیجیے ورنہ اہل بدعت کی طرح پیر صاحب کے مرنے کے بعد اس کی قبر و مزار پر دھنڈا کرنا یہ ہم سے نہ ہوگا اس معاملے میں ہمیں دہابی سمجھ لو۔ اس میں یہ کہاں ہے کہ ہم خفی نہیں؟۔

**گیا ہواں حوالہ:** پھر مولوی اشرف علی تھانوی نے خود اپنے دہابی ہونے کا بھی اقرار کیا اشرف السوانح میں ہے کہ عزیز الحسن لکھتے ہیں کہ ایک بار چند عورتیں نیاز دلانے کے لیے جامع مسجد میں کہ اس وقت طلبہ بھی وہیں رہتے تھے جلیبیاں لائیں طالب علم تو آزاد ہوتے ہیں لے کر بلا نیاز دلانے سب کھائی..... تمام عورتیں اپنے مردوں کو بلا لائیں..... پھر حضرت والا نے ان لوگوں کو سمجھا دیا کہ بھائی یہاں دہابی رہتے ہیں یہاں فاتحہ نیاز کے لیے کچھ مت لایا کرو۔ اشرف السوانح: ص ۳۸۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۲۰)

یہی اعتراض حسن علی رضوی نے رضائے مصطفیٰ: سوال ۳۹۵ء کے صفحہ ۱۱ پر بھی کیا ہے۔  
**جواب:** پورا واقعہ ملاحظہ ہو:

”اے سلسلہ میں فرمایا کہ ایک بار چند عورتیں نیاز دلانے کے لیے جامع مسجد میں کہ اس وقت طلبہ لائیں رہتے تھے جلیبیاں لائیں طالب علم تو آزاد ہوتے ہیں لے کر بلا نیاز دلانے سب



کھائی۔ کیونکہ بقول حضرت والا انہیں تو ”نماز“ تھا نیاز کیا دیتے اس پر بڑی براہی پھیلی تمام عمر تمہیں اپنے مردوں کو بلالائیں ایک طالب علم نے بڑی عقلمندی کی فوراً حضرت والا کے پاس دوڑ کر اطلاع کی کہ جلدی چلیے وہاں تو ہنگامہ برپا ہو رہا ہے۔ چنانچہ حضرت والا فوراً تشریف لے گئے اور اس وقت نہایت حسن تدبیر سے ہنگامہ کو فر و کیا اس طرح کہ دو چار طالب علموں کو تھپڑ لگائے اور خفا ہوئے کہ بلا اذن کسی کی چیز کھا لینا جائز کہاں؟ جب حضرت والا طالب علموں کو مارنے لگے تو پھر محلہ والے خود ہی ان کو بچانے لگے اور حمایت کرنے لگے پھر حضرت والا نے جلیبیوں کی قیمت پوچھ کر سب کھانے والوں سے ایک ایک پیسہ لے کر تمہیں آنے جمع کر کے جلیبیوں کی قیمت ادا کی اس سے سب خوش ہو گئے اور معاملہ وہیں کا وہیں رفع دفع ہو گیا پھر حضرت والا نے ان لوگوں کو سمجھا دیا کہ بھائی یہاں وہابی رہتے ہیں یہاں فاتحہ نیاز کے لیے کچھ مت لایا کرو۔ اس سے انہوں نے حضرت والا کو تو وہابی نہ سمجھا ان طالب علموں کو سمجھا غرض اس قسم کے برتاؤ سے مسئلہ دولے حضرت والا کا دم بھرنے لگے تھے اور محلہ والے ہی کیا سب کا پیور والوں کے قلوب میں حضرت والا کی محبت اور عظمت جاگزین ہو گئی۔“ (اشرف السوانح ج ۱ ص ۸۳)

رضا خانی مولوی صاحب نے مکمل واقعہ پیش نہیں کیا الحمد للہ حضرت حکیم الامت دہلوی کے تقویٰ و اتباع شریعت کا اندازہ لگا لیں کہ طالب علم کو نہ صرف سزا دی بلکہ حق دار کو اس کا حق بھی واپس کر دیا۔ جس کو ایک مسلمان کے حقوق کا اتنا خیال ہوا اتنی رعایت۔ کرتا ہو وہ ہستی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق میں کوتاہی یا حق تلفی کیسے کر سکتی ہے؟

باقی یہاں پر بھی وہابی بطور ”تعریض“ کے کہا گیا ہے کہ یہ ساری مصیبت و تکالیف اذیثت تمہاری اس رگی نیازی کی وجہ سے ہوئی لہذا یوں سمجھو کہ یہاں وہابی رہتے ہیں اور دوبارہ نیاز مت بھیجتا تا کہ دوبارہ اس قسم کی نوبت نہ آئے۔ الحمد للہ حضرت کی سنیت و حقیقت اس قدر واضح تھا کہ اس اقرار کے باوجود بھی اہل علاقہ کو اس پر یقین نہ تھا اور آپ کو خفی نہ ہی سمجھ رہے تھے۔

**بارہواں حوالہ:** دیوبندی شیخ احمد علی لاہوری کی سنیے کہ ہماری مسجد میں ۴۰ سال سے (اہل حدیث) نماز پڑھ رہے ہیں میں ان کو حق پر سمجھتا ہوں۔ ملفوظات طیبات: ص ۱۲۶۔

(دو شخصیت کے بھٹان کا انکشاف)۔  
**جواب:** ملفوظات طیبات اس وقت راقم کے پاس موجود نہیں تا اس کا علم ہے کہ کس کے جمع کردہ ہیں۔ لہذا اس دستِ استعاضہ ہے کہ آپ کے مذہب میں بزرگوں کے ملفوظات معتبر نہیں ہوتے چنانچہ نصیر الدین سیالوی ابنِ اشرف سیالوی لکھتا ہے:  
 ”بزرگوں کے ملفوظات میں کچھ باتیں ان سے غلط منسوب ہو جاتی ہیں۔“

(عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ: ج ۱ ص ۳۹۱)  
 مفتی حنیف قریشی ایڈیٹنگ لکھتے ہیں:  
 ”ملفوظات کے ذریعہ صاحبِ ملفوظ پر طعن نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اکثر صوفیاء سے منسوب ملفوظات میں رطب و یابس کی بھرمار ہے اور ان کی کوئی تاریخی و یقینی حیثیت نہیں۔“ (مستخرج کون: ص ۵۳۰)

اعتراف۔۔۔ کانپور میں اشرف تھانوی کا تہقیر کر کے مٹا دینا محض فکریہ:  
 یہ عنوان قائم کر کے ص ۱۰۳، ۱۰۴ پر تذکرہ الارشید سے دو اقتباسات سیاق و سباق سے کاٹ کر پیش کیے اور نتیجہ یہ نکالا کہ کانپور میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ معاذ اللہ تخریبِ مبنی بن کر رہ رہے تھے۔

**جواب:** بریلوی نے یہاں بدترین و فحش و فحش کا مظاہرہ کیا اور اول و حل: دورِ اصل حضرت تھانوی رحمہ اللہ ابتداء ہی محفل میلاد جو منکرات سے یکسر خالی ہو میں شرکت کے صرف جواز کی حد تک قائل تھے اس میں بھی انہوں نے صاف طور پر لکھا ہے کہ وہ میلاد کو تو عبادت سمجھتے ہیں نہ دین کا حصہ نہ کار خیر کو اس پر موقوف سمجھتے ہیں نہ اسے عشقِ رسالت کی کوئی نشانی البتہ چونکہ بعض علماء کے اقوال اس کے جواز پر ملتے ہیں تو میرے نزدیک اس کا دورِ جزیرہ سے زیادہ مباح کا ہے اور چونکہ میں جس علاقے میں رہنے والا ہوں ان کی زیادہ تر تعداد میلاد منانے والوں کی ہیں اس لیے ان محفل میں شریک ہو جاتا ہوں اس سے ایک بڑا فائدہ تو یہ ہے کہ یہاں کے لوگ اتنا

مسجدوں میں نہیں آتے جتنا ان محافل میں آتے ہیں اس لیے یہاں اصلاح عقائد و اعمال کا موقع مل جاتا ہے لہذا جب یہ عمل مباح ہے تو اس شدت سے اس پر انکار نہیں کرنا چاہیے خاص کر میں جس جگہ پر رہ رہا ہوں وہاں انکار کی صورت میں میرا رہنا دشوار ہو جائے گا اس سے جہاں دیگر مفاسد پیدا ہوں گے وہاں کچھ مالی پریشانی کا سامنا بھی کرنا پڑے گا کہ مجھے مدرسہ چھوڑنا پڑے گا جس سے کچھ مالی منفعت ہو جاتی ہے یا تنخواہ ملتی ہے غرض حضرت تھانویؒ یہاں مالی منفعت کا ذکر مدرسے کے حوالے سے کر رہے ہیں نہ کہ میلاد کے حوالے سے اسی خط میں حضرت تھانویؒ کی چند عبارات ملاحظہ ہوں جس سے ان کا اصل موقف بالکل صاف ہو جائے گا:

"اسراول شرکت بعض مجالس کی الحمد للہ مجھ کو نہ غلو و افراط ہے نہ اس کو موجب قربت سمجھتا ہوں مگر توسع کسی قدر ضرور ہے۔ اور منشاء اس ترویج کا حضرت قبلہ و کعبہ کا قول و فعل ہے مگر اس کو بحت ضرور نہیں سمجھتا بعد ارشاد اعلیٰ حضرت کہ خود بھی میں نے جہاں تک غور کیا اپنے فہم ناقص کے موافق یوں سمجھ میں آیا کہ اصل عمل جو محل کلام نہیں"۔ (تذکرۃ الرشید: ص ۱۱۶)

آگے ایک مقام پر فرماتے ہیں:

"نہ کسی دن ان احوال کی (یعنی میلاد کی) وقعت ذہن میں آتی نہ خود رغبت ہوئی اور نہ اور سن اور دل کو ترغیب دی بلکہ اگر کبھی اس قسم کا تذکرہ آیا تو یہی کہا گیا کہ اول یہی ہے کہ خلاف اس سے بالکل اجتناب کیا جائے مگر جس جگہ میرا قیام ہے وہاں ان مجالس کی کثرت تھی اور بے شک ان لوگوں کا غلو بھی تھا چنانچہ بتدائی حالت اس انکار پر میرے ساتھ بھی لوگوں نے مخالفت کی مگر میں نے اس کی کچھ پروا نہ کی تین چار ماہ گزرے تھے کہ حجاز کا اول سفر ہوا تو حضرت قبلہ نے خود ہی ارشاد فرمایا کہ اس قدر تشدد مناسب نہیں جہاں ہوتا ہو انکار نہ کرو جہاں نہ ہوتا ہو ایجاد نہ کرو اور اس کے بعد جب میں ہندوستان کو واپس آیا تو طلب کرنے پر شریک ہونے لگا اور یہ عزم رکھا کہ ان لوگوں کے عقائد کی اصلاح کی جاوے چنانچہ مختلف مواقع و مجالس میں ہمیشہ اس کے متعلق گفتگو کرتا رہا اور جتنے امور اصل عمل سے زائد تھے سب کا غیر ضروری ہونا اور ان کی ضرورت کے اعتقاد کا بدعت ہونا صاف صاف بیان کرتا رہا"۔ (تذکرۃ الرشید: ص ۱۱۷)



آج حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”الہدیٰ نوے موقع پر غور کر دیا اور دس جگہ شرکت کر لی اور شرکت بھی اس نظریہ سے کہ ان لوگوں کو ہدایت ہوگی اور یوں خیال ہوتا ہے کہ اگر خود ایک مکروہ کے ارتکاب سے دوسرے مسلمانوں کے فرائض و واجبات کی مخالفت ہو تو اللہ تعالیٰ سے امید تسامح ہے بہر حال وہاں بدوں شرکت قیام کرنا قریب بحال دیکھا اور منظور تھا وہاں رہنا کیونکہ دنیوی منفعت بھی ہے کہ مدرسے سے تنخواہ ملتی ہے اور بفضلہ تعالیٰ وعظ وغیرہ کے بعد تولینے کی مطلقاً میری عادت نہیں۔“ (تذکرۃ الرشید: ص ۱۱۸)

معلوم ہوا کہ ان مجالس میں شرکت کی وجہ حضرت کے وعظ سے کئی سود خوروں و فساقوں کا صاف نازی بن جانا تھا۔ اگر تقیہ ہی کرنا ہوتا تو ابتداء میں اس کی مخالفت کیوں کی جس کی وجہ سے ان کی مخالفت بھی سول لینا پڑی مگر حضرت نے اس کی کچھ پروا نہ کی۔ الحمد للہ حضرت جس بات کو نہ سمجھتے کھلم کھلا اس کا ظہار کرتے۔ مگر جب دیکھا کہ یہاں کے لوگ نماز کے لیے اتنے پائرنہیں ہوتے جتنے ان محافل میں لہذا ایسی محافل میں شرکت کے لیے چلے جاتے جہاں شرکت نہ ہوتی اور وہاں نماز روزے اور اصلاح نفس کی تلقین کرتے۔

حضرت نے صاف طور پر فرمایا کہ وعظ پر کچھ لینے دینے کی میری عادت نہیں جس کو بریلوی مائٹرم کر گیا اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ حضرت تھانوی میلاد پر تنخواہ لیتے تھے۔ مگر حضرت گنگوہی رحمہ اللہ سے طویل خط و کتابت کے بعد جب ان پر یہ صورت واضح ہوئی کہ ان مجالس میں بھی شرکت مناسب نہیں تو خود اعلان کر دیا کہ اب میں ان مجالس میں کبھی شرکت نہیں کرے گا۔ اگر تقیہ کرنا تھا تو اعلان کیوں کیا؟ حضرت کو وہاں تقیہ کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ ان کا پتہ آپ سے حدودہ عقیدت رکھتے تھے آخر وقت تک ان حضرات کا آپ سے عقیدت کا کیا حال رہا اس کے لیے صرف ایک واقعہ عرض کر دیتا ہوں کہ جب حاجی امداد اللہ مہاجرین کے غم پر آپ نے رفتہ رفتہ انتہائی حسن تدبیر سے کانپور سے نکل کر تھانہ بھون میں سکونت اختیار کر کے اس کو اپنے رشد و ہدایت کا مرکز بنایا تو جب اس بات کی اطلاع اہل کانپور کو

ہی کہ اب آپ اس شہر کو چھوڑ چکے ہیں تو:

”جب کانپور والوں کے پاس حضرت والا کا اس مضمون کا خط پہنچا تو ان کے قلق و اندوہ کی کوئی انتہا نہ تھی حضرت والا کی واپسی کانپور کی بڑی کوشش کرتے رہے بالآخر آپس میں مشورہ کر کے بعض اہلکار یہ درخواست پیش کی کہ مدرسہ کا کوئی کام آپ کے ذمہ نہ ہوگا بس کانپور میں صرف قیام رکھا جائے اور ہم لوگ بجائے پچاس روپیہ ماہوار کے سو روپیہ ماہوار کی خدمت ہمیشہ کرتے رہیں گے اس سے اندازہ کر لیا جائے کہ اہل کانپور حضرت والا کے کس درجہ گرویدہ تھے حضرت والا نے خشک جواب دینے کے بجائے لکھ کر بھیجا کہ میں نے وطن کی سکونت حضرت حاجی صاحب (قدس اللہ سرہ العزیز) کے ایما سے اختیار کی ہے حضرت ہی کو لکھا جائے۔“ (اشرف السوانح: ج ۱ ص ۳۲۸)

بجلا ایسی محبت کرنے والوں کے درمیان کسی کو تقیہ کرنے کی کیا ضرورت غرض مسیلا کی ان بعض مجالس میں شرکت معاذ اللہ کسی تقیہ کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ حضرت اس کے جواز کی طرف مائل تھے جس سے بعد میں رجوع فرمایا۔

تعلیمی جماعت پر اعتراض اور اس کا منہ توڑ جواب:

کاشف اقبال رضا خانی صاحب لکھتے ہیں:

”حضرت مولانا تھانوی (اشرف علی)..... نے بہت بڑا کام کیا پس میرا دل چاہتا ہے کہ تعلیم قرآن کی ہو اور طریقہ تبلیغ میرا ہو کہ اس طرح ان کی تعلیم عام ہو جائے گی۔ (ملفوظات شاہ محمد الیاس ص ۵۰ طبع کراچی) مولوی محمد ذکر یا لکھتے ہیں کہ حضرت (الیاس) دہلوی کا مشہور ارشاد ہے جو بیسیوں جگہ شائع ہو چکا ہے کہ تعلیم حضرت تھانوی کی ہو اور طرز میرا ہو۔ (تعلیمی جماعت پر چند عمومی اعتراضات اور ان کے مفصل جوابات: ص ۱۳۶ طبع کراچی)۔

(دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۱، ۳۲۔ دیوبندیہ سے بریلی: ص ۳۸ راز کوکب نورانی)

**جواب:** معلوم نہیں کہ رضا خانیوں کو ان عبارات پر کیا اعتراض ہے؟ حالانکہ ان عبارات کا مطلب صاف اور واضح ہے کہ اصلاح عقائد و اعمال اور دین اسلام کی تعلیمات کو پیش کرنے میں جو انداز حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ طریقہ کار پر عمل

کیا جائے کہ ان کا انداز و عظمت و تبلیغ اصلاح کے لیے اکسیر کا درجہ رکھتا تھا۔ اب ذرا اپنے گھر کا بھی گند دیکھ لو رضا خانی لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں کہ ہم تو سنی حنفی ہیں سنیت کا پرچار کرتے ہیں حالانکہ انہیں نہ تو سنیت سے کوئی واسطہ نہ حنفیت سے کوئی تعلق، بلکہ ان کا کام اپنے مذہب کے بانی نواب احمد رضا خان صاحب بریلوی کے بتائے ہوئے ”رضا خانی دین“ کی اشاعت ہے چنانچہ خلیفہ بریلوی محدث اعظم مولوی ابوداؤد و صادق گو جرانوالہ بریلوی نباض قوم لکھتے ہیں:

”ہمارے لیے مسلک اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اتباع کافی ہے۔“ (براہین صادق، ص ۷۰)

خود احمد رضا خان بریلوی کہتا ہے:

”حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑنا اور میرادین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔“ (وصایا، ص ۱۶)

قارئین کرام! غور فرمائیں یہ ان کا مذہب ہے کہ شریعت مصطفیٰ پر تو صرف امکان کے درجے تک عمل کر لیتا مگر شریعت احمد رضا خان پر عمل کرنا ہر فرض (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) سے بھی اہم فرض ہے، مغاذا اللہ۔

نام نہاد دعوت اسلامی کا منشور دین رضویت کا پرچار ہے:

آج دعوت اسلامی حقیقت میں ”عداوت اسلامی“ لوگوں کے سامنے بڑے معصوم بنے پھرتے ہیں کہ اجماعی ہمیں ان اختلافات سے کیا تعلق ہم تو سب کو عاشق رسول ﷺ اور سنت کا پابند بنانا چاہتے ہیں ہر گھر میں مدنی ماحول لانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے ان کا اولین مقصد لوگوں کو احمد رضا خان قارونی کے مذہب پر لانا ہے اور اسی کا وہ پرچار کرتے ہیں۔ چنانچہ بریلوی شیخ الحدیث و التفسیر فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

”ایک قاری..... نے بے شمار تبلیغیوں دیوبندیوں..... کو بے عتدائی سنی (یعنی رضا خانی) بنایا جس نے گھر گھر میں کفر الایمان داخل کر دیا جس کا کوئی بیان اعلیٰ حضرت کے ذکر خیر سے خالی نہیں

ہوتا۔" (دعوتِ اسلامی کے خلاف پروپیگنڈا کا جائزہ ص ۱۵۸)

یونس ظہور قادری بریلوی اقرار کرتا ہے کہ نام نہاد دعوتِ اسلامی سنیت کی عالمگیر تحریک نہیں بلکہ ایک رضا خانی تحریک ہے جس کا واحد مقصد تبلیغی جماعت کی محنتوں پر پانی پھیرنے کی ناکام کوشش کرنا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے:

"ہمارا مقصد تبلیغیوں کا توڑ ہے سیلا د عرس کرنے سے اور وہابیوں کا رد کرنے سے غیر جانبدار طبقہ بھڑک جاتا ہے اور پھر وہ ہمارے قریب نہیں آتا اور ہم چاہتے ہیں کہ غیر جانبدار طبقہ ہی نہیں بلکہ جو یوہندیوں سے متاثر ہیں وہ لوگ بھی ہمارے قریب آئیں ہماری باتیں سنیں ہم سے ملیں جلیں اور ہم سے مانوس ہوں جیسا کہ تبلیغی کرتے ہیں وہ اہل سنت کا رد نہیں کرتے بلکہ عوام کو شریعت کی پابندی وغیرہ کی ترغیب دے کر اپنے قریب کرتے ہیں۔"

(دعوتِ اسلامی کے خلاف پروپیگنڈا کا جائزہ ص ۱۳۸)

دیکھا ان منافقوں کی منافقت کہ صبح و شام وہابیوں کو گالیاں دینے، عرس کے نام پر غریبوں کی جیبیں ٹٹولنے والے، تبلیغی جماعت اور سادہ لوح عوام کو دھوکا دینے کے لیے تفسیر کا برقع پہن کر یہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر "بیٹھے بیٹھے مدنی بھائی" بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ لوگو! بچو ان سے یہ تمہیں نبی کریم ﷺ کی سنت، عشق اور مدینے کے نام پر احمد رضا خان کا عاشق بنا کر ہمیشہ کی گمراہی اور نبی کریم ﷺ کا گستاخ بنانا چاہتی ہے۔ چنانچہ اس گمراہ جماعت کا مقصد ان الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے:

"ہم بھی اپنے عمل و کردار سے اپنے اخلاق اور بہترین تعلیم و تلقین سے سنی بزرگوں خصوصاً اعلیٰ حضرت ..... کا معتقد بنائیں جس سے وہ ایک صحیح العقیدہ سنی مسلمان اگر پہلے سے نہیں تھے تو ہو جائے۔" (دعوتِ اسلامی کے خلاف پروپیگنڈا کا جائزہ ص ۱۳۸، ۱۳۹)

دیکھا ان کے نزدیک "سنیت" نبی کریم ﷺ کی سنت پر چلنے کا نام نہیں بلکہ احمد رضا خان سے اعتقاد رکھنے کا نام ہے۔ ایک آدمی کتنا بڑا ہی عاشق رسول، حنفی، سنی کیوں نہ ہو لیکن احمد

رضا خان کا معتقد نہیں تو ان لوگوں کے نزدیک نہ وہ سنی ہے نہ مسلمان۔ معاذ اللہ۔  
ایسی الیاس عطاری کے بارے میں لکھا:

”اپنے لوگوں کو اپنے مخصوص انداز میں مسلک اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قائم رکھنے کی سعی کرتے ہیں۔“ (دعوت اسلامی کے خلاف پروپیگنڈا کا جائزہ، ص ۱۵۵)

مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ کہ طریقہ تعلیم حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہو پر فوراً رضا خانیوں کے پیٹ میں مروڑ شروع ہو گیا اب یہاں بھی اپنے قلم کی سیاہی سے صفحات کو اپنے دل کی طرح کالا کرنے کی زحمت کریں گے یا منافقت کی چادر اوڑھے خاموشی میں اپنی عافیت جانیں گے؟ دعوت اسلامی والوں سے آج جن رضا خانیوں نے اختلاف کیا اور اس پر کفر کے فتوے لگائے وہ بھی اس بنیاد پر اختلاف نہیں کیا کہ اس نے کوئی خلاف سنت کام کر دیا ہے بلکہ ان کا سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ دعوت اسلامی کا منشور مسلک اعلیٰ حضرت کو پھیلانا تھا اور اب وہ مسلک اعلیٰ حضرت سے پھر گئی ہے۔ چنانچہ مولوی سبحان رضا خان لکھتے ہیں:

”مولوی الیاس صاحب مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف کھل کر میدان میں آگئے ہیں اب کسی رعایت و رواداری کے مستحق نہیں۔“ (مظلوم مبلغ، ص ۷۴)

مزید لکھتے ہیں:

”مولوی الیاس کا فتنا اب مولوی غلام رسول سعیدی سے زیادہ خطرناک ہے کئی مسائل میں مسلک سیدنا اعلیٰ حضرت..... کی تغلیط اور عملاً تردید کر رہے ہیں۔“ (مظلوم مبلغ، ص ۸۰)

مولوی ابوداؤد صادق نے ۲۴ صفحات کا ایک پورا رسالہ دعوت اسلامی کے خلاف بنام ”مکتوب ابوداؤد بنام ابوالبلال“ لکھا اس میں وہ دعوت اسلامی سے ناراضگی اور ان کو کوسنے کی واحد وجہ یہی بتاتے ہیں کہ آپ فلاں فلاں مسئلہ میں مسلک اعلیٰ حضرت کی مخالفت کر رہے ہیں۔ کاشف اقبال رضا خانی کو حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظ پر اعتراض کرنے سے پہلے درج ذیل عبارت بھی پڑھ لینی چاہیے:

”میرے والد ماجد سید العلماء مولانا مولوی حافظ قاری الحاج سید آل مصطفیٰ سید میاں قادری برکاتی اعلیٰ حضرت کے سچے عاشق تھے اکثر فرمایا کرتے تھے علماء متقدمین و فقہاء و محدثین کا علم و اجتہاد اور ان کی عظمت و فضیلت سر آنکھوں پر ہمیں تو اپنے اعلیٰ حضرت ہی کافی ہیں۔“

(المیزان کا امام احمد رضا نمبر ۷۳)

گویا ان بد بختوں کے ہاں احمد رضا کا سچا عاشق وہ ہے جو ان تمام متقدمین علماء و فقہاء، محدثین پر احمد رضا کو ترجیح دے ورنہ احمد رضا کا جھوٹا عاشق ہے۔ نعوذ باللہ من سوء الفہم۔ اکیلے حضرت تھانوی رضی اللہ عنہ کی تعلیمات و طرز انداز اختیار کرنے والوں پر اعتراض کرنے والو! اپنا گھر چیک کر دو کہ فقہاء و محدثین کی حدیث و فقہ میں تفوق اپنی جگہ لیکن ان سب کے مقابلے میں ہمارے لیے حجت اور لائق اتباع احمد رضا خان کا دین و مذہب ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بریلوی مولوی نے یہاں بھی تقیہ کیا ہے ورنہ محدثین و فقہاء تو دور یہ بد بخت لوگ تو احمد رضا خان کو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ کر مانتے ہیں۔ حوالہ ماقبل میں گزر چکا ہے۔ اب آئیے کاشف اقبال رضا خانی کے اگلے جھوٹ کی طرف۔

قصیدۃ النعمان کے نام سے امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف جھوٹ کا

انتساب:

اور ایک بی سانس میں امام صاحب پر لکھی جھوٹ:

مولوی کاشف اقبال رضا خانی لکھتا ہے:

”دیوبندی آج کل حقیقت کے بڑے ٹھیکیدار بنے پھرتے ہیں حالانکہ ان کے اکابر تو خفیت سے بے زار رہے ہیں اس پر بھی چند دلائل پیش خدمت ہیں۔ ۱۔ حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقائد وہی ہیں جن کی ترجمانی سیدنا امام احمد رضا بریلوی..... اور دیگر اکابرین اسلام نے فرمائی ہے مثلاً حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت و حاکمیت تو تسل و استد اور غیرہ کے مسائل تھے جو ان کے قصیدۃ النعمان سے ظاہر ہے۔“ (دیوبندی کے بطلان کا

**جواب:** کاشف اقبال رضا خانی نے اپنے امام نواب احمد رضا خان صاحب کی اتباع کرتے ہوئے جھوٹ بولا ہے کہ اکابر دیوبند معاذ اللہ حنفیت سے بے زار ہیں حالانکہ اگر کسی رضا خانی میں غیرت ہے تو ہمارے اکابر کا کوئی حوالہ بتایا جائے جس میں معاذ اللہ صراحتاً یا اشارۃً حنفیت سے بے زاری کا اعلان کیا گیا ہو۔

**تلافی:** اس آدمی نے جھوٹ بولا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قصیدۃ النعمان کتاب ہے اور اس میں یہ لکھا ہے اور یہی عقائد امام صاحب کے تھے۔ معاذ اللہ۔ امام اہلسنت محدث اعظم پاکستان تاج دین رضویہ حضرت مولانا سر فراز صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کاشف اقبال رضا خانی کے پیدا ہونے سے پہلے ملت بریلویہ کو بدیں الفاظ اس جعلی قصیدہ کے متعلق چیخ دیا تھا کہ:

”حضرت امام ابوحنیفہ کی شخصیت کوئی ایسی گناہ شخصیت نہیں کہ ان کی طرف ہر ناپ شناپ بات کی نسبت کر دی جائے اور وہ ہضم ہو جائے ان کی زندگی کا ایک ایک پہلو اور ان کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ایک ایک جملہ ردِ او قبول امت محمدیہ میں مشہور ہے قصیدۃ النعمان خالص جعلی اور من گھڑت ہے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ ہرگز تصنیف نہیں ہے ان کا جتنا علم اور فہم ہے وہ ان کے قابلِ قدر عقائد کے ذریعہ سے امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الف تحیۃ) تک پہنچا ہے جعلی اور بے اصل تصادم سے حضرت امام صاحب کا عقیدہ ثابت کرنے والو! دل میں سمجھو تو خدا تعالیٰ کا خوف کرتے ہوئے شرم کرو آخر ایک دن مرنا ہے..... مسلم حضرات محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہ و حضرات فقہاء عظام رحمۃ اللہ علیہ اور اربابِ تاریخ کے کم از کم دو شہادتیں ایسی پیش کرو جنہوں نے یہ کہا ہو اور لکھا ہو کہ یہ قصیدہ حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تصنیف فرمایا ہے محض زبان سے دعویٰ کرنے کا نام ہرگز ثبوت نہیں ہوتا یہ نازک مقام ہے قدم سنبال کر رکھنا پڑے گا۔

ابھری ہوئی چوٹ دل دردمند کی رکھنا قدم تصور جاناں سنبال کے

(آنکھوں کی ٹھنڈک: ص ۱۹۰، ۱۹۱)

یہی چیخ ہمارا بھی کاشف اقبال صاحب اور اس کے مقررین اور احمد بدر رضوی (جن کی

لائبریری سے انہوں نے کتاب تیار کرنے کے لیے استفادہ کیا ہے) کو ہے۔ دیکھنا پڑے

### خدام الدین کا حوالہ امام ابوحنیفہ سے بڑے عالم:

اس کے بعد موصوف حوالہ دیتے ہیں:

”میں نے شام سے لے کر ہند تک اس (انور شاہ کشمیری) کی شان کا کوئی محدث و عالم نہیں پایا۔۔۔۔۔ اگر میں قسم کھاؤں کہ یہ (انور شاہ کشمیری) امام اعظم ابوحنیفہ سے بھی بڑے عالم ہیں تو میں اس

دعویٰ میں کاذب نہ ہوں گا۔“ (ہفت روزہ خدام الدین لاہور: ۱۸ ستمبر ۱۹۶۳)

**جواب:** رضا خانی نے جدی پشتی دھوکا اور فراڈ سے کام لیا اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ یہ بات کسی ذمہ دار دیوبندی عالم نے کہی ہے۔ آپ سیاق و سباق کے ساتھ اصل قصہ ملاحظہ فرمائیں دراصل خدام الدین میں مولانا ارشد رشیدی مرحوم کا مضمون ہے جس میں وہ نقش کرتے ہیں:

”علامہ علی مصری ضلی حافظ حدیث تھے ہندوستان آئے اور دہلی میں مولانا عبد الوہاب کے پاس پہنچے اور بعض مسائل پر مناظرہ ہو گیا مولانا عبد الوہاب نے غضب ناک ہو کر علامہ کو مسجد سے نکلوا دیا کسی نے کہا دیوبند جاؤ حنفی ہیں تو فرمانے لگے جب اہل حدیث نے میرے ساتھ یہ معاملہ کیا تو حنفی کیا نہ کریں گے بالآخر دیوبند حضرت شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے درس بخاری میں شریک ہوئے حضرت شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ کی رعایت سے عربی میں درس دیا علامہ عملی سوالات کرتے رہے اور شاہ صاحب جوابات دیتے رہے درس کے ختم ہونے پر علامہ علی نے مجمع میں فرمایا میں نے عرب ممالک میں سفر کیا اور علماء و اکابر سے ملاقات کی خود مصر میں ساہا سال درس دے آیا ہوں میں نے شام سے لے کر ہند تک اس شان کا کوئی محدث اور عالم نہیں پایا میں نے ان کو سزا دینے کی ہر طرح کی کوشش کی لیکن ان کے استحضار، حقیقت، حفظ، اتقان، ذکاوت، اور ذہانت اور وسعت نظر سے میں حیران رہ گیا اور آخر میں کہا اگر میں قسم کھاؤں کہ یہ علامہ ضلیہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بڑے عالم ہیں تو میں اس دعوے میں کاذب نہ ہوں گا۔“

(ہفت روزہ خدام الدین لاہور: ۱۸ ستمبر ۱۹۶۳)



تاریخ کرام اہل اہل حقہ فرمائیں موصوف نے دعویٰ تو یہ کیا تھا کہ دیوبندی حقیقت سے بیزار ہیں مگر اس واقعہ میں کہیں بھی ایسی کوئی بات موجود ہے؟ نیز یہ بات کسی دیوبندی ترجمان کی نہیں ہے۔ جس نے محدث کشمیری رحمہ اللہ کی ذہانت، ذکاوت، حفظ، حقیقت و احتیاط کو دیکھ کر اپنے جذبات کا اظہار کیا اور اسے مولانا ارشد رشیدی صاحب رحمہ اللہ نے نقل کر دیا۔ علامہ مصری کی بات کی ذمہ داری ہم پر کس طرح ڈالی جاسکتی ہے؟ ہم کسی کے منہ پر تالا نہیں لگا سکتے۔ عبدالحکیم شرف قادری لکھتا ہے:

”علم مناظرہ کا قاعدہ ہے کہ نقل کرنے والا کسی بات کا ذمہ دار نہیں ہوتا اس سے صرف اتنا مطالبہ کیا جاسکتا ہے کہ اس کا حوالہ اور ثبوت کیا ہے؟“۔ (مقالات رضویہ: ص ۸۰)

اور سندھ کا رضا خانی مناظر مولوی عبدالحکیم سکندری لکھتا ہے:

”یاد رکھنا چاہیے کہ نقل جب کوئی واقعہ نقل کرتا ہے تو اس کی ذمہ داری صرف اتنی ہوتی ہے کہ وہ نقل بظاہر اصل کرے اور بس اس کے بعد ذمہ داری اصل ماخذ کی ہے نقل کی نہیں۔“

(سیف سکندری: ص ۹۵)

تو ارشد رشیدی صاحب نے یہ بات کہاں سے لی وہ ہم نے نقل کر دی ہے اس سے آگے کے ہم ذمہ دار نہیں۔

رضا خانی ذرا ایک جھاڑوا اپنی چار پائی کے نیچے بھی پھیریں۔ بریلوی نے اپنے امام احمد رضا خان کے متعلق لکھا:

”علامہ شاہی اور صاحب فتح القدیر مولانا کے شاگرد ہیں یہ تو امام اعظم ثانی معلوم ہوتا ہے۔“

(المیزان: ص ۱۸۶)

مولانا غلام رسول سعیدی لکھتا ہے:

”آپ میں طبقہ اولیٰ یعنی احمد اربعہ کی جھلک پائی جاتی ہے۔“۔ (المیزان: ص ۲۰۷)

مجاہد دیں کہ کیا احمد رضا خان صاحب کو امام اعظم ثانی بنا دینا، اس میں امام شافعی، امام

مالک و امام احمد بن حنبل، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہم اجماع کی جھلک پانا بقول آپ کے حدیث شافعیہ، مالکیہ، حنبلیہ، سے اگلیاں بیزار ہیں؟ کیا امام شامی اور صاحب فتح القدیر کو اس آدمی کا شاگرد بنا دینا ان علماء کی توہین نہیں؟ پروفیسر مسعود احمد لکھتا ہے:

”اعلیٰ حضرت کو میں دین عابدین شامی پر فوقیت دیتا ہوں کیونکہ جو جامعیت اعلیٰ حضرت کے ہاں ہے وہ ان عابدین شامی کے ہاں نہیں۔“ (اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام، ص ۳۰)

یاد رہے کہ پروفیسر صاحب نے ساری زندگی سرکاری کالجوں کی پروفیسریاں کی ہیں عربی عبارت کا ترجمہ کرنا نہیں جانتے تھے چنانچہ اپنی کتب میں انہوں نے وضاحت کی ہے کہ عربی عبارات کے تراجم فلاں مولانا صاحب سے کروائے ہیں ایسا آدمی کہتا ہے کہ میں علامہ شامی پر احمد رضا خاں کو فوقیت دیتا ہوں۔ شرم آنی چاہیے۔ یہی بریلوی مسعودیت پروفیسر لکھتا ہے:

”امام احمد رضا کو امام غزالی کا ہم پیر اور سیدہ ہیں اور یہ دل لگتی بات فرماتے ہیں۔“

(اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام، ص ۳۲)

جواب دیں آپ کے اصول کے تحت یہ سب امام شامی و امام غزالی رحمۃ اللہ علیہما سے بیزار ہیں اور ان کی توہین و تنقیص نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ ساری دنیا جانتی ہے کہ امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا لقب ہے مگر وہی احمد سورتی کہتا ہے:

”اعلیٰ حضرت اس فن میں امیر المومنین فی الحدیث ہیں۔“ (ایضاً اعلیٰ حضرت، ص ۳۲۲)

آجے جلیے شیخ اسماعیل بن سید غلیل مرحوم کی طرف ایک قول کی نسبت کرتے ہوئے پیر خاں لکھتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں اس شخص کو امام ابو حنیفہ نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھتے تو یقیناً ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور اس منہ زلف (اعلیٰ حضرت) کو اپنے اصحاب (امام ابو یوسف و امام محمد وغیرہ رحمہم اللہ) کے زمرے میں شامل فرماتے۔“ (امیر ان، ص ۱۹۲)

تم احمد رضا خاں کو امام ابو یوسف و امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے ہم پیر اور اس وقت آخر تمہیں اگر

سے بیادری یا غفلت کی گستاخی نظر نہیں آتی؟  
بریلوی شیخ الحدیث فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

”اپنی حدیث میں امام بخاری رحمہ اللہ کو امیر المحدثین کہا جاتا ہے لیکن آج امام بخاری رحمہ اللہ ہمارے  
مروج کی حدیث دانی کی مہارت و جذبات کو ملاحظہ فرماتے تو فرحت و سرور کے انداز میں فرماتے  
احمد رضا انت امام المحدثین۔“ (احادیث موضوعہ اور امام احمد رضا: ص ۲)

مولوی دارٹ جمال بستوی رضا خانی لکھتا ہے:

”امام احمد رضا نے اس حقیقت صادقہ کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا اسی لیے اسی میدان میں آپ کا کوئی  
ریف نہیں تھی کہ صالان العرب حضرت امام بویری صاحب قصیدہ بردہ شریف بھی سبقت نہ لے  
چکے۔“ (الودع رضا: ص ۶۴)

علی حسن قادری مفتی حزب الاحیاء لکھتا ہے:

”نمبر میں وہ مسائل لکھے جا رہے ہیں جن سے امام اعظم رحمہ اللہ نے رجوع فرمایا“ اور پھر آگے  
۵۸ مسائل ذکر کیے جس سے امام اعظم رحمہ اللہ نے رجوع کیا ملاحظہ ہو (دعوتِ عظیم رحمہما ابو حنیفہ اور رضا:  
ص ۱۳۶ تا ۱۵۶)

مگر جب احمد رضا خان کے کلمات ذکر کرنے کا موقع آیا تو لکھتا ہے:

”ظالمین نے درجنوں فتاویٰ دے کر پھر رجوع کیا مگر قربان جائیے اعلیٰ حضرت کی استقامت پر جو  
بات کی ہو پھر ہر فردوں فتوے دیئے ایک سے بھی رجوع ثابت نہیں کیونکہ وہ جوش میں  
ہوں سے کام لیتے ہیں اس لیے یہ پہاڑ اپنی جگہ سے تو ہلتا رہے گا مگر احمد رضا کی بات کیوں  
ہستے۔“ (دعوتِ عظیم رحمہما ابو حنیفہ اور رضا: ص ۱۶۱)

ان کا اس کے سوا اور کیا مطلب لیا جاسکتا ہے کہ معاذ اللہ امام اعظم رحمہ اللہ نے ان اٹھاون  
مسائل میں جوش کے دوران جوش سے کام نہیں لیا اس لیے غلط فتوے دے کر پھر اس سے رجوع  
کر لیا مگر احمد رضا خان کی تحقیق پہاڑ سے زیادہ مضبوط ہوتی ہوئی سے فتوے دیتے جس کی وجہ  
مستندوں کی اہمیت نہ آتی۔ حالانکہ خود احمد رضا خان لکھتے ہیں:

"ہمارے علماء صرف رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جیسا علم حدیث تھا جیسا اہل حدیث و ضعیفہ و منسوخ و انکار کیا کرتے تھے بعد کے لوگ ان کی برابری نہیں کر سکتے کہ انہیں دینا علم نہ اس قدر ذرا ہے جس قدر اس سے قریب۔"

(الفضل الموہبی ج ۱ ص ۱۰۰)

یہ عبارت پائے شرم ہے ان رضا خانوں کے لیے جن کو احمد رضا خان کی مدح اس وقت تک ہضم نہیں ہوتی جب تک احمد رضا کو امام بخاری، امام ابو حنیفہ، امام شامی، امام یوسفی، امام غزالی اور چودہ سو سال کے ائمہ فقہاء پر ترجیح دے دیں۔ پھر آخر الذکر کتاب کا نام ملاحظہ فرمائیے۔ عظیم رہنما ابو حنیفہ اور رضاؒ یہ لوگ احمد رضا خان کا تھعلی امام اعظم و متکلم سے کر رہے ہیں اس وقت ان کو گستاخی نظر نہیں آتی۔ بہر حال تم احمد رضا خان بریلوی کو امام اعظم قالی کہو تو کوئی گستاخی نہیں کر کوئی دوسرا امام اعظم اول ہو جائے تو گستاخی تم احمد رضا خان کو امام غزالی کے پائے کا لکھو تو امام غزالی کی شان میں کوئی گستاخی نہ ہو مگر کوئی کسی کو امام ابو حنیفہ سے بڑا عالم کہہ دے۔ حقیقت چیز داری و گستاخی و توہین تمہارے لوگوں نے نکلیا کہ احمد رضا خان امام شامی، امام یوسفی، امام محمد کے پائے کا عالم تھے یہ تو ان کی شائستگی کے لائق تھے تو علامہ شامی اور ان فقہاء سے بڑا زاری نہیں تو خدام الدین کا حوالہ حقیقت چیز داری کیسے؟ تم نے احمد رضا خان کو امام ابو یوسفی، امام محمد کے پائے کا عالم لکھا تو اگر آج کے دور میں بھی ان کے پائے کا عالم ہو سکتا ہے "امام الحدیث امیر المؤمنین فی الحدیث" پیدا ہو سکتا ہے یہ ان کی گستاخی نہیں تو خدام الدین کا حوالہ کیوں گستاخی؟

آخری سوال کیا عوام امام شافعی کو، مثلاً امام احمد بن حنبل، مالکیہ، امام مالک، حنفیہ، امام ابو حنیفہ سے بڑے عالم نہیں مانتے؟ تو کیا یہ اہل السنۃ والجماعہ کا اتنا بڑا طبقہ حقیقت سے بڑا امام معاذ اللہ امام ابو حنیفہ کا گستاخ ہے؟

اعتراض۔۔۔ امام ابو حنیفہ کا قول قرآن وحدیث کے مخالف ہو سکتا ہے:

اگلی حوالہ دیتے ہوئے مولوی کا شنف اقبال صاحب لکھتے ہیں:

”دیوبندی مناظر مولوی یوسف رحمانی نے لکھا ہے کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ اگر امام اعظم رضی اللہ عنہ کا فرمان بھی قرآن وحدیث کے معارض ہوگا ہم اس کو بھی ٹھکرادیں گے۔ (سیف رحمانی: ص ۷۱) یہ ہے دیوبندیوں کی حقیقت اور یہ کہ دیوبندیوں کے نزدیک حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض اقوال قرآن وحدیث سے متصادم بھی ہیں ولا حول ولا قوت الا باللہ۔

(دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف: ص ۴۳)

**جواب:** عجیب جہالت ہے پر سے پرندہ بنانا کوئی ابن رضا خاندن سے کیسے۔ کاشف اقبال رضا خاندانی کا دعویٰ تو یہ تھا کہ اکابر علماء دیوبند معاذا اللہ حقیقت سے بیزار ہیں اور پیش کیے گئے حوالے میں ایسی کوئی بات نہیں۔ پھر الزام لگایا کہ دیوبندیوں کے نزدیک امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے بعض اقوال قرآن وحدیث کے خلاف ہیں حالانکہ حوالے میں ایسی کوئی بات نہیں بلکہ عبارت میں لفظ ”اگر“ برائے شرط موجود ہے یعنی بالفرض اگر ایسا ہوتا اس ”اگر“ کا مطلب جو اس جاہل رضا خاندانی کو سمجھ نہیں آیا ہم مولانا احمد رضا خان صاحب سی کی کتاب سے پیش کر دیتے ہیں:

”خدا کرنا ہوتا جو حجت مشیت خدا ہو کے آتا یہ بندہ خدا کا

میں نے کہا ٹھیک ہے یہ شرطیہ ہے جس کے لیے مقدم اور ثانی کا امکان ضروری نہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے:

قُلْ اِنَّ كُنْ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا لِّاَنَا اَوَّلُ الْعٰلَمِيْنَ اے محبوب تم فرمادو کہ اگر رحمن کے لیے کوئی بچہ ہوتا تو اسے سب سے پہلے میں پوجتا۔“

(المعانی: ص ۱۶۱)

احمد رضا خان نے قرآن کی آیت کا جو ترجمہ کیا ہے اس میں ”اگر“ کا لفظ موجود ہے جو قائل برجلوہیت کا طبع رضا خانیت حضرت مولانا یوسف رحمانی صاحب رضی اللہ عنہ کی عبارت میں بھی موجود



زندگی کا اب غور کرتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ کس چیز میں عمر برباد کی..... اس (وحدتِ امت) میں ۱۸ طبع کراچی) کا رہنے کرام! فوراً سمجھتے کہ جن کے اکابر کے ہاں حقیقت جو کہ قرآن و سنت کا ہی دوسرا نام ہے کا دفاع کرنا عمر کی بربادی ہے ان کا حقیقت کا ٹھیکیدار بننا کتاب و اقوال اور دھوکہ دہی ہے۔“

(دوبہ بندیت کے بظان کا انکشاف، ص ۴۲)

**جواب:** کاشف اقبال رضا خانی نے ایک بار پھر اپنی عادت بد کے مطابق پورا مضمون اور عبارت سیاق و سباق کے ساتھ پیش نہیں کی۔ پورا مضمون جہاں تک کاشف اقبال نے عبارت نقل کی اس سے متصل اگلی عبارت ملاحظہ ہو:

”ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہماری ترجیح کے محتاج ہیں کہ ہم ان پر کوئی احسان کریں؟ ان کو اللہ تعالیٰ نے جو مقام و ریاہ مقام لوگوں سے خود اپنا لوہا منوانے کا وہ تو ہمارے محتاج نہیں۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ امام مالک رحمہ اللہ اور احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور دوسرے مسالک کے فقہاء جن کے مقابلے میں ہم یہ ترجیح قائم کرتے آتے ہیں کیا حاصل ہے اس کا؟ اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم نے زیادہ اپنے مسلک کو ”مذہب“ محض الخ (درست مسلک جس میں خطا کا احتمال موجود ہے) کہیں۔ اس سے آگے کوئی نتیجہ نہیں ان تمام بحثوں، توقعات اور تحقیقات کا جن میں ہم مصروف ہیں۔ پھر فرمایا: اور یہ میاں! اس کا تو کہیں حشر میں بھی روا نہیں کھلے گا کہ کون سا مسلک صواب تھا اور کون سا خطا، اجتہاد کی مسال میں کیا نہیں کہ دنیا میں ان کا فعل نہیں ہو سکا دنیا میں بھی تمام تحقیق و کاوش کے بعد یہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ بھی صحیح ہے یا یہ کہ یہ بھی ہے لیکن احتمال موجود ہے کہ یہ خطا ہو اور وہ خطا ہے اس احتمال کے ساتھ کہ صواب ہو۔ دنیا میں تو یہ ہے قبر میں بھی مگر تعمیر نہیں پوچھیں گے کہ رفع یہ حق تھا یا ترک دفع یہ حق تھا؟ آمین! ہر حق تھا یا باسحق تھا؟ ہر دفع میں بھی اس کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا اور قبر میں بھی یہ سوال نہیں آگا۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے الفاظ یہ تھے:

اللہ تعالیٰ شافعی کو رسوا کرے بلکہ ابو حنیفہ کو نہ مالک کو نہ احمد بن حنبل کو، جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین

کے علم کا انعام دیا ہے جن کے ساتھ اپنی مخلوق کے بہت بڑے حصے کو لگا دیا ہے۔ جنہوں نے نور ہدایت چار سو پھیلا دیا ہے جن کی ترند گمیاں سنت کا نور پھیلائے میں گزریں۔ اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کو رونا نہ کرے گا کہ وہاں میدان محشر میں کھڑا کر کے یہ معلوم کرے کہ ابو حنیفہ نے صحیح کہا تھا یا شرابی نے غلط کہا تھا؟ یا اس کے برعکس یہ نہیں ہوگا! تو جس چیز کو دنیا میں کھینک کھینکا ہے نہ رزخ میں اور نہ محشر میں۔ اس کے پیچھے پڑ کر ہم نے اپنی عرضائع کر دی اپنی قوت صرف کر دی اور جو حق اسلام کی دعوت تھی مجمع علیہ اور سبھی کے مابین جو مسکے حقیقت تھے اور دین کی جو ضروریات تھیں گے نزدیک اہم تھیں جن کی دعوت انبیاء کرام جہاد لے کر آئے تھے جن کی دعوت عام کرنے کا ہمیں عہدہ دیا گیا تھا اور وہ منکرات جن کو مٹانے کی کوشش ہم پر فرض کی گئی آج یہ دعوت تو نہیں دی جا رہی یہ ضروریات دین تو لوگوں سے اوجھل ہو رہی ہیں اور اپنے واعیاء ان کے چہرے کو سچ کر رہے ہیں اور وہ منکرات جن کو مٹانے میں ہمیں لگے ہونا چاہیے تھا وہ پھیل رہے ہیں مگر اسی پھیل رہی ہے اللہ آ رہا ہے شرک و بدعت پرستی چلی آ رہی ہے حرام و حلال کا امتیاز اٹھ رہا ہے لیکن ہم لگے ہوئے ہیں ان فری و دفری بحثوں میں! حضرت شاہ صاحب نے فرمایا یوں غلٹین بیضا ہوں اور محسوس کر رہا ہوں کہ عرضائع کرادی"۔ (دعوت امت ص ۳۳، ۳۴) کہتے خدا ہم لقرآن لا ہور

کارنہیں کرام! کاشف و قبال رضا خالی کا دعویٰ تو یہ تھا کہ! کا بریو بود حقیقت سے معاذ اللہ۔ جزار ہیں مگر جو حوالہ دیا اس میں اور زور تک اس کا ذکر نہیں بلکہ آپ نے ملا حظہ فرمایا کہ حضرت انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کسی زور و شور سے امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم کی حقانیت ان کی رفعت و عظمت اور عوام میں ان کی مقبولیت عند اللہ ان کا مقام بیان فرما رہے ہیں۔ بلکہ یہاں تک اپنی حقیقت کا اظہار کیا کہ کیا امام ابو حنیفہ ہماری ترجیح کے مستحق ہیں جو ہم ان پر احسان کر رہے ہیں؟ کہ ہم اگر حقیقت کی ترجیح ثابت سے بھی کریں تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا علم، تقصد، ادب، اتھو کی اور قوت استدلال خود اپنا ہوا متواتر ہے۔ خدا را قبر کو سامنے رکھ کر جواب دیں کیا ایسے لوگوں کو حقیقت سے سیزا کرنا کھلا تعصب اور دلی عداوت و بغض کا شرمناک مظاہرہ نہیں؟



حضرت کشمیری رحمہ اللہ تو ایک مولوی انداز میں ایک بات فرما رہے ہیں کہ ضروریات دین حرام و حلال و منکرات کی تبلیغ کو چھوڑ کر ساری زندگی صرف اسی میں عمر کھپا دینا کہ حقی مسلک کو سٹالٹی مسلک پر ترجیح کس طرح دی جائے یہ یقیناً عمر کو ضائع کرنا ہے۔ حضرت سنے یہ کہیں نہیں کہا کہ معاذ اللہ مسٹر ضامن کے مقابلے میں حنفیت کا دفاع کرنا یا اعتدال ضرورت احتیاط کا دفاع کرنا معاذ اللہ عمر کو ضائع کرنا ہے۔ نیز رضا خانی ہمیں یہ جواب دیں کہ اگر حنفیت قرآن و حدیث کا پتھر ہے تو کیا شوافع و حنابلہ و مالکیہ معاذ اللہ اس قرآن و سنت کے پتھر کے مخالف ہیں جو اس پتھر کو نہیں مانتے؟

فتاویٰ شامی میں محمد بن عبد الوہاب مجددی کے متعلق عبارت کی توجیہ:

"(امراض) علامہ شامی پر دہ بدویوں کی برہی لکھتے ہیں"

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی ترجمان لکھتے ہیں:

"امام ابن عابدین شامی نے محمد بن عبد الوہاب مجددی کا شدید رد کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ جیسا کہ تارے زمانے میں محمد بن عبد الوہاب مجددی کے پیروکار مجدد سے ٹکے حرمین شریفین پر زبردستی قبضہ کر لیا ان لوگوں کے گمان میں صرف وہی مسلمان ہیں جو بھی ان کے عقیدے کا مخالف ہے مشرک ہے اور انہوں نے اہل سنت و عوام علماء کے قتل کو جائز قرار دیا ہے۔ (رد المحتار: ج ۳ ص ۳۳۹ طبع کوئٹہ) مگر دوسری طرف دیوبندی قطب عالم مولوی رشید احمد گنگوہی اس کی تعریف میں مطلب المصنوع ہیں لکھتے ہیں کہ محمد بن عبد الوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں وہ اچھا آدمی تھا سنا ہے کہ مذہب ضعیف رکھتا تھا اور عامل بالمحدیث تھا بدعت و مشرک سے روکتا تھا مگر تہدید اس کے حرام میں تھی۔"

(فتاویٰ رشیدیہ، ص ۲۶۶)

ابو بندی مولوی تو علامہ شامی کے مجددی کے رد کرنے پر سخت برہم ہوئے چنانچہ دیوبندی مولوی فیروز الدین راوی لکھتے ہیں کہ۔۔۔

"لکن عابدین شامی نے حکومت کے اوڑے ان غریبوں کو بدنام کیا اور ان کے خلاف ایک مقدمہ کھانا قائم کر کے اپنی دنیا سنبھالی براہود دنیا پرستی اور منبرے سکوں کا جنس کے عوض شامی نے۔۔۔"

مجید یوں کو دل کھول کر بدنام کیا ہے شامی نے یہ سب کچھ محمد علی پاشا کے غم سے اور اس کی دولت کے دثر سے لکھا ہے۔" (آئینہ عبادت: ص ۵۳ طبع لاہور)

تاریخیں کرام اس عبادت میں دیوبندی محرم نے جس قدر علامہ شامی کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا ہے وہ قابلِ مذمت ہے اور علامہ شامی جو علمائے احناف کے امام و مقتدر فقیہ ہیں۔

(دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۴، ۳۵)

**جواب:**

علامہ شامی بریلویہ رضا خانیوں کی نظر میں:

رضا خانی بریلوی نے اپنی بھولی بھالی عوام کو خصل و حوکاد یا ہے کہ علامہ شامی رحمہ اللہ علمائے احناف کے امام ہیں اور علمائے احناف سے اس کی مراد بریلوی ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ علامہ شامی رحمہ اللہ کے باغی ہیں اس کو امام تو کیا نہیں اسے احمد رضا خان بریلوی کا سرشار گرد بناتے پھرتے ہیں ملاحظہ ہو حوالہ جات:

بریلوی صدر الافاضل نعیم الدین مراد آبادی صاحب لکھتے ہیں:

"ہماری نگاہ میں سیدنا اعلیٰ حضرت۔۔۔ کی تحقیقات عالیہ علامہ ابن عابدین شامی کی تحقیقات سے عالی و بلند تر ہیں۔" (معارفِ رضا: سکور جلدی سالانہ نمبر ۷۰۰: ص ۲۷)

ایک اور حوالہ پر ہمیں:

"علامہ شامی اور صاحب فتح القدیر مولانا کے شاگرد ہیں یہ تو امام اعظم ثانی معلوم ہوتا ہے۔"

(الایضاح کا نام احمد رضا نمبر ۱۸۶)

اس پر مزید حوالے مانگیں میں گزر چکے ہیں دوبارہ مراجعت فرمائیں۔ المختصر اگر کاشف اقبال رضا خانی کے پاس احمد رضا خان کی الجھ امتیاز ہو تو آنکھیں کھول کر اسے چھ مس میں جگہ جگہ احمد رضا خان نے علامہ شامی رحمہ اللہ پر اعتراض کرتے ہوئے ان سے اختلاف کیا۔

مجید یوں کے متعلق علامہ شامی کی عبادت ہمارے خلاف نہیں:

کاشف اقبال رضا خانی نے محض جھوٹ بولا ہے کہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے محمد بن عبد الوہاب  
 مجددی کا شدید رد کیا ہے اور پھر احمد رضا خانی کی کتابوں سے لکھے ہوئے تحریف و تحوّل کا دفرادہ کے فن  
 کا مظاہرہ کرتے ہوئے شامی کے ترجمہ میں اپنی طرف سے "محمد بن عبد الوہاب نجدی" کا نام  
 ہی ڈال دیا حالانکہ یہ نام وہاں رکھانے والے کو منہ مانگا انعام۔ علامہ شامی کی عبارت کا بنی  
 ترجمہ کاشف اقبال رضا خانی صاحب نے نقل کیا ہے وہ ان کی جہالت کا منہ بولا ثبوت ہے جس  
 سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کو شامی دیکھنے ہی کی توفیق نہیں ہوئی بس کسی رسالے میں غلط ترجمہ  
 دیکھا اور بغیر تحقیق کتاب میں نقل کر دیا ہم آپ کے سامنے شامی کی اصل عبارت اور اس کا سلیس  
 ترجمہ کرتے ہیں:

کہا: وقیع فی زماننا فی اتباع عین الوہاب الذی خرجوا من نجد و تغلوا علی  
 الحرمین و کانوا ینفصلون مذهب الخنابلہ لکنہم اعتقدوا اھم المسلمون  
 و ان من خالف اعتقادھم مشرکون استباحوا قتل اھل السنۃ و قتل  
 علیہم السلام۔ (فتاویٰ شامی: ج ۳ ص ۳۶۶)

[ترجمہ] ایسا کہ ہمارے زمانے میں واقع ہوا ہے کہ عبد الوہاب (یہ علامہ شامی رحمہ اللہ کا تسمیہ ہے  
 عبد الوہاب رحمہ اللہ ان کے والد تھے ان کا نام "محمد" ہے۔ ناقل) کے پیرو نجد سے نکلے اور حرمین پر  
 غلبہ کیا اور وہ لوگ اپنے آپ کو حنبلی مذہب کہتے تھے لیکن ان کا اعتقاد یہ تھا کہ وہی مسلمان ہیں اور  
 جو ان کے عقیدہ کے خلاف ہیں وہ مشرک ہیں اس لیے انہوں نے اہل سنت اور ان کے علماء کے قتل  
 کو ہلال سمجھا۔

علامہ شامی رحمہ اللہ نے کہیں بھی اس فتوے میں محمد بن عبد الوہاب مجددی کو برا نہیں کہا نہ ان کا  
 رد کیا اور وہ بھی وہ شدید۔ بلکہ ان کے اتباع یعنی پیروکاروں کی مذمت کی اور فتاویٰ رشیدیہ میں  
 انہی کو کلمہ گویا ہے کاشف اقبال رضا خانی نے فتاویٰ رشیدیہ کی اردو عبارت بھی صحیح طرح  
 سے نقل نہ کی ہم آپ کے سامنے پوری عبارت نقل کرتے ہیں:

”محمد بن عبد الوہاب کے مقتدیوں کو دہائی کہتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا خطی قرآن البیتان کے مزاج میں شدت تھی مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں مگر ان جوحد سے بڑھ گئے ان میں فساد کیا اور عقائد سب کے متحد ہیں اعمال میں فرق حتیٰ شافعی مالکی حنبلی کا ہے۔“

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۲۷)

(۱) شامی میں محمد بن عبد الوہاب کے خلاف کوئی فتویٰ نہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ میں بھی ان کے خلاف کوئی فتویٰ نہیں۔

(۲) شامی میں محمد بن عبد الوہاب کے پیروکاروں کو حنبلی المذہب کہا گیا۔ لیکن بات فتاویٰ رشیدیہ میں درج رائی گئی۔

(۳) فتاویٰ شامی میں محمد بن عبد الوہاب کی نہیں بلکہ ان کے (بعض) پیروکاروں کی مذمت کی گئی کہ وہ حد سے بڑھ گئے اور فتاویٰ رشیدیہ میں بھی یہی کہا گیا کہ ان کے پیروکار جوحد سے بڑھ گئے ان میں فساد کیا۔

تو علامہ شامی دہلی کی عبارت فتاویٰ رشیدیہ یا ہمارے موقف کے خلاف نہیں بلکہ یہ عبارت تو اس کے حق میں ہے۔ بریلویوں نے اس عبارت کو فتاویٰ رشیدیہ کے خلاف ہر جگہ بڑے زور و شور سے پیش کیا حتیٰ کہ ہمارے بعض علماء کو بھی اس سلسلے میں مخاطب لگ گیا لیکن الحمد للہ راقم نے جب ان دونوں عبارتوں پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ محض اہل بدعت کا پروپیگنڈا ہے شامی کی عبارت تو فتاویٰ رشیدیہ کے لیے ماخذ کار درجہ رکھتی ہے۔

علامہ شامی جزیرہ کی یہ عبارت بریلوی رضا خانیوں کے خلاف ہے:

علامہ شامی نے دہائی مجددیوں کی نشانی یہ بتائی کہ وہ اپنے سوا سب کو مشرک کہتے ہیں اور مولوی غلام مہر علی بریلوی کے بقول وہابیہت خارجیہت ہی کی شاخ ہے (ملفوظات: دیوبندی مذہب ص ۱۳۲) اب ملاحظہ فرمائیں کہ اپنے سوا سب کو کافر سمجھنے کا یہی خارجیوں والا عقیدہ بریلویوں کا بھی ہے چنانچہ نعیم الدین مراد آبادی سے سوال ہوا:

”واللہ اعلم“ اور وہاں دیوبندیوں نے جو یہ شورش اٹھائی ہے کہ اعلیٰ حضرت حکیم الامت مجدد مائت حاضرہ  
میرزا کاظمی صاحب مدظلہ العالی اسلام و المسلمین سیدنا مولانا شاہ مفتی محمد احمد رضا خان صاحب محدث بریلوی  
... کثرت سے علمائے امت کو کافر کہتے ہیں اسی لیے اعلیٰ حضرت کو تکفیر المسلمین کے لقب سے  
پاکرتے ہیں تو آیا یہ کوئی ان کا حق ہے یا باطل ہدایت ہے یا ضلالت؟“

اس کا جواب دیتے ہیں:

”جی ہاں بات کہ جو اعلیٰ حضرت کا ہم عقیدہ نہ ہو اس کو وہ کافر جانتے ہیں یہ درست ہے۔“

(المحققات، ص ۵، طبع جدید، ص ۱۳۸)

و جانت رسول قادر کی لکھتا ہے:

”ان سے محبت اعلیٰ ایمان کی پہچان اور ان سے عداوت گستاخانِ خدا و رسول و اہل بیت علیہم السلام کی  
تجانی ظہری“۔ (معارف، صفحہ ۹، ۱۰، ۱۱)

بدادہ بن احمد قادری بریلوی لکھتا ہے:

”علمائے حق کے خدا یکہ آپ سے محبت رکھنا سنیت کی علامت ہے اور آپ سے جھٹنا اور بغض رکھنا  
بدایین ہونے کی پہچان ہے۔“ (سوانح امام احمد رضا، ص ۱۱۶)

امیر اہل بدعت الیاس عطاری صاحب لکھتے ہیں:

”اچھڑت۔۔۔ کی کسی بھی تحریر پر تنقید یا تنقید کرنے والے کی محبت و اختیار کی بلکہ اس سے محبت  
محکم کی تو خیر ہر گز ایمان سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں۔“ (تمہید ایمان مع حسام الحرمین)

نہایت ہے کہ احمد رضا خان خود ساری ملت سے اختلاف کرے اس کے ایمان پر کوئی فرق  
لکھا نہ گیا اس کے مجتہد ہونے کی دلیل بن جائے شجاعت قادری صاحب لکھتے ہیں:

”واللہ!۔۔۔ کا بہت اہم کارنامہ یہ ہے کہ وہ محدثین و متاخرین فقہاء و اصولیین پر نہایت فراخ دلی  
سے تنقید فرماتے ہیں۔“ (مقدمہ فتویٰ رضویہ، ج ۵، ص ۲۳)

خواجہ احمد رضا خان کہتا ہے:

”مجدد اسلام محمدیؐ کی مائتِ ہدیہ کے احوالی سو (۲۵۰) برس بعد تصنیف ہوئیں مسلمانوں کے بہت

سے فرقے انہیں ماننے کی نہیں اور اس کے سبب وہ اسلام سے خارج نہ ہوئے۔

(معارفِ رضا سالنامہ ۱۳۴۰ء، ص ۵۸)

ظاہر ہے کہ جو بخاری و مسلم کو نہیں مانے گا وہ کسی اعتراض کی وجہ سے نہیں مانے گا حیرت ہے اصح و اکمل بعد کتاب اللہ کا کوئی انکار کر دے اس پر تنقید کرے خود احمد رضا خان چودہ دوسو سال کے علماء فقہاء پر مکمل کر تنقید کریں اس کے ایمان پر تو کوئی فرق نہیں پڑتا یہ پھر بھی بتانا کہ مسلمان عمر اس بے ایمان بدوین بدعتی کی کتابوں پر کوئی تنقید کر دے یا تنقید کرنے والوں کی محبت میں بیچہ جائے یا ان سے محبت ہی کرنے کا جرم کرے تو وہ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے یہ خارجیت نہیں تو اور کیا ہے رضا خانیوں کا پس نہیں چلتا ورنہ وہ مسلمان ہونے کے لیے شیعوں کی طرح فکر میں احمد رضا خان کا نام بھی ڈال دیں۔ یہ بدعت تو امام مہدی و حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی پہلے صام الحرمین پر دستخط لیں گے اس کے بعد ان کے ساتھ دینے کا سوچیں گے۔ معاذ اللہ۔ نیز ہمیں یہ بھی جواب دیں کہ وہ کون سے اسلامی فرقے ہیں جو صحیح مسلم و بخاری کو نہیں ماننا مگر پھر بھی احمد رضا خان کے نزدیک وہ مسلمان ہیں؟

مولوی ابوالطیب دانا پوری لکھتا ہے:

”ہندوستان میں جس قدر مسلمان کھلانے والے ہیں۔۔۔ سنی (لا ظاہر ہے کہ یہاں سنی سے مسند بریلوی سے: ناقل) مسلمانوں کے علاوہ یہ تمام مدعیان اسلام بگم شریعت مظہر و کفار و مرتدین کلام ہیں۔“ (تجانب اہل سنت، ص ۱۱۲)

تجانب اہل سنت پر مظہر اعلیٰ حضرت موافقی شہت علی رضوی و ضیاء الدین رضا خانی اعلیٰٰ علیٰ بکلی بصیرت، شاد آل مصطفیٰ رضا خانی، محمد میاں آل رسول رضا خانی جیسے جید اکابر بریلویہ کی نظریہ شہت ہیں اس لیے اسے غیر معتبر کہہ کر جھٹلایا نہیں جاسکتا اگر یہ غیر معتبر تھی تو اپنے کسی ایک انکار کا حوالہ دے جس نے اس کتاب کی اشاعت کے بعد اس سے براہت کا اظہار کیا ہو اور ابوالطیب کو تو پورا تشدد ایمان کا کہا ہو چونکہ اس کتاب میں علامہ اقبال سرسید اور محمد علی جناح پر بھی کفر کے

نہیں تھے اس لیے پاکستان آزاد ہونے کے بعد اس کتاب کا اب انکار کرتے ہیں۔ یہ بدنام زبان کتاب کفر کے نشوونما کا دائرہ المعارف ہے اسلام کی چودہ صدیوں میں مخالفین پر کفر سب و شتم کی ایسی گندھی دستاویز آپ کو نہیں ملے گی۔

### آئینہ صداقت ہمارے معتبر کتاب نہیں:

دہلی بات پر فیروز الدین دہلوی صاحب کی کتاب "آئینہ صداقت" تو وہ ہمارے معتبر کتاب نہیں کاشف اقبال نے کتاب کے سرورق پر لکھا ہوا ہے "مسند کتب دیوبندیہ کے حوالہ جات سے مزین" تو ثابت کرے کہ کسی کا لگ کے یہ برا فیروز موصوف ہمارے اکابر میں سے ہیں اور ان کی یہ کتاب ہمارے لیے استناد کا درجہ رکھتی ہے۔ بلکہ مجھے تو یہ موصوف کوئی غیر مقلد معلوم ہوتے ہیں ان کی کتاب بھی احمدیہ کے مکتبہ "اسلامی اکادمی دارو بازار لاہور" نے شائع کی اور کتاب کے بیک ٹائٹل پر معروف غیر مقلد عالم وحید الزماں کا مترجم ابوداؤد کا اشتہار بھی لگا ہوا ہے۔ بہر حال چہاں تک علامہ شامی رحمہ اللہ کے متعلق ان کی رائے ہے تو ہم اس کی پرزور مذمت کرتے ہیں علامہ شامی سے اشتکاف کا حق اپنی جگہ مگر ان کے غلوں پر شبہ کرنا یا اس پر حملہ کرنا وہ بھی اس انداز میں بغیر ثبوت اور انکار علماء کے ہمارے میں اس قسم کی بدگمانی کرنا قاطعاً افسوس اور لائق مذمت ہے۔ اگر برا فیروز صاحب حیات ہوتے تو ضرور ہم انہیں اس پر تنبیہ کرتے۔

یاد رہے کہ کاشف اقبال رضا خانی نے سچے روایات کے بموجب یہ حوالہ جات بھی دیوبندی مذہب میں ۱۳۷۷ھ سے سرزد کیے تھے کہ اس نے جو بخار و نقل کیا الاناء یتوشع عما فیہ وہ بھی اس نے سرزد کیا۔

### دیوبندی رضا خانیوں کی منافقت:

کاشف اقبال رضا خانی آگے لکھتا ہے:

"۔۔۔ اس کے بعد ان سب نے اس سے رجوع کا اعلان بھی کر دیا ہے اس کا ثبوت یہ ہے کہ مولوی منظور نعمانی مشہور دیوبندی مفاخر نے نجدی مذکور کی حمایت میں ایک کتاب شائع کی ہے اور نجدی مذکور پر لگائے گئے الزامات کی صفائی دینے کی سعی مذموم کی ہے اور ساتھ ہی اپنے دیوبندی

اکابر کا مجددی مذکور کے رد کرنے سے رجوع بھی بیان کر دیا ہے یہ کتاب قدیمی کتب فاسفہ گرامی سے شائع ہوئی ہے۔ (دیوبندی کے بھٹان کا انکشاف ص ۴۷)

جب ماننے ہو کہ محمد بن عبد الوہاب مجددی کے رد میں علماء اہل سنت و الجماعت دیوبند نے جو کچھ لکھا اس سے بعد میں رجوع بھی کیا تو اب ان مرجوع اقوال کو ہر جگہ پیش کرنا خصوصاً الشہاب الدن قی کو کیا کھلی منافقت اور دھوکا دہی نہیں؟ آل قاریان مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں:

”قول مرجوع پر افتاء جمل رخرق اصابع ہے نہ کہ مرجوع عن کے سرے سے قول عثمانیہ لا جرم ایسے فیصلے منسوخ کر دینے کا حکم فرمایا۔“ (قادیانی رضویہ قدیم، ج ۷ ص ۵۵۵)

تو جن اقوال سے رجوع کر لیا وہ تو سرے سے ان کا قول ہی نہ رہا اب انہیں ان کا مسلک موقف مسلک و عقیدہ بنا کر پیش کرنا کیا کھلی جہالت اور خرق اصابع اور احمد رضا خان کی کھلی بغاوت جو مستلزم کفر ہے؟ نہیں؟

اعتراف۔۔۔ دیوبند عام کی کہانی:

اس کے بعد رضا خانی معترض صاحب لکھتے ہیں:

قارئین کرام! دیوبند تا، کئی اعتبار سے شیطانوں اور دیوانوں کا ٹھکانہ تھا جس کا قدیم دیوبندی تواریخ بعد میں دیوبند ہو گیا جس کو دیوبندی علماء نے ہر چشم قبول کر لیا۔

(دیوبندی کے بھٹان کا انکشاف ص ۷۷)

**جواب:** اب کوئی اس چال سے پوچھنے کے اس میں کون سے کفر و شرک کی بات ہے؟ رضا خانیوں کا مرکز بریلی آج جس ملک میں ہے اس کا نام ”ہندوستان“ ہے وہاں رہنے والوں پر بلا کی اپنی نسبت ”ہندوستانی“ کرتا ہے یعنی ہندوؤں، گائے کے پیوار یوں، بتوں کے پوجنے والوں کے رہنے کی جگہ دیوبندی دیوانوں کے ماننے والوں کی سر زمین اس نام کو جھٹل کرے گا؟ ایسی کبھی خیال نہیں آیا اسے تو انہوں نے بڑی خوشی سے قبول کیا ہوا ہے اور دیوبند کے نام؟



اعتراض کرتے ہوئے انہیں ذرا شرم نہیں آتی۔ ہر عقل مند جانتا ہے کہ شہر یا ملک کا نام محض اپنی قومی شناخت کے لیے ہوتا ہے بس۔ اگر اس رضا خانی نے کبھی تو شیخ تلوچ پڑھی ہوتی تو اس میں پڑھنا کہ اسامہ صرف مسکنی پر دلالت کرنے کے لیے ہوتے ہیں اس سے ان کا نفوی معنی مراد نہیں ہوتا۔ مگر رضا خانیوں کی عقل ہی انہی ہے۔ ان کے اصول ہی نرالے ہیں۔

## بریلی نام کی کہانی:

اکثر محمد حسن قادری لکھتے ہیں:

”ہندوستان کی قدیم تاریخ میں بریلی کا علاقہ پانچال کے نام سے موسوم تھا جس کا مہا بھارت میں ذکر ہے جس کی وسعت ہمالیہ پہاڑ سے دریائے چنبل تک تھی۔ پانچال کا آچھنہ دار السلطنت تھا جس کو آج کل مراد آباد کی حد سے چند میل کے فاصلہ پر گرنہ سروئی ضلع بریلی میں رام نگر کہتے ہیں۔ ۶۳۸ میں ہوان سانگ چین سیاح نے اس علاقہ کا سفر کیا اس وقت اس ملک میں ششیادیتھ کی حکومت تھی جو بد مذہب کا ہیو تھا۔ صد سال کی مدت کے بعد راج پوت کی نو آور کی کے زمانے میں اس کو کشمیر کے نام سے پکارا جانے لگا۔ ۱۹۶۲ء تک کشمیر میں ہندوؤں کی بلا شرکت غیرت حکومت رہی۔ سب سے پہلے کشمیر یا شہا کر جگت سنگھ نے موجودہ بریلی سے پارب کی سمت ۱۹۰۰ء میں موضع جگت پور آباد کیا جو آج بھی بریلی کا معروف محلہ ہے پھر اس کے ستائیس (۲۷) سال بعد شہا کر جگت سنگھ کے دو بیٹوں بانس دیو، برل دیو نے ۱۹۲۷ء میں موجودہ بریلی کی بنیاد ڈالی ان دونوں بھائیوں کی نسبت سے اس شہر کا نام بانس بریلی مشہور ہوا۔“

(ایمان علی حضرت بریلی شریف، تاریخ ۱۹۰۵ء: ص ۵۲)

رضا خانیہ اپنے مرکز کا نام تم نے سکھوں کے نام پر رکھا ہوا ہے اور اسے ”شریف“ بھی کر دیا اس نام پر راضی ہوا اسے بدلنے کا تمہیں کبھی خیال نہیں آیا، سکھوں کے نام پر اس کے کئی مشہور مکے آج بھی ہیں اس پر تمہیں کبھی اعتراض نہ ہوا تو دیوبند کے لفظ پر فضول اعتراضات کرتے ہوئے تم لوگوں کو شرم نہیں آتی؟۔

## مولوی عامر عثمانی اور دیوبند پر اشعار:

مولوی کاشف اقبال رضا خانی لکھتا ہے:

دیوبندی مولوی عامر عثمانی نے بھی اس کی بات تشریح و وضاحت اشعار میں کی ہے:

حروف دیوبند

د-کی-و-ب-ن-ا-ہ

دغا کی دغا ہے یا جرجی کی ہے ہی اس میں	وہن فروری کی واآیدی کی جب اس میں
جو اس کے نور میں نا و نجیم غلاں ہے	تو اس کے دال سے دہکتا ہے نہاں ہے
لے یہ حروف تو بچاؤ دیوبند بنا	برے خیر سے یہ شہر دیوبند بنا

ماہنامہ تجلی دیوبند فروری ۱۹۵۷ء (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۷۷، ۷۸)

**جواب:** کاشف اقبال رضا خانی نے اپنے قارئین کو کتب خریدنے کے لیے دھوکا تو دیا کہ مستند کتب دیوبند سے حوالہ جات مگر جگہ جگہ اس آدمی نے رطب و یابس کو قتل سب ہے۔ مولوی عامر عثمانی دیوبندی نہیں ”مودودیت“ کا آلہ کار تھا۔ اس کچھ رسالہ ”تجلی“ کے دیوبند پر سب دشمن کے لیے وقف تھا۔ قصہ یہ تھا کہ مولوی عامر عثمانی نے فراغت کے بعد دارالعلوم دیوبند میں تدریس کے لیے درخواست دی لیکن دارالعلوم دیوبند کو اس شخص کی قابلیت کا نقولہ اندازہ تھا اس لیے بار بار مراجعت کے باوجود ان کی درخواست رد کر دی جاتی اس پر ان کو کافی صدمہ ہوا اور رد عمل میں دیوبند شہر سے ایک رسالہ ”تجلی“ کا اجراء کر دیا اس دور میں حضرت مولانا محمد رفیع عروجی پر تھے اور انہوں نے اور مولانا اعجاز علی دیوبندی نے ابوالکلی مودودی کی بعض صریح دینی غلط فہمیوں کی وجہ سے انہیں ضال متخل کہا تھا تو جماعت اسلامی نے ور پر وہ اس رسالے کا سہارا لیا اور تجلی کے ذریعہ اکابر علماء دیوبند پر خصوصاً مولانا احمد علی لاہوری (جو مودودی کی تحفہ کر چکے تھے) کے خلاف خوب خوب زہرا لگایا۔ اس لیے ان مودودی تجلی کا کوئی حوالہ نہ ہم پر جوت ہے نہ ہم اس کے قلمدار۔

اب رہے وہ اشعار جو اس رضا خانی نے جلی سے بخش کیے تو اس میں بھی اس نے اپنی جدی پٹی بے ایمانی کا ثبوت دیا ہے۔ دراصل ماہنامہ جلی بابت فردوسی و ساریجہ ۱۹۵۵ء کے خاص نمبر میں ۱۳۴، ۱۳۵ تک ملائین العرب مکی دیوبندی اور صوفی ثاٹ شاہ بریلوی اور مولوی اگر گل دیوبندی کے فرضی ناموں سے مولوی عامر عثمانی نے ”مسجد سے بچانے تک“ کے عنوان سے ایک نہایت دلچسپ اور طویل مناظرہ درج کیا ہے جو پڑھنے کے قابل ہے اس میں صوفی ثاٹ شاہ بریلوی نے نثر میں جو کچھ کہا وہ الگ ہے اور قابل مطالعہ ہے۔ رضا خانی نے جو اشعار نقل کیے ہیں وہ صوفی ثاٹ شاہ بریلوی کے ہیں جو رسالہ مذکورہ کے ص ۱۳۴ میں مذکور ہیں۔ ص ۱۳۵ پر ملائین العرب کے جوابی اشعار مذکور ہیں کاشف اقبال میں اگر انصاف و دیانت کا مادہ ہوتا تو وہ جوابی اشعار بھی نقل کرتا کہ تصویر کے دونوں رخ سامنے آ جاتے مگر جن کے آباو اجداد کلمہ دینہ میں جھوٹ، مکر و فریب کرنے پر نہثر مانیں تو ان کی اولاد اگر پاکستان میں بیٹھ کر کٹر دیوبندت کر کے لوگوں کو دھوکا دے دے تو کوئی اچھے کی بات نہیں۔ ملاحظہ ہوا مائین العرب مکی دیوبندی کے اشعار ان رضا خانی اشعار کے جواب میں:

دعا کی دال کو کہتے ہو تم دعا کی دال	طالع چشم کرہ بڑی خطا کی ہے
یہ دال دولت و دنیا و دین سے ہے معور	دماغ دریدہ دال اس سے ہو گئے پر نور
غضب ہے سے تمہیں یا جوج کی نظر آئی	ضرور ڈوب گئی ہے تمہاری بیٹائی
نظر جہا کہ یا خدا کیا ہے ہے یہ	یقین و یثرب و یمن و صنعاء کی ہے یہ
کہا جو داؤ کو تم نے دین فردوسی کا	ثبوت دے دیا اپنی گناہ کوئی کا
اب کر دکھ وضو کا دقا کا داؤ ہے یہ	وقار و اعظ و اصال خدا کا داؤ ہے یہ
بدی کی ہے جسے کہتے ہو تم شرارت سے	وہ ہے محبت بریں برکت و بیمار کی ہے
جو تم نے نون میں مار تجسیم بھی دیکھی	تو کیا تصور تمہاری تو طاقت ہے کیا
سنو کہ نون ہے یہ نہایت و لطافت کا	نماز و نعت کا نیکی کا نور و نعت کا

جو تم نے دل میں وہ ثابت کی ہو سکتی	تو سمجھو اپنی غلطی اس سے ہو سکتی
اگرے یہ دال دیانت کی دوستی کی ہے	درو کی ہے دوا کی ہے کشتی کی ہے
بڑے ہی پاک حصار سے دیکھتا ہوں	حد کی جان چلی شیر دل پسند بنا

ان اشعار کے بعد ملا ابن العرب دیوبندی نے مناظرانِ امداد میں گفتگو جاری رکھی پھر لفظ بریلی کے متعلق فرمایا:

لفظ بریلی کے حروف کی حقیقت

بتاؤں تم کو بریلی کے سب حروف کا حال کہ حرفِ حرف میں یہاں ہے فطرتِ احوال جو ہے اس میں تو جنابِ بدعتوں کی ہے

آجے شور مچا ہوا اور مزید کچھ نہ پڑھا چکا..... الخ (اس کے بعد بریلی کے حروف کی تفصیل مولانا اگر گل دیوبندی نے صوفی ٹاٹ شاہ کے ملتے جلتے قافیہ اور ردیف میں کی ہے)

بدعتی و بدعت و بدکاری کی پا اس میں  
ریا و رجم و درگاہ کی علی ما اس میں  
یہودیت و یابو کی یا بھی ہے اس کے سوا اس میں  
لوہ و لغت و لالچ کی لام بھی ہے ان کے ہمنوا اس میں  
یارہ کوئی دیارِ فردشی کی یا بھی ہے اسے بے لہوا اس میں  
یہ یار لوگ دینِ فردشی میں مبتلا ہیں اور دیتے ہیں دغا اس

میں

یہ سب حروف ملے تو لفظ بریلی بنا  
شرک و بدعت و ختموں کا خوب دھندا چلا

اس کے بعد ملا ابن العرب مکی دیوبندی کے یہ اشعار بھی جمبلی ص ۱۳۶ پر مذکور ہیں ان کے ایک ٹکڑے لائے جس میں صوفی ٹاٹ شاہ اور ان کے ہمنواؤں پر چوٹ ہے۔

چھائیں مٹھائیں مٹھکی فضا میں عرسوں کا آیا رنگین زمانہ

اب دن گئیں گے قوالیوں میں راتوں کو ہوگا جشن شین  
ہم صوفیوں نے ہندوستان میں صدا دینے دینی مدینے  
دیوبندیوں کے حصہ میں آیا لے دے کہ تھا عربی مدینہ  
جو مانگتا ہے قبروں سے مانگو، نذرین پڑھا، سجدے گزارو  
خالق کی مسد ہیں عرش و کرسی قبریں ہیں عرش و کرسی کا تینہ  
اللہ قادر ہے خاک ہے لیکن مسدا نہیں وہ ہے واسطہ کے  
خواجه پیا کو آواز دینا جب ہو بھنور میں تیرا سفینہ  
دو چار ساغر پیئے دو د و اعظم روکو نہ ان کو قوال ہیں یہ  
ہم اہل دل کے سردار ہیں یہ ان کے ادب کا سیکو قرینہ  
راز تصوف، رمز طریقت، کیا خاک سمجھیں اہل شریعت  
ہم صوفیوں کی ہر صوفیت پر جنت ہے علم سینہ بہ سینہ

اس کے بعد صوفی ٹاٹ شاہ بریلوی اور ابن العربی مکی کی برعم خویش باحوال مناظرانہ گفتگو  
کے بعد پھر ملا ابن العربی مکی کے اشعار چنگی کے ص ۱۳ پر درج ہیں:

بخشش نہ ہوگی بندگی اولیا بغیر	قبلہ نظر نہ آئے قبلہ نہ بغیر
فیض قیور کلیر و اجیر کی قسم	اپنی تو کٹ رہی ہے مزے سے خدا بغیر
خواجه سے لوگی ہے تو قرآن سے عشق ہے	پیتے نہیں شراب بھی ہم قاتلہ بغیر
جب عرس ہی نہیں تو صلوة و زکوۃ کیا	ہوتی نہیں مٹاکی باطن خانا گانے بغیر
میں قاتلہ پڑھوں گا پلاؤ کی قاب لا	مٹا نہیں ثواب عبادت لفظا بغیر
ملا ہمیں بھی جیہ و دستار لاکے دے	چلتا نہیں ہے کام نمود و ریا بغیر

اس کے بعد صوفی ٹاٹ شاہ بریلوی اور ابن العربی مکی کی مناظرانہ نوک جھونک ہے پھر حبلی

ص ۱۳۸ پر ملا ابن العربی مکی کے یہ اشعار ہیں جن میں صوفی ٹاٹ شاہ پر چوٹ ہے:

کہتا ہے وجہ و حال تو خواجه کے در پہ آ  
نئے کہاں دھرے ہیں شریعت کے ساز میں

ہم نے تو اپنے خواجہ سے بہت بھی مانگ لی	تو کھو گیا فقہ کے نقیب و فراز میں
توایلوں کی تان پر ہے عرش کا سفر	گویا کہ از رہا ہوں ہوائی جہاز میں
کس کا گناہ کبھی شریعت کہاں کا دین	میں ہوں اسیر خواجہ رلف و دار میں

اس کے بعد یہ لکھ کر مجمع مست ہو گیا اور نعرے بلند ہوئے صورتی کوئی بھاگ گئے ملائی بڑبڑا  
باد اس کے بعد ۱۳۹۱ھ میں انگلیزى مثلث پیش کی ہے:

کو پہلے پ لکھی اس نے دو بارو پھر رلف لکھا	تیارا تونیا لکھ کر پھر بتایا جیم کا لٹکا
---	--

جو خط دکھا تو سید سنا تھا مگر لٹکا جناب الہ

بظاہر مئے کشمی ہے فی الحقیقت خوش خیال ہے	تصور کر کے خواجہ تیری آنکھوں کا چڑھا ہے
--	---

مڑے بھی لوتے ہیں اور لیتے ہیں شراب الہ

دل احمق اگر آئو بھاتا ہے بھانے دو	حسینوں کی گلی میں سرکھپاتا ہے کپانے دو
-----------------------------------	--

بھٹکا آئے تم دیکھنا خانہ خراب الہ

بھری برسات میں پینے سے ہم کو روکتا دعا	ادھے بارش میں خود موجود ہے لفظ شراب الہ
--	---

اعترافیں۔۔۔ دیوبندیوں کا حقائق و معارف کی تبلیغ کا طریقہ:

یہ عنوان قائم کر کے کاشف اقبال رضا خانی نے اپنی کتاب کے صفحہ ۳۸ پر حضرت حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ کے ماموں کے ایک واقعہ پر اعتراف کیا ہے  
یہی اعتراف دیوبندی مذہب کے صفحہ ۱۱۹، ۱۱۸ پر کیا گیا ہے جس سے کاشف اقبال نے سرت کیا  
ہے۔ راقم نے اس اعتراف کا جواب مجلہ نور مست کے شمارہ نمبر ۱۳ میں دیا ہے ملاحظہ ہو۔

ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ کے حوالے سے حضرت کے ماموں پر اعترافیں

کا مدلل جواب:

حکیم الامت مجدد دین و ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ کے ملفوظات  
علوم و معارف کا تحفہ ہیں شیخ الاسلام اساتذہ محترم حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی رحمہ

حدیث کے قاریغ تحصیل علماء کو خاص طور پر جن کتابوں کے مطالعہ کی تلقین کرتے ہیں ان میں سر  
فہرست مملوعات بحکم الامت ہے اس سے آپ ان مملوعات کی وقعت کا اندازہ لگا سکتے ہیں، پر  
عقل و شعور سے پیدل تعصب سے مملوب اہل السنۃ والجماعہ کے دیرینہ دشمن فرقہ رضائیہ کے  
علماء ان مملوعات پر مختلف قسم کے اعتراضات اپنی جہالت کی وجہ سے کرتے رہتے ہیں انہی  
اعتراضات میں سے ایک اعتراض مملوعات میں حکیم الامت رحمہ اللہ کے ماموں پر بھی ہے جسے  
بعض رضا خانی نام نہاد مناظرین نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اس مضمون میں ہم ان شاء اللہ  
اسی اعتراض کا مدلل و مشہور جواب دیں گے

**اعتراض:** ایک واقعہ ان ہی ماموں صاحب کا اور یاد آ یا حیدر آباد سے اول بار کا پتھر  
تشریف لائے تو چونکہ بچے بچے بہت تھے ان کی باتوں سے لوگ بہت مست اثر ہوئے عہد الرحمن  
صاحب مالک مطبع نکاحی بھی ان سے ملے آئے اور ان کے حقائق و معارف سن کر بہت عقیدہ  
ہوئے عرض کیا حضرت دعا فرمائیے تاکہ مسلمان منتفع ہوں ماموں صاحب نے اس کا جواب  
غریب آواز نہ دیا کہ کیا کہ خان صاحب میں اور وعظ صلاح کار کہا سن خراب کیا۔ پھر جب  
زیادہ اصرار کیا تو کہا ہاں ایک طرح کہہ سکتا ہوں اس کا انتظام کر دیجیے عبدالرحمن خان صاحب  
بے چارے شین بزرگ تھے کچھ ایسا طریقہ ہوگا جس کا انتظام نہ ہو سکے۔ یہ سن کر بہت اشتیاق  
ہوا پوچھا کہ حضرت وہ طریقہ خاص کیا ہے ماموں صاحب بولے کہ میں بالکل نکاہو کر بازار میں  
ہوا فروشوں کی طرح کر ایک شخص تو آگے سے میرے حضور تامل کو پکڑ کر بھینچے اور دوسرا پیچھے سے انگلی  
کرے اور ساتھ میں لڑکوں کی فوج ہو اور وہ یہ شور مچائے جائیں بھڑو ارے بھڑو ابھڑو ا ہے  
سے بھڑو اس وقت میں حقائق و معارف بیان کروں کیونکہ ایسی حالت میں کوئی گمراہ تو نہ ہوگا  
سب سمجھیں گے کہ کوئی مسخرہ ہے محل باتیں کر رہا ہے۔ (مملوعات)

**جواب:** مملوعات کی اس عبارت کو بنیاد بنا کر حضرت تھانوی رحمہ اللہ یا علمائے اہل السنۃ و  
الجماعہ پر بے ہودہ اعتراض کرنا نہ صرف جہالت بلکہ ضد و تعصب ہے۔

**اولاً:** اس لیے کہ جس عبارت پر اہل رضا خانیوں کو اعتراض ہوا وہ ”ملفوظات“ کی عبارت ہے اور بزرگانِ دین کے ملفوظات رضا خانیوں کے نزدیک معتبر نہیں ہوتے۔ چنانچہ منافیہ کسبہ جہنگ کا فلسفہ خود مولوی اشرف سرگودھی کا لڑکا مولوی نصیر الدین سیالوی اپنی کتاب میں ملفوظات کے حوالے سے لکھتا ہے:

”اس حدیث کو باوجود ادویوں کے ثقہ ہونے کے موضوع قرار دیا گیا ہے تو اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ اس واقعہ کے راوی ثقہ ہوں لیکن واقعہ صحیح نہ ہو۔۔۔ بزرگوں کے ملفوظات میں کچھ باتیں ان سے غلط منسوب ہو جاتی ہیں۔“

(عبارات اکابر کا تحقیقی تنقیدی جائزہ، ص ۶۱، ۶۲، ۶۳ مطبوعہ مکتبہ نعیمیہ کراچی)

پس جب خود رضا خانیوں کو بھی یہ اصول تسلیم ہے کہ بزرگانِ دین کے ملفوظات میں اکثر غلط باتیں ان سے منسوب ہو جاتی ہیں اس لیے ملفوظات پر مشتمل کتب معتبر نہیں ہوتیں اور بعض اوقات ناقل باوجود ثقہ ہونے کے ایسی بات نقل کر دیتا ہے جو غلط اور بے اصل ہوتی ہے، تو اس سب کے باوجود کیا حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ملفوظات کی اس عبارت کو قطعی اور اس واقعہ کو یقینی باور کر کے علمائے دیوبند پر اتنی گھنیا الزام تراشی کرنا کیا یہ کھلی ہوئی جہالت، ضد اور اپنے ہی وضع کردہ اصولوں سے انحراف نہیں؟

**ثانیاً:** اشرف السوانح کے اندر حضرت حکیم الامت مجدد دین و ملت رحمہ اللہ کے اس ماموں کا تفصیلی ذکر و سوانح موجود ہے اور ان کا شمار صوفیہ کے ”ملا متی فرقے“ میں کیا گیا ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:

”ان سب مجموعہ حالات نے انہیں بگھا پیسے بنا دیا تھا جیسا کہ درویشوں میں ایک ”فرقہ ملا متیہ“ مشہور ہے۔“ (اشرف السوانح، ص ۲۲۹ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

فرقہ ملا متیہ کیا ہے؟

قارئین کرام! ”فرقہ ملا متیہ“ صوفیہ میں ایک گروہ ہے جو عوام کے درمیان ایسے افسانے کا



اور کتاب کرتے ہیں جن کو لوگ اچھا نہیں سمجھتے اور ان کا مقصود ان افعال سے لوگوں کے درمیان اپنے نفس کے تکبر کو ختم کرنا ہوتا ہے تاکہ جب لوگ ان کاموں کی وجہ سے ان کو برا بھلا کہیں گے تو ان کے نفس کا تکبر اٹا اور بڑا پختہ ہوگا جو اصلاح باطن کی روح ہے۔

ولی کامل حضرت غنی بخویری رحمہ اللہ المعروف داتا صاحب اس گردو کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

سبلکت طائفة من المشائخ الطريقة طریقی الملامة، و الملامة خلوص  
الحبة نادر عظیم، و مشرب تاجر۔ (کشف المحجوب، ص ۲۵۹)

[ترجمہ] مشائخ طریقت کی ایک جماعت نے ملامت کا طریقہ پسند فرمایا ہے۔ کیونکہ ملامت میں ظلم و محبت کی بڑی تاثیر اور لذت کامل پوشیدہ ہے۔

پھر آگے حضرت "لامت" کی تین قسمیں بیان کرتے ہوئے تیسری قسم کا تعارف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

و ملامة التارك هي ان يكون الكفر والضلال الطبيعي مشمكداً من شخص  
حق يقول بترك الشريعة والتباعد عنها، ويقول ان ما يفعل ملامة ويكون هذا  
طريقة فيها، امر من يكون طريقه الاستقامة وعباده من اوله النفاق والكذب  
عن الرياء فلنكا خوف علمه من ملامة الخلق ويكون في كل الاحوال على  
مسلكه ويستوى لديه اي اسم يسو له به۔ (کشف المحجوب، ص ۲۶۱)

[ترجمہ] (لامت) کی ایک تیسری قسم ہے کہ دل میں تو کفر و ضلالت سے طبعی نفرت بھری پڑی ہو  
بظاہر شریعت کی اتباع نہ کرے اور خیال کرے کہ ملامتی طریقے پر ایسا کر رہا ہوں اور یہ ملامت کا  
طریقہ اس کی عادت بن جائے اس کے باوجود دین میں مضبوط اور راست رہے لیکن ظہار طور پر  
بفرض ملامت اتفاق دے یا کہ طور طریقے پر دین کی خلاف ورزی کرے اور مخلوق کی ملامت سے بے  
خوف ہو کر وہ ہر حال میں اپنے کام سے کام رکھے خواہ لوگ اسے جس نام سے چاہیں پکارتیں۔

لیکن حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے یہ ماموں بھی ملامت کے اسی فرقے سے تھے اور بظاہر اس

طرح کی باتیں کر کے ان کا مقصد یہی تھا کہ لوگ ان پر ملامت کریں اور یوں یہ اپنے مقصود کو پہنچے۔ کئی افسوس کی بات ہے کہ آج کے رضا خانی حضرت علی تجویری رحمہ اللہ المعروف ۱۳۱ صاحب کے نام پر عوام کے گلے کااری ہے مگر دوسری طرف صوفیہ کے جس فرتے کو وہ اولیاء اللہ میں شمار کر رہے ہیں اس پر آج کے یہ رضا خانی اس طرح کے بے ہودہ اعتراض کر رہے ہیں۔ اسی ملاحتی گروہ کی صفات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ملاحتیوں کی طبیعت کسی امر سے اتنی نفرت نہیں کرتی جتنی لوگوں میں عزت و منزلت پانے سے انہیں نفرت ہوتی ہے:

اعلم ان هذا الطبع لا يكون اشد نفورا من حضرة الله تعالى بشيخ الا بالقدرة الذي يكون كالفيا لجاء الخلق: (كشف المحجوب: ص ۲۶۳)

پس حضرت کے ان ساموں کا مقصد بھی اس قسم کی باتوں سے یہی تھا کہ لوگ انہیں ملامت کریں اور اس طرح یہ اپنے مقصود کو حاصل کریں۔ حضرت تجویری رحمہ اللہ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ کا واقعہ اسی باب میں نقل کرتے ہیں:

ويروي عن السيد ابراهيم بن احمد رحمه الله انه سئل ارأيت نفسك عن قدر بلغت المراد اهدا قال نعم رأيت ذالك مرتين مرة كنت قد بدت سفيهة لم يعرفني بها احد و كنت اليك خلقا وقد طال شعري و كنت على حال كان اهل السنة معه يسخرون مني و يهزأون بي، و كان مع القوم مهرج ياتي ان كل لحظة و يشد شعري و ينزعني مني و يستخف بي على سبيل السخرية و كنت اجدل نفسي على مرادى افرح بذل نفسي الى ان بلغ السرور يوم ما شايته بان قام المهرج و تمول على: (كشف المحجوب: ص ۲۶۵)

[ترجمہ] حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ سے کسی نے سوال کیا کیا آپ نے بھی اپنے مقصد میں کامیابی دیکھی؟ انھوں نے فرمایا ہاں دو مرتبہ ایک اس وقت جب میں کشتی میں سوار تھا اور کسی نے مجھے نہیں پہچانا کیونکہ میں پہنے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھا اور بال بھی بڑھ گئے تھے ایسی حالت

میں کشتی کے تمام سوار میرا مذاق اڑا رہے تھے ان میں ایک مسخرہ اتنا جڑی تھا کہ وہ میرے پاس ہنکریں بولنے لگا اور میرا مذاق اڑانے لگا۔ اس وقت میں نے اپنی مراد پائی اور اس غراب لہاس اور فکستہ حالی میں مسرت محسوس ہوئی یہاں تک میری یہ مسرت باریں سبب انتہاء کو پہنچی کہ وہ مسخرہ انہما اور اس نے مجھ پر پیشاب کر دیا۔

غور فرمائیں کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ماسوں کی بات اور حضرت ابراہیم بن ادرہم رحمہ اللہ کے اس واقعہ میں تال کے اعتبار سے کیا فرق ہے؟ حضرت ابراہیم بن ادرہم رحمہ اللہ کو رہے ہیں کہ وہ شخص انہما بچا ہوا تھا آلہ حاصل مجھ پر پکڑ کر پیشاب کر دیا اور اسی وقت میں مراد کو پہنچا اور اسی قسم کی بات حضرت کے ان ماسوں صاحب نے کئی فرق یہ ہے کہ انہوں نے صرف ایسی خواہش کا اظہار کیا اور حضرت ابراہیم بن ادرہم رحمہ اللہ اس بات کو بالفعل ذکر کر رہے ہیں۔

غرض اس گروہ کا مقصود اسی قسم کی باتیں یا حرکات کر کے اپنے مقصود تک پہنچنا ہوتا ہے مگر یہ باتیں ان رضا خانی جالوں کو کون سمجھائے جنہیں تعصب نے اندھا بہرا کر دیا ہے۔ لیسکن یاد رہے کہ جمہور مشائخ نے اس طریقہ اسلاح نفس کو پسند نہیں کیا۔

**الثالث:** اشرف السوانح جلد اول صفحہ ۵۶، ۵۷ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے یہ ماسوں ”مخدوب“ بھی تھے۔ اور محاذیب کے متعلق رضا خانی بھی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ مرفوع القلم ہوتے ہیں ان سے قطعیات ظاہر ہوتی ہیں بلکہ منطقی حقیقت قرینہ بریلوی صاحب نے تو ”گستاخ کون“ میں اپنا پورا ایک رسالہ قطعیات اولیاء کے بارے میں شامل کیا ہے۔ پس حضرت کے یہ ماسوں بھی چونکہ مخدوب تھے لہذا ان کے اس قول کو جو ملفوظات میں مذکور ہے ہمیں اس کو ان کی شیط پر معمولی کرنا چاہیے رضا خانوں کو شرم کرنی چاہیے کہ محاذیب کے متعلق تو بقول بریلویوں کے فرشتے بھی اپنے قلم روگ لیتے ہیں مگر ان کم بختوں کے قلم یہاں بھی چلنا شروع ہو جاتے ہیں۔

احمد رضا خان صاحب کے ملفوظات میں ایک مخدوب کا واقعہ ان الفاظ میں مذکور ہے:

”سچے مجذوب کی یہ پہچان ہے کہ شریعت مطہرہ کا کبھی مقابلہ نہ کرے گا حضرت سیدی موسیٰ سہاگ مشہور مجذوب میں سے تھے احمد آباد میں حزار شریف ہے۔ میں زیارت سے مشرف ہوا ہوں۔ زمانہ وضع رکھتے تھے ایک بار قحط شد بد پڑا بادشاہ وقاصی جمع ہو کر حضرت کے پاس دعا کے لیے گئے انکار فرماتے رہے کہ میں کیا دعا کے قابل ہوں جب لوگوں کی آواز اری حد سے گزری ایک پتھر اٹھایا اور دوسرے ہاتھ کی چوڑیوں کی طرف لائے اور آسمان کی طرف جانب منہ اٹھا کر فرمایا جینہ بھیجے یا اپنا سہاگ لےجیے یہ کہنا تھا کہ کھنائیں پیائیں کی طرح اذائیں اور جل قہل بھرو گئے۔ ایک دن نماز جمعہ کے وقت بازار میں جا رہے تھے ادھر سے قاضی شہر کہ جامع مسجد کو جاتے تھے آئے اور انہیں دیکھ کر امر بالمعروف کیا کہ یہ وضع مردوں کو حرام ہے مردانہ لباس پہنیے اور نماز کو چھپے اس پر انکار و مقابلہ نہ کیا چڑیاں اور زیور اور زنانہ لباس اتار مسجد کو ہو لیے خطبہ بنا جب جماعت دم اٹم ہوئی اور امام نے تکبیر تحریر کی اللہ اکبر سنتے ہی ان کی حالت بدلی فرمایا اللہ اکبر میرا حسن و خوبی لا یسوت ہے کہ کبھی نہ مرے گا اور یہ مجھے پیو کیے دیتے ہیں اتنا کہنا تھا کہ سر سے پاؤں تک۔ اس سرخ لباس تھا اور وہی چوڑیاں۔“ (مخطوطات: حصہ دوم، ص ۲۰۸، تاریخ یک سال لاہور)

آل قاریون ثواب احمد رضا خان بڑی بیچ کی ذکر کردہ اس حکایت سے مستدرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:

(۱) یہ موصوف جیسے خان صاحب اولیاء اللہ میں شمار کر رہے ہیں زنانہ لباس پہنتے تھے۔  
مردوں پر حرام ہے بلکہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایسے مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں۔

(۲) لباس بھی سرخ یہ بھی مردوں کے لیے جائز نہیں۔

(۳) زیورات جو ظاہر ہے طلا کی ہوں گے یہ بھی مردوں کے لیے حرام۔

(۴) موصوف نماز جمعہ تک نہیں پڑھتے تھے اور اس مبارک وقت میں بازاروں میں گھومتے تھے جو انھیں البلا والی اللہ ہیں۔

(۵) موصوف کا دعویٰ تھا کہ مرد ہونے کے باوجود معاذ اللہ کسی کی بیوی ہیں۔

(۶) ان صاحب کا دعویٰ تھا کہ ان کے خاوند کی لایموت جس کی شان اللہ اکبر ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان کے خاوند ہیں۔ استغفر اللہ۔ نقل کفر کفر نہ باشد۔

اب ان تمام کفریات و بکواسات کے باوجود، بقول نواب بریلی کے یہ موصوف اللہ کے اچھے بڑے ولی اور مستجاب الدعوات تھے کہ لوگ ان سے دعاؤں کی درخواست کرنے آتے تھے ان کی دعاؤں سے ہار میں برکتی تھی قحط سالی دور ہوتی تھی، پس ان تمام کفریات و غیر شرعی امور کے ارتکاب کے باوجود جو تاویل ان صاحب کو ولی ثابت کرنے کے لیے رضا خانی صاحبان کریں وہی تاویل ملفوظات کے مندرجہ بالا حوالے کے حاشیہ پر بھی رقم فرمادیں۔

اسی طرح ان کی سوانح حیات میں ایک مجذوب کا ذکر ان الفاظ میں ملتا ہے:

”ایک مرتبہ خور (اعلیٰ حضرت نے فرمایا بریلی میں ایک مجذوب بشیر الدین انور زادہ کی مسجد میں رہا کرتے تھے جو کوئی ان کے پاس جاتا تھا کم سے کم پچاس گالیاں سناتے تھے مجھے ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا شوق ہوا۔۔۔۔۔“

(حیات اعلیٰ حضرت: ج ۱، ص ۱۰۰۔ تجلیات و اسرار رضا: ص ۷۳، برکاتی جلیب شریذ کراچی)

کیسے یہاں تو ایک مجذوب عورتوں کا لباس پہن کر خود کو اللہ کی بی بی معاذ اللہ باور کرا رہے ہیں اور دوسرے مجذوب صاحب ہمیشہ نگہ رہتے اور خوب موٹی موٹی گالیاں لوگوں کو دیتے مگر اس کے باوجود احمد رضا خانی صاحب نہ صرف ان کی تائید کرتے ہیں بلکہ ان سے دعا کیا لیجئے جاتے ہیں۔ پس جو جواب رضا خانی ان دودھات کادیں وہی ہماری طرف سے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے اس ماموں کے متعلق تصور کر لیں۔

ماکان جو ابکھ فہو جو ابدا

(ابتدا: معترضین ”ملفوظات“ کی عبارت نقل کرنے میں بدترین خیانت کا ارتکاب کرتے ہیں۔ معترضین اگر ملفوظات جلد ۹ صفحہ ۲۱۲ کا حوالہ دیتے وقت اگر ملفوظات جلد ۹ صفحہ ۲۱۳ یعنی اس سے اگلے صفحے کی عبارت بھی نقل کر دیتے تو ہمیں اس کا جواب دینے کی بھی ضرورت

پیش نہ آئی۔ اس ملفوظ کے اگلے صفحے پر ہی حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا قول موجود ہے کہ ان کی انی باتوں اور حرکتوں کی وجہ سے میں نے اپنے ان ماموں سے ترکِ تعلق کر دیا تھا اور ان کے لیے دعا کی تھی کہ خدا آپ کو شریعت کی اتباع کی توفیق دے اور حضرت حاجی صاحب کے خواب کا ذکر بھی کیا کہ مجھے ان کے پاس بیٹھنے سے منع کیا۔ ملاحظہ ہو:

”گو میرے ماموں تھے مگر پھر بھی میں نے اوروں کی مصلحت کی خاطر ان سے بالکل کسنا کر دیا تھا۔ اور حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ نے بھی روحانی و تنگیری فرمائی خواب میں فرمایا کہ اپنے ماموں کے پاس مت بیٹھا کرو غارش ہو جائے گی۔ اہل تعبیر نے بتایا کہ غارش اور چڑام کی تعبیر بدعت ہے چاہے غلبہ حال سے معذور ہوں لیکن حقیقت تو بدعت ہے میں نے دیکھا کہ ماموں پر ان سے میرے تعلق کا برا اثر پڑتا ہے جب یہاں تک بدعت پہنچ گئی اور اصرار دیکھا کہ جس غرض سے میں نے ان سے رجوع کیا تھا وہ غرض بھی حاصل نہ ہوئی یعنی رفع پریشانی بلکہ اور ان کی پریشانی بڑھ گئی اور اب سے عذر کرو یا اور اب سے تعلق بھی کر دی یعنی میں نے ان کو خطا میں یہ بھی لگھوڑا کر میں دیا کرتا ہوں کہ آپ کا حال اور قال شریعت کے موافق ہو جائے۔“

(الافاضات الیومیہ: ج ۹ ص ۲۱۳ مطبوعہ دارالافتاءات اتریں)

پس جب خود حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ان مجذوب کے ان افعال کو غیر شرعی قرار دیکر ان سے اعلیٰ کا کھپار کر دیا بلکہ ان کے لیے دعا بھی کی ان کو تنبیہ بھی کی تو اس کے باوجود ان تمام افعال کو ان کے سر تھوپنا اور اس کو بنیاد بنا کر پوری جماعت کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا کیا کہا جائے؟

باقی جو بعض معترضین اس ملفوظات کی بنیاد پر دشنام طرازی کرتے ہوئے حضرت مفتی اوی رحمہ اللہ سے اپنے دلی بغض کا اظہار کرنے کے لیے یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم تھانوی صاحب کے ماموں کو..... یا تھانوی کو ان کے ماموں کی نسبت سے..... ماموں کا بھانجا کہہ دیں تو دیوبندیوں کو برا نہیں منانا چاہیے تو اگر اس کے جواب میں ہم احمد رضا خان کے مندرجہ ذیل شعر کو بنیاد بنا کر

احمد رضا خان کو "آوارہ گشت" کہنے لگ جائیں تو یقیناً آپ کو برا نہیں لگنا چاہیے:

کوئی کیوں پچھتے تیری بات دہنا تجھ سے کتنے بڑا درد بھرتے ہیں

(حدائق بخشش: حصہ اول، ص ۳۴ ردیہ علیہ السلام کراچی)

باز آ اپنی خوشی بد سے یاد درد ہم بھی سنائیں گے دوچار

بریلوی اپنے گھر کی خبر لیں:

میاں شیر محمد شرقپوری کے بارے میں ان کے سوانح نگار نے لکھا:

"شرقپور شریف کا واقعہ ہے میاں صاحب ایک صبح اپنے مکان میں بیٹھے تھے ان کا مکان رفت رفت ایک خانقاہ کی شکل اختیار کر گیا تھا چنانچہ ایک بڑا حیا اندر چلی آئی اور بڑے درد سے بولی بابا! باتم بہت سے لوگوں سے سلوک کرتے ہو میری بھی ایک آرزو پوری کر دو۔ میں نبی کریم ﷺ کا روضہ دیکھنا چاہتی ہوں۔ میاں صاحب نے نرمی سے کہا مانی درد و شریف پڑھا کر اور پڑھتے وقت خیال کر لیا کر دکھ دوں گا۔ بڑا حیا نے اسی وقت یہ تصور کر کے درد و شریف پڑھا اور بے اختیار پکار اُٹھی "خدا کی قسم میں دو حقے کے سامنے ہوں۔ میں روئے کے سامنے ہوں"۔ میاں صاحب نے یہی خوشامی پریش پڑ گئے اور یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ:

"لوگ کسی بھڑوے کا پردہ بھی نہیں رہنے دیجئے"

بھڑوے کا لفظ انہوں نے اپنے لیے کہا تھا نقل میں تبدیلی آدرا ہے اس لیے یہاں ہم نے سب لفظ دہرایا ہے وہ اس طرح اپنا نفس مارے تھے۔ یہ شیوہ میاں صاحب کی کاغذیں مستاتاموروں میں بہت سی دیکھی جاتی ہیں۔ (منہج انوار، ص ۳۹ مملوہ عاویسی ج ۱، مثال کو جراتوال)

اس کتاب کو مرتب کرنے والے بریلوی بھر طریقہ تخیل احمد شرقپوری کے صاحبزادے جلیل احمد شرقپوری ہیں۔ بقول بریلویوں کے خود کو "بھڑوا" کہنا نفس کو مارنے کا ایک طریقہ ہے اور اس کی نامور لوگوں یعنی بزرگان دین میں بہت سی مثالیں ملتی ہیں اب اگر ہم اس واقعہ پر شرم دیا کا جامہ اتار کر اسی طرح لب کشائی کریں جس طرح رضا خانی مملوہ غلات کی عبارت پر کرتے ہیں تو یقیناً ہمیں برا نہیں لگنا چاہیے کہ

ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہو ویسی سنو

الحمد للہ راقم کا یہ دعویٰ آج پھر سچ ثابت ہوا کہ میرے اکابر کی یہ کرامت ہے کہ رضاف ان  
معرض ان کی جس عبارت پر اعتراض کریں مجھے اسی مضمون کی عبارت ان کے گھر سے بھی مل  
آئے گی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆



اہل الیوم والجماعہ پر تین سو (۳۰۰) سے زائد اعتراضات کے جوابات پر مشتمل  
مبارکات اکابر پر پہلا مکمل انسائیکلو پیڈیا

# دفاع اہل الہنۃ والجماعۃ

باب دوم

علمائے دیوبند پر اللہ تعالیٰ کی توہین کا الزام اور اس کا جواب

مؤلف

مناظر العدل مست

حضرت مولانا ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ

تصحیح و نظر ثانی:

خطیب اہل السنۃ

حضرت مولانا عبد اللہ صاحب قاسمی حفظہ اللہ

باہتمام: ظفر احمد نعمانی

شعبہ نشر و اشاعت

لاورہ تحقیقات (۱۰۱) السنۃ والجماعۃ (الہند)

## باب دوم

### علمائے دیوبند پر اللہ تعالیٰ کی توہین کا الزام اور اس کا جواب

”علمائے دیوبند اور تو حید خداوندی“

یہ عنوان قائم کر کے مولوی کا شفق اقبال رضا خانی صاحب لکھتے ہیں:

”علمائے دیوبند کی تو حید کو فکریہ

آج دیوبندی بڑے موجد اور تو حید کے ٹھیکیدار بنے پھرتے ہیں ہم ان کے تو حید باری تعالیٰ کے متعلق عقائد ان کی مستند کتب سے پیش کر رہے ہیں۔ ان کے موجد ہونے کا اندازہ لگائیں۔“

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۴۹)

**جواب:** الحمد للہ ساری دنیا اس بات کو جانتی ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ عقیدہ تو حید پر کاربند

ہیں اسی عقیدے کے مبلغ ہیں اور رضا خانی مشرک، شرک کی سمجھتی کے کسان ہیں۔ رضا خانیوں

کے ساتھ ہمارا بنیادی اختلاف ہی تو حید و شرک کا ہے۔ رضا خانیوں کو تو ”تو حید“ کے لفظ سے ہی

خدا واسطے کا حیر ہے تو زمان رضا خانیت کیوں عوام کو دھوکا دیتا ہے تمہارے نزدیک تو تو حید ہے

نہی وہابیوں کی ایجاد ہے۔ ملاحظہ ہو تو حید سے ان کی دشمنی۔

### بریلویوں کی تو حید دشمنی

از قلم: قاری رضا خانیت حضرت مفتی نجیب اللہ عمر صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ تو حید کی تصدیق کے بغیر ایمان جس طرح معدوم ہے

ہے ایسے ہی محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر دعویٰ اسلام کی کوئی حقیقت نہیں۔ یہ دعویٰ عشق رسالت

صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار تھا کہ علمائے دیوبند نے دین کے ہر میدان میں اول دستے کے طور پر کام کیا

(یہ ایک الگ موضوع ہے)۔

دونوں چیزیں (۱) تو حید خداوندی (۲) اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایمان کی بنیادیں ہیں بلکہ

اصل ایمان تھا۔ ان ہر دو میں سے کسی کا بھی انکار کفر اور ذندق ہے۔ دعویٰ توحید مشق و رسالت  
 علیہ السلام کے بغیر سراسر کفر ہے، اور دعویٰ مشق و رسالت کی علیحدگی توحید کے بغیر شرک محض ہے۔ بالفاظ  
 دیگر مشق و رسالت سے صرف نظر کرنے والا مسودہ اگر دینِ خوارج کا پیروکار ہے تو توحید کے اقرار  
 اور تصدیق کے علاوہ مشق و رسالت میں علیحدگی کا دعویٰ سرتاپا کفر، الجاد، شرک اور دینِ ابیوسف الحی کا  
 اتباع ہے۔ ہماری مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو خود کو ”رضا خانی بریلوی“ کہلاتے ہیں اور توحید  
 سے ان کو ایسی چیز اور الرجی ہوتی ہے کہ اس سے بغض و عداوت کا اظہار ان کے چہروں کے  
 خد وخال سے بھی ہونے لگتا ہے۔ یہ لوگ توحید کا انکار کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے اور  
 لفظ توحید کا مذاق اڑا کر اپنا شمار شرکیں کی فہرست میں کروانے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے،

خصوصاً شرکوں کی بداد سے

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے

### لفظ توحید کا ثبوت قرآن سے:

تاریخ الحنفیت و جماعت اقرآن مجید کے آخری پارے کی سورۃ غلام (قل هو اللہ  
 احد) کو ان سے مسلمان کی نظروں سے اوجھل ہے، مفسرین کرام نے اس سورت کے چہاں  
 بہت سے ثقلم ناموں کا ذکر کیا ہے ان میں سے ایک ”سورۃ التوحید“ بھی ہے گویا لفظ ”احد“ اور  
 ”فاحد“ سے صرف نظر خود لفظ ”توحید“ بھی قرآن کی ایک سورۃ مبارک کا نام ہے۔

مشہور مفسر الحنفیت امام رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”واعلم ان كثرة الالفاظ تدل على مزيد الفضيلة والعرف يشهد لما ذكرنا  
 فاحدها سورة التطهيد وثانيها سورة التجريد وثالثها سورة التوحيد“

(تفسیر کبیر: ج ۱ ص ۷۰-۳)

ان کے علاوہ رازی رحمہ اللہ نے سورۃ غلام کے ایک نام سورۃ توحید کا بھی ذکر کیا ہے۔

علامہ لوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وصحبت بها لما فيه من التوحيد ولذا سميت ايضا بالاساس فان التوحيد

اصل لسانہ اصول الدین“ (روح المعانی: ج ۱ ص ۶۹۳)

اس مقام پر علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے سورہ اخلاص کو سورہ توحید کے نام سے یاد فرمایا اور اس طرح تفسیر میں صفحہ ۳۶۱ میں بھی اس کو سورہ توحید کہا گیا۔

### لفظ توحید کا ثبوت احادیث سے:

(۱) ان عائشۃ قالت کان رسول اللہ ﷺ اذا ضعی اشتغری کبشین... قال فیلج احدہما عن امته من اقر بالتوحید... الخ.

(مسند امام احمد: ص ۹۱۲ رقم الحدیث: ۲۵۲۷)

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ کی قربانی کا ذکر ہے کہ آپ ﷺ نے دو بے زنا فرمائے اور فرمایا ان میں سے ایک توحید کا اقرار کرنے والوں کی طرف سے ہے۔

(۲) ان عمروا سال النبی ﷺ عن ذالک فقال اما ابوک فلو کان اقر بالتوحید فصحت و تصدقت عندہ نطع ذالک.

(معجم الزوائد: ج ۳ ص ۱۹۵، مسند احمد: ج ۱ ص ۱۷۹)

خاص بن وائل (جو کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے والد تھے اور زمانہ جاہلیت میں فوت ہو چکے تھے) اور ہشام بن محمد (جو کہ عاص بن وائل کے بیٹے اور صحابی تھے) اپنے والد کی طرف سے اپنے حصہ کے پچاس بدنہ کا غز کر دیا، عمرو بن العاص نے نبی کریم ﷺ سے اس بارے میں پوچھا کہ (میں ان کی طرف سے قربانی کر سکتا ہوں یا نہیں) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر توحید کا اقرار کرے گا تو اس کی طرف سے صدقہ کر لو اس کو قائمہ پہنچے گا۔

### لفظ توحید کا استعمال اہلسنت کے ہاں:

(۱) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سعید بن جبیر و ابراہیم نخعی اور تابعین رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے آیت وَمَا يَدْعُونَ إِلَّا لِيُكْفَرُوا وَكَفَرُوا کی تفسیر نقل کرتے ہیں کہ: قالوا اذا خرج اهل التوحید من النار و ادخلوا الجنة يود الذلک کفروا و

کا تو مسلمین (ترمذی: ج ۲ ص ۹۳)

[ترجمہ] جب اہل توحید (یعنی مسلمان مسحدین) کو جہنم سے نکالا جائے گا اور جنت میں داخل کر دیا جائے گا تو کافر لوگ پارہ پارتنا کریں گے کہ کیا خوب ہوتا اگر وہ مسلمان ہوتے (بیان القرآن) (۲) امام ترمذی رحمہ اللہ کے فرماتے ہیں کہ:

”ووجه هذا الحديث عن بعض اهل العلم ان اهل التوحيد سيدخلون الجنة... الخ“

[ترجمہ] یعنی اہل علم نے اس حدیث کی توجیہ یہ بیان کی ہے کہ اہل توحید (یعنی مسحد مسلمان) کو عقیقہ جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

(۳) ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص نے جھوٹی قسم کھائی لا الہ الا اللہ کے ساتھ اللہ نے اس کی مغفرت کر دی اس حدیث میں امام شعبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ  
”من قبل التوحيد“۔ (مسند احمد: ص ۱۱۲۴ من ابن زبیر)

(۴) علامہ بیضاوی رحمہ اللہ و محدث کرم الرحمن ہمہ کاترین کی تفسیر میں فرماتے ہیں:  
”ای بالتوحيد“

(۵) مام علی قاری حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”انما جاء الانبياء لبيان التوحيد“۔ (شرح فقہ اکبر: ص ۱۱)

(۶) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”اعلم ان للتوحيد اربع مراتب“۔ (فتاویٰ الہامیہ: ج ۱ ص ۱۱۹)

تفسیر احادیث اور علماء اہلسنت کے ان اقوال سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ لفظ ”توحید“ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا استعمال شدہ لفظ ہے اور قرآن کی ایک مکمل سورہ کا نام سورہ توحید ہے اور توحید والے ہی جنت میں جائیں گے۔ ہم نے یہاں لفظ توحید اور عقیدہ توحید کی اہمیت کی وجہ سے چھٹی اقوال نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے ورنہ توحید کا تعلق اعتقاد سے ہے کتب اسلام اس کے استعمال کے اثبات سے بھری پڑی ہیں

موجودہ ہیں جو غیر اللہ کے آئے نہیں تھکتے وہ پیشانی پر داغ شرب گلوایا نہیں کرتے ان تمام حوالوں کے بعد شاید کوئی کوڑھ مغز، عقل و خرد اور جاہل مشرک ہی اس لفظ کا ذکر کر سکتا ہے ورنہ عقل مند کے لیے اسے دلائل کی بھی ضرورت نہ تھی۔ کسی گاؤں و یہاں کے ہاں نا علم مسلمان سے بھی اس توحید کے اعتقاد کے بارے میں دریافت کیا جائے تو وہ بھی یقیناً اس کی اہمیت بیان کر دے گا۔

لیکن افسوس! افسوس! کہ ہمارا جن لوگوں سے پالا پڑا ہے وہ اگرچہ خود کو اہل سنت کہلاتے ہیں مسلمان اور عاشق رسول ہونے کے دعویدار ہیں لیکن توحید کا یکسر انکار کر دیتے ہیں اور اس کے خلاف ایسی موٹر گاڑیاں ان کی کتب میں پائی جاتی ہیں کہ الامان والنجیظ۔

بریلویوں کی توحید دشمنی:

بریلوی جماعت کے حکیم الامت مفتی احمد یار محمد آل صاحب کے صاحبزادے مفتی اقتدار احمد خان بھی لکھتا ہے کہ:

”وہابیوں نے سات لفظ اپنی مرضی سے اپنے دین میں ایجاد کر لیے ہیں جن کا قرآن وحدیث میں کہیں ذکر نہیں ہے۔ آج تک کوئی ثبوت اسے نہ دے سکا (۱) لفظ توحید (۲) لفظ موجد۔ کتب تصول میں وہابیوں نے ہی ان لفظوں کی ملاوٹ کی ہے۔ اولیاء اللہ خلاف قرآن وحدیث ایسے لفظ استعمال کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔“ (شرعی استفتاء ص ۱۳ بھی کتب خانہ لاہور)

قارئین اہل سنت! ہمارے مذکورہ حوالہ جات دیکھ کر خود ہی فیصلہ کر لیجیے کہ ان الفاظ کو ہم نے ایجاد کیا ہے یا خود مفسرین بلکہ مستند احمد کی روایت میں تو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس کا ثبوت ہے۔

علم و عمل کی یہ کوتاہی قلب و نظر کی سیہ گراہی آج کا انسان تو بہ کتنا ہے انجام سے غافل۔

یہی صاحبزادہ صاحب لکھتے ہیں کہ:

”مقالات غوث اعظم میں لفظ توحید اور لفظ موجد کا استعمال کرنا بعد کی ملاوٹ ہے بھلا غوث اعظم

ایسے لفظ کون استعمال فرماتے جو اللہ و رسول کو پسند نہیں؟

(شرعی استفتاء نمبر ۲۴ بریلی کتب خانہ لاہور)

اس کا تو ہم اثبات کر چکے ہیں کہ لفظ تو حید کس کی ایجاد ہے لیکن سوال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک لفظ کا استعمال فرما چکے ہیں لیکن آپ کو وہ پسند نہیں؟ سچ کہوں۔ تو انھیں رسول اللہ ﷺ سے عداوت ہے، دشمنی ہے، دعویٰ عشق صرف ظاہری نمود و نمائش کے لیے ہے تاکہ اہل افریقہ اور یمن سے نا آشنا مسلمانوں کا ایمان اور مال لوٹ کر اہل یمنی مشن کی تکمیل کر سکیں اور اپنے حرم کی آگ بجھا سکیں۔ اللہ عقیدے کی بدلتی سے بچائے۔ آمین۔

حضرت کی ہرزہ بانی کچھ مستند نہیں کہنے کی ایک حد ہے کہنے کی حد نہیں۔ وہ ان پر محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کے سنی تھے۔ اور رسول کریم ﷺ کے لیے مائن تھے انہوں نے اس لفظ کا استعمال اس لیے کیا ہے کہ میرے اور ان کے آقا کریم ﷺ نے اس کا استعمال کیا۔ حضرت جیلانی رحمہ اللہ کوئی بدعتی بریلوی تو تھے نہیں کہ ان کو یہ لفظ پسند نہ آتا اور بعد کی ایجاد معلوم ہوتا۔

صاحبزادہ احمد گجراتی صاحب آگے لکھتے ہیں کہ:

"اللہ و رسول کو لفظ ایمان اور لفظ مومن۔۔۔ وغیرہ۔۔۔ پسند نہ آتے تو حید اور موحّد۔"

(ایضاً: ص ۲۳)

نصیر الدین گولڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ "جب آدمی کے دل سے نور تو حید کی نعمت سلب کر لی جاتی ہے۔" صاحبزادہ صاحب اس پر تبصرہ و تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

انفالہ۔ یہ نور تو حید کیا چیز ہے؟ اس کا ثبوت وہ جب لفظ تو حید ہی ثابت نہیں تو نور تو حید کہاں سے آیا؟

تو انکی کرام اغور فرمائیں تو حید سے بغض و عداوت کس وافر مقدار میں موجود ہے اور شرکیہ تاثرات کا کتنا گہرا اثر ہے تو حید کا نام سنتے ہی آپ سے باہر ہو جاتے ہیں۔ کیا ان حضرات کے

تعارف کے لیے مزید واکل دور کا درجہ؟ جو اس قدر اسلام و شیعہ پر کمر بستہ ہیں۔  
 بریلوی حضرت کے کوئی القاب والے مولوی فیض احمد اُنکی بریلوی لکھتا ہے کہ:  
 "توحیدی عقیدہ و رسالت و ولایت سے دور کرنے کی ایک یہود پانہ سازش ہے۔"

(فصل الوحید، ص ۱)

استغفر اللہ والیاذ باللہ "توحیدی عقیدہ" کو یہودیانہ سازش کہنا اور رسول اللہ ﷺ کے  
 پسندیدہ جیسے کی اس طرح توہین کرنا کیا یہ حرکت اسلام و فصل کا کھلا ثبوت نہیں؟ کیا ایسے توحید  
 دشمنوں کا اسلام میں کوئی حصہ ہے؟

ستم گر تجھ سے امید کرم ہوگی جنہیں ہوگی نہیں تو تو یہ بتا دے کہ تو ظالم کہاں تک ہے  
 مولوی فیض احمد اُنکی بریلوی "استعمال توحیدی بدعت" کا عنوان بنا کر لکھتا ہے کہ:  
 "جو ایک توحید پر زور لگا رہے ہیں وہ خود کو بدعت کا دشمن بتاتے ہیں لیکن یہ (توحید) کیا مستحکم  
 نی (بدعت) سے اتنی محبت کیوں کہ اسلام کی اصلی اصطلاح کے بجائے نو پسند (بدعت) کو اپنا زور  
 لگھونا بنا رکھا ہے" (فصل الوحید، ص ۲)

اگر قرآن وحدیث سے ادنیٰ تعلق بھی ہوتا تو اس لفظ کو بدعت کہنے کی جرأت بھی نہ کرنے  
 لیکن صد افسوس کا مقام ہے بریلوی مذہب کے لیے کہ ان کو آج تک کوئی اہل فہم رجھا میسر نہ  
 ہو سکے جو ان کی صحیح رہنمائی کرتا۔

باطل جو صداقت سے الجھتا ہے تو اچھے ذروں سے یہ خود شید چھپا ہے سب چھپا  
 مولوی نعیم الرحمن بریلوی لکھتے ہیں کہ:

"لفظ توحید کی ایہودی توہین نبوت کے لیے ہوئی ہے"۔ (شرعی اختلاف، ص ۳۱)

ہم نے ثابت کر دیا کہ اس لفظ کو نہ صرف قرآن نے استعمال کیا بلکہ نبی ﷺ کی زبان  
 صحیحہ کرام اور علماء و اہل سنت نے اپنی کتابوں میں اس لفظ کا ذکر کیا مولوی نعیم الرحمن صاحب کمال  
 کہ ان کے ہاں سے میں کچھ تصور کرنا پسند فرمائیں گے؟



جب ہر مشرکہ پوچھیں گے بلا کے سامنے کیا جواب دو گے تم خدا کے سامنے  
 فارغین البتہ و جماعت یہ بات سمجھانے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں کہ توحید کا کیا مطلب  
 ہے اور اس کی کس قدر اہمیت ہے؟ کیونکہ یہ ایک ایسی اصطلاح ہے کہ جس کو سنتے ہی مسلمان  
 کے دل و دماغ میں اس کا پورا تعارف ابھر کر سامنے آ جاتا ہے۔ لیکن ہمارا واسطہ ایسے لوگوں سے  
 ہے جو خدا، ہٹ دھرمی اور جہالت میں مشرکین مکہ سے بھی گئے گزرے ہیں اسس لیے ان  
 دشمنانِ توحید کے سامنے توحید کا کچھ تعارف بھی کر دیتے ہیں۔

شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

سید میر شریف جرجانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”توحید کا معنی اللہ قدوس کی ذات کو معبودیت میں ہر ایک چیز سے مقدم و مجرمانہ کرنا ہے جو وہم و  
 گمان میں آ سکتی ہو (یعنی تصورات و خیالات میں آنے والے کسی شے، کسی فرد، کسی ہستی کو بھی لائق  
 عبادت نہ جانے صرف اللہ کو معبود برحق مانے) توحید تین چیزوں کا نام ہے اللہ تعالیٰ کی معرفت  
 اس کے رب ہونے کے اعتبار سے ثابت اس کی وحدانیت کا اقرار کرنا اس سے ہر شریک کی نفی  
 کرنا۔ (التعریفات، ص ۳۷ روار الکتاب اعظمیہ بیروت)“

علامہ طالع الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”التوحيد الیات الہیة المعبودة و تقدیسہ و تلی الہیة ما سواہ“۔

(الانکشاف فی علوم القرآن: ج ۲ ص ۳۱۵ روار الکتاب اعظمیہ بیروت)

اگرچہ اگرچہ توحید یہ ہے کہ معبود کی الوہیت اور برعیب سے اس کا پاک ہونا ثابت کیا جائے اور  
 ان کے سوا اسے الوہیت کی نفی کی جائے۔

فاریں کرام انور فرمائیں کہ بریلوی جس توحید کا انکار کر رہے ہیں وہ کس قدر اہم اور لازمی چیز ہے  
 ہے۔ بلکہ علامہ سیوطی امین جریڈی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ قرآن تین چیزوں پر مشتمل  
 ہے ان میں سے ایک ”توحید“ ہے اسی لیے سورہ اخلاص کو کلمۃ قرآن کہا جاتا ہے کہ وہ پوری قرآن  
 پر توحید پر مشتمل ہے۔

”قال ابن جریر: القرآن یشتمل علی ثلاثة اشياء التوحید والایمان والایثار والبیانات ولہذا كانت سورۃ الاخلاص ثلثہ لاعتبار التوحید کلہ“

(الافتاح ج ۲ ص ۲۳۹ طبع بیروت)

آج بریلوی اس توحید کا انکار کر کے گویا ٹکٹ قرآن کا انکار کر رہے ہیں اب ہمارے قارئین خود فیصلہ کر لیں کہ جو قرآن ہی کے منکر ہوں کیا وہ لوگ کبھی مسلمان ہو سکتے ہیں؟

توحید کا مطلب بریلوی کتب سے بھی ملاحظہ فرمائیں:

مفتی احمد یار بریلوی لکھتے ہیں کہ:

”کلمہ طیب کے پہلے جز میں توحید کا ذکر ہے دوسرے میں توحید کی نوعیت کا ذکر“

(رسالہ خیر ص ۱۸۰)

مولوی احمد سعید کاظمی لکھتا ہے کہ:

”اس میں شک نہیں کہ کلمہ طیب لا الہ الا اللہ دعویٰ ہے اور محمد رسول اللہ اس کی دلیل ہے اور اس دعوے کو دعویٰ سے اتنا قرب ہے کہ دونوں کے درمیان داد و عطف تک کی گنجائش نہیں“

(ضرورت توحید: مفتی اعظم)

جب یہ بات معلوم ہو چکی کہ پورا کلمہ ہی توحید ہے تو پھر اس کا انکار اس کا مذاق اڑانا کس قدر نادر اور غیر مناسب حرکت ہے اور اسلام و شیعہ کی کیسی کھلی دشمنی ہے تو حید سے عدالت کی کیسی واضح دلیل ہے۔

احباب کی یہ شانِ حریتانہ سلامت دشمن کو بھی چوں زہر اگتے نہیں دیکھا اے مسلمان! خدا را انصاف فرمائیے اپنے ہوش و حواس کے دائرے میں رہتے ہوئے اولاً دماغ کو حاضر کر کے خوف خدا اور حب مصطفیٰ ﷺ اور روز جزا کے حساب و کتاب اور جہنم کا ہولنا کیوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے بتائیے کہ کیا تو حید جو کہ قرآن کی ایک سورۃ کا نام ہے توحید کہ ٹکٹ قرآن کا مضمون ہے توحید جو کہ جناب رسالت مآب ﷺ کا پسند فرمودہ جملہ ہے توحید

جس کے ذکر سے اہلسنت کی کتابیں بھری پڑی ہیں اس عقیدے کو ”یہودیان سازش“، ”توہین نبوت“، ”بدعت“، ”وہابیوں کی ایجاد“، ”اللہ و رسول کا ناپسندیدہ لفظ“ جیسے القابات سے نوازا گیا کسی ادنیٰ مسلمان سے بھی اس کی توقع کی جاسکتی ہے؟ انہیں مسلمان تو بہت دور کسی مشرک بلکہ شیطان سے بھی تو حید کی توہین ان الفاظ سے آپ کو نہیں ملے گی۔

لیکن افسوس کہ نام نہاد مسلمان عشق رسالت کا دعویٰ کرنے والے دین کے یہ لیرے کس پروردگار سے اس عقیدے کی تردید کر رہے ہیں کیا اس سے بڑھ کر ظلم، مذہبتہ، الحاد کی مثال دنیا کے کسی بھی کافر، مشرک و شیطان سے مل سکتی ہے؟

اجنباء، عجم، ساری زعمی جس عقیدے کی ترویج کے لیے تکالیف و مصائب بھیلے رہے اور خود قائم المسیحین (قداء امی وانی) جس عقیدے کی ترویج و اشاعت کے لیے دن رات، سردی و گرمی میں کوشاں رہے اور جس عقیدے کے بغیر کوئی شخص مسلمان کہلانے کا حق دار نہیں اس عقیدے کی یوں توہین کر چاہیو بیت کو کس سمت دھکیلتا ہے؟

اے سنی مسلمانو! کیا تو حید سے دشمنی آپ کے مذہب میں قابل قبول ہے؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو پھر اس سے عداوت و دشمنی کی بناء پر بریلوی رضا خانی اسلام کے دعوے میں سچے کیسے تسلیم کیے جاسکتے ہیں؟۔

آخر میں امت بریلویہ کے وام فریب کے امیر حضرات سے گزارش کرتا ہوں کہ اللہ کے لیے حق کو سمجھے اور ہر بات میں اپنے بڑوں کی بات کو حرف آخر سمجھنے کے بجائے طلب حق اور اسلام پسندی کا مادہ پیدا کیجیے اور ان تو حید دشمنوں کا اتباع اور پیروی اختیار کر کے خود کو جہنم کا ایستہ امن مت بنائیے۔ اللہ مجھے اور آپ کو حق کا والدادہ اور راہ تو حید پر ”نور سنت“ کے ذریعہ کامیاب فرمائے۔ آمین۔



نے قائم کیا تھا اس کو ثابت نہ کر سکا تو جواب کی بھی چنداں حاجت نہ رہی۔ مسگر چونکہ تو حسیہ خداوندی کے پیروں میں مشرکین پاک و ہند علم سے گورے رضا خانی اپنی مختلف کتب و تقاریر میں ان حوالہ جات کو قافو قافیش کر کے لایعین اعتراضات کرتے پھرتے ہیں اس لیے ہم ذرا تفصیل سے اس کا جواب دینا چاہتے ہیں۔

## تہمت بر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور مسئلہ امکان کذب

اکابر دارالعلوم دیوبند پر کذب الہی کے بہتان کا ایسا منظر اور اس کی حقیقت بریلوی مذہب کے علامہ عبدالعظیم شرف قادری لکھتے ہیں:

”مولوی محمد اسماعیل (شہید رحمۃ اللہ علیہ) نے تہویہ الایمان میں لکھ دیا کہ اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک دن میں ایک عظیم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی ولی و جن و فرشتے جبرئیل اور محمد مصطفیٰ کے برابر پیدا کر ڈالے، اس پر علامہ فضل حق خیر آبادی نے تنقید کرتے ہوئے کہا کہ سرکارِ عالم مصطفیٰ کی تمام صفات کاملہ میں مثل اور نظیر محال ہے۔

نام احمد رضا بریلوی اس پس منظر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”آپ کو یاد رکھنا کہ اصل بات کا ہے پرچہ پڑھی تھی؟ یہ تھا کہ حضور پر نور سید المرسلین، خاتم النبیین، اکرام اللہ الدین و الآئینہ صراط کا مثل و ہمسر حضور کی جملہ صفات کمالیہ میں شریک برابر محال ہے، کہ اللہ تعالیٰ حضور کو خاتم النبیین فرماتا ہے، اور ختم نبوت ناقابلِ شرکت تو امکانِ مثل مستلزم کذب الہی اور کذب الہی محال عقلی“۔ (ماخذ: فقہ میں الوصیت، ص ۱۱)

جناب احمد رضا خاں بریلوی کی مذکورہ بالا تحریر کا خلاصہ اور اس پر مصنف کا تبصرہ:

”حضور مصطفیٰ کا مثل تمام صفات میں شریک برابر محال ہے۔“ (احمد رضا خان)۔۔۔ (یعنی تمام صفات میں آپ سید و بار و پیداکرنا اللہ کی قدرت میں نہیں، کیوں قدرت میں نہیں؟ ساجد)

”اللہ تعالیٰ حضور مصطفیٰ کو خاتم النبیین فرماتا ہے اور ختم نبوت ناقابلِ شرکت۔“ (احمد رضا خان)

سب ختم نبوت ناقابلِ شرکت یعنی ختم نبوت کی وعدہ خلافی تو سب لازم آئے گی کہ جب اللہ تعالیٰ

آپ جیسا یا اور کوئی نیا پیدا فرما دے، یہاں تو بات صرف قدرت کی ہے اور یہی ہے پتہ اگر سنا کر نہیں پوری ہو رہی: مساجد۔

”امکان مثل مستلزم کذب الہی“۔ (احمد رضا خاں)۔۔۔ [یعنی اللہ تعالیٰ آپ جیسا دوبارہ پیدا فرما دے یا دوبارہ پیدا کرنے کی قدرت تسلیم کر لی جائے تو یہ بات اللہ کے کذب کو لازم کر دے گی: مساجد۔]

**قارئین!** بات صرف قدرت کی تھی مگر ان لوگوں نے قدرت کی بحث کو غلط رنگ دے کر کذب الہی کی بحث کیوں چھیڑ دی؟ حالانکہ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کیا عبارت میں کذب الہی کا کوئی لفظ ہے اور نہ کوئی شوشہ، اصل بات یہ ہے کہ صرف قدرت پر بحث کرنے سے ان لوگوں کو کچھ ہاتھ نہیں آتا تھا، خواہم کو گمراہ کرنے کے لیے کذب الہی کا مسئلہ کھڑا کر دیا یعنی انہوں نے قدرت کو کذب الہی کے رنگ میں بدل دیا تاکہ جب فریق مخالف اپنے دعوے میں جو بطلان دے تو ان کا توڑ کرنے کے لیے یہ شور مچایا جائے کہ دیکھو یہ لوگ کذب الہی کے قائل ہیں اور ایسا ہی ہوا، جس کی کچھ تفصیل زیر نظر باب میں ہے۔

نبیل رہے کہ شاہ صاحب شہید کی شہادت کے ساتھ، ستر برس بعد جناب احمد رضا صاحب بریلوی کے ایک خاص ساتھی جناب مولوی عبدالسمیع رامپوری نے بدعات کی تائید میں ایک کتاب ”انوار ساطعہ“ تحریر فرمائی اس میں وہ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”کوئی جناب باری تعالیٰ کو امکان کذب کا حصہ لگا تا ہے۔ (الحی)۔

اس کتاب ”انوار ساطعہ“ کے رد یعنی جواب میں جناب مولانا خلیل احمد صاحب بہار نے رحمۃ اللہ علیہ نے ”براہین قاطعہ“ تحریر فرمائی، اس میں وہ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے جواب میں لکھتے ہیں:

”مسئلہ مختلف و عید قدام میں مختلف فیہ ہے امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں لگایا۔

تذکرہ میں انکشاف ہوا کہ خلفِ دہید (یعنی جہنم کی سزا کے خلاف کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے آیا جاتا ہے کہ کفر۔۔۔ اس پر طعن کرنا پہلے مشارکاً پر طعن کرنا ہے۔۔۔ امکانِ کذب کہ خلفِ دہید کی طرح ہے، جو تذکرہ (یعنی پہلے مشارکاً) میں مختلف فیہ ہو چکا ہے" (تفصیل آگے آ رہی ہے)

پس جناب احمد رضا خاں بریلوی کو اس مذکورہ بالا عبارت پر ایسا طعن آیا کہ وہ حرمین شریفین جا پہنچے اور وہاں سے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے خلاف کذبِ الہی کے قائل ہونے کے الزام پر کفر کا فتویٰ اس لیے حاصل کیا کہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے اس کتاب کی تصدیق فرمائی جس میں مذکورہ بالا عبارت ہے اور فتویٰ کی عبارت خود گھڑی کیونکہ مذکورہ بالا عبارت پر کفر کا فتویٰ حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔

### مقدمہ [۱] حضرت گنگوہی رحمہ اللہ پر الزام اور اس الزام کی حقیقت:

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ اعزیز پر کذبِ رب العزت جل جلالہ کا ناپاک بہتان:

جناب احمد رضا خاں بریلوی حسام الحرمین کے صفحہ ۱۲ پر حضرت گنگوہی کے متعلق لکھتے ہیں:

"ومنهم الوهابية الكذبية اتباع رشيد احمد الدكوهي لقول اولاً على المحاضرة الصبرية تبعاً لشيخ احماعيل الدهلوي عليه ما عليه بامكان الكذب وقد رددت عليه هذا بأنه في كتاب مستقل سميت به السبوح عن عيب كذب مطبوع (ال قولہ) ثم عمادی به الحال في الظلم والضلال حتی صرح في فتوى له (قد رایتها بخطه وخاتمہ بعبی و قد طبعتم مراراً فی بعضی و غیرہا مع رقتها) ان من یکنب لہ تعالیٰ بالثعل ویصرح انہ سبغہ و تعالیٰ قد کذب و صدقت منه هذه العظيمة فلا تنسبوا الی قس فیضاً عن ضلال فضلاً عن کفر فان کثیر من الائمة قد قالوا بقیلہ وانما قصاری امره انہ مخفی فی تأویلہ... اولئک الذین اصهم الله تعالیٰ و اعمن ابصارهم ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم" (ماخوذ: حسام الحرمین)

[ترجمہ] تیسرا فرقہ وہاں یہ رشید احمد گنگوہی کے جڑ پکے تو اس نے اپنے جیرواں اور تلمیذوں کو بریلوی کے اجتماع سے الگ عزوجل پر یہ اثر اہل ہندو کا اس کا جھوٹا ہونا بھی ممکن ہے اور میں نے اس کا یہ بیوروہ بکنا ایک مستقل کتاب میں رد کیا، جس کا نام ”تکفیر السیاح عن صیغ کذب مقبول“ رکھا، پھر تو غلام گرامی میں اس کا حال یہاں تک بڑھا کہ اپنے ایک فتوے میں (جو اس کا مرید و تلمیذ) میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا جو بھی وغیرہ میں بار بار مع رد کے چھپا، صاف لکھ دیا کہ جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو باغضل جھوٹا مانے اور تصریح کرے کہ محاذ اللہ، واللہ تعالیٰ جھوٹ بلاتا اور یہ بڑا عیب اس سے صادر ہو چکا تو کفر بالائے طاق، مگر اسی درکنار، فاسق بھی نہ کہو اس لیے کہ بہت سے امام ایسا کہہ چکے ہیں، اس نے کہا، بس نہایت کا یہ ہے کہ اس نے تاویل میں خطا کی، یہی وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہر اک کیا اور ان کی آنکھیں اندھیں کر دیں لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ اعظم۔

(ماخوذ ص ۱۶۷)

**قارئین!** اجناپ احمد رضا خاں بریلوی کی مذکورہ بالا تحریر میں ہے یعنی ”ایک فتوے میں“ اس کا مرید و تلمیذ میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا جو بھی وغیرہ میں بار بار مع رد کے چھپا۔ یہ فتویٰ جو کئی بار چھپا اس کا ثبوت نہ احمد رضا خاں کی کتابوں میں ہے اور نہ دنیا کے کسی کوئے میں ہے اور نہ آج تک کوئی بریلوی مولوی مذکورہ فتویٰ کو ثابت کر سکتا ہے، آخر وہ فتویٰ ہے کہاں؟ جب مذکورہ فتویٰ کئی بار چھپا تو پھر جناب احمد رضا خاں نے اسی چھپے ہوئے فتویٰ پر کفر کا استشہاد حاصل کیوں نہ کیا اور اپنی طرف سے عبارت کیوں گھڑی؟ آخر وہ کون سی محسوس رہی تھی؟ کسی بریلوی مولوی یا کسی بریلوی مذہب کے کسی اور آدمی کی جرأت ہے تو مذکورہ فتویٰ ثابت کرے۔ حضرت گنگوہی کی طرف ایسے فتوے کی نسبت کرنا سراسر افتراء اور بیعتان ہے، واللہ اعلم۔ حقوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مرحوم کے کسی فتوے میں یہ الفاظ موجود نہیں، نہ کسی فتوے کا یہ مضمون ہے، بلکہ درحقیقت یہ صرف خان صاحب یا ان کے کسی دوسرے ہم پیشہ بزرگ کا افتراء اور بیعتان ہے، لفظ تعالیٰ ہم اور ہمارے اکابر اس شخص کو کافر و ملعون سمجھتے تھے۔



خداوند تعالیٰ کی طرف جھوٹ کی نسبت کرے، بلکہ جو بد نصیب اس کے کفر میں شک کرے، اہم اس کو خارج از اسلام سمجھتے ہیں۔

**ملاحظہ فرمائیں حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا فتویٰ اور عقیدہ:**

**سوال:** ذات باری تعالیٰ عز اسے موصوف کذب ہے یا نہیں اور خدا تعالیٰ کو یہ سمجھے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے وہ کیسا ہے؟

**جواب:** "ذات پاک حق تعالیٰ حل جلال کی پاک و منزہ ہے اس سے کہ متصف بصفات کذب کیا چارے، محاذ اللہ تعالیٰ اس کے کلام میں ہرگز شائبہ کذب کا نہیں، جو شخص حق تعالیٰ کی نسبت سب عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے کہ وہ کذب بولتا ہے وہ قطعاً کافر ہے، ملعون ہے اور محنت القرآن اور حدیث کا اور اجماع امت کا ہے وہ ہرگز مومن نہیں۔"

حضرت آگے تحریر فرماتے ہیں:

"البتہ یہ عقیدہ اہل ایمان کا سب کا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مثل فرعون و ہامان والی بہت کوفرتوں میں نبیؐ کو شاد فرمایا ہے، وہ عقیم قطعی ہے اس کے خلاف ہرگز ہرگز نہ کرے گا مگر وہ قادر ہے الہیات پر کہ ان کو جنت دے دیوے، عاجز ہے بس نہیں ہو گیا قادر ہے، اگر چاہے اختیار سے نہ کرے گا۔"

قال اللہ تعالیٰ، ولو شئنا لا تینا کل نفس منہا ولكن حق القول منی لا ملئین جہنم من الجنة و الناس اجمعین۔ (السجدة: ۱۷)

[ترجمہ] اور اگر ہم چاہیں تو ہر نفس کو اس کی ہدایت دیدیں لیکن میری طرف سے قول ثابت ہو گیا کہ میں جہنم کو تمام جن و انس سے بھر دوں گا۔

اس آیت سے یہ واضح ہے کہ اگر خدا تعالیٰ چاہتا سب کو مومن کر دیتا، مگر جو فرما چکا ہے اس کے خلاف نہ کرے گا، اور یہ سب اختیار سے ہے (مجبوری) سے نہیں وہ قائل منتار "فعال الہا لیدی" جو چاہے کرنے والا ہے، یہ عقیدہ تمام امت کا ہے، حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے بطور ثبوت فرماتے ہیں:

چنانچہ تفسیر بیضاوی میں تحت تفسیر قولہ ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم۔ (المائدہ: ۱۸) فلا عجز ولا استعجاب فانک القوی القوی علی الثواب والعقاب الذی لا یثب ولا یعقاب الا عن حکمہ و صواب فان المغفرۃ مستحسنۃ لکل مجرم فان عذبت لمعدل وان غفرت لمضل و عدم غفران الشریک لمقتضی الوعد فلا امتناع فیہ لذلک لیس مع الغفران۔ (تفسیر بیضاوی ص ۱۸)

[ترجمہ] اگر تو عذاب دے انہیں تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو بخش دے ان کو تو ہمارے قہر تو ہی سب پر غالب اور بڑا ہوتا ہے۔

[تفسیر] وہ (اللہ) نہ تو عاجز ہے اور نہ بے بس، تو بہت مضبوط اور قادر ہے تو آپ اور عذاب دینے میں اللہ وہ ہے جو ثواب اور عذاب نہیں دیتا ہے مگر اپنی رحمت سے، اور ثواب دے دے ہے بلکہ مغفرت احسان ہے ہر ایک مجرم کے لیے اور اگر سزا دے تو یہ انصاف ہے، واللہ اگر معاف کر دے تو یہ فضل ہے اور شرک کی مغفرت نہ ہونا وعید (سزا کی خبر) کی وجہ سے ہے درست اپنی ذات۔ (دیکھیے فتاویٰ رشیدیہ: کتاب احکام)

### آپ یہ پڑھیں کہ کذب کیا ہے؟

کذب کہتے ہیں واقع کے خلاف خبر دینے کو۔ یعنی جو خبر دی اس کے خلاف عمل میں لائے۔ بریلوی جماعت کے امام احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

”کذب باری معنی کہ کھلم (بات کرنے والا) ایک بات کہہ کر پلٹ جائے اور جو خبر دی اس کے خلاف عمل میں لائے بلاشبہ اقسام کذب سے ہے کہ کذب نہیں۔“ (سبحان السورج ص ۱۷۷)

**فلاحین!** احمد رضا خاں بریلوی فرما رہے ہیں کہ: ”بات کرنے والا ایک بات کہہ کر پلٹ جائے اور جو خبر دی اس کے خلاف عمل میں لائے بلاشبہ اقسام کذب سے ہے کہ کذب نہیں۔“ تو کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جو خبر دی ہے وہ اس کے خلاف کرنے پر قادر ہے یا نہیں؟ مثلاً:

### ایک ضروری وضاحت:

قرآن مجید میں ہے: **لَا يَغْفِرَ اللَّهُ ذُنُوبَهُ** (النساء: ۴۸)  
 [ترجمہ] یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کیے جانے کو نہیں بخشتا۔

یعنی اللہ تعالیٰ مشرک کو نہیں بخشتے گا، یہ ایک سزا کی خبر ہے جس کو وہ عید بھی کہتے ہیں، لیکن کیا اللہ تعالیٰ اپنی خبر کے خلاف کرتے ہوئے کسی مشرک کو بخش سکتا ہے؟ اگر بخش دے تو یہ خلاف واقع بات ہوگی جس کا دوسرا نام کذب ہے جیسا کہ احمد رضا خاں فرماتے ہیں: ”بات کرنے والا ایک بات کہہ کر پات جائے اور جو خبر دی اس کے خلاف عمل میں لائے بلاشبہ اقسام کذب ہے کہ کذب نہیں۔“

اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”یہ عقیدہ اہل ایمان کا سب کا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مثل فرعون و ہامان و ابی لہب کو قرآن میں جہنمی ہونے کا ارشاد فرمایا ہے وہ حکم قطعی ہے اس کے خلاف ہرگز ہرگز نہ کرے گا، مگر وہ قادر ہے اس بات پر کہ ان کو جنت دے دے، عاجز ہے اس نہیں ہو گیا قادر ہے اگر چاہے اختیار سے مست کرے گا۔“

**فائدہ!** کیا وہ کذب ہے جس کی وجہ سے علماء دین بندہ کو جہنم کیا جا رہا ہے، اور اس کو ظف و عید کہتے ہیں جس کو آپ آگے تعویذ پڑھنے والے ہیں۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کی تصدیق بریلوی مذہب سے:

بریلوی مذہب کے علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

”یہ اصل سنت (مردوں) کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں ہے، تمام جہان اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور دنیا و آخرت میں اس کی سلطنت ہے وہ جو چاہے کرے، اگر تمام اطاعت (انگلی) کرنے والوں اور صالحین کو دوزخ میں ڈال دے تو یہ اس کا عدل ہوگا، اور جب وہ ان پر انکرام اور احسان کرے گا اور ان کو جنت میں داخل کرے گا تو یہ اس کا فضل ہوگا اور اگر وہ کافروں پر انکرام کرے اور ان کو جنت میں داخل کر دے، تو وہ اس کا بھی مالک ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے خبر

دینی ہے کہ وہ ایسا نہیں کرے گا اور اس کی خبر صادق ہے اور اس خبر کا کاذب ہونا محال ہے، اس کے برعکس معترض کہتے ہیں کہ احکام تکلیفی عقل سے ثابت ہیں اور نیک اعمال کا اجر و ثواب دینا (اللہ پر) واجب ہے البتہ بعض آیتیں بظاہر معترضہ کی موید (مددگار) ہیں۔

(تبیین القرآن: ج ۳ ص ۱۰۱۰ از علامہ سعیدی)

**قارئین!** علامہ سعیدی فرماتے ہیں "اگر وہ (اللہ) کافروں پر اکرام کرنے اور اپنے عذاب کی خبر کے خلاف کرتے ہوئے ان کو جنت میں داخل کر دے تو وہ اس کا بھی مالک ہے۔ اور احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں: "بات کرنے والا ایک بات کہہ کر پلٹ جائے اور جو خبر دینی اس کے خلاف عمل میں لائے بلاشبہ اسام کذب ہے کہ کذب جہنمی"۔ فیہر فرمائیں کہ احمد رضا خاں بریلوی اور علامہ نظام رسول سعیدی کی تحریروں میں کیا فرق ہے؟  
حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی عبارت کی تصدیق امام رازی کی عبارت سے:  
تفسیر کبیر میں ہے:

ثم قال تعالى ان تعذبهم فاعذبهم عياذك وان تغفر لهم فانك انت العزيز الحكيم. (المائدة: ۸۸)

[ترجمہ] اگر تو عذاب دے انہیں تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو بخش دے ان کو بلاشبہ تو ہی سب پر غالب اور بڑا طاقتور ہے۔

المسألة الأولى: معنى الآية ظاهر وفيه سؤال وهو انه كيف جاز لعيسى عليه السلام ان يقول (وان تغفر لهم) وان الله لا يغفر للشرك والجواب عنه من وجوه الدلائل أنه يجوز على مذهبنا من الله تعالى أن يدخل الكفار الجنة وأن يدخل الزهاد العباد النار لأن لملكه ولا اعتراض لاحد عليه.

[علامہ] (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کے لیے ان تغفر لهم (اور اگر بخش دے تو ان کو) کہنا کیسے جائز تھا حالانکہ وہ لوگ مشرک تھے اور مشرک کی بخشش اللہ تعالیٰ نہیں فرمائیں گے۔ جواب نمبر ۱۰ امام رازی فرماتے ہیں (ہمارے نزدیک جائز ہے اگر اللہ تعالیٰ تمام کافروں کو جنت میں اور فرمانبردار

ہدایت گزار کو جہنم میں داخل کر دے، کیوں کہ تمام لوگ اس کی تک ہیں، اس پر کسی کو اعتراض  
 لائی تک۔ (یعنی اگر بزرگ پر ہند کا مسلک ہے) (تفسیر کبیر: المائدہ: ۱۸) اور امام قرطبی نے رازی (۱)  
 باب احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

لانی قبل لعل هذا يكون ذاك (ای اصابه الطبع وتعذيب الكافر) واجبا  
 فی انقول المعتزله وهو باطل۔ الخ۔  
 (المعتزله المنفرد به: ۸۲) (فضل رسول۔۔۔ از احمد رضا خاں)

یعنی اگر یہ کہا جائے کہ اس صورت یعنی نیکیوں کو ثواب اور کافروں کو عذاب دینے کی صورت  
 میں اعتزالی کو ایسا کرنا واجب ہوگا، جیسا کہ معتزلہ کا کہنا ہے حالانکہ وہ باطل ہے۔  
 خیال ہے کہ جب کوئی چیز کسی پر واجب نہ ہو تو وہ چیز اختیاری ہو جاتی ہے یعنی اس پر اس کا  
 اختیار ہے، چاہے کرے یا نہ کرے، یہی مضمون حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا ہے۔

### { بریلوی علماء و جماعت سے چند سوالات }

- (۱) مسئلہ امکان کذب کب سے چھڑا، کس نے چھڑا اور کیوں چھڑا؟
  - (۲) ثناء (پہلے لوگوں) میں امکان کذب کے کون لوگ قائل ہیں اور کیوں ہیں؟
  - (۳) مسئلہ امکان کذب کن گروہوں میں خلف فیہ ہے؟
  - (۴) مسئلہ امکان کذب کی اصل نوعیت کیا ہے؟
- بریلوی علماء کی جماعت مذکورہ سوالوں کا جواب دے دے تو جھگڑا ختم ہو سکتا ہے۔

فان الله انزل القرآن مجید میں ہے:

اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَا تَقْرَءُوا الصَّلٰوةَ وَانْتَهَی سَکْرٰی۔ (النساء: ۴۳)  
 (ترجمہ: اے ایمان والو! نہ قریب جاؤ نماز کے جب تم نشہ میں مست ہو۔

کتابت میں دو جملے اہم ہیں مثلاً (۱) نہ قریب جاؤ نماز کے (۲) جب تم نشہ میں مست ہو۔  
 انہما کوئی شک نہیں کہ اس آیت میں نماز سے منع فرمایا گیا ہے لیکن ایک شرط کے ساتھ،

اب کوئی بد بخت سا دلوچ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے قرآن مجید سے یہ ثابت کر سکر  
 قرآن تو نماز سے روکتا ہے تو کیا کسی حد تک اس کی بات صحیح نہ ہوگی؟ ضرور ہوگی۔ (الہدایہ ج ۱)  
 پس یوں سمجھو کہ جو شخص کسی اپنے مخالف کو بدنام کرنا چاہے گا تو وہ اصل بات کو چھپائے گا اور محض  
 ان جملوں یا اس بات کو ظاہر کرے گا جن سے مخالف پر الزام دھرنے کا مقصد ہو گا۔ مگر یہ حال بدینی  
 علماء و جماعت اور جناب احمد رضا خاں بریلوی کا ہے تو اس لیے بحث مذکور میں بریلوی کی رد و رد  
 جناب احمد رضا خاں بریلوی نے اکابر یوینٹر پر کذب الہی کا بہتان لگانے کے لیے اصل حوالہ  
 اور اصل حقیقت کو چھپایا ہے، ہم آپ کو اصل حقیقت سے واقف کراتے ہیں۔

مقدمہ [۲] اہلسنت (گروہوں) اور معتزلہ کا اختلاف اور اس اختلاف کی

توجیہ:

ومعظمہ خلافیانہ مع الفرق الاسلامیة خصوصاً المعتزلة لانہم اول طرقة  
 انسسوا قوا عن الخلاف لماورد به ظاہر السنة وجرئی علیہ جماعة الصعابة  
 رضوان الله علیہم اجمعین فی باب العقائد، وذلك لان رئيسهم واصل بن  
 عطاء اعتزل عن مجلس الحسن البصري رحمة الله یقصد ان من ارتکب  
 الکبيرة لیس مومن ولا کافر، ونشیت المنزلة بین المنزلین، فقال الحسن  
 قد اعتزل عقلاً، فسبوا المعتزلة، وهم سبوا انفسهم اصحاب العدل و  
 التوحید لقولهم بوجوب ثواب البطیخ وعقاب المعاصی علی الله تعالی  
 ونفی الصفات القدیمة عنه.

[ترجمہ] اور حقد ثانی کا زیادہ تر اختلاف اسلامی فرقوں خاص صورت معتزلہ کے ساتھ تھا، اس لیے  
 کہ وہ پہلا گروہ ہیں جنہوں نے عقائد کے باب میں اس چیز کے خلاف قواعد کی بنیاد رکھی جس کو  
 ظاہر سنت نے بیان کیا اور جس پر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت عمل پیرا رہی اور وہ یوں ہوا کہ ان کا  
 سردار واصل بن عطاء حسن البصری رضی اللہ عنہ کی مجلس سے الگ ہو گیا، اور اس حال میں وہ یہ ثابت کرنا چاہا کہ

کتاب کا نام تھب نہ سوسن ہے نہ کافر، اور (اس طرح) وہ ایمان و کفر کے درمیان واسطہ ثابت ہے۔  
 کہ چنانچہ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ تو ہماری جماعت کے الگ ہو گیا، چنانچہ ان کا معتزلہ  
 ہم رکھا گیا اور انہوں نے خود اپنا نام اصحاب اہل بیت و ائمتہ مدد رکھا، اللہ تعالیٰ پر اطاعت گزار کو جواب  
 اور تمکد کو عذاب دینے کے واجب ہونے کا قائل ہونے اور اللہ تعالیٰ سے صفات قدیمہ کی نفی  
 کرنے کا وجہ ہے۔

(شرح العقائد) (نسفی) (میں ۲۳) رابطہ ایم سعید کوئی ادب منزل پاکستان چوک کراچی)

قیام ہے کہ واصل بن عطاء معتزلہ کے سردار جن کی پیدائش ۸۰ھ اور وفات ۱۳۰ھ میں  
 ہوئی ہے۔ حسن بصری رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے اور حسن بصری رضی اللہ عنہ مشہور جلیل القدر تابعی ہیں، جن  
 کی پیدائش ۲۱ھ میں ہوئی ہے، اور ان کی ماں جن کا نام حیرہ تھا، حضور ﷺ کی زوجہ ام  
 المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ کنیز تھیں، بعض کتب میں لکھا ہے کہ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے  
 ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کا دودھ بھی پیا تھا، اور آپ کا نام حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تجویز فرمایا  
 تھا۔

### علم الکلام:

ان تمام بحث کا تحلیلی علم کلام سے ہے، اور علم کلام کیا ہے؟ مفقذین حضرات صحابہ کرام  
 رضی اللہ عنہم کے عقائد و آئینہ حضرت ﷺ کی محبت کی برکت سے اور (ان کے بعد) تابعین کے  
 عقائد و آئینہ نبوی ﷺ سے قریب زمانہ ہونے کی وجہ سے غلوک و شہادت سے پاک تھے،  
 بعد ازاں جب نئے نئے فتنے سامنے آئے اور نئے نئے مسائل سامنے آئے، جن حضرات کو ائمہ  
 نقلی نے صلاحیت دی اور انہوں نے اجتہاد کر کے ان کو جواب دیے اور جس علم سے تفصیلی  
 دلائل کے ساتھ دلائل علمیہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اس کا نام "فقہ" رکھا گیا، اور جس علم سے  
 تفصیلی دلائل کے ساتھ اسلامی عقائد کی معرفت حاصل ہوتی ہے اس کا نام "علم" رکھا گیا۔

آپ یاد رکھیں کہ معتزلہ کا نظریہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہو چکا تھا، حسن بصری

۱۱ھ میں وفات ہوئی، اس کے بعد جب ۱۳ھ میں ابو جعفر منصور خلیفہ ہوا اور لغویہ میں اس کا قائم کردہ ادارہ بیت الحکمت میں فلاسفہ یونان کی کتابوں کے تراجم شروع ہوئے تو مسلمانوں کا پہلی بار فلسفہ سے تعارف ہوا، دینی فلسفیوں کے گروہ کی قیادت معتزلہ کر رہے تھے، جب ۱۹۵ھ میں مامون نے محمد ثنین کو جو معتزلہ کے مخالف تھے خلق قرآن کے مسئلہ میں بڑی طاقت معتزلہ کا ہنسوا بنانے کی ٹھان لی، اور بعض محدثین کو خلق قرآن کا قائل نہ ہونے کی بناء پر قتل کروایا، مامون کے انتقال کے بعد معتصم اور داعی نے بھی مامون کی وصیت کے مطابق اس کا مسلک اختیار کیا اور محمد ثنین بالخصوص امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو قرآن کو مخلوق نہ ماننے کی وجہ سے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی بے مثال عزیمت کے نتیجے میں خلق قرآن کا مسئلہ دم توڑ چکا تھا، مگر دوسرے مسائل زندہ تھے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ۲۴۱ھ میں انتقال فرما چکے تھے، ان کے بعد کوئی طاقتور علمی شخصیت پیدا نہیں ہوئی جو اس صورت حال کا معتزلہ کرتی، اس لیے اسلام کو ایک ایسی شخصیت کی ضرورت تھی جو کتاب و سنت پر کامل صلاحیت رکھنے کے ساتھ عقلیت یعنی عقلی مہارت کے گلی کو چوں سے بھی اچھی طرح واقف ہو، اللہ تعالیٰ نے شیخ ابوالحسن اشعری کی شکل میں وہ جامع شخصیت عطا فرمائی، جن کا نام ابوالحسن علی اور باپ کا نام اسماعیل ہے، ۲۶۰ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے، مشہور صحابی رسول حضرت ابو موسیٰ اشعری رحمہ اللہ کی نسل سے ہونے کی وجہ سے اشعری کہلاتے ہیں۔ اسی زمانہ میں دنیا نے اسلام کے ایک دوسرے طاقتور ماوراء النہر میں ایک دوسرے عالم شیخ ابو منصور ماتریدی نے علم کلام کی طرف توجہ دی، علم کلام میں شافعی علماء و متکلمین اشعری ہیں جو شاعرو کے نام سے مشہور ہیں اور حنفی علماء و متکلمین علم کلام میں ماتریدی ہیں۔ بلکہ کچھ معمولی اختلاف کے ساتھ ماتریدی اور اشعری ایک بھی ہو جاتے ہیں، جب یونانی فلسفہ کا عربی میں ترجمہ ہوا تو مسلمان علماء و متکلمین اس کو حاصل کرنے میں مشغول ہوئے، اور انہوں نے مخالف شریعت اصول کو رو کرنے اور ان ہی کی زبان میں بحث کر کے اسلامی عقائد کے عقل و نقل دونوں کے مطابق ہونے کو ثابت کرنے کا ارادہ کیا، اس مقصد سے



انہوں نے کلام میں کافی فلسفہ ملا دیا (فلسفہ کا لفظی معنی علم و حکمت یعنی سمجھ بوجھ اور فلسفہ کا تنقیدی معنی رائے کی کارب (الٹا)

علم کلام پر تنقید:

نام ابو یوسف رحمہ اللہ نے علمائے کلام کو زندہ ہی کہا، اور امام شافعی نے فرمایا کہ میرا فیصلہ علمائے کلام کے بارے میں یہ ہے کہ ان سب کی پٹائی ہوں، اور انہیں اوتھ پر سوار کر کے شہروں میں گھمایا جائے اور مٹا دی کر لی جائے کہ یہ کتاب وحشت کو چھوڑنے والوں کی سزا ہے۔ (آخر یہ کیوں کہا گیا؟) ہجریان کرتے ہیں کہ پہلے بزرگوں سے جو علم کلام کی مدہست معقول ہے وہ صرف چار اشخاص کے لیے ہے۔

(۱) اس شخص کے لیے جو دین میں متعصب ہو کہ حق ظاہر ہو جانے کے بعد بھی ماننے کے لیے تیار نہ ہو۔

(۲) کم فہم کہ ذہن کے لیے جو مسئلہ کی تہ تک پہنچنے سے قاصر ہو کہ عقیدے کے بجائے شکوک و شبہات میں مبتلا ہو جاتا ہو۔

(۳) اس شخص کے لیے جو فلاسفہ کی بے فائدہ اور غیر ضروری باتوں میں دلچسپی رکھتا ہو۔

(۴) اس شخص کے لیے جس کا مقصد ضعفاء و کمزور مسلمانوں کے دلوں میں شبہات پیدا کر کے ان کے عقائد کو بگاڑنا ہو۔ (شرح احکامہ ص ۳۱)

ملاحظہ فرمائیں ایک نئی بحث:

معتزلہ کہتے ہیں کہ گناہ کبیرہ کرنے والا نہ مومن ہے نہ کافر یعنی واجبات کی ادائے کی اور گناہوں کا تجاوز حقیقت ایمان کا جز ہیں۔ اس کے بغیر نفس ایمان باقی نہیں رہتا اور کفر یعنی اللہ کے نہ ہانے جانے کے سبب کفر میں داخل بھی نہیں ہوگا نتیجتاً مومن اور نہ کافر اور خوارج کے نزدیک گناہ کبیرہ کرنے والا کافر ہے، لیکن اہل السنۃ کے نزدیک گناہ کبیرہ کرنے والا کافر نہیں بلکہ ایمان امت بھی اس پر ہے کہ کبیرہ گناہ کرنے والا کافر نہیں ہے، زمانہ نبوت سے لے کر

آج تک امت کا اتفاق گناہ کبیرہ کرنے والوں کی نماز جنازہ پڑھنے اور ان کے واسطے دعائے استغفار کرنے پر رہا ہے۔ چنانچہ شرح عقائد نسفی میں ہے:

”ان الذی کبیرۃ الہی ہی غیر الکفر، لا تخرج العبد المؤمن من الایمان لبقاۃ التصدیق الہی ہو حقیقۃ الایمان، خلافاً للمعتزلۃ حیث زعموا ان مرتکب الکبیرۃ لیس بمؤمن ولا کافر، وهذا هو المنزلۃ بین المنزلتین بناءً علی ان الاعمال عندهم جزء من حقیقۃ الایمان ولا تدخلہ ای العبد المؤمن فی الکفر خلافاً للخوارج فانہم ذهبوا الی ان مرتکب الکبیرۃ یل الصغیرۃ ایضاً کافر، وانه لا واسطہ بین الایمان والکفر“۔ (شرح عقائد)

### گناہ کبیرہ کرنے والوں کی بخشش میں اختلاف:

لیکن معتزلہ کے نزدیک گناہ کبیرہ کفر کے برابر ہے، یعنی کافر اور گناہ کبیرہ کرنے والا جو بھی توبہ کے مرتکب ہو، دونوں ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے، اور اہل السنۃ والجماعۃ والے کہتے ہیں کہ شرک کے علاوہ اللہ تعالیٰ جس کے چاہیں گے گناہ معاف کر دیں گے، خواہ وہ گناہ چھوٹے ہوں یا بڑے توبہ کے ساتھ ہوں یا بلا توبہ، اور معتزلہ کہتے ہیں کہ نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کافر مانتا اور من قتل مؤمناً متعمداً فیؤاۃ اللہ جہنم خالداً فیہا۔ (النساء: ۷۳) [اور جو کوئی قتل کرنے مسلمان کو جان کر تو اس کی مزا اچانم ہے، پڑا رہے گا اس میں ہمیشہ] (ما یبدل القول للہی، (ق: ۲۹۰) [بدلتی نہیں بات میرے پاس] غلط ثابت ہوتا ہے، پہلی آیت میں عذاب کی خبر موجود ہے اور دوسری آیت میں بات نہ بدلنے کی خبر، پس اللہ تعالیٰ معاف فرماوے اور عذاب نہ دے تو ان آیات کا اپنی خبر میں معاذ اللہ خلاف ہونا لازم آئے گا، جو باطل ہے، لیکن اہل السنۃ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا عید عطا فی معنی عذاب کی دھمکی کے خلاف کرنا جائز ہے، کیونکہ وعدہ حسناتی بہ موم وبراہ اور ناپسند ہے، مگر اپنی دھمکی کے خلاف کرنا برائی نہیں۔ چنانچہ شرح عقائد نسفی میں ہے:

"ويعلم صابون ذلك لمن يشاء من الصغائر والكبائر مع التوبة او بدونها  
خلافا للمعتزلة". [ترجمہ] اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہیں گے شرک کے علاوہ گناہ معاف  
کر دیں گے خواہ معتزلیوں یا کبار توبہ کے ساتھ ہوں یا بابتوبہ، برخلاف معتزلہ کے۔

والمعتزلة يختصونها بالصغائر والكبائر المقررة بالتوبة. و تمسكوا  
بوجهين الاول، الايات والاحاديث الواردة في وعيد العصاة. [ترجمہ] اور معتزلہ  
مقررہ اور معافی کو معافانہ کے ساتھ اور ان کبار کے ساتھ خاص کرتے ہیں جو توبہ کے ساتھ ہوں  
اور انہوں نے دو طریقوں سے استدلال کیا ہے اول وہ آیات اور احادیث ہیں جو گناہ گاروں کی  
وجہ کے واسطے میں وارد ہیں۔

"وزعم بعضهم ان الخلف في الوعيد كرم فيجوز من الله تعالى. والمحققون  
على خلافه كيف وهو تبديل للقول وقد قال الله تعالى (ما يبدل القول  
لدي)۔" [ترجمہ] اور بعض لوگوں نے کہا کہ وعید خلافی کرم ہے (یعنی اپنی دھمکی کے خلاف) تو  
اللہ کی طرف سے جائز ہے، اور محققین اس کے خلاف ہیں ایسا کیسے ہو سکتا ہے وہ اس حالیکہ سب  
بات کو بدل رہے اور اللہ تعالیٰ فرما چکے ہیں کہ (میرے یہاں بات بدل نہیں کرتی)

(شرح عقائد)

مذکورہ عبارت کی تصدیق جناب احمد رضا خاں بریلوی سے:

"دیکھتے ہیں: اعلیٰ سنت والا جماع اور معتزلہ کا ایک فرقہ عصیان کبار کر دگان وہ توبہ مردگان کے  
ان کا مطلب یہ منتقل ہے یعنی عقل محال نہیں جانتی کہ اللہ تعالیٰ ان سے مواخذہ نہ فرمائے، مگر امکان  
شرعی میں اختلاف ہوا، اہل سنت والا جماع شرعاً بھی جائز بلکہ واقع (مانتے ہیں) اور یہ فرقہ وعید یہ  
معنا جائز اور عذاب واجب مانتے ہیں، اس کے جواب میں جواز خلف کا مسئلہ پیش ہوا (کہ اللہ  
تعالیٰ عذاب کی خبر کے خلاف کر کے معاف کر سکتے ہیں یا نہیں) اسے معتزلہ تمہارے استدلال تو حسب  
نہاں ہو کہ ہم فرقہ وعید (عذاب کی خبر کو) شرعاً واجب مانیں وہ ہمارے نزدیک حسب انزال خلف  
(معافی سے بدل سکتی) ہے تو معتزلہ (معاف کرنا) جائز کا جائز ہی رہا اور شرعاً وجوب عذاب کہ تمہارا

روٹی تھا ثابت نہ ہوا۔ (سوانح مسیح، ص ۹۸)

جب معتزل اس بحث میں ناکام رہے تو انہوں نے اپنے اس دعویٰ کو سچا ثابت کر سنے کے لیے ایک نیا شوشہ بھیلڑا، اس لیے کہ اہلسنت اس سے ڈر کر ہمارے مسلک کی تائید کریں گے۔ انہوں نے یہ کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے عذاب کے وعدہ کے خلاف کرتے ہوئے ان لوگوں کو بڑے کبیرہ گناہ کر کے بعد پنا تو بہ مرتے ہوئے معاف فرما دے ویں تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے خلاف ہوگا جس میں فرمایا ہے (بات بدلتی نہیں میرے یہاں) (قر ۲۹: ۲۹) اور بات بدلنا جھوٹ کو ثابت کرتا ہے تو معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ثابت ہوگا، اور جھوٹ بولنا برا فعل ہے۔ (اور برائی سے اللہ تعالیٰ پاک، کیونکہ یہ نقص ہے اور نقص تحت قدرت نہیں)

اعلیٰ اللہ والجماعہ کی معتبر کتاب شرح مواقف میں مرقوم ہے:

”اوجب جميع معتزلة والخوارج عقاب صاحب الكبيرة اذا ضاقت ببلاتونہ و لم يجوز ان يعفو الله عنه بوجهين الاول انه تعالى اوعى بالعقاب على الكيانه واخبر به ابي العقاب عليها فلو لم يعاقب على الكبيرة وعفا لزم الخلف في وعيدہ والکذب فی خبرہ انه محال والجواب ثانیة وقوع العقاب فاین وجوب العقاب الذی یلزمنا فیہ اذ لا شبهة فی ان عدم الوجوب مع الوقوع لا یستلزم خلفا ولا کذبا لایقال انه یستلزم جوازا وهو ایضا محال لان نقول استخاله ممنوعة کیف وصا من الممکنات العی تشعلها قدرة تعالیٰ“

یعنی تمام معتزل اور خوارج نے کبیرہ گناہ کرنے والے کے لیے عذاب کو واجب قرار دیا ہے، جبکہ بغیر توبہ کے مرتے اور اس بات کو جائز قرار نہیں دیا کہ اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دے۔ درجہ کے ایک تو اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے کیا نذر پر عذاب کا وعدہ فرمایا ہے اور کیا نذر پر عذاب کی خبر دی ہے، لیکن اگر کبیرہ گناہ پر عذاب نہ دے اور معاف کر دے تو وعدہ خلافی لازم آئے گی، اور جھوٹ بولنا لازم آئے گا، اور جھوٹ بولنا اللہ تعالیٰ کا محال (تحت قدرت نہیں) ہے۔



فرمایا: "مروئے کہا کہ آپ کی حجت سابقہ ہو گئی (یعنی دعویٰ غلط تھا) اس پر امام (اہل سنت کے امام) نے جواب دیا: "مروئے"۔ (کنز الدواعی: ص ۹۳ راز احمد رضا خاں)

**ظاہرین!** آپ کے سامنے وہ حقیقت کھل گئی جو بحث مذکورہ کی بنیاد تھی، عجیب کتب الہی کی اصل بنیاد کیا ہے؟ اور یہ مسئلہ کذب کیوں چھیڑا؟ اور کب چھیڑا؟ اور یہ مسئلہ کن لوگوں کے درمیان مختلف فیہ ہے؟ مزید تفصیل آگے ملاحظہ فرمائیں۔

### مقدمہ [۳] خلف وعید اور امکان کذب

قارئین: جو کچھ اوپر گذرا وہ سب کچھ اصل کو سمجھنے کے لیے تھا، اب ملاحظہ فرمائیں اصل حقیقت:

جناب مولوی عبد السمیع صاحب پوری گزرے ہیں، انہوں نے بدعات کے جوازیں ایک کتاب "انوار ساطعہ" تحریر فرمائی، اس میں انہوں نے نام لیے بغیر شاہ محمد اسماعیل شہید دہلوی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کوئی جناب ہاری تعالیٰ کو امکان کذب کا وجہ لگا رہا ہے۔ (انتہا)۔

اس مذکورہ کتاب کے جواب میں جناب مولانا غلام احمد سہارنپوری دہلوی نے "برائین قاطعہ" تحریر فرمائی اور اس میں وہ شاہ صاحب کی طرف سے جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "مسئلہ خلف وعید قدما میں مختلف فیہ ہے امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید (نئے سرے سے) آئی ہے۔" انہیں نکالا بلکہ قدما میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے کہ نہیں، چنانچہ درمختار مسلمان ہے: "هل يجوز الخلف في الوعد لفظاً هو ما في المواقف والمقاصد ان لا شأنة قائلون يجوز له لانه لا يعد نقضاً بل جواد و كرمها... الخ" خلف وعید جائز ہے کہ نہیں ظاہر تو یہ ہے کہ اشاعرہ (جماعت کے لوگ) اس کے چائل ہیں۔۔۔ اس وجہ سے کہ وہ اس کو نقض نہیں شمار کرتے بلکہ نقض و کرم تصور کرتے ہیں، ایسا ہی دیگر کتب میں لکھا ہے، پس اس پر غصہ کرنا پہلے مشاعرہ پر غصہ کرنا ہے۔۔۔ امکان کذب کہ خلف وعید کی فرار ہے جو قدما میں مختلف فیہ ہونا

ہے۔ (براہین قاطعہ ص ۶)

### چند الفاظ کے معنی:

(۱) خلاف کے معنی، خلاف کرنا۔ (۲) وہید یعنی سزا کی دھمکی۔ (۳) قدیم یعنی پہلے والے لوگ۔ (۴) مختلف ذیہ یعنی جس مسئلہ میں اختلاف ہو۔

**خاصہ کلام یہ کہ:** اللہ تعالیٰ اپنی سزا کی دھمکی کے خلاف کرتے ہوئے ان لوگوں کو جو کبیرہ گناہ کرنے کے بعد مر گئے ہوں بخشے گا یا نہیں اس مسئلہ میں پہلے والے بزرگوں میں اختلاف ہوا، اہل السنۃ والجماعۃ اشاعرہ کے نزدیک مذکورہ گناہ گاروں کو بخش دینا جائز ہے، کیونکہ وہ اس بخشش کو کرم و مہربانی تصور کرتے ہیں جب کہ معتزلہ حضرات کے نزدیک جائز نہیں، وہ اس لیے کہ اس بخشش سے اللہ تعالیٰ کا اپنی دھمکی کے خلاف کرنا لازم آتا ہے، اور کسی خبر کے خلاف کہ کذب کہلاتا ہے۔

یہی مذکورہ کذب گناہ گاروں کو بخشے یا نہ بخشے کی بحث سے نکلی ہوئی ایک بات ہے جس کا اہم نام ہے ”خلف و عید کی فرغ“ اس لیے جناب حضرت مولانا طفیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تم لوگ خواجہ خواد حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ پر حسرت لگاتے ہو، امکان کذب کا مسئلہ بناؤ نہیں بلکہ شروع سے چلا آ رہا ہے، جب یہ تحریر ”براہین قاطعہ“ میں جناب احمد رضا خاں بریلوی نے پڑھی، تب ان کو جوش آیا اور انہوں نے حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ اور شاہ صاحب رحمہ اللہ پر الزامات عائد کرنے اور ان کی تحریرات کو غلط رنگ دیکر ان کو (معاذ اللہ) جھوٹا ثابت کرنے کے لیے چھ رسائل پر مشتمل ”سکین السیوح عن عیب کذب متبوع“ نامی کتاب لکھی، اس میں پہلے انہوں نے ایک سوال قائم کیا، پھر جواب میں تمام کتاب پوری کی، ملاحظہ فرمائیں سوال اور جواب۔

**سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان متین در بارہ مسئلہ امکان کذب باری تعالیٰ جس کا اعلان تحریری غناء گنگوہ و دیوبند اور ان کے اتباع آج کل بڑے زور و شور سے کر رہے

ہیں تحریر کتاب "براہین قاطعہ" کہ مولانا غلیل احمد کے نام سے شائع کی گئی جس کی کاپی ہمیں مل چکی ہے ہمارے حضرت رشید احمد گنگوہی۔۔۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کتاب الی و رشید احمد گنگوہی کو ہے صحت میں پر یوں لکھا ہے۔

امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدماء میں اختلاف ہوا ہے، کہ خلف و غیرہ جائز ہے یا نہیں و مختار میں ہے بھلی بھجور الخلف فی الوعدین فقط اھر مافی الموافق والحقاً صد ان الاشاعرة قائلون بجوازہ۔ اس پر مضمون کرنا پہلے مشارک پر طعن کرنا ہے اس پر جواب کرنا غرض لا علمی اور امکان کذب و عید کی فراموشی ہے، انہی مخلصانہ تقریر انہی عالم حسن دیوبند عنی اول عدد سر میر محمد نے مسجد بالائے کوٹ پر بلند آواز سے چند مسلمانوں پر پڑھا کہ ہمارا تو یہ اعتقاد ہے کہ خدا نے کبھی جھوٹ بولا نہ ہو لے گا مگر بول سکتا ہے کہ بھشتیوں کو ہمارے میں اور دوزخیوں کو بھشت میں بھیج دے تو کسی کا اجارہ نہیں (یہی مضمون تفسیر کبیر میں امام ہمام کے حوالہ سے شروع میں گزر چکا ہے۔) اور یہی امکان کذب ہے انہی، ایسا اعتقاد رکھنا یہاں ہے اور اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

**جواب:** امکان کذب الہی کو خلف و عید کی فراموشی جانتا اور اس میں اختلاف احمد کی وجہ سے امکان کذب کو مختلف یہ نہ کہ ایک تو افتراء اور دوسرے کتابیہ مزہبے شک مسئلہ خلف و عید میں بعض طلبہ جانب حجاز گئے اور متحققین نے منع دیا کہ فرمایا، مگر اس سے امکان کذب ثابت نہ یہ علماء حجاز نے اسلک۔۔۔ پھر ان کی طرف امکان کذب کی نسبت سخت جھوٹ و ظلم۔ (مضمون مسودہ ص ۱۱۱) چند اہم وضاحتیں:

جناب احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں:

(۱) "امکان کذب الہی کو خلف و عید کی فراموشی جانتا"

(۲) "اور اس (خلف و عید) میں اختلاف احمد کی وجہ سے امکان کذب کو مختلف یہ نہ کہ"

(۳) "پھر ان (احمد) کی طرف امکان کذب کی نسبت سخت جھوٹ و ظلم" (جیسا کہ اوپر مذکور ہے)

**فہرست:** جناب احمد رضا خاں بریلوی ایک "تو" امکان کذب "کو خلف و عید کی فراموشی



مانتے اور دوسرے انہوں نے جواب میں ہیرا پھیری کرتے ہوئے یہ لکھ دیا کہ  
"اور اس (خلف و عید) میں اختلاف کی وجہ سے امکان کذب کو مختلف ہے یا نہیں۔"

حالانکہ جو عبارات سوال میں حضرت سہارنپوری کی طرف منسوب لکھی ہے، اس میں ہے:  
"بلکہ قدام (پہلے بزرگوں) میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف و عید آیا جائز ہے یا نہیں۔ اور امکان  
کذب و عید کی فرع ہے۔"

**خاصہ:** یہ کہ حضرت سہارنپوری ائمہ کا اختلاف خلف و عید میں ثابت کرتے ہیں جبکہ  
جناب احمد رضا خاں نے امکان کذب کو مختلف قرار دیا، دیکھ اصل یوں ہے یعنی "امکان کذب  
خلف و عید کی فرع ہے۔"

### ملاحظہ فرمائیں "فرع" کا معنی:

(۱) یعنی شاخ و اہل (۲) وہ جس کی اصل کوئی اور چیز ہو۔ (تحریر اللغات اردو)

جب درخت ہی نہیں ہوگا تو اس کی شاخیں کہاں آئیں گی، اور جب کوئی بھٹ ہی  
نہیں ہوگی تو امکان کذب کا مسئلہ کیسے کھڑا ہوگا، امکان کذب کی کچھ حقیقت تو ہم اوپر بیان  
کر چکے ہیں باقی مزید جناب احمد رضا خاں بریلوی ہی کی عبارت سے ثابت کرتے ہیں۔

حضرت سہارنپوری کی عبارات کا فیصلہ جناب احمد رضا خاں کی عبارات سے:

(۱) حضرت سہارنپوری فرماتے ہیں: "بلکہ قدام میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف و عید  
آیا جائز ہے یا نہیں۔"

جناب احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

"اہل سنت بالا جماع اور معتزلہ کا ایک فرقہ مغفرت عامیاں کہا کر دو گان و سب تو یہ مردگان کے  
امکان عقلی پر متفق ہیں۔۔۔ مگر امکان شرعی میں اختلاف چار اہل سنت بالا جماع شرعاً بھی جائز  
بلکہ واقع اور یہ فرقہ و عید یہ سمجھا جائے اور عذاب واجب مانتے ہیں۔۔۔ اس کے جواب میں جو ان  
خلف کا مسئلہ پیش ہو۔۔۔ مانع۔۔۔ (ملک المصوح ص ۹۸)

**خلاصہ:** جو لوگ گناہ کبیرہ کرنے کے بعد بغیر توبہ کے مر گئے ہوں، ان کے بخشے جانے کا اہل سنت گروہ عقلا اور شرعاً جائز مانتے ہیں اور معتزلہ اس کو بخشے جانے کے خلاف ہیں اور عقلا یہ دیتے جاتے کہ وہ واجب کہتے ہیں۔

اختلاف کس چیز میں ہے؟ وہ آپ کے سامنے آ گیا۔ (یعنی گناہ کاروں کی بخشش میں) (۲) حضرت سیار پندری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”امکان کذب خلف وعید کی فرما ہے۔“ فرع کہتے ہیں، شاخ اور ٹہنی کو یا جس کی اصل کوئی اور چیز ہو۔

### کذب کی اصل اور اس کا درخت کیا ہے؟

اس بارے میں جناب احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

(۱) (اہل سنت کے) ”امام ابو عمرو بن العلاء رحمہ اللہ نے“ عمرو بن عبیدہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اہل کبائر کے بارے میں حیرا کیا عقیدہ ہے؟ (اس نے) کہا میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ اپنی وعید (سزا کی خبر) ضروری پوری کرے گا، جیسا کہ اپنا وعدہ ہے شک یورافرمائے گا، امام (اہل سنت) نے فرمایا:۔۔۔ عرب وعدہ سے رجوع (و پھرنے) کو نالائق جانتے ہیں اور وعید (سزا کی خبر) سے روگرداں کر (و معافی) معتزلہ حکایت کرتے ہیں اس پر عمرو (رضی اللہ عنہ) نے جواب دیا یا محمد! اپنی ذات کا بھٹانے والا تمہارا ہے گا؟ امام (اہل سنت) نے فرمایا نہ، عمرو نے کہا تو آپ کی بحث ساقط ہوئی (یعنی دعویٰ ثابت نہ ہوا) اس پر امام بعد ہو گئے۔“ (تہذیب المسیح ج ۱ ص ۳۵)

**خلاصہ:** جیسا کہ اوپر مذکور ہے یعنی خدا کو اپنی ذات کا بھٹانے والا ٹھہرانے کا یہ بڑا کی بحث میں ہے اور کیوں کہا گیا؟ کیا تجھ کو کی لڑائی ہے یا کرکٹ کے کھیل کی بحث ہے؟ جناب احمد رضا خاں بریلوی تو یہ فرماتے ہیں کہ ”امکان کذب الخی کو خلف وعید کی مستحکم“ (یعنی بخشے یا نہ بخشے کی بحث سے ٹکلی ہوئی ایک بات) جانتا۔۔۔ ایک تو افسوسناک (بہت بڑا) دوسرے کتابے عرو۔۔۔ دوسروں کو سبزی سبزی ستانے والے مجدد صاحب خود اپنی ہی مہارتوں سے بے مزہ اور غلط ثابت ہو رہے ہیں، جناب احمد رضا خاں دوسری جگہ لکھتے ہیں:





مذہب معتزل کا دعویٰ مذہب جناب احمد رضا خاں بریلوی کا کھنڈن الزام دھرنے کے لیے جناب احمد رضا خاں بریلوی نے معتزل کا راستہ اختیار کیا۔  
جناب احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں:

"انہر حقدین میں کچھ علماء ایسے تراشے جیہ کذب الہی کے جواز دعوئی بلکہ وقوع بالفعل کے متحمل ہونے اور تراضیہ علماء سابقہ قطعاً انجماء کا فرمودہ تھے، مرتدوں کو کاٹنے چاہنا بلکہ مشائخ دین ماننا تو خود ان پر کفر لازم آنے پر کیا کام رہا جو کسی منکر ضروریات دین کو کافر نہ کہے آپ کافر۔"

(سکین السورج: ص ۱۲۷)

### مختصر ترجمہ:

بن کار و مشائخ کو جناب احمد رضا خاں نے کافر و بد دین کہا ہے ان کے نام کیوں نہیں لکھے، ہاں اگر نام لکھتے تو نہ معلوم مسلمان ان کے ساتھ کیسا سلوک کرتے۔

### تاریخ:

جب سچائی کو جھوٹ کے ساتھ گرد و دینے کا رواج چل پڑے اور انسانی ضمیر بازاری اشیاء کی طرح غرہ بخت ہو رہا ہو تو ایسے میں صحیح راستہ تلاش کرنا ناممکن ہو جاتا ہے، نظام فطرت میں جھوٹ اور سچائی کے مابین کھٹکھٹ کی تاریخ انسان کی پیدائش سے شروع ہے، کبھی جھوٹ کی چمک سچائی کو اپنے اندر چھپا لیتی ہے اور کبھی سچائی ابھر کر جھوٹ کی روشنی کو ماری دیتی ہے، جیسے ہی افسانوی بات حقیقت کے سامنے سجدہ و ریزہ ہوتے ہیں وقتاً پٹا فیصلہ بنا دیتا ہے اور جھوٹ کی ساری شماتت خیر ہو کر ماری جاتی ہے، کیا بریلوی جماعت اور جناب احمد رضا خاں بریلوی کا مذہب ہے۔

۔۔۔ تو جو نہیں کچھ بھی نہیں مانا کہ یہ محفل جواں ہے خمیں ہے

### مقدمہ [۱۲] اکابر علماء کی عبارتیں:

اب آپ کے سامنے ان اکابر اسلام کی عبارتیں پیش کی جاتی ہیں جو جناب احمد رضا خاں

بریلوی کے نزدیک کافر و مرتد ہیں لیکن دنیا نے اسلام ان کو اپنا پیشوا اور امام تصور کرتی ہے۔

### عبارت ۔۔۔ (۱)

حق تعالیٰ کثیر منہج ای من اکابر الاشاعرة فی الحکم بالاستعمال الکذب علیہ تعالیٰ لانہ نقص لما الزم المعتزلة (ص ۲۰۰) ثم قال ای صاحب العبد لا یوصف الله تعالیٰ بالقدرۃ علی الظلم والفساد الکذب لان المعول لا یدخل تحت القدرۃ ای لا یصلح متعلقها وعند المعتزلة یقدر تعالیٰ علی کل ما ذکر ولا یفعل انتہی کلام صاحب العبد وکأنہ انقلب علیہ ما نقلہ عن المعتزلة اذ لا شک فی ان سلب القدرۃ عما ذکر من الظلم والفساد الکذب ہو مذهب المعتزلة وما لبوا علی ای القدرۃ علی ما ذکر ثم الامتناع عن متعلقها اختیار آفتاب مذهب ای فیہ مذهب الاشاعرة البقی منہ مذهب المعتزلة فیجب القول بأدخل القولین فی التلویزہ وهو القول الالیق بمذهب الاشاعرة۔

آزیر (۱) حتی کہ بہت سے اکابر اشاعروہم تعالیٰ پر کذب کے محال ہونے کا حکم لگانے سے تنہی ہو گئے اس لیے کہ یہ شخص ہے اس مذہب (معتزلہ) کی وجہ سے جو لازم کیسا مستلزم ہے (ص ۲۰۳) پھر صاحب عمدہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو ظلم، بیوقوف اور جھوٹ پر قدرت کے ساتھ موصوف نہیں کیا جاتا اس لیے محال قدرت کے تحت داخل نہیں ہوتا یعنی محال قدرت سے متعلق ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا اور معتزلہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ مذکورہ تمام چیزوں کی قدرت سے رکھتا ہے اور کرتا نہیں یہ صاحب عمدہ کا کلام ہے (عمدہ و ایک کتاب ہے) اور انہوں نے معتزلہ سے جو بات نقل کی ہے گویا اس میں انہیں بھول ہوئی ہے اس میں شک نہیں کہ سلب قدرت (یعنی قدرت نہ رکھنا) جو مذکورہ چیزوں کے متعلق ہے وہ معتزلہ کا مذہب ہے اور ہمہ حال مذکورہ چیزوں کی قدرت پھر ان کے متعلق امتناع اختیار کی طور پر یہ مذہب اشاعروہ کا ہے یعنی اشاعروہ کا مذہب زیادہ لائق ہے معتزلہ کے مذہب کے مقابلہ میں اختیار کرنا واجب ہے اس قول کو جو دونوں قولوں سے

تاریخ (پاک) میں تاریخہ داخل اور قول مذہب اشاعرہ کے ساتھ زیادہ لائق ہے۔ (دیکھیے مرہا)  
 مثنیٰ کتاب السامره شرح المسایره: ص ۲۰۹ و ۲۱۰ از علامہ ابن الجوامی ۸۹۸ھ میں پیدا ہوئے، بلند  
 پایہ شاعر و فقیہ ہیں تھے، لوگ حدیث کے لیے حافظ ابن حجر کی طرف اور فقہ اصول کے لیے ابن  
 ابراہیم کی طرف رجوع کرتے تھے۔ شرح بابن ابی شریف: المقدسی

### عبارت۔۔۔ (۲)

واجب جميع معذرتة والخوارج عقاب صاحب الكبيرة اذا ماتت بلاتوبة ولم  
 يجوز ان يعفو الله عنه بوجهين الاول انه تعالى اوعده بالعقاب على الكبائر  
 واخبر به ابي العقاب عليها فلو لم يعاقب على الكبيرة وعفا لزم الخلف في  
 وعيده والكنب في خبره انه محال، والجواب شأية وقوع العقاب فان  
 وجوب العقاب الذي كلامنا فيه اذ لا شبهة في ان عدم الوجوب مع الوقوع  
 لا يستلزم خلفا ولا كذبا لا يقال انه يستلزم جوازهما وهو ايضا محال لانا  
 نقول استحالة متنوعة كيف وهما من الهمكخات التي تشملها قيدة تعالى.

(شرح مواقف)

[ترجمہ] اتمام معذرتہ اور خوارج نے کبیرہ گناہ کرنے والے کے لیے عذاب کو واجب قرار دیا ہے،  
 جبکہ بغیر توبہ کے مرے اور اس بات کو جائز قرار نہیں دیا کہ اللہ تعالیٰ اس کو محال کر دے، اور وجہ  
 سے ایک تو اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ہر عذاب کا وعدہ فرمایا ہے اور کسب ترک پر عذاب کی خبر  
 دی ہے، لیکن اگر کبیرہ گناہ پر عذاب نہ دے اور محال کر دے تو وعدہ مستلزامی لازم آئے گی اور  
 جھوٹ ہو گا لازم آئے گا، اور جھوٹ ہونا اللہ تعالیٰ کا محال (تحت قدرت نہیں) تو اس کا جواب یہ  
 ہے کہ اللہ پاک نے عذاب کے ہونے کی وجہ بتلائی ہے (کہ گناہ کبیرہ کرنا عذاب کی وجہ سے) یہ  
 گناہ بتایا کہ گناہ کبیرہ کرنے کی صورت میں عذاب لازم ہے (آگے ایک اشکال اور اس کا جواب  
 ہے ایسا نہ کہا جائے کہ وقوع کے ساتھ واجب نہ ہوتا وعدہ غلطی اور جھوٹ کو لازم کرنا ہے اور یہ  
 جھوٹ کو لازم ہونا محال ہے اس لیے ہم کہتے ہیں یہ محال ہوتا ممنوع ہے اس لیے کہ جھوٹ اور





ان سے صادر بھی ہوں، کیونکہ ان افعال کی وجہ سے ضرورت نہیں، جو چیز فی نفسہ ممکن ہو وہ کبھی کبھی  
 دوسرا میں جتنی پیدا نہیں ہوتی، اس وجہ سے کہ کوئی رکاوٹ موجود ہے، اور اس چیز کے پیدا ہونے  
 کا کوئی نقصان بھی نہیں، اس وجہ سے پیدا نہیں ہوتی۔ (دیکھیے عربی متن شرع مقاصد: ۱۰۲، ۱۰۳،  
 ج ۱، ص ۱۱۱، مسعود بن عمر بن عبد اللہ اشعر بعد الدین البخاری ج ۲ ص ۲۷۷ میں پیدا ہونے کی نفی تھی یا  
 نہیں) سید احمد غامدی نے نقل کیا ہے اور سلاطین قادری نے بھی آپ کو حنفی میں شمار کیا ہے، سید احمد غامدی  
 فرماتے ہیں کہ آپ کے زمانہ میں متقیوں کی مذہبی حکومت آپ پر حتم ہوئی، علم صرف ہم خود، علم متعلق، علم  
 ہم، ہم اصول، علم تفسیر، علم حدیث، علم عقائد، علم معانی، یعنی ہر علم کے لئے آپ نے کتابیں لکھیں۔

**نتیجہ:** ایک تو جناب احمد رضا خاں نے اکابر دیوبند کو بدنام کرنے کے لیے حقیقت کو  
 چھپایا اور اہل سنت سے کٹ کر معتزل کا ساتھ دیا۔

دوسرے جو عبارات جناب احمد رضا خاں نے اپنے دعوے کی تصدیق کے لیے پیش کی ہیں  
 وہی عبارات مولانا غلیل احمد صاحب سہارنپوری کے دعوے کی حمایت کرتی ہیں، اور ہم نے انہی  
 عبارات سے جناب احمد رضا خاں کا رد کیا ہے۔

تیسرے جناب احمد رضا خاں نے اکابر اہل سنت یعنی جن کے نام سے اہل السنۃ والجماعہ  
 قائم ہے ان پر بے بنیاد الزام دھرا ہے، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

### مقدمہ [۵] الزامات اور علامہ کاظمی:

علامہ سید احمد سعید کاظمی کا الزام: وہ لکھتے ہیں:

"علامہ ابو عبد اللہ تعالیٰ کے حق میں کذب (جھوٹ) کے قائل ہیں، دیکھیے ضمیمہ برائین امت علیہ  
 "الماطل امکان کذب سے مراد وہ قول کذب تحت قدرت واری تعالیٰ ہے۔"

(۲) اور مولوی رفیع احمد صاحب گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ میں تحریر فرماتے ہیں: "نہیں مذہب صحیح  
 متفقین اہل اسلام و صوفیائے کرام و علماء و نظام کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ کذب داخل تحت قدرت  
 اہل تعالیٰ ہے۔" (الحق دہشیا: ص ۶۹، علامہ کاظمی دیکھتے ہیں مقدمہ برائین امت ص ۱۱۱)

علامہ سید احمد سعید صاحب کاظمی نے جو عبارات نقل کی ہیں وہ دو کتابوں کی علیحدہ علیحدہ عبارات نہیں بلکہ حاشی امدادہ کتب صاحب مباحثہ کی روشنی کی عبارت کے دو ٹکڑے ہیں۔ حاشی صاحب کی مذکورہ عبارت قنادی رشیدیہ اور اسی طرح براہین قاطعہ دونوں میں جیسی ہے۔ حاشی امدادہ کتب رشیدیہ کی اسی عبارت کو نہ صرف ترجمان رضا خانیت مولوی کاشف اقبال صاحب نے بلکہ تمام رضا خانی معترضین نے مولانا گنگوہی و رشیدیہ کی طرف منسوب کیا، کیا یہ انصاف و ریاست کا خون نہیں؟

علامہ سید احمد سعید کاظمی نے اسی عبارت سے ایک ٹکڑا قنادی رشیدیہ کے نام سے اور ایک ٹکڑا براہین قاطعہ کے نام سے درج کیا، تاکہ ان پڑھ آدمائی سے شکار ہوں۔  
کلمہ عبارت یوں ہے: "واضح ہو کہ امکان کذب کے جو معنی آپ سمجھتے ہیں وہ بالاتفاق مردود ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے وقوع کذب کا قائل ہونا باطل ہے وہ ذات پاک مقدس ہے رشادہ نقص و کذب وغیرہ سے"۔

رہا خلاف علماء کا جو بار بار وقوع و عدم وقوع خلاف وعید ہے جس کو صاحب براہین قاطعہ نے غور کیا ہے واصل کذب نہیں صورت کذب ہے، الحاصل امکان کذب سے مراد دخول کذب تحت قدرت باری تعالیٰ ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ وعید فرمایا ہے اس کے خلاف یہ بھی قادر ہے اگرچہ وقوع اس کا نہ ہو، امکان کو وقوع لازم نہیں (اور جو چیز ہونے کے قابل ہو ضروری نہیں ہے کہ وہ واقع ہو، چنانچہ اہل عقل پر غلطی نہیں، پس مذہب صحیح متحقق اہل اسلام صوفیاء و کرام و علماء عظام کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ ہے، وقوع کا کوئی قائل نہیں ہو مسئلہ دقتی ہے، عوام کے سامنے جان کرنے کا نہیں۔

پس علامہ کاظمی صاحب نے لکیریں دلی عبارت نکال کر دو کتابوں کے نام سے شائع کر دی۔

### ملاحظہ فرمائیں مذکورہ عبارت اور اس کی حقیقت:

رہا خلاف علماء کا جو بار بار وقوع و عدم وقوع خلاف وعید ہے، الاٰخر دخول کذب تحت قدرت

باری تعالیٰ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کے بارہ میں مذہب کی جو خبر دی ہے اس کے خلاف کرے گا نہیں۔

اس بارے میں علمائے کرام میں اختلاف ہے دو کون ہیں جو اختلاف کرتے ہیں؟ اور وہ کذاب کیا ہے؟ اس بارے میں بریلوی اپنی جماعت کے علامہ نظام رسول سعیدی لکھتے ہیں: "یعنی اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں ہے، تمام جہان اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور نیا اور آثرت جس اس کی خلقت ہے، اور جو چاہے کرے، اگر تمام اطاعت (و نیکی) کرنے والوں اور صالحین کو دوزخ میں ڈال دے تو یہ اس کا بدل ہوگا، اور جب وہ ان پر کرام اور احسان کرے گا اور ان کو جنت میں داخل کرے گا، تو یہ اس کا فضل ہوگا، اور اگر وہ کافروں پر اکرام کرے اور ان کو جنت میں داخل کر دے تو وہ اس کا بھی مالک ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ ایسا نہیں کرے گا، اور اس کی خبر صادق (و یقینی) ہے اور اس خبر کا کلاب ہونا قائل ہے۔"

اس کے برعکس معتزلہ کہتے ہیں کہ احکام تکلیفہ بھی سے ثابت ہیں، اور نیک اعمال کا اجر و ثواب و پاداش واجب ہے، البتہ بعض آئینیں بظاہر معتزلہ کی مزید ہیں۔" (تبیان القرآن ج ۲ ص ۲۱۰) خیال رہے کہ علامہ سعیدی کی جن عبارات پر لکیریں ہیں یہی وہ کذاب ہے جو داخل قدرت باری خدائی ہے، اور جس کو ہم شروع میں جناب احمد رضا خاں بریلوی کی مبارکوں سے ثابت کر چکے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ کو قدرت نہ ہوتی تو علامہ سعیدی یہ کیوں لکھتے کہ "اگر وہ کافروں پر اکرام کرے اور ان کو جنت میں داخل کر دے تو وہ اس کا بھی مالک ہے" اور یہی کچھ امام رازی نے بھی لکھا ہے جو زیر نظر باب کے شروع میں گذر چکا ہے، پھر جو فتویٰ علامہ دارالعلوم دیوبند پر لکھا جائے وہ امام رازی اور علامہ سعیدی پر بھی۔

### ایک اور الزام اور اس الزام کی حقیقت:

بریلوی جماعت کے علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری لکھتے ہیں: "مولانا محمد احمد لکھتے ہیں: "رسالہ بیانہ الناس مطبع حدیث العلوم میرٹھ ۱۳۰۷ھ کے آخری ورق

میں یہ فتنہ مولوی رشید احمد گنگوہی کا مطبوع ہو چکا ہے، اور ان کے ہاتھ کا اصل فتویٰ گھسٹا ہوا ہے۔ ان کی مہر کی کوئی بھی دھار سے پاس موجود ہے اس کی عبارت تھوڑی سی یہ ہے:

”الارض علماء وقوع خلف وعید کے قائل ہیں اور یہ بھی واضح ہے کہ خلف وعید خاص ہے اور کاسب عام ہے، کیونکہ کذب بولتے ہیں خلاف واقع کو، سو وہ گاہ وعید ہوتا ہے، گاہ وعدہ، گاہ خبر اور سب کذب کے انواع ہیں اور جو انواع کا جنس کو معلوم ہے، ہر انسان ہوگا تو حیوان یا غرض، نہ گناہ وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے، اگرچہ انھیں کسی فرد کے ہو، پس بناء علیہ اس ٹائٹل کو کتب ختم نہ کرنا چاہیے۔“

اللہ تعالیٰ کی شان کریمی دیکھیے کہ ایسے لوگوں پر آسمان ٹپک ٹوٹ پڑا۔

(تقدیس الوہیت: ص ۱۳، از عمید الکیم شرف گادی مدظلہ العالی)

**قارئین!** اللہ تعالیٰ کا سوال اور نہ جواب، تھوڑی سی عبارت کا مقصد وہ سروں پر الزام دہا

ہے۔

**لطیفہ:** ایک بد بخت شخص کسی ایسی جگہ پر جاتے جہاں مختصر اور سادہ لوح لوگ رہتے ہوں، اور ان سے کہے کہ (معاذ اللہ) اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں نماز سے منع فرمایا ہے اور وہ تھوڑی سی عبارت یہ ہے: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ“ (النساء ۴۳) یعنی اسے ایمان والوں سے قریب جاؤ نماز کے۔ قرآن مجید کی عبارت بھی یہی تھی اور اس بد بخت کی بات بھی یہی تھی کہ وہ اس سازش کے تحت جہنم رسید ضرور ہوگا، تھوڑی سی عبارت لکھنے والوں نے بات میں فیصلہ پڑھنے والے خود فرمائیں۔

**۴۴:** حقیقت عبارت میں کچھ بھی نہیں ہے، یہ وہی بات ہے جو اوپر بیان ہو چکی ہے، جس کو ہم نے علامہ سعیدی کی عبارت سے ثابت کیا ہے، لیکن چونکہ بریلوی جماعت کے علماء معنفین حضرات کا میدان اور مخاطب ان کی اپنی سادہ لوح اور جاہل عوام ہے، اس لیے انھوں نے عبارت کی ایک ٹکڑا لکھ کر اس کے ساتھ اپنے مخصوص الفاظ شامل کر کے اسے ایسا بنا دیا

ہے بیان کرتے ہیں کہ جس خدا کی بناء۔

**اصل حقیقت ملاحظہ فرمائیں:** مثلاً دورہ ایک جنس ہے نمبر (۱) دہی۔ نمبر (۲) مکھن۔ نمبر (۳) تکی۔ یہ تینوں چیزیں اس جنس یعنی دورہ کے انواع یا قسمیں ہیں پس دہی، مکھن اور تکی کا وجود اپنی جنس یعنی دورہ کے بغیر ناممکن، اسی طرح انسان کو لے لیجئے۔ انسان حیوان کی قسم ہے پس انسان ہوگا تو حیوان ضرور ہوگا۔

اب جھوٹ یا کذب کیا ہے؟ کذب بولتے ہیں خلاف واقع کو۔

**لطیفہ:** جھوٹ یا کذب چونکہ عموماً انسانی طبائع کے مخالف ہوتا ہے اس لیے اس کو عام طور پر برا کہنا جاتا ہے، حالانکہ بعض خاص موقعوں پر جھوٹ کہنا اعلیٰ درجہ کی مصلحت مند ہوتی سمجھا جاتا ہے، اس کا یہی سبب ہے کہ بعض اوقات جھوٹ کے ساتھ جو مصلحتیں اور محاسن وابستہ ہوتی ہیں ان سے انسان غافل ہوتا ہے، اور اگر کوئی موقع ایسا پیش بھی آجائے تو جھوٹ کو مستحسن کہنے میں وہ جھجکتا ہے، کیونکہ بچپن ہی سے ماں باپ اور اساتذہ کی تلقین سے اس کے دل میں صداقت کی تعریف اور جھوٹ کی مذمت بیٹھ جاتی ہے، اور اس کو اعلیٰ درجہ کی بری چیز سمجھتا ہے، مثال کے طور پر آپ ایک آدمی کو یہ کہیں کہ آپ نے خلاف واقع بات کی ہے تو اس کو غصہ نہیں آئے گا اور اگر آپ نے اسے کہا کہ آپ نے جھوٹ بولا ہے تو فوراً وہ غصہ سے ٹال پٹکا ہو جائے گا۔

پس جھوٹ بولتے ہیں خلاف واقع کو:

اور جھوٹ ایک جنس ہے: نمبر (۱) کبھی وہ وعدہ کی صورت میں۔ نمبر (۲) کبھی وہ خبر کی صورت میں۔ اور نمبر (۳) کبھی وہ خلاف وعید کی صورت میں۔ یعنی یہ مذکورہ تینوں چیزیں جھوٹ کی قسمیں ہیں، ان تینوں مذکورہ چیزوں کا وجود اپنی جنس کے بغیر ناممکن ہے، اور وہ ہے جھوٹ یعنی خلاف واقع "نوع جب ہوگی تو اس کی جنس لازمی ہوگی"

فخر پروردگاروں کا کام ہوتا ہے انتشار پھیلانا، علمی اصطلاحات یا علمی حقیقتوں سے ان کو سب

غرض؟ عید الحکیم شرف قادری صاحب یہ بھی لکھتے ہیں:

"خلف وعید کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن گناہوں پر سزا سنائی انہیں معاف فرمادے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بے شمار بحر مہوں کو معاف فرمادے گا اب اگر خلف وعید کا معنی جھوٹ ہے تو اللہ احم معاذ اللہ! قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بالفضل جھوٹا ہو جائے گا۔"

**قارئین!** یہ احمد رضا خاں والی بڑھ ہے جس کا جواب ہم شروع میں احمد رضا خاں کی تحریروں سے دے چکے ہیں ملاحظہ فرمائیں خلف وعید کا معنی اور اس کی حقیقت۔

نمبر ۱: خلف: (ج) وعدہ خلافی، خلاف وعدہ کرنا۔ (حسن اللغات فارسی، اردو، ص ۳۵۲)

نمبر ۲: وعید: (ج) برا وعدہ، سزا دینے کا وعدہ، دھمکی ڈراوا۔ (حسن اللغات، ص ۹۳۹)

جناب احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

"خلف یا اس معنی کہ منظم (بات کرنے والا) ایک بات کہہ کر چلت جائے اور جو خیر دی تھی اس کے خلاف عمل میں لائے جاوے یا قسام کذب ہے کہ کذب نہیں"۔ (سخن اسرار، ص ۹۶، ۹۷)

**قارئین!** اب آپ غور فرمائیں کہ وعدہ خلافی کرنا یا جو خیر دی تھی اس کے خلاف عمل میں آنا جھوٹ کی قسموں سے ہے یا نہیں اور احمد رضا خاں بریلوی کیا فرما رہے ہیں؟ جھوٹ بولنے کی واقع کے خلاف کرنے کو، کیا کہوں فقط۔

آنکھیں اگر بند ہیں تو پھر دن بھی رات ہے

اس میں بھلا قصور کیا ہے آفتاب کا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَدِلًا فَلْيَظْمَرْهُ اللَّهُ  
اور جو کوئی کس مؤمن کو قصد قتل کر ڈالے

جہنم خالداً فیہا. (النساء: ۹۳)  
کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

عائیدل القول. (قی: ۲۰۰)

میری بات بدلتی نہیں۔  
(آیت: النساء: ۹۳) میں ہے "سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا" یہ وعید ہے یعنی سزا

دینے کی خبر، اب اللہ تعالیٰ اپنے سزا کی خبر کے خلاف کرتے ہوئے مجرم یا گناہگار کو بخش دے گا

اس کو بولتے ہیں "خلفِ دہمید" یعنی سزا کی خبر کے خلاف کرنا، مگر مسلمان اس ہتھکنڈے کو جھوٹ سے تعبیر نہیں کرتا لیکن (سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا) کی خبر کے خلاف تو ہے۔  
 جب ایسے لوگوں کے پاس صحیح جواب نہیں پڑتا تو وہ اصل اور حقیقت کا انکار کر دیتے ہیں اور اپنے انکار کو سچ ثابت کرنے کے لیے ایسی مثالیں لاتے ہیں جن کو علمائے حق اپنی زبانوں پر لانا بھی گناہ سمجھتے ہیں۔

جیسا کہ جناب مولوی عبد السمیع صاحب رامپوری نے حضور مصطفیٰ ﷺ کو ہر جگہ حاضر و ناظر ثابت کرنے کے لیے شیطان کی مثال لے آئے تو جب جناب مولانا عظیم احمد صاحب بہار پوری رضی اللہ عنہ نے ان کو انہی کی زبان میں جواب دیا تو پھر کیا تھا، ہر یلوی جماعت کے امام جناب احمد رضا خاں بریلوی کی طرف سے کفر کا فتویٰ صادر ہو گیا۔

اس طرح جناب مولوی فضل حق صاحب خیر آبادی نے خدا تعالیٰ کی قدرت کا انکار کرتے ہوئے جب یہ کہا کہ "یہ نقص ہے اور نقص محال (تحت قدرت ہی نہیں) تو جناب شاہ اسماعیل شہید مدظلہ نے ان کو جب انہی کی زبان میں جواب دیا تو پھر کیا ہوا؟ ہر یلوی جماعت کے امام جناب احمد رضا خاں نے شاہ اسماعیل شہید مدظلہ اور اکبر دار العلوم کے خلاف اپنی زندگی وقت گزری اور کفر کے فتوؤں سے اپنی کتابیں بھر دیں، انہیں الزامات گالی گالچ اور قرآنی احاطہ کے قراچہ، مٹھورہ میں رد و بدل کے تحت وہ خود ساختہ مجذومانہ، اعلیٰ حضرت و امام قرار پائے۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

تہمت بر حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ اور مسئلہ امکان کذب و امکان نظیر

اختلاف کا پس منظر اور پیش منظر:

مولوی محمد اسماعیل دہلوی نے تقویتِ ایمان میں لکھ دیا کہ "اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی ولی و جن و فرشتے جبرئیل اور محمد ﷺ کے

برابر پیدا کر ڈالے۔"

اس پر علامہ فضل حق غیر آبادی نے تنقید کرتے ہوئے کہا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی تمام سنتیں کاملہ میں مثل اور نظیر محال ہے۔ (تقدیمِ اہلسنت، ص ۱۱۱)

### خلاصہ و تبصرہ:

خیال رہے کہ مثل اور نظیر اور محال سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ جیسا دوبارہ پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر ہے۔

چنانچہ احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں:

"حضورِ اقدس ﷺ کا نظیر (مثل) محال بالذات ہے (یعنی) تحت قدرت ہی نہیں ہو سکتا۔" (ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ سوم)

خیال رہے کہ ایک ہے محال بالغیر اور ایک ہے محال بالذات۔

(۱) محال بالغیر یعنی اللہ تعالیٰ کو آپ جیسا پیدا کرنے کی قدرت تو ہے مگر پیدا فرمانے نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کو خاتم النبیین فرما چکا ہے۔ اور اگر آپ جیسا دوبارہ پیدا فرمادے تو انہی النبیین کا فرمان غلط ثابت ہوگا، اور اسی کو کذب کہتے ہیں۔

(۲) محال بالذات یعنی وہ چیز جو خدا تعالیٰ کی قدرت سے باہر ہو اور جس کو پیدا کرنے پر اللہ تعالیٰ سرے سے قادر ہی نہ ہو۔ یہی عقیدہ جناب احمد رضا خاں بریلوی کا ہے (جیسا کہ اوپر مذکور ہے)

### جناب احمد رضا خاں بریلوی کے مذکورہ نظریہ پر تبصرہ:

جناب احمد رضا خاں کا مذکورہ نظریہ بالکل بے بنیاد ہے، کیونکہ جو چیز اللہ تعالیٰ پہلے پیدا فرماتا ہے وہ چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں ہو سکتی، وہ دوبارہ بھی اس کو آسانی پیدا فرما سکتا ہے۔

**حلیفہ:** اللہ تعالیٰ نے جب پہلی بار حضور ﷺ کو پیدا فرمایا تو کیا اس وقت پیدا کرنے کی قدرت کہیں سے مانگی پڑی تھی، اور پھر جب پیدا فرما چکا تو وہ قدرت واپس یا سلب اور ختم



اللہ تعالیٰ اور روزِ محشر میں اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو دوبارہ پیدا نہیں فرمائے گا۔ جس  
 کے لیے جناب احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ موت الٹا چیز ہے کہ سوائے ذاتِ باری عزوجل کے کوئی اس سے نہ بچے گا۔ جب  
 رب نازل ہوگا کُلُّ مَنْ عَلَيْهِ قَابٌ، وَتَكُنُّ لِي وَجْهَةً رَيْكًا كَوَالْجَلَدِ وَالْإِزْوَاجِ۔ جتنے  
 ہیں جن سے سب فنا ہونے والے ہیں اور باقی رہے گا وہ کریم رب العزت جل جلالہ کا فرستے  
 اسلام ہے کہ ہم زمین پر نہیں پھر آیت نازل ہوئی، کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔ ہر جاندار  
 موت کھینچے والا ہے فرشتوں نے کہا اب ہم بھی گئے، جب زمین و آسمان سب فنا ہو جائیں گے  
 اور پھر اس وقت سارے عزت کے کوئی نہ ہوگا اس وقت ارشاد ہوگا: لَيَمُنَّ الْمَلَائِكَةُ الْيَتِيمُ  
 نائمی کے لیے یاد شاہت ہے، کوئی ہو تو جواب دے، خود رب العزت جل جلالہ جواب فرمائے  
 اَبَدُ فَوَاجِدِ الْفُقَّارِ اللہ واحد قہار کے لیے، جب تک چاہے گا کسی حالت میں گی، پھر  
 سب ہاتھ کھڑا کرے، پھر وہ کوئی نہ ہوگا (کیسے؟ کون سی قدرت کے ساتھ؟) اور وہ  
 ہر ایک کی موت قائم ہوگی، حساب ہوگا۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ چہارم)

نور:

جب زمین و آسمان فنا ہو جائیں گے تو زمین و آسمان کی تمام مخلوقیں بھی فنا ہو جائیں گی، پھر  
 دوبارہ کسے پالے وہ قدرت کہاں سے آئے گی جس سے وہ تمام مخلوقیں اپنی اپنی شکلوں، ہفتوں  
 و سالوں کے ساتھ دوبارہ زندہ ہوں گی؟ العیاذ باللہ۔

پھر صرف ایک فرشتے کے ایک صور پھونکنے ہی سے سارا ایک نوحہ دوبارہ موت قائم ہو جائے گا، اور  
 تمام مخلوقیں دوبارہ پیدا ہو جائیں گی؟ جب ایک صور پھونکنے سے تمام جہان اور تمام مخلوقیں وجود میں  
 آئیں تو کیا خداوند تعالیٰ کے پاس اتنی قدرت بھی نہیں ہے کہ وہ حضور علیہ السلام جیسا تمام  
 مخلوق کے لیے پیدا فرمائے؟ ہاں صرف قدرت کی ہے پیدا کرنے کی نہیں ہے، کچھ تو خدا کی  
 قدرت کے بغیر کو خدا تعالیٰ کی قدرت ہی ہونی چاہیے، وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ۔

### الشاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ:

شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ، شاہ عبدالحق دہلوی کے فرزند اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی کے بیٹے تھے اور شاہ ولی اللہ دہلوی دہلوی کے پوتے ہیں۔ شاہ عبدالحق صاحب دہلی ایک مکتوب میں لکھتے ہیں: "اخوان حضرات (آپ کے داماد مولانا عبدالحق صاحب دہلی اور مولانا شاہ کمال اسماعیل صاحب دہلی) فقیر، حدیث، فقہ، اصولی و منطقی وغیرہ میں اس فقیر سے کہیں، اللہ تعالیٰ کی برکات سے ان دونوں بزرگوں کے شامل حال ہے۔ اس کا شکر یہ مجھ سے تو انہیں ہو سکتا ہے دونوں کو کھانا، روپائی کپڑا کر دیا اور جو مشکلات حل نہ ہو انہا کے سامنے پیش کرو۔"

(تاریخ دولت و عزت اہل حق ص ۷۷) علامہ سید ابوالحسن دہلوی رحمہ اللہ

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

"غیر زمانہ میں مشاہدہ ہوا ہے کہ جن کو تعلیم دینے کی لیاقت نہ تھی نہ پائی نہ دھالی صاحب کی طرف توجہ اور نہ رحمت۔۔۔ جن کا لباس کھابری ہو صورت بھی شریعت کے خلاف، ایسے حضرات مسامحہ نہیں، انکے پرہیزگار اہل حق کے دین دار پیشوا سمجھ جائیں اور جو علماء و شریعت اور مشاہد ملت اور باطل اہل سنت وہ اسلام حق سے خارج کہلائیں۔"

الحاج مولانا محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے کہ جن کے علماء و علماء داخل ہوئے کے ہر منصبہ فہم تسلیم کرتا ہے، حتیٰ کہ وہ تائیدیں کہ جن کی شیخ میں انصاف ہے وہ بھی ان کے علم و عمل و تقویٰ دینی میں کو ماننے ہیں، اعتراض اگر کرتے ہیں تو یہ کرتے ہیں کہ مولانا اسماعیل صاحب ندوائے ذوالجلال کو تفسیر غیر مطابق لطائف کے انصاف پر تاؤں تلاتے ہیں (یعنی جو کلمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اس کے خلاف کرنے پر تاؤں ہے۔) اور ظہیر (شکل) حضرت رسالت مآب تو تحت قدر سے بڑی۔۔۔

داخل کرتے ہیں۔۔۔ جب اپنے زمانہ میں شرک و بدعت کا رواج زیادہ دیکھا تو مولانا مولانا نے بختیاریہ تائید دینے میں جب تک ہو سکا زبان سے فصاحت قربانی اور تحریروں کی بھی نہ ہٹائی، چنانچہ رسالہ "تقویت الایمان" بھی لکھا۔۔۔ جہاں اس کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو بدعت و صحت عطا نہ ہوئی اس کے ساتھ ان حضرات نے کی جن کے قلوب میں مرض بدعت پیچھا تھا

ہوئے ان تحریر کی سے ہدایت حاصل کرتے آئے حضرت مولانا موصوف کی تفصیل و تفسیر پر مکر

آدینا۔  
انہی کے کرنے والے اور فریق تھے ایک وہ جو شرک و بدعات کو انقضای عبادت سمجھتے تھے، (مثلاً)  
فضل رسول بدعتی اور احمد رضا خاں بریلوی ہوئے، دوسرے وہ کہ جن کو دین کے علم میں مہارت  
فریقہ متعلق ان کے تمام عمر کی لگائی تھی، سو یہ دونوں فرقے مخالفت پر آمادہ ہوئے، اہل  
سجود (فلسفہ و منطقی) نے مسئلہ امکان نظیر میں اپنے جوہر یکساں اور فریق اول (بدعتوں) نے  
اپنی بیانات کے مطابق۔۔۔ زبان درازی کی۔۔۔ اور چونکہ مہادی فضل حق صاحب (منطقی و  
فلسفی) نے اپنی تحریر میں۔۔۔ ایک موقع پر کذب باری (تعالیٰ) کی بحث بھی احتیاط اور کسی قدر  
وہ فرمایا تھی، یعنی "وہو محال لانہ نقص والنقص علیہ تعالیٰ محال"۔ (ماخوذ  
خبر الحق، ص ۳۰۲) یعنی "ان کا کہنا کہ یہ محال ہے اس لیے اس میں نقص ہے اور نقص اللہ کے  
لیاں۔"

### ایک ضروری توضاحت :

جواب احمد رضا خاں بریلوی مذکورہ جھڑپے کی وضاحت میں فرماتے ہیں:  
"کتاب کو بار بار اصل بات کا ہے پر چھڑی تھی ذکر یہ تھا کہ حضور پر نور سید المرسلین صائم الصالحین  
تمام صفتیں و اخلاقیات کا مکمل و ہمسر حضور کی جملہ صفات کہانہ میں شریک ہوا یہ محال ہے  
کہ تعالیٰ حضور کو تمام صفتیں فرماتا ہے، اور ختم نبوت ناقابل شرکت تو امکان میں مستلزم کذب  
اور کذب الہی محال عقل"۔ (سخن اسوہ، ص ۱۵۱ از احمد رضا خاں)

### جواب احمد رضا خاں بریلوی کی مذکورہ تحریر پر مصنف کا تبصرہ :

مفسر علیہ السلام کا مکمل تمام صفات میں شریک ہوا یہ محال"۔ (از احمد رضا خاں)

تبصرہ: یعنی تمام صفات میں حضور جیسا دو پارہ پیدا کرنا اللہ کی قدرت میں نہیں، کیوں

تعالیٰ حضور علیہ السلام کو تمام صفتیں فرماتا ہے اور ختم نبوت ناقابل شرکت"۔ (از احمد رضا خاں)۔

**تبصرہ:** ختم نبوت کا قابلِ شکر ہے یعنی ختم نبوت کا وعدہ و خلافی تو جب لازم کہ جب اللہ تعالیٰ آپ جیسا یا اور کوئی نیا پیدا فرما دے، یہاں تو بات صرف قدرت کی بھارتی ہے، پسیدا کرنے کی نہیں ہو رہی۔

امریکان جیٹ مسٹر کذب الہی اور کذب الہی محال عقلی"۔ (امام احمد رضا خاں)  
**تبصرہ:** یعنی اللہ تعالیٰ حضور میں بھیجے جیسا اگر دوبارہ پیدا فرما دے تو یہ بات اللہ کے کذب کو لازم کرے گی۔

**فلائین:** بات صرف قدرت کی تھی، اگر ان لوگوں نے قدرت کی بحث کو غلط رنگ دے کر کذب الہی کی بحث کیوں پھیر دی؟ حالانکہ شاہ اسماعیل شہید دہلوی کی عبارت میں صرف قدرت کا ذکر ہے کذب الہی کی کوئی بات بھی نہیں ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ صرف قدرت پر بحث کرنے سے ان لوگوں کو کچھ ہاتھ نہ آتا تھا، عوام کو گمراہ کرنے کے لیے کذب الہی کا مسئلہ کھڑا کر دیا یعنی انہوں نے قدرت کو کذب الہی کے رنگ میں بدل دیا، تاکہ جب فریق مخالف اپنے دعویٰ میں جود لائیں اسے تو ان کا توڑ کرنے کے لیے یہ شور مچایا جائے کہ دیکھو یہ لوگ کذب الہی کے قائل ہیں، پھر ایسا ہی ہوا۔

ملاحظہ فرمائیں شاہ اسماعیل شہید دہلوی کی عبارت:

مذکورہ بحث کے جواب میں شاہ اسماعیل شہید دہلوی نے کیا فرمایا، اس بارہ میں بریلوی جماعت کے امام جناب امام رضا خاں لکھتے ہیں:

"اگر مقصود اس سے کہ قیام مذکورہ الفصل مستلزم کذب مستلزم آں مسلمت دیکھو دعویٰ فرما مذکورہ الفصل نہ کرنا"۔ (مخزن السورج، ص ۱۳۲ امام احمد رضا خاں)

[ترجمہ] اگر مقصود یہ ہے کہ مذکورہ الفصل کا قیام بحث کا مستلزم ہے تو یہ مسلم ہے اور کسی نے بھی مذکورہ الفصل کا دعویٰ نہیں کیا ہے۔

یعنی ایسا جو جانے جیسا کہ تم لوگوں نے کہا ہے یعنی حضور میں بھیجے جیسا تمام صفات میں پیدا

یہ بات اور ایسا ہونا جھوٹ کو لازم کرے گا تو ایسا ہونا نے کا دعویٰ کس نے کیا ہے؟ مطلب یہ کہ کسی کا کام یہ ہونا اور بات ہے اور اس کام پر قدرت رکھنا اور بات ہے۔

۱۱۔ اگر مرد اور از حال مشتک لذات است کہ تحت قدرت الہیہ داخل نیست پس انہیں کہ کذب مذکور بحال بعض مضبوط باشد چہ عقد قضیہ غیر مطابق الواقع و الحقائق آن۔۔۔ بر ملا نگاہ نمیداد خارج از قدرت الہیہ نیست والا لازم آید کہ قدرت انسانی از بد قدرت ربانی باشد چہ عقد قضیہ غیر مطابق الواقع و الحقائق آن برخاستہ و در قدرت اکثر افراد انسانی است کذب مذکور آری متعاقب حکمت اوست پس مقتضی الخیر است۔ (تفہیم السیوط: ص ۳۲ ماز احمد رضا خان)

ترجمہ اگر محال سے مراد مشتعل لفظ ہے یعنی او اپنی ذات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر ہے تو یہ بات لائسلم (تسلیم) نہیں اس لیے عقد قضیہ غیر مطابق وقوع یعنی ایسی خبر جتنا جو واقع کے مطابق نہ ہو اس کو اپنے مخاطب یعنی فرشتوں اور انبیاء کرام کے سامنے پیش کرنا اللہ کی قدرت سے خارج نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ انسان کی قدرت اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ذاکم ہو، اسس لیے کہ انسان ایسا کر رہے یعنی اپنے مخاطب کے سامنے غلط بات پیش کرنے پر قادر ہے ہاں کذب مذکور (تجاوز پر مذکور) حکمت کی وجہ سے مشتعل ہے یعنی ایسا نہ ہونا کسی حکمت کے تحت ہے یہ نہیں کہ اس پر خدا کی قدرت قی نہیں۔

تقریباً ۱۹۵۹ء میں جب انہوں نے حبس ہوش سنبھالا اور دوسروں کی کتابوں کا مطالعہ فرمایا تو کہیں یہ پڑھ لیا کہ شاہ اسماعیل شہید رضوی نے لکھا ہے کہ ایک کام ایسا ہے جو انسان کو مسکاتا ہے، اور اگر وہ کام اللہ تعالیٰ کی قدرت میں نہ ہو تو انسانی قدرت اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بڑھ جائے گی۔ پس اللہ نے کہ حضرت مجدد احمد رضا خاں شاہ اسماعیل شہید مرحوم کے پیچھے پڑ گئے پھر کہاں پہنچے سنے وہ لکھتے ہیں:

”جب یہ تمہارا انسان جو کچھ کر سکا ہے وہ اپنے کا خدا بھی اپنے واسطے کر سکا ہے، تو جاننا کہ انسان

(کاغذیں تمام) کا خدا کر کے شراب پیئے، چوری کرے، دھوکا کھائے، پینا پی کرے، اپنے آپ کو آگ میں جلائے، دریا میں دیائے، ہر بازار بد معاشوں کے ساتھ مل چکرے جو تیاں کھائے۔ (ماخوذ: سخن اسیر ص ۱۵۳، از ائمہ رضا خاں)

### مسئلہ امکانِ نظیر اور امتناعِ نظیر:

یعنی جب شاہ محمد اسماعیل شہید رضی اللہ عنہ اور جناب مولوی فضل حق خیر آبادی کا اختلاف "شاہ صاحب فرماتے تھے کہ حضور ﷺ کا مثل ممکن بالذات اور مستح بالغیر ہے۔ مولوی فضل حق صاحب فرماتے تھے کہ حضور ﷺ کا مثل مستح بالذات ہے۔"

شاہ صاحب کا عقیدہ ممکن بالذات یعنی وہی جو خدا کی قدرت میں ہو، مستح بالغیر اور کسی سے اس کو پیدا نہ فرمائے۔

مولوی فضل حق صاحب کا عقیدہ، مستح بالذات یعنی وہی جس پر خدا کو قدرت نہ ہو۔

### خلاصہ:

**بہت افریق:** شاہ محمد اسماعیل شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قدرت مانتے ہیں اور مولوی فضل حق صاحب اللہ تعالیٰ کی قدرت نہیں مانتے۔

**دوسرا فرق:** مولوی فضل واقع کے خلاف کرنے پر قدرت نہیں مانتے جبکہ شاہ صاحب واقع کے خلاف کرنے پر قدرت مانتے ہیں، ایک ہو جا ہے کسی کا کام کرنا اور ایک ہوتا ہے کیا کام پر قدرت رکھنا، مگر کام کرنے کی قدرت پر ہے، کام کرنے پر نہیں مانتے کہ وہ دونوں مانتے ہیں۔

اب ہم پہلے دو مسئلوں پر روشنی ڈالیں گے:

[۱] کیا اللہ تعالیٰ کو اس پر قدرت ہے کہ جو مخلوق اس نے پیدا فرمائی ہے اس جیسی مخلوق دوبارہ پیدا فرمائے۔

[۲] شاہ محمد اسماعیل شہید رضی اللہ عنہ نے جو یہ فرمایا ہے کہ انسان اپنے مخاطب یعنی سائے

ہاں سے واقع کے خلاف بات یا بیان کرنے کی قدرت رکھ سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت کیوں حاصل نہیں ہے؟

### [۱] ملاحظہ فرمائیں اللہ تعالیٰ کی قدرت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وَالَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَدْرٍ عَلٰی اَنْ يَّخْلُقَ مَا يَشَاءُ ۚ وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ۔**

[ترجمہ] کیا وہ جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو قدرت نہیں رکھتا کہ پیدا کر سکے ان جیسی مخلوق، بے شک وہی پیدا فرمانے والا، سب کو کچھ جانتے والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا نام اور طاقت کا اظہار فرما رہے ہیں اور یہ ذہن نشین کر رہے ہیں کہ جو مخلوق میں نے پیدا کی ہے اس جیسی (انسانی مخلوق) اور بھی پیدا کر سکتا ہوں، اس لیے لفظ ”مِثْلِهِمْ“ فرمایا۔

ایک اور جگہ فرمایا: **وَالَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِأَلْفِ مِثْلٍ مِّنْهُ ۚ يَوْمَ تُخْلَقُ سَافِرَاتُ الْغَمَامِ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَأَمَّا الْعَذَابُ غَرَابِطُ الشُّجُرِ۔ (ابراہیم: ۱۸-۲۰)**

[ترجمہ] کیا نہ دیکھا تو نے عظیم اللہ نے پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ، اگر وہ چاہے تو تم سب کو ہلاک کر دے اور لے آئے کوئی نئی مخلوق اور یہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مشکل نہیں۔

امام راغبی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

والبحرانی: **ان من كان قادر على خلق السموات والارض باحدى قسبان يقدر على المماثلهم وامثالهم وعلى ايجاد آخرين واحياءهم كما اولى الان القادر على الاصحب الاعظم بان يكون قادر على الاسهل الاضعف اولى قال ابن عباس هذا الخطاب مع كفار مكة يريد اميتكم يا معشر الكفار واخلى قوماً خيراً منكم واظوع منكم ثم قال (وما ذلک علی الله بعزيز۔ (ابراہیم: ۲۰) أمضیٰ لہا ذکرنا ان القادر علی المفاء کل العالم وایجادہ بان یکون قادر علی المفاء اشخاص مخصوصین وایجاد امثالہم اول وأخری والله اعلم۔**

(تفسیر کبیر: باب ۳۳ سورۃ الاحقاف: ۱۱۱)

[ترجمہ] اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو ذات آسمانی اور زمین کو پیدا کرنے پر قادر ہے وہ ایک قوم کو مارنے اور دوسری کو زندہ کرنے پر زیادہ قادر ہے، اس لیے کہ مشکل کام پر قادر ذات آسمانی کام پر زیادہ قادر ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کہ یہ مکہ کے کافروں سے خطاب ہے، نبی اے کافرو! میں تمہیں مار رہا ہوں گا اور ایک ایسی قوم کو پیدا کروں گا جو تم سے بہتر ہوگی، اور دوسری برادر ہوگی، پھر (امام رازی نے) فرمایا: (کہ یہ اللہ تعالیٰ پر کوئی مشکل کام نہیں ہے۔) (ابراہیم: ۱۰) جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ ایک پورے جہان کو ختم کر کے دوسرے جہان کو پیدا کرنے پر قادر ذات اس پر بھی قادر ہے کہ چند قصص میں افراد کو ختم کرے اور ان جیسے افراد کو پیدا کرے (بدو جوابی ہے) ہے (زیادہ اہل حق ہے۔) زمین میں رہے کہ امام فخر الدین رازی کی تحقیق کے مطابق چند مخصوص افراد یا ان مخلوق کو ختم کر کے اس جیسی مخلوق یا ان جیسے افراد پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے پہلے سے زیادہ آسان اور اہل حق ہے۔ واللہ اعلم

### مختصر و تبصرہ:

یہ بات اہل حق میں تسلیم شدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے طے کردہ یعنی کیے ہوئے کاموں کے خلاف پر قادر ضرور ہے۔ اس نے خبر دی کہ فلاں بات ہوگی یا نہ ہوگی، اس کا خلاف بحال بالذات یعنی قدرت سے خارج نہیں ممتنع بالغیر (نہ ہونا کسی مصلحت کی وجہ سے) ہے یعنی اس نے ایسا کیا نہیں مگر نہ چاہی چیزوں پر قادر ضرور ہے۔

دیکھیے اللہ تعالیٰ نے نہ چاہا کہ ہر شخص ہدایت پر ہو، اللہ رب العزت کے علم میں یہ بات تھی کہ اچھے برے دونوں طرح کے لوگ ہوں گے، لیکن اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہر شخص کو ہدایت دے سکتا تھا اس سے عاجز و مجبور نہ تھا، ہر شخص ہدایت پر ہو یہ خلاف واقع ہے لیکن وہ ہر شخص کو ہدایت دینے پر قادر ضرور ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدًى (سجود: ۱۳)

[ترجمہ] اور اگر ہم چاہتے تو سچا دیتے ہر نبی کو اس کی راہ



پر یوں ہی جنت کے علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

ہی آیت کا حقیقی یہ ہے کہ اگر ہم ہر شخص کو جبرِ اہدایت دینا چاہتے تو ہم پر ہر شخص کو نیک اور صالح بنادیتے اور دنیا میں کوئی شخص کافر اور فاسق نہ ہو جا، لیکن ایسا کرنا ہماری حکمت کے خلاف تھا۔ (تبیان القرآن، ج ۹ ص ۳۲۹)

ممکن بالذات یعنی تمام انسانوں کو ہدایت پر رکھنا اللہ کے اختیار اور قدرت میں تو تھا، لیکن منع یا بغیر یعنی ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف تھا اس لیے ہر شخص کو ہدایت پر نہ رکھا، اور یہ بات کہ ہر ہستی میں بغیر مبعوث ہو خلاف اصول ہے، لیکن کیا خدا تعالیٰ اس پر قادر نہیں کہ ہر ہستی میں بغیر بھیجتا؟ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَخَلَّطْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَذِيرًا (الفرقان: ۵۱)

[ترجمہ] اور اگر ہم چاہتے تو ہر ہستی میں ایک ڈرانے والا (نذیر) بھیجتے۔ (لیکن ایسا نہ کیا، مثلاً امیر اور نذر اعرافان)

امام محمد بن مازنی کی تفسیر میں ہے:

بکہ اللہ تعالیٰ بین لہ انہ مع القدور علی بعثة رسول و نذیر فی کل قریۃ خصہ بالرسالة و فضلہ بہا علی الكل... ان الایۃ تفحص مزج اللطف بالعنف لا یخاف تدل علی القدور علی ان یبعث فی کل قریۃ نذیراً مع محمد، وانہ لا حاجة بالعبادة الالہیۃ الی محمد التبتہ (ولو) یدل علی انہ سبحانه لا یفعل ذلک لیس لیسظر الی الاول یحصل التادیب و بالنظر الی الثانی یحصل الاعزاز (کیسیر)

[ترجمہ] گویا کہ اللہ نے ان کے لیے یہ وضع کر دیا کہ اللہ تعالیٰ اس قدرت کے باوجود کہ ہر ہستی میں ڈرانے والا اور نبی بھیجتا ہے، پھر بھی حضور ﷺ کو رسالت کے ساتھ خاص کیا اور آپ کو تمام انبیاء پر رسالت کے ذریعہ فضیلت بخشی۔۔۔ آیت اللہ صاف کرتی ہے خلق اور نبی کے باہم ملنے کا اس کی آیت دلالت کرتی ہے اللہ تعالیٰ کی اس قدرت پر کہ ہر ہستی میں ڈرانے والا بھیجتا محمد ﷺ کی طرح اور دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہم سے بھیج دینے کی ضرورت بالکل نہ تھی ایسا اگر ہوتا

کرے اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرتے، ایسی پہلی بات کی طرف دیکھتے ہوئے ہمارے  
حاصل ہوتی ہے اور دوسری بات کو دیکھتے ہوئے حضور ﷺ کو شرف حاصل ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

### خلاصہ:

(۱) آیت دلالت کرتی ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر کہ ہر بستی میں ڈرانے والا بھیجے گا (یہی)  
خود ﷺ کی طرح۔ اور دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو محمد ﷺ کی ضرورت نہیں (جیسا کہ  
اوپر مذکور ہے)

(۲) اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر ہم چاہتے تو ہر بستی اور ہر شہر میں ایک رسول بھیج دیتے  
۔۔۔ اور آپ سے تبلیغ دین کی مشقت کا بوجھ کم کر دیتے۔

(تبیان القرآن: ج ۸ ص ۵۴۲ علامہ سعیدی رحمہ اللہ)

تعلیم کتابوں کو نوک زبان کرنے سے وہ مرتبہ نہیں ملتا جو نقطہ ایک جملے کو نور و منکر کی آنکھوں  
میں جگہ دینے سے آتا ہے۔

صاحب الطاع کو دفتر سے بھی سیری نہیں

صاحب معنی کو صرف ایک لفظ کافی ہو گا

### توضیح:

جو ذات اس پر قادر ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں ہر بستی اور ہر  
شہر میں نبی مبعوث فرما دے، کیا وہ ذات اس پر قادر نہیں ہے کہ آپ جیسا کوئی اور پیدا کر دے؟  
ہاں جیسے آپ کی موجودگی میں ہر بستی اور شہر میں نبی بھیجنا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں تو ہے  
لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور وعدہ ختم نبوت کے تحت ایسا نہیں کیا، ایسے ہی حضور ﷺ  
جیسا کوئی اور پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں تو ہے، لیکن وہ اپنے قوانین کے تحت ایسا کیا  
نہیں کرے گا۔ واللہ اعلم

ایک حکایت پیش خدمت ہے:

ایک کپے بنانے والا اتفاق سے عطر فروشوں کے بازار سے گزرا، کپے چڑے کی بو کا عادی  
 قند عطر کی خوشبو برداشت نہ کر سکا اور غش کھا کر گر پڑا، لوگوں نے سوچا شاید گرمی ہو گئی ہوگی، گلخند  
 (چروائی قوت کے لیے استعمال ہوتا ہے) سلگھانا شروع کیا مگر وہاں بجائے صحت کے اسس  
 کہلاتے تخت کے مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی، غش پر غش آنے لگے۔ اس کے بھائی کو  
 اس واقعہ کی خبر ہوئی، اس (نے) علاج مخالف کو سن کر گھبرا یا اور تھوڑا سا آبی کا گوبر ہاتھ میں رہا کر  
 دیا اور پاس آ کر یہ کہا کہ سب دور ہو جائیں، وہ لوگ ادھر ادھر ہوئے، اس نے دوہلی کا گوبر  
 اس کی ناک پر رکھا، گوبر کی بو اندر پہنچے تھے ہی مریض کو ہوش اور بھائی کی جان میں جان آ گئی۔  
 فرض اس رابع کو عطر سے دور سے اور ہلی کے گوبر سے ہوش آیا، عطر سے تکلیف اور گوبر  
 سے راحت ہوئی ایسے ہی کچھ میٹر سے عقلموں کو قرآن شریف اور اس کے مضامین سے نفرت اور  
 کدورت ہوتی ہے، اور ان مضامین پر بلا جیسے فلسفہ منطوق وغیرہ سے رغبت اور فرحت ہوتی ہے،  
 قرآن شریف میں بھی شاید اسی کی طرف اشارہ ہے، جو یہ ارشاد فرمایا:

وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آلِهَاسِهِمْ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ (الزمر: ۲۱)  
 بظلمہ کشیدہ او بیداری یہ کشیدہ ۱۔ (البقرہ: ۲۵۵)  
 [زمر اور البقرہ تحقیق ہم نے بیان کی ہے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر مثال تاکہ نصیحت  
 کلاں۔]

[زمر] اگر ادا کرتا ہے اللہ اس مثال سے بہتوں کو اور ہدایت کرتا ہے اس سے بہتوں کو۔

یعنی مقصد یہ کہ اہل حق اور اہل باطل، اہل ہدایت اور اہل ضلالت میں فرق ہو جائے، قرآن  
 اور اس کی تمثیلات سب حق اور صحت ہدایت ہیں، صحیح المزاج اور سلیم الطبع اشخاص (یعنی اہل  
 ایمان) کو جب ان تمثیلات کو سنتے ہیں اور ان میں نظر اور چال کرتے ہیں تو ان کی ہدایت میں اور  
 اتقان ہوتا ہے، اور ان تمثیلات (اور مضامین) سے ان کو صراطِ مستقیم اور حق کا راستہ خوب واضح  
 ہو جاتا ہے۔ اور عین کی روح کا مزاج بالکل ناسد اور خراب ہو چکا ہے ان کو ان تمثیلات سے (اور

مضامین) میں سے کوئی نفع نہیں ہوتا، بلکہ ان کی گمراہی میں اور زیادتی ہو جاتی ہے و فاسد الحوائج کو جس قدر بہتر غذا دی جائے گی اسی قدر اس کے فساد اور مرض میں اضافہ ہوگا۔

شب بے ال رہا بآفتاب چہ کار شیر کو آفتاب سے کیا کام  
چہ عہد غفلت ملک گہر غوار گوہ کھاتے والا ذلیل کیڑا غفر کیا سو گئے  
کرم بول و ہر از نادانی نادانی کے موت گوم سے پیدا ہونا والا کیڑا  
سے کے دس دس اٹھنے قرآنی قرآن کی بار بیکوں تک کہاں پہنچ سکتا ہے۔

بات دور چلی گئی، اس بحث میں یعنی قدرت خداوندی کے ایک انکار پر جناب مولوی فضل حق خیر آبادی علوم منطق میں ماہر جانے جاتے تھے، کیوں کہ منطق میں ان کے والد ماجد جناب مولوی فضل امام صاحب ماہر اور وقت کے گویا امام تھے، جناب مولوی فضل حق کے ہارے میں مولانا رحمان علی لکھتے ہیں:

”میں نے ۱۳۱۱ھ میں (کہ اس وقت علامہ فضل حق خیر آبادی کی عمر ابوبن سال کی تھی) بہت کم عمر مولوی فضل حق کو دیکھا کہ قدرتی کی حالت میں شہرچ بھی سمجھتے جاتے تھے اور ایک طالب علم کو ”افق نہیں“ (منطق کی مشہور و معروف کتاب) کا درس اس خوبی سے دیتے تھے کہ مضامین میں کتاب طالب علم کے ذہن نشین ہوتے جاتے تھے۔“

(ذخیرہ اقدار باقی حدود ستائیس ۸۰۸ راز فضل حق خیر آبادی مترجم: عبدالشکور شاہ نومبر ۱۹۹۷ء)  
منطق اور شرطی دونوں کی حقیقت بخش خدمت ہے:

(۱) منطق: امام غزالی (متوفی ۵۰۵ھ) کی وصیت: (آپ فرماتے ہیں) میں نے طریق کلامیہ اور طرق فلسفہ کو دیکھا اور طریق قرآن کو بھی سمجھ کر میں نے جو کچھ دوسری قرآن میں دیکھا تھا وہ مجھے کسی طریقہ میں نہ ملا، کیونکہ قرآن کا خطاب قلوب یعنی دلوں سے ہے اور کھانا چاہتا ہے، اور مصلحتیں (منطق و فلسفہ کے ماہر یعنی) فلاسفہ کا خطاب علوم سے ہوتا ہے اور ہر چیز چاہتے ہیں (فلسفہ کا لغوی معنی علم و حکمت اور تحقیق معنی دانائی کا عربی قول) جس سے خطاب (یعنی و مقابلی) چمپ کو ہو جاتا ہے مگر مصلحتیں جیسیں ہوتا۔ (کذا فی الملیحۃ الشافعیہ لکھنؤ: ۱۳۸۵ھ)

ملکات شریعہ و عادات جس نے روز مولوی فضل امام شائع اخبار علی شریعت شریعت علیہ السلام

مولوی عبد الشاہ خاں لکھتے ہیں:

"ایک روز علامہ فضل حق خیر آبادی اور مفتی صدر الدین خاں طالب علمی کے زمانہ میں سیب یا تین کرتے چلے آ رہے تھے، کہ شاہ ولی اللہ خاندان کے لوگ علوم و فنیہ حدیث، لغت، تفسیر، وغیرہ صاحب خوب جانتے ہیں، مگر عقولات (یعنی علوم منطقی) نہیں جانتے یہ دونوں انجی شاہ عبد العزیز صاحب تک نہیں پہنچے تھے، کہ شاہ صاحب دہلی نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ ایک پور یا مسجد سے باہر محکم میں ذال دور ایک مسجد کے اندر بچھا دو، جب فضل حق اور صدر الدین آئیں تو ان کو وہیں محکم میں بخوار پڑا دیں، کہ انہوں نے پر شاہ صاحب تشریف لائے اور فرمایا کہ میاں سنی پڑ جانے کو جی نہیں پڑتا، البتہ یہ دینی چاہتا ہے کہ کچھ معقولوں (یعنی منطقیوں) کی خرافات میں گنگو ہو، یہ دونوں فضل حق خیر آبادی اور صدر الدین اس میدان کے مرد تھے، خود انہوں نے جیسے حضرت کی خوشی، شاہ صاحب نے فرمایا کوئی مسئلہ، لطافت و ریاضا اختیار کرو اور کمزور مجھے دو، گفتگو شروع ہوئی (سب دونوں حضرات) گفتگو کو کھا گئے لیکن یہ شکست روحانیت سے کھائی، شاہ صاحب نے فرمایا تم یہ نہ سمجھو کہ ہم کو عقل (یعنی منطقی) نہیں دیتی، ہم اس کو ناقص اور دہیات سمجھ کر چھوڑے رکھا ہے مگر اس نے ہمیں اب تک نہ چھوڑا، اب تک اداری قدم بوسی کیے جاتی ہے۔ (ص ۷۶، ۷۷)

نیز لکھتے ہیں:

"شاہ عبد الرحیم صاحب والد ماجد شاہ ولی اللہ کے خاندان سے یہ باہرکت علم حدیث و سند و مستان شاہ پھیلانک میں صدیوں سے معقولات (یعنی منطقی و فلسفی علوم) کا دور دورہ تھا، یہ شاہ صاحب کا ہی مطلب ہے کہ آج ملک کا گوشہ گوشہ نور علم سے معمور ہے، اور ہر داوی سے قال اللہ، قال الرسول ﷺ کی صدا میں اٹھ رہی ہیں۔

(باقی ہندوستان: ص ۷۷) اور فضل حق خیر آبادی و مترجم: مولانا عبد اللہ

نمبر ۲ شطرنج:

شطرنج پر شیخ عبد اللہ اور جیلانی دہلی کا فتویٰ:

جیسا کہ آپ نے ابھی اوپر یہ پڑھا ہے کہ جناب مولوی فضل حق صاحب خیر آبادی نقشبندی کی حالت میں خطرناک بھی ٹھیکے جاتے تھے، اور ایک طالب علم کو "افق امین" کا درس اس وقت سے دیتے تھے۔۔۔ الخ۔

حضرت شیخ جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اگر کسی کو خطرناک یا زبردست مل رہے ہوں یا جوئے میں مصروف ہوں یا شراب پی رہے ہوں تو میرا سلام علیکم نہ کہو"۔ (تحفۃ الطالبین)

فطیل بن مسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب جب تھر کے دروازے سے نکلے تو خطرناک ٹھیکے والوں کو دیکھ کر ان کے پاس تشریف لے گئے، اور ان کو آج سے رات تک قید کر دیا یا قسوس کے حوالے کر دیا۔

ملاحظہ فرمائیں جناب احمد رضا خاں بریلوی کا مذہب:

"اور فرماتے ہیں کہ جب کبھی میں نے استعانت (عہد طلب) کی یا ٹوٹ ہی کیا ایک درگاہ (یعنی ایک درگاہ مشہورہ لاہور)۔" (فتوحات اہل حضرت: حصہ سوم)

یہ بریلوی مذہب کے علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک دن رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سوار ہوئے بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا اے بیٹے! جب تم سوال کرو تو صرف اللہ سے کرو اور جب قہر طلب کرو تو صرف اللہ سے عہد طلب کرو۔"

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل بیٹھے آئے، مجھے بشارت دی کہ جو شخص آپ کی امت میں سے اس حال میں فوت ہو کہ اس نے شرک نہ کیا ہو، جنت میں داخل ہو جائے گا، میں نے کہا اگر چہ ناجویدی کرتا ہوں کیا اگر چہ ناجویدی کرتا ہوں؟

(شرح مسلم، ج ۱ ص ۲۵۳)

یہ علامہ سعیدی لکھتے ہیں:

”صرف اللہ کی طرف توجہ کرنا واجب ہے، اور جو شخص اپنی عبادات میں اور دعاؤں میں غیر اللہ کی طرف متوجہ ہو اس نے مشرکوں سا کام کیا۔“ (تفسیر تیان القرآن، ج ۵ ص ۸۱)

**قارئین!** آپ نے مولوی فضل حق خیر آبادی کا حقہ اور شریعت اور پھر جناب احمد رضا خاں بریلوی اور اس کا مذہب پڑھا، فیصلہ فرمائیں کہ یہ مذکورہ دونوں حضرات کیسے ہیں؟

کیا علماء ربانی کی یہی صفات اور یہی عادتیں ہوتی ہیں؟ کیا ایسے لوگ رہبری کے مستحق ہوتے ہیں؟ جو لوگ خدا تعالیٰ اور اپنے پیدا کرنے والے اور پالنے والے کو چھوڑ کر اس کی مخلوق کو اپنا جنت روا، مشکل کشا سمجھیں، ایسے لوگ خدا تعالیٰ سے خوف کھائیں گے اور اس سے ڈریں گے؟

معلوم ہے حسینو! اس حسن کی حقیقت

ظاہر میں رنگ و بو ہے ہاتھ سڑے ہوئے ہیں

ماہانہ معارفِ رضا کراچی کے سرپرست پروفیسر مسعود احمد لکھتے ہیں:

”فاضل (احمد رضا خاں) بریلوی اپنے عہد کے جلیل القدر عالم تھے مگر ملی حلقوں میں (ان کا) اب کچھ بھی تعارف نہ کرایا جا رہا، جدید تعلیم یافتہ طبقہ بڑی حد تک بالکل نااہل (نواقض) ہے، چنانچہ ایک مجلس میں جہاں یہ اہم (مسعود) موجود تھا، ایک فاضل نے فرمایا کہ ”مولانا احمد رضا خاں کے پیرو (ماتے والے) تو زیادہ تر جاہل ہیں، گو یا آپ چالیوں کے پیشوا تھے۔“

(ترک مولات، ص ۵۸ پروفیسر مسعود صاحب)

### الطیغ:

دہلی میں ایک شاعر حضرت بیدائی گزرے ہیں، وہ اپنی زندگی کے واقعات میں لکھتے ہیں:

”ایک دفعہ میں بریلی کا پاگل فائدہ دیکھنے گیا کہ ایک صاحب وہاں صاف ستھرا لباس پہنے ایک چوڑے پر بیٹھے تھے، دیکھنے میں مذہب اور محرز معلوم ہوتے تھے، میں نے اس خیال سے کہ یہ مجھے کوئی افسر ہوں گے، بڑے ادب سے سلام کیا، مگر انہوں نے جواب دینے کے بجائے اپنا سنا پھیر لیا، میں سمجھا ممکن ہے آداب سے کوتاہی ہوئی ہو، میں نے دوسری طرف ہو کر پھر آداب

بجائے یہ، لیکن انہوں نے پھر رنج بھریا، تیسرے رنج ہو کر میں اور چارٹھ: ہزار ہا تھا، کہ انہوں نے بڑے غصہ میں میری طرف دیکھ کر کہا: "ایہ آداب آداب نگار کجی ہے، جانتے نہیں، دوستی میں ہوں؟ اس کا یہ کہنا تھا کہ سامنے کے ہنگام سے آواز آئی، یو جی غلط کہتا ہے، میں نے اس کے منہ میں ہیدل صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے مڑ کر دیکھا تو یہ شخص، دو روز اور کچھ کھڑا تھا، یہ بیٹھا تھا۔"

(گلاب کی تڑپ)

طالع اس کا بھی کچھ غم جوتاں ہے کہ نہیں

مریض اور مرض کے مابین بھی ایک رشتہ ہے، دور ہے جب تک جسم کے ساتھ رہتی ہے یہ بڑا قائم رہتا ہے، اس دوران مرض کبھی جسم پر قلبہ پالیتا ہے، اور کبھی جسم مرض کو مات دے دیتا ہے، لیکن جن امراض کا دل و دماغ پر قبضہ ہو جاتا ہے، وہ قہر کی لحد تک جسم کا تعاقب کرتے ہیں، ان میں مراثی، مالتویا، نسیان اور دہم ہیں، یہ دماغی امراض ہیں جو آدمی کو عقل و خور سے دور لے جا کر جنوں کے دیوانوں میں بھیج دیتے ہیں، انہیں سے اطمینان نہیں رہتا ہے، اور ایسے بے باغ و کھاتا ہے کہ آدمی آدمیت سے ماورن ایسی حرکات کرنے لگتا ہے کہ پھر اطمینان بھی بھریا جاتا ہے۔

جناب احمد رضا خاں بریلوی نے: شاہ محمد اسماعیل شہید پر کیا کیا ظلم و ستم کیے۔

ملاحظہ فرمائیں جناب احمد رضا خاں صاحب فرماتے ہیں:

"ایام جالفہ نے امتناع بالخیر محض تخریج منافع قضا اس کا مذہب جو از قوی ہے۔ (نہن اسرار ص ۸۰) جناب احمد رضا خاں (السنۃ اللہ علی الکلہ میں)۔

مطلب یہ کہ شاہ صاحب صرف دُر کی وجہ سے ظاہری طور جمہوری پر خدا کی قدرت مانتا ہے، لیکن اس کا مذہب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ (سداذ اللہ) بھوت ہوتا ہے۔

جناب احمد رضا خاں دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"اور اب تم نے مذہب الہی کو زیر قدرت مانا تو حق سنا ہر خبر میں اقبال کذب ہو اسی اور ایہ کہ فرمایا: یقین دلائے کہ اللہ تعالیٰ بھوتے ہوئے ہے، مگر نہ کبھی بولتا ہوئے، اس یقین کی طرف گام



کوئی راہ نہیں کہ آخر یہ کلام الہی سے خود ایک کلام ہوگی، تو عقلاً ممکن کہ یہی وجہ کذب صادر ہوئی، پھر کوئی ذریعہ رونق رہا۔ جس کے سبب عقل یقین کر سکے کہ یہ جو قدرت الہی میں شواہد واقع نہ ہو۔۔۔  
 ارجح۔ (سلسلہ اسبوح: ص ۲۲)

### خلاصہ و تشریح:

بریلوی جماعت کے امام جناب احمد رضا خاں صاحب فرماتے ہیں:

”جب تم نے جھوٹ پر خدا کی قدرت مانی تو عقلاً خدا کی ہر بات میں جھوٹ کا شک پیدا ہوا، اگر بالفرض اللہ تعالیٰ کی بات یہ یقین دلانے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے، مگر بولتا نہیں اور نہ بولے گا، اس یقین دلانے کا بھی کوئی بھروسہ نہیں کیونکہ یہ یقین دلانا بھی اللہ کی بات سے ایک بات ہوگی، ہو سکتا ہے کہ جھوٹ کی وجہ سے یہی گئی ہو، پھر کس طرح ہم یقین کر سکیں کہ جو جھوٹ بولنے پر قادر ہے وہ جھوٹ نہ بولے۔“

اس عبارت میں حقان صاحب بالکل صاف طور پر ظاہر ہو گئے ہیں، بقول شخصے ”ان میں یہ مرض بھی تھا کہ اپنے مخالفین کی عبارات کا اپنی شرف سے معنی اور مطلب بنا کر ان پر سوچتے تھے، کہ دیکھو ظالم نے یہ لکھا ہے، اور ظالم نے یہ کہا ہے۔“

### جواب:

اگر قدرت کی تشریح یہی ہے جو جناب احمد رضا خاں نے بیان کی ہے، تو پھر اللہ تعالیٰ کی اس قدرت کی تشریح کیا ہوگی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کو خطاب ہے ارشاد فرمایا:  
 لَوْلَا نَفْثُ مَنْ لَوْلَا سَخَقَ لَيْسَ كُمْ فِيمَا أَتَّخَذْتُمْ عَذَابَ عَظِيمًا۔ (الغالب: ۶۸)  
 [ترجمہ] اگر پہلے سے حکم لکھا ہوا نہ ہوتا تو جو کچھ تم نے لیا ہے اس کی وجہ سے عذاب ہوتا۔  
 شیخ عبدالحی محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”صحیح مسلم بروایت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے دن کفار کو کشت دی اور مشرکوں کے ستر آدمی مارے گئے، اور ستر آدمی قید ہوئے تو حضور اکرم

مسلمین نے ان قیدیوں کے بارے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملنا فرمایا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ ان سے قیدیہ لے لیا جائے۔۔۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے مشورہ فرمایا۔۔۔ میں نے عرض کیا۔۔۔ میری رائے یہ ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔۔۔ آپ نے ان سے قیدیہ لے لیا۔۔۔ پھر دوسرے دن جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے قریب ہیں اور دونوں رو رہے ہیں۔۔۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اس وحشیہ سے دلا رہے ہیں کہ تمہارے یا انہی پر تو یہ لینے کے سلسلے میں بلاشبہ میرے آگے اس درخت سے قریب عذاب ملے گا کیا کیا، ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ہم یہ عذاب اترتا تو پھر عمرؓ کے کیا نجات نہ پاتا۔ (معارف النبی ۳: ج ۱ ص ۱۷۷-۱۷۸)

### قادر مکن:

اللہ تعالیٰ نے جو عذاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر فرمایا: کیا اس عذاب کو نازل کرنے کا قدرت اللہ تعالیٰ کو تھی یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ کو نازل کرنے کی بھی قدرت تھی اور نہ نازل کرنے کی بھی قدرت تھی، دونوں قدرتیں تھیں۔

پس جب یہ احمد رضا خاں کے قانون اور قصہ کے ختم حواہی بیان ہوا ہے، تو کہہ دیجئے (معاذ اللہ) کہ اللہ تعالیٰ مذکورہ عذاب کس وقت نازل فرماویں، کیونکہ جناب احمد رضا خاں کے نزدیک قدرت دعویٰ ہے جس سے شعل کا ظہور ازری ہو، اور جس کا صدور یقینی ہو، وہ قدرت کیا ہے جس کا صدور نہ ہو، جیسا کہ اس نے کہا: ”پھر کون سا ذریعہ اور ثبوت رہا جس کے سبب عقل فہم کر سکے یہ جو قدرت الہی میں تھا واقع نہ ہو۔“

### دوسری مثال:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِذْ لَمْ يَكُنْ لَكَ صِغْفٌ اَلْخَبْرَةُ وَصِغْفٌ اَلْمَنَابِ (اسرائیل: ۷۵)

[ترجمہ] اگر آپ ایسا کرتے تو اس وقت ہم آپ کو بچھڑاتے وہ گناہ عذاب دنیا میں دو گنا عذاب موت کے بعد۔

اس سے حضور ﷺ کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔ کیونکہ جتنا کوئی زیادہ عزیز ہوتا ہے، اتنا ہی اس کی معمولی سی معمولی لغزش کا ثواب برداشت ہوتا ہے۔ (غیاہ القرآن: ج ۳ ص ۶۶/۶۷ از ترجمہ کریم شاہ)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب دینے کی دھمکی اور قدرتِ بیباں کی گنجی ہے، اگر اللہ تعالیٰ کو عذاب نازل کرنے کی قدرت نہ تھی تو پھر اس عذاب کی دھمکی قرآن مجید میں کیوں بیان فرمائی؟ پس جناب احمد رضا خاں بریلوی کے عقیدہ کے مطابق جیسا کہ اس نے اوپر کہا ہے یعنی "اور اب تم نے کذب الہی (یعنی عذاب الہی) کو ذریعہ قدرت مانا تو عقلاً ہر خبر میں احتمال کذب (یعنی ہر خبر میں عذاب کا شک) ہوا ہے، پھر کونسا ذریعہ ہوتا رہا جس کے جب عقل یقین کر سکے کہ یہ جو (عذاب) قدرت الہی میں تھا واقع نہ ہوا۔"

### تیسری مثال:

اور شانِ باری تعالیٰ ہے:

وكان الانسان عجولا (اسرائیل: ۱۱)

[ترجمہ] اور انسان بہت جلد باز ہے۔

"نامِ مسلم" (رحمہ اللہ) نے حضرت ابو ہریرہؓ [رضی اللہ عنہ] سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! احمد صرف بشر ہے بشر کی طرح غضب ناک ہوتا ہے، اور میں تجھ سے یہ پسند کرتا ہوں اور تو اس عہد کے خلاف نہ کرتا کہ میں جس مومن کو بھی اذیت دوں یا اس کیوں۔۔۔ تو اس چیز کو اس کے گناہوں کا کفارہ کر دے۔۔۔ الخ"۔ (تبیان القرآن: ج ۶ ص ۶۵۵/۶۵۶ از سعیدی)

**خاتم:** اتمام انبیاء، کرام و مرسلین اور حضور ﷺ خصوصاً علقہ بات کہنے پر قدرت دیکھتے ہیں یا نہیں، اگر کہو کہ نہیں دیکھتے تو پھر وہ انسان نہ ہوئے، اور جب انسان نہ ہوئے تو نبی بھی نہ ہوئے کیونکہ بریلوی جماعت کے مفتی احمد یار خاں لکھتے ہیں:

عقیدہ: نبی و انسان مرد ہیں، جن کو اللہ نے احکام شریعہ کی تبلیغ کے لیے بجا کر پیدا کیا۔  
انسان اور نر و عورت۔ (جاہ الحی: ص ۱۷۱)

جب سب نبی انسان ہوئے اور ان میں غلط بات کہنے کی قدرت نہیں ہے تو پھر وہ کیسے  
انسانی مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے (معاذ اللہ) زیادتی ہوئی مطلب یہ کہ اگر دوسرا انسان  
کو غلط بات کہنے یعنی ان کو جھوٹ پر قدرت نہ ہوتی تو وہ بے پارسے عذاب سے بچ جاسکتے  
قدرت ہوتی نہ جھوٹ بولتے، اور نہ عذاب کے مستحق ہوتے، اسی طرح تمام انبیاء کرام علیہم السلام  
احمد غلط بات کہنے کی اللہ نے قدرت رکھی ہے تو پھر جناب احمد رضا خاں بریلوی کے قانون اور  
عقیدہ کے مطابق کیا بھروسہ اور یقین ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام (معاذ اللہ تم معاذ اللہ) جھوٹ نہ  
بولیں، جب ان کا جھوٹ بولنا جناب احمد رضا خاں کے قانون اور عقل اور عقیدہ نے ثابت کر دیا  
تو پھر کیسے یقین کیا جائے کہ (معاذ اللہ) دین اسلام چاندی ہے، یا جھوٹا مذہب ہے، احمد رضا  
خاں کے قانون اور عقیدہ نے جب کذب انبیاء کو زیر قدرت مانتا تو عقلاً (ان کی) ہر خبر سبیل  
جھوٹ کا شک ہو اسی، پھر کونسا ذریعہ وثوق رہا جس کے سبب عقل یقین کرے کہ جو (جھوٹ)  
قدرت انبیاء میں تھا، واقع نہ ہوا؟ یوں کہوں کہ بجا و درست سب سچ ہے اور کیا کہوں۔۔۔ عقلاً  
داد حضرت دیکھ لی کدہ ذہنی آپ کی  
خوب ہوگی بہتروں میں قدر دانی آپ کی  
سبحان اللہ! کیا خدا کی قدر دانی ہے، قربان جائیے ایسے حضرات کے جس کو اس کی بھی خبر نہ  
کہ ہم کیا کہتے ہیں اور اس کا انجام کیا نکلتے گا۔

جناب احمد رضا خاں اللہ کی قدرت کی کیسی کیسی تشریح فرماتے ہیں:  
وہ کہتے ہیں:

"جو کام تیرہ کی قدرت میں ہے دوسرا ہرگز اس پر جزم (چند یقین) نہیں کر سکتا کہ وہ بھی اسے  
کرے گا۔۔۔ تیرہ قسم کھائے کہ میں اس سال ہرگز سفر نہ کروں گا، تاہم دوسرا اگر صدق تیرہ کا کیا

یہ اعتقاد رکھنے والا جو قسم نہیں کھا سکتا کہ یہ اس سال یقیناً سفر نہ کرے گا، اگر (قسم) کھائے تو سخت جری دے پاک اور عقلمندوں کی نگاہ میں ہلکا ٹھہرے گا، وجہ کیا ہے وہی کہ غیب کا حال معلوم نہیں کہ بات یہی اہی ہو۔۔۔ اور اب تم نے جھوٹ بولنے پر اللہ کی قدرت مانی تو عقلاً ہر خبر میں اخلال کتب ہوا ہی، درحقیقہ یہ بات کہ اللہ کی خبر یقین دلائے کہ اللہ جھوٹ بولنے پر قادر ہے مگر نہ بھی بولتا نہ بولے، اس یقین پر بھی کوئی راد نہیں کہ یہ بات بھی اللہ تعالیٰ کی ایک بات ہوگی، تو عقلاً ممکن کہ جھوٹ کی وجہ سے صادر ہوئی ہو۔ (سخن المسود: ص ۲)

### تشریح:

جناب احمد رضا خاں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جس طرح احمد رضا جھوٹ بولنے پر قدرت رکھتا ہے تو دوسرا آدمی ہرگز یقین نہیں کر سکتا کہ جناب احمد رضا خاں نے کبھی سچ بولا ہو، مثلاً احمد رضا خاں نے حرمین شریفین سے علماء دارالعلوم دیوبند کے حشلاف من گھڑت کفر کا فتویٰ لیا، اب اگر اس فتویٰ پر احمد رضا خاں کی جماعت قسم کھائے کہ واقعی بخیر سے امام نے ایسا ہی کیا ہے تو عقلمندوں کے نزدیک احمد رضا خاں کی جماعت الکی بے وقعت ٹھہرے گی، وجہ کیا وہی کہ غیب کا حال جماعت کو معلوم نہیں کہ جناب احمد رضا خاں کا فتویٰ سچا ہی ہو۔

اب ہر ملوثی جماعت نے جھوٹ بولنے پر احمد رضا خاں کی قدرت مانی تو عقلاً (اس کی) ہر بات میں جھوٹ کا شک ہوا ہی، درحقیقہ یہ بات کہ احمد رضا خاں کی بات یقین دلائے کہ احمد رضا خاں جھوٹ بولنے پر قادر ہے مگر نہ کبھی بولتا نہ بولے، (احمد رضا خاں) کے اس یقین پر بھی کوئی راد نہیں کہ (انہوں نے) علماء دارالعلوم کے خلاف کفر کا فتویٰ حاصل کیا واقعی سچا ہو؟ کیونکہ عقلاً ممکن کہ جھوٹ کی وجہ سے صادر ہوا ہو، اللہ مجھے معاف فرمائے۔

عصمت کی تہذیب ہوتی ہے قہر خانوں میں  
ناموں کے سوا سے چکے ہیں تھہریں کے بارہ خانوں میں  
جب فہرست ہی اللہ کی غالب کیا کسی کا نگہ کرے کوئی

کیا حرے کی بات ہے کہ برا کہیں اور وہی کو اور برائی نظر آئے  
 خاک ڈالنے والے کی کیا منت ظاہر ہوئی  
 چاند پر خاک ڈالنے سے چاند کا تو کیا نقصان  
 یوں عہدہ برائی کی امید نہ تھی  
 ناچار یہ طریقہ اختیار کیا اور یوں اپنے جرم پر اگلے

[۲] کیا واقعی انسان کی طرح اللہ تعالیٰ اپنی دی ہوئی خبر کے خلاف کر سکتا

ہے؟

جناب احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

"بذیان اول امام ربانیہ (شاہ ولیعزیز دہلوی) کی اول ہے یہ کہ اگر کذب الہی محال  
 ہو، اور محال پر خدا کو قدرت نہیں تو اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر نہ ہوگا، حالانکہ اکثر آدمی اس پر  
 قادر ہیں تو آدمی کی قدرت اللہ کی قدرت سے بڑھ گئی، یہ محال ہے، تو واجب کہ اس کا جھوٹ ہو  
 ممکن ہو۔"

جناب احمد رضا خاں مذکورہ عبارت کے جواب میں لکھتے ہیں:

"یہاں بھی دو چیزیں ہیں: ایک: کذب انسانی و قدرت انسانی میں مجاز ہے، اور قدرت ربانی میں  
 حقیقتاً۔ دوم: کذب ربانی اس پر قدرت انسانی و قدرت ربانی تو انسان کی قدرت کس بات میں  
 سوا اللہ مولیٰ سبحانہ کی قدرت سے بڑھ گئی۔" (آئین السراج، ص ۳۳، ۳۴) احمد رضا خاں نے  
 اشاعت ص ۱۳۷ طبع اہل سنت و جماعت دہلی بریلی میں چھپ کر شائع ہوا)

ظاہر ہے اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو جناب احمد رضا خاں نے خود مسئلہ اٹھ کر دیا  
 وہ اس طرح کہ جب اس نے یہ تسلیم کر لیا کہ "کذب انسانی قدرت ربانی میں حقیقتاً" اب ہائی  
 صرف یہ رہ جاتا ہے کہ کذب انسانی پر اللہ تعالیٰ کس طرح قادر ہیں یعنی اللہ تعالیٰ انسان سے کس  
 طرح جھوٹ بولا کرتا ہے، اور اللہ کو اس پر کسکی قدرت ہے؟

اگر یہ بیانی جماعت کے علماء حضرات میرے اٹھائے ہوئے اس سوال کو حل کر دیں تو ہو سکا ہے کہ اختلاف ختم ہو جائے۔

کیا ہر الفاظ انسان اپنے من یا زبان سے نکلا ہے یا اور کرتا ہے، اس طرح کے الفاظ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر ہیں یعنی بعینہ وہی الفاظ اللہ تعالیٰ نے اسے سے (معاذ اللہ) عطا کر دیے۔ مثلاً جناب احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

”ظن ملت کے ایمان میں انسان اور اس کے تمام اعمال و اقوال جناب باری تعالیٰ کے مخلوق ہیں، قال اللہ تعالیٰ: ووللہ خلق کبر و ما تعبدون۔“

[ترجمہ: تم اور جو کچھ تم کرتے ہو سب اللہ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے۔]

انہیں کا صدق کذب کفر ایمان جو کچھ ہے سب اسی کا پیدا کیا اور اسی کی قدرت سے واقع ہوتا ہے۔ (سکین السورج، ۳۳۳ راز احمد رضا خاں)

### مختصر تبصرہ:

احمد رضا خاں کی مذکورہ بالا تحریر کے مطابق جب اللہ تعالیٰ کسی انسان سے جھوٹ بلوائے گا اور نہر مانتا ہے تو جب تک وہ جھوٹ اللہ کی قدرت اور اس کے ارادہ اور علم میں نہ ہو تو وہ کیسے انسان سے جھوٹ بلواتا ہے؟ جب انسان کے جھوٹ بلوائے پر اللہ کی قدرت ثابت تو باقی کون سے جھگڑے کی بات رہ گئی، قرآن مجید میں ہے:

إِنْ هَذَا إِلَّا مِثْرُ الَّذِي كُنْتُمْ تُكَذِّبُونَ. إِنْ هَذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ. (البقرہ: ۲۴، ۲۵)

[ترجمہ: یہ تو وہی چادو ہے انگوں سے سیکھا۔ یہ نہیں مگر آدمی کا کلام۔]

مثلاً احمد رضا خاں کجراتی لکھتے ہیں:

”تعمیل اسے کہ وہ لکھ (بنا مقبرہ) خود بھی اپنے کو اس کیو اس میں جھوٹا سمجھتا تھا، کیونکہ حضور انور ﷺ مکہ معظمہ میں ہی رہے اور مکہ معظمہ میں نہ چادو گر تھے، نہ وہاں چادو کا زور تھا، پھر حضور انور ﷺ نے مکہ سے چادو سیکھا اور کہاں سے سیکھا، کب سیکھا، ان باتوں پر خود اس کا ضمیر لعنت کرتا تھا۔“

(نور المعانی ص ۱۰۱)

**قاریین!** غور فرمائیں جو کچھ جھوٹ اور الزام ولید بن مغیرہ نے بکا وہی جھوٹ اور الزام  
تعالیٰ نے قرآن مجید میں دہرایا ہے۔ یعنی جو کچھ ولید نے کہا وہی کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:  
نیز جناب احمد رضا خاں کے مذکورہ بالا فرمان یعنی ”انسان کا صدق کذب سب اسی کا پیرا  
ہوا ہے“ سے ثابت ہوا کہ جو کچھ ولید بن مغیرہ نے کہا اس کے دماغ میں وہ سب کچھ اللہ تعالیٰ سے  
ڈالا تو اللہ تعالیٰ کا اس جھوٹ یا بکواس پر ولید بن مغیرہ سے پہلے گذر ہونا ثابت ہوا۔ (الحساب  
باللہ) واللہ اعلم مزید تفصیلات آگے ملاحظہ فرمائیں۔

### صفات باری تعالیٰ کی مختصر حقیقت:

اللہ تعالیٰ کی کچھ صفات ایسی ہیں جو انسانی صفات سے ملتی جلتی ہیں اور کچھ صفات ایسی ہیں جو  
انسانی صفات سے نہیں ملتی۔ مثلاً:  
انسان موتا ہے اور اللہ تعالیٰ نہیں موتا، انسان کھاتا پیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کھانے پینے سے  
پاک ہے، انسان کے ساتھ ضرورتیں لگی ہوئی ہیں مگر اللہ تعالیٰ ضرورتوں سے بے نیاز ہے،  
انسان شادی، بیاہ، نکاح سب کچھ کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں سے پاک ہے مگر ہر  
صفات ایک جیسی ہیں مثلاً:  
انسان دیکھتا ہے اللہ کے دکھانے سے اور اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے دیکھتا ہے، جو اس کی  
شان کے لائق ہے۔ انسان سنتا ہے اللہ تعالیٰ کے ستانے سے مگر اللہ تعالیٰ سنتا ہے اپنی قدرت  
سے جیسا سنتا اس کی شان کے لائق ہے۔ انسان جانتا ہے اللہ تعالیٰ کے جانے اور سکھانے سے  
مگر اللہ تعالیٰ اپنی ذاتی علم سے جانتا ہے۔ انسان بولتا ہے اور بات کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی ادنیٰ  
ہوئی قدرت اور خالقیت سے اور اس کے سکھانے سے مگر اللہ تعالیٰ کام کرتا ہے اپنی قدرت سے  
جو اس کی شان کے لائق ہے۔



## اللہ تعالیٰ کی صفت کلام:

مقرر اور اہل سنت کا اللہ تعالیٰ کی باقی صفات کے علاوہ صفت کلام میں بھی شدید اختلاف ہوا، جس سے ”قرآن“ مخلوق ہے کا مسئلہ کھڑا ہوا، اور امام احمد بن حنبلؒ کو جیل میں جانا پڑا اور کڑے کھانے پڑے۔

چنانچہ شرح عقائد میں مذکور ہے:

والمعترلة لما لم يمكنهم انكار كونه تعالى متكلماً فطبعوا الي انه متكلم بمعنى ايجاد الاصوات والحروف في عمالها، او ايجاد اشكال الكتابة في اللوح المحفوظ وان لم يقرء على اختلاف بينهم وانما خبر بان المتحرك من قامت به الحركة لا من... اوجدها والا ليصح اتصاف الباري بالاعراض المخلوقة لله تعالى والله تعالى عن ذلك علواً كبيراً.

(شرح العقائد سنن ۲۴۸۸، دارالاشرفیہ ممبئی کراچی)

[ترجمہ] اور معترکہ کے لیے جب اللہ تعالیٰ کے حکم ہونے کا انکار ممکن نہ ہو سکا تو وہ اس بات کی طرف گئے کہ اللہ تعالیٰ حروف و اصوات کو ان کے اپنے اپنے محل میں موجود کرنے یا اشکال کلمات کو ان کے مخلوق میں موجود کرنے کے معنی میں متکلم ہے اگرچہ اسے پڑھائیں کیا یہ مسئلہ ان کے درمیان مختلف ہے اور آپ کو انہی طرح معلوم ہو گا کہ متحرک وہ ہے جس کے ساتھ حرکت قائم ہو نہ کہ وہ شخص جو حرکت کا موجب ہو، اور نہ باری تعالیٰ کا ان اعراض کے ساتھ بھی متصف ہونا لازم ہے گا جو اس کی مخلوق ہیں اور اللہ تعالیٰ اس سے بہت ہی جدا بالآخر ہے۔

## مختصر غلامہ تشریح:

مکلم یعنی بات کرنے والا، مقرر کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حروف اور آواز کو ان کے اپنے اپنے شکلوں میں مثلاً طور یا شجرہ منویٰ میں موجود کر دینا چاہیے:

وَمِنَ الشَّجَرَةِ أَنْ يُلْقَىٰ أَكْبَادُكَ فِي الْعَالَمِينَ. (القصص: ۳۰)

[ترجمہ] درخت میں سے (آواز دینے لگے) کہ اے موسیٰ یقیناً میں نے اللہ کو سارے جہانوں کا۔

یا کلام کے حروف ان کے محل مثلاً لسان جبرئیل یا لسان نبی میں موجود کر دیے۔

معطلہ کی یہ جہاں یا تشریح قاعدہ لغت کے خلاف ہے، اسی طرح متکلم بھی ہوگا، جو صرف کلام سے متصف ہونے کو وہ جو دوسروں میں ایجاد کرے، اس کو متکلم نہیں کہتے، بلکہ مذکورہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ بھی متکلم یعنی بات کرنے والا مگر اپنی شان کے لائق اور ان کے بھی متکلم۔

### مثال۔۔۔ [۱]

إِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ. (الحق: ۱)

[ترجمہ] پڑھا اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔

یہ سب سے پہلی وحی ہے، فرشتے نے آکر کہا، پڑھا آپ ﷺ نے فرمایا، میں قرآن مجید نہیں، میں فرشتے نے آپ ﷺ کو پکار کر زور سے بھینچا، اس طرح تین مرتبہ ہوا۔ یہاں سوال یہ ہے کہ جبرئیل امین نے بھی پڑھا اور حضور ﷺ نے بھی پڑھا، کیا اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی شان کے لائق پڑھا، جس طرح معطلہ کہتے ہیں، کہ جبرئیل میں آواز یا حروف کے موجود یعنی ایجاد یا پیدا کر دیے، اگر اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی شان کے لائق پڑھا، تو پھر اللہ تعالیٰ سے کلام کا صادر ہونا یعنی اپنی شان کے لائق بات کرنا ثابت ہوا، اگر ایسا نہیں تو پھر وحی معطلہ والہ بات صحیح ہوئی۔

### مثال۔۔۔ [۲]

فَقَالَ أَكْبَادُكَ الْوَخِلُ. (الشروع: ۲۳)

[ترجمہ] (یعنی فرعون نے کہا) تم سب کا رب تباہی میں۔

قَالَ رَبِّ إِنِّي أَخْلَعُ (حمود: ۳۵)

[ترجمہ] کہا (نوح نے) میرا رب میرا بیٹا تو میرے گھر والوں میں سے ہے۔

قَالَ يٰ نُوْحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ (حمود: ۳۶)

[ترجمہ] اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نوح یقیناً وہ میرے گھر سے نہیں۔

**فہم!** پہلی آیت (الزمرت: ۲۴) میں اللہ تعالیٰ نے فرعون کے الفاظ دہرائے ہیں یعنی

جو بات فرعون نے کی وہی بات اللہ تعالیٰ نے کی، اور دوسری آیت (حمود: ۳۵) میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی بات کو دہرایا یعنی جس طرح حضرت نوح علیہ السلام نے بات کی ایسی ہی طرح اللہ تعالیٰ نے بات کی، ان مثالوں سے یہ ظاہر ہو گیا کہ جس طرح انسان بات کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اسی طرح بات کرتا ہے، تیسری آیت (حمود: ۳۶) میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کا انکار فرمایا کہ ”یقیناً وہ میرے گھر سے نہیں ہے۔“

حالانکہ وہ ان کا بیٹا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ میرے گھر سے نہیں ہے، تو ظاہراً اللہ تعالیٰ کی بات خلاف واقع ہوئی، یعنی واقعہ کے مطابق یہ ہے کہ ”إِنِّي أَخْلَعُ“ میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور واقعہ کے خلاف یہ ہے کہ ”إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ“ یقیناً وہ میرے گھر سے نہیں ہے۔

گو اللہ تعالیٰ نے بد اعمالی یا کفر کی وجہ سے یہ فرمایا کہ وہ میرے گھر سے نہیں ہے لیکن بات تو واقعہ کے خلاف ہے، یہی مثال شاہ محمد اسماعیل خسید رحمہ اللہ نے فرمائی، کہ ایک انسان اپنے قاتل یعنی سامنے والے سے واقعہ کے خلاف بات کر سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت کیوں حاصل نہیں کہ وہ فرشتہ یا نبی کے سامنے ایسی بات کر سکے۔

### قدرت کی تشریح:

ولا يخرج عن عليه قدرته شيء لان الجهل بالبعض والعجز عن البعض نقص والافتقار الى مخصص مع ان النصوص القطعية ناطقة بعموم العلم وشمول

القدر قاضی بکل شیء علی کل شیء قدیر لا یمیز عم فلا سفلة من العباد  
 یعلم الجزئیات ولا یقدر علی اکثر من واحد. والدخریة انه لا یعلم ذاته  
 والعظام انه لا یقدر علی خلق الجہل والقمیح. والبلخی انه لا یقدر علی مٹا  
 مقدور العبد وعامة المعتزلة انه لا یقدر علی نفس مقدور العبد.

(شرح العقائد نسفی: تحت العنوان "ولا یمیز عم فلا سفلة من العباد")  
 اور کوئی بھی شے اس کے علم اور اس کی قدرت سے باہر نہیں کیونکہ بعض چیزیں اس سے باہر ہونا لازماً  
 جانتا اور بعض چیزوں سے عاجز ہونا یعنی قدرت نہ رکھنا نقص ہے، اور دوسرے کی طرف نقص ہونا  
 لازم ہے، مثلاً وہ اس کے آیات قرآنیہ اس کے علم و قدرت کے عام ہونے کا اعلان کر رہی ہیں، لیکن  
 وہ ہر شے کا علم رکھنے والا اور ہر شے پر قدرت والا ہے، ایسا نہیں جیسا کہ مسلمان کہتے ہیں کہ  
 جزئیات یعنی چھوٹی چھوٹی چیزیں اس کو نہیں جانتا اور نہ وہ ایک سے زائد پر قدرت رکھتا ہے، اور جیسا  
 کہ اہر یہ کہتے ہیں کہ وہ اپنی ذات کو نہیں جانتا، اور جیسا کہ نظام کہتا ہے کہ وہ جہل اور غی کے پیر  
 کرنے پر قادر نہیں اور جیسا کہ مٹلی نے کہا کہ وہ بندے کے مقدور کے مثل پر قادر نہیں ہے اور جیسا  
 کہ عام معتزلہ کہتے ہیں کہ وہ عین اس چیز پر قادر نہیں جو بندہ کا مقدور ہے۔

منکورد عبارت میں پانچ گروہوں کا رد ہے:

(۱) فلا سفلة کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو جزئیات کا علم نہیں، مثلاً انسان ہے اس کا تو علم ہے اگر  
 اس کے اندر یا اس سے ہونے والی روزانہ کی چھوٹی چھوٹی چیزیں اور کاموں کا علم خدا تعالیٰ کو  
 نہیں، وہ اس لیے کہ ان میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے، اگر خدا کے علم میں بھی تبدیلی ہوتی رہے تو  
 نقص ہے، کیونکہ جس طرح اس کی ذات میں تبدیلی نہیں اسی طرح اس کی صفات میں بھی تبدیلی  
 نہیں۔

(۲) اہر یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کو نہیں جانتا۔

(۳) جیسا کہ نظام ہے، اس کا نام ابراہیم بن سیرا مصری ہے، یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جہل ہے  
 یعنی برائی کو پیدا کرنے پر قادر نہیں۔

(۴) ولا کہا یز عبد البلیغی، ان کی کنیت ابو القاسم ہے اور یہ قصی کے نام سے مشہور ہیں، ان کا کہنا ہے کہ جس چیز پر بندہ قادر ہے اس کی شکل پر اللہ تعالیٰ قادر نہیں۔

(۵) ولا کہا یز عبد معتزلہ۔ مثلاً اہل علی جہائی وغیرہ کا قول ہے، جس چیز پر بسندہ کو قدرت ہے، اس چیز پر اللہ تعالیٰ کو قدرت نہیں۔ (شرح اہل حقانی)

### پند ضروری وضاحتیں:

(۱) قرآن مجید میں ہے:

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ. (البقرہ: ۲۳۳)

[ترجمہ] اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ سنا اور جانتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَخْتَصِمُ لَكُمْ فِي هَذِهِ الْأُمُورِ. (البقرہ: ۱۱۰)

[ترجمہ] اے قلم اللہ تعالیٰ تمہارے امثال کو خوب دیکھ رہا ہے۔

وَاللَّهُ يَخْتَصِمُ لَكُمْ فِي هَذِهِ الْأُمُورِ. (المائدہ: ۱۰۷)

[ترجمہ] اور اللہ دیکھتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔

خیال رہے کہ انسان گالی دیتا اور گالی سنتا بھی ہے اور گانا گاتا اور سنتا بھی ہے، یہ تمام کے تمام کام یا ہن جیسے اور برائی کے کام ہیں، کیا اللہ تعالیٰ انسان کی طرح نہیں سنتا؟ سنتا ہے بلکہ انسان کی نسبت بہت بہتر سنتا ہے، لیکن ہاوجود بہتر سننے کے یہ سنتا اللہ تعالیٰ کے لیے برائی نہیں ہے اور انسان کے لیے برائی ہی برائی ہے۔

انسان دیکھتا ہے، انسان برائی کو بھی دیکھتا ہے، اور انسان کے لیے برائی دیکھنا گناہ کے کام ہیں، ایک انسان کو دوسرے انسان کی شرم گاہ دیکھنا منع اور گناہ ہے، اسی طرح عورتیں اونٹنی تو کیا لکڑی برائی کا چیزیں اللہ تعالیٰ سے چھپی ہوئی ہیں؟ ہرگز ہرگز نہیں، یہ دیکھنا اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی برائی نہیں ہے۔

تمیز:

انسان کی طرح برائی کی چیزیں دیکھنے کی بھی اللہ تعالیٰ کو قدرت حاصل بلکہ بہتر حاصل ہے  
 سنے کی بھی قدرت حاصل، انسان کے لیے برائی اگر اللہ تعالیٰ برائی سے پاک و صاف اور انسان  
 سے بہتر اور مکمل قدرت حاصل۔

(۲) قرآن مجید میں ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يُظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ (النساء: ٨٠)

[7 جلد] ہے قلم اللہ تعالیٰ ایک ذریعہ پر اب ظلم نہیں کرتا۔

بریلوی جماعت کے امام جناب احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

”اہل سنت و جماعت کا اجراء قطعی کاٹم ہوا کہ باری تعالیٰ سے ظلم ممکن نہیں، شرع فقہا کو کہتا ہے۔“

”لَا يَصِفُ اللَّهُ تَعَالَى بِالْقُدْرَةِ عَلَى الظُّلْمِ لِأَنَّ الْمَحَالَّ لَا يَدْخُلُ تَحْتَ الْقُدْرَةِ“  
[ترجمہ] باری تعالیٰ کو ظلم پر قادر نہ کیا جائے گا کہ محال زیرِ قدرت نہیں آتا۔

(فصلنامه علمی پژوهشی)

مجان اللہ کیسے پیارا فتویٰ ہے؟

جس چیز پر خدا تعالیٰ کو قدرت نہیں وہ کام انسان سے کیسے کرائے گا، مثلاً ایک انسان دوسرے انسان کا گلہ دبا کر اُسے مار دیتا ہے، اور اس کا یہ فعل عظیم کہلاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ ایسا فعل کرنے کو عظیم نہیں، جب اللہ تعالیٰ کے تمام کام پر سے نہیں جو کچھ وہ کرے مبالغہ جھٹلی ہے، اے سب اختیار ہے تو پھر یہ کیوں کر کہا جائے گا کہ (معاذ اللہ) وہ عالم ہے، ہاں قدرت ہے۔

ملاحظہ فرمائیں کہ قلم کیا ہے؟

**اولاً:** ظلم کے معنی ہیں کسی دوسرے کی ملک میں دخل دینا، اور تصرف یعنی اختیارات استعمال کرنا، اپنے حاکم کی خلاف ورزی کرنا، اللہ تعالیٰ پر ظلم کا لفظ صحیح صادق آسکتا ہے، جب بندوں یا اس کی دوسری مخلوق میں سے کوئی چیز اس کی ملک سے خارج اور باہر ہو۔ یعنی کسی چیز کا مالک نہ ہو یا اس پر کوئی زبردست طاقت حکمران ہو، ہر ایک شخص جانتا ہے کہ انسان اپنا اعلیٰ

جزاں میں جس طرح چاہے تصرف کرے یعنی اختیارات استعمال کرے، مثلاً کپڑا بچھاڑ دے۔  
 آج میں جلادے یا کسی کو دیدے، اب ظلم پر خدا تعالیٰ کو قدرت حاصل ہوئے یا نہ ہوئے کے  
 کیا معنی؟

**فانی:** پوری کائنات اس پر متفق ہے، اگر آپ نے بلا وجہ کسی کو چلتے چلتے پھرا مار دیا تو جرح  
 بھی دیجیے یا سنے گا وہ بیکہ کہے گا کہ آپ نے یہ ظلم کیا، اگر یہی فعل اللہ تعالیٰ کریں تو اس کا نام ظلم  
 نہیں، کیونکہ بلا جرم سابق وہ بچوں کو کن کن یا ریلوں اور بلاؤں میں مبتلا کر رہا ہے، بالآخر وہ  
 مر جاتے ہیں، انکی بارجم مشاہدہ کرتے ہیں کہ حیوانوں اور بچوں اور جنوں کو خدا تعالیٰ طسرح  
 طرح کی مصائب اور تکالیف میں مبتلا کرتا ہے، حالانکہ یہ بالکل بے گناہ اور بے قصور ہوتے  
 ہیں، تمام جانوروں کے لیے حکم دیا کہ تم ان کو بلا جرم سابق ذبح کرو، چکاؤ، کھاؤ، اور خاک بسر  
 نفیروں کو کھلاؤ اور انعام پاؤ، ان جانوروں نے کیا گناہ کیا ہے، ایسے جو فعل خدا تعالیٰ کرے وہ  
 ٹھیک اور ہم کریں وہ ظلم ہے۔

**فانی:** جو میں پاکستان میں زلزلہ آیا اور ہزاروں انسان زمین میں دب کر مر گئے،  
 اور کشمیر کے شہر مظفر آباد میں اسکول کی ایک عمارت تباہ ہونے کی وجہ سے سینکڑوں بچے اور چچیاں  
 اس عمارت کے نیچے دب کر مر گئیں، لیکن کوئی شخص بھی یہ نہیں کہتا کہ یہ ظلم ہے؟ اور اس کے برعکس  
 اگر کوئی پاکستان پر حملہ کے بہانے سے اسی اسکول کی عمارت پر بم گرا تو پوری دنیا میں کھرام بچ  
 ہوگا کہ یہ انتہائی ظلم ہے۔

**نتیجہ:**

ایک ہے اصل اور وہ ہے ظلم، اور ایک ہے اس ظلم کی مثل، جیسے اسکول کی عمارت کی مثال سے  
 ظاہر ہے، لیکن اصل ظلم ہے، وہ ہے انسانوں کے لیے، اور اس کی مثل اللہ تعالیٰ کے لیے یعنی جس  
 جگہ پر انسان قادر ہے اس کی مثل پر اللہ تعالیٰ انسانوں سے بہتر اور زیادہ قادر ہے۔ (واللہ اعلم)

(۲) قرآن مجید میں ہے:

وَمِنْ أَصْدِقَ مِنْ ذَلِكَ حَدِيثًا. (النساء: ۸۷)

[ترجمہ] اور کون ہے جس کی بات اللہ سے زیادہ سچی ہو۔

بریلوی جماعت کے علامہ غلام رسول سعیدی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ کا کذب متنع بالذات ہے، (یعنی قدرت ہی نہیں)۔ امام فخر الدین محمد بن عمر دہلوی لکھتے ہیں: اور اس کے حکام میں کذب اور خلاف (خلاف کرنا) محال ہے، (یعنی قدرت ہی نہیں)۔“

(تفسیر قرآن القرآن، ج ۲، ص ۹)

”حقیقت کیا ہے؟

اوپر: اللہ تعالیٰ کذب کیوں اختیار کرے؟ کیا (معاذ اللہ) اس پر کوئی زبردست طاقت ہو سکتی ہو؟  
 ہے یا (معاذ اللہ) کسی منطقی یا فلاسفر کا اسے کوئی خوف ہے، وہ جو کچھ فرماتا ہے وہی ہوتا ہے، حال  
 ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اس کے فرمان کے خلاف ہو جائے، جب اس کے حکم کے خلاف ہو تو نہیں سکا  
 تو پھر اسے کیا پڑی ہے کہ (معاذ اللہ) وہ جھوٹ اختیار کرے، اور اللہ تعالیٰ کو جھوٹ پر قدرت  
 ہونے یا نہ ہونے کے کیا معنی؟ قرآن مجید میں ہے: فَخَصَصْنَا لَكَ فِي هَذِهِ مَثَلًا لِمَنْ كَفَرَ  
 مَعَصِيَتِہِی، ازل میں فرعون تھا اس نے معصیت کی تھی۔“

(قرآن القرآن، ج ۲، ص ۳۰) اور علامہ سعیدی:

ازل میں فرعون تھا ہی نہیں، لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فرعون نے معصیت کی اور اس نے  
 کے بعد فرعون کبھی معصیت نہ کرتا۔

وَأَعْطٰی اٰدَمَ رَجُلًا مِّنْ نَّاسِہِ سَمٰوٰتِہِۙ لَّیْسَ اَدَمُ بِرَءِیْفٍ (طہ: ۱۲۱)

[ترجمہ] آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی جس آدم پر راءف ہو گئے۔

حضرت ابو ہریرہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام میں ان کے رب کے سامنے مباہلہ ہوا، جس حضرت آدم حضرت  
 موسیٰ پر غالب آ گئے، حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: آپ کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ میری والدہ اُنس سے نکلا



عرب پہلے تو رات کو نکلا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا چالیس سال پہلے، حضرت آدم نے کہا کیا آپ نے یہ آیت پڑھی ہے، نو عصیٰ آدم ربہ فغوی۔ (طہ: ۱۴۱) اور آدم نے اپنے رب کی معصیت کی پس وہ بے راہ ہو گئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہاں! حضرت آدم نے کہا کیا آپ مجھے اس عمل پر ملامت کر رہے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کرنے سے چالیس سال پہلے کھ دیا تھا۔۔۔ اس لئے۔ (تفسیر تیسواں القرآن: ج ۹ ص ۹۶۷، ۹۶۸)

### خلاصہ بحث یہ کہ:

جو کچھ رب تعالیٰ فرماتا ہے وہی ہوتا ہے اس کے خلاف ہوئی نہیں سکتا جب وہ اپنے حکم کے خلاف کرتا ہی نہیں تو یہ کیسے پتہ چلے گا کہ اس کو کذب پر قدرت ہے یا نہیں ہے۔  
ثانیاً: خیال رہے کہ ہماری بحث یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کذب پر قدرت ہے یا نہیں ہے اور کذب نقص ہے یا نہیں؟ ہماری بات صرف اتنی ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اس کے خلاف پر بھی قدرت ہے یا نہیں؟

### مثال۔۔۔ [۱]

قرآن مجید میں ہے:

ای لا یجدی من اہمیت ولکن لئلا یفدی من یشاء۔ (قصص: ۵۶)

[ترجمہ] آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت کرتا ہے۔

ولو شئنا لاتینا کل نفس ہدھا ولکن حق القول یتلٰی لاملین جہنم من

الجہنۃ والناس اجمعین۔ (اسجد: ۱۳)

[ترجمہ] اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو ہدایت نصیب فرما دیتے لیکن میری یہ بات بالکل حق ہو چکی ہے

کہ میں ضرور ضرور جہنم کو انسانوں اور جنات سے بھروں گا۔

ثابت ہوا کہ جو نہیں کیا اس کے خلاف پر بھی قدرت ہے اور جو کیا ہے اس کے خلاف پر بھی قدرت ہے۔

ان الله لا يغفر ان يشرك به، (النساء: ۴۸)

[ترجمہ] یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کیے جانے کو نہیں بخشتا۔

ما يبدل القول، (ق: ۲۹)

[ترجمہ] میری بات بدلتی نہیں۔

لیکن جہاں یہ ہے اور وہاں یہ بھی ہے یعنی:

ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفر لهم فانك انت العزيز الحكيم.

(المائدہ: ۵۴)

[ترجمہ] اگر تو ان کو سزا دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف فرما دے تو تو درست

ہے حکمت والا ہے۔

خلاصہ:

یعنی مطلب یہ کہ یا اللہ ان کا معاملہ تیری مشیت کے سپرد ہے، اس لیے کہ تو کفّال لہما  
یورید۔۔۔ (البروج: ۱۶) جو چاہے کر سکتا ہے، اور تجھ سے کوئی باز پرس کرنے والا بھی نہیں ہے  
”لا یسئل عما یفعل وہم یسئلون“۔ (الانبیاء: ۲۳) وہ اپنے کاموں کے لیے (کئی  
کے آگے) جواب دہ نہیں، اور سب (اس کے آگے) جواب دہ ہیں (۲۳) گویا آیت میں اللہ  
کے سامنے بندوں کی عاجزی و بے بسی کا اظہار بھی ہے اور اللہ کی عظمت و جلالت اور اس کے بھر  
مطلق اور مختار کل ہونے کا بیان بھی اور پھر ان دونوں باتوں کے جو ملے سے غلو و مغفرت کی اہم  
بھی۔

امام رازی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

وهو انه كيف جاز لعيسى عليه السلام ان يقول (وان تغفر لهم) والله لا يغفر الشرك

والجواب انه يجوز على من لهبنا الاخر ولا اعتراض لاحد عليه. (تفسیر کبیر)

[ترجمہ] عیسیٰ علیہ السلام کے لیے (اور اگر تو ان کو معاف کر دے) کہنا کیسے جائز تھا، حالانکہ وہ لوگ

مشرک تھے، جناب ہمارے نزدیک جائز ہے اگر اللہ تعالیٰ تمام کافروں کو جنت میں اور فرماں بردار عبادت گزار کو جہنم میں داخل کر دیں، کیونکہ تمام لوگ اس کی ملک میں، اس پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔

اور جناب غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

”مستحق یہ کہتے تھے کہ بیک مسلمانوں کو اجر و ثواب دینا اور ان کو عذاب سے محفوظ رکھنا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے، اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں ہے، تمام جہان اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔۔۔ وہ جو چاہے کرے، اگر وہ تمام اطاعت کرنے والوں اور صالحین کو درج میں اُپار کرے تو یہ اس کا عدل ہوگا۔۔۔ اور اگر وہ کافروں پر اکرام کرے اور ان کو جنت میں داخل کرے تو وہ اس کا بھی مالک ہے (یہی علماء دارالعلوم دیوبند کا عقیدہ ہے) لیکن اللہ تعالیٰ نے خیر الی ہے کہ وہ ایسا نہیں کرے گا، اور اس کی خیر سابق ہے اور اس کی خیر کا کاذب ہونا محال ہے۔“

(تفسیر تہیان القرآن، ج ۳ ص ۸۰، ۸۱، ۸۲)

**غلامی:** جو کچھ امام رازی اور غلام سعیدی نے لکھا ہے یہی وہ عقیدہ ہے جس پر اکابر دیوبند کی قدرت مانتے ہیں اگر خدا تعالیٰ کو قدرت نہیں ہے تو پھر امام رازی اور غلام سعیدی یہ یوں نے یہ کیوں لکھا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کافروں کو جنت میں اور عبادت گزار فرماں بردار کو جہنم میں داخل کر دے، اور کذاب بولتے ہیں واقعہ کے خلاف کرنے کو، واقعہ کے مطابق فرماں بردار جنت میں اور کفار و مشرک میں، اور واقعہ کے خلاف کفار جنت میں اور فرماں بردار و مشرک میں نیز الہامات امام رازی کی یہ ہے یعنی ”یعنی عیسائی مسیح کے لیے (اور اگر تو ان کو معاف کر دے) کہنا کیسے جائز تھا، حالانکہ وہ مشرک تھے“ اور مشرکوں کو بخشتا خلاف واقعہ بات ہے بلکہ اللہ نے جو مشرکوں کے عذاب کی دی ہے اس خیر کے خلاف ہے۔

مزید مثالیں:

فَالْتَسِلْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نَسِيهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلِهَا اللَّهُ تَجَلَّى عَلَى نَبِيِّ

شبیہ قدیر (البقرہ: ۱۶۶)

[ترجمہ] جس آیت کو ہم منسوخ کر دیں یا بھلا دیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی اور لے آتے ہیں یا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

### خلاصہ آیت:

جو آیت ہم بدل ڈالتے ہیں یا اسے باقی رکھ کر اس کا حکم ختم کر دیتے یا چھوڑ دیتے ہیں، بالکل لیتے ہیں، یا آپ کو بھلا دیتے ہیں یا قرآن میں باقی نہیں رہنے دیتے یا حکم کو بدل ڈالتے ہیں، حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دیتے ہیں تو اس سے بہتر لے آتے ہیں، اور نسخ کسی اعتبار سے محال یعنی قدرت سے باہر نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے افعال اپنے کام میں مختار کل ہے، جو جب چاہے پیدا کر دے اور جس وقت تک چاہے زندہ رکھے، نسخ کے اقویٰ معنی تو نقل کرنے کے ہیں، لیکن شرعی اصطلاح میں ایک حکم کو بدل کر دوسرا حکم نازل کرنے کے ہیں، یہ نسخ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے۔

جیسا آدم علیہ السلام کے زمانہ میں گئے، لیکن بھائیوں کا آپس میں نکاح جائز تھا، بعد میں اسے حرام کر دیا گیا، جب طوفان نوح ختم ہو گیا تو اس وقت نوح علیہ السلام کے لیے تمام جانور حلال کر دیے گئے، پھر بعض جانور حرام قرار دیے گئے، حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت میں بیک وقت دو بہنوں سے نکاح جائز تھا، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اور بعد والی شریعتوں میں یہ حکم واپس لے لیا گیا۔ اسی طرح قرآن میں بھی اللہ تعالیٰ نے بعض احکام منسوخ فرمائے اور ان کی جگہ ناسخ نازل فرمایا۔

اس کی مثال یہ ہے کہ پہلے شراب نوشی سے منع نہیں کیا گیا نہ جوئے کو حرام کیا گیا، پھر نبی کریم کے پورے دور اور مدینہ منورہ کے ابتدائی دور میں شراب اور جوا جائز رہے، بعد میں جب مسلمانوں کے دل دماغ میں اسلام پوری طرح رچ بس گیا تو شراب اور جوئے کو مکمل طور پر حرام کر دیا گیا۔

### سُخ تین قسم کا ہے:

ایک تو مطلقاً سُخِ عَم یعنی ایک کو بدل کر دوسرا حکم نازل کر دیا گیا، دوسرا ہے سُخِ مَعَ اِطْلَاقاً یعنی پہلے حکم کے الفاظ قرآن مجید میں موجود رکھے گئے ہیں، ان کی تلاوت ہوتی ہے، لیکن دوسرا حکم بھی جو بعد میں نازل کیا گیا قرآن میں موجود ہے یعنی ناسخ اور منسوخ دونوں آیات موجود ہیں، سُخِ کی ایک تیسری قسم بھی ہے کہ ان کی تلاوت منسوخ کر دی گئی، یعنی قرآن مجید میں نئی سُلُکِ نِمْ نے انہیں شامل نہیں فرمایا، (نُلِیْہِہَا) ہم بھلا دیتے ہیں، کا مطلب ہے کہ اس کا حکم اور تلاوت دونوں اٹھا لیتے ہیں، گویا کہ ہم نے اسے بھلا دیا اور نیا حکم نازل کر دیا یا نئی سُلُکِ نِمْ کے قلب سے ہی ہم نے اسے مناد یا اور اسے نیا منیا کر دیا گیا، یہودی تورات کو ناقابلِ سُخِ قرار دیتے تھے، اور قرآن پر بھی انہوں نے بعض احکام کے منسوخ ہونے کی وجہ سے اعتراض کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید فرمائی اور کہا زمین و آسمان کی بادشاہی اسی کے ہاتھ میں ہے وہ جو مناسب سمجھے کرے، جس وقت جو حکم اس کی مصلحت و حکمت کے مطابق ہو، اسے نافذ کرے، اور جسے چاہے منسوخ کر دے، یہ اس کی قدرت ہی کا ایک مظاہرہ ہے، اوپر مثالوں کو ذہن میں رکھ کر اصل حقیقت کو سمجھیں۔

### نبی ﷺ اور آپ کی نبوت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا كُنْتُمْ تُرْجَوْنَ أَنِّيَأْتِيَكُمُ الْكِتَابُ إِلَّا رَحْمَةً مِنِّي وَأَنَّكَ (انقسم: ۸۶)

[ترجمہ] اور آپ یہ امید نہ رکھتے تھے کہ آپ پر کتاب نازل کی جائے گی۔ ہاں تمہارے رب نے رحمت فرمائی۔

وَلَكِن مِّنْ مِّنْكُمْ أَتَىٰ عَلَىٰ الْإِسْلَامِ فَأَنشَأُوا لَكَ بِهِ عَدَاوَةً (بنی اسرائیل: ۸۶)

(بنی اسرائیل: ۸۶)

[ترجمہ] اور اگر ہم چاہیں تو جو بھی آپ کی طرف ہم نے اتاری ہے سب سلب کر لیں اور پھر آپ کو:

ہزارے مقام ہے میں کوئی حاجتی نہیں آئے۔

إِلَّا رَحْمَةً مِنِّي وَرِثَةً (نبی اسرائیل: ۸۷)

[ترجمہ] سوائے آپ کے رب کی رحمت کے۔

یہ کرم شاہ لازہری لکھتے ہیں:

"پہلے اپنی قدرت کا ملکہ کا ذکر فرمایا کہ میں جو چاہوں کر سکا ہوں، حتیٰ کہ آپ کے فوت ہونے کے بعد بھی سب کر لوں تو کوئی دم نہیں مار سکا، بیان قدرت کے بعد اپنی رحمت کے پائوں کا ذکر فرمایا، جس سے اپنے حبیب کرم سے پہلے کوہ فرار فرمایا۔" (حیاء القرآن: ۶۰)

بریلوی جماعت کے خاتم نظام رسول سعیدی امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصفہانی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"حضرت مانگ بن انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت دست کے سرداروں کا وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں بادشاہ نہیں ہوں، میں تو صرف محمد بن عبد اللہ ہوں، انہوں نے کہا کہ ہم آپ کو آپ کے نام سے نہیں پکاریں گے، آپ نے فرمایا تم میرا نام اللہ نے رکھا ہے، اور میں ابو القاسم ہوں، انہوں نے کہا: اے ابو القاسم! ہم نے آپ کو آزمائے کے لیے ایک عبادت چھپائی ہے، بتائیے وہ عبادت کیا ہے؟ حب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ کام تو کاہن لوگ کرتے ہیں اور وہ دو درختوں میں ہوں گے، انہوں نے کہا: پھر ہم کو کیسے ظہور کا آپ رسول اللہ ہیں؟ حب رسول اللہ ﷺ نے اپنی ٹانگیں میں ٹکریاں اٹھائیں اور فرمایا کہ یہ ٹکریاں گواہی دیں گی کہ میں اللہ کا رسول ہوں! آپ کے ہاتھ میں ٹکریوں نے تسبیح پڑھ لی تو انہوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ کے رسول ہیں، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے حق رکھ کر بھیجا ہے، اور مجھ پر انکی کتاب نازل کی ہے، جس کے سامنے سے ہاتھ آسکتے ہیں نہ پیچھے سے، اور وہ میزان میں بہت بڑے پھاڑ سے بھی بھاری ہے، اور ایک چھری رات میں ستاروں کے نور کی مانند ہے، انہوں نے کہا آپ ہمیں اس کتاب سے کچھ سنائیے، حب رسول اللہ ﷺ نے یَا خَلْفَیْ صَلَاتِ لَیْکَ رُؤُوسَ الْمَلَائِکَیْہِ نَبِیِّکَ تَلَاوَتِ قُرْآنِی (الشُّعَب: ۵۲۱) پھر رسول اللہ

ہر چیز پر سکون ہو گئے اور آپ کی دائرہ سہارک پر آسودہ ہو رہے تھے، انہوں نے کہا ہم آپ کو داتا اور کچھ دے ہیں کیا آپ اس ذات سے خوف زدہ ہیں جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا میں اسی سے خوف زدہ ہوں، اس نے مجھے اس صراطِ مستقیم پر بھیجا ہے جو کوہِ ادرک و حاد کی طرح ہے، اگر میں اس سے سرمو (بال کے سر برابر) بھٹک جاؤں تو بڑا کڑوا جاتا ہے، پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

وَلَوْ كُنْ يَسْتَفْتَانِ الْكَلْبَ فَهَاتِي بِالْإِنشَاءِ أَوْ تَحِيَّتَا إِلَيْكَ لَقُلَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهِ عِلْمًا وَكَيْلًا

(نہی اسرائیل: ۸۶)

[ترجمہ] اور اگر ہم چاہیں تو ہم ضرور اس تمام وحی کو سلب کر لیں جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی ہے پھر ہم اسے مٹا دیں میں آپ کو کوئی حجت نہ ملے۔

إِنَّا نَحْنُ قُدُّوسٌ رَبُّكَ إِنَّ فَضْلَهُ كَلْبَانِ عَلَيْهِ لَكَ كَيْدٌ أ. (نہی اسرائیل: ۸۷)

[ترجمہ] سوائے آپ کے رب کی رحمت کے یقیناً آپ پر اس کا بڑا فعل ہے۔

(تیسرا القرآن: ۹ ص ۸۵۴) اور تمام رسول و پیغمبر علیہ السلام (۳۰ ص ۲۰۰) کا ذکر یہ کہ اسٹال (۱۸۸۰ء)

### تنبیہ:

مذکورہ بالا تحریرات سے یہ ثابت ہو گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے جو کام کیے یا جو کچھ فرمایا ہے اس کے خلاف کرنے پر بھی وقار ہے، قدرت کے منکرین مذکورہ تحریرات سے عبرت لیں۔

### ایک ضروری وضاحت:

۱) وَمَنْ يُقْتَلْ مُؤْمِنًا قَتِيلًا فَجَزَاءُ لَهُ حَالِدًا أَلَيْسَ بِهِ (النساء: ۹۳)

[ترجمہ] اور جو کوئی کسی مؤمن کو قصداً قتل کر دالے اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اللہ تعالیٰ کی اس خبر کے پیش نظر معتزلہ کہتے ہیں کہ قتل کرنے والا بغیر توبہ کے مر گیا تو اس کے لیے جہنم کی سزا ضروری ہے اور اگر اللہ تعالیٰ سزا دے تو اللہ تعالیٰ کی سزا کی خبر (معاذ اللہ) جھوٹی ہو جائے گی، اور جھوٹ پر خدا تعالیٰ کو قدرت



نہیں، لہذا سزا ضروری ہوئی۔ (واللہ اعلم)

(۴) وَلَیْکِنْ رَّسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ فَخَافَتْهُ التَّیْمٰتُ ۚ (احزاب: ۴۰)

[ترجمہ] لیکن آپ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

جناب احمد رضا خاں بریلوی لفظ خاتم النبیین کے پیش نظر فرماتے ہیں کہ یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ حضور مسیح علیہ السلام جیسا پیدا کر سکے تو اللہ تعالیٰ کی غیر کا زب ہو جائے گی، اور اللہ تعالیٰ کے لیے کذب محال لہذا حضور مسیح علیہ السلام جیسا پیدا کرنا خدا تعالیٰ کی قدرت میں نہیں۔ (واللہ اعلم)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاَنْتُمْ تُخَوِّفُوْنَ اٰیٰتِہٖ... الْاٰخِرَ اَنْ لِّلّٰہِ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدْرٌ ۙ (البقرہ: ۱۰۶)

[ترجمہ] جس آیت کو ہم منسوخ کر دیں، یا بھلا دیں اس سے بہتر، یا اس جیسی اور لاتے ہیں، کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔

**الغرض:** ایک ہے اصل، اور ایک ہے اس اصل کی مثل، پس جب اللہ تعالیٰ مشکل پر یعنی دوسری آیات کو منسوخ یا تبدیل کر سکتا ہے تو ان آیات کو تبدیل یا منسوخ کیوں نہیں کر سکتا جن کے بارے میں معتزلہ اور جناب احمد رضا خاں اعتراض کرتے ہیں۔

بات صرف قدرت کی تھی عمل کرنے یا خریدنے کی تھی، مگر اس کو کیوں بھیرا وہ اس لیے کہ اگر ہم قدرت تسلیم کر لیں، تو پھر ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو کذب پر یا خریدنے پر قدرت ہے تو پھر ہم اللہ تعالیٰ پر جھوٹے الزام کس طرح لگا سکتے ہیں۔

نہ مانیں گے نہ جھوٹے پڑیں گے

اپنی کئی جائیں گے دوسرے کی نہیں سنیں گے

• مذکورہ تحریر کو ایک غیر مسلم بھی پڑھ لے تو وہ بھی سچی کہے گا کہ مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ اپنے احکام اور فرمان بدل سکتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ قدرت کے مگرین کی لڑائی



مسلمانوں سے ہے کفار سے نہیں اگر یہی جھگڑا کفار یا کسی پنڈت جی سے شروع ہو جائے تو یہی منکرین قدرت خود اپنے مخالف کو اللہ تعالیٰ کی قدرت ماننے پر مجبور کریں گے۔

شیخ الہند رحمہ اللہ کے دل پذیر ملفوظات کے اقتباسات:

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں:

یعنی جو مسائل اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں ادسب سے زیادہ دشوار اور مشکل ہیں یہی وجہ ہے کہ علماء و فلاسفہ جن کو اپنی عقل پر بڑا ناز تھا ان مسائل سے سیدھی راہ سے چسل گئے علماء اہل سنت اور شریعت کی اتباع کرنے والوں نے بھی محض عقل کو ہرگز کافی و معتبر نہیں سمجھا بلکہ ان مسائل میں آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ اور اکابرین کی اتباع فرمائی اور جن لوگوں نے اپنی عقل کی اتباع کو اصلی ٹھہرایا اور اپنے فہم کو دلائل شرعیہ کا جوع نہ بنایا ایسے لوگ صرف مستقیم سے دور جا پڑے، بوجہ اختلاف رائے و متفقہ فرقے ہو گئے کہ خدا کی پناہ، حالانکہ وہ واقعات اس پر گواہی دیتے ہیں کہ خالق جملہ کائنات و ممکنات (یعنی تمام مخلوق اور چھوٹی بڑی سب چیزیں پیدا کرنے والا) خواہ خیر ہوں، خواہ شر ہو اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں، تمام اہل عالم اور ان کے اچھے برے کام سب کا پیدا کرنے اور موجود کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے، لیکن معتزلہ کا کہنا ہے کہ اگر عقل اور برائی کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہوتا تو بندہ جنت اور جہنم کا مستحق نہ ہوتا، کیونکہ تکلیف گناہ اور اختیار و قدرت پر ہے، جب اب تمام کاموں کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ کو کہا جائے تو جو چیز پیدا ہوگی محض خدا تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ہوگی، معتزلہ نے عقل کے ترور پر یہ عقیدہ تراشا کہ بندہ خود اپنے افعال اختیار یہ کا خالق و موجد (یعنی بندہ خود اپنے اچھے یا برے کاموں کا پیدا کرنے والا) ہے، جو کام بندہ نے اختیار کرنے ہیں ان کا خالق اللہ تعالیٰ نہیں، اور اسی خیال پر ایسے اڑے کہ ارشادات قرآنی جیسے (واللہ خلقکم و ما تعبدون) اور اللہ نے پیدا کیا تم کو اور جو کچھ تم کرتے ہو (پ ۲۳) اور اللہ تعالیٰ کل شیعی (اور اللہ ہے پیدا کرنے والا ہر چیز کا) اور صاف کھلی ہوئی احادیث اور صحابہ کا اتفاق اور تمام بزرگوں کا اس بات پر اسیس ہے کہ بندوں کے کام اچھے ہوں یا برے سب کے سب اللہ کی مخلوق ہیں کیوں کہ جب معتزلہ ہر

ایک کو اپنے تمام کام جو بندہ اپنے اختیار سے کرتا ہے، کا پیدا کرنے والا کہتے ہیں تو آپ کیا خدا کی  
 گھر گھر نہ آگئی، اور ہر بندہ خالق ہو گیا، اور صاحب خالق (پیدا کرنے کی قدرت میں) اللہ تعالیٰ کا  
 شریک بنے گا، پھر تمام جہان میں بعض چیزوں کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ اور بعض چیزوں کا پیدا  
 کرنے والا بندہ تمام اہل سنت کا مذہب ہے کہ کسی کا کوئی حق نیک لوگ ہوں یا بد شکست خداوند کریم  
 کے ذمہ اصل سے واجب نہیں (اس موقع پر مولوی احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں) 'مذہب میں  
 اور شاد ہوا کہ کوئی شخص بغیر اللہ کی رحمت کے بہت شے نہیں جاسکتا صحابہ نے عرض کیا آپ بھی نہیں  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: اور میں بھی جب تک میرا رب رحمت نہ فرمائے گا گناہ نہ سہی استغفار  
 (حق وار) کسی بات کا ہے، اور نیکی کا قاعدہ ہے اگر ضرور ہے ضروری کرے گا، اور بہت پاسے گا،  
 اور اگر عہد ہے مملوک ہے کتنی ہی خدمت کرے کچھ نہ پاسے گا، اہم سب تو اسی کی حقوق ہیں، اس کی  
 رحمت ہی رحمت ہے آپ علی بندوں کو توفیق دی، آپ ہی اس کو اسباب دینے آپ علی آسمان  
 فرمایا: 'المخلوقات قصہ سوم کراچی' اور انصاف کرنے اور اپنے بندوں کو نیکی کے بدلہ میں ثواب  
 یا اجر عطا فرمانے میں ہرگز مجبور نہیں سب اس کے بندے ہیں وہ قادر مطلق ہے جس کے ساتھ جو  
 معاملہ چاہے کر سکتا ہے، نیکیوں کو عذاب اور بروں کو ثواب دیتے ہیں اس کو اختیار و قدرت حاصل  
 ہے جیسا کہ نیک بندوں کو نعمت اور مجرموں کو عذاب دیتے ہیں اس کو قدرت حاصل ہے اسی کو منع کرنے  
 والا اس پر چاہے کوئی نہیں، اور یہ دوسری بات ہے کہ وہ ذات پاک اپنے کرم و خلعت و پائی و انصاف  
 کی وجہ سے کبھی خلاف وعدہ کوئی حکم بات ظاہر نہ فرمائے، اور کسی کا ظاہری دھچکا یا جھڑپا حق بھی باطل نہ  
 کرے، اور چھوٹی سی جھوٹی نیکی بھی رائے گا نہ ہونے دے، بلکہ ہر نیک کام کے بدلہ میں زیادہ  
 سے زیادہ جزا دے کرم و فضل سے سب وعدہ عطا فرمائے ہرگز ہرگز خلاف وعدہ کوئی کام دے نہ  
 دے، اور بعض معتزلاؤں ان کے بنیائی شیعہ براہوری کو اس میں یہ خطا (نہ) (غلطی) (نقص) (عیب)  
 ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ کے وعدہ انصاف (یعنی نیکی کا بدلہ اجر اور برائی کا بدلہ سزا) واجب نہ ہونے تو  
 اس کے خلاف (کرنے) پر بھی قدرت ہوگی، اور اس کا صدور بھی ممکن ہوگا، اور طاقت گزار کہ  
 خلاف وعدہ سزا دینا بھی جائز ہوگا حالانکہ نیکی کے بدلہ میں اللہ کی طرف سے ثواب کا وعدہ ہو چکا  
 ہے۔ انصاف اور شکست کا تقاضا بھی یہاں ہے اب ان تمام باتوں پر اللہ تعالیٰ کی قدرت ماننے میں

حق تعالیٰ کے کام پاک میں خلاف اور کذب (یعنی اپنے وعدوں کا خلاف اور جھوٹا ہونا) عہد نامہ لازم آئے گا، اور یہ تمام کام حق تعالیٰ کی پاکیزگی اور عصمت کے خلاف ہیں، اس لیے بعض عقلاء نے انصاف کو (یعنی حق کے بدلہ ثواب اور برائی کے بدلہ سزا کو) حق تعالیٰ کے ذمہ واجب اور ضروری ایمان لیا کہ اس کے خلاف (کرنے کی قدرت) سے انکار کر دیا، اور اس میں یہ قائلہ سمجھا کہ اب عیب و کذب و خلاف کرنے سے اس کا کام بھی پاک رہے گا، اور حق تعالیٰ کی جناب میں کسی کو خلاف حکمت و انصاف کا شبہ کرنے کا موقع نہ ملے گا۔ چنانچہ اس بناء پر بعض معتزلہ (اور آج کے بریلویوں نے) اصناف کہہ دیا کہ امور قبیحہ کا مساوی (یعنی برے کاموں کا پیدا) کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بالکل خارج ہے، افسوس در افسوس حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کوئی چیز واجب تو جب ہو جب کسی کو خدا پر حاکم مانا جائے اور اسکی بغض ہو وہ وہاں باطل و غلطی کا عمل بھی نہیں مان سکتا، تہذیب اس فرقہ نے حق تعالیٰ شرانہ پر یہ غیب مہربانی کی کہ ایک بناوٹی پاکیزگی چاہت کر کے اس سے ہر چیز پر قدرت رکھنے والی ذات کے مجاز (بے قدرت ہونے) کو تسلیم کر لیا، کہ جس کی قدرت سے انتہا اور تمام حقوق چھوٹی بڑی سب چیزوں پر ثابت، اس موقع پر بھی اعلیٰ سنت نے جواب دیا کہ کسی کام کی کسی کے قدرت و اختیار میں داخل ہونا اور بات سے اور اس کام کا کرنا اور واقع ہونا اور نہی بات سے، کسی کام کا قطعی قدرت میں داخل ہونے سے یہ کب ضروری ہے کہ اس کے خلاف کرنے کی صرف قدرت رکھنے کی وجہ سے کوئی اور چیز رکاوٹ کا سبب نہ ہو۔ (یعنی انسان کو جھوٹ بولنے پر قدرت ہے تو قدرت کے یہ معنی تو نہیں کہ وہ سچائی اختیار نہ کرے اور جھوٹ بولتا رہے) اور غرض تو تمام انسانی حقوق کو خود مسلط و انتہا (یعنی نیک و پیریز گار) ہی کیوں نہ ہوں تمام چیزوں پر قدرت رکھنے کی وجہ سے پیروی کرنے والا، حقوق غصب کرنے والا، خیانت کرنے والا، غم کرنے والا وغیرہ کہنا درست ہو جائے، چاہے ان کو ان تمام برائیاں کرنے کی خواہش بھی نہ آئے وہو باطل ایسا عقیدہ غلط ہے و اب معلوم ہو گیا کہ اس قسم کے قانون یا قاعدے جب علم درست انسا کے جب ایسا کام کرنے کی خواہش آچکی ہو، دنیا میں اگر کوئی اعلیٰ درجہ کا انصاف کرنے والا ہو، اور انصاف کے خلاف سے ہمیشہ پرہیز اور نفرت کرتا ہو تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ انصاف کے خلاف کرنا اس کی قدرت میں نہیں، اور انصاف کے خلاف کرنے سے وہ عاجز و مجبور ہے، جس کو

کچھ عقل ہوگا چنانچہ وہ سمجھے گا کہ جیسے بادشاہ ظالم کو حکومت کی طاقت کی وجہ سے اپنی عوام پر انصاف کے خلاف معاملہ کرنے کی قدرت ہے ایسے ہی بغیر کسی دیکھاٹ اور فرق کے انصاف پسند بادشاہ کو حکومت کی طاقت کی وجہ سے اپنے ملازمین و دوسرے افراد پر خلاف انصاف کرنے کا اختیار حاصل ہے، کون نہیں جانتا کہ نوشیرواں عادل انصاف پسند بادشاہ کو تیمور اور چنگیز خاں (ظالموں) سے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تاجرانہ بی بی سے اپنی رعایا پر ظلم کرنے کی قدرت و طاقت کچھ کم نہ تھی، مگر نوشیرواں اپنے انصاف پسندی اور نیک نافی کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ انصاف اور شریعت کی اتباع کی وجہ سے ایسے کاموں سے نفرت اور مکمل پرہیز کرتے تھے اور صرف ظلم پر قدرت رکھنے کی وجہ سے کوئی صاحب عقل (اور ایمان دار) نوشیرواں کو حضرت مسمر بن جندبہ کو ظالم اور انصاف نہ کرنے والا نہیں کہہ سکتا، جس قدر کسی کو کسی پر حکومت و اختیار حاصل ہوگا اسی قدر اس کو اپنے اختیار کے موافق ہر طرح سے کام کرنے کی طاقت و قدرت موجود ہوگی، مگر تمنا ہے کہ بادشاہان دنیا تو صرف نام کی حکومت جو اصلی بھی نہ ہو، ملک (اور عوام) پر جو چاہیں مسیاء کریں یا سقیہ کریں اور دو حکم الٹا سمجھیں اور سب بادشاہوں کا پادشاہ اور مالک حقیقی معول باللہ ایسا محسوس ہو جائے کہ ملک کی جزا اور برائی کی سزا دینی اس پر واجب ضروری تھیں، یہ کہہ کر اپنے اختیار سے کہہ کر جیسے فرمایا (وما قدر الله على قذوفا) اور نہ قدر پہنچائی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی جس طرح پہنچانے کا حق تھا۔ (پ ۲۴)

### فیصلہ:

اب عقل نہ تھا شاید ہے کہ حق تعالیٰ کی قدرت اور اس کے اختیار کو اور تمام ہونے والی چیزوں کو اس کی قدرت میں شامل کیا جائے، اور تمام انسانوں کو چاہے نفع مند ہوں یا نقصان دہ، برے یا اچھے، انصاف کے ساتھ ہوں یا بغیر انصاف کے سب کو اس کی قدرت میں مانا جائے، اور ہر عقیقہ دکھا جائے کہ جیسے اس قدر مطلق کی قدرت تمام اور کامل اور تمام مخلوقات اس کی قدرت میں شامل کوئی بھی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں، ایسے ہی اس کی حکمت اور رحمت و فضل و اعانت کامل اور مکمل ہے، سو جیسا اپنی قدرت و اختیار کی وجہ سے جو چاہے سو کر سکتا ہے، ایسا ہی اپنی رحمت

ہدایت و نیر کی وجہ سے کسی کی ذرہ برابر بھلائی بھی حسب وعدہ دے گا اور ضائع نہ فرمائے گا۔  
یہی کاغذ یہ نکلا کہ حق تعالیٰ کی قدرت بھی تمام ہے انتہاء ہے اور اس کا انصاف و رحمت اور اچھے  
صفات مکمل و مثالی ہیں، معتزل کا عقیدہ یہ ہے کہ اگر انصاف کو اللہ تعالیٰ پر واجب ضروری نہ مانو  
تو جن آیات و احادیث میں ثواب و عذاب کی خبر دی گئی ہے، ان میں ظلم اور کذب (یعنی ان  
میں خلاف کرنا اور جھوٹا ہونا) لازم آئے گا، اس کے بعد اہل سنت کی طرف سے یہ جواب دیا گیا  
ہے کہ یعنی اللہ تعالیٰ کے وعدہ فرمانے اور خبر دینے سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ثواب اور عذاب اللہ  
کے اہل کے مطابق ضرور واقع ہوگا مگر یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ اس ثواب و عذاب کا واقع کرنا  
(یعنی دینا) اللہ تعالیٰ پر واجب اور لازم ہے اور بندہ اس کا مستحق ہے۔

یہ مختصر سا فرق ضرور سامنے رکھنا چاہیے کہ کسی کام کا واقع ہونا اور بات ہے اس کا قدرت میں داخل  
ہونا اور بات ہے جو شے قدرت میں داخل ہو اس کا واقع ہونا ضروری نہیں، اگر انصاف کے  
ظاہر کرنا اللہ تعالیٰ کا ضروری مانا جائے تو بے شک بر اور نکال ہے، اگر ایسے کاموں کو قدرت  
میں داخل مان کر اللہ تعالیٰ کی رحمت و مہربانی کی وجہ سے ان کا واقع نہ ہوتا اور مشکل کیا جائے تو کچھ  
خرابی لازم نہیں آتی، کیونکہ اس صورت میں اللہ کی قدرت میں بھی کسی قسم کا نقصان ماننا نہیں چڑتا۔  
اور برائیوں کا واقع ہونا جو انصاف کے خلاف ہے، اس کی گروہ (جھول) بھی اللہ پاک تک نہیں پہنچ  
سکتی۔ چنانچہ بعض اہل سنت اس ذخیرہ مان میں تمام اصول کو چھوڑ کر معتزل کا عقیدہ یا چال اختیار کر  
لیئے، اول ان لوگوں کو یہ غلط ہوا کہ اگر نظیر حضرت خاتم النبیین پیدا کرنے کو حق تعالیٰ کی قدرت  
میں مانا جائے گا تو نظیر حضرت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود جیسا ہو یا ممکن ہوگا۔

دوسرے یہ ہوا تو وعدہ خاتمیت جو انھیں تلقین میں آچکا ہے اس کی تکذیب ہوگی اس خرابی سے بچنے کی  
توہین عقل کے زور پر (معتزل جماعت کا راست اختیار کرتے ہوئے) یہ نکال کر نظیر حضرت مآب  
صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے نکال دیا اور بہت خوش ہوئے اس عقیدہ پر ایسے تھے کہ ہمارے  
نہیے، ان حضرات نے اتنا نہ سوچا کہ اس صورت میں اول تو ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ (المائدہ: ۳۰)

(ترجمہ) اے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

وَكُنَّا لِلَّهِ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرُونَ (الکہف: ۳۵)

[ترجمہ] اور اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

وَأَن يَمُنَ شَيْخٌ إِلَّا عَقْدًا خَرَّ إِلَيْهِ وَمَا لَكُمُ إِلَّا بِقَدِيرٍ مَّعْلُومٍ (الحجر: ۲۸)

[ترجمہ] اور جتنی بھی چیزیں ہیں ان سب کے خزانے ہمارے پاس ہیں اور ہم ہر چیز کو اس کے مقررہ انداز سے اتارتے ہیں۔

أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَدِيرٍ عَلَى أَن يَخْلُقَ مِثْلَهُم بَلْ وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ (الحج: ۸۱)

[ترجمہ] اور کیا جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ ان جیسے لوگوں کو (دوبارہ) پیدا کر دے؟ کیوں نہیں! وہ عظیم الشان پیدا کرنے والا سب سے زیادہ جانتے والا ہے۔ (مترجم سیدی)

إِنَّمَا أَهْمُؤُا إِذَا أَرَادْنَا شَيْئًا أَن يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (الحج: ۸۲)

[ترجمہ] جب وہ کسی کو پیدا کرنا چاہتا ہے اس چیز کو کہہ دیتا ہے کہ ہو جائے گا وہ ہوتا ہے۔

اور احادیث صحیحہ جو قدرت الہیہ پر شاہد ہیں وہ سب کا ایک وقت میں انکار کرنا بڑے گناہ تھا۔

(الحجہ المقل بس ۱۳۵۴ھ حضرت شیخ الہند)

### خاتمہ:

**قارئین!** آپ مذکورہ بالا قرآنی آیات کو سامنے رکھ کر حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید دہلوی کی درج ذیل عبارت کو پڑھیں اور پھر فیصلہ فرمائیں کہ شاہ صاحب دہلوی کی عبارت میں کیا خرابی ہے یعنی:

”اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم ”کن“ سے چاہے تو کروڑوں نئی دلی و جنم فرشتے جبرئیل اور میکائیل کے برابر پیدا کر دے“۔ (تقویۃ الایمان)

اب اس مذکورہ عبارت پر اعتراض کیا ہے، اور اعتراض کرنے کی گنجائش کہاں تک صحیح ہے اس کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔

جناب احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں:

”ہر حضور پروردگار رحیم، خاتم النبیین، اکرام الاولین والآخرین علیہ السلام کا مشن و مہم، حضور کی جملہ بات کہ جس میں شریک برابر محال ہے، کہ اللہ تعالیٰ حضور کو خاتم النبیین فرماتا ہے، اور ختم نبوت ناقابلِ شریک تو امکان محض، مستلزم کذب الہی اور کذب الہی محال عقل۔“ (سبحان السمع ج)

بات صرف قدرت کی تھی، اس کا جواب دیا جاتا لیکن بات کو غلط رنگ دے کر اسے بڑھایا گیا۔ ایک تو خدا تعالیٰ کی قدرت کا انکار کیا گیا دوسرے ختم نبوت ناقابلِ شریک جیسی چیز کو بیز کر دیا۔ بات یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ جیسا دوبارہ پیدا کر دے تو (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کا وعدہ قانیت غلط ثابت ہوگا، جس کا دوسرا نام جھوٹ ہے اور جھوٹ بری چیز ہے اور برائی سے خدا تعالیٰ پاک ہے لہذا جھوٹ پر خدا تعالیٰ کو قدرت ہی نہیں یعنی اللہ تعالیٰ کو حضور علیہ السلام جیسا پیدا کرنے کی سرے سے قدرت ہی نہیں۔

جب شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے ان کو انہی کی زبان میں (جس کو انہوں نے خود جیسے لڑا) جواب دیا تو پھر کیا ہوا؟ اس کو آپ آگے بڑھنے والے ہیں، لیکن پہلے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا منکر اور ذلیل قرآنی آیات اور تفسیرات سے سمجھیں۔۔۔

﴿مَا تَسْأَلُهُمْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نَسِيهَا قَالُوا مَخْلُوقٌ مِنْ قَبْلِهِ أَوْ مَخْلُوقٌ. اللَّهُ تَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ (البقرہ: ۱۰۷)

اگر آپ انہیں آیت کو ہم منسوخ کر دیں، یا بھلا دیں، اس سے بہتر یا اس جیسی اور لے آتے ہیں کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ولكن رسول الله وخاتم النبيين۔ (ازاب: ۳۰)

اگر ہم انہیں آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں۔

ولو شئنا لبعثنا في كل قرية نذيرا۔ (نہان: ۵۷)

اگر ہم اگر ہم چاہتے تو ہر برستی میں ایک ڈرانے والا بھیج دیتے۔

(لیکن یہ یاد کیا۔ مطلق احمد یار خان کوہاٹی)



بریلوی جماعت کے غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

"اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر ہم چاہتے تو ہر ہستی اور ہر شہر میں ایک رسول بھیج دیتے۔ اور آپ سے تبلیغ دین کی مشقت کا بوجھ کم کر دیتے۔" (تفسیر قیام القرآن: ج ۸ ص ۲۵۲)

یہاں پر سوال یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ حضور موعودؑ کو خاتم النبیین فرما چکا تو پھر یہ کیوں فرمایا کہ اگر ہم چاہتے تو ہر ہستی میں ایک ڈرانے والا (نبی) بھیج دیتے، پوری بریلوی جماعت پہلے اس کا جواب دے۔ حیرت ہوا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے کر سکتا ہے، خدا تعالیٰ کی ذات اور اس کی قدرت کو سمجھنا انسانیت سے باہر ہے۔

۱۲۔ وَهَاسَئِلُكَ تَرْجُوَ أَنْ يُلْقَىٰ إِلَيْكَ الْكِتَابُ إِلَّا رَحْمَةً مِنِّي وَتُحْيِي. (المعصر: ۸۲)

[ترجمہ] اور آپ کو تو کبھی اس کا خیال بھی نہ گذرا تھا کہ آپ کی طرف کتاب نازل فرمائی جائے گی لیکن یہ آپ کے رب کی مہربانی سے آتا۔

یعنی نبوت سے قبل آپ کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ آپ کو رسالت کے لیے چنا جائے گا اور آپ پر کتاب الہی کا نزول ہوگا، یہ نبوت و کتاب سے سرفرازی، اللہ کی خاص رحمت کا نتیجہ ہے۔

عقیق احمد یار خاں فرماتے ہیں:

"یعنی ظاہری اسباب کے لحاظ سے آپ کو نبوت کی امید نہ تھی۔" (نور العرفان: ص ۶۳۱)

وَلَكِنْ بَشَرًا مِّثْلُكُمْ أَفَتُنَبِّئُونَ الْفَاسِقَ إِذْ يَعْتَدِ إِلَّا إِلَهُكُمْ فَلَا يَحْشُرُهُمْ عَلَيْهِمْ إِنَّهُمْ عِندَ رَبِّكَ لَافْعَلُونَ. (سورہ اعراف: ۱۸۰)

[ترجمہ] اور اگر ہم چاہیں تو جو ذاتی آپ کی طرف ہم نے اتاری ہے سب سلب کر لیں پھر آپ کو اس کے لیے ہمارے مقابلے میں کوئی حاجتی میسر نہ آئے سوائے آپ کے رب کی رحمت کے۔

پہلے اپنی قدرت کاملہ و مطلقہ کا ذکر فرمایا کہ میں جو چاہوں کر سکتا ہوں، حتیٰ کہ آپ سے وحی بھی سلب کر لوں تو کوئی ہم نہیں مار سکتا، یہاں قدرت کے مواضع اپنی رحمت ہے چاہاں کا ذکر فرمایا جس سے اپنے محبوب مکرملؑ کو سرفراز فرمایا۔ (خدا، القرآن: ج ۲ ص ۱۲۱) (مترجمہ)



تجربہ دار

یہ تو شک ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نبی اکرمؐ نے کی قدرت جھوٹ کو لازم کرے گی، لیکن وحی یا قرآن مجید یا رسالت سلب کرنے کی قدرت کس چیز کو لازم کرے گی، اس کا کیا جواب ہے؟  
سے بریلے یا تو نے کور و آیات قرآن مجید سے نکال دو (العیاذ باللہ) یا پھر اقرار کر لو کہ واقعی اللہ جو چاہے کر سکتا ہے، پس کیا اکابر دیوبند کا عقیدہ ہے۔

بریلی ہی امت کے علامہ محمد عبدالحکیم کی شرف قادری لکھتے ہیں:

"ہندوستان میں فرنگی ائمہ کے دور میں جہاں دیگر فرقوں نے سراٹھایا وہاں یہ فرقہ بھی اٹھا کہ معاذ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے، اگرچہ بولتا نہیں، ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ، تقدیر سے الودیت کے سربراہ خانی قواء امام احمد رضا بریلی اسے کس طرح برداشت کر لیتے؟

چنانچہ اس عقیدہ و باطل کے خلاف انہوں نے تیرہ دست علی اور تھکی جیٹو کیا، امام احمد رضا خان نے شہنائی کی شکست و جلالیت اور نعمت خان نزول اور قدوسیہ کے جہان کے لیے چودہ سالے تحریر کیے۔ (تقدیس الودیت: ص ۷۷) اور شرمشا اکیڈمی لاہور

**فارغین:** اب آپ یہ ملاحظہ فرمائیں کہ جناب احمد رضا خاں اللہ تعالیٰ کی شان القدس کیسے بھڑکتے ہیں، چنانچہ وہ اپنی تھکیف "فہم السموح" کے مختلف صفحات پر لکھتے ہیں:  
"امام ابو یوسفؒ یہ ہے کہ اگر کذب الہی محال اور محال پر خدا آؤ قدرت نہیں تو اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر نہ ہوگا، حالانکہ اکثر آدمی اس پر قادر ہیں تو آدمی کی قدرت اللہ کی قدرت سے بڑھ گئی یہ محال تو واجب کیا اس کو جھوٹ بولنا ممکن ہو"۔ (ص ۴۲)  
اس کے لکھتے ہیں:

"فانما یلے یلے خیال کیا کہ انسان کو اپنے کذب پر قدرت ہے، اور بیعت اس المرحہ میں لفظ جناب حق تعالیٰ میں بول کر دیکھا کہ اسے کذب الہی کے کذب پر قدرت ہوئی، پابے درخت جو چیز انسان کی قدرت میں آئی اور جن کی قدرت میں نہ ہوئی"۔ (ص ۴۳)

آگے لکھتے ہیں:

”جب یہ قرار (اصول) پایا کہ آدمی جو پہن کر سکے خدا بھی اپنی ذات پاک کے لیے کر سکتا ہے اور معلوم ہوا کہ نکاح کرنا عورت سے ہم بستری ہونا، اس کے دم غلط میہ نچانا انسان کی قدرت میں ہے تو واجب کہ ملائی کا سوا ہم (جو سب کا) خدا ہے یہ باتیں کر سکے ورنہ آدمی کی قدرت جو اس سے بڑھ جائے گی تو وہ آفتیں جن کے سبب اہل اسلام اتحادِ دلد (اللہ کا بیٹا ہونے) کو کھالی جانے لگے وہاں یہ نے قطعاً جائز مان لیں (کہاں لکھا ہے) آگے غلط فہم نے اور بچہ ہونے میں کیا بڑ بکل کیا۔۔۔ یہ تو خاص اپنے ہاتھ کے کام ہیں جب دنیا بھر میں اس کی قدرت سے ہوتے ہیں تو کیا اپنی زوج کے بارے میں شک جائے گا۔“ (ص ۳۷)

نیز لکھتے ہیں:

”بھلا چوری شراب خوردی تو سب کچھ اور مل تھا سا وہی (خمسین حقیقی) معیور زنا بھی کر سکتا ہے یا نہیں، اگر نہیں تو وہ تو کچھ تمہارے امام کے کلیہ میں تمہارا خدا انسان سے قدرت میں گھٹ رہا، اور اگر ہاں اپنے امام سے تعریف زنا کرا ہے (یہ تعریف آپ ہی کے لیے مخصوص ہے آگے فرمائیں) زنا حقیقی کے مقدر انسان سے آگے نہ تامل پر موقوف اور اس کے بغیر زنا شرعی عرف کسی معنی کا حقنِ یقین محال کہ ایسا ج ذکر اس کا کرکن ہے اور اس سے بے درکن محال قطعاً ناممکن (مطلب یہ کہ ”حقن“ زنا انسان کی قدرت میں ہے کہ زنا کے لیے آگے تامل ضروری ہے اور بغیر آگے تامل زنا ہو نہیں سکتا کیونکہ زنا کے لیے ایک چیز کو دوسری چیز میں داخل کرنا ضروری ہے، اور داخل ہونے والی چیز آگے تامل زنا کا کرکن ہے اور زنا) بے درکن محال قطعاً ناممکن تو تمہارے (سب کے) معیور کو آگے تامل سے مفرد چاہو فرمائیں۔“ (ص ۳۷) ”آدمی تو عورت بھی ہے تمہارا ساتھ (خمسین حقیقی) خدا عورت کی قدرت سے گھٹ رہا تو اور بھی کیا گزرا۔ عورت تو قادر ہے کہ زنا کراے تو تمہارے اور تمہارے چہرے تعظیم کے قانون سے قطعاً واجب کہ تمہارا (تمام عالم کا) خدا بھی زنا کرا سکے اور اسے دیو بند میں جکھ والی قاضیات اس پر فیتے اڑائیں گی کہ تمہارا تو ہمارے برابر بھی نہ ہو سکا، پھر کاسے پر خدائی کا دم ہوتا ہے، اب خدا اس فرج (عورت کی آگے والی خاص چیز) بھی ضروری ہے اور“

دانا ہے میں کرانے گا۔" (ص ۱۷۳)

(خاصیت ہوتا ہے کہ علی حضرت کی اس فن میں خاص تربیت ہوئی ہے، کیونکہ علماء اور بزرگان دین ایسی گندی اور تہودہ باتوں سے اپنی زبانوں اور کانوں کو پھید نہیں کیا کرتے نہ اسقام ایسی گندی باتوں کو کرنے اور سننے کی اجازت دیتا ہے، احمد رضا خاں آگے فرماتے ہیں)

"ایک دفعہ ایک مجلس میں رقص (وناچہ) کرتی ہے لکھ لکھ کس قد باہنی جہتیں (اور مایہ نسیں) بدلتی ہے، اگر ان (تمام عالم) کا معبود یوں ہیں نہ محوم سا تو رقصی سے بھی گپ گزرا اور جب یہ کلیہ ہے کہ انسان جو کچھ اپنے لیے کر سکے ان (تمام عالم) کا معبود کر سکا ہے تو مشعل جس (دشمنی اٹھانے والے) کی طرح رقصی کے ساتھ گھومتے گا بھی خود بھی ناپے گا اور گندی بنا کر بندہ بچا کر (مہم داخلی حضرت کیسے اس فن میں بھی ماہر ہیں کہ) اسے اپنے آس پاس گھمائے گا بھی نہ (وصول) بجا کر کسی پر چڑھ کر شہدہ و بازوؤں کی طرح بانس پر چڑھ کر کا کھیلے گا، مگر سخت عجب یہ ہے کہ اگر ایک مجلس میں چار رقصیاں تاحقی ہوں اور ان واحد میں وہ چاروں جہات ٹھکڑو کو دیکھتے بدلیں ان (تمام عالم) کا خدا اگر اس وقت ایک ہی سمت بدلے گا تو رقصیوں کے فعل پر قادر نہ ہوگا۔" (ص ۱۷۶)

(سکھن اسکو: اور جب احمد رضا خاں دین اشاعت و مروجہ مطبع بریلی)   
 عبدالحکیم خاں اختر شاعر چاندی لکھتے ہیں:

"اگر احمد رضا خاں کو تقریر یا مجالس علوم و فنون میں مہارت حاصل تھی بعض علوم آپ ہی کی اعباء (بچار کردہ) (جیسے ریاضیوں کے ناچنے کے طریقے اور زنا اور آئینہ ناسل کی کیفیت وغیرہ) آپ کے اہل ان کے جاننے والا کوئی بھی نہیں رہا (اچھا ہوا)۔"

(الامین اعلیٰ: حرف آغا زبیر ۱۶ مارچ احمد رضا خاں برادری پیش کش (۱۹۹۰))

مرحبا آفرین ہزار آفرین

یوں حسن میں ہیں اور بھی کم اور زیادہ  
ہ آپ میں ہے ایک ستم اور بھی زیادہ

غرض فہم میں کم وز یاد تو ہمیشہ ہوتے آئے ہیں تحریر یہ ستم و ظلم کسی نے نہیں کیا کہ خدا تعالیٰ کے لیے زنا، شراب، دھڑیلوں، آگ، تناسل اور عورت کی شرم گاہ جیسی چیزوں کو جسکے لے لے کر بیان اور ثابت کیا جائے۔

وہ دو باتیں اگر سن لیں تو ہم سو گالیاں سہہ لیں گے  
ہمیں مطلب سے ہے مطلب وہ جو چاہیں ہمیں کہہ لیں

بقول شخصہ: مردان دلاور معرکہ جنگ میں دشنام و گالی گلوچ زبان پر نہیں لاتے اور دانشوران علم پرور، اپنے مناظرے میں خلاف تہذیب کسی کو نہیں سنااتے، البتہ زمانے، نامردے، ضرب پاپوش کے بدلے گالیاں دیا کرتے ہیں اور جاہل نادان بے ہوشاب کے بدلے دشنام و زبان اور اڑی سے کام لیا کرتے ہیں، اب بھروسے کے اور کیا کیسے کسی مرتے کی بات ہے کہ آپ برا کہیں اوروں کو اور برائی لکھے آپ کی چاند پر خاک ڈالنے سے چاند کا کیا نقصان، ہاں خاک ڈالنے والے کی نیابت عیاں ہوگی، یوں عہدہ برائی کی امید نہ تھی، تاہم یہ طریقہ اختیار کیا اور یوں اپنے جواہر اگلے۔

مذہب کی بحث اور اصول اپنی جگہ، لیکن انسان کے ذاتی چال چلن کو ضابطہ حیات میں بنا دھل ہے اگر اس میں خرابی آجائے تو اس حیات کی ساری عمارت زمین بوس ہو جاتی ہے، عمر بنی ہشام "ابو جہلی" کے کفر پر عرب کے پہاڑ بھی غرت کرتے تھے، پھر اس کے ذاتی کردار پر شاہ کوئی انگلی اٹھی ہو۔

خود ڈوبے منہم چھہ کو لے ڈوبیں گے  
گندگی کے ڈھیر پر پھول ڈال دیئے جائیں تو بھی گندگی گندگی ہی رہے گی، مسگر پھولوں کا پانچین ضائع ہو جائے گا، کوئی دیوانہ اگر ان پھولوں کو ظاہری نظروں سے دیکھ کر قریب آجائے گا تعفن (وہ دیوانہ) ہی آئے گی۔

لطیفہ: حسن کو راجی کور:

میں کور، جس طرح بعض لوگ رنگ و صبا، یا رنگ کوزہ کرتے ہیں، اس طرح اکثر لوگ حسن کور کرتے ہیں۔ حسن کور اس شخص کو کہتے ہیں جس کی جمالیاتی حس یعنی ظہن کی وہ مشائخ جس میں حسن کور اس کے لوازم سے بحث کی جاتی ہے، فعالیت ہو، بلکہ ناکارہ اور مردود ہو، ایسے لوگ حسن و سوء یا حسن و قبح یعنی اچھائی اور برائی میں فرق نہیں کر سکتے۔

حق کور اسے صدیق کی ضد کہہ سکتے ہیں ۱۱۔ جب یہ ہے کہ ایسا شخص قلب کے امراض خصوصاً شرک کے سبب حق و باطل یا توحید و شرک یا ہدایت و ضلالت میں فرق محسوس نہیں کرنا، اور مشاعرہائی ہے تو یحییٰ علیہ السلام غلّ الذیض لا یغفلون۔ (بولس: ۱۰۰)

”اور (اللہ اپنے قوائمن کے مطابق) ان لوگوں کو نجاست میں مبتلا کر دیتا ہے جو عقل سے کام نہیں لیتے۔“ اس آیت فکر انگیز میں یہاں بولس! اہم نکتہ پوشیدہ ہے کہ عقل رب رحمن کی نعمت عظمیٰ، انسانیت کا جو ہر خاصہ اور انسان و حیوان میں فرق کرنے والی ہے لہذا جو لوگ عقل سے کام نہیں لیتے وہ اس کفران نعمت کی پاداش میں معنوی اعتبار سے نفس و نجاست خورد میوان بن جاسکتے ہیں، پھر انہیں طہارت و نجاست کا شعور ہوتا ہے نہ وہ ان دونوں میں فرق محسوس کرتے ہیں، نہ سیر و حرام و حلال میں امتیاز کے قائل بھی نہیں رہتے۔

عقل سے کام نہ لینے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قلب کا نظام محمود و معطل ہو جاتا اور قلب کا شور و جھجھ جاتا ہے قلب پر لکھ باطنی نظام میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے لہذا اس کے مفلوج و مردود ہو جانے کے سبب کل حسی، عقلی نظام مردہ نفس کی طرح نفس و معطش ہو جاتا ہے، اور زندگی طیب و نجس، حق و حشر و سیر (اور برائی و نیکی) میں فرق کرنے کی فطری صلاحیت سے محروم ہو جاتا ہے، انسان کی اس تکی پہنٹی کو قرآن مجید نے ایجاز و غمت سے اس طرح بیان کیا ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ۔ (انجمن: ۵، ۴)

ہم نے انسان کو حسین ترین خلق و خلق میں پیدا کیا ہے، پھر (ان کے عقل سے کام نہ لینے کی پاداش میں) انہیں ذلیل ترین مخلوقات سے بھی ازال کر دیتے ہیں۔

انسان جب عقل جیسی امتیازی صفت ولعت سے کام لیتا چھوڑ دیتا ہے، تو اپنے آپ کو بے عقل و بے جان قرار دے بھی دیتا ہے، اس کے نتیجے میں قرآن مجید کی معرفت و ہدایت و معنویت کو سمجھنا اس کے لیے محال ہو جاتا ہے، جس کو قرآن مجید نے کچھ اس انداز سے بیان کیا ہے:

لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ أُذُنٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْإِطْرَافِ بَلْ هُمْ أَصْغَىٰ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ (اعراف: ۱۷۹)

[ترجمہ] جن کے قلوب ایسے ہیں جن سے سمجھ سکتے اور جن کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے دیکھ سکتے اور جن کے کان ایسے ہیں جن سے نہیں سنتے یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ یہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں، یہی لوگ غافل ہیں۔

دل، آنکھ، کان یہ چیزیں اللہ نے اس لیے دی ہیں کہ انسان ان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے پروردگار کو سمجھے اس کی آیات کا مشاہدہ کرے اور حق کی بات کو غور سے سمجھ سکے جو شخص ان مشاعر (اور دل و دماغ) سے کام نہیں لیتا، وہ گویا فائدہ نہ اٹھالے جس چوپایوں کی طرح بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہے، اس لیے کہ جانور و حیوان تو پھر بھی اپنے نفع نقصان کا کچھ شعور رکھتے ہیں اور نفع والی چیزوں سے نفع اٹھاتے اور نقصان والی چیزوں سے بچ کر رہتے ہیں، لیکن انسان خدائی کی ہدایت سے عراض کرنے اور حق و باطل کی پہچان نہ کرنے والے شخص کے اندر تو یہ تیز کرنے کی صلاحیت ہی ختم ہو جاتی ہے، کہ اس کے لیے مفید چیز کون سی ہے اور نقصان دہ کون سا؟ اسی لیے اگلے جملے میں انہیں غافل بھی کہا گیا ہے۔

شخصیتیں اپنے کردار سے متفق ہیں، کردار انسانی کا لفظ ایسی نہیں، ترہر کا پہلا بھی ہے، بسبب تک اس کے دونوں رخ سامنے نہیں آتے جس کے اس کے سمجھنے میں دشواری ہوگی، حقیقت کے تجسس میں سفر سے پہلے اس کلیہ کا سمجھ لینا ضروری ہے، ورنہ اندھیرے میں ٹھوکرا مگانا ہے، جن لوگوں نے ایسا نہیں کیا، اور محض شخصیت کے احترام میں رہے وہ اپنے ساتھ دوسروں کے

لیے بھی گمراہی کا سبب بنے۔

اصول اس کی اجازت نہیں دیتے کہ پھسلنی دیا اور پر حقیقت کی نواٹھائی جائے، اس حرکت کے عجب کی مثل اور سوچ کا ماتم کرنا پڑے گا، بعض مولوی ایسے آتے ہیں کہ اصول اور شخصیتیں جدا رکھائی دیتے ہیں، مگر موقوفہ بنوں کا کیا علاج کہ وہ اس پر بھی دونوں کے مابین امتیاز نہ کر سکے اور شخصیتوں سے ایسے چمکے کہ اصول مات کھا گئے۔ حقائق کو سمجھتے اور اس پر فیصلہ دیتے ہے، بشر ضروری ہے کہ اپنی اور پرانی بات سمجھ لی جائے، اگر ایسا نہیں ہوگا تو رائے قائم کرنے میں غلطی کا امکان ہے، اور پھر یہی غلطی آئندہ غلطیوں کو بھی گمراہ کرے گی۔

### مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کی طرف جعلی فتوے کی نسبت:

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ پر مکتوب رب العزت جل جلالہ کا ناپاک بیعتان اور اس کا جواب:

انادات: ہزارہ ناصر اسلم ناسخ بریلیت مولانا مکتوب لغوی صاحب رحمہ

مولوی احمد رضا خان اپنی تکفیری دستاویز "حسام الحرمین" پر مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"مہر و عزم و گمراہی میں اس کا حال یہاں تک بڑھا کہ اپنے ایک فتوے میں جو اس کا مہری دستخطی نمونے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے، یحییٰ وغیرہ میں بارہا مع رو کے چسپا صاف لکھ دیا کہ جو اللہ سبحانہ تعالیٰ کو بافضل جھوٹا مانے اور تصریح کر دے کہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولا اور یہ عیب اس سے سارہ اوجھ کا تو اسے کفر بالائے طاقت، گمراہی اور کفار، فاسق بھی نہ کہو اس لیے کہ بہت سے امام ایسا کہہ چکے ہیں جیسے اس نے کہا میں نہایت گمراہ یہ ہے کہ اس نے چاروں میں خطا کی۔۔۔ یہی وہ لٹا ٹھٹھا اللہ تعالیٰ نے بہرا کیا اور اس کی آنکھیں اندھی کر دیں۔"

(حسام الحرمین مع حمید ایمان: ص ۷۷ مکتبہ المدینہ)

نارنگی کہ ماہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی طرف کسی ایسے فتوے کی نسبت کرنا سراسر افتراء اور

بہتان ہے جناب الحرمین کی اس سے پہلی والی بحث یعنی تحذیر الناس میں تو مولوی احمد رضا خان نے تحذیر الناس کی متفرق جہات میں جو ذکر کفر کی مسئلہ تیار بھی کر لی تھی یہاں تو یہ بھی ناممکن ہے۔ بحمد اللہ ہم پورے دُلوں کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مرحوم کے کسی فتوے میں سب ائمہ مرقوم نہیں ہیں نہ ہی کسی فتوے کا یہ مضمون ہے۔ بلکہ درحقیقت یہ صرف خان صاحبؒ یا ان کے کسی دوسرے ہم پیشہ بزرگ کا اقتراء اور بہتان ہے۔ بفضلہ تعالیٰ ہمارے اکابر اس شخص کو کافر و مرتد، ملعون سمجھتے ہیں جو خداوند تعالیٰ کی طرف جھوٹ کی نسبت کرے اور اس سے افضل مدعی کذب کا قائل ہو بلکہ جو بد نصیب اس کے کفر میں شک کرے ہم اس کو بھی خارج از اسلام سمجھتے ہیں۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب دہلوی جن پر خان صاحب نے یہ تاپاک اور شیطانی بہتان لگایا انہوں نے بھی کے ملبوس قداوتی میں یہ فتویٰ موجود ہے:

ذات پاک حق تعالیٰ جل جلالہ کی پاک و معزز ہے۔ اس سے کہ متصف بوصف کذب کیسا جائے۔ معاذ اللہ تعالیٰ اس کے کلام میں ہرگز ہرگز شایع کذب کا نہیں قال اللہ تعالیٰ: ومن اصدى من لئذہ قیلا۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۱۱۸۔ تالیفات رشیدیہ ص ۹۶)

جو شخص اللہ تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے وہ قطعاً کافر و ملعون ہے اور مخالف قرآن وحدیث کا اور ایمان است کا ہے۔ وہ ہرگز مومن نہیں تعالیٰ لعلہ تعالیٰ یقول الظالمون علوا کبیرا۔ (روایت)

ناظرین انصاف فرمائیں کہ اس صریح اور چھپے ہوئے فتوے کے بولتے ہوئے حضرت ممدوح پر یہ اقتراء کرنا کہ معاذ اللہ وہ خدا کو کاذب بالفعل مانتے ہیں یا ایسا کہنے والے کو مسلمان کہتے ہیں کسی قدر شرمناک کارروائی ہے۔؟ الحساب یوم الحساب۔

شرم۔۔۔ شرم۔۔۔ شرم

ربا مولوی رضا خان صاحب کا یہ لکھنا کہ ”میں نے ان کا وہ مستثنیٰ مع مہرور مستحکم چشم خود دیکھا“ اس کے جناب میں ہم صرف استعاضہ کریں گے جب اس چورہاویں صدی کا ایک عالم



میں ایک چھٹی ہوئی کثیر الاشاعت کتاب (تحدیر الناس) کی عبارتوں میں مسیحا قتل و یرید کر کے  
 ص ۲۸۱۳ کی عبارتوں میں تحریف کر کے ایک کفریہ مضمون گھڑ کے تحدیر الناس کی طرف  
 عصب کر رکھا ہے تو کسی جلسہ کے لیے کسی کے مہر و دستخط بلایا کیا مشکل ہے؟ (آپ حضرات  
 اگر سچے ہوں گے اخبارات و فی وی میں کہ فلاں جگہ سے جلسہ پکڑے گئے جن سے جعلی  
 برکات جاری ہوئی ہیں جو پاسپورٹ پر لگانے کے کام آتی تھی وغیرہ وغیرہ) کیا دنیا میں  
 جلیسے جعلی نوٹ جعلی دستاویز تیار کروانے والے موجود نہیں؟ مشہور ہے کہ بریلی اور اس کے  
 گردوں میں اس فن کے بڑے بڑے ماہر رہتے ہیں جن کا ذریعہ معاش ہی یہی ہے۔

بہرحال مولوی احمد رضا خان نے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے جس فتوے کا ذکر کیا ہے اس کی  
 کیا اصل نہیں فتاویٰ رشیدیہ جرقین جلد اول میں چھپ کر آچکی ہے (اس وقت یہ مجموعہ تالیفات  
 رشیدیہ کے ساتھ بھی چھپ چکا ہے جس میں حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی تمام تصانیف کو جمع کر دیا گیا  
 ہے اور بھی اس کے ذکر سے قافی ہے۔ بلکہ اس میں تو اس کے خلاف چند فتوے موجود ہیں جن  
 میں سے ایک آپ نقل بھی کیا جا چکا ہے۔ اور اگر فی الواقعہ صاحب نے اس قسم کا کوئی فتویٰ  
 لکھا ہے تو وہ یقیناً ان کے کسی ہم پیشہ بزرگ یا ان کے کسی پیروں کی جعل سازی اور وسیع کاریوں  
 کا نتیجہ ہے۔

حضرات علمائے کرام و مشائخ کرام ہر مہم اللہ کی عزت و عظمت کو مٹانے کے لیے حاسداں  
 نے اس سے پہلے بھی اس قسم کی کارروائیاں کی ہیں۔ اس سلسلے کے چند عبرت آموز واقعات ہم  
 یہاں عرض کر دیتے ہیں:

۱۔ امت کے جلیل القدر فقہ اور محدث اعظم امام احمد حنبل رحمہ اللہ اس دنیا سے کوچ  
 کر گئے تھے کہ اور کوئی بد نصیب حاسد جن اسی وقت تکلیف کے نیچے تلکھے ہوئے کاغذات رکھ جاتا  
 ہے جن میں خاص طور پر عداوت اور زندیقانہ خیالات بھرے ہوئے ہیں۔ کیوں؟ صرف اس  
 لیے کہ ان تحریرات کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی کاوش و مبالغہ کا نتیجہ سمجھیں گے اور جب



کے ساتھ اس سیرکاری سے اتفاق فرمایا کہ ”چونکہ ابراہیم علیہ السلام ان دونوں کی عبادت کرتے تھے صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شرارت کی کیا خبر تھی انھوں نے لاطینی میں وہ کتاب مصر کے علماء کے سامنے پیش کر دی جب ان کی نظر اس دلیل پر پڑی تو سخت برہم ہوئے اور تمام مصر پر علماء و فضیخہ کے خلاف ہنگامہ کھڑا ہو گیا قاضی مصر نے واجب القتل قرار دے دیا۔ بچاؤ کے لئے انہیں جان بچا کر مصر سے بھاگ گئے ورنہ سردے بغیر جھوٹا شکل تھا۔  
یہ جھوٹ کے چند واقعات تھے ورنہ تاریخ اٹھا کر دیکھی جائے تو حاسدوں کی ان شرارتوں سے بڑھ کر واقعات بھرے پڑے ہیں۔

پس اگر بالفرض قاضی بریلوی اپنے اس بیان میں سچے ہیں کہ انھوں نے اس مضمون کا کوئی نسخہ دیکھا ہے تو یقیناً وہ اسی قبیل سے ہے۔ لیکن پھر بھی قاضی بریلوی کو اس بنا پر کفر کا فتویٰ دینا بڑھاپا کی بجائے تک کہ وہ خود خوب تحقیق نہ کر لیتے کہ یہ فتویٰ حضرت مولانا کا ہی ہے یا نہیں؟ فقہ کا مسلم اور مشہور مسئلہ ہے کہ ”الخط یشبه الخط“ یعنی ایک انسان کا خط دوسرے انسان سے مل جاتا ہے اور خود خان صاحب بھی اس کی تصریح فرماتے ہیں کہ:  
”ان کتابوں میں تصریح ہے کہ الخط یشبه الخط الخط لا یعزل یداً۔“

(المخطوطات مصر، ص ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵،

حالانکہ خود چھپائی ہوئی کتابوں سے اس کا انکار کرونا سہل تھا نہ یہی بتلایا کہ وہ مطلب نہیں ہے جو علمائے اہل سنت بتا رہے ہیں بلکہ میرا مطلب یہ ہے۔ نہ کفر صریح کی نسبت کوئی سہل بات تھی جس پر التفات نہ کیا۔ (ضمیمہ ایمان: ص ۴۹)

حضور ائمہ کو حذف کر دینے کے بعد خان صاحب کی اس دلیل کا صرف حاصل یہ ہے کہ:

(۱) یہ فتویٰ مع رو کے مولانا ممدوحہ کی زندگی میں تعین و دفعہ چھپا۔

(۲) انھوں نے تازیست اس فتوے سے انکار نہیں کیا نہ اس کا کوئی مطلب بتلایا۔

(۳) اور چونکہ معاملہ سنگین تھا اس لیے خاموشی کو عدم التفات پر بھی محمول نہیں کیا جاسکتا تھا۔ عایت ہو گیا کہ یہ فتوے غائبی کا ہے اور اسی بنا پر ہم نے ان کی تکفیر کی اور تکفیر بھی ایسی کہ من شک کی کفر و فحشہ کفر۔

اگرچہ خان صاحب کے ان دلائل کا لہجہ پوچھ و پھل ہوا ہمارے نقد تبصرے کا محتاج نہیں۔ ہر معمولی ہی عقل رکھنے والا بھی تھوڑے سے غور و فکر کے بعد اس کو لغویت سمجھے گا تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ہر ہر جز پر تھوڑی سی روشنی ڈال دی جائے تاکہ آپ سے خان صاحب کے علم و جدویت کی کچھ وارد و لبادی جائے۔

۔۔۔ خان صاحب کی پہلی دلیل کا بنیادی مقدمہ یہ ہے کہ: یہ فتوے مولانا کی حیات میں تین دفعہ چھپے۔

اس مقدمے میں سے اتنا تو معلوم ہو گیا کہ یہ فتوے مولانا کے مخالفین نے چھاپے۔ مولانا آپ کے متوہمین کی طرف سے کبھی اس کی اشاعت نہیں ہوئی (خیر اس راز کو تو اہل بصیرت ہی سمجھ سکتے ہیں) ہم کو تو اس کے متعلق صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ اگر خان صاحب کے بیان کو سچا سمجھ لیا جائے کہ یہ فتویٰ متعدد بار جمع رو کے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی حیات میں شائع ہوا جب تک لازم نہیں آتا کہ حضرت کے پاس بھی پہنچا ہو یا ان کو اس کی اطلاع بھی ہوئی ہو۔ اگر ان کے پاس بھیجا گیا تو سوال یہ ہے کہ ذریعہ نقلی تھا یا غیر قطعی؟ پھر کیا خان صاحب کو اس کی تصدیق کی

اطلاع ہوئی؟ اگر ہوئی تو وہ ذرا یہ قطعی تھا یا غلط؟ بحث کے پہلوؤں سے چشم پوشی کر کے کفر کا قطعی  
قرینہ دینا کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے؟ بہر حال جب تک قطعی طور پر ثابت نہ ہو جائے کہ فی الواقع  
حضرت گنگوپی دیشیہ نے کوئی ایسا فتویٰ لکھا تھا جس کا قطعی اور متعین مطلب وہی تھا جو مولوی احمد  
رضا خان نے لکھا اس وقت تک ان شخص کی بنیادوں پر تکفیر قطعاً ناموزون و ایک معصیت ہے۔ حضرت  
مولانا صاحب دیشیہ تو ایک گوشہ نشین عارف باللہ تھے جن کا حال بلا مبالغہ یہ تھا

ہو دئے چالان زجان مشتعل  
ہذا کر خیب از چہاں مشتعل

خان صاحب کے دوسرے مقدمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مولانا دیشیہ نے اس فتوے کا انکار نہیں  
کیا اس کی تائید کی۔

اس کے متعلق تو کچھ گزارشیں کی گئی ہیں کہ جب اطلاع ہی ثابت نہیں تو انکار کس جیسے سزاوار  
ہو گی؟ بات کی ضرورت فرض کر لیجئے کہ ان کو اطلاع ہوئی لیکن انھوں نے ناخدا و ترس مغتریوں کی  
ان ناپاک حرکت کو ناقابل توجہ سمجھا ان کو بحوالہ خدا کر کے سکوت فرمایا۔

یہ کہ کفر کی نسبت کوئی معمولی بات نہ تھی جس کی طرف انتظامات نہ کیا جائے۔ تو اول تو یہ  
ضروری نہیں کہ دوسرے بھی آپ کے نظریہ سے مستحق ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ انھوں نے اس کے  
الفاظ کی ضرورت نہ سمجھی ہو۔ کہ ایمان والے خود ہی اس ناپاک و فحشاء کی تکذیب کر دیں گے۔ یا  
انھوں نے یہ خیال کیا ہو کہ اس مسئلہ کو اچھا لئے والے علمی اور مذہبی دنیا میں کوئی مقام نہیں رکھتے لہذا  
اس کی بات کا کوئی اعتبار نہیں کرے گا۔ بہر حال سکوت کے لیے یہ وجوہ بھی ہو سکتی ہیں۔ پھر قطع  
ظہر بنام انہوں سے یہ کہنا ہی غلط ہے کہ کفر کا معاملہ سنگین تھا بے شک خان صاحب کی  
"کھدیت" کے دور سے پہلے تکفیر ایسی غیر معمولی اہمیت رکھتی تھی لیکن خان صاحب کی روح اور  
ان کا وجود و ذریت مجھے معاف فرمائے کہ جس دن اسے ان کا قلمدان خان صاحب کے بے  
ایمانتوں میں گیا ہے اس روز سے تو کفر اتنا سستا ہو گیا ہے کہ اللہ کی پناہ۔ مودۃ العلماء والے



تقریباً ۱۰۰ سالہ عرصہ تک محض خیالی و وہابی عقیدے جوڑ کر کہتا ہے کہ من شئت لی کفرہ فقد کفر اللہ کی بات۔

یہی اور خیالات وہاں تھاتے ہیں جس کی بنیاد پر ہم سمجھتے ہیں کہ خان صاحب نے فتویٰ کفر کسی عسائی یا عسائی افواج پر جاری نہ کیے تھے بلکہ درحقیقت اس کی تہہ میں صرف حسد و حسد پرستی اور فتنہ پرستی کا بے پناہ جذبہ کار فرما تھا۔

### اجمل سنبھلی اور غلام مہر علی کے دھوکہ سلوں کا جواب:

ان فتوے کی جعل سازی کا مولوی کاشف اقبال صاحب کو بھی علم تھا اس لیے لکھا کہ اس فتوے پر رد بنی مذہب کی الٰہی حاکمیت کے رد کے لیے اجمل سنبھلی کی روشنیاب صاحب اور غلام مہر علی کی کتاب دیوبندی مذہب پر حوا۔ (مختصر دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۵۰)

جواب: الحمد للہ ہم نے ان دونوں کتب کا مطالعہ کیا ہوا ہے۔ اور اب آئیے ان کا جواب دے کر یہ بھی واضح کر دیں:

دہلی۔ [۱] غلام مہر علی نے لکھا کہ دیوبندی مقدمہ باز ہیں مولانا گنگوہی کا یہ فتویٰ کہ یہاں چھاپا کہ جعلی فتوہ احمد رضا خان کے خلاف کوئی مقدمہ کیوں نہ کیا؟ (مختصر دیوبندی مذہب پر حوا: ص ۵۰)

الہامی جواب: مولوی احمد رضا خان بریلوی صاحب لکھتے ہیں کہ بدیع البریہ تھلے احمد بن عبدیہ غلام اسلام، خزینۃ الاولیاء، مطلقہات مراۃ الحقینہ بالکل جعلی کتب ہیں دیوبندیوں نے لکھی ہیں اور میرے باپ کے نام سے بھی جعلی کتب دہریں گھڑ لی ہیں۔ بقول مولوی اجمل سنبھلی پر حرکت فیض الاسلام مولانا حسین احمد مدنی دہلوی نے کی۔ اب یہی سوال تیار ہے بریلوی مقدمہ باز ہیں آخر حضرت مدنی دہلوی اور علامہ دیوبند کے خلاف کوئی فتویٰ کارروائی کیوں نہ کیا کہ جس کی اور یقیناً نہیں کی تو غلام مہر علی کے اس اصول کے تحت ان کتب کا اصل ہونا ثابت ہو گیا؟ کاشف اقبال کہتا ہے کہ دیوبندی مذہب پر حوا میں اس اصول کے تحت چیلنج کرتا تھا کہ جس ملت رضا کی کہ مولانا مدنی دہلوی نے جن کتب کا حوالہ دیا ان کو جعلی ثابت کر دے۔ نیز یہ

بھی سوال ہے کہ تم علانے دیو بند کو معاذ اللہ گستاخ کہتے ہو تو اس اصول کے تحت آن تک انکار  
علانے دیو بند کے خلاف کوئی ایک مقدمہ کیا؟ اب بتاؤ تمہارے ہی طرم خان کے اصول سے  
تمہارا کذاب ہونا لازم آیا کہ نہیں؟

۔۔۔ خان صاحب کے دوسرے مقدمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مولانا رحمہ اللہ نے اس توے کا انکار  
نہیں کیا نہ اس کی تاویل کی۔

**تحقیقی جواب:** حضرت انصاری رحمہ اللہ اس قسم کے ڈھکوسلوں کے متعلق فرماتے ہیں  
اس کے متعلق تو جیسی گزارش یہی ہے کہ جب اطلاع ہی ثابت نہیں تو انکار کس چیز سے کیا  
تاویل کس بات کی؟ اور فرض کر لیجئے کہ ان کو اطلاع ہوئی لیکن انھوں نے نا خدا ترس مغفروں کی  
اس ناپاک حرکت کو ناقابل توجہ سمجھا ان کو بحوالہ خدا کر کے سکوت فرمایا۔

رہا یہ کہ کفر کی نسبت کوئی معمولی بات نہ تھی جس کی طرف التفات نہ کیا جائے۔ تاویل تو سب  
ضروری نہیں کہ دوسرے بھی آپ کے نظریہ سے متعلق ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ انھوں نے اس کے  
انکار کی ضرورت نہ سمجھی ہو۔ کہ ایمان والے خود ہی اس ناپاک افتراء کی تکذیب کر دیں گے۔ یا  
انھوں نے یہ خیال کیا ہو کہ اس گند کو اچھا لٹنے والے علمی اور مذہبی دنیا میں کوئی مقام نہیں رکھے لہذا  
ان کی بات کا کوئی اعتبار نہیں کرے گا۔ بہر حال سکوت کے لیے یہ وجوہ بھی ہو سکتی ہیں۔ پھر تمام  
انظر ان تمام باتوں سے یہ کہنا ہی غلط ہے کہ کفر کا معاملہ سنگین تھا یہ شک خان صاحب کی  
"مجددیت" کے دور سے پہلے تکفیر ایسی غیر معمولی اہمیت رکھتی تھی لیکن خان صاحب کی روزگار  
ان کی موجودہ ذریت مجھے معاف فرمائے کہ جس دن سے افتاء کا قلمدان خان صاحب کے ہاں  
ہاں ہاتھوں میں گیا ہے اس روز سے تو کفر اتنا سستا ہو گیا ہے کہ اللہ کی پناہ۔ ندوۃ العلماء والے  
کافر جو نہ مانے کافر، احمدیہ کافر جو نہ مانے کافر، دیوبندی کافر جو نہ مانے کافر، مولانا صاحب  
الہیاری فرنگی صاحب کافر اور تو اور تحریک خلاف میں شرکت کے جرم اپنے برادران طریقت  
عبدالماجد صاحب بدایونی، عبدالقادر بدایونی کافر اس کو بھی چھوڑو مصلیٰ رسول صلی اللہ علیہ وسلم



نے دیکھا کہ اس اسلام سب کافر۔ کفر کی وہ بے پناہ مشینیں تھیں جلی کر الٹی توبہ بریلی کے وصالی  
نرسانوں کے سوا کوئی مسلمان نہ رہا۔ پس ہوسکتا ہے کہ خاں صاحب کسی اللہ والے کو کافر کہیں  
وہ اللہ اللہ! کو زبان الکذاب (کتوں کا بھونکنا) سمجھتے ہوئے خاموشی اختیار کرے۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مولانا مرحوم رضی اللہ عنہ کی اس فتوے کی اطلاع ہوئی اور مولانا رضی اللہ عنہ نے  
دیکر بھی کیا تو کر خاں صاحب کو اس کی اطلاع نہ ہوئی پھر عدم اطلاع سے عدم انکاریوں سمجھا  
جاسکتا ہے کیا عدم علم عدم الٹی کو مستلزم ہے؟ اہل علم اور اہل باب عقل و دانش غور فرمائیں کہ کیا  
اسے اغالات کے ہوتے ہوئے بھی تکفیر جائز ہوسکتی ہے؟ دعویٰ توبہ تھا کہ:

”یہ تقسیم اضیاء والے (یعنی خود بدعت جناب خاں صاحب) نے ہرگز ان دشناموں (حضرت  
فقہی رضی اللہ عنہ) کو کافر نہ کیا جب تک چھٹی، قلعی واضح و روشن جلی طور سے ان کا سر بیگ کفسر  
توبہ سے باز و روشن نہ ہو گیا۔ جس میں اصلاً ہرگز کوئی مجھابش کوئی تاویل نہ نکل سکے۔“

(تمہید ایمان: ص ۵۵)

اور لی اس قدر لہجہ کے پتھن کیا حق کو بھی مفید نہیں۔ اور اگر ایسی ہی دلیلوں سے کفر ثابت  
ہوے تو پھر تو اسلام اور مسلمانوں کا اللہ ہی حافظ ہے۔ کوئی جاہل اور دیوانہ کسی باخدا کو کافر کہے  
وہ اس کو قاتل خطاب سمجھتے ہوئے اعراض کرے اور اس کے لیے اپنی صفائی پیش نہ کرے  
لیکن خاں صاحب کی دلیل سے کافر ہو گیا۔ چہ خوش

کر ہمیں مفتی و ہمیں فتویٰ

کار ایمان تمام اعتماد شد

اور تمہاری یہ تصریحات کہ ۹۹ احتمالات کفر کے ہوں صرف ایک احتمال اسلام کا پھر بھی  
محکمہ پانڈیکٹ اور یہ تجدد کہ محض خیالی و دماغی مقدمے جوڑ کر کہتا ہے کہ من شک فی کفرہ فقد کفر۔  
اللہ اعلم

مطلوبہ: ۱) اصل منہجی لکھتا ہے کہ چونکہ مولانا گنگوہی رضی اللہ عنہ نے برائے نام قاعدہ مسیحی امکان

کذب کا قول لکھا ہے لہذا اس سے حسام الحرمین والہ فتویٰ اصل ہو گیا نیز احمد رضا خان نے اسس فتوے کے خلاف سٹن السیج کتاب لکھی مولوی احمد رضا خان کا ہر بات سچی ہے اگر فتویٰ میں دیا فتاویٰ احمد رضا خان کو کتاب لکھنے کی کیا ضرورت تھی؟ (مخلص ارد شہاب ثقیب ج ۱ ص ۲۵۰، ۲۵۱)

**جواب:** اس جاہل کو اتنا بھی علم نہیں کہ امریکان کذب کی وہ عبارت مولانا گیسٹگو ہی نے لکھی تھی نہیں بلکہ مولانا ٹلیل احمد سہارنپوری نے لکھی ہے جس پر تفصیل سے ماقبل مسیس کلام گزرا ہے۔ مولانا گیسٹگو کی طرف منسوب جعلی فتوے اور براہین قاطعہ کی عبارت میں تو میں نے ایمان کا فرق ہے ایک کے ثبوت سے دوسرے کا ثبوت ماننا تقسید احمد رضا خانی منطلق دانی ہی کا کمال ہو گیا ہے۔ ہم اس کے جواب میں الزامات کر کے کہتے ہیں کہ رضا خانیوں کی طرح شرم و حیا سے عاری کوئی شخص کہہ دے کہ معاذ اللہ مولانا احمد رضا خان نے فتویٰ دیا ہے کہ مولوی اجمل مستجلی نے باطل اپنی ماں سے زنا کیا ہے اور جب کوئی ثبوت مانگے تو جواب دے کہ کیا اجمل مستجلی ماں سے زنا کا وار نہیں؟ جب قار ہے تو معاذ اللہ بالفضل بھی کیا ہوگا۔ اب بتاؤ ایسی ہے ہوگی کا جواب سوائے ”جوتیوں“ کے اور کیا ہے؟ براہین قاطعہ میں صرف قدرت کی بات ہے اس سے بالفضل جوت بولنا کہاں ثابت ہوا؟ رہا مولانا احمد رضا خان جیسے کذاب زمانہ کو سچا کہنے کی بات تو مختار و امور میں ایسے دعوے کرنے پر بھی رضا خانیوں کو ڈوب مرنے کا چاہیے اس آدمی کو سچا کہہ دیں کہ وہ کذاب ہے۔ اگر ایسے ہی بے ہوشیوں کا کام دلیل ہے تو اتنی دماغ سوزی کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ کہہ داک چونکہ احمد رضا خان نے کہا ہے لہذا معاملہ ختم اب تم جیتو چلو و ہم نے نہیں مٹا۔

**دھڑلہ [۳]** یہ فتویٰ تم نے تحفیر کے خوف سے نکال دیا ہے۔

**جواب:** اس اصول پر تو ہمیں حفظ الایمان اور تھری قاطعہ اور تحفیر الناس کو بھی ختم کر دینا چاہیے تھا، بلکہ معاذ اللہ تھریہ الایمان کو تو آگ ہی لگا دینی چاہیے تھی کہ تمہارے اکثر اعتراضات اسی پر ہیں۔ الحمد للہ یہ کتب آج بھی پوری آب و تاب کے ساتھ چھپ رہی ہیں۔ پھر فتاویٰ رشیدیہ میں جو فتویٰ ہے خلف و عید کے متعلق اس پر بھی تو ہم کو اعتراض ہے آخر ہم نے اس کو کیا

ماہنامہ اہل سنت نے اعلیٰ منت تو نام نہاد سپر پاور امریکا سے عیسائی ڈرتے پوری دنیا میں کفر کو بیچنا چاہا۔ پادریوں کو پش پاش کر دیا تو تم رضا خانیوں "شرارت قلمیہ" کی کیا اولیات وحیثیت کے ہم ہر دلی تحقیر کے خوف سے اپنا عقیدہ چھپا لیں۔

یہ منہ اور مسود کی دال

پیر اجل سنبھلی کہتا ہے کہ یہ فتویٰ جمع کرنے والے چھاپنے والے دیوبندی ہیں اس لیے انہوں نے یہ نازل شامل نہیں کیا۔ یہی بات ہم کہتے ہیں کہ مولانا گنگوہی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اجل آخرے کو چھاپنے والے ناپتے پاس رکھتے والے تم ہر اسی لیے تم علی نے یہ جعلی فتویٰ تیار کیا ہے۔

خط۔ [۲] "نگوہی صاحب کو حق تھا کہ اس فتوے کا انکار کر دیتے اپنی زندگی میں انہوں نے اس فتوے سے انکار نہیں کیا تو تم کیوں کرتے ہو؟" (رد شہاب ثاقب، ص ۲۵۲)

جواب: اس کا جواب باقی میں تفصیل سے گزر چکا ہے۔ نیز شہاب ثاقب کا رد ساری ہوئی مولوی احمد رضا خان نے نہیں کیا اس کے مرنے کے بعد اجمل سنبھلی تم نے کیا تو تمہارے اہل اصول سے رد شہاب ثاقب میں ذکر کردہ تمام باتوں کا درست ہو جائے گا۔

**فیصلہ کل سوال:** اسی طرح کے چند لاجینی دھوکو سلعے مزید بھی دیئے گئے ہیں مگر اہل خلاف خود پتہ کریں کہ کیا انہی کا نام "دائل" ہے؟ ایسی کچھ نہیں اور شیطان صمد ہنس دھری ستا برصوت کوکے اور کچھ کو تھوٹ ثابت کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً ترجمان رضا خانیت کا شرف اقبال رضا خانیت کا سوال ہے کہ اگر آج ہم احمد رضا خان صاحب یا اجمل سنبھلی کی طرف کوئی فتویٰ یا خبر یا کتاب منسوب کر دیں اور اس کے لیے یہ تمام فضول دائل و میر علی دا جمل سنبھلی خدیشے ہیں تو کیا اس کا ثبوت ہو جائے گا؟ سوچ سمجھ کر جواب دینا۔

غائدہ (نگوہیہ مجتہد مولانا نشاط صاحب زید مجدد)

احمد رضا خان نے علماء دیوبند پر کئی الزامات لگائے جن میں سے ایک مولانا رشید احمد

تنگوئی پر یہ لگایا کہ مولانا تنگوئی نعوذ باللہ خدا کو جھوٹا مانتے ہیں

اب آپ حضرات کے سامنے انزام کی حقیقت بھی رکھتے ہیں اور جواب بھی

مولانا احمد رضا نے حسام الحرمین میں مولانا تنگوئی کے خلاف فتویٰ دیا جس میں ایک جھوٹے کو بنیاد بنایا احمد رضا صاحب حسام الحرمین میں لکھتے ہیں:

ظلم و گمراہی میں یہاں تک بڑھا کہ اس نے ایک فتویٰ میں جو اس کا ہمراہی دستخط میں لے کر آگئے دیکھا جو ممبئی وغیرہ میں بار بار مع رو چھا اس میں صاف لکھا کہ جو اللہ تعالیٰ کو بالکل جھوٹا مانتے اور تصریح کرے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولا اور یہ بڑا عیب اس سے صادر ہو چکا تو اسے نفی دلائے طاق گمراہی و گمراہی بھی نہ کہو اس لئے کہ بہت سے امام ایسا ہی کہ چکے

(حسام الحرمین صفحہ ۱۳)

جناب احمد رضا صاحب کو مولانا تنگوئی کو کافر بنا تھا اس لئے ایک جعلی فتویٰ بنایا اور مولانا تنگوئی کو اور امت کے ایک بڑے طبقے کو کافر بنانے کیلئے اس جھوٹے خط کا سہارا لے کر علماء دیوبند، کیا کیا الزامات لگائے آپ خود ملاحظہ فرمائے احمد رضا صاحب فتاویٰ رضویہ میں خدا کا ذکر کرنا اس انداز میں لکھتے ہیں:

دیوبندی ایسے کو خدا کہتے ہیں جو بالفعل جھوٹا ہے جس کے لئے وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے جو اسے (خدا کو) جھٹکائے مسلمان سنی صالح ہے دیوبندی خدا چوری بھی کر سکتا ہے اور اگر چوری نہ کر سکتا تو تو دیوبندی بلکہ عام وہابی دھرم میں علی کلی ششی قدیر نہ رہتا انسان اس سے قدرت میں بڑھ جاتا کہ آدمی تو چوری کر سکتا ہے اور وہ نہ کر سکا وہابی ایسے کو خدا کہتا ہے جس کا سچا ہو کچھ ضروری نہیں جھوٹا بھی ہو سکتا ہے جکا بھگنا، بھولنا، سونا، انگٹنا وغائلہ دنیا عالم دہانتا کے مرجاناسب کچھ ممکن ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۵۱-۵۲-۵۳)

یہ الزام علماء دیوبند پر لگائے صرف ایک جھوٹے خط کی وجہ سے علماء دیوبندی اس کٹکٹ میں تھے کے آخر خط کی تو کوئی حقیقت نہیں اب ہوام کو کیا منہ دکھائے گئیں جب عوام نے ثبوت مانگ لیا

پھر بریلوی حضرات حرکت کی طرح رنگ بدل گئے ہوئے اس طرح میدان میں آئے امجد علی دہلوی جس کو بریلوی حضرات ایسا اہل کہتے ہیں وہ لکھتے ہیں اس کردہ کا ایک مشہور عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جہت بول سکتا ہے۔ (بہار شریعت جلد ۱ صفحہ ۵۸)

مذکورہ حوالہ یہ ثبوت پیش نہیں کیا۔ بتا ثبوت کے امت کو گمراہ کر رہے ہیں۔  
 رحمان احمد نوری صاحب لکھتے ہیں:

یہ رشید احمد گنگوہی کے جبر ہیں اس نے پہلے تو بارگاہِ اہلکی میں اسماعیل دہلوی کی جبری میں امکان کتب کا بہتان باندھا اور پھر اللہ تعالیٰ کو کاذب بالمثل مانا۔

(۷۲ فرقے ہمیشہ جہنم میں صفحہ ۱۰۸)

نکریہاں بھی کوئی حوالہ نہیں دیا نہ کوئی ثبوت اور پھر دیتے بھی کیسے کیونکہ کافر بنانے کے لئے ایک جہاد فتویٰ جو بنایا تھا محمد ظفر الدین رضوی بہاری نے حیاتِ اعلیٰ حضرت میں جلد ۲ صفحہ ۱۷۱ میں ثبوت کے نام پر صرف میری دستخط لکھا۔ مفتی احمد یار خان نعیمی نے جہاد الحق صفحہ ۳۹۸ میں ثبوت کے نام پر صرف مسئلہ امکان کذب لکھا جبکہ احمد رضا صاحب نے وقار کذاب الزام لگایا اور بیٹ بھر کر گالیاں دیں۔ پھر بھی جناب مصطفیٰ رضا خاں صاحب کہتے ہیں

بریلوی یقیناً گنگوہی صاحب کا ہے اور ان کے الزام خود اپنی کتابوں میں آج تک بھی مضمون چھاپ رہے ہیں۔ (مجموعہ رسائل جلد دوم صفحہ ۱۶۰)

آج تک بھی مضمون چھپ رہا ہے تو آپ کے علماء کرام ہی نہیں آپ کے حکیم الامت جیسے بھی نالہ دینے سے کیوں گھبرا رہے ہیں؟ جس کا کوئی ثبوت نہیں اس کو صحیح ثابت کرنے کے لئے بریلوی کچھ اس طرح سے زور لگانے لگے کہ جب فتویٰ مولانا گنگوہی کا نہیں ہے تو انہوں نے الزام کیوں لگایا؟ احمد رضا صاحب لکھتے ہیں:

فتویٰ دینے والا ۱۳۲۳ھ میں مرا اور مرتے دم تک سزا کت رہا نہ کہ کہا کہ فتویٰ میرا نہیں ہے بلکہ کہ خود چھاپی ہوئی کتابوں سے فتویٰ کا انکار کر دینا اہل تہافت کی بے ایمانی کا وہ مطلب نہیں جو

اعلاء اہل سنت بتا رہے ہیں بلکہ میرا مطلب یہ ہے نہ صریح کفر کی نسبت کوئی پہلی بات تھی جس پر  
انتقادات نہ کیا زید سے اس کا ایک میری فتویٰ اس کی زندگی اور تندرستی میں علامہ نے نقل کیا جائے اور  
قطعا یقینا صریح کفر ہو اور سالہا سال تک اس کی اشاعت ہوتی رہے لوگ اس کا رد چھاپا کریں  
زید کو اس کی بنا پر کافر بتایا کریں زید اس کے بعد پندرہ برس تک رہے اور سب یہ کچھ دیکھتے تھے اور  
اس فتوے کی اپنی طرف نسبت سے انکار اصلا شائع نہ کرے بلکہ دم سادھے رہے یہاں تک  
کے دم نکل جائے۔ (تہذیب الدین صفحہ ۲۲) رد شہاب مرقب میں بھی یہ بات موجود ہے۔

اپنی طرف اس فتوے کی نسبت کراتے رہے اس کا رد کرنے والے رد کرتے رہے اس کا رد  
طرف سے ان کے پاس اعتراض پہنچتے رہے علماء دین اس فتوے پر حکم کفر دیتے رہے دنیا بھر  
میں ان کی اس گستاخی کے شواہد مچاتے رہے لیکن گنگوہی جی یہ نہ کہہ سکے کہ یہ فتویٰ میرا نہیں میری  
طرف اس فتوے کی نسبت قطا اور جھوٹ ہے۔ (رد شہاب مرقب صفحہ ۲۵۵)

بریلویوں کے علامہ بدر الدین احمد قادری صاحب نے سوانح اعلیٰ حضرت صفحہ ۲۲۵ پر یہی لکھا  
ہے۔ مصطفیٰ رضا صاحب احمد رضا کی کتاب کشف ضلال دیوبند کے حاشیہ پر بھی یہی بات لکھی  
ہے محمود رساں جلد دوم صفحہ ۱۶۱۔ اس کے اور بھی بہت حوالہ ہم دے سکتے ہیں مگر چار پر اکتفا  
کرتے ہیں ایک ہی بات کے چار جگہ سے حوالے دینے کا مقصد صرف بریلویوں کے انزام کی  
حقیقت دکھانا ہے کہ جہاں تک ایک دوسرے کی اندھی تقلید کر کے کفر کے فتوے لگائے جا رہے ہیں  
یہ حال جھوٹ ہے کہ حضرت گنگوہیؒ نے اس سے انکار نہیں کیا۔

رہیں المناظرین حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ لکھتے ہیں:  
بند کو ۱۳۲۳ھ میں عہد الرحمن پوکھر روڈی کے ایک رسالہ کے ذریعہ معلوم ہوا کہ یہ افتراء  
بہتان ہوا ہے اسی وقت گنگوہیؒ عرض لکھ کر دریافت کیا کہ حضرت یہ کیا معاملہ ہے۔ جواب لکھا  
کہ اس واقعہ کی مجھ کو خبر نہیں یہ اعتبار میری طرف کہ میں نے ایسا فتویٰ دیا ہے کہ معاذ اللہ  
مجھ سے۔ (رسائل چاند پوری جلد اول صفحہ ۱۰۶)

ایک اور ثبوت پیش خدمت ہے، مولانا چاند پوریؒ لکھتے ہیں:

اصالت سے چند روز قبل جب بندہ کو درہنگہ میں یہ افتراء معلوم ہوا تو عریضہ لکھ کر در یافت کیا تو حضرت مولانا نے صاف تحریر فرمادیا کہ یہ نسبت میری طرف غلط ہے۔

(رسائل چاند پوری جلد ۲ صفحہ ۳۵۶)

بریل کی مطرات کا جھوٹ کیسا تھ بہت گہرا رشتہ ہے بریلوی جھوٹ لکھنا بھی جانتے ہیں یوں بھی جانتے ہیں اور پھانچا بھی جانتے ہیں مگر تحقیق کے التزام پر الزام چھاپتے رہے۔ مولانا گنگوہیؒ کو اس خط کا کوئی علم بھی نہیں تھا جب علم ہوا تو صاف طور پر برأت ظاہر کر دی پھر بریلویوں کا یہ کہنا کہ مولانا گنگوہیؒ خاموش رہے سراسر جھوٹ ہے، اور اب ہم کہتے ہیں کہ احمد رضا صاحب اپنی طرف سے فتویٰ دیتے رہے علماء کرام ان کا رد کرتے رہے شائع کرنے والے اس رد کو شائع کرتے رہے اس پر ہر طرف سے ان کے پاس اعتراض پہنچتے رہے علماء کرام اس خط کو جعلی سمجھتے رہے، نیا بھر میں ان کے جھوٹے ہونے کا شور مچا رہا لیکن احمد رضا صاحب کبھی اس جعلی خط کو پیش نہ کر سکے کبھی ثابت نہ کر سکے کہ علماء کرام نے ایک جعلی خط کا جو مجھ پر الزام دیا ہے وہ غلط ہے، اگر کہیں احمد رضا صاحب نے کسی کتاب میں اس فتویٰ کو کھل نقل کیا ہو تو بتادیں۔ مولانا رضا حسن چاند پوریؒ نے احمد رضا صاحب کی حقیقت کھول کھول کراست کو بتا دی اب بریلوی مطرات کوئی ثبوت پیش کرے جس میں احمد رضا صاحب نے ان کو جواب دے کر اپنے آپ کو بے گناہ کیا ہو۔

بلکہ ہمارے مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ کی ایسی ضرب لگی کہ احمد رضا صاحب نے مولانا گنگوہیؒ کے تعلق سے فتویٰ ہی بدل دیا اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ لیکن مولانا گنگوہیؒ کو کافر بنانا تھا مصلحت احمد رضا صاحب نے ایک ترکیب اور نکال کر عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کی کہ فتاویٰ رشیدیہ کے مولانا کذب کے قائل پر مولانا گنگوہیؒ نے کافر ہونے کا جو فتویٰ دیا ہے وہ جعلی فتویٰ ہے مگر یہ ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

مگر اس سے کیا فائدہ یہ گنگوہی صاحب کی ہی تکفیر تو ہوئی تم نے خود نہ کی، ان کے منہ سے کراں کر  
 اتم و مبلغ ہو۔ لطف یہ کہ وہ فتویٰ ۳۷۲ کا ہے اور یہ ۳۷۵ کا ہے تو دوا کرتا بھی تو اس سے  
 منسوخ ہو گیا۔ (مجموعہ رسائل جلد ۲ صفحہ ۱۶۶)

اور یکجہ اسی طرح کا مضمون رد شہاب ثاقب میں بھی لکھا گیا جناب اجمل شاہ صاحب لکھتے ہیں:  
 تو ہمارے پیش کردہ فتوے نے مصنف کے پیش کردہ فتوے کو منسوخ کر دیا کہ وہ اس سے ایک  
 سال پہلے کا ہے۔ (رد شہاب ثاقب ۲۵۳)

کیا عقل ہے بریلویوں کی! کسی نے بھی اس پر غور کرنے کی کوشش نہیں کی کہ ایک فتویٰ کی چھین کی  
 تاریخ ہے اور دوسرے کی لکھنے کی تاریخ ہے۔ پس ایک دوسرے کی اندھی تقلید میں عقل اور علم  
 دونوں کا جنازہ نکال کر کفر کے فتوے دے چارے ہیں۔ ان دونوں بریلویوں نے اس بظاہر  
 کی مہر میں ۳۷۵ کا لکھا ہے یعنی یہ فتویٰ ۳۷۵ کا ہے۔

رد شہاب ثاقب صفحہ ۲۳۸-۲۳۹ مجموعہ رسائل جلد ۲ صفحہ ۱۱۰

اب فتویٰ منسوخ ہوگا تو یہ جعلی فتویٰ ہوگا کیونکہ یہ فتاویٰ رشیدیہ کے وقوع کذب پر کفر کے فتوے  
 سے سات سال پہلے کا ہے اور اگر آپ چھینے کی بات کریں تو بھی جناب آپ کا جعلی فتویٰ ہی  
 منسوخ ہوگا کیونکہ آپ کے مطابق جعلی فتویٰ ۳۷۵ میں ٹیپا اور فتاویٰ رشیدیہ کا وقوع کذب  
 کے قائل پر کفر کا فتویٰ دیکھی مرجعہ فیض رشیدیہ میں صفحہ ۲۶ پر میرٹھ سے ۱۳۱ھ میں چھپاتا  
 لئے بھی آپ کا ہی جعلی فتویٰ منسوخ ہوا اور آپ کے ہی اصول سے مولانا گنگوہی مسلم ثابت ہوئے۔  
 اب جناب مصطفیٰ رضا کا یہ کہنا کہ گنگوہی صاحب کی تکفیر تم نے خود نہ کی ان کے منہ سے کراں کر  
 باطل للہ ثابت ہوا اور اب اس کی تصحیح اس طرح سے ہم کر دیتے ہیں۔ مولانا گنگوہی کو مسلم  
 نے خود بریلویوں کے اصول سے ثابت کیا ایک اور جھوٹ ملاحظہ فرمائیں۔

اجمل شاہ صاحب اور بریلویوں کے مفتی اعظم کہتے ہیں کہ یہ فتویٰ ۳۷۵ کا ہے۔ جبکہ عبداللہ  
 نعمانی صاحب قضا مکان کذب کے باب میں ان سب بریلویوں کا رد کرتے ہوئے قلمبند:



مولانا رشید احمد گنگوہی نے ۱۳۰۴ھ میں اپنے دستخط اور مہر ثبت کر کے ایک فتویٰ امکان کذب  
باری تعالیٰ کا مہرب کیا اور اسے شائع کیا۔ (امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر صفحہ ۷۵-۷۶)

باری تعالیٰ کرتا ہے تو کچھ ثبوت تو چھوڑ ہی دیتا ہے اب دونوں میں سے کون جھوٹ بولی رہا ہے  
بریلوی خود فیصلہ کر کے ہمیں بتا دیں، اب آپ خود دیکھ لیں کہ بریلوی حضرات بھی اب یہ تعلیم  
کرتے تھے ہیں کہ یہ فتویٰ مجدد ہے خط کی کوئی حقیقت نہیں۔ بریلویوں کے حکیم الامت مفتی احمد

یادگار نعیمی صاحب احمد رضا کے وقوع کذب کے الزام کا اس طرح انکار کرتے نظر آئے  
نیرا اعتراض۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ جسے چاہے بخش دے اگرچہ کافر ہی کیوں نہ ہو  
اور جسے چاہے عذاب دے اگرچہ نبی ہی کیوں نہ ہو لہذا مسئلہ امکان کذب ثابت ہو گیا۔

غاب۔ اس آیت کو نہ حضرات انبیاء سے کوئی تعلق ہے، نہ کفار سے کوئی واسطہ، اور نہ یہ آیت  
تہذیب کی خلاف ہے کیونکہ تم بھی کذب کا امکان مانتے ہو نہ کہ وقوع۔

(تفسیر نعیمی جلد ۳ صفحہ ۱۶۹ آیت ۱۲۹)

زنا کذب کا الزام مفتی احمد یادگار صاحب نے بٹا دیا اور امکان کذب کا الزام اب دیگر  
بریلوی حضرات ہمارے ہیں۔ بریلویوں کے علامہ ارشد قادری صاحب نے علمائے دیوبند کے  
مختلف ائمہ کی تین مضبوط بنیادیں لکھی اور پہلی بنیاد میں علمائے دیوبند کی تین عبارتیں لکھیں:

حضرت اشرف غنی تھانوی صاحب کی حفظ الایمان کی

مولانا عظیم احمد امجدی اور مولانا رشید احمد گنگوہی کی براہین قاطعہ کی (دھوکہ بازی یہ کہ  
مولانا گنگوہی تو بھی اسی میں شریک کر دیا)

کہ مولانا قاسم نانوتوی کی تحذیر الناس کی

مولانا گنگوہی کا جعلی خط بھی غائب ہو گیا اور امکان کذب بھی۔ محمد مظاہر شاہ قصوری صاحب بھی  
کچھ لکھا غائب کرائی کرتے نظر آئے۔

مولانا قاسم نانوتوی پر اعتراض کیا تحذیر الناس پر اور مولانا گنگوہی پر الزام لگایا براہین قاطعہ

کا شیطان اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے تعلق سے اور مولانا تھانویؒ پر الزام لگا یا حفظ الایمان کا۔  
(دعوت و فکر صفحہ ۲۶)

صاف ظاہر ہے کہ خط کا الزام بھی یہ جھوٹا مانتے ہیں اور امکان کذب کا بھی ہی لئے تو صرف تم ہی الزام رہنے دے۔ مثلاً تائش قصوری صاحب کی عجیب بات یہ کہ براہین قاطعہ مولانا قسطلی احمد صاحبؒ سہارنپوری کی ہے جس کو مولانا گنگوہیؒ کی دتا کر مولانا سہارنپوریؒ سے فتویٰ منسوخ کر دیا۔ اور دوسری صورت میں اگر آپ کو اس سے اختلاف نہیں تو خود اپنے گھر کے فتوے سے کافر ہوئے۔ ایک اور ثبوت پیش خدمت ہے۔ معرفت کا مصنف لکھتا ہے:

”بریلوی دیوبندی (اہل سنت و جماعت) کی صلیح کلیت (اتحاد و اتفاق) کے درمیان اصل اختلاف کا باعث تین دیوبندی علماء کی کتابوں میں سے چند سطری تین کفریہ عبارتیں ہیں۔“  
(معرفت صفحہ ۸)

اہل سنت و جماعت (بریلوی دیوبندی) پہلے ایک جماعت تھے اختلافات تین عبارتوں پر کفر کے فتوے لگنے سے پیدا ہوئے اور ابھی تک یہی تین عبارتیں مسلمانوں کی صلیح کلیت (اتحاد و اتفاق) کے درمیان حائل ہے۔ (معرفت صفحہ ۱۰۸)

اور آگے بھی اپنے امام کو جھوٹا ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اور فیصلہ مفتیان عظام نے کرنا ہے اور مفتیان عظام ۱۱۰ سال سے کہہ رہے ہیں کہ یہ تین عبارتوں پر کفر کا فتویٰ ہے۔ (معرفت صفحہ ۱۰۳)

۱۱۰ سال سے بریلوی علماء چلا رہے ہیں کہ وقوع کذب اور امکان کذب کا الزام احمد رضاؒ نے جھوٹا لگایا ہے۔ جب مولانا گنگوہیؒ پر دھوکہ بازی کر کے بھی کام رہے تو پھر الزام مولانا مرتضیٰ حسن چاند پورؒ پر لگا دیا مگر پھر بھی ذلت ہاتھ آئی۔  
امام شاہ صاحب لکھتے ہیں:

مرتضیٰ حسن درہنگی نے اپنے رسالہ اسکات المقتدی میں تصریح کر دی۔ تاہل سے اس شخص کا

باب جو جواز خلف فی الوعد کا قائل ہے نہیں بدل سکتا فتویٰ اس کے باب میں مقصود ہے کہ وہ وقوع کذب کا قائل ہوا یا نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس صاحب مسائرہ نے جو اکابر اشاعرہ کا مسئلہ نقل کیا ہے وہ لوگ بھی وقوع کذب کے قائل ہوئے یا نہیں ان کی نسبت کیا حکم ہے۔

(رد شہاب ثاقب صفحہ ۲۵۸)

پہلی مضمون مجموعہ رسائل جلد ۲ صفحہ ۱۶۳ پر بھی موجود ہے۔ عبارت اکابر کا تحقیقی و تحقیقی ہوا صفحہ ۲۱۲ میں بھی یہی مضمون موجود ہے۔ یہ شیخ حوالہ میں نے اس لئے دئے کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ بریلوی حضرات کس طرح اپنے مولویوں کی اندھی تقلید کر رہے ہیں۔

باب جواب ملاحظہ فرمائے اور بریلویوں کی دھوکہ بازی بھی دیکھ لیں۔ مولانا چاند پوری نے ایک روز گزشتہ مسند المستدی جس میں احمد رضا سے ۱۳۲ سوالات کئے جن کا جواب نہ تو احمد رضا صاحب دے سکے نہ ہی آج تک کسی بریلوی نے دیا ہے اور بریلوی حضرات نے جو اعتراض کیا ہے وہ بھی سوال ہی ہے جس کو بریلوی حضرات عبارت بنا کر علامہ ابو جند کا عقیدہ بتا رہے ہیں اور دھوکہ بازی کی کہ دو سوالوں کو ٹھاکر ایک عبارت بنا ڈالی۔

اپنی سوال یہ ہے:

مسئلہ نمبر ۵۵۔ مضمون روایتی کا دیا جواب دینا کہ جس کی وجہ سے جواز خلف فی الوعد لازم نہ آئے۔ یہ جواب صحیح ہو یا نہ ہو۔ یو امر آخر ہے لیکن ان کی تاویل نے اس شخص کا ذہب جو جواز خلف فی الوعد کا قائل ہے نہیں بدل سکتا فتویٰ اس کے باب میں مقصود ہے کہ وہ وقوع کذب کا قائل ہو کر کافر بن گیا یا نہیں

مسئلہ نمبر ۵۶۔ علیٰ ہذا القیاس صاحب مسائرہ نے جو فقیر اکابر اشاعرہ کا مسئلہ حسن و قبح عقلی ٹھاکر کیا ہے وہ لوگ بھی وقوع کذب کے قائل ہوئے یا نہیں ان کی نسبت کیا حکم ہے۔ آپ نے جو حکم کیا ہے تاویل المستدی المستدی کے اندر کی ہے آپ کی شان مجددیت علم و انصاف سے نہایت مستند ہے مسائرہ کی عبارت بغور ملاحظہ ہو تب اس تاویل کا حال بخوبی معلوم ہو جائے گا



اور یہ بریلوی اصول ہے کہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال جب احتمال آجائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے! یہاں بھی رضا خانوں نے شرمناک و جمل و فریب کا مظاہرہ کیا ہے۔ دراصل انارے  
 ہاں "بدعت" کا اطلاق اس امر پر یوں لگایا جاتا ہے جو شرعاً قبیح اور بے اصل ہو۔ اور اسی بات کا دھوکا  
 ان رضا خانوں نے دیا ہے کہ دیکھو اللہ کو جہت و زمان سے پاک ماننے کو یہ قبیح اور غیر شرعی مان  
 رہے ہیں جو کفر ہے۔ حالانکہ بات دراصل یہ ہے کہ شاہ اسماعیل شہید و مفسر کے ہاں "بدعت  
 فقہیہ" ایک مخصوص اصطلاح ہے اور ولا مشاحۃ فی الاصطلاح۔ شاہ صاحب کی اصطلاح  
 میں بدعت فقہیہ کا معنی یہ ہے کہ صدر اول اور خیر القرون کے بعد جو مسائل بھی و کمال شرم کی  
 روشنی میں نکالے گئے جو بھائے خود وہ مسائل دینی امور بلکہ واجبات دین علی کا درجہ کیوں سنت  
 رکھتے ہوں لیکن نصوص کی صراحت اور خیر القرون میں اس کی تفصیل و وضاحت موجود نہ تھی مگر  
 اب اسے دین کا ایک جز بنا کر اسی میں مشغولیت کو قرب خداوندی کا ذریعہ سمجھ لے۔ اس لیے وہ  
 اپنی جگہ بدعت بمعنی نو ایجاد چیز کے حقیقی اطلاق کے تحت آجاتی ہیں۔ بنا بریں وہ بدعت فقہیہ  
 ہیں۔ تو شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کا مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جہت و زمان سے پاک ماننا تو واجب  
 ہے مگر اللہ کے بارے میں مسائل کلامیہ کے تحت اس تفصیل سے گفتگو کرنا چونکہ صدر اول میں نہ  
 تھا اس لیے اب ان امور پر بحث و مباحثہ بدعت فقہیہ ہیں نہ یہ کہ معاذ اللہ اللہ جو جہت و زمان  
 سے پاک نہ ماننا بدعت حقیقہ ہے۔ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ فلسفہ یونان کے عربی میں  
 منتقل ہونے اور علم کلام کے وجود میں آنے سے پہلے رویت باری تعالیٰ کا مسئلہ موجود تو تھا لیکن  
 جہت و مکان کی نفی کے ساتھ نہ تھا۔ اس قسم کے مسائل نزات و صفات سے متعلق علم کلام کے وجود  
 نہ آنے اور فلسفہ یونان سے علوم شرعیہ کے اختلاط کے بعد وجود میں آنے جو اپنی جگہ حق واجب  
 العلم اور شمار اہل سنت کے باوجود بھی بہت سے ائمہ اور اکابر علماء اہل سنت کے نزدیک بدعت  
 فقہیہ کے معنی کے تحت آتے ہیں۔ جیسا کہ سلاطین قاری و مفسرین کی شرح فقہ اکبر میں اس کی تفصیل

موجود ہے۔ جتنے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ امام شافعی رحمہ اللہ اور دیگر کئی اکابر امت "علم کبیر" کو بدعت  
فی کہتے۔ اور کئی مسائل کو بدعتی مسائل سے تعبیر کرتے۔ یہاں صرف ایک دو حوالے نقل کرتا  
ہوں تفصیل کے لیے شرح فتاویٰ اکبر کا مقدمہ دیکھو:

و قال الامام الشافعي حكى في اهل الكلام ان يصيروا بالجديد والبعث و  
يطاف بهم في العتائر والقبائل ويقال هذا جزء من ترك الكتاب والسنة  
واقبل على كلام اهل البدعة. (شرح فتاویٰ اکبر، ص ۴۸)

[ترجمہ] اور امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا میرا فیصلہ اس کام کے بارے میں یہ ہے کہ ان کو بدعتی اور  
شامیوں سے مارا جائے اور قبیلہ قبیلہ ان کا نکث کر دیا جائے اور پکار کر سلطان کیا حسابے کر لیں ہوا  
ہے اس شخص کی جس نے کتاب و سنت سے بے تعلقی برتی اور اہل بدعت کے کام کی طرف راغب  
ہوا۔

عن ابی یوسف انه قال کنا جلوسا عند ابی حنیفۃ اذا دخل صلیہ جماعة ف  
أبیدبهم رجلا فقال ان احدا هذان يقول القرآن مخلوق و هذا بداع و  
يقول هو غیر مخلوق قال لا تصلوا اخلطیہما قلب اما الاول فنعمر انه لا يقول  
لقد هم القرآن واما الآخر فما یالہ لا یصلی خلقه قال اتهماینازعان فی الدین  
والمبارعة فی الدین بداعة کذا فی مشعاع السعادة. (شرح فتح الاکبر، ص ۱۳)

[ترجمہ] امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ امام ابو حنیفہ کی خدمت میں تھے کہ چنانچہ  
ایک گروہ آئیں تو اپنے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے آیا اور کیا کہ ان دونوں میں سے ایک قرآن  
کو مخلوق بتاتا ہے اور دوسرا اس سے انکار کرتا ہے اور قرآن کو غیر مخلوق بتاتا ہے امام ابو حنیفہ نے فرمایا  
ان دونوں کے پیچھے نماز پڑھو۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس پر میں نے سوال کیا کہ پہلے  
مجلس کے بارے میں تو یہ حکم درست ہے اس لیے کہ وہ قرآن کو قدیم نہیں مانتا لیکن دوسرے نے  
نکلیا کیا کہ اس کے پیچھے نماز پڑھی جائے؟ تو امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دونوں دین میں مخلوق  
کر رہے ہیں اور دین میں بخٹکنا کرنا بدعت ہے۔ اس لیے قرآن کو غیر مخلوق کہنے والا دوسرا مجلس گیا

مانی ہے اور بدعتی کے پیچھے تراز درست نہیں۔

اب دہنا خانوں سے درخواست ہے کہ آنکھ کھول کر ان حوالوں کو پڑھیں۔ انہیں اپنے حقائق پر ایک قرآن کو غیر حقوق ماننا و بیہات دین اور شعائر اہل سنت میں سے ہے جو نہ مانے وہ گمراہ اور بدعتی ہے مگر ایک وقت تھا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو بدعت اور ان مسائل میں بحث و مباحثہ کرنے والا کو بدعتی کہتے تھے۔ تو ابضاح الحق کا یہ قول بھی اپنی جگہ بالکل درست ہے کہ ان ذات و صفات میں اس تفصیل کے ساتھ گفتگو کرنا بدعت حقیقیہ ہے ان کی اپنی اصطلاح کے مطابق ہے نہ یہ کہ یہ ابن کاساز اللہ اپنا عقیدہ ہے جس طرح کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول سے یہ مطلب ملتا کہ وہ معاذ اللہ قرآن کے حقوق ہونے کے قائل تھے مسئلہ ہے۔ مگر عہد انہوں نے ان مسائل پر بحث و مباحثہ کرنا بھی درست ہے جیسے حنفیوں نے قرآن کے غیر منسوق ہونے پر معتزلہ کے ساتھ بحث و مباحثہ کیا۔

ابضاح الحق کی مکمل عبارت ملاحظہ ہو:

"عقلم و دینا ہے کہ وحدت و جد و وحدت شہود کا مسئلہ اور تنزلات شمس کی بحث اور صادر اول کا ذکر اور تخریج اہمال اور کون ویر و ز کا بیان ایسی طرح تصوف کے دوسرے مباحث اور ایسی طرح واجب اور جد (یعنی حق تعالیٰ) کو زمان و مکان اور جہت و ماہیت اور ترکیب عقلی سے پاک و متحرک سمجھنا اور ان کی صفات کو اس کا عین سمجھنا یا عین ذات پر زائد سمجھنا اور عقلی بیہات کی بنا پر ان کو مانا اور اللہ تعالیٰ کو ان کے ساتھ جہت و صورت لٹھوں اور عقل کو باطل ظہیر یا بالاس کے برعکس ان کو ثابت کرنا اور اسے منکر قریب گفتگو کرنا اور عالم کے صادر ہونے کے وجوب کا قائل ہونا اور عالم کے قہریم ہونے کو ثابت کرنا اور ایسی طرح کے علم کا کام دالہیات اور قلندہ کی دیگر پیش یہ سب بدعت حقیقیہ کی قسم سے ہیں (ان ان قائل) اس لیے کہ ان مسائل کی حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کرنا اور ان کی تخریج (یعنی بیان کرنا) اور ان مسائل و مباحثہ پر گفتگو کرنے والے کا شمار علمائے دین اور حکماء کے ساتھ نہیں کرنا اور ان امور کی وجہ سے ان کی تعریف اس طرح کرنا جیسے اپنی کمالات کی کرسکتے ہیں اور صرف عوام میں رائج ہے بلکہ قریب بھی اسی قسم کی گفتگو کرتے ہیں۔"

(ایضاح الصریح مترجم، ص ۷۷، ۷۸)

بدعتِ حقّیہ کی آپ اور مثال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:  
"کیونکہ وہ اسی کو ہی اصل کمالِ بشری سمجھتے ہیں یا شریعت کا عمل کر دیتے ہیں۔"

(ایضاح الصریح مترجم، ص ۷۷)

خط کشیدہ عبارت اور بعد کی ایک عبارت اس بات کا ثبوت ہے کہ ایضاح الحق میں ان  
کلامی مسائل میں تفصیلی گفتگو کرنے اور انہی کو مقصودِ شریعت سمجھ لینا کہ لوگ اسی وجہ سے ان کی  
تعریف کریں اور اسے عالم جانیں اس کو بدعت کہہ رہے ہیں کہ صدرِ اول میں ان مسائل پر ان  
تفصیل کے ساتھ بحث و مباحثہ نہیں کیا جاتا تھا نہ یہ کہ ان اللہ تعالیٰ کو جہت و مکان سے پاک و  
ماننے کو بطور عقیدہ لینے کو وہ معاذ اللہ بدعت کہہ رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں بات کیا تھی اور اسے  
اجلی حضرت سے لے کر اونی حضرت تک نے کس قدر گمراہ کن عنوان دیا۔

اعتراض۔ [۳] اللہ تعالیٰ مکر رہے: لَعُوذُ بِاللّٰهِ:

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

"سوائے مکر سے ڈرا چاہیے۔" تقویۃ الایمان، ص ۶۶، طبع دہلی۔

(دعوتِ جہت کے بطلان کا اکتشاف، ص ۷۷)

**جواب:** اس اعتراض کا تفصیلی جواب آج کے ان شمارہ اللہ تراجم پر اعتراضات کے باب میں  
آ رہا ہے۔

اعتراض۔ [۴] اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ علم غیب نہیں بوقتِ ضرورت

دریافت کرتا ہے: لَعُوذُ بِاللّٰهِ:

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

"مولوی انامیل دہلوی لکھتے ہیں کہ سوائے طرح غیب کا دریافت کرنا کہ اپنے اختیار میں ہو کہ جب  
چاہے کر لیجیے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے۔" تقویۃ الایمان، ص ۶۰۔



(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۵۱)

پانچواں مرتبہ کیا گیا ہے: "دیوبندی مذہب" "دیوبندی سے بریلی" کے صفحہ ۱۳، "پاگل اپنے آئینہ میں" کے صفحہ ۳۰، "فیصلہ کیجئے" صفحہ ۶۱۔

جواب: ذیل حضرت شاد سخیل شہید محدث دہلوی رضی اللہ عنہ کی مکمل مہارت ملاحظہ ہو:

"قال الله تعالى: لا يعلمها الا هو" فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورہ انعام میں اسی کے پاس سچیاں غیب کی ہیں نہیں جانتا ان کو مگر وہی۔"

فہم یحییٰ جس طرح اللہ تعالیٰ نے بندوں کے واسطے ظاہر کی ہر چیز میں دریافت کرنے کو مجبور نہیں بنائی ہیں جیسے آنکھ دیکھنے کا، سننے کو، ناک سونگھنے کو، زبان بچھنے کو، ہاتھ ٹٹونے کو، مثل سمجھنے کو اور ذرا الیہ ان کے اختیار میں وہی ہیں کہ اپنی خواہش کے موافق ان سے کام لیتے ہیں جیسے جب دیکھ دیکھنے کو چاہتا تو آنکھ کھول دیتی نہ چاہتا تو آنکھ بند کر لی جس چیز کا ضرور یافت کرنے کا ارادہ ہو وہ میں اہل ایمان اور اہل ذالاسو کو یا ان چیزوں کے دور یافت کو سچیاں ان کو دی ہیں جیسے جس کے اختیار میں ہے عقل اسی کے اختیار میں ہو چاہے جب چاہے تو کھولے جب چاہے تو بند کر لے

المرح ظاہر کی چیزوں کو دریافت کرنا لوگوں کے اختیار میں ہے جب چاہیں کریں جب چاہیں نہ کریں وہی طرح طیب کا دریافت کرنا لوگوں کو اختیار میں ہے کہ لیجئے اللہ ہی کی شان ہے۔"

(تقریر الامان، ص ۳۰، ملاحظہ کر لیں)

حضرت شاد صاحب کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم غیب کا اطلاقی درجہ میں آتا ہے ایک علم غیب تعالیٰ بیسقط فعلی ہے جو صفت کمالیہ ہے اور تمام اشیاء کے انکشاف کا منشاء ہے اور تمام علمات الہی کی طرف نسبت برابر ہوتی ہے۔ اور حضور معلوم پر موقوف نہیں نہ بنفس نہ بصورت

الکمالیہ اس کو علم غیب کہتے ہیں۔ یہ علم غیب اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ خاص ہے اللہ تعالیٰ کا حقیقی علم غیب ہر وقت ذاتی یعنی ہے۔ دوسرے علم غیب تفصیلی اللہ تعالیٰ جو صفت کمالیہ نہیں اور حضور معلوم بذاتہ ہے یہ عند اللہ سور علیہ کا حضور ہے یعنی تمام معلومات الہیہ صورت علیہ کے ساتھ عند اللہ فرمائی یہ علم اشیاء کے تابع اور بعد ہے۔ یہ من وجہ علم غیب اور من وجہ علم شہادت ہے یعنی

یہ عند اللہ تعالیٰ علم الشہادۃ ہی ہے لیکن تمام مخلوق کے اعتبار سے علم ماغائب عن العباد یہ علم غیب کہلاتا ہے ورنہ کیا خدا سے بھی کوئی چیز غائب ہے۔؟ یہ غیب یعنی صورت علمیہ معجول اور حادث میں غیب ہے۔ تعالیٰ کے ارادہ کے تحت میں داخل ہیں اور تعلق علم بھی حادث ہے پس غیب کا در یافت کرنا یعنی ان صورت علمیہ کو در یافت کرنا یعنی ظہور میں لے آنا اور علم غیب اجمالی کا صورت علمیہ کے ساتھ تفسیر اپنے اختیار میں ہو جب چاہے کر لیجئے اللہ تعالیٰ ہی کی شان ہے۔ عندہ مفاتیح الغیب لا یعلمہا الا هو اسی طرف اشارہ ہے یعنی علم غیب اجمالی بسبب جو صفت کمالیہ ہے بمنزلہ مفتاح کے ہے اور صورت علمیہ تفصیلی کے لیے جو تمام مخلوق سے غائب ہے ان صورت علمیہ پر اطلاع جس قدر اللہ چاہے اپنے اختیار سے دیتا ہے ورنہ کسی کو یہ قدرت نہیں ہے کہ جب چاہے خود ہی غیب کی بات معلوم کر لے اور ان صورت علمیہ پر اطلاع پالے کیونکہ یہ وہی کر سکتا ہے جس کے پاس ان غیب اور صورت علمیہ کی کتابیاں ہوں۔ یعنی مبدء انکشاف ہو۔ قارئین کرام اسی سے آپ سدا صاحب کے تفسیر علمی اور ان کے مخالفین کی جہانتوں کا اندازہ لگا لیں۔

جاہل معترض اگر اس آیت کی تفسیر تفسیر مدارک اور جلالین میں دیکھے لیتے تو معلوم ہو جاتا کہ جو معنی و مطلب علامہ حمید نے بیان کیا بعینہ اسی طرح مدارک و جلالین میں بھی موجود ہے کہ یہ اعلیٰ و جہ الاستعارة ہے کہ صرف اللہ جل شانہ ہی صاحب مفتاح کی طرح متوصل الی الغیب ہے اور غیر اللہ کو یہ قدرت نہیں کہ جب چاہے در یافت کر لے:

المفتاح جمع مفتاح وهو المفتاح او هي خزائن العذاب والرزق او ما غلب عن العباد من الثواب والعقاب والاجال والاحوال جعل للغيب مفتاح على طريق الاستعارة لان المفتاح يتوصل بها الى ما في الخزائن المستور منها بالاغلاق والاقفال و من علم مفتاحها و كيفية فتحها توصل اليها فاراد انه هو المتوصل الى المغيبات و حده لا يتوصل اليها غيره كمن عنده مفتاح اقفال المخازن و يعلم فتحها فهو المتوصل الى ما في المخازن۔

انقسم و مدار لفظ صحیح ہے۔ تقدیر میں کتب خانہ کو اسی

از بحر انشا تعین وقع کی ہے اور وہ مقام کو کہتے ہیں اور اس قول یہ بھی ہے کہ مستخرج سے مراد  
نہایت طب اور دقت کی تیسرا قول لوگوں کی نگاہ سے جو چیز غائب ہے مطلقاً ثواب و عقاب  
نہایت احوال ان کے خزانہ مراد ہیں۔ اور ان پوشیدہ چیزوں کو مستخرج، بطور استعارہ کہا گیا ہے  
یہ کہ مکملے والا چاہیں ہی کہہ کر یہی ہندو خزانوں کے اندر نقلی اشیاء تک پہنچ سکتا ہے جس میں کو  
چاہیں کاظم ہو گیا اور ان کے کھولنے کی کیفیت بھی معلوم ہوگی وہ ان تک پہنچ جائے گا جس مراد یہ  
ہے کہ وہ خود ہی ان مغیبات کا علم رکھنے والا ہے اور کوئی دوسرا اس تک رسائی نہیں پاسکتا اس شخص کی  
طرح جس کے پاس خزانہ کی چابیاں ہوں اور وہ ان کا کھول بھی جاسا ہو اور وہ ان خزانہ میں جو  
کچھ ہے وہ ان تک پہنچنے والا ہے۔

حالانکہ میں ہے:

”وعنده تعالیٰ مشایخ الغیب خزائنه او الطرق الموصلة الی علمه۔“

از بحر انشا ہی کے پاس ہیں غیب کی کنجیوں غیب کے خزانے یا اس تک رسائی کے طریقے۔

امراض۔ [۵] برے وقت میں پہنچنا اللہ کی شان ہے: نعوذ باللہ:

یہ عنوان کا نام کر کے وضو خالی معطر مل لکھتا ہے:

”مطلوبہ اشغال و بطوری سمجھتے ہیں کہ برے وقت میں پہنچنا اللہ کی شان ہے۔“ نکتہ سید

مکملہ میں ۸۰ (ایوب ندوی کے جملان کا انکشاف: میں ۱۱۰۔ یہ بعدی مذہب: میں ۱)

جواب: تقویۃ الایمان کی پوری عبارت ملاحظہ ہو:

”ہم ملکہ اللہ سے تعریف کرنا اور اپنا حکم جاری کرنا اور اپنی خواہش سے مارنا اور جلا تارواری کی  
کوشش نہ کرنا اور تندہ دست دینار کرنا اور شکست دینا اور بار بار بتا کر اور یہ پوری کرتی  
ماہرین برائی بلائیں ہائی مشکل میں دیکھیری کرنی برے وقت میں پہنچنا یہ سب اللہ ہی کی شان  
ہے۔“ (نکتہ الایمان: میں ۱۶)

اب یہاں عبارت میں برے وقت میں پہنچنا سے مراد اللہ تعالیٰ کا خود چل کر آ جانا مراد نہیں

(معاذ اللہ) بلکہ اس کی مدد و نصرت کا پہنچنا مراد ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

وَجَاءَ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ صَفًا صَفًا (سورہ حجر: آیت ۲۲)

اس آیت میں رب تعالیٰ کی طرف نبوت ”آئے“ کی نسبت ہے اب بتائیں کیا رب کہیں آتا جاتا ہے؟ معاذ اللہ اگر یہاں آنے کی تاویل ہو سکتی ہے تو شاہ صاحب کی عبارت مستلزم کی کر دیں۔

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلُمٍ لَّيْلِ لَيْلٍ (البقرة: آیت ۲۱۰)

اس آیت میں بھی اتیان آنے کی نسبت اللہ کی طرف ہے مگر اتیان سے مراد اللہ کا خدا بنے۔

فَلْيَبْصُرُوا فِي اللَّهِ رَبَّهُمْ (سورہ الزمر: آیت ۲۴)

تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنے حکم لائے (کنز الایمان)

فَأَيُّهَا اتَّوَلَوْا مُصَٰفِهِمْ وَجْهَ اللَّهِ (البقرة: آیت ۱۷۵)

تم ہر طرف منہ کرو اور اللہ ہے۔ (کنز الایمان)

اب جواب دیں کیا معاذ اللہ کا پیرو ہے؟ احمد و جافان صاحب بریکٹ میں اجراء اللہ کی تاویل اللہ کی رحمت سے کرتا ہے تو اگر اس آیت میں بریکٹ لگا کر تاویل ہو سکتی ہے تو شہید علیہ السلام کی عبارت میں بریکٹ لگا کر مدد و نصرت کی تاویل کیوں نہیں ہو سکتی؟ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت دیکھیں:

”بہن مرد یا ایمان را کہ معتقد بہ تاثیر واحد است از هیچ چیز غیر از خدا نباید ترسید کہ سرکاردہ عالم عالم اسباب و مسببات بدست اوست بلکہ در حقیقت دروائے تاثیر او تاثیر نیست افعال او تعالیٰ است کہ او اپنے ایک شاہد میر خدا را باب و اسم و خیال سے پیدا کرتا کہ تقاضا موجب فاعل شد۔“

(تفسیر غریزی: ج ۱ ص ۴۸۰)

(ترجمہ) یعنی مردوں کو کہ ذات و وحدہ ناشریک کو مؤثر حقیقی سمجھتا ہے کسی چیز سے سوائے خدا کے اور نہ چاہیے کہ کل اختیار عالم اسباب و مسببات کا اسی کے ہاتھ میں ہے بلکہ حقیقت میں سوائے تاثیر اس کے کوئی تاثیر نہیں جتنے کام اور فعل جہاں میں ہوتے ہیں اسی کے ہیں۔

حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ کل اختیار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اب جواب دیں کیا اللہ ہاتھ والا ہے معاذ اللہ؟ اگر یہاں دست سے مراد "دست قدرت" ہے تو شاہ اسماعیل شہیدؒ نے بھی اپنے چچا کے اس عقیدے کو ایک دوسرے انداز میں بیان فرمادیا کہ تمام اسباب و سبب پر کل اختیار اللہ ہی کا ہے اس لیے مشکل وقت میں عدو کو پہنچنا اسی کی شان ہے۔

ان الله عز وجل ينزل كل ليلة المصطف من شعبان فيقفر من الذنوب اكثر من شعر غنم كلب.

(سنن ترمذی: ۵۳۹۹، ابن ماجہ: ۱۳۸۹، مسند امام احمد ابن حنبل: ۲۳۸، مسند عبد بن حمید: رقم ۵۰۵۱)  
 اللہ تعالیٰ پندرہ شعبان کی رات کو آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں اور کلیہ قبیلہ کی  
 گریوں کے ہاتھوں سے زیادہ انسانوں کی معفرت فرماتے ہیں۔  
 اہم نکات ہے کہ معترض کہے کہ یہ روایت ضعیف ہے تو لیجیے ایک اور روایت حضرت ابو ہریرہ  
 رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

”تمہارا رب تبارک و تعالیٰ رات کے چہرے پر آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ کون ہے جو مجھے پکارے کہ سنو کون ہے جو مجھ سے مانگے تو میں اسے عطا کروں کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے تو میں اسے بخش دوں۔“ (مشفق علیہ صحیح بخاری: ”کتاب التوحید“ رقم الحدیث ۱۲۶۲)

اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات تو عروج و نزول سے پاک ہے تو اگر یہاں نزول سے مراد اللہ کی رحمت کا متوجہ ہونا یا اس کی رحمتوں، برکتوں، تجلیات کے نزول کی تاویل ہو سکتی ہے تو ساتھ ساتھ صاحب کی عبارت میں عدد و نصرت خداوندی کے پہنچنے کی تاویل ممکن کیوں نہیں؟ اگر یہ وہ یکطرفہ عن مساوی میں ساق (پنڈلی) میں تاویل ہو سکتی ہے وہاں استعارہ مراد لیا جاسکتا ہے تو یہاں کیوں نہیں؟ کہ جس طرح گھر میں آدمی ماں باپ رشتہ دار بہن بھائی کے ساتھ ہوتا ہے اور

اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ حضرات فوراً وہاں مدد کے لیے موجود ہوتے ہیں اور مدد کے لیے پہنچ جاتے ہیں تو انسان کی اسی حالت کو سامنے رکھ کر شاہ صاحب نے بطور استعارہ ذکر کیا کہ گھڑی ہر آن ہر جگہ بلا اسباب مدد و نصرت کے پہنچ جاتا ہے صرف اللہ رب العزت ہی کی شان سے کہ وہ ہر ایک کی ہمدرد فرما کر مدد ہے پھر اس کی تکلیف کو دور فرما کر اس کی نصرت کرتا ہے۔ اب آخر میں ایک امتی کا قول بھی ملاحظہ فرمائیں:

ابن حجر و علامہ عسقلانی رحمہما اللہ دونوں مقام محمود کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

يُخَيَّرُ فَمَعْلُوعٌ عَلَى عَرِيشِهِ. (مدد القاری۔ فتح الباری)

[ترجمہ: اب تعالیٰ محبوب کو اپنے ساتھ اپنے عرش پر بٹھائے گا۔

آپ کو پہنچنے پر اعتراض ہے یہاں بیٹھنے پر آپ کیا کہیں گے؟ اگر یہاں احباب سے برا قرب معیت ہے تو شاہ صاحب کی عبارت میں بھی کوئی مناسب تاویل کر لیں۔

الحمد للہ! اب تک کی بحث سے قارئین کرام کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ تقریبہ الایمان کا ہر مضمون قرآن و حدیث اور اسلاف امت کے اقوال سے سید ہے۔ اب ذرا آخر میں مولوی کا شرف اقبال صاحب ذرا اپنے گھر کی بھی خبر لیتے جائے آپ کے اکابر میں سے مولانا یار محمد فسریدی صاحب لکھتے ہیں:

خام ناز میں آیا تو دیکھا اور پہچانا      حمد مصطفیٰ یعنی خدا مٹھن کی گلیوں میں  
خدا کو ہم نے دیکھا سدا مٹھن کی گلیوں میں      خدا ہے پروردگار مٹھن کی گلیوں میں  
(دیوان محمدی: ص ۱۸۱، پارہ ہفتم ۲۰۰۶ء مولوی سید محمد غلام)

استغفر اللہ! کیا خدا کوٹ مٹھن کی گلیوں میں پلٹا پھرتا ہے؟

اعتراض۔۔۔ [۶]      خدا کی قبر: نعوذ باللہ:

یہ عنوان قائم کر کے رہنما خانی لکھتا ہے:

”مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ قبر کو پوسہ دیوے سے موز چھل بیٹھے اس پر شایانہ کھرا کر کے چمکے



مکان میں دور دور سے قصد کر کے جاوے یا رہاں روشنی کرے یا خلاف اس کے چادر چڑھاوے ان کے نام کی چھڑی کھڑی کرے رخصت ہوتے وقت لٹے پاؤں جھیلے ان کی قبر کو بوسہ دے سورج چل چلے اس پر شامیانہ کھڑا کرے چمکتے کو بوسہ دے ہاتھ باندھ کر اٹھا کرے مراد میں آگے بھاڑ دین کر دھڑ ہے وہاں کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرے اور ایسی قسم کی باتیں کرے جو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے اس کو شرک فی العبادت کہتے ہیں یعنی اللہ کی ہی تعظیم کسی کی کرنی۔

(تقویۃ الایمان: ص ۱۱۱)

**فرائین کرام:** رضا خانی مولویوں کی بے عقلی و جہالت پر صد افسوس ہے جب انسان توحید باری تعالیٰ کو چھوڑ کر شرک جیسی گندگی میں ملوث ہو جاتا ہے پھر شیطان العین اپنا جیہٹا کر عقل سے کلیہ بے بہرہ کر دیتا ہے۔ پھر سیدھی راہ بھی میسر ہی نظر آتی ہے۔ رضا خانیوں نے اس مہارت میں توحید و عبادت حق تعالیٰ کی محنت کو شرک و تقرب بغیر اللہ کے ساتھ خلط ملط کر کے فریب دینے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ تقویۃ الایمان میں اس مقام پر اولاً اقسام عبادت اللہ عزوجل علیحدہ اور ثانیاً اقسام تقرب بغیر اللہ علیحدہ علیحدہ مذکور ہیں۔ جن کو پہلے کا دوسرے پر اور دوسرے کو پہلے کے ساتھ مخلط کر کے شیعہ و فسطحیہ پر بہتان باندھ لیا گیا ہے۔ اب سنیہ ہر وہ کام جو حق تعالیٰ کے لیے "عبادۃ" ہو گا وہ بغیر اللہ کے حصول تقرب عبادات کے لیے شرک ہی ہے۔ جن جو کام اللہ کے واسطے عبادۃ ہو اسی کام کو کسی دوسرے کے تقرب کے لیے کیا جائے تو شرک شمار ہوگا پھر یہ لازم نہیں کہ قبر پرست جو کام قبروں پر صاحب قبر کے لیے تقرب یا کریں وہ بیعت اللہ کے لیے بھی ہو۔ (جیسے سحر خیز نے سمجھا) بلکہ نعل معصیت و مشابہت احوال شرک پر بھی حکم کفر و شرک ہوتا ہے۔ چنانچہ جس طرح ایمان کے سترے زائد شخص ہیں اعلیٰ مرتبہ میں لا الہ الا اللہ اور اللہ تعالیٰ تعریف وہ چیز راستہ سے دور کرنا اسی طرح کفر و شرک کے انواع بھی چھوٹے بڑے اور ہیں جیسے قسم بغیر اللہ تسمیہ بغیر اللہ، شگون ر یا وغیرہ کو احادیث میں شرک فرمایا ہے۔

اور الجہار میں ہے: ان الخلف بغير اسمه تعالى وصفاته عز وجل مکروہ کما حرج



بہ النور فی شرح المسلم بل الظاهر من کلامہ حشاً لثغماً انہ کفر  
الذی اعلیٰ کے نام کے سوا کسی قسم کی قسم کھا کر وہ ہے جیسا کہ امام نووی نے شرح مسلم میں تصریح  
کر لی ہے بلکہ ظاہر ہمارے امر کے کلام سے یہ ہے کہ ایسا کرنا کفر ہے۔  
مولانا احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

"اعز وجل البس کے کمر سے پٹا دے دنیا میں بت پرستی کی ابتداء ہوئی کہ صالحین کی محبت  
میں ان کی تصویریں بنا کر رکھیں اور اسے لغت معاد کی تائید کبھی شدہ شدہ وہی معیوب ہو گئیں۔"  
(عطایا القدر)

پس معلوم ہوا کہ مکروہات و منکرات امور پر بھی مآل کار مقصدہ و مشابہت اہل کفر کے حکم کفر و  
شرک شرع میں وارد کیا گیا ہے۔ چنانچہ فتح الباری میں ہے:

الہو اذ باطلاق الکفر ان فاعله فعل فعلاً شیعہ یا بفعل اهل الکفر و فیہ جواز  
اطلاق الکفر علی المعاصی لقصد الزجر کما قررناہ۔

مراد اطلاق کرنے کفر سے اس کے فاعل پر وہ فعل ہے جو مشابہت رکھتا ہو اہل کفر سے اور وہی میں  
غالبہ اتفاق کرنے کا کفر کا گناہ پر لا جہ جزو تو شیخ کے جس طرح مترادف ہو چکا۔  
فتح احمد دہلوی حنفی دیکھ کر فرماتے ہیں:

وقد اال الامر بجلو لاء الضالین المضلین الی ان شرعوا للقبور حصاً ووضعوا  
لہ مناسک حتی صنف بعض خلائعہم فی ذالک کتاباً و سجاد مناسک حج  
المشاهدة تشبیہاً منہ للقبور بالہیئت الخرا اعد ولا یحقی ان ہذا مفارقة للدين  
الاسلام و دخول فی ذین عباد الاصنام فانظر الی ما بین ما شرعہ العی ۛ  
للقبور من الہی عما تقدہم ذکرہ و بین ما شرعہ ہولاء و ما قصدوہ بہ من  
التبانی العظیم ولا ریب ان فی ذالک من الفساد ما یعجز الانسان عن  
حصہ منہا تعظیمہا الموقع فی الافتتان بہا و عباد تفصیلہا علی المساجد  
الشیء من خیر البقاع و احبہا الی اللہ فانہم اذا قصدوا القبور یقصدونہا مع

المعظم والاحترام والخضوع والخشوع ورقة القلب وغير فالتك مما لا  
يقولونه في المساجد ولا يحصل لهم فيها نظيرة ولا مثله ومنها اتخاذ  
المساجد والسرير عليها ومنها الحكوف عندها وتعليق الستور عليها  
اتخاذ المسطرة لها حتى ان عبادها يرجعون المجاورة عندها على المجاورة  
عن المسجد الحر ابراهيم يرون سدا عنها افضل من خدعة المساجد ومنها التلذذ  
لها والسد عنها ومنها زيارتها لاجل الصلوة عندها والطواف بها وتقبيلها و  
استلامها وتحفير الخدود عليه واخذ ثراؤها ودعاء اصحابها والاستغفار  
لهم سوالهم النصر والبرق والعافية والولد وقضاء الدين وتشرع  
المكربات وغير ذلك من الحاجات التي كلن عباد الاوثان يسألونها من  
اوثانهم وليس شيئا منها مشروعا بالاتفاق ائمة المسلمين اذ لم يفعل شيئا  
رسول رب العالمين ولا احد من الصحابة والتابعين وسائر ائمة الدين.

(محاسن الانوار، ص ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، المحسن السابع عشر سبيل الكيفية لاصحاب)

[ترجمہ] تحقیق اب یہ کیفیت ہوگئی ہے اس طائفہ گمراہ اور گمراہ کرنے والے کی کہ قبروں کا حج کرنا  
مشروع کر دیا ہے اور اس کے آداب و طریقہ مقرر کیے ہوئے ہیں حتیٰ کہ بعض ظن کرنے والوں نے  
اسباب میں کتاب تصنیف کر کے اس کا نام مناسک حج المشاہدہ رکھا ہے (جیسا کہ ہمارے ہاں  
بریلویوں نے "حج فقیر آستانہ دہلی" نامی کتاب لکھی) قبور کو بیت الحرام کے مشابہ ٹھہرایا ہے اور  
ظاہر ہے کہ یہ اعتقاد کفر تارین اسلام سے الگ ہو کر بت پرستوں کے دین میں داخل ہونا اسباب  
و تکھوت اور میان طریقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارہ قبور جو منع فرمایا ہے جو مذکور ہو اور وہ میان طریقہ ان  
گمراہ گروہ کے جو یہ ارادہ کرتے ہیں کہ قدر بڑا فرق ہے۔ اور ہذا اشارہ اس میں ہے کہ اس اہل  
انسان سمجھے گئے حاجت ہو جاتا ہے ایک یہ کہ قبروں کی اس قدر تعظیم کرنی جس سے لوگ قدم مشاہدہ  
جائیں ایک یہ کہ قبروں کی فضیلت مسجدوں پر دینی جو تمام مقاموں سے بھتر اعلیٰ تعالیٰ کے نزدیک  
محبوب ہیں کیونکہ یہ لوگ جب قبروں پر جاتے ہیں تو نہایت درجہ تعظیم اور حرمت و انکسار و خوف  
زلی دل کی کرتے ہیں اس قدر کہ مسجدوں میں نہیں کرتے اور نہیں حاصل ہوتا مسجدوں میں ان

اس کا نظیر اور مثل اور ایک یہ کہ قبروں کو مسجد ٹھہراتے ہیں اور روشنی کرتے ہیں اور ایک یہ کہ قبروں پر چاندنی کرتے ہیں اور قبروں پر غلاف چڑھاتے ہیں اور بجا اور بٹھاتے ہیں حتیٰ کہ قبر پر ست قبروں کے عبادت کو مسجد الحرام کی عبادت سے بہتر سمجھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ قبروں پر بیٹھنا مسجدوں کی خدمت سے بہتر ہے۔ اور ایک یہ کہ قبروں کی اور بچاؤ کی منت مانتے ہیں اور ایک سب کہ قبروں پر نماز کے لیے چائنا اور طواف کرنا اور بوسہ دینا اور صحت اور اولاد اور قرعہ کی آوائے گی کا سوال کرنا اور مصیبتوں کی کشادگی و تعمیر حاجتیں طلب کرنی جو بیت پرست اپنے بتوں سے مانگتے تھے اور ان میں سے کوئی بات مشروع کسی امام اہل اسلام کے نزدیک نہیں ہے کیونکہ ان میں سے کسی بات کو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا اور نہ کسی صحابی تابعی اور ائمہ مجتہدین میں سے کسی نے کیا۔

نو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا مقصود یہ ہے کہ ہر وہ کام جو حق تعالیٰ کی عبادت کے مقابلہ میں غیر اللہ کے تقرب کے واسطے عمل میں لایا جائے گا شرک ہوگا اسی لیے اسباب و ذرائع عبادت کی عبادت ہوتے ہیں اور اسباب مصیبت کے مصیبت ہوتے ہیں اور بعض امور عبادت کے بعض بعض نیت پر موقوف لہذا قبر پرستوں کے مندرجہ بالا افعال جن کا ذکر تقویۃ الایمان میں ہوا کہ مقلد و مساجد اللہ میں بطور اللہ کی عبادت کے طور پر سرانجام دئے جانے والی عبادت کے مشابہ ہے اس لیے داخل شرک ہے۔ قبر کو بوسہ دینا اس واسطے شرک نہیں کہ معاذ اللہ اللہ کی کائنات پر ہر جگہ جس طرح حج میں مختلف عبادات ہیں اسی میں حجرا سود کو چومنا بھی ہے تو اسب نہیں کو تمام سچا کہ حجرا سود کی طرح قبر کو تقرباً چومنا یہ عمل چونکہ اس عبادت کے مشابہ ہے لہذا شرک میں داخل ہوگا۔ البتہ اگر تقرب اور ایسی تعظیم جیسی خدا کے واسطے خاص ہے جس کا ذکر شاہ صاحب نے بھی کیا کے لیے چومنا نہ ہو بلکہ فرط محبت میں ہو تو جائز ہے جیسا کہ والدین کی قبر کا بوسہ دینا۔

بریلوی مولوی غلام ونگیر تصوری صاحب لکھتے ہیں :

کتاب اس سے بخوبی متفق ہے کہ مباحثہ تعظیم قبور سے عجمی وارد ہوئی تاکہ لوگ اس نکتے میں پکڑ کر کفر تک نہ پہنچ جائیں۔ لہذا طوائف قبور کرنا بھی صریح مباحثہ تعظیم میں ہے بلکہ اگر بغیر انہوں کو کسی قریب طوائف قبور مسجد بنانے قبور سے کچھ ادا ہے کہ فعل عبادت الیہا کو بارہا میں شری مخلوق کے واسطے سے کرنا ہے۔ (کشف المستور عن طوائف المتوہمہ من مذہب سرائی محدث تصویبی ابن ابراہیم ص ۱۲)

اور یہی قصوری صاحب شام عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”یکہ بعض ایشیاں ہا صورو یہا کل وقور و معابد مساکین المجالس آنہا (یعنی انبیاء و اولیاء و مساجد و رباطین و احبار و علماء کی قبور و مقبرہ کے ساتھ) انعام کے در مسجد و کعبہ برای خدا یاد کردہ جسٹری آردہ مانند سریر زمین نماون و گلدان و گروشتن دوست پست بصورت استقبال قبلہ و نمباز ایستادن حالانکہ این محبت ایشیاں مختلفہ کے ایمان بخدا و برای خدا اقیست تا نزد خدا مقید افتد و در رضا مندی و نثار آید نہ برا کہ این محبت از احد محبت مخلوق در گزشتہ است۔“

اس فادری عبارت کا اردو ترجمہ حاشیہ میں اس طرح دریا گیا ہے:

”بعض ان کی تصاویر (صورتیاں) پیاپل قہور معاہد (عبادت خانے) میں لٹائیں اور انہیں جو مسجد و گلاب میں خدا تعالیٰ کے لیے کرنا چاہیے ایسے کام کرتے ہیں (اللہ تعالیٰ انہیں عذاب و عار و رباؤں و حیر و عذاب کی قہور وغیرہ کے ساتھ) جیسے زمین پر سر کو رکھتا اور گرجھبنا (خدا تعالیٰ کرنا اور نماز میں استقبال قبلہ کی طرح ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا حالانکہ ان کی یہ محبت خدا پر ایمان اور شہادت کے تقاضوں کے مطابق نہیں ہے کہ اللہ کے نزدیک مفید قرار پائے اور اس کی رضا مندی میں کام آئے کیونکہ یہ محبت مخلوق کی حد سے گزر چکی ہے۔“

(رسائل محدث تصوری: شیخ احمد داکوہیؒ کا کیرئیر کاؤنسلر)

اسب سوال یہ ہے کہ طواف جب عبادت ہے تو جب کوئی قبر کا طواف کرے گا تو شرک ہو گا کی طرح بقول قصوری صاحب قبر کا طواف تعظیم میں مباح ہے اور مخلوق کی تعظیم میں مباح شرک ہے جو قبر کا طواف بھی شرک ہوا تو اب رضا خانیوں سے سوال ہے کہ جب قبر کا طواف کرنا شرک ہے اور شرک اسے کہتے ہیں جو اللہ کے ساتھ خاص ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اللہ کی بھی معاذ اللہ کوئی

تہ ہے جس کے ساتھ طواف خاص ہے لہذا اب جو اس طواف کو کسی چور فقیر کی قبر پر کرے گا اور اس سے کوئی منع کرے گا اور شرک کہے گا تو یہ تو گویا اللہ کی قبر مان رہا ہے۔ تو کیا جواب ہے زمین رضا خانیت اور دیگر رضا خانیوں کے پاس اس کا؟ جو بھی آپ جواب دیں وہی جواب باری طرف سے تقویۃ الایمان کے حاشیہ میں لکھ دیں۔

**اعتراف۔۔ [۷]** **بر شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی رحمہ اللہ:**

تمام برے افعال اللہ کی ذات میں ممکن ہیں۔ نعوذ باللہ  
پہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

دیوبندیوں کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن لکھتے ہیں کہ افعال قبیحہ مقدور باری تعالیٰ ہیں۔ (انجیل  
انگل: ج ۱ ص ۵۰۰) افعال قبیحہ کو مثل دیگر ممکنات ذاتیہ مقدور باری تعالیٰ جملہ اہل حق تسلیم کرتے  
ہیں۔ (الجمہ النکل: ج ۱ ص ۳۱)

(دیوبندیہ کے بطلان کا اکتشاف: ص ۵۴)

**الجواب:** یہ افعال کرنے والا اکابر و اسلاف کی کتب سے تامل و ناواقف معلوم ہوتا ہے،  
اگر حضرت شیخ الہند رضی اللہ عنہ نے یہ بات اپنی طرف سے لکھی ہے پھر تو کلام کی گنجائش ہے اور اگر  
اکابر کی کتب کے حوالے سے یہ بات لکھی ہے تو پھر پہلے تو آپ کو متان اکابر کی طرف کرے  
ہے پھر بعد میں ہمارا غم ہے۔ مگر رضا خانی سوچ عجیب ہے جو بات اسلاف و اکابر نے لکھی  
ہے ٹھیک ہے اگر وہی بات ہم لکھ دیں تو قابل اعتراض۔ اب آئیے میں اکابر کی کتب کی طرف  
جہاں!

قاضی ناصر الدین دیشاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ولال النظام انه لا یعتقد علی القبیح لانہ یدل علی الجہل والحاجة والجواب  
القلا قبیح بالنسبة الیہ. (طوال الانوار من سلالہ الالف: ۱۸۰)  
انجیل انجیل نظام معقول کہتا ہے کہ خدا قبیح افعال پر قادر نہیں ہے، کیونکہ یہ بات جہالت اور

حادثہ پر وثائق کرتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدا کی طرف سے نسبت ہو تو پھر ان میں  
قیامت نہیں ہے۔

اب آپ فیصلہ کریں کہ معتزلہ کا مذہب معتزلہ والا ہے یا نہیں؟  
آگے نکلے گا:

الرابع الايات الدالة على ان افعاله تعالى لا يتصف بصفات افعال العباد  
من الظلم والاختلاف والتفاوت - واجب بانه كونه ظلما اعتبارا بغير  
بعض الافعال بالنسبة اليها لقصور ملكتها واستحقاقها و ذلك لا يمنع  
صدور اصل الفعل عن الباري تعالى فهو ذ عن هذه الاعتبار

(المواهب اللدنية لابن مطهر ۴۰۰)

خلاصہ النکات یہ ہے کہ معتزلہ کی طرف سے یہ اشکال ہوتا ہے کہ آیات و دلائل کرتی ہیں کہ  
خدا تعالیٰ بندوں کے افعال سے متصف نہیں ہے، جس میں ظلم وغیرہ ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ  
ظلم تو جب ہے جب ہماری طرف دیکھا جائے، کیونکہ ہماری ملک اور حق چونکہ ناقص ہے اس لیے  
ہماری طرف تو یہ منسوب ہو سکتا ہے اور جب خلاق عالم جل و علی کی طرف ان باتوں کی نسبت  
ہوگی تو پھر ظلم نہیں ہوگا، کیونکہ اس کی ملک کامل ہے۔

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

(لا شك في ان سلب القدرة عما ذكر) من الظلم والفسخ والكذب (هو  
مذهب المعتزلة واما ثبوتها) اي القدرة على ما ذكر (فهو الامتناع عن  
متعلقها) اعتبارا (فمذهب) اي فهو مذهب (الاشاعرة البقية) منه مذهب  
المعتزلة (و) لا ينهاي ان هذه الالهي ادخل في انتزيعه ايضا.

(مسار علی مسند ۱۸۷)

[ترجمہ] یعنی اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ظلم و فساحت، کذب وغیرہ پر خدا کا قادر ہونا یہ معتزلہ  
کا مذہب ہے اور ان مذکورہ اوصاف پر قادر ہوگا اور ان کے صادر کرنے سے امتناع الہی نہ ہوگا۔

ایمان کا مذہب ہے اور اثناعشر کا مذہب معتزلہ کے مذہب سے زیادہ لائق و پسندیدہ ہے، صرف  
پسندیدہ ہی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی پاکی اور تقدیس میں بھی داخل ہے۔

اب بتائیے کیا ایمان تمام و تقیہ پر بھی کوئی گرفت ہے؟؟؟

چلنے چلنے ہمارا ایک رضا خانیوں سے سوال ہے کہ

فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

”مصر من اللہ و یوم النجوات ہو کہ کذب کا ارکان و قوی۔۔۔؟؟؟۔۔۔ مرسلین علیہم الصلاۃ

و السلام ۶ تمہیں ہو جائے۔“ (اللہ جھوٹ سے پاک ہے: ۱۵)

مفتی احمد یار نعیمی تحریراتی لکھتا ہے:

”ہوائے کرام کا جھوٹ یوانا ممکن بالذات بحال باغیر ہے۔“

(تفسیر نعیمی: ج ۱ ص ۷۷۲ ۱۱۱۱ بقرۃ آیت ۲۰)

اب سوال یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو جھوٹ پر آپ بھی قادر مانتے ہیں؟ کیا اس سے ان کی شان

میں نقص، عیب پیدا ہو گیا؟۔ اگر صرف قدرت مانتے سے آپ بھی مجرم نہیں تو ہم بھی خدا تعالیٰ کو

قدر مانتے کے باوجود اپنے اختیار سے اس کے نہ کرنے کا قول بھی تو رکھتے ہیں، مجرم کیوں مجرم

ہیں؟ جواب تمہارا وہی ہمارا!!!

یہاں کہ معتزلہ عالم نظام کا قول پیچھے علامہ بیضاوی رحمہ اللہ نے نقل کر کے جواب دیا ہے: شرح

مقدمہ مراتف اور شرح مواقف میں اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ خدا کی طرف نسبت جب ان

کہہ کر تو پھر قیاس نہیں، کیونکہ سارا تو خدا کا ہی ملک ہے، کیونکہ اس کو طاقت اور اختیار ہے کہ جیسے

چاہے اپنے ملک میں تصرف کرے۔ (بحوالہ مقدمہ المصلح: ج ۱ ص ۷۲، ۷۱)

عارف غفرلہ اللہ عنہ ان اللہ لا یظلم مظلوماً خرقہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قال المحقق هو لا یجعل الظلم لمتأفاته الحکمة لا القدرۃ لان القاهر من

لوانا قولنا قلان لا یفعل کذا فی الافعال التي هی اختیاریۃ فی نفسه انه





اپنے لکے خلاف کرنے پر قادر ہے یعنی ٹیکوں کو خدایا دے سکتا ہے۔

(الحمد للہ: ج ۱ ص ۷۲)

اب آئیے ایمانِ رضا خانیت کی طرف!

فاضل بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

"ایسی طاقت گزور بندے کو خدایا دینا جو اللہ کے علم میں ایسا ہی ہے مگر یہ کہ نزدیک مقنا ہوا نہیں اور اشعری اور ان کے پیرو کار عام اشاعرہ نے اختلاف کیا ہے تو ان لوگوں نے فرمایا کہ ایسی طاقت گزور کو خدایا دینا عقلاً جائز ہے، اسی لیے کہ مالک کو یہ حق ہے کہ اپنا ملک میں جو چاہے کرے یہ ظلم نہیں۔" (المستند المستند: ص ۱۶)

"بہت نیکیں کو دوزخ میں ڈالنا خدا کی قدرت میں ہے خدا کر سکتا ہے یہ اشاعرہ کہتے ہیں، جب کہ اتریدہ کہتے ہیں ایسے ٹیکو کار کو خدایا دینا جس نے اپنی ساری عمر اپنے خالق کی اطاعت میں گزار دی خواہی کہ مخالف رہا اور اپنے رب کی رضا طلب کرتا رہا، مگر خدائے حکمت نہیں اس لیے کہ حکمت ٹیکو کار و بدکار کے درمیان فرق کا انتضاء کرتی ہے تو جو کام برخلاف حکمت ہو وہ بیوقوفی ہے۔" (المستند المستند: ص ۱۳۰)

"بہت اشاعرہ کہتے ہیں خدا ایسا کر سکتا ہے، مگر یہ کہتے ہیں ایسا کرنا بیوقوفی ہے۔"

(المستند المستند: ص ۱۳۰)

اگرچہ فاضل بریلوی کا ہے، مگر اتریدہ کے نزدیک اس سے خدا کی بیوقوفی لازم آتی ہے۔ آگے چلے ہی نظریہ پر فاضل بریلویوں فتویٰ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سب جہتوں کو دوزخ میں اور تمام انہوں کو جہنم میں بھیجے پر قادر ہو تو کذبِ ہادی لازم آئے گا۔

افضل کا جابل ہونا بھی لازم آئے گا۔ (حاشیہ لہذاں فتاویٰ رضویہ: ص ۳۰۹)

دعا یہاں فاضل بریلوی کے عقیدے پر اور لازم آئیں کہ خدا کا کذب اور جہالت۔

نواب ابن بریلوی رضائی اصول پر تین باتیں لازم آئیں، سفاہت، جہالت، کذب انہا پر نسبت خداوندی لازم آتی ہے۔ اور فاضل بریلوی کی مصدقہ کتاب آنوار آفتاب صداقت کے

صفحہ ۲۱ پر اس عقیدہ پر یوں جرح کی ہے کہ:  
”یہ صریح ظلم و کذب قبیح ہے۔“

تو معلوم ہوا کہ فاضل بریلوی کے عقیدہ پر یہ لازم آتا ہے کہ خدا کذب، ظلم، جہالت  
سفاهت پر قادر ہے۔ اب بتائیے! جو الزام فاضل بریلوی کی ذریت اکابر اہل سنت پر لگادی  
ہے وہ فاضل بریلوی کی تحریروں سے گھر میں موجود ہے۔

پہلے اپنے گھر کی صفائی کر لیں، فہما جو اب کھ لھو جو ابنا!  
اور آگے آئیے!

مولوی تقی علی خان صاحب لکھتے ہیں:

”اہل سنت کے مذہب میں کفر کا نشانہ قائم مقاماً جانتے ہیں۔“ (الکام الموع: ۲۸۹)  
فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

الثقت بالآخرة ان الله تعالى لا يعطو عن الكفر قطعا وان جار عقلا

(اللہ بھنوت سے پاک ہے ۱۱۱)

امت اس پر متعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ کفر کو معاف نہیں کرے گا، اگرچہ عقلاً یہ جائز ہے (اس  
کر سکتا ہے)

اور ادھر یہ بھی دیکھ لیجئے کہ مولوی غلام دغیر قصوری صاحب جن کی فاضل بریلوی بی عزت کرنے  
تھے، ان کی کتاب میں ہے: خفیوں کے نزدیک کفر کی بخشش عقلاً بھی نامر اسے جب کہ عقلاً  
نامر اسے، اس لیے کہ کافروں کو عذاب ضروری ہونے والا ہے، پس اس کا ہونا ہی حکمت ہے  
ان کی بخشش خلاف حکمت ہے۔ (تقدیس التوکیل: ص ۳۳)

اور پیچھے گزر چکا ہے کہ خلاف حکمت یہ قوی ہے۔ تو فاضل بریلوی اور اس کے والد صاحب  
خدا تعالیٰ کو سفاهت پر قادر مان رہے ہیں۔ فاضل بریلوی کی ذریت کیا توئی لگاتی ہے، ہم فکر  
ہیں!!! اسی سے ملتی جلتی ایک بات:

مفتی احمد یار لکھی بگراتی تھتے تھا:

”ہر آئی آیات اور معجزات روایات جن میں ان حضرات (انبیاء کرام) کا جھوٹ یا کوئی اور عیب ثابت ہوتا تو سب واجب الدلیل تھا کہ ان کے ظاہری معنی سراسر جوں کے یا کجا جائے گا۔ یہ لائحہ عمل طاعت سے پہلے کے تھے۔“ (جاء الحق: ص ۳۳۳)

اب ہر اہانت طلب امر یہ ہے کہ فاضل بریلوی قویوں لکھتے کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کذب نہ کرے گا۔ والا فلا فاقا کا اثر ہوا۔ (مکتبہ جھوٹ سے پاک ہے: ص ۱۰۱)

یہ تو جانتے تھے بلکہ قلم بھی مان رہا ہے۔ تو کیا یہ مسلمان ہے؟ اگر ہے تو فاضل بریلوی کے عقل کیا ارشاد ہے؟

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا

اعتراف۔ [۷] اہل تعالیٰ سے بخوری و شراب خوری اہو سکتی ہے: انھو

اللہ:

کافی اقبال صاحب نے یہ عنوان قائم کر کے (شراب خوری کی جگہ کتاب میں شراب خور لکھا ہوا ہے) اس کے تحت لکھتے ہیں:

”جہلی شراب خوری و جہل و ظلم سے حواضہ کم فہمی سے ناشی ہے کیونکہ سلووم ہوتا ہے کہ غلام و تنگی کے نزدیک خدا کی قدرت کا جہدہ کی قدرت سے ڈانڈ ہونا اور خدا کے مقدر و راست کا پسند و کے قدرت سے ڈانڈ ہونا ضروری نہیں۔ حالانکہ یہ کلیہ مسلمہ اہل کلام ہے جو مقدر و العبد ہے اور خدا کا ہے۔ اگر اس کا انکار کرتے ہو تو خود اہل سنت سے خارج ہو۔ مذکرۃ التخیل: ص ۱۶۶ طبع کوئٹہ“ (ترجمہ قدرت کے بظان کا انکشاف: ص ۱۰۰ دیوبند کی نقاب: ص ۱۵۵)

جو اللہ مذکرۃ التخیل کی مکمل مہارت ملاحظہ فرمائیں:

”اگر ان بہت کچھ خرافات بھری ہے پہلی دلیل جو تمام مسائل میں جاری کی ہے یہ ہے کہ مسئلہ ”اگر ان بہت کچھ خرافات بھری ہے یہ خرافات روایات اور پوچھ ہے ان کی مخالفت اور انقت کو

بطلانِ حقیقت میں کچھ غل نہیں ہے۔ وہ خدا کے بھی وعدہ لا شرک ہونے کے قائل ہیں تو ان کا بھی انکار کیجئے۔ چوری و شراب خوردگی و جہل و علم سے معارضہ بھی کم نہیں ہے ناشی ہے کہ وہ معاملاً ہے کہ غلام و غنیمت کے نزدیک خدا کی قدرت کا بندہ کی قدرت سے زائد ہونا اور خدا کے مقدر و مقرر ہونے کے مقدر و مقرر سے زائد ہونا ضروری نہیں۔ حالانکہ یہ کلیہ مسلک اہل کلام ہے جو مقدر و مقرر ہے وہ مقدر و مقرر ہے۔ اگر اس کا انکار کرتے ہو تو خود اہل سنت سے خارج ہوئے۔ ہم تحقیقی جواب دیتے ہیں کہ خوفِ مخلوقات سے ترک کرتے ہیں اور صاحبِ مقدر و مقرر نے جو یہ فراموشی کی کہ قال کبیرہم کذبہ و اتصافہ سبحانه بهذه الخبیثۃ لیس محالاً بالذات۔ الخ۔ محض افتراء و کم نہیں ہے ہرگز کوئی اتصاف بالخبیثۃ کا آئیں نہیں ہو اسی ادعیٰ فعلیہ الہیہ۔ شرعاً فقہ اکبر کی عبارت و منها لا یوصف للہ تعالیٰ بالقلوبۃ علی الظلم۔ الخ۔ ثبوت دعائیں ہے کبھی پر دال ہے حکم کا تحقق خدا تعالیٰ کے حق میں ممکن نہیں تو عقلاً دال ہوتا ہے کہ امکان بھی عقلاً ممکن ہوتا ہے (مذکر القلیل: ص ۱۳۶، ۱۳۷) (مکتبہ الشیخ کراچی)

یہ عبارت بالکل بے غبار ہے اس میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ اہل السنۃ و الجماعہ کا عقیدہ ہے کہ رب تعالیٰ خلق و عید جسے ہمارے مخالفین امکان کذب سے تعبیر کرتے ہیں پر خدا تعالیٰ قادر ہے اور اس کے لیے عقائد کی کتابوں میں موجود ایک قاعدہ مقدر و مقرر و مقدر و مقرر ہے۔ اس قاعدہ پر بطور معارضہ غلام و غنیمت تصور کی لئے یہ کہا کہ انسان تو چوری و شراب خوردگی بھی کر سکتا ہے نہ تو بھی قادر ہے تو کیا معاذ اللہ رب تعالیٰ بھی ان امور پر قادر ہے۔ تو حضرت اس معارضہ کا جواب دے رہے ہیں کہ اس سے معارضہ پیش کرنا بے وقوفی ہے کیونکہ ہم جو مقدر و مقرر و مقدر و مقرر بات کر رہے ہیں تو وہ ان صفات میں ہے جو صفات فعلیہ اضافیہ ہیں اور چوری و شراب خوردگی صفات اضافیہ محض نہیں کیونکہ تمام جہاں خدا کی ملک ہے اس میں چوری کا تصور ہی نہیں ہوگا۔ شراب خوردگی چونکہ شراب لازم تغیر ذات ہے اس لیے یہ امور قدرت باری تعالیٰ سے متعلق ہیں۔ مگر حضرت حسین جاہلین نے ان امور کو بھی یہ گمان کر لیا کہ ہم اسے بھی اس قاعدہ سے متعلق سمجھتے ہیں۔ پھر خود حضرت نے آگے فرمایا کہ یہ جواب بھی الزامی ہے تو الزامی جواب ان کا

عقیدہ کیسے بن سکا ہے؟ پھر خود حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اگلے ہی صفحے پر مسلم پر رب تعالیٰ کی قدرت کو عقلاً و شرعاً محال متعین بالذات کہہ رہے ہیں تو قلم پر خدا کی قدرت کیسے تسلیم کر سکتے ہیں؟ دونوں بدایات رضا خانیوں نے اگلی عبارت پیش نہیں کی جو ان کے مدعا کے خلاف تھی جس میں صاحب طوہر قلم پر قدرت سے حضرت انکار فرما رہے ہیں:

(الامان فی ان سلب القدرة علی ما ذکر) من الظلم والفساد والکذب (هو) مذهب المعتزلة واقماً شیوعها) ای القدرة علی ما ذکر (شذوذاً لا اعتناء عن متعلقها) اعتباراً (فمذهب) ای فهو بمذهب (الاشاعرة الباقی) عنده مذهب المعتزلة (و) لا ینصی ان لهذا الالباقی ادخل فی التنزیة ایضاً.

(مسامرہ علی مسامرہ: ص ۱۸۹)

[ترجمہ] یعنی اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ظلم، فسقیت، کذب وغیرہ پر خدا کا قادر نہ ہونا یہ معتزلہ کا مذہب ہے اور ان مذکورہ اوصاف پر قادر ہو گا اور ان کے صادر کرنے سے امتناع یعنی رکاوٹ بنایہ اشاعرہ کا مذہب ہے اور اشاعرہ کا مذہب معتزلہ کے مذہب سے زیادہ لائق و پسندیدہ ہے۔ صرف پندیرہ ہی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی پاکی اور تقدیس میں بھی داخل ہے۔

جناب معترض صاحب تذکرۃ الخلیل پر تو آپ کی بڑی نفوذ باللہ شکل رہی تھی یہاں اشاعرہ پر کیا حکم ہے؟

غلام مہر علی رضا خانی کی بدترین تحریف:

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ صاحب الاعداء سے کلام نقل کرنے میں احتیاط ہو گیا (اشاعرہ کے مذہب کو معتزلہ کا مذہب بتلایا اور معتزلہ کا عقیدہ کو اشاعرہ عقیدہ بنا دیا حضرت علامہ ابن ابی امام اور ان کے کلام کے شارح دونوں نے اس غلطی کی اصلاح کر دی مگر دوسری طرف آپ بریلوی مولوی غلام مہر علی جس کی کتاب پڑھنے کی بار بار کاشف اقبال صاحب تلقین کر رہے ہیں ان کی بدایات ملاحظہ ہو کہ مسامرہ سے صاحب الاعداء کا کلام تو ہمارے خلاف نقل کر دیا مگر اسی

المسامرہ میں جو اس غلطی کی اصلاح کی گئی تھی اسے بشتم کر گئے۔ ملاحظہ ہو:

تصریح نمبر ۲: لا یوصف لہ تعالیٰ بالقدرۃ حل الظلم والفسق والکذب الا بالمحال لا یدخل تحت القدرۃ الخ (مسامرہ ص ۱۸۰ سطر ۲) ترجمہ: ظلم و فسق و کذب کے تحت وہ داخل نہیں ہیں یعنی خدا تعالیٰ کے لیے ہرگز امکان کذب نہیں۔

تصریح نمبر ۳: امام ابن ہمام فرماتے ہیں: وعدہ المحقرۃ یقدو تعالیٰ ولا یفعل (مسامرہ ص ۱۷۱ سطر ۳) ترجمہ: یہ معزول کا ہی عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو کذب وغیرہ پر قدرت ہے مگر کرتا نہیں۔ معلوم ہوا کہ دیوبندی مذہب فرقہ معزول کی شاخ ہے۔

(دیوبندی مذہب ص ۳۷ طبع اول ص ۱۰۹ طبع جدیدہ تنظیم پانچویں)

حالانکہ صاحب مسامرہ تو خود اگے اس کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ ولا شک ان سلب القدرۃ عما ذکو ہو مذهب المعتزلۃ واما نیوہا لحد الاعتصاع عن متطہا فمذہب الاشاعرۃ البقی یعنی (صاحب احمد سے غلطی ہو گئی) اس میں کوئی شک نہیں کہ ان امور پر خدا کو قادت ماننا معزول کا مذہب ہے اور قادت ہونے کے باوجود صادر نہ ہونا شامسروا مذہب ہے۔ تو معلوم ہوا کہ تمام مہر علی صاحب معزول کا شارح معاذ اللہ دیوبندی نہیں بلکہ آپ جیسے رضا خانی بریلوی ہیں۔ یہ ہے اس سلسلے کے متاعظرا عظم کی دیانت و امانت کا حسی ان حضرات کی اس طرح کی مزید تحریکات پر ہونے کے لیے راقم الحروف کا نقطہ وار مضمون "رضاخانی علماء بیہود کے نقش قدم پر" مجلہ نور سنت میں ملاحظہ فرمائیں۔

بریلویوں کے نزدیک اللہ سے قلم بے وقوفی و کمینہ پن کا صدور ہو سکتا ہے

استغفر اللہ:

نومولود فرقہ رضاییہ کے بانی نواب احمد رضا خاں صاحب لکھتے ہیں:

"اے اطاعت گزار بندے کو خدا بے دینا جو اللہ کے علم میں ویسا ہی ہے ساری یہ ہے کہ نزدیک مٹا جائے نہیں اور شعری اور ان کے ہر کار عام اشیاء مرہ نے اختلاف کیا ہے تو ان لوگوں نے فرمایا کہ

اپنے اہمیت کمزور کو عذاب دینا عقلاً جائز ہے۔ اس لیے کہ مالک کو یہ حق ہے کہ اپنی ملک میں جو چاہے کرے۔ یہ عقلمندی ہے۔ اس لیے کہ ظلم تو غیر کی ملک میں تصرف کرنا ہے اور سارا عالم اللہ کی ملک ہے اور اس لیے کہ نہ کسی کی اہمیت اس کے کمال کو زیادہ کرتی ہے نہ کسی کی معصیت اسے بگڑتی ہے۔ یہاں یہ سچی ہے کہ اس وجہ سے وہ کسی کو ثواب دے یا کسی پر عذاب کرے اور اس لیے کہ یہ عذاب دینا حکمت کے مخفی نہیں اس لیے کہ قدرت انہوں خدا سے تعلق کی قائل ہے اور یہ کہ اس کی عزت میں یہ بلیغ تر ہے کہ اس لعذیب پر اس کی قدرت ثابت کی جائے یا خود یک وہ اپنے اختیار سے ایسا نہ فرمائے تو اس لعذیب کا قائل ہو: زیادہ مزاوار ہے۔“

(المستدرک ج ۱ ص ۱۲) و ترجمہ: احمد رضا خان از برای مطلوبہ النور یہ لڑھکیہ پیشکش فرمادے۔

”گناہگاروں کو جنت میں داخل کرنا اور نیکیوں کا داروں کو عذاب دینا بھی ”خلاف وعید“ ہے اسی پر اشاعرہ نے اللہ تعالیٰ کو قادر مانا جس کی تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے اب اسی عقیدے کو ثواب احمد رضا خان اپنا عقیدہ بناتا ہے ملاحظہ ہو:

”اور خود بخود کہ یہ پسند ہے کہ اس فرع میں یعنی اہمیت شہادت کی لعذیب عقلاً ممکن ہوئے اور شرعاً قائل ہونے میں اپنے انصاف شریعہ کے ساتھ رہوں اور نہ ظلم آتا ہے نہ پہنچتی نہ نیک امید کے درمیان مبادات۔“ (احمد المستدرک ج ۱ ص ۱۳)

اس سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں خلف وعید میں ثواب احمد رضا خان صاحب نے اشاعرہ کے لعذیب کو پسند کیا اور ساتھ میں یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ اسے نہیں مانتے ان کے نزدیک اس عقیدے سے اللہ کا یہ قیوت ہونا کلام ہو یا لازم آتا ہے معاذ اللہ اب اسی خلف وعید پر جو غیر ملاحضہ حضرات کے فتوے بھی ملاحظہ فرمائیں۔ ماضی فضل احمد رضا خانی لکھتا ہے:

”خلف وعید اور کذب اللہ تعالیٰ ایک ہی بات ہے۔“

(الکواثرات ص ۱۱۱) و ترجمہ: احمد رضا خان صاحب نے اشاعرہ کے عقیدے کو پسند کیا اور ساتھ میں یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ اسے نہیں مانتے ان کے نزدیک اس عقیدے سے اللہ کا یہ قیوت ہونا کلام ہو یا لازم آتا ہے معاذ اللہ اب اسی خلف وعید پر جو غیر ملاحضہ حضرات کے فتوے بھی ملاحظہ فرمائیں۔ ماضی فضل احمد رضا خانی لکھتا ہے:

مولوی اجمل مستطیل احمد رضا خانی لکھتا ہے:

”بعض علماء وقوع خلف وعید کے قائل ہیں تو یہ علماء وقوع کذب کے بھی قائل قرار پائے۔“

(روشناب نقاب: ج ۱، ۲۵۰ اور انوار غیبیہ وغیرہ)

جب خلف وعید کے وقوع سے کذب کا وقوع لازم آتا ہے تو امکانِ حریف وعید کے با  
قدرت علی خلاف وعید سے امکانِ کذب اور قدرت علی الکذب بھی لازم آئے گا۔ پس معلوم ہوا  
کہ خلف وعید اور امکانِ کذب ایک ہی عقیدہ ہے جس کا ثواب احمد رضا خان قائل تھا اب معلوم  
ہو کہ خلف وعید بالفاظ دیگر امکانِ کذب پر رضا خانیوں کے کیا فتوے ہیں:

”اللہ تعالیٰ پر کذب محال کہ وہ گمیدہ پن ہے۔“ (انوار آفتاب صداقت: ج ۱، ۶۹)

”جو آپ فرماتے ہیں کہ خلف وعید کے تمام اہلسنت قائل ہیں اور آپ کا یہ مذہب خدا تعالیٰ تمام  
مشرکین اور کفار نمرعون ہامان نمرود وغیرہم کو بہشت میں داخل کرے گا یا کر سکتا ہے اور تمام انبیاء  
پیغمبروں و ائمہ کا و شہداء و صلحا و اولیاء و قطب و خوث اور سائر مسلمین و مشن کو دوزخ میں داخل کرے گا  
کر سکتا ہے العباد باللہ کیا خداوند کریم غفور الرحیم ایسا کرے گا یا کر سکتا ہے کہ جو نرہاں برادرِ خاص و  
اکمل مقبول بندگان الہی ہیں ان کو دوزخ میں داخل کرے گا اور جو شر الا شرہ کفار و منافق و مشرکین و کفار  
ہیں ان کو بہشت میں داخل کرے گا لا حول و لا قوة الا باللہ یہ صریح ظلم اور کذب قبیح ہے جو حق تعالیٰ  
پر محال ازیر قدرت کے قائل نہیں جس کا کوئی بھی مسلمان مذہب حتیٰ کہ کوئی غیر مسلم بھی قائل نہیں  
ہاں اگر قائل ہیں تو معتزلہ اور داعیہ و یہودیہ ہیں۔“ (انوار آفتاب صداقت: ج ۱، ۷۷ طبع جدید)

معلوم ہوا کہ ثواب احمد رضا خان صاحب غیر مسلموں سے بھی بدتر تھا۔

نہ تم صدے ہمیں دیتے نہ ہم فریاد چوں کرتے

نہ کھلتے راز سریت نہ چوں دہوا تم ہوتے

انوار آفتاب صداقت پر اس رضا خانی اکابر کی تقریرِ نکلات ایسا کسی رضا خانی میں جرأت ہے تو  
اس کتاب کا انکار کر کے دکھائے۔

ایک ممکنہ اعتراض کا جواب:

ہو سکتا ہے کہ کوئی رضا خانی اعتراض کرے کہ مسامرہ اور دیگر کتب عقائد میں رب تعالیٰ کو ظلم



وہ بھی قادر مانتا ہے یہ تو بدیہی المصلحان ہے اس کے تو دیوبندی بھی قائل نہیں کہ ظلم کا مطلب تصرف فی ملک الغیر ہے اور خدا کی ملک سے کوئی چیز خارج نہیں اور سند عقل مندی اور علم کی ضد ہے تو اس پر خدا کیسے قادر ہو سکتا ہے؟ یہ عبارت تو تمہارے بھی خلاف ہے۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ یہاں ظلم بمعنی تصرف فی علم الغیر نہیں اور سند بمقابلہ جمل نہیں بلکہ ظلم بمعنی وضع الشیء فی غیر موضعہ مراد ہے اور سند بمقابلہ علم و حکمت مراد ہے لہذا اب نہ کوئی اعتراض نہ رہتا۔ خلاف۔ مزید تفصیل کے لیے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ کی کتاب "الہمد المقل" جلد اول ص ۱۷ تا ۱۸ ملاحظہ فرمائیں۔

### مسئلہ امکان کذب پر بریلوی کتب کا منہ توڑ جواب:

ترجمان رضا خانیت اس کے بعد لکھتا ہے:

"مسئلہ امکان کذب میں دیوبندیوں کی تاویلات باطلہ کے رد کے لیے سیدی اعلیٰ حضرت..... کی تصنیف الحلیف بھان السیوح۔ احمد سعید کاظمی کی کتاب..... تصحیح الرحمن کا مطالعہ فرمائیں۔"

(دیوبندیوں کے بھان کا اکتساب: ص ۵۲)

جواب: قراب احمد رضا خان بریلوی کی بدنام زمانہ کتاب بھان السیوح کے جواب کے لیے "عزیر السیوح عن عیب کذب المحضیوح" ملاحظہ فرمائیں جو راقم کی تخریج و تحقیق کے ساتھ دوبارہ جلد ہی منظر عام پر آ رہی ہے۔ اس کے علاوہ اس موضوع پر اعلیٰ بدعت کی تمام کتب و تاویلات باطلہ کے رد کے لیے مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ کی کتاب "الہمد المقل" ملاحظہ فرمائیں الحمد للہ تاریخ اشاعت سے لے کر آج تک یہ کتاب لا جواب رہی اور کوئی رضا خانی اس کاظمی جواب اب تک نہ دے سکا۔

### اعتراف۔۔ [۹] اللہ کی خطرناک بے ادبی بنو عوذ باللہ:

یہ عنوان قائم کر کے ترجمان رضا خانیت لکھتا ہے:

"دیوبندی عظیم الامت اشرف علیٰ زمانہ صاحب کہتے ہیں کہ ایک بار حضرت مولانا محمد یعقوب

دیکھنے لے گا میں آکر اٹھ تھائی کی شان میں ایک خاص گھر فرما دیا اور وہ مجھے معلوم ہے مگر مسیحا کی زبان سے نکل چکا تھا کسی نے وہ گھر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رضی اللہ عنہ کے سامنے نقل کر دیا میں کر بھرت پر چڑھ گیا یہ فرمایا کہا جی ہاں فرمایا وہ انھیں کا درجہ ہے جو میں کیا کیا اگر ہم اسے تو کمال پکڑ کر کمال دے جاتے۔" (مناجات الہیہ: ج ۱ ص ۲۵۵)

(دیوبندیت کے بطلان کا اعتراف: ص ۵۲، ۵۳۔ دیوبندی مذہب: ص ۱۲۳ سے سرفرازاں)

**جواب:** اپنی عادت کے مطابق اس بار بھی سیاق و سباق سے کاٹ کر عبارت عیسائی کی لگی ہے لیکن مضمون ملاحظہ ہو:

حضرت نسیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رضی اللہ عنہ حالت سکروٹا پر شعلہ تفصیل لکھتے کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"مختلف سالکوں کی، ساتھ مختلف معاملہ ہوتا ہے بڑی باتوں پر بھی بعضوں سے عقلمندی کی جاتی ہے اور بعضوں سے گرفت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ایک بار حضرت مولانا محمد یاقوب رضی اللہ عنہ نے نماز میں آکر اٹھ تھائی کی شان میں ایک خاص گھر فرمایا اور وہ مجھے معلوم ہے مگر میری زبان سے نکل نہیں سکا کسی نے وہ گھر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رضی اللہ عنہ کے سامنے نقل کر دیا میں کر بھرت پر چڑھ گیا یہ فرمایا کہا جی ہاں فرمایا وہ انھیں کا درجہ ہے جو میں کیا کیا اگر ہم اسے تو کمال پکڑ کر کمال دے جاتے ہوتے یہ ہے کہ بعضوں کا درجہ اول اور نماز کا درجہ ہے اس میں وہ مضور سمجھے جاتے ہیں مگر عام طور پر عارفین کی یہی تعلیم ہے..... یہ تو اہل کمال کے حالات ہیں باقی مدعیوں کی حالت عجیب ہے کہ غلو کا تو بکھار دیا بھی کرتے ہیں لیکن حق تعالیٰ کی جناب میں ہر امر گستاخ ہیں اور اس کو تازہ سمجھتے ہیں اور اہل حال کے خیال بنتے ہیں۔" (المناجات: ج ۱ ص ۸۷ مورخہ طبر ۱۳۳۳ھ)

**فارسین کو امام:** اہل اہل واضح ہے حضرت مولانا یاقوب رضی اللہ عنہ نے یہ بات عام حالت میں نہیں کی تھی بلکہ حالت نماز اور ایک خاص کیفیت میں کی تھی جسے صوفیاء کی اصطلاح شہادت حالت سکروٹا کہا جاتا ہے اب یہ کیا ہے؟ تو اس کی تعریف خود رضا خانی منالہر خلیفہ قریشی سے ملاحظہ ہو:

شطح کی تعریف: شطح کا لغوی معنی حرکت کرنا وڑ پڑنا مارا مارا پھرتا۔

اصطلاحی تعریف: حضرت شیخ عبد اللہ بن علی السراج الطوسی، التوہی ۸۷۳ھ کے کبار علماء اور مولفہ میں سے تھے اپنی مشہور زمانہ کتاب الملعع میں شطح کی تعریف کچھ یوں فرماتے ہیں:

السطح کلام پر جملہ اللسان، تن و جن یطیض تن معدنہ مقربین ہالہ عوی۔  
وہ وجہ جو اپنی معدن سے بہہ نکلے اور اس کے ساتھ کسی امر کا دعویٰ پایا جائے اور زبان اس وجہ کی ترجمان کرے شطح کہلاتا ہے۔ (مناظرہ گستاخ کون: ص ۲۲۸، ۲۲۹)

"ہیں حضرات کی زبان سے اس طرح کا کلام جاری ہونے کی وجہ ان کی دماغی کیفیت کا مظاہرہ کرنا۔  
یہ ہوتا ہے اور ان کی عقل اس وقت غلبہ جذب و مستی کے باعث سوائے محبوب حقیقی کے ہر چیز سے  
بے خبر ہوتی ہے اور شرعاً اس طرح کی کیفیت والے لوگوں کو مرفوع القلم کہتے ہیں یعنی ان پر کوئی حد  
شرعی نہیں لگائی جاسکتی ہے۔" (مناظرہ گستاخ کون: ص ۲۳۳)

پس جب یہ مرفوع القلم ہیں تو ان کی ان شیطیات پر گستاخی کا عنوان قائم کرنے پر ہم ترجمان  
وہا غایت کو ان کے گھر کے مفتی حلیف قریشی ہی سے آخری گزادش گوش گزادش کریں گے:  
"میں اپنی اس ٹھغر کاوش کے بعد ان تمام اہل قلم اور ہاقی ان لوگوں سے جو کہ اہل اللہ کی صیب جہلی  
کو دین کی بہت بڑی خدمت سمجھتے ہوئے آئے روز انہیں مختلف مہذب قادی سے نوازتے ہیں اور  
پاکستان شرعی معذورین کو دائرہ اسلام ہی سے خارج کرنے کو اپنا کمال سمجھتے ہیں ان سے گزادش  
کردیں گا کہ:

"ہمارے آقا ﷺ کی تعلیمات سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جس شخص کا ایمان حقیقی ہو بلا  
تفکیک اس کی تکفیر کرنا اس قدر قبیح عمل ہے کہ ارشاد نبوی ہے من دعا رجلاً بالكفر او قال  
عدو اللہ ولیس کذا لک الا حار علیہ (مسلم شریف) یعنی اگر کسی نے کسی شخص کو کافر کہہ  
کر پکارا یا اللہ کا دشمن کہا اور وہ حقیقت میں ایسا نہیں تو یہ قلم کفر ہی کہنے والے پر ہونے لگا۔ ایک اور  
روایت میں فقد کفر احدھما کے الفاظ ہیں یعنی ان دونوں میں سے ایک ضرور کافر ہو گا جب  
عام مسلمانوں کی تکفیر پر اس قدر عید شہید آئی ہے تو حضرات صوفیاء و علماء کرام کے ایمان و

ایقان و دروغ و تقویٰ کی گواہی کر دوں مسلمان دے رہے ہوں ایسا کاہر میں امت کو بخشانے کے چند شلیحات کی بناء پر کافر و مشرک قرار دیتا تو خود میں کی کوئی خدمت ہے؟۔

(گستاخ کون: ص ۱۶)

## اپنے گھر کی خبر لو:

بریلوی جو خواجہ غلام فرید کہتا ہے:

”حق تعالیٰ سجدہ اور حقیقی مشرک خدا جل شانہ ہے۔“ (فواکد فرید: ص ۸۲ طبع اول مؤرخہ غازی خان)

مزید لکھتا ہے:

”مطرحہ محزونِ محب نے فرمایا ایک وقت اللہ کی محبت کے متعلق بندے کوئی بات کہتا تھا مگر میں

فرشتے اس کے سننے کی طاقت نہیں رکھتے تھے بھاگ جاتے تھے۔“ (فواکد فرید: ص ۷۷)

اب جواب دو کہ وہ کتنی بڑی گستاخی ہوگی جس کے سننے کی آپ فرشتے بھی نہیں رکھ پاسے

تھے۔ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

”حضرت حمزہ خراسانی کے کانوں میں ایک دہیے کی آواز پہنچی فرمایا ایک جل شانہ اور احد سسلی

آگے۔“ (فواکد فرید: ص ۷۷)

اعتراف۔ [۱۰] اللہ تعالیٰ کو پہلے بندوں کے کاموں کی خبر نہیں ہوتی

بعد میں ہوتی ہے: نعوذ باللہ:

یہ عنوان قائم کر کے ترجمانِ رضا خانیت لکھتا ہے:

”دیوبندی مذہب کے شیخ اقرآن مولوی غلام اللہ خان سکھ استاد اور دیوبندی مذہب کے محدث

اعظم مولوی سر از حد فرنگزدی کے شیخ طریقت دیوبندی مذہب کے قطب رشید احمد گنگوہی کے

شاگرد رشید مولوی حسین علی داس بھگروی لکھتے ہیں کہ: اور انسان خود مختار ہے اچھے کریں یا نہ کریں

اور اللہ کو پہلے سے کوئی علم بھی نہیں ہوتا کہ کیا کریں مگر اللہ کو ان کے کرنے کے بعد معلوم ہوگا

اور آیات قرآنیہ جیسا کہ وَلِيَعْلَمِ الَّذِينَ ذُنُوبًا وَعَمَلًا اور اَمَّا رِيتَ كَيْفَ لَخَطَايَا هِيَ اِلَىٰ ذٰلِكَ

محقق ہیں۔ (بلقہ النحیر ان: ص ۱۵، ۱۵۸ طبع گوجرانوالہ) (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: دیوبندی مذہب: ص ۱۶۱۔ باغی اپنے آئینہ میں: ص ۳۱۱۔ دیوبند سے بریلوی: ص ۳۳)

**جواب:** اور انہیں اس جامل ترجمان رضا خانیت کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ بلقہ النحیر ان نامی کتاب مولانا حسین علی صاحب دہلوی کی اپنی کتاب نہیں بلکہ ان کی تصنیف ہے نہ ہی ہماری معتبر کتاب ہے بلکہ محرف ہے۔ یہ ان کی الما کی تفسیر ہے جسے ان کے بعض شاگردوں نے جمع کر کے تیار کر دیا ہے۔ ترجمان رضا خانیت نے اپنی کتاب کے سرورق پر لکھا ہوا ہے "مستند کتب دیوبند کے علماء جات سے حرمین" مزید لکھا "توحید باری تعالیٰ کے متعلق عقائد ان کی مستند کتب سے پیش کر رہے ہیں۔" (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۹) تو اگر ترجمان رضا خانیت میں ذرات نہ تو اہل السنۃ والجماعۃ کے اکابر سے اس کتاب کا مستند ہونا ثابت کرے۔

**بلقہ النحیر ان ہماری معتبر کتاب نہیں:**

بلقہ النحیر ان مولانا حسین علی صاحب دہلوی کی تصنیف نہیں اور محرف بھی ہے اس لیے اس کے وہ تصدیقات جو قرآن و سنت یا جمہور امت سے متصادم ہوں گے ہمارے لیے حجت نہیں۔ تفصیل کے لیے مولانا عبد الشکور ترمذی دہلوی کی کتاب "ہدایۃ النحیر ان" ص ۱۷۱ تا ۱۷۳ کا مطالعہ کریں۔ نیز حکیم الامت مجدد دین و ملت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب دہلوی اسی کتاب کے حقائق لکھتے ہیں:

"اب ایک القاس پر معروف کو ختم کرتا ہوں وہ یہ کہ میں ایسی کتاب جس میں ایسا خلل ناک عبارت بعد حاشیہ تفسیری کے بعد بھی نہ پائی ملک میں رکھنا چاہتا ہوں نہ اپنے تعلق کے مدرس میں اگر عید کے اہل معمول وہ جسٹری کے کٹ بھیج دینے جائیں تو ان نکتوں سے دور نہ ہوں اپنے لکھوں سے خدمت میں بھیج دوں گا۔" (امداد اللہ دہلوی: ج ۶ ص ۱۴۲) "کتاب احکامہ و احکام" (طبع کراچی)

حضرت تھانوی دہلوی کی احتیاط ملاحظہ ہو جو آدمی ایک عبارت کی وجہ سے کتاب اپنے چاہ رکھنے کا ارادہ ہو اس کے بارے میں کیا یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ اس نے خود نبی کریم ﷺ

کی توہین کی ہوگی۔ معاذ اللہ۔

### بلغۃ الخیر ان کی عبارت میں خیانت:

پھر آج تک جس بھی رضا خانی نے اس عبارت کو نقل کیا کبھی پورا نقل نہیں کیا اور نواب امیر رضا خان کی بدعت سیر پر عمل کرتے ہوئے قطع و برید کر کے عبارت کو پیش کیا کیونکہ عبارت اس طرح شروع ہوتی ہے:

”معتزل کہتے ہیں کہ پہلے ذرہ بذرہ لکھا ہوا نہیں ہے بلکہ جو چاہتا تھا لکھا تھا سب چیز موجود کا عالم ہے اور جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اس کا بھی عالم ہے اور جس چیز کا بھی ارادہ بھی نہیں کیا اس کا عالم نہیں کیونکہ اصل میں وہ شے بھی نہیں ہے اور انسان خود مختار ہے اچھے کام کریں یا نہ کریں اور اللہ کو پہلے سے کوئی علم بھی نہیں کہ کیا کریں گے بلکہ اللہ کو ان کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے۔“

(بلغۃ الخیر ان، ص ۱۵۷، ۱۵۸)

نقطہ کشید عبارت ملاحظہ ہو کتاب اذہو کا ہے کہ وہ یہاں ”معتزلہ“ کا عقیدہ بیان فرما رہے ہیں مگر شروع کے الفاظ نکال کر معتزلہ کے اس عقیدے کو مولانا کی طرف منسوب کیا جا رہا ہے شرم شرم شرم۔

مولانا حسین علی صاحب کی اپنی کتاب سے علم الہی اور تقدیر کے متعلق ان کا عقیدہ

اعلم ان مذهب اهل الحق اثبات القدر و معنادان الله تبارك و تعالی قدر الاشياء في القدر و علمه هو سبحانه انها ستقع في اوقات معلومة عند سبحانه و تعالی و علی صفات مخصوصة نووی ج ۲ ص ۲۷ فیہی تقع علی حسب ما قدرها سبحانه و انکورت القدریة غذا و زعمت انه سبحانه لم یقدرها و لم یقدر علمه و انها مسانعة العلم (ای انما یعلمها سبحانه بعد وقوعها و کذا ہوا علی اللہ سبحانه و تعالی و جل عن اقوالہم الباطلة علوا کبیرا نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۲۷)۔ (تحریرات حدیث، ص ۴۹۱، ۴۹۲)

[ترجمہ] اسے مخاطب تو جان لے کہ ان حق کا مذہب یہ ہے کہ تقدیر حق اور حجت ہے اور اس کا

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی میں تمام اشیاء کا ایک اندازہ مقرر کر دیا ہے اور تمام امور اس کے علم میں تھے کہ وہ اپنے اپنے مخصوص وقت میں واقع ہوں گے (اور ان کے اوقات و مقامات مخصوصہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں تھے) تو یہ امور اسی اندازے کے مطابق واقع ہوتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے متعین کر دیا ہے اور تعدد یہ فرقہ اس کا انکار کرتا ہے اور یہ خیال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان اشیاء کا پہلے سے کوئی اندازہ مقرر نہیں کیا۔ اور نہ وہ پہلے سے اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا علم ان سے بعد کو ثابت ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان امور کو ان کے وقوع کے بعد جانتا ہے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ پر غاصص بھرت کیا اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ان کے اقوال و افعال سے بلند اور بالاتر ہے۔

کیا اس واضح اور دو لوگ متضاد کے بعد انصاف و دیانت کی دنیا میں یہ احتمال باقی رہ جاتا ہے کہ حضرت معترلیوں قدریوں کی طرح علم الہی کے ازل ہونے سے منکر ہیں۔ سناؤ اللہ۔

### کاظمی مغالطہ کا جواب:

بریلوی غزالی زمانہ رازنی دور اس احمد سعید کاظمی (جس کے بیٹے حامد سعید کاظمی نے وزارت میں حاجیوں کو خوب لوٹا) نے اعلیٰ السنہ والجماعہ کے خلاف سب سے پہلے اسی عبارت کو اسی طرح ناقص نقل کیا اندازہ بخود لگائیں کہ جب بریلوی غزالی اور رازنی کی دیانت کا یہ حال ہے تو عوام و مضافاتی دیانت اور خدا خونی کے کس مقام پر ہو گا مگر چونکہ دل میں چور تھا اس لیے حاشیہ میں اس طرح مغالطہ دینے کی کوشش کی:

”اس مقام پر یہ کہنا کہ اس عبارت میں مولوی حسین علی صاحب نے اجتہاد سب بیان نہیں کیا بلکہ مختصر کا مذہب نقل کیا ہے انتہائی مشکلہ خبر ہے اس لیے کہ جب مولوی صاحب مذکور نے قرآن و حدیث کو اس مذہب پر متحقق مانا تو اس کی حقانیت کو تسلیم کر لیا خواہ وہ مختصر کا مذہب ہو یا کسی اور کے کا۔“ (الحق آمین: ص ۱۰۰، طبع ملتان)

**جواب:** فسوس کہ کاظمی صاحب نے یہ کیوں نہ سوچا کہ کیا یہ انطوائی صحیح بھی ہے یا غلط؟ ختم ہے یا باطل؟ اپنی حقیقت پر محمول ہے یا اس کی مناسب تاویل کی جاتی ہے؟ یہ اور اس قسم کی دیگر

اہم باتیں اس مقام پر مذکور نہیں جس کو کاظمی علمائے دیوبند کی طرف منسوب کر کے اپنے قلب مریض کی بھڑاس نکال رہے ہیں بلکہ اسی بلند انجیر ان میں متصل یہ عبارت ہے:

”مگر بعض مقام قرآن جو ان (معتزل) کے مطابق نہیں بنتے ان کا معنی صحیح کرتے ہیں۔“

(ص ۱۵۸)

اس امر کا صاف اور واضح قرینہ ہے کہ وہ لعل علیہ الذیٰ تعین وغیرہ میں ظاہری الفاظ کے پیش نظر جو معنی معتزل لے گیا ہے وہ صحیح نہیں ہے اور اسی لیے آگے اہل سنت کا حوالہ دیتے ہوئے ظہر معنی ظہور کر کے اس امر کو واضح کر دیا ہے مگر بددیانتی کا تو کوئی علاج نہیں۔

علامہ عبد الوہاب شعرانی لکھتے ہیں:

”فان قلت المراد بقوله تعالى ولشيءونكهم حتى نعلمه وقوله تعالى وليعلم الله من ينصره ورسوله بالغيب نحوهما من الايات فان ظاهر ذلك يقتضي ان الحق تعالى يستفهم عليهما بوجود المحادثات فالجواب ان هذه المسئلة اضطررت في قصتها فقول العلما ولا يزال اشكالها الا لكشف الصحيح

(البيروقیت والحدیث ص ۸۶)

[ترجمہ] اگر تو یہ اعتراض کرے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ ہم تمہارا امتحان لیں گے کہ جی کر ہم جان لیں اور اسی طرح یہ فرمانا کہ اللہ تعالیٰ جان لے ان لوگوں کو جو بن و یکھے اس کے دین اور اس کے رسول کی تدکرے ہیں اور اسی طرح کی اور آیات قرآنی بظاہر اس کو چاہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کے بعد ہی علم ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایسا مشکل مسئلہ ہے جس کے سمجھنے میں بڑے بڑے ماہر علماء پریشان ہوئے ہیں اور کشف صحیح کے بغیر یہ اشکال سرے سے دفن ہی نہیں ہوتا۔

اب کاظمی کا کوئی چھٹا جواب دے کہ امام شعرانی رحمہ اللہ بھی معاذ اللہ کیا معتزلی ہیں جو قرآن کی آیات کے ظاہر کو ان کے عقیدے پر منطقی مبالغہ دے رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ قرآن کی آیات بظاہر اسی پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ کو پہلے سے علم نہیں ہوتا اور یہ دلالت اس قدر واضح ہے کہ







کرن والوں سے بات کر رہے تھے فرمانے لگے تین دیکھیں ہیں تو حید و رسالت اور آفرست پر  
 اور ہے اور ہر گنگ شیطان کرار یا ہے ایمان کے لیے سے تو حید آفرست اور رسالت کو بچانا ہے۔  
 (حجرت انگیز کارگزاریاں ۱۳۳۵، ۱۳۵۰)۔ (بحوالہ دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف: ص ۵۶)

**جواب:** عرض ہے کہ یہ جن جن کتابوں کا حوالہ دیا اس میں سے کوئی بھی نہ تو مولانا طہارق  
 جیل صاحب کی اپنی کتاب ہے نہ ہمارے کسی مستند عالم کی کتاب اور موصوف نے اس بات کا  
 بعد کیا ہوا ہے کہ وہ صرف مستند کتب کا حوالہ پیش کریں گے لہذا ہم ان بے سرو پا مصطفین کی  
 کتب کے اسرار نہیں۔ پہلے ان کو ہماری مستند کتب ثابت کریں جن کے مندرجات بطور حجت  
 ہم پیش کیے جاسکتے ہیں۔

### اعتراف۔۔ [۱۳] غیر اللہ کو سجدہ کے متعلق دیوبندی نظریات:

یہ جوان قائم کر کے قربان رضا خانیت کا شرف اقبال بریلوی رضا خانی لکھتا ہے:  
 "میرا دیوبندی اہل سنت پر بہتان لگاتے ہیں کہ یہ قیود کو سجدہ کرتے ہیں حالانکہ یہ ان کا بہتان  
 مرتا ہے"۔ (دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف: ص ۵۷)

**فاضل کرام:** جب آدمی کو روحِ چشمی پر اثر آئے تو بدیہات کا انکار کرتے ہوئے بھی جنہیں  
 نرا آج کوئی بھی شخص پورے پاکستان بلکہ پاک و ہند میں رضا خانیتوں کے زیر قبضہ مزارات و  
 قبر پر جا کر ملاحظہ کر سکتا ہے کہ وہاں قبر ماقیاس کے رضا خانی قبروں کو سجدہ کرتے ہیں یا نہیں؟ تو  
 اسے بہتان کہنا کتنا اثر مناک جھوٹ ہے۔

آنکھیں اگر بند ہوں تو دن بھی رات ہے

دل نہ مانے تو یہاں ہزار دن

حیرت ہے کہ اپنے مسلک کی حقانیت کا ثبوت دینے کے لیے یہی مزارات بطور دلیل پیش  
 کرتے لیا اپنی کثرت دکھانے کے لیے انہی مزارات کے مجاوروں اور بھانڈوں کو پیش کیا جاتا  
 ہے ان کے مجاورہ نشینوں کو اپنا ہم مسلک بتایا جاتا ہے ان کے چندوں پر گزارا کیا جاتا ہے ان



یاد ہے میں ٹور پر پا کر رکھ کر تھا چنانچہ اس کا ذکر کتاب فوائد الخواہ اور سیر الاولیاء میں تفصیل سے آیا ہے۔ حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ نے اس بحث کرنے والے سے فرمایا: اعلیٰ میں سجدہ سوائے اس میں مستحب تھا لیکن بغیر آخر الزماں پہلے سجدہ اسلام کے زمانہ مبارک میں ممنوع ہو چکا البتہ اس کی اجازت (مباح ہونا) اب تک باقی ہے۔ اس کے بعد فرمایا: حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جو شخص میرے پاس آتا ہے اور اپنا سر میرے پاؤں پر رکھتا ہے تو اس سے مجھے کرات آتی ہے لیکن چونکہ میرے شیخ علیہ الرحمۃ (حضرت خواجہ فرید الدین مسعودی شہر قدس سرہ) کی خدمت میں بھی اسی طرح لوگ آ کر پاؤں پر سر رکھتے تھے اور ان حضرات منع نہیں فرماتے تھے میں بھی منع نہیں کرتا کیونکہ شیخ کے لیل کی مخالفت کرنا امر قبیح (برہن نام) ہے۔

(مقامیں الجاس: ص ۲۲۲)

اُس کے فرماتے ہیں:

”اس کے بعد فرمایا: حضرت سلطان المشائخ محبوب فی قدس سرہ کے زمانہ مبارک میں چند علماء فقہر و علوم فہری و باطنی کے جامع تھے موجود تھے محل حضرت خواجہ حسام الدین ملتانی (حضرت مولانا علی الدین یگی، حضرت خواجہ علاء الدین نیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم) جو صاحب عشرہ سلطان المشائخ (حضرت کے دس خلفاء) میں سے تھے یہ تمام حضرات علوم میں بے نظیر تھے ان کے علاوہ حضرت خواجہ فرید الدین زراوی بھی آپ کے دس خلفاء میں سے تھے۔ اور اس قدر عالم مجسمہ تھے کہ ہزار سال بھر میں لوگ آپ سے سند لیتے تھے۔ ایک خواجہ وحید الدین بائیس سال تھے جو امام وقت تھے ان کا مرید اس قدر بلند تھا کہ ایک دفعہ جب حضرت خواجہ شمس الدین قدس سرہ کے روضہ قدس کے اندر آئے تو انہوں نے آواز آئی ”اسلام علیکم یا ابو حنیفہ وقت“ ان کے علاوہ ایک حضرت قاضی فی الدین کا کافی تھے آپ کی شان یہ تھی کہ جب حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ کی مجلس میں آتے تھے تو آپ دونوں قدموں پر سر دراست کی طرح کھڑے ہو جاتے تھے اگرچہ یہ آخری دو حضرات دس خلفاء میں سے نہیں تھے تاہم حضرت سلطان المشائخ ان سے خاص لطف عنایت سے فرماتے تھے ان حضرات میں سے ہر ایک تمام علوم میں یگانہ روزگار کی حیثیت رکھتا تھا ان کے

علاء اور بھی بے شمار علماء موجود تھے جو روزِ اعدا پہنچتے تھے کہ لوگ حضرت سلطان المشائخ کی زیارت کے وقت اپنا سر آپ کے پاؤں مبارک پر رکھتے تھے لیکن کسی نے تعقلیں سمجھیں نہ تھیں۔  
حضرت اسی کیساتھ انکار نہ تھیں و کشف سے کام لیا۔"

(مقائیس المجالس: ص ۲۲۰، تفصیل ناشرین دارالعلوم کتب لاہور، اکتوبر ۱۴۰۰ء)

## مقائیس المجالس آل رضاعیہ بریلوی کی مستند کتاب ہے:

(۱) بریلوی چنانچہ مولانا محمد نعیم الدین گولڑوی لکھتا ہے:

"الہدایہ کا بیان سلسلہ چشتیہ کے نزدیک بالعلوم اور بصیرت پوری و سیالوی صاحب کے نزدیک بالخصوص مستند و حجت کتاب مقائیس المجالس کا مشہور و ذلیل اقتباس کا مخالف کر لیں وہ آپ کے لیے سودمند رہے گا۔" (شکوہ الخیب: ص ۲۶۰، بحریہ قصیریہ گولڑوا اسلام آباد)

(۲) مولانا بریلوی میرزا حکیم شرف قادری لکھتا ہے:

"آپ کے ملفوظات مرتبہ مولانا رکن الدین اشعارت فریدی کے نام سے چار جلدوں میں ملے ہوئے ہیں۔" (تذکرہ کارنامہ اہلسنت: ص ۲۲۳، فردوسی کتب خانہ لاہور، ۲۰۰۵ء)

اشعارت فریدی مقائیس المجالس علی کا دوسرا نام ہے جو سرور قی پر مذکور ہے۔

(۳) جناب مسعود حسن شیبانی نے اپنی تصنیف خواجہ غلام فرید میں مقائیس المجالس کی اس قدرایت کثرت جمع کی ہے کہ آپ کی ولادت زاد الحجہ ۱۲۶۸ھ کے آخری شعب ۱۲۳۱ھ (الحجہ کوہی)۔

(تذکرہ کارنامہ اہلسنت: ص ۲۱۱)

(۴) غلام رسول قاسمی بریلوی لکھتے ہیں: "خواجہ غلام فرید کوٹ مٹھی والے فرماتے ہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو جنگی اور کارِ مصابہ میں سے ہیں کے حق میں بغضِ امیر نہ کرنا اور بدگمانی نہ کرنا ہر شہادت ہے۔" (مقائیس المجالس: ص ۱۰۶)

(نحوال دقاق سیدنا امیر معاویہ: ص ۱۳۰، دارالعلوم دیوبند)

مکتبہ علمی خوالہ۔ [۲]

بریلوی ابو الطاہر قدس سرہ نے ہر نامہ میرزا غلام فرید لکھتے ہیں:

آدھیاں عرش ہوں جب سرِ عظیم تیرے حضور  
سجدہِ تعظیم پھر کیوں کر نہ ہو ہم کو روا

(سوانح حیات حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ حالات و واقعات: ۱۵۳ء طبع لوری کتب خانہ لاہور)  
اس کتاب کے مصنف میاں محمد دین کلیم قادری بریلوی مورخ ہیں اس کتاب کا پیش لفظ  
بریلوی شیخ الحدیث عبدالکلیم شرف قادری نے لکھا ہے۔

سجدہ تعظیمی حوالہ۔۔۔ [۳]

بریلوی مسعود ملت باہر رضایات پر و فیر مسعود احمد لکھتا ہے:  
"ہم نے کرام نے سجدہ تعظیمی کو سب سے لکھا ہے۔"

(حضرت مجدد الف ثانی اور ڈاکٹر محمد اقبال: ص ۳۹ راولپنڈی مسعودیہ کراچی)

سجدہ تعظیمی حوالہ۔۔۔ [۴]

بریلوی جو طریقت یا محمد فریدی لکھتا ہے:

کھلے جلوے ہیں اس در پر خطا اللہ اکبر  
ہمیں سجدے روا ہیں خواجہ امیر کے در کے

(دیوان احمدی: ص ۲۱۱ لوری کتب خانہ لاہور: ۲۰۰۶ء)

سجدہ تعظیمی حوالہ۔۔۔ [۵]

مولانا محمد احمد بریلوی صدر جمعیت علماء پاکستان و خطیب مسجد وزیر خان کہتا ہے:

سنگِ میخانہ پر سجدہ اور شکرانہ ہے  
ان کی صورت سے یہ دل گر اپنا بت خانہ ہے  
ہو جاتا ہے میر جو مجھے اس در کا سجدہ  
قبلہ کا کبھی میں تو طلب گار نہ ہوتا  
جز در محبوب مجھ کو کیا غرض بت خانہ سے

واعظا یوں خیر کتب میں بھی ہوتا جاوے گا  
(رج فقیر برائے نہ ہو، ص ۳۰، تنظیم علماء ہندوستان، پٹنہ، بنگالہ)

### مسجدہ تقطیسی حوالہ۔ [۶]

آپ کے سلطان المذاہرین مولوی نظام الدین ملتانی فتویٰ دیتا ہے:  
”مسجدہ تقطیسی دھرم پری میں علمائے دین کا نہایت درجہ اہتمام ہے بعض نے جائز کہے اور بعض  
نے جائز۔ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے مسجدہ تقطیسی کی غنی اشرف الخواص کی خاطر کہیں بھی  
نہیں دیکھی گئی اگر ہے تو وہیں مراد اباحت ہے نہ حرمت۔“

(فتویٰ نظامیہ، ص ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، شامت القرآن، پٹنہ، بنگالہ)

جس مسلک کے علماء و مذاہرین مسجدہ تقطیسی کو جائز کہہ رہے ہیں تو اس مذہب کے علماء کا کیا  
حال ہوگا اس پر یہ کہنا کہ مسجدہ کرنے والے لوگ ہمارے نہیں کسی قدر دشمنی اور بے شرمی ہے۔  
دیوبندیوں کے بزرگوں کو مسجدہ تقطیسی کرنے کا جواز:

یہ عنوان قائم کر کے ردِ رضا خانی لکھتا ہے:

”اشرف علی تھانوی صاحب فرماتے ہیں بعض صوفیاء مسجدہ تقطیسی کے جواز کے قائل ہیں۔“

(الافتاحات الیومیۃ، ج ۱، ص ۲۷۹) (بحوالہ روحِ بندیت کے بظاہر ان کا انکشاف، ص ۵۵)

**جواب:** تاریکین کرام اعمتوں تو یہ دیا کہ دیوبندی اپنے بزرگوں کو معاذ اللہ مسجدہ تقطیسی کے  
قائل ہیں اور اس کے ثبوت کے لیے جو حوالہ نقل کیا اس میں کہیں بھی ایسی کوئی بات نہیں کہہ کر کہا  
وہوگا نہیں کہ لغو ایک لگا یا جائے اور سال دوسرا بیچا جائے اس حوالے میں تو بعض صوفیاء کا قول  
نقل کیا جا رہا ہے ملاحظہ ہو پورا معلقہ جس کے بعد ہی آپ کو اندازہ ہوگا کہ رضا خانی نے کسی قدر  
دہل و فریب کا مظاہرہ کیا:

”ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعض صوفیاء مسجدہ تقطیسی کے جواز کے قائل  
ہیں، مگر فقہاء حرام کہتے ہیں اصل اس کی یہ ہے کہ بعض صوفیاء مجتہد ہیں اگر (کسی کو ان کا اجتہاد



نہیں ہے اور تو کم از کم ان کا یہ خیال ضرور ہے کہ ہم مجتہد ہیں جیسے سلطان جی عرض کیا کہ اگر صوفیاء کو کوئی مجتہد سمجھے تو کیا وہ خدا کے یہاں معذور ہوگا فرمایا ہاں اگر ان کے پاس سامان اجتہاد موجود ہے جیسے سلطان جی کہ وہ عالم بھی ہیں اور اصل تو یہ ہے کہ ہم حسن ظن کی وجہ سے کہتے ہیں کہ مجتہد تھے۔ (الامانات الیومیہ: ج ۱، ص ۲۲۱، مرقط نمبر ۴۸۳)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ ساتھ ہی فرما رہے ہیں کہ جمہور فقہاء کے نزدیک سجدہ تعظیمی حرام ہے اور بعض صوفیاء کے قول کو نقل کرنے پر یہ ہمارا مسلک ہوا معاذ اللہ تو جمہور فقہاء کا قول نقل کرنے پر یہ قول ہمارا مسلک و مشرب کیوں نہ ہوا؟ چونکہ متصل یہ عبارت نقل کرنے پر عوام کو فریب نہیں رہا ہاسکتا تھا اس لیے ترجمان رضا خانیت نے رضا خانیت دکھاتے ہوئے اسے ہضم کر لیا اسی لئے پراشاد محترم حضرت مولانا محمود اشرف عثمانی صاحب زید مجتہد نے یہ عنوان قائم کیا:

”سجدہ تعظیمی کی حرمت غلبہ حال کے وقت عمل“

علمائے دیوبند تو اس سے حرمت سجدہ تعظیمی مضموم لیں اور یہ جاہل سجدہ تعظیمی کے جواز کا الزام تم پر لگاتا ہے۔

### سجدہ تعظیمی حرام ہے علمائے دیوبند کا واضح موقف:

سوال: سوال میں شبہ کیا گیا تھا کہ شرائع من قبلنا من اس کا وقوع بلا تکلیف نصوص قطعیہ میں منقول ہے بلکہ ہماری شریعت میں بھی جائز ہوگا اور مانع اس کا قطعی ہونا چاہیے اور وہ مفتود ہے؟

الجواب: جواب یہ دیا گیا کہ اس کی حرمت پر اجماع ہے اور اجماع کو مانع نہیں مگر عادت سے مانع کی گونج معلوم نہ ہو اور یہ جواب علیٰ سبیل التمثیل ہے ورنہ اگر تلبیہ کی تحقیق پر فلسفہ کی مانند توحید نہ تھی عن السجدة التحیة کو متواتر کہہ سکتے ہیں گو تواتر معنی ہو وہو

فلما اذا اجتمعت (ای الکتاب) علی اخرج حدیث و تعددت طرقہ تعددا لعل العادة تواطؤهم علی الکذب الی آخر الشروط افاد العلوم البقیة لصحة نسبة الی قائلہ و مثل ذلک فی الکتاب المشہورۃ کثیرہ اور حدیث تھی عن سجدۃ التحیة کی سند میں جمع الجوامع مع السیوطی میں حسب ذیل مذکور ہے رواہ ابو داؤد

والطبرانی والحاکم والبیہقی عن قیس بن سعد والترمذی عن ابی ہریرۃ  
والدارقطنی والحاکم عن ہریرۃ و احمد عن معاذ والطبرانی عن مرثد بن مالک  
وصہیب و عقبۃ ابن مالک و غیلان بن مسلمہ و رواہ ابن ابی شیبۃ عن  
عائشہ والبیہقی ایضا عن ابی ہریرۃ اور ممکن ہے کہ اہل اہلسنت کے نزدیک یہ حدیث  
بھی متواتر ہو۔ (امداد الفتاویٰ، ج ۳ ص ۲۸۱، طبع کراچی)

اور پیشی زیر میں ”کفر و شرک کی باتوں کا بیان“ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:  
”کسی کو سجدہ کرنا“۔ (پیشی زیر، ص ۵۵ مدارالاشاعت کراچی)

حکیم الامت مجدد دین و ملت حضرت شاہ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا ایک اور فتویٰ ملاحظہ ہو:  
”سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ قہر کو پوسدینا اور ان کو تسلیت محبتہ کرنا اور  
اولیاء کرام کا بر سو یا دان میں کرنا اور شمس مانتا اور قبروں کا طواف کرنا اور قبروں پر نوبت بخارہ بجا  
اور ان پر چراغ جلانا اور ان پر خلاف چڑھانا اور ان کو پختہ بنانا اور حائل و حاس میں چلنے کر حراہر  
ستار اور دست بستہ کھڑے ہو کر اہل اہل حق کی تعظیم کرنا اور دست بستہ کھڑے ہو کر استاذ کو  
قرآن شریف سنانا اور یا شعیخ سلیمان بن علی یا شعیخ عبد القادر جیلانی شہید علیہ السلام  
ذلیلہ پڑھنا شرع شریعت میں جائز ہے یا نہیں جتنا تو جہد و انکساف۔“

الجواب: ان امور میں بعضے تو بالکل شرک ہیں جیسے تعبد اسجدہ کرنا اور شمس ماننا اور طواف کرنا اور یا  
شیخ عبد القادرؒ یا شعیخ سلیمان بن علیؒ کا ذلیلہ پڑھنا جیسا قوم کا عقیدہ ہے ان کے  
مرکب ہوئے سے بالکل اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور شرک بن جیسا تا ہے اور ان لا  
تعبدوا الا ایاہ اور یعنی امور بدعت و حرام ہیں ان کے کرنے سے بدعتی و مناسنہ و گناہ کل  
بلذتہ ضلالتہ و کل ضلالتہ فی الدار البیت اگر ان کو مستحسن و حلال سمجھے گا تو خوف کفر کا ہے۔  
کیونکہ احتمال معصیت کا کفر ہے اور قرآن شریف کا استیساہ کے سامنے کفر ہے جو کہ پڑھنے بھی بہتر  
تھیں کیونکہ عبادت میں دست بستہ ہونا بجز خدا کے کسی کے سامنے روا نہیں۔ واللہ اعلم و  
علیہ السلام و احکمہ قضا۔ (امداد الفتاویٰ، ج ۵ ص ۲۶۳)

## ترجمان رضا خانیت کا دجل و فریب:

ترجمان رضا خانیت لکھتا ہے: ”اگر سجدہ بزرگ کی طرف ہو اور نیت خدا کی ہو تو حرج نہیں“  
 دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں: ”ممکن ہے کہ مسجود حق تعالیٰ ہوں اور وہ بزرگ  
 جہت سجدہ نہ ہو جیسے سجدہ الی الکعبۃ میں حضرت حق تعالیٰ ہیں اور کعبہ جہت سجدہ ہے۔“ (یاد اور النوادر  
 ص ۱۲ طبع لاہور) اور آگے عنوان لگاتے ہیں: ”بزرگ کو سجدہ کرنے والے پر طعن و ملامت نہ  
 کرے“ پھر لکھتا ہے: تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ نعل لایلام علیہم لعدم  
 الاستدلالہم بالتحقیقات العلمیہ... (غیر خدا کو) سجدہ کرنے والے پر بوجہ لغزش کے  
 ملامت نہ کریں گے اور معذور سمجھیں گے۔ (یاد اور النوادر ص ۱۳۶، ۱۳۷ طبع لاہور) قارئین کرام  
 دیوبندیوں کی توحید پرستی ملاحظہ ہو کہ غیر خدا کو سجدہ کرنے والے پر ملامت نہ کرو مگر مفصل  
 بیان اور گیارہویں کرنے والے سے جہاد کرو فیما للعب۔

(دیوبندیوں کے بطلان کا اعتراف ص ۵۸)

**جواب:** پہلی عبارت جو حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی پیش کی ہے اس میں وہ صرف ایک امکانی  
 قائل کر رہے ہیں وہاں کسی بزرگ کو سجدہ کرنے کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا حضرت تھانوی  
 رحمہ اللہ نے جو بات لکھی وہ آپ کے حکیم الامت مفتی احمد یار محرق صاحب نے بھی لکھی ہے  
 لغرض آدم کے سجدہ کے متعلق لکھتے ہیں:

”بعض فراماتے ہیں کہ سجدہ عبارت تھا یعنی سجدہ اللہ کو تھا اور آدم علیہ السلام کے جیسے ہم کعبہ کے  
 سامنے جھک کر اللہ کو کرتے ہیں ایسے ہی فرشتوں نے آدم علیہ السلام کے سامنے جھک کر اللہ کو سجدہ کیا یہی  
 قولہ نفل شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے۔“ (تفسیر فیضی ج ۱ ص ۲۳۲ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

انام عمت کے لیے ہم شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ محدث دہلوی کا قول بھی پیش کر دیتے ہیں:  
 ”نفل سجدہ کنوہ یسوی آدم بایں طریق کہ اور اقبلہ سجدہ خود گردانید۔“

(تفسیر عزیزی ج ۱ ص ۲۴۱ مکتبہ حنفیہ پشاور)

کاشف اقبال رضا خانی اور اس کے اپنے والے کسی رضا خانی میں اگر غیرت ہے تو اب کاشف  
شاہ صاحب پر بھی توئی اور چونکہ شاہ صاحب کا موقف احمدیہ گھڑائی نے بھی نظر کیا ہے اس لیے  
وہ بھی مجرم ہیں بقول آپ کے مگر یہ لوگ نہ ہر کا بیالہ تو پی سکتے ہیں اپنے لوگوں پر منستوئی نہیں  
لا سکتے ذرا ایک حال اور بھی ملاحظہ ہوں رضا خانی حکیم الامت اسجد و آدم کا مصوبہ تفسیر کرتے  
ہے:

”بعض حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر تھا یہ سب  
برکتیں اور عظمتیں اسی کی وجہ سے تھیں اور درحقیقت یہ سجدہ اس نور ہی کو تھا اس نور سے ہر جگہ رحمت  
کا نور ہوا سب سے پہلے نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے والد ماجد کو فرشتوں کا مسکود بنا یا شعر  
زباں حال سے کہتے تھے آدم  
جسے سجدہ ہوا ہے وہ میں نہیں ہوں

(تفسیر فیسی: ج ۱ ص ۱۴۴)

جہاں تک دوسری عبارت پیش کی اس میں بھی بدترین تحریف کی، دراصل حضرت عت الہی  
رضی اللہ عنہ نے سجدہ تعلیمی کی ترمت پر ”نور اور انوار ص ۱۳۳ ج ۱۳۶“ تین صفحات پر بحث کی مگر  
رضا خانی نے کورقہ شمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس تمام بحث کو چھوڑ دیا جہاں اس کا کشف اقبال  
رضا خانی نے یہ عبارت لی ہے اس مضمون کی ابتداء اس طرح ہوتی ہے:

”سجدۃ النبیۃ کل من مشروعا فی شریعت قبلنا و نسبح فی شریعتنا و النامع مارواہ  
الخصوصی“ (نور و انوار: ص ۱۳۳)

سجدہ تعلیمی ہم سے پہلی شریعتوں میں جائز تھا مگر ہماری شریعت میں اس کی مشروعیت منسوخ ہو گئی  
ہے اور نسخہ روایت ہے جس کی تردید نے نقل کیا۔

اگر روایت کہ اگر مخلوق کو سجدہ روا ہوتا تو میں دیوی کو کہتا کہ شوہر کو سجدہ کر کو قتل کر کے اس پر  
محققانہ کلام فرمایا اور اس پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات دیئے اور اس روایت کا کافی

تو اس پر ثابت کیا۔ اور پھر آگے لکھتے ہیں:

ولم تروا احداً من السلف ولا من الخلف اختلف في حرمة سجدة التوبة مع  
 تصحيح كثير من كتب التفسير والحديث والقصة وما نقل عن بعض  
 الصوفية في كتب توارثهم لم يثبت عندهم وان ثبت فلا عبرة بقولهم  
 لانهم ليسوا ممن يعتد بقولهم في الاجماع وان سلم كونهم عن بعد به  
 ايضا في هذا المقام لان الاجماع السابق لا يرفع بالاختلاف الملاحق نعم  
 لا يلزم عليهم لعدم اشتغالهم بالتحقيقات العلمية ومع ذلك لا يحتاج  
 بقولهم وصنيعهم لاسيما اذا ثبت التكثير عن بعض اكابرهم۔

(بہار الخوار، ص ۱۳۶)

قرنی گرام خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھ کر جواب دیں کہ ایسے زور و شور سے جو حرمت مجدد  
 تقی کی حرمت کو ثابت کر رہا ہو اس پر اس کے جواز کا الزام لگانا کیا کلاماً مقصود نہیں؟ مفسرین کا  
 قصور تو صرف اتنا ہے کہ جن بعض مشائخ سے تاریخ کی کتب میں اس کا جواز منقول ہے وہ  
 آیات اول تو ثابت نہیں اگر درست ثابت ہو بھی جائیں تو یہ ان کا قول و فعل اجماع مستمر تھا و  
 حدیث کے مخالف ہونے کی وجہ سے ہمارے لیے حجت نہیں ہاں ہم ان پر مامت بھی نہیں کریں  
 کے بلکہ انہیں معذور سمجھیں گے کہ ان پر مجدد تعظیماً کی حرمت واضح نہ ہو سکی اگر یہ کہنا حرم ہے تو  
 بریلو اپنے مفتی اعظم پر بھی فتویٰ لگائیں۔ یسین اختر مصباحی بریلیوی لکھتا ہے:

”قصود سے وابت بعض حضرات جامع مع مزامیر کے قائل بلکہ اس پر عامل بھی ہوتے ہیں بعض  
 حضرات حج کے لیے سجدہ تعظیماً کے جواز کے قائل اور اس پر عامل ہوتے ہیں سیدہ دلوں امور  
 عامہ سے بیان شرعاً ناجائز و حرام ہیں مگر حکم مفتی (عظم خلافت و کفر تو بے حد متعین معاملہ ہے) کسی  
 سلطان پر عام کرنا اتنا اہم معاملہ ہے کہ حضور مفتی اعظم ہند مولانا ابوالکلام صاحب (رضانورانی) (دعائے  
 غزیر الحرام ۱۳۰۴ھ ۱۹۸۱ء) تحریر فرماتے ہیں فتاویٰ مع مزامیر ہمارے یہاں ضرور حرام و  
 ناجائز و مکرم ہے اور سجدہ تعظیماً بھی ایسا ہی ان دونوں مسئلوں میں بعض صاحبوں نے اختلاف کیا

ہے اگرچہ وہ لاکھ انکسائٹ نہیں مگر اس نے ان جنگلات کو عظیم فسق سے بچا دیا ہے جو ان جنگلات کے قول کرتے ہیں اور جا کر سمجھ کر مرتکب ہوتے ہیں اگرچہ شرعاً ان پر رو پر اہرام ہے ایک اور کتاب حرام کا دوسرا ہے جائز سمجھنے خلاف قول جمہور چلنے والہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ مصطفویہ، ص ۳۵۶، رضا اکیڈمی ممبئی، ۱۳۲۱/۲۰۰۰ء، عرفان مذہب و مذہب، ص ۵۱)

مولوی مصطفیٰ رضا خان کا یہی فتویٰ پاکستانی ایڈیشن ”فتاویٰ مصطفویہ“ ص ۵۶، برکاتی علی شریز کراچی پر بھی موجود ہے۔ اب مولوی مصطفیٰ رضا خان کہہ رہا ہے کہ قوالیاں اور مسجد تعقیس اگرچہ حرام ہیں مگر بعض نے اس کو جائز سمجھا اب جو ان بعض کے اقوال پر عمل کرتے ہوئے قوال بنے یا مسجد تعقیس بھجائے اس پر عظیم فسق یعنی فاسق کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ اب اگر کسی رضا خانی میں غیرت ہے تو اپنے اس مفتی اعظم پر بھی مشرک ہونے کا فتویٰ لگائے۔

**اعتراف۔ [۱۳] کعبہ معکم کے متعلق دیوبندی عقائد:**

**استحباب کرتے وقت کعبہ کی طرف بیٹھ کر جانا جائز ہے۔۔۔ نعوذ باللہ:**

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

سوال: استحباب کرنا یعنی تہمت لینا قبلہ کی طرف منہ پائست کر کے کیا ہے۔

جواب: چونکہ کوئی دلیل نہیں ہے اس لیے جائز ہے۔ (امداد افتاویٰ، ج ۱ ص ۱۶۱)

(دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف، ص ۱)

**جواب:** اول تو رضا خانی مولوی کہ چہالت اور فتنی بصیرت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ فرقی مسائل وہ بھی اختلافی کو ”عقائد“ کا درجہ دے کر عقائد کے باب میں بیان کر رہا ہے جس جہل کو عقائد و فروعات کا علم نہیں وہ اگر انکار علانیہ یوں پر اعتراض نہ کرے تو کیا کرے؟ کج کہہ سکتا ہے کہ احمد رضا خان جانوں کے پیشوا تھا۔ (ناخصل بریلی اور ترک موالات، ص ۱)

**”استحباب کے وقت قبلہ رو ہونے کے بارے میں تفصیل:**

”چنداب یا پاخانہ کرتے وقت قبلہ رو ہونا یعنی اس کی طرف منہ پائینہ کرنا احتیاف کے ہاں

کہا تو فرمایا ہے چنانچہ حضرت ابویوسف انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ابن النبیؒ قال اذا اتيتهم الغائط فلا تستقبلوا القبلة والا تستدبروها  
بیول ولا یغائطوا لیکن شربوا او شربوا۔

[ترجمہ] جب تم بیت الخلاء میں جاؤ تو قبلہ کی طرف منہ نہ کرو اور نہ اس کی طرف پشت کرو پیر شاہ  
کرتے ہوئے یا غلط کرتے ہوئے لیکن مشرق و مغرب کی طرف منہ کرو۔

مگر اگر انہوں نے اس میں اختلاف کیا ہے امام نووی شافعی رحمہ اللہ نے کل "چار مذاہب" بیان  
کے ہیں۔

۱۔۔۔ پہلا مذاہب امام شافعی رحمہ اللہ کا ان کے نزدیک صحرا (کھلی فضاء) میں تو قبلہ رو ہونا حرام  
ہے البتہ بیابان (گھر چار دیواری، بیت الخلاء وغیرہ) میں جائز ہے اور یہی قول حضرت ابن عباس  
رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت شعبی، حضرت امام مالک، امام احنف اور امام احمد بن حنبل (کا  
ایک قول) صحیح و معتبر ہے۔

۲۔۔۔ آگے چل کر تیسرا مذاہب وہ بیان کرتے ہیں کہ گھر میں اور صحراء دونوں میں قبلہ کی طرف منہ  
کرنا جائز ہے اور یہ قول صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما و ربیعہ بن ریحانہ  
رضی اللہ عنہما کا ہے۔

مذاہب العلماء فی استقبال القبلة واستدبارها بیول او غائط فی اربعة  
مذاہب احدها مذهب الشافعی ان ذالک حرام فی الصحراء جائز فی البیتان  
علی ماسبق و هذا قول العباس ابن عبد المطلب و عبد اللہ بن عمر و الشعبي  
(مالک و اصحابی و رواية عن احمد۔ و الثالث يجوز ذالک فی البشاء و الصحراء  
و قول عروہ بن الزبیر و ربیعہ و داؤد الظاہری۔

(المجموع شرح المہذب: ج ۲ ص ۹۵ مکتبہ دار الشریعہ لاہور)

ابن ابی ریحان غسانی جلیل القلم مولوی کی الٹی عقل اور غلط فتوے کی روست سے معاذ اللہ یہ تمام  
مکتبہ علم و مجتہدین جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جان بھی شامل ہیں کیا یہ سب معاذ اللہ گستاخ

جس؟ اگر رضا خانی موٹی نے "الجود شرح المہذب" کا نام پہلی بار سنا ہے تو کسی دیوبندی کے لیے قدری کتب خانہ کی چھٹی ہوئی "مسلم شریف" کے کراس کا حاشیہ پر چھپی ہوئی شرح مسلم کی جلد اول میں باب الاستطابہ کھلی کر کسی دیوبندی دور رس کے طالب علم سے اس باب کے تحت علامہ نووی کی شرح پڑھئے اس میں ان تمام مذاہب کا بالتفصیل مع الدلائل ذکر موجود ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ کاشف اقبال رضا خانی کی اس کتاب پر تقریظ لکھنے والے نام نہاد چھٹی شرح احوال جات (کوئی ان جہلاء عصر سے پوچھئے کہ یہ شیخ احوال جات کو کیا معجون مرکب سے اس کی ترکیب بریلوی کیا ہوگی؟) کو پاکیا نپاکی استنباط کے بنیادی مسائل ہی کا پتہ نہیں جنہیں فروغی اختلاف کا علم نہیں وہ دیوبندی بریلوی اختلافات پر قلم اٹھا رہے ہیں۔ شرم شرم شرم۔

### امداد الفتاویٰ کا مسئلہ:

رہالہ اور الفتاویٰ کا حوالہ اور فتویٰ تو اس میں بھی اس شخص نے بدترین خیانت کا مظاہرہ کیا ہے اس لیے کہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب مدظلہ نے اپنے اس فتویٰ میں رجوع فرمایا تھا چنانچہ ایسی صفحہ پر ہے:

"مکرہ کرنا سوچنا وہاں ہے کما فی البدیۃ ان ترکہ ادب... الخ شامی جلد اہل صفحہ ۵۳ بعد میں معلوم ہوا کہ اس مسئلہ کو ان مسائل میں درج کیا گیا ہے جن کے متعلق مشارع بعض علماء نے تعبیر فرمائی ہے شان کعبہ اقبلہ ماہ نظر داشتہ کہ عین مقصود اہل اسلام است ضروری بلکہ جواب اس طور داند ترک ادب است شاید کر"۔ (امداد الفتاویٰ: ج ۱ ص ۱۴۱)

(ترجمہ عبارت فارسی: قبلہ و کعبہ کی شان کو مد نظر رکھ کر کیا ہے کہ عین مقصود اہل اسلام ہے ضروری ہے کہ جواب اس طریقہ دیا جائے کہ ترک ادب ہے (قبلہ رو) نہیں کرنا چاہیے۔) پھر حضرت قاضی فتویٰ صرف "استنباط" کرنے کے متعلق ہے قبلہ رو ہو کر پیشاب یا پانچاب کے متعلق نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے متعلق تو غور و فکر ہے:

"پیشاب پانچاب کرنے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا اور پیشہ کرنا منع ہے۔"



(پیشینہ ترجمہ، ج ۱۲۳، حصہ دوم)

اللہ تعالیٰ کا یہ فتویٰ صرف آبدست خالی استنجاء کرنے کے متعلق ہے اور استنجاء کرتے وقت (نیک پوشی یا نجاست) تیار کی طرف نہ کرنا احتیاط کے نزدیک "مکروہ تنزیہی" اور اس میں بھی خلاف ہے چنانچہ علامہ ترمذی رضی اللہ عنہ کے نزدیک جائز ہے۔ یعنی جو مستثنیٰ مولانا فتویٰ طبرانی نے دیا تھا بعینہ وہی فتویٰ علامہ ترمذی رضی اللہ عنہ کا ہے:

می لوب الاستنجاء عند الخنثیة ان یجلس له الی الیمن القبلة او یسارها  
 یلا یستقبل القبلة او یتدبرها حال کشف العورة فاستقبال القبلة او  
 لتدبرها حاکمة الاستنجاء ترک ادب وهو مکروه کراهة تنزیه کما فی من  
 لرجالی الیہ و قال ابن نعیم اختلف الخنثیہ فی ذالک واختار الشیرازی انہ  
 لا یکره هذا بخلاف المہول او التغوط الیہ اخص عندہم محرم

(الموسوعة الفقهیة الکویت: ج ۳ ص ۱۲۳)

وقال العلامة القاری: قال علیہما الاستقبال لہما کراهة تحریم و  
 للاستنجاء کراهة تنزیہ (مرآة الفائق: ج ۲ ص ۳۹)

اگرچہ یہ علماء دین بزرگ فیضانِ علم ہیں کاشفِ صاحب آپ جیسے نالائق لوگ تو اس راقم کے  
 غارِ بنے کے بھی قابل نہیں جنہیں پاکی، پاکی کے ابتدائی مسائل اور استنجاء کے ادب سے بھی  
 واقف نہیں اور نہ پھرتے ہیں مناظر۔

"مفتی محمد رفیع الدین مولوی نظام رسول سعیدی لکھتا ہے: جن فقہاء نے قضاء حاجت کے وقت قبلہ  
 کو رخ نہ کیا تو اسے گنہگار نہ کہنا۔" (شرح مسلم: ج ۱ ص ۹۵۹)

کاشفِ اقبال و رضا خانی صاحب آپ جس بات کو گستاخی سمجھ رہے ہیں اس کو جائز کہنے والوں  
 کو آپ کا شیخ الحدیث "فقہاء" شہاد کر رہا ہے کیا آپ کے مذہب میں فقہاء معاذ اللہ گستاخ ہوتے  
 تھے؟ آپ میں اور غیر مقلدین میں کیا فرق ہے؟ جب بات فیضانِ علوم دیوبند کی آئی  
 کہ آپ کی مرضی کر دیں کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک منوعیت استقبال و استسقاء کی اصل طہ

احرام کپڑے "احرام مصطفیٰ" ہے گویا امام شافعی رحمہ اللہ نے تو اس بدعت کے نوس کیلئے بالکل نادرغ ہو گئے جبکہ احناف کے نزدیک اصل علت "احرام قبلہ" ہے لیکن اس سے کہ احناف کے پاس محرام و سب سے دونوں میں قبلہ و ہونا ممنوع ہے جبکہ شوافع کے نزدیک محرام میں تو ممنوع ہے کہ وہاں امکان ہے کہ جنات یا ملائکہ نمازیں پڑھ رہے ہوں جو کہ ہمیں نظر نہیں آتے اور بیت اللہ میں چونکہ اس کا امکان نہیں اس لیے مکروہ تحریمی بھی نہیں۔ شکر ہے کہ اس قسم کے جہلاء امام شافعی رحمہ اللہ کے دور میں پیدا نہیں ہوئے ورنہ ان کے خلاف بھی "خانہ کعبہ کے غسل شوافع کے عقیدہ" نامی ایک رسالہ لکھ دیتے۔

"رضا خانی مولوی غلام میر علی تو لکھتا ہے: "یہ فتوے دے کر شعائر اللہ کی بے ادبی کرنا یہ دیوبندیوں کی کاغذ سب سے"۔ (دیوبندی مذہب، ص ۸۰)

تو بہت کراہ اور ان اکابر دشمنی صحابہ پر بھی ملاحظہ فرمائیے بے ادبی لگاؤ غدار چہاں۔  
اعتراض۔ [۱۵] مجھ کو کرنے کے لیے کعبہ کی طرف منہ کرنا شرط نہیں

ہے:

یہ عنوان قائم کر کے کاشف اقبال رضا خانی لکھتا ہے:  
 "دیوبندی تنظیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی سمیت ہیں۔" یہ سوال کہ سجدہ میں استقبال قبلہ واجب ضروری ہے اور اس میں اس شرط کا التزام نہیں ہو سکتا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شرط اس میں اشکاف کی گنجائش ہے چنانچہ نعل و طار باب الشکر للسمیع و میں ہے۔۔۔ ابو عبد الرحمن کے نزدیک استقبال قبلہ بھی شرط نہیں۔ (یو اور الزادہ: ص ۱۳۹)۔ (دیوبندیہ کے جلال کا کشف، ص ۵۵)

**جواب:** یہ اعتراض بھی کاشف اقبال نے دیوبندی مذہب جس سے سرقہ کیا ہے۔

یو دی عبارت ملاحظہ ہو:

"انہ انیس ادارہ یعنی ملحوظات حضرت خواجہ عثمان بادشاہی مرتبہ حضرت خواجہ محمد امین (واقعہ نمبر ۶) حضرت خواجہ محمد امین فرماتے ہیں کہ خواجہ عثمان بادشاہی کی خدمت میں حاضری ہوئی

اور اللہ نے اپنے کلام کے لیے زمین سر پر رکھا۔ اٹھ کھڑی زمین پر سر رکھنا کا ہر اس جہد ہے اور قلوب کے آگے جہد کرنا جو حقیقت ہی کا ہو حرام ہے۔ حل احوال ممکن ہے کہ مجاز ہو یا زملہ ہی سے جیسا حضرت صادق کے اس شعر میں ہے:

خدایت شاکست و تعمیل کرد

زمین بوی قدو تو جبریل کرد

(اللہ تعالیٰ نے آپ کی شہادہ فرمائی اور عزت افرائی کی اور جبریل نے زمین بوی تعظیم کی)

حق بات ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے کبھی آپ کے در پر وہ زمین بوی نہیں کی اور اس کا قرینہ خود اہل داران کی چوٹی گلیں میں خواجہ عثمان کا ارشاد ہے کہ حضرت عمرؓ نے اٹھ کر زمین بوی اٹھی اور پھر ہے کہ اس وقت ہرگز اس کا معمول نہ تھا جس یہاں مجاز ہو نہ یقینی ہے۔ اسی طرح حضرت خواجہ صاحب کے قصہ میں بھی سمجھایا جائے دوسرے اگر جہد کو حقیقی ہی سمجھی پر معمولی بوجہ بھی اس کی کوئی دلیل نہیں کہ در درگ سکود ہوں لیکن ہے سکود حق تعالیٰ ہوں اور وہ درگ جہت جہد ہوں جیسے جہد الہیہ میں سکود حضرت حق ہیں اور کعبہ جہت جہد جیسا بعض مفسرین نے حسب و ملائکہ اقام میں لکھا ہے کہ آدم جہد سکود تھے صرف جہت جہد تھے اور انہوں نے لام کو حقیقی الیٰ لینا ہے اور حضرت مسلمان کے قول سے استنباط کیا ہے اس اول میں صلیٰ لفظ جہد اور اسی پر معمول ہے لیکن عثمان کا قول ہے

قسم بقبلہ روئے تو یا رسول اللہ

رواست جہد یسوعیٰ تو یا رسول اللہ

آپ کے روئے مبارک کو قبلہ کہنا اور یسوعیٰ تو کہنا اس میں قص ہے لفظ ترا نہیں کہا ایسا ہی جواب دیا ہے تصوف کے معانی میں حضرت شیخ جہد الف تعالیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس کو انوار العارفین میں کلمات جہد عانی مکتوب ہی امی نقل کیا ہے۔ ضروری عمارت اس کی یہ ہے کہ در دش نیست۔ طاہرہ آفرینہ جہد کہ جہد سے استیلاء یافتہ است کہ در صلوات آں را سکود خودی و اندی بندہ اگر فرضا فیکہ معنی کی گرا الیٰ تو کہ رابطہ و چراغی کشید کہ از سکود الیٰ است نہ سکود چہ چہ ای رب و مساجد راغنی۔ غلام وانی بہ حال کہ جہد میں استقبال قبلہ تو ہو نا ضروری ہے اور اس میں اس شرط کا التزام نہیں۔

ہو سکتا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شرط اجتہادی ہے اس میں اختلاف کی گنجائش ہے چنانچہ سید  
الادوار باب الفکر للسیور میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے نزدیک سجدہ و تلاوت میں وضو شرط نہیں اور  
ابو عبد الرحمن کے نزدیک مقتضائ بھی شرط نہیں۔ (بیاد انوار)

یہ بھی مکمل عبارت مگر اس رضا خانی نے کتنا بڑا دھوکا دیا پہلی بات تو یہ کہ حضرت تھانویؒ ہی  
نے اس بات کی صاف وضاحت فرمادی کہ سجدہ تعظیمی حرام ہے۔ پھر حضرت خواجہ عثمان کے ان  
فعل کی تاویل فرمائی۔ کہ یہ حقیقتاً سجدہ نہ تھا بلکہ نیاز مندی اور بقدر ضرورت جھکا تھا اور پھر اس کی  
دلائل سے مزین کیا پھر فرمایا کہ بالقرض اگر سجدہ مرا لیا جائے تب بھی امکان ہے کہ سجدہ بزرگ  
نہیں بلکہ حق تعالیٰ ہوں اور وہ بزرگ محض جوت سجدہ ہوں جیسے خان کعبہ پھر اس کو دلائل سے  
مہربن کیا۔ ہمیں اکابر اہل اہلہ کا گستاخ کہنے والوں ویوں کو نہ ماننے کا الزام لگانے والا اور  
سے بار بار دھوکہ حضرت تھانویؒ کی عقل کس اپو تھے رد القریب انداز سے اہل اہلہ کا دلت  
کر رہے ہیں جہاں تک تمہارے بڑے بڑوں کا دوہم و گمان بھی نہ جاسکتا۔ اگر سجدہ حقیقی الی رب  
العالمین مرا لیا جائے تو اس پر اشکال پونگا کہ سجدہ میں تو قبلہ رو ہونا ضروری ہے اور اس وقت  
خواجہ عثمان قبلہ رو نہ تھے تو حضرت اس اشکال کا جواب دے رہے ہیں کہ ممکن ہے کہ حضرت  
خواجہ عثمان عطا علی سجدہ میں قبلہ رو ہونے کو ضروری نہ سمجھتے ہوں جیسا کہ حضرت عبدالرحمن السلی کا  
موقف ہے اور حضرت عمرؓ تو سجدہ میں وضو کو بھی شرط نہیں لگاتے حضرت نہ تو اپنا موقف مسلک  
بیان کر رہے ہیں نہ ہی اپنی طرف سے بات نقل کر رہے ہیں وہ تو ایک فقہی مسئلہ نقل فرما رہے ہیں  
حضرت نے جو نیک الادوار کے حوالے سے بات کی تو اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں :-

قد روی البخاری عن عمر انه كان يسجد على غير وضوء۔ قال في الفتح  
يعافى عمر احد على جواز السجود بلا وضوء الا الشعبي اخرجہ ابی شیبہ عند  
بسلط صحیح اخرجه ايضا عن ابی عبد الرحمن السلمي انه كان يقرأ بالسجدة  
ثم يسجد وهو على غير وضوء الى غير القبلة۔

(نقل از احادیث: ج ۳ ص ۱۱۹ اور دارالافتاء کا ہرہ)

یہاں رضا خانی کی جہالت اور فقہی کتب سے نااہلی ہونے کی بدترین مثال ہے کہ فقہاء فقہی مسائل کے دوران مختلف مذاہب و آراء (ایک ایک مسئلہ) کے متعلق نقل کرتے ہیں ضروری نہیں کہ ان کا اپنا موقف و مسلک بھی ہو مگر یہ جاہل و اجہل ہر منقول قول کو صاحب نقل کا مسلک سمجھ کر غلط فہمی شروع کر دیتا ہے یوں لگتا ہے کہ علمی کتب کو کبھی مسم کرنے کی بھی توفیق نہیں ہوتی کم سے کم ہر مقامی کی فقہی کتب ہی پڑھ لی ہوتی تو اس قسم کی حرکات شیعہ نہ کرتا مگر کسی نے سچ کہا تھا کہ رضا خانی جاہلوں کا پیشوا ہے۔ حضرت تھانوی صاحب رحمہ اللہ تو صرف صاحب نقل ہیں مجدد مولوی عبدالحکیم شرف قادری لکھتا ہے:

”علم ظہر کا قاعدہ ہے کہ نقل کرنے والا کسی بات کا ذمہ دار نہیں ہوتا اس سے صرف اتنا مطالب کیا جاتا ہے کہ اس کا حوالہ اور ثبوت کیا ہے۔“ (حکایات رضویہ ص ۱)

اور ہم نے قول کا ثبوت و حوالہ پیش کر دیا اب بکو اس کرنی ہے تو ان پر کرو۔

اعتراف۔۔ [۱۶] قرآن مجید کو پذیریاں و بکواس سے تشبیہ: نعوذ باللہ:

یہ تو ان کا کام کر کے رضا خانی ترجمان لکھتا ہے:

”یہ مذکورہ تبلیغی جماعت کے مولوی محمد ذکریہ قطار از ہیں کہ صوفیہ نے لکھا ہے کہ نماز حقیقت میں اللہ جل شانہ کے ساتھ مناجات کرنا اور ہم کلام ہونا ہے جو غفلت کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا..... نماز کا مقصد ذکر ہے قرأت قرآن ہے یہ چیزیں اگر غفلت کی حالت میں ہوں تو مناجات یا کلام نہیں کیا جاتا تھا جیسے کہ بخاری کی حالت میں بذیان اور بکواس ہوتی ہے“۔ (فضائل اعمال: ص ۳۶۹ لکھنؤ کتب خانہ المدنی لاہور)۔ (دوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۱۰)

جواب: اگر آپ کی مہارت ملاحظہ ہو شیخ الحدیث قطب الی قضاہ کل نماز باسبب سووم پر لکھتے ہیں:

”مولانا نے لکھا ہے کہ نماز حقیقت میں اللہ جل شانہ کے ساتھ مناجات کرنا اور ہم کلام

ہونا ہے جو غفلت کے ساتھ ہوئی نہیں سکتا نماز کے علاوہ اور عبادتیں غفلت کے ساتھ بھی ہو سکتی ہیں مثلاً زکوٰۃ ہے کہ اس کی حقیقت مال کا خرچ کرنا ہے یہ خود ہی نفس کو اتنا شاق ہے کہ اگر غفلت کے ساتھ ہو تب بھی نفس کو شاق گزرے گا اسی طرح روزہ دن بھر کا بھوکا پیاسا رہنا ہے محبت کی لذت سے رکنا کہ یہ سب چیزیں نفس کو مغلوب کرنے والی ہیں غفلت سے بھی اگر تحقق ہو تو نفس کی تیزی اور شدت پر اثر پڑے گا۔ لیکن نماز کا معظم قصد کرے قرآن ہے یہ چیزیں اگر غفلت کی حالت میں ہوں تو مناجات یا کلام نہیں ہیں اسکا ہی ہیں جیسے جیسے کہ بخدا کی حالت میں ہر زبان ہوتی ہے کہ جو چیز دل میں ہوتی ہے وہ زبان پر اسکی اوقات میں جاری ہو جاتی ہے زبان میں کوئی مشقت ہوتی ہے نہ کوئی نفع اس لیے اگر تو جنت ہو تو عادت کے موافق بلو سوچے سمجھے زبان سے الفاظ نکلتے رہیں گے جیسے کہ سونے کی حالت میں اکثر باتیں زبان سے نکلتی ہیں کہ نہ سونے والا اس کو اپنے سے کلام سمجھتا ہے نہ اس کا کوئی فائدہ ہے۔

**قارئین کرام!** اس عبارت کی وضاحت سے پہلے چند باتیں سمجھ لیں۔ ہر زبان میں اپنی بات کو بہتر طریقے سے سمجھانے کے لیے تشبیہات کا استعمال ہوتا ہے ہم اردو زبان میں کسی کی بہادری سے متاثر ہو کر کہتے ہیں کہ فلاں تو شیر کی طرح ہے اور فلاں ایسا خرم و مسرت ہے جیسے چاند جب بھی کسی چیز کو تشبیہ دی جاتی ہے (مثلاً) کسی دوسری چیز کے ساتھ (مثلاً) اس میں مقصود کوئی صفت ہوتی ہے تشبیہ میں کل والو جو نہیں ہوتی یعنی تشبیہ تمام چیزوں میں نہیں ہوتی بلکہ کسی خاص پہلو سے ہوتی ہے (ملاحظہ ہو مطلق، مختصر المعانی، اردو البلاغۃ) مثال کے طور پر جب ہم کہتے ہیں کہ یہ ایسا ہے جیسے شیر تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ جیسے شیر کی چار ٹانگیں ہیں، راست ہے، دم ہے ایسے ہی نہ یہ کہ بلکہ تو تشبیہ تمام چیزوں میں نہیں ہے بلکہ اس سے مقصود جو شیر کی پس اور ٹانہ اس صفت میں تشبیہ دینا ہے کہ جیسے شیر بہادر ہے ایسے ہی زید بہادر ہے۔ بخدا کی شریف کا اقتدار میں ایک حدیث ہے جس میں وحی کو تشبیہ دی گئی ہے تھکنی سے حالانکہ دوسری احادیث میں ہے کہ جہاں تھکنی ہو وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ اس اصول کو بریلوی مناظر اعظم: مستطیع

حضرت شرف سیالوی نے بھی تسلیم کیا ہے:

”میرا دل بھرا کھنے والا شخص اس حقیقت سے باخبر و آگاہ ہے کہ مثال میں صرف وہ تشبیل کا لفظ ہے جو اپنے ہذا امور میں اشتراک نہیں ہوتا۔“ (مناظرہ ص ۵۹)

بالکل اسی طرح فضائل اعمال کی عبارت میں نماز غفلت سے پڑھنے کو بذیان سے تشبیہ دی گئی ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ تشبیہ تمام اعتبار سے نہیں دیتی یہاں بھی اس پہلو سے تشبیہ ہے کہ جیسے بخار کی حالت میں جب بیمار دماغ کو چڑھ جائے اور بندہ دوش و خواں کھو بیٹھے اس وقت اس کے دل سے الفاظ نکل رہے ہوتے ہیں لیکن اس کو پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اسی طرح غفلت سے نماز پڑھنے والے کو پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور دل دماغ و دنیا میں مشغول ہوتا ہے یہ قطعاً کمر نہیں کہ قرآن و نماز معاذ اللہ بربان و بکواس ہے۔

آخر میں کرام خود کہہ سکتے ہیں کہ اصل عبارت میں تشبیہ ہے جس کو ”جیسے کہ بخار کی حالت میں“ سے ذکر کیا گیا ہے اور یہ تشبیہ ایسی ہی ہے جیسے کہ بخار شریف میں دلی کو غفلت سے مزید افادت کے لیے راقم یہاں بریلوی کتب سے دو حوالے پیش کر رہا ہے اور کاشف اقبال رضا خان اور دیگر رضا خانوں کو دعوت فکر ہے کہ جو جواب آپ کے پاس ان دو حوالوں کا ہے وہی لافال اعمال کی تشبیہ کے حاشیہ پر رقم کرویں۔

بریلوی حکیم الامت مفتی احمد یار بکھرائی سورہ مومنون آیت ۷ کی تشریح میں لکھتے ہیں:

”قل میں حضور ﷺ کی زبان مبارک کی طرف اشارہ ہے یعنی اے محبوب و عا امارتی بتائی ہوئی عا اذ بان تمہاری اوکاڑوں برائے کس سے چوری ما کرتا ہے۔“ (نور الخرقان ص ۱)

اور یہی جگہ لکھتے ہیں:

”مصرے سووی سناپ کی شکل جو کسب کچھ نکل گیا تھا ایسے ہی ہمارے حضور لوری بٹریں۔“

(مراۃ المناجیح ص ۱)

خود نکل کے لیے بریلوی شمس الاسلام شمس الدین سیالوی (پیر و سرشد پیر مہر علی شاہ گواڑوی)

کا ایک ملاحظہ بھی ملاحظہ ہو:

"طالب صادقی کو نماز میں مختصر قرات کرنی چاہیے تاکہ وہ حضور دل کی کیفیت سے غافل نہ ہو کیونکہ حضور دل کے بغیر نماز ناکہ مند نہیں اور شخص ہے اور وہ حرکات کا مجموعہ ہے۔"

(مرآت العاشقین: ص ۵۷)

کیونکہ رضا خانی صاحب ہمت کریں اور ایک عدد فتویٰ یہاں بھی مفت کریں مگر ایک حد تک مزید حوالے بھی ملاحظہ کرتے جائیں۔

اکابر صوفیاء کے حوالہ جات:

شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ نبی اکرم صلی علیہ وسلم کی ایک طویل حدیث نقل کرتے ہیں جس کے آخر میں ہے:

وَالَّذِي لَا صَلَواتَهُ هُوَ الَّذِي يَصِلُ وَيَنْقَرُ كَنْتَرِ الدُّرِيِّاتِ

[ترجمہ: وہ نمازی جس کے لیے کوئی نماز نہیں رہے جو مرغ کی ٹھونگیوں کی طرح (جلدی جلدی) نماز پڑھتا ہے۔ (فقہ العالیین: عربی اردو: مضمون: ص ۳۶)]

یہاں بھی نماز کو مرغ کی ٹھونگیوں سے تشبیہ دی گئی ہے اب بریلوی اپنی الٹی عقل کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہاں بھی فتویٰ لکھیں کہ شیخ نے نماز کو مرغ اور اس کی پوچھی کی ٹھونگیوں سے تشبیہ کی ہے۔

شیخ شہاب الدین سہروردی اپنی کتاب معارف المعارف میں لکھتے ہیں:

"جیسے یہ معلوم نہ ہو کہ کیا کہہ رہا ہے کہ وہ کس طرح ذکر الہی کر سکتا ہے یعنی ایک متوالا اور مدہوش کو کتاب اور عقل موجود نہیں ہے اور ایک غافل نماز پڑھ رہا ہے کہ اس میں بھی اس کی عقل حاضر نہیں ہے تو دونوں ایک ہوئے۔" (معارف المعارف: مترجم بریلوی: ص ۳۸۰)

قادر مبین کرام: مصدر جہ بالا حوالہ کو بار بار پڑھ رہے ہیں شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ نماز غفلت سے پڑھنے والے کو نشتہ میں مدہوش کی طرح کہہ رہے ہیں بلکہ دونوں کو ایک کہہ رہے ہیں اب جواب دینا شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی عبارت اور اس عبارت میں کوئی فرق ہے یا بلکہ





المقصود مع الغفلة كذلك الحج افعاله شاقة شديدة وفيه من المجاهدة ما يحصل به الايلاء كان القلب حاضرا مع افعاله او لم يكن اما الصلوة فليس فيها الا ذكر وقرآن ركوع وسجود وقيام وقعود فاما الذكر فانه محاوراة ومناجاة مع الله عز وجل فاما ان يكون المقصود منه كونه خطابة محاوراة او المقصود منه الحروف والاصوات امتحانا للسان بالعمل كما تمتحن المعدة والفرج بالامساك في الصوم وكما تمتحن البدن مشاق الحج وامتحن القلب بمشقة اخراج الزكاة واقتطاع الهال المعشوق ولا شك ان هذا باطل فان تحريك اللسان بالهذيان ما يخفه على الغافل فليس فيه امتحان من حيث انه عمل بل المقصود الحروف من حيث انه لفظ ولا يكون لفظا الا اذا اعرب عما في الضمير ولا يكون مغربا الا بحضور القلب فاني سوال في قوله اعد الصراط المستقيم اذان كان القلب غافلا واذا لم كونه تعذرا ودعا فاني مشقة في تحريك اللسان به مع الغفلة لاسيما بعد الاعياد (ادب العلوم: ص ۱۹۶، ۱۹۷) کتاب اسرار اصطوفی باب الثالث

[ترجمہ] ایہ شک نمازی نماز میں اللہ جل شانہ سے مناجات کرتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: ہم کام ہوا غفلت کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا اور اس کا بیان ایسے ہے مثلاً زکوٰۃ اپنی ذات کے اعتبار سے (مال کا خرچ کرنا) اگر غفلت کے ساتھ ہو تب بھی نفس پر شہید مشاق ہے خواہ نفس کے خلاف ہے اور اسی طرح روزہ (اگر غفلت سے بھی ہو تو) غلبہ دینے والا ہے قوی (نفس پر) اور اس خواہش نفس کی شوکت کو جو اللہ کے دشمن شیطان کا آلہ ہے توڑنے والا ہے اور اسی طرح حج کے افعال نفس پر دشوار ہیں اور حج میں مجاہدہ ہے جو تکلیف برداشت کرنے کے ساتھ حاصل ہوتا ہے چاہے قلب حاضر ہو یا نہ ہو حال نماز تو اس میں ذکر قرآن رکوع سجود قیام وقعود ہی ہے۔ بہر حال ذکر و اللہ کے ساتھ مناجات اور کام ہے اس ذکر سے مقصود یا تو خطاب و گفتگو کرنا ہے یا اس سے مقصود اذکار اور آواز میں زبان کو کھل کیلئے آزمائنے کے واسطے جیسے روزے میں معدے اور شرمگاہ کو دیکھنے کے ساتھ آزمایا جاتا ہے اور جیسے بدن کو حج کی مشقت کے ساتھ اور مال کو زکوٰۃ لگانے اور محبوب مال کو

اسے کہ ساتھ آرمایا جاتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ قسم باطل ہے (یعنی زبان کو حروف سے آزما مقصود نہیں) کیونکہ زبان کا حرکت دینا زبان کے ساتھ زیادہ آسان ہے غافل پر (جیسے) زبان میں آدمی زبان کو حرکت دیتا ہے اسی طرح غافل آدمی کے لیے بھی حرکت دینا آسان ہے (یہ قسم) میں آزما مانا نہیں ہے عمل کی حیثیت سے بلکہ مقصود حروف ہیں اس حیثیت سے کہ بولے جائیں اور ٹکڑے کر لے جاسکتے ہیں مگر جب مافی الضمیر صاف بیان کیا جائے اور وہ اطلب ار کرنا حضور قلب کے ساتھ ہی ہو سکتا ہے پس ہمیں سید عارستہ دیکھا میں کس چیز کا سوال کرو گے اگر دل غافل ہو اور ادراک نہ ہو جائی اور دعا کرنے کا عادت نہ بن جانے کے بعد زبان کو غفلت کے ساتھ بولنے میں کئی مشقت ہے خصوصاً عادت نہ بن جانے کے بعد کسی قسم کی دشواری نہ ہوگی۔

بریلوی شیخ الحدیث و التفسیر فیض احمد اویسی نے احیاء علوم کاترجمہ کیا ہے وہ اس عبارت فان تحركت اللسان بالهذيان ما اعطاه على الغافل کاترجمہ کرتے ہیں: "غافل پر بکواسات سے زبان کا بلاناہایت عمل ہے۔"

بار ہے کہ امام غزالی رحمہ اللہ یہ مثال نماز غفلت سے پڑھنے والوں کے لیے دے رہے ہیں لیکن اللہ رب العالمین اور امام غزالی کی عبارت میں مقصود و مفہوم کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں حتیٰ کہ اوّل نے مثالیں بھی ایک جیسی ہی دی ہیں اگر شیخ الحدیث معاذ اللہ یہ بات کہنے کی وجہ سے کہنا ضرورت ہے تو امام غزالی رحمہ اللہ پر کیا فتویٰ ہے جو شیخ الحدیث کی عبارت کا اصل یا مضمون

آخر غفل۔ [۱۷] قرآن مجید کے متعلق تحریف کا یوہندی عقیدہ: نعوذ

بالحق

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی معترض لکھتا ہے:

"ابن ابی شیبہ کے معروف محدث انور ثناء بخاری کشمیری لکھتے ہیں کہ والذی تحقیق علی ان التعریف فیہ لفظی ایضا اما انہ عن عبد منہم او لمغلطہ فاذنہ

تعالیٰ اعظم اور میرے نزدیک قرآن مجید میں لفظی تحریف واقعی ہو چکی ہے یا تو لوگوں نے جان بوجھ کر کی ہے یا غلطی سے۔ (فیض الباری: ج ۳ ص ۹۵ طبع کوئٹہ)۔

(دیوبندیت کے ابطال کا تکلیف برسر ۱۷)

**جواب:** رضا خانی مولوی نے عبارت نقل کرنے میں بدترین خیانت کا مظاہرہ کیا اور زبردستی اپنی طرف سے قرآن کا لفظ ادا کر احمد رضا خان کے محب ہونے کا پورا پورا ثبوت دیا۔ حضرت کشمیری رحمہ اللہ کی مکمل عبارت کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

”خوب جان لو کہ تحریف کے بارے میں علماء کے تین مذاہب ہیں:

- (۱) ایک جماعت کہتی ہے کہ کتب ساریہ (آسمانی کتابوں) میں لفظ اور معنی دونوں کے اعتبار سے تحریف واقع ہوئی ہے اور علامہ ابن حزم کی رائے بھی یہی ہے۔
- (۲) ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ تحریف کمر واقع ہوئی ہے اور حافظ ابن تیمیہ اسی رائے کی طرف گئے ہیں۔
- (۳) اور ایک جماعت نے تحریف لفظی کا بالکل انکار کیا ہے پس ان کے نزدیک سارا کلام ساری معنوی ہے۔

یہ تین مذاہب بیان کرنے کے بعد حضرت کشمیری رحمہ اللہ اس تیسرے مذاہب کے قائلین پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں یعنی کہ تحریف لفظی نہیں سارا کلام معنوی ہے پر بطور الزام فرماتے ہیں اگر صرف تحریف معنوی ہو لفظی نہ ہو تو اس سے تو لازم آئے گا کہ قرآن بھی تحریف ہو کیونکہ کئے لوگوں نے قرآن میں بھی معنوی تحریف کیا ہے۔ جیسے رؤف و شیعہ و قادریہ و منکرین حدیث و اہل بدعت بریلویہ و فرق ضالہ نے قرآن میں تحریف معنوی کی ہے۔ لہذا حضرت کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک تحقیقی بات یہ ہے کہ کتب ساریہ (آسمانی کتب) تو رادہ زوراً انجیل میں صرف تحریف معنوی نہیں بلکہ لفظی تحریف بھی ہوئی ہے۔

یہ ساری حقیقت و وضاحت حضرت علامہ کے قول و عبارت کی جیسا کہ کار کا طریقہ

جس کی سند کے متعلق اولاً تمام اقوال نقل کرتے ہیں اور آخر میں جو رائج و تحقیقی قول ہوتا ہے اس کا ذکر کرتے ہیں تو حضرت کشمیری رحمہ اللہ پہلے تین قول نقل کرنے کے بعد آخر میں رائج قول نقل کرتے ہیں مگر ان رضا خانوں نے کس طرح نسخ کر کے عبارت کو پیش کیا حضرت کشمیری رحمہ اللہ اصل عبارت یہ ہے:

واعلم ان فی التحریف ثلاثة مذاهب ذهب جماعة الى ان التحريف في الكتب السماوية وقد وقع بكل نحو في اللفظ والمعنى جميعاً وهو الذي مال اليه ابن حزم وذهب جماعة الى ان التحريف قليل ولعل الحافظ ابن تيمية جمع اليه وذهب جماعة الى انكار التحريف اللفظي راسخاً التحريف عندهم كله معنوي قلت يلزم على هذا المذهب ان يكون القرآن ايضاً محرفاً فان التحريف المعنوي غير قليل فيه ايضاً والذي تحقق عندى ان التحريف لفظي ايضاً اما انه عن عمد منهم لمخلطة في الله تعالى اعلم به

حضرت کا قول (والذي تحقق عندى) یعنی میرے نزدیک تحقیقی قول یہ ہے اور یہ تحقیقی قول کتاب ہادیہ سادہ کے متعلق ہے جن کے متعلق تین مذاہب نقل کیے۔ حضرت کشمیری رحمہ اللہ اما انہ عن عمد منهم (یہ احمد انہم رائج ہے اہل کتاب کی طرف اور یہ دراصل ابن تہیمہ کا ایک اثر ہے جس کو حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے مختصر فرما کر کیا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ حضرت کشمیری رحمہ اللہ کے نزدیک کتاب ہادیہ سادہ میں لفظی، معنوی دونوں طرح کی تحریف ہوئی ہے اور یہی موقف کو ایک اور انداز میں اسی فیض الباری میں بیان کرتے ہیں:

قال الإمام الحافظ الحجة الشفة المحقق الفقيه المفسر المحدث الشيخ السيد نور شاه الكشميري في كتابه العظيم المسمى فيض الباري:

قوله (قال ابن عباس...) (بحر فون) ايزيلون وليس هذا ايزيل لفظ كتاب من كتب الله ولكنهم يحرفونه ويتأولونه على غير تأويله واعلم ان اقوال العلماء في وقوع التحريف ودلائلهم كلها قد خصي عنه الوطر المحشى فراجع

والذی یبغی فیہا نظر ہذا انہ کیف ساغ لایمن عباس انکار التعریف  
اللفظی مع ان شأهد الوجود بخالفہ کیف وقد نعی علیہم القرآن انہم کانوا  
یکتیبون ہایدیہم ثم یقولون ( هو من عند اللہ وما ہو من عند اللہ ال  
عمران ) و حل هذا الاتعریف لفظی و لعل مرادہ انہم ما کانوا یقولونہا  
قصداً ولکن سلفہم کانوا یکتیبون مرادہا کیا فیہم وہم کان خطہم  
یدخلہ فی نفس التوراة فکان التفسیر یختلط بالتوراة من هذا الطريق .  
ایک اور مقام پر فرماتے ہیں :

باب من قال لم یترك النبی ﷺ الا ما بین الذلتین

رد علی الروافض حیث زعم البلاء ان عثمان نقص من القرآن

(نیش الباری ج ۳ ص ۴۴۴)

یعنی یہ باب جبرام بخاری و شعبہ نے قائم کیا یہ روافض ملعونوں پر رد ہے کیونکہ یہ عقیدہ درست ہے کہ  
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن میں کسی (تحریف) کی ہے۔ اسی طرح حضرت کشمیری رحمہ اللہ فرماتے  
ہیں :

”کہ بخاریات یہ ہے کہ روافض کافر ہیں کیونکہ جمہور صحابہ کی تکفیر کرنے والا کافر ہے اللہ و روافض  
کے کفر کی ایک وجہ تحریف قرآن کا عقیدہ بھی ہے اور روافض کی مستند کتب اس پر شاہد و عماد  
ہیں۔“ قال الامام

والمختار تکثیرہم فان الکفر جمہور الصحابة کافر الخ و لروافض فی  
القرآن العظیم اقوال قلیل زاد فیہ عثمان و نقص و قیل نقص و لم یز و قیل  
انہ محفوظ و لا یقولون بصحة احادیث کتب اهل السنة و لہم صحاح اربعة و  
ہی مقام معتبریات۔ (العزل الشہیدی شرح سنن الترمذی ج ۱ ص ۸۲)

اگر معاذ اللہ حضرت کشمیری رحمہ اللہ تحریف قرآن کے قائل ہوتے تو اسی قول کی ہستاد ہو  
روافض کی تکفیر کیوں کرتے؟

فیض الہادی کی عبارت میں ایک غلطی کی نشاندہی جس سے یہ مغالطہ ہوا:

امام الحنفی مولانا سر فرزانہ خان صفدر صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

عن ابن العربی: اس عبارت میں "فیہا" کی جگہ "فیہ" لکھا گیا ہے اصل عبارت یوں ہے:

ان التحریف فیہا (ای الکتب السیماویہ کالتوراة والانجیل وغیرہما) غلط ایضاً۔

ازہر فیہا کی ضمیر کا مرجع کتب سماویہ ہیں، یعنی کتب سماویہ تورات اور پور و انجیل وغیرہ میں

خریف ہوئی ہے نہ کہ قرآن میں۔ مگر قرآن کی ضمیر مفرد مذکر کی وجہ سے یہ مغالطہ ہوا کہ شاید قرآن میں

خریف ہو گیا ہے۔

اس کی مزید التعمین وضاحت کے لیے آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۱ صفحہ ۷۳-۷۴ کا

ملاحظہ کریں۔

اعتراض۔ [۱۸] ویو بندی شیخ الہند کی خود ساختہ آیت: لعنوا بالہ:

یہ ہے دورہ عنوان قائم کر کے رضا خانی اعتراض کرتا ہے کہ شیخ الہند مولانا محمود حسن دہلوی ہندی

تلمذ نے اپنی کتاب ایضاح اللہ کہ صفحہ ۹۶ پر آیت لکھی: وان تعارضتھما فی شئی فہ حوۃ الی

للہ والرسول یا ولی الامر متکھم اور کہا کہ یہ آیت قرآن مجید میں نہیں ہے۔

(ابو نعیم کے جہان کا انکشاف: ملخصاً: ص ۶۱، ۶۰) مولوی محمد صدیق نے بھی باطل اپنے

آئینہ میں: جلد ۱۴ پر اس کو نقل کیا۔

**جواب:** اولاً تو اس آیت پر اعتراض کرنا ہی جہالت اور دلی بغض و تعصب کا شاخصانہ ہے

الیکے کہ اس کی تصحیح ہو چکی ہے۔ پھر اس معترض نے سیاق و سباق کو بھی نہیں دیکھا اور اصل مولوی

حسن امروہی غیر مقلد جو بعد میں قادیانی ہو گئے تھے انہوں نے آیت فان تعارضتھما فی شئی فہ حوۃ الی

للہ والرسول ان کنتھما تو متعینون باللہ نقل کی اور اس سے استدلال کیا کہ اللہ

بالکے خدا و کسی کی طرف تبادلات پھیرنے کا حکم نہیں لہذا تقلید ایک مگر اسی ہے معاد النفس۔

جس کے جواب میں حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ جناب (حسن امروہی کو اس طرف توجہ دلا رہے تھے اور وہ یہ آیت درج کرنا چاہ رہے تھے کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ  
مگر کاتب کی نظر چمک گئی اور وہ ادھر والی آیت میں لفظ "الرسل" لکھنے کے بعد غلطی سے  
مطور چھوڑ کر نیچے والی آیت میں یہی لفظ دیکھ کر اس سے آگے لکھنا شروع کر دیا تو حضرت شیخ  
الہند رحمہ اللہ نے آگے چل کر آیت درست لکھی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ

(ایضاً ۵۹: ۲۵۶) (میں نے یہ دیکھا ہے)  
اگر بقول معترض جان بوجہ کر تعریف کرتی تھی تو اس مقام پر آیت کیوں صحیح لکھی؟ اور غریب  
معاذ اللہ کیوں نہ کی؟ جہاں تک ترجمہ کی بات ہے تو یہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمہ اللہ کا  
ہوا نہیں بلکہ بعد میں مراد آباد والے ایڈیٹر میں مولانا سید فخر الدین صاحب رحمہ اللہ نے کہا کہ  
افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ انسان ہونے کے ناطے شاید اس کی توجہ اس طرف نہیں گئی اور کیا  
ان سے یہ غلطی ہو گئی۔

### شریف الحق امجدی کی طرف سے رضا خانیوں کو منہ توڑ جواب:

بریلوی فقیر الہند شریف الحق امجدی رضا خانی لکھتا ہے:

"ما قصد غلام قرآن پڑھنے پر کسی کو تکلف قرآن شہر نادین و دیانت سے باوجود ہوتا ہے ایسا بہت  
ہوتا ہے کہ بھول چوک کر باقاعدہ اختیار قاری سے غلطی ہو جاتی ہے سامع اگرچہ حافظہ ہوتا ہے مگر  
اس غلطی پر بعض اوقات وہ بھی متوجہ نہیں ہوتا نماز پنجگانہ و تراویح میں ایسا بہت ہوتا ہے کہ امام کو  
تکا پہ لگ جاتا ہے مقتدیوں میں حافظہ بھی ہوتے ہیں مگر انہیں اس غلطی کا بہت کچھ چھٹا اس بناء پر کہ  
امام کو کھڑا ہونا چاہیے لگاؤ کا کوئی خدا ترس مفتی اسے تحریف قرآن شہر کر امام یا مقتدی کو تذکرہ  
کہتا ہے نہ مفتی اس لیے کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے رفع عنی الخطاء والنسبہا



بھرتی است سے بھول چوک معاف ہے..... ایک احتمال قوی یہ بھی ہے کہ..... کاتب نے غلطی یا غمراہی کی وجہ سے اسے غم لکھ دیا اور یہ غلطی بعد کی مطبوعات میں بھی نقل و نقل ہوئی جس کی بنا پر اس قسم کی غلطیاں ہمیشہ ہوتی چلی آئی ہیں اور آج کل تو بہت عام ہیں... درج

(تحقیقات، ص ۹۵-۹۶)

میں سمجھتا ہوں کہ خیر علیہ الرحمہ نے جو کالک رضا خان کی معترض کے منہ پر لگا دی ہے اس کے بعد مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔

مولانا محمد رضا خان صاحب بریلوی کی خود ساختہ آیات:

اب ہم یہاں کچھ آیات پیش کر رہے ہیں اور بریلویوں کی صرف ایک کتاب "ملفوظات دہلی طرہ" سے کچھ آیات صرف شدہ پیش کر رہے ہیں تاہم اسے چارہ قسمی پر نہیں بریلوی اور دہلی کتب خانہ اور خیر ایک سالہ لاہور، پروگریو ویکس لاہور و مشتاقی یک کارٹر لاہور کی مطبوعات ملفوظات دہلی ان تمام پانچ جلدوں میں ان آیات کو اسی طرح نقل کیا گیا ہے مگر ہم یہاں صرف انور کی کتب خانہ لاہور کو لکھنا چاہتے ہیں کہ اس میں اس بات کی تصریح موجود ہے:

"لکھا کہ کالک شکر ہے کہ ادارہ انور کی کتب خانہ لاہور حتی الامکان آپ کی خدمت میں جو کتب پیش کی ہیں وہ یہ طرز طباعت اور معیار کو برقرار رکھنے کی کوشش کی اس میں ہم کس حد تک کامیاب رہے آپ ہمیں اس سے آگاہ فرمائیں ہر کتاب کی پروف بڑے تنگ بارہائی علامہ دین سے لکھائی گئی ہے اسے خیر اندیش پرنٹرز اور سید محمد عثمان انور کی ناظم انور کی کتب خانہ لاہور۔"

(ملفوظات، ص ۹۵)

اللہم غلظہم کو الہم سے بدل دیا:

محمد رضا خان نے قرآن مجید کی آیت اس طرح نقل کی ہے  
 "لَا سَبْكَ لَكُمْ وَنَ بَعِيدًا قَلْبًا وَيَكُونُونَ لَكُمْ ضِدًّا"

(ملفوظات، نقل حضرت: حصہ اول، ص ۳۶ لاہور کی کتب خانہ لاہور)

حالانکہ آیت کریمہ کے اصل الفاظ یوں ہیں:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَؤُلَاءِ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْلَهُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْلَهُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْلَهُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْلَهُمْ“ (الآیۃ)

(سورۃ مائدہ: آیت ۵۱ و ۵۲)

(مطلی) خان صاحب بریلوی نے آیت میں ”تَتَّبِعُوا“ کی جگہ ”لَا تَتَّبِعُوا“ لکھ دیا ہے۔  
 واضح غلطی ہے اور احمد رضا کے سوہ حانظ کی گواہی ہے۔

(۲)۔۔۔ آیت میں تبدیلی کا ایک اور انداز:

احمد رضا نے آیت کریمہ یوں ذکر کی۔۔۔

”أَفْتَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ“

(مفتوحات اعلیٰ حضرت: حصہ دوم: ص ۸۵ دہلوی کتب خانہ)

حالانکہ آیت کریمہ کے اصل الفاظ یوں ہیں:

”أَفَتَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ“ (الآیۃ) (سورۃ مائدہ: آیت ۵۸)

(مطلی) اس آیت میں احمد رضا خان نے لفظ ”أَفَ“ کو حرف استفہام ”ا“ اور حرف غائظہ ”ن“ سے بدل کر اپنی عادت تحریری کا اظہار کیا ہے۔

(۳)۔۔۔ ضمیر جمع کو واحد سے بدل دیا:

احمد رضا خان نے قرآنی آیت اس طرح پڑھی  
 ”وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَاِنَّهُمْ مِنْهُمْ“

(مفتوحات اعلیٰ حضرت: حصہ دوم: ص ۸۸ دہلوی کتب خانہ)

حالانکہ آیت شریفہ اصل میں یوں ہے:

”وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَاِنَّهُمْ مِنْهُمْ“ (الآیۃ) (پ ۱۶۱ سورۃ مائدہ: آیت ۵۱)

(مطلی) اس آیت میں احمد رضا نے ”فَ“ جمع ضمیر کے بجائے ”ہ“ ضمیر واحد پڑھ دیا ہے۔  
 احمد رضا کے ذوق تحریف کی واضح مثال ہے یا سوہ حانظ کی واضح مثال ہے۔

(۳)۔۔۔ "كُنْتُمْ" کو "أَنْتُمْ" سے تبدیل کر دیا:

اور رضا خان بریلوی نے آیت یوں درج کی

"قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هُمْ رُسُلُهُ أَنْتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ"

(ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ دوم: ص ۲۰۹ ریلوری کتب خانہ لاہور)

حالانکہ قرآن میں آیت کریمہ اس طرح ہے۔

"قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هُمْ رُسُلُهُ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ"۔ (الایۃ)

(پ ۱۰ سورۃ التوبہ آیت ۶۵)

زیر احمد رضا: تم فرما دو کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے تمھارا کرتے ہو۔ یہاں نہ  
پہلے کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ دوم: ص ۲۰۹ ریلوری کتب خانہ لاہور)

(ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ دوم: ص ۲۰۹ ریلوری کتب خانہ لاہور)  
اس آیت کریمہ میں احمد رضا نے لفظ "كُنْتُمْ" کو "أَنْتُمْ" سے بدل دیا۔ یہ احمد  
رضا کے عمود حافظ کی گواہی ہے۔

(۵) "لَيْسَ" کو "لَبَّ" کر دیا:

اغل بریلوی نے آیت شریفہ یوں لکھی ہے:

"وَلَيْسَ كَذَلِكَ بِلَا مَتَاعٍ الْحَيَوةَ الدُّنْيَا"

(ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ چہارم: ص ۳۳۱ ریلوری کتب خانہ لاہور)

حالانکہ اصل میں آیت کریمہ یوں ہے:

"كَانَ كُلُّ نَفْسٍ لِّمَا كَسَبَتْ مِنَ الْحَيَوةِ الدُّنْيَا"۔ (پ ۲۵ از حرف آیت ۳۵)

(ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ چہارم: ص ۳۳۱ ریلوری کتب خانہ لاہور)  
اس آیت میں احمد رضا نے "لَبَّ" (لام مفتوح و میم مشدود) کو "لَيْسَ" (لام مکسور و میم  
مفتوح) سے بدل دیا جو احمد رضا کے سوء حافظ اور تحریف کی آئینہ دار ہے۔

(۶) "مُخْرَجِينَ" کو "مُخَارِجِينَ" سے بدل دیا:

ایک مقام پر احمد رضا خان بریلوی نے آیت اس طرح لکھی ہے:

”وما احمد منها یختار جہن“

ترجمہ احمد رضا: اور وہ لوگ جہنم سے بھی نہ چنیں گے۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ چہارم: ص ۳۹، سورۃ النور: کتب خانہ لاہور)

حالانکہ اصل میں آیت شریفہ یوں ہے:

”وما احمد منها الا خیر جہن“۔ (الآیۃ)۔ (پ ۱۳، سورۃ النور: آیت ۲۸)

(غلطی) اس آیت میں احمد رضا نے ”خیر جہن“ (علاقہ حزیں کے صیغہ اسم مفعول) کو

”خار جہن“ (علاقہ مجرد کے صیغہ اسم فاعل) سے تبدیل کر کے اپنے محرف ہونے کا ثبوت دیا

ہے یا حافظہ کی کمزوری کے وجہ سے ایسا کیا ہے۔

(۷) ”اِنَّا“ کو ”اِنَّا“ سے بدل دیا:

احمد رضا خان بریلوی نے قرآن مجید کی آیات یوں لکھی:

”اِنَّا لَیُرِیْءُ مَعٰکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ“۔

ترجمہ احمد رضا: ہم ہزاروں قسم سے اور اللہ کے سوا تمہارے معبودوں سے ہم تم سے کفر و انکار کرتے

ہیں۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت: ص ۱۱، سورۃ النور: کتب خانہ لاہور)

حالانکہ قرآن پاک میں ہے۔

”اِنَّا لَیُرِیْءُ مَعٰکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ“۔ (الآیۃ)۔ (۲۸، سورۃ النور: آیت ۲)

(غلطی) یہاں پر احمد رضا خان نے ”اِنَّا“ حروف تحقیق کو چھوڑا اور ”اِنَّا“ ضمیر واحد ظہر کا

اضافہ کر دیا اور ترجمہ بھی ظلم کا کیا ہے ”اِن“ کا ترجمہ چھوڑ دیا۔

(۸) ”ف“ کو ”اِلَّا“ سے بدل دیا:

خان صاحب بریلوی نے قرآن مجید کی آیت اس طرح درج فرمائی ہے:

”اِلَّا تَتَذَكَّرُ فَاَنْتَ مُعَذِّبٌ“۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ اول: ص ۵۲ نورانی کتب خانہ لاہور)

بیب کفر آن مجید میں یہی آیت اس طرح ہے:

فَلْيُحَذِّرُوا فِي فَلْيَتَصَدَّقُوا (الزَّيْنَةُ)۔ (پ ۶ سورۃ المائدہ آیت ۳)

(ملفوظات اعلیٰ حضرت میں احمد رضا خان نے "الْأَيُّ" لکھ کر "ف" کو حذف کر دیا۔

(۱) لَعَلَّهُمْ يَلْقَاءُ رَبَّهُمْ كَوَالِقُومٍ سے بدل دیا:

ایک سال نے رضا خان مذہب کے پیشوا احمد رضا سے ۴۷ سال میں آیت اس طرح پڑھی:

لَعَلَّ أَتَيْنَا مُؤْمِنِي الْكِتَابِ تَمَاماً عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ وَتَفْصِيلاً لِّكُلِّ شَيْءٍ وَ  
وَرَبِّي وَزَلَّجَتْهُ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ دوم: ص ۲۲۸ نورانی کتب خانہ لاہور اشاعت ۲۰۰۰ء)

وہاں یہ آیت کہ یہاں اس طرح ہے:

لَعَلَّ أَتَيْنَا مُؤْمِنِي الْكِتَابِ تَمَاماً عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ وَتَفْصِيلاً لِّكُلِّ شَيْءٍ وَ  
وَرَبِّي وَزَلَّجَتْهُ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ۔ (پ ۸ سورۃ الاحقاف آیت ۱۵۳)

لیکن ذہن صاحب نے سائل کے اس آیت کو رحمہ کو غلط پڑھنے پر اپنی اس کی اصلاح کی  
جسے وہ اعلیٰ کوئی نہیں لیا ہے اور ظاہر ہے اس طرح اسی وقت ہو سکتا ہے جب مائتہ کمزور ہو۔

"لَعَلَّ أَتَيْنَا مُؤْمِنِي الْكِتَابِ"

(۱) لَعَلَّ أَتَيْنَا مُؤْمِنِي الْكِتَابِ سے بدل دیا:

احمد رضا خان نے قرآن کی آیت اس طرح درج کی ہے:

الَّذِينَ وَعَدْنَاهُ فِي الْقُبُورِ۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ اول: ص ۷۳ نورانی کتب خانہ لاہور)

مائتہ اعلیٰ میں یہ آیت کہ یہ یوں ہے:

الَّذِينَ وَعَدْنَاهُ فِي الْقُبُورِ۔ (پ ۱۰ سورۃ یونس آیت ۱۹)

مکتبہ اسلامیہ دارالعلوم دیوبند

(غلطی) اس آیت کے نقل میں احمد رضا نے لفظ "فعلی" کو بدو راستہ یا تاوانستہ طور پر سمجھا دیا جو ان کی تحریری عادت یا سوء عافذ کی نشانی ہے۔

(۱۱) "وَاَوْ" عافذ کو ترک کر دیا:

فاضل بریلوی نے قرآن کی آیت یوں نقلی:

"اَهْلُ الْاٰلَةِ عَلٰی عَلَمٍ"۔ (مخطوطات اعلیٰ حضرت: حصہ اول: ص ۷۷، نواری کتب خانہ لاہور)

در اصل قرآن کی آیت اس طرح ہے:

"وَاَهْلُ الْاٰلَةِ عَلٰی عَلَمٍ"۔ (پ ۲۵ سورۃ الجاثیہ آیت ۲۳)

(غلطی) اس آیت میں احمد رضا بریلوی نے دانستہ یا تاوانستہ طور پر قرآن کی آیت میں سے حرف "واو" نکال دیا جو ان کی پرانی عادت کی منظر ہے۔

(۱۲) "خُذْ" اور لفظ "رَبِّكُمْ" غائب کر دیا:

فان صاحب بریلوی نے قرآن کی آیت شریفہ اس طرح لکھی ہے۔

"يٰۤاَيُّهَا النَّاصِرُوْا وَانظُرُوْا اَيُّكُمْ مِّنْ قَوْمٍ هٰۤؤُلَاءِ كَمِ بَخْسَةٍ"۔

(مخطوطات اعلیٰ حضرت: حصہ اول: صفحہ ۹۵، نواری کتب خانہ لاہور)

جبکہ قرآن پاک میں یہی آیت اِن الفاظ کے ساتھ ہے۔

"يٰۤاَيُّهَا النَّاصِرُوْا وَانظُرُوْا اَيُّكُمْ مِّنْ قَوْمٍ هٰۤؤُلَاءِ كَمِ بَخْسَةٍ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ"

مستزیدین" (الآیۃ) (پ ۳، سورۃ آل عمران ۱۲۵)

(غلطی) آیت میں احمد رضا نے لفظ "خُذْ" اور لفظ "رَبِّكُمْ" چھوڑ دیا ہے جس سے ان کی تحریری عادت یا سوء عافذ ظاہر ہو رہی ہے۔

(۱۳) "لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کو حذف کر دیا:

بریلوی رضا خانی مذہب کے پیروں نے آیت اس طرح ذکر کی ہے۔

"كَمَا سَطَرَ كَتَبَهُ اِلَى السَّمَاءِ وَمَا هُوَ بِبَالِدٍ"

(ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ سوم صفحہ ۲۳۲ نوری کتب خانہ لاہور)

زائد مجید میں آیت تشریح کے الفاظ یہ ہیں۔

یجسط کتبہ الی السماء لیسلم طارہ و ماضو بہا لغہ

آپ ۳ سورۃ الرعد آیت ۱۳

اغل میں آیت میں احمد رضا بانی مذہب رضا خانیت نے آیت کریمہ کے پورے جملے کو بالکل اڑا دیا

و انکرت مائدہ یاقوق تحریف کی مانند آفتاب کو اسی ہے۔

”لفظ زیادہ کرنے کی غصط“

(۱۳) ”واو“ زیادہ کر دیا:

برخی حضرات کے بڑے حضرت نے آیت کریمہ میں الفاظ اقل کیا ہے۔

”ماکان ظلیل المؤمنین“ (ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ اول صفحہ ۳۵ نوری کتب خانہ لاہور)

وہی اصل میں آیت کے الفاظ اس طرح ہیں۔

ماکان ظلیل المؤمنین ”(الانباء) (پ ۳ سورۃ اہل عمران آیت ۱۷۹)

(ظن) اس آیت میں خان صاحب بریلوی نے اپنی پرانی عادت کی وجہ سے قرآن میں لفظ

”واو“ زیادہ کر دیا۔

”ترتیب بدلنے کی عادت“

(۱۵) آیت کریمہ کی ترتیب بدل دی:

مذاہبی جماعت کے اعلیٰ حضرت نے آیت مبارکہ اس طرح بیان کیا ہے۔

”وَنَسْفَعُ مِنَ النَّارِ اَمْ يَخْشَوْنَ اَنْ يَّكُونَ مِنَ الْمَكْتُوبِ مِنْ قَبْلِكُمْ اَمْ يَكْتُمُونَ“

(ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم صفحہ ۱۶۰ نوری کتب خانہ لاہور اشاعت ۱۳۰۰ھ)

مذاہب کے ائمہ عرصہ عریب کے مطابق نقل کیا ہے۔

نفسا من النار تم مشرکوں اور کلمے کتابوں سے بہت کچھ برا سنو گے۔

(مقولات مس ۱۲۰ حصہ)

جیسا اصل آیت کریمہ کی ترتیب اس طرح ہے۔

”وَنُفِثْنَا مِنْ آلِ إِبْرَاهِيمَ الْأَوْثَرَ الْكَاتِبَ ۖ وَ مِنَ الَّذِينَ أَنْشَرْنَاهُمُ الْأَشْيَاقَ“  
(پ ۴ سورہ آل عمران آیت ۱۸۶)

(ظلمات) اس آیت میں احمد رضا خان نے ”الَّذِينَ الْأَوْثَرُ الْكَاتِبَ مِنْ قَبْلِكُمْ“ کو ”وَمِنْ الَّذِينَ الْأَشْيَاقَ“ سے پہلے بیان کر دیا اور ”وَاَوْ“ جو کہ ”وَمِنْ الَّذِينَ“ سے پہلے تھا اسے ”وَالْكَاتِبَ“ سے پہلے ذکر کر دیا۔

اور یہ سب جہد ملی کے ساتھ آیت کے ترجمہ میں بھی غلط ترتیب والا ترجمہ کیا (جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے)

اور آیت کے شروع والے ”وَاَوْ“ کا ترجمہ چھوڑ دیا یہ سب احمد رضا کے قوت جاذبہ کا کوشش ہے اور اوقاف تحریف کی کارستانی ہے۔

اس آیت کا ترجمہ احمد رضا نے اپنے ترجمہ قرآن میں اس طرح کیا ہے۔

ترجمہ احمد رضا: اور بے شک ضرور تم اگلے کتاب والوں اور مشرکوں سے بہت بہتر ہو گے۔  
(کنز الایمان مع نور المعرفان) (تحت ہذا آیت) (پیر بھائی گنپتی لاہوری)

(اعتراض ۱۹): سپاہ صحابہ کے کثرت و نفع و ہائے

یہ عنوان قاعہ کے مجید نظام بریلوی کے نوائے وقت ۲۵ اکتوبر ۱۹۹۴ اور جگہ لاہور ۱۹۹۴ کے حوالے سے لکھا کہ محمد ہلال نامی ۱۳ سال کے لڑکے نے چینیٹ میں سپاہ صحابہ کے صدر مولوی محمد اکرم ہلال اور غلام محمد کو معاذ اللہ قرآن جلائے کیلئے اکسائے پر گرفتار کر کے عدالت میں پیش کیا۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص ۶۱، ۶۲ ملاحظہ)

**جواب:** اسے بڑے اور سنگین الزام کیلئے حوالہ ایک اخبار کا دیا اس اخباری حوالے کی حیثیت خود رضا خانی مذہب میں کیا ہے ملاحظہ ہو بریلوی ضیغ و بکف حسن علی رضوی کی زبان! ”یہ کہاں ضروری ہے کہ اخبارات کی خبر سو فیصد درست ہوتی ہے۔“ (تہذیب و تمدن ص ۵۱)



شہادت کی بھی تو ایک ایسی منہ ایلٹ ٹرکی جو شرعی معیار پر پوری نہیں اترتی۔ "بزرگ آسمانی

۱۲۹ھ میں لکھا تھا: "جس شہادت کی بھی تو مجید نکاحی بریلوی اور میر تکمیل الرحمن بریلوی جیسے وادھی نے کی ہے بقول تمہارے شرعی معیار پر پوری نہیں اترتی۔ شرم شرم شرم۔"

رضائانیوں کا قرآن کے بارے میں نظریہ

یشاب اور خون سے قرآن لکھنا جائز ہے

بیعت نامہ پاکستان کے سربراہ صاحبزادہ ابو الخیر زہیر حیدر آبادی بریلوی لکھتا ہے: "جو کفر آئے اور خون بہا ہوتا ہوا گردوا پئے خون سے اپنی پیر شانی پر مسترآن سے کچھ لکھا جائے تو اوپر کر کہتے ہیں کہ یہ جائز ہے ان سے پوچھا گیا کہ اگر یشاب سے قرآن کا کچھ حصہ لکھا جائے تو اس کا کیا حکم ہے آپ نے فرمایا اگر ہمیں اسکی قطعہ ہے تو ایسا کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔"

(بدو ملی مسائل کا شرعی حکم، ص ۵۵، ۵۶ بحوالہ حقائق شرع مسلم و فقہانی تبیان القسمرآن ص ۱۰۵ فریڈ بک سٹال لاہور)

اس کتاب کی تصدیق شاہ احمد نورانی، نبی الرحمن، حسن خٹانی اور جمیل احمد نعیمی نے کی ہے۔  
بریلوی سید الغشا و دیدار انوری بانی حزب الامتلاف لاہور فتویٰ دیتا ہے کہ:

"اگرچہ قرآن کا خون سے لکھنا یا یشاب سے لکھنا کفر ہے مگر ایسی صورت میں جب اس کو کلمہ کفر کہہ کر نہ ہو تب نص صریح کلام اللہ جائز ہے بغرض جان بچانے کے یہ فعل کفر یعنی قرآن کا خون سے یا یشاب سے لکھنا بھی اس کے حق میں جائز ہو گا۔"

(الذاریہ دارالعلوم ص ۶۹۶)

قرآن کا لفظی ترجمہ کرنے میں بے شمار غرایب ہیں۔ معاذ اللہ

میں مسجد کا سابق خطیب امجد علی گھوسوی مصنف بہار شریعت کا بیٹا رضاء المعطشی رضا خانی لکھتا ہے



وہ لوگ جس طرح بچک میں ایک عدد بورڈ پر قرآن پاک کی سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۵۰ لکھی تو سنی تحریک نے تھانہ نو لکھا میں جا کر احتجاج کیا اور موقف اختیار کیا کہ:

۱۔ یہ آیت امارے عقیدے کے خلاف ہے۔

۲۔ یہ آیت کافروں کیلئے اتری ہے۔

۳۔ اور ان آیات کا ترجمہ غلط کیا گیا ہے۔

ہم نے جواب دہی ایس پی اور ایس ایچ او تھانہ نو لکھا کو وضاحت بیان کرتے ہوئے کہا:

۱۔ قرآن کسی عقیدے کے مطابق نہیں ہوتا بلکہ عقیدہ قرآن کے مطابق ہوا کرتا ہے جو یہ بات کرتے ہیں کہ قرآن ہمارے عقیدے کے مطابق ہو جائے یہ قرآن کی توہین ہے۔

۲۔ سنی تحریک کا یہ کہنا کہ یہ آیت کافروں کیلئے اتری ہے تو پھر سوچنے والی بات ہے کہ تکلف تو کافروں کو ہونی چاہئے کسی مسلمان کو تو غش ہونا چاہئے کہ یہ آیت کافروں کیلئے ہے سنی تحریک کا احتجاج کرنا ہے جا ہے احتجاج کریں تو کافر کریں نہ کہ مسلمان۔

۳۔ سنی تحریک کا یہ کہنا کہ ترجمہ غلط کیا گیا ہے تو ہم ذی ایس پی صاحب کے پاس دو مرتبہ گئے پروفیسر حافظ ثناء اللہ بھی تشریف فرما تھے انہوں نے تمام مکتبہ فکر کے علماء کے تراجم اپنے ساتھ لئے اور ای ایس پی سے کہا اگر ہمارا ترجمہ غلط ہے تو آپ کو اختیار حاصل ہے کہ ہم کو سزا دیں اگر ترجمہ ٹھیک ہو تو سنی تحریک والوں کو اللہ ہدایت دے۔ آمین۔

لیکن طارے تمام تردیدیں کے باوجود سنی تحریک اور پولیس اس بات پر تکتے ہوئے ہیں کہ آپ لوگ یہ قرآنی آیت اتار دیں آپ کو اس لئے آگاہ کیا ہے کہ ہم میں سے جو لوگ یہ خواب دیکھتے ہیں کہ یہ ملک مسلمانوں کا ہے یا کہ اسلامی حکومت آئے گی یا جن پر آپ لوگ اس لگائے بیٹھے ہیں وہ حاذمی والے ہوں یا بغیر دارحی کے اسلام لائیں گے غلط ہے وہ اس خواب سے بیدار نہ جائیں کیونکہ اہل توحید کی حکومت میں کوئی حیثیت نہ کوئی مقام ہے اس لئے کہ ہم نے ہمیشہ حکومت سے دین لوگوں کو یا دین کے لباس میں چھپے ہوئے وہ علماء کودی ہے جن کیلئے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کا بدترین طبقہ جو نے علماء ہیں اب بھی وقت ہے کہ سوچیں اس لئے کہ میرا کوئی ذاتی مسئلہ ہے۔ میرے بھائی

وہاں میرا نہیں رہنا ہے سارے گلستان کا۔ اب بھی آنکھوں پر بندھی ہوئی اپنی اجار دیں..... اسے انہوں نے قرآن کی ایک آیت پر پابندی لگائی جا رہی ہے تو کل سارے قرآن پر نہ سنی

کچھ آیات کو چٹا ہو سکتا ہے جیسے مصر اور ترک میں یہودیوں اور عیسائیوں کے خلاف قرآنی آیات پر پابندی لگا دی گئی ہے۔

... مسلمانوں کو یہودیوں کی حیثیت کیا ہے ان کا مقام پیدا کر دو رہے تمہاری داستان نہ رہے گی داستانوں میں۔

منجانب ڈاکٹر حمید میسرمل جو میڈیکل سائنس کا پروفیسر ہیں روڈ ٹو لکھا چڑچڑکے اسٹوٹ ٹوٹ اسٹی ٹریک کی اس وریدہ رفتاری اور قرآن دشمنی کے خلاف ڈاکٹر صاحب نے یہ نوٹ لکھا ایک پمفلٹ کی شکل میں شائع کر کے تقسیم کیا تھا۔

الحمد للہ یہاں تک دوسرے باب کی صورت میں رضا خانی ترجمان اور دیگر رضا خانیوں کی طرف سے اٹھائے گئے تمام اعتراضات کا مکمل جواب دے دیا گیا ہے اور یہ بات واضح ہو گئی کہ نبی جن عبارات پر اس آدمی نے اعتراضات کئے تھے وہ قرآن وحدیث اکابر امت بلکہ خود اکابر بریلوی کی عبارات سے موید ہیں گویا اس رضا خانی ترجمان کے شر سے وہ تمام اکابر امت معاذ اللہ باہموم اور خود اس کے اکابر باقصوں مشرک عقیدہ توحید کے دشمن اور رب تعالیٰ کے گستاخ ٹھہرتے ہیں۔

ہوئے دوست غم جس کے اسے بھلا کسی دشمن کی کیا ضرورت  
اب دارالان شرکین پاک دہند کے چند گستاخانہ و شرکیہ عقائد بھی ملاحظہ ہوں۔

### رضا خانیوں کا نظریہ توحید

مولانا احمد رضا خان بریلوی کی اللہ تعالیٰ کو تنگی نگی گالیاں۔ معاذ اللہ

مولانا احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں:

”وہابی ایسے کو خدا کہتا ہے جسے مکان زبان جہت مابین ترکیب عقلی سے پاک کہتے بدعت عقید کے قبیل سے ہے۔ چنانچہ بیکنا بھولنا سنا اور غنا غافل رہنا کالم ہونا حتیٰ کہ مرغا ماسب کو نگاہ سے لکھنا پینا پیشاب کرنا پھانک پھرنا ناچنا ٹھہرنا کثافت کی طرح کلی کیلئے سمجھوتوں سے جناح کرنا لوات جیسی غیبت ہے حیاتی کا مرتکب ہونا حتیٰ کہ غیبت کی المرح کو درمغول بننا کوئی غیبت کوئی غیبت ایسا شان کے خلاف نہیں وہ کھانے کا منہ اور پھر نے کا پیٹ اور مردی اور زنی کی مہ مستیں یا انفصل



ہے اور یہ شک ایسا ہی ہے۔ (سبحان السبوح، ص ۱۳۸، ۱۳۹)  
آگے لکھتے لکھتے ہیں:

”یہ نظریہ بے شک حقیقی تھا کہ جس پر انسان قادر ہے اس سب پر اور اس کے علاوہ باقی تمام  
مولیٰ عن اجل قادر ہے۔“ (سبحان السبوح، ص ۱۵۰)  
ابو ابی احمد رضا خان نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ان گنت امور کے علاوہ بھی الیاذہنا کی  
امور پر خدا تعالیٰ قادر ہے تو یوں گالیاں تم نے دہائیوں کے خدا کو دے رہے ہو اس کا کدے کی  
پر تو تمہارے اس قاعدے کو تسلیم کر لینے کے بعد یہ تمام محسوس ہو تو خود تمہارے خدا میں بھی یہ عالم  
پائی گئی گو یا یہ سب تمہارے ہی عقیدے ہیں۔  
تایا: رضا خانی عظیم اہلسنت حسن علی رضوی میٹھی لکھتا ہے:

”بریلویوں کا خدا مشرک ہے گو یا اہل دیوبند کے نزدیک خدا بھی دو بلکہ متعدد ہو سکتے ہیں بریلویوں  
کا خدا جدا ہے اہل دیوبند کا جدا ہے مرزا انہوں کا جدا ہے شیعوں کا جدا ہے روح خداؤں کا تصور پیش  
کر کے مصنف سیف شیطانی خود مشرک ہوا کیونکہ بریلوی تو کوئی بھی یہ نسب ال نہیں کرتا کہ  
کا خدا جدا ہے اور اہل دیوبند کا جدا ہے۔“ (برقی آسمانی، ص ۱۵۶)

لکھتے دیا جن کے خدا کا تصور پیش کرنا ہی مشرک ہے کیونکہ مرزا انہوں، دیوبندیوں، بریلویوں  
دو دہائیوں کا کوئی الگ الگ خدا نہیں ہے بلکہ بریلویوں کا خدا بھی وہی ہے جو دہائیوں اور بریلویوں  
کا خدا ہے۔ تو گو یا یہ سب گالیاں اسی خدا کو دی گئی ہیں جسکو رضا خانی بھی خدا مانتے ہیں  
نیز دہائیوں کا خدا کا تصور پیش کر کے بقول حسن علی رضوی احمد رضا خان مشرک بھی ہیں۔ وہ بھی  
صاحب واد کمال کر دیا اس حوالے کو پڑھ کر تو مولانا احمد رضا خان کی ہڈیاں بھی قبر میں جھج گئی  
ہوں گی بشرطیکہ ہڈیاں اب تک سلامت ہوں۔

اب اس حسن علی رضوی کا مقام اور جگہ بھی بریلی مرکز منگھڑا اسلام بریلی کے مولویوں کی زبان پر

حسین اہلسنت دہلی اختر مولانا محمد حسن علی رضوی بریلوی سیدنا محدث اعظم پاکستان کے  
علاء و علائکہ میں سے ہیں پاک و ہند کا کوئی بھی سنی اخبار سنی بریلوی جریدہ ایسا نہیں جس میں بارہ  
و تریدہ ہدایت دیوبندیت میں آپ کے مضامین نہ چھپے ہوں۔“

(امیرِ اہلِ حق کا نام بریلوی نمبر ۱۳۰۰ پر ۲۰۰۳ء)

نہا جہ سعید کاظمی بریلوی رضا خانی لکھتا ہے:

”بلدات کیں واقعہ کو انحال کے ساتھ کہنا موجب توجہ نہیں ہوتا لیکن اسی امر واقعہ میں بعض تبدیلیات کا آنا تو ان کا سبب ہو جاتا ہے اگرچہ ان تصدیقات کا بیان واقعہ کے مطابق بھی نہیں۔“  
(الحق الجبین، ص ۲۹)

نور اللہ نے اجمالی طور پر کہا کہ جو مقدور العبد ہے وہ مقدور اللہ بھی ہے مگر غم نے اسکی تفصیل نہ دے سکی اور گدے انداز میں زبان کر کے تو لینا رب تعالیٰ کی۔

عقیدہ نمبر ۲: اللہ تعالیٰ سے ظلم و جھٹل و کمینہ بین کا صدور ہو سکتا ہے۔ معاذ اللہ  
نور اللہ رضا نے کے بانی نواب احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

”ایسے احاطت گزار بندے کو خدا اب دینا جو اللہ کے ظلم میں ویسا ہی ہے مگر تیرے کے نزدیک عقلا باوجود اور شعری اور ان کے جیوکار عام اشارہ نے اختلاف کیا ہے تو ان لوگوں نے فرمایا کہ ایسے احاطت گزار کو خدا اب دینا عقلا چاہئے ہے اس لیے کہ مالک کو یہ حق ہے کہ اپنی ملک میں جو چاہے کرے یہ ظلم نہیں۔ اس لیے کہ ظلم تو غیر کی ملک میں تصرف کرنا ہے اور سارا عالم اللہ کی ملک ہے اور اس لیے کہ کسی کی احاطت اس کے کمال کو تو یہ رو کرتی ہے نہ کسی کی معصیت اسے کچھ نقصان دیتا ہے کہ اس وجہ سے وہ کسی کو نواب دے یا کسی پر مظلوم کرے اور اس لیے کہ سب مظلوم دینا حکمت کے موافق نہیں اس لیے کہ قدرت و دلوں خدا سے تعقل کی کامل ہے اور یہ کہ اس کو اختیار یہ ملے کہ اس تعذیب پر اس کی قدرت ثابت کی جائے بلکہ جو دیکھو اپنے اختیار سے ایسا نہ فرمائے تو اس مذہب کا قائل ہونا زیادہ سزاوار ہے۔“

(المعتمد المستند: ج ۱۲، مترجم اختر رضا خان از ہرئی مطبوعہ انور یہ الرضویہ پبلیشنگ لاہور)  
کہا کہ دل کو جنت میں داخل کرنا اور نیکیوں کا روں کو خدا اب دینا بھی ”ظلم و عید“ ہے وہی پر انوار نے اللہ تعالیٰ کو قادر مانا جس کی تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے اب اسی عقیدے کو نواب احمد رضا خان اپنے عقیدہ ملاحظہ ہو:

”اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ اس فرع میں یعنی احاطت شعرا کی تعذیب عقلا ممکن ہے اور شرعاً

محال ہونے میں اپنے آخر اشعریہ کے ساتھ رہوں اور نہ ظلم آتا ہے نہ حق قوی نہ نیک۔ اہل کے درمیان مساوات۔" (الحمد المستند، ص ۴۰)

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں خلف وعید میں نواب احمد رضا خان صاحب نے انعامِ عمرہ کے فہم کو پسند کیا اور ساتھ میں یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ اسے نہیں مانتے ان کے نزدیک اس خطبہ سے اللہ کا بیعت و قرب ہو نا ظالم ہو نا لازم آتا ہے معاذ اللہ اب وہی خلف وعید ہے دیگر یہ یلانی حضرات کے فتوے بھی ملاحظہ فرمائیں۔ خاص فی فضل احمد رضا خانی لکھتا ہے:

"خلف وعید اور کذب اللہ تعالیٰ ایک قیاس ہے۔"

(انوار آفتاب صداقت، ص ۱۵ ص ۱۶)

سربراہی اہل سنیہ علی رضا خانی لکھتا ہے:

"بعض علماء وقوع خلف وعید کے قائل ہیں تو یہ علماء وقوع کذب کے بھی قائل قرار پائے۔"

(رد شہاب، ص ۱۲۵۰ اور فتوئہ رضویہ لاہور)

جب خلف وعید کے وقوع سے کذب کا وقوع لازم آتا ہے تو امکانِ خلاف وعید سے یہ قدرتِ علی خلف وعید سے امکانِ کذب اور قدرتِ علی الکتب بھی لازم آئے گا۔ پس معلوم ہوا کہ خلف وعید اور امکانِ کذب ایک ہی عقیدہ ہے جس کا نواب احمد رضا خان قائل تھا اب ملاحظہ ہو کہ خلف وعید با الفاظ دیگر امکانِ کذب پر رضا خانیوں کے کیا فتوے ہیں:

"اللہ تعالیٰ پر کذب محال کہ وہ کہہ نہ پتے ہے۔" (انوار آفتاب صداقت، ص ۶۹)

"جو آپ فرماتے ہیں کہ خلف وعید کے تمام اہلسنت قائل ہیں اور آپ کا یہ مذہب خدا تعالیٰ تمام مشرکین اور کافر و کونین ہمارے غم و غم کو بھارت میں داخل کرے گا یا کر سکتا ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام و اصحاب و ائمہ و صلحاء و اولیاء تعجب و غوث اور سائر مسلمین مومنین کو دوزخ میں داخل کرے گا یا کر سکتا ہے العیاذ باللہ کیا خداوند کریم غفور الرحیم ایسا کرے گا یا کر سکتا ہے کہ جو قرآن و روایہ خاص و اہل متبوعی و تلمذگان الیہا ہیں ان کو دوزخ میں داخل کرے گا اور جو شرکاء و کفار و انجسار مشرکین کیا دوزخ میں داخل کرے گا لا حول و لا قوة الا باللہ یہ صریح عظیم اور کذب قبیح ہے جو حق تعالیٰ پر محال ہے قدرت کے قائل نہیں جس کا کوئی بھی مسلمان مذہب حتیٰ کہ کوئی غیر مسلم بھی قائل نہیں ہے اگر قائل ہیں تو معتزل اور وہابیہ و دہریہ ہیں۔"



(انوار آفتاب عداقت، ص ۳۷ طبع جدید)

علوم ہوا کہ لو اب احمد رضا خاں صاحب غیر مسلموں سے بھی بدتر تھا۔

نہ تم حدودِ اقصیٰ پر پہنچو نہ کھیلو رازِ سرِ پست

تعمیم یوں رہا ہوگا

وزیر آفتاب عداوت پر احمد رضا خانی اکابر کی تقریظات ہیں کسی رضا خانی میں جرات ہے تو وہیں  
میں کا انکار کر کے دکھائے۔

مقصد نمبر ۳: ہندوستان کے ابو جہل کے شرمیہ عقائد کی ایک جھلک

بریلوی احمد رضا خان بریلوی نے ایک کتاب ”الامین والاعلیٰ“ کے نام سے لکھی اس کا خلاصہ بریلوی مولوی بدر الدین احمد رضوی نے اپنی کتاب میں پیش کیا ہے اس کتاب پر بریلوی رئیس اہل علم ارشد القادری کی تقریظ بھی موجود ہے۔ ہم وہ عقائد پیش کر رہے ہیں اور اس کو پڑھ کر آپ فریقہ نہ کریں کہ اگر اس کے بعد بھی احمد رضا خان مشرک نہیں تو ابو جہل کا کیا قصور تھا؟

”اللہ ورسول اہل جہاد و سنی خلیفہ کے لئے دولت منہ کر دیا اللہ ورسول تقیہ کی جی، اللہ ورسول کے

مالکوں کے مال ہیں، اللہ و رسول مالوں کے مالک ہیں، اللہ و رسول زمین کے مالک ہیں، اللہ و

رسول کی طرف تو بہ اللہ و رسول دیتے والے ہیں، اللہ و رسول سے دینے کی توقع، اللہ و رسول نے

فہمہ دئی اللہ رسول نے عزت بخشی، (جل جلالہ و علاہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سب کے

انچھیلے ہوئے ہیں، حضور کے آگے سب گڑا ہوا ہے ہیں، حضور ہماری زمین کے مالک ہیں، حضور

میں آئیوں کے مالک ہیں، حضور تمام امتوں کے مالک ہیں، دنیا کی ساری مخلوق حضور کے قبضہ

مثلاً ہے، وہ کی کھجیاں حضور کے ہاتھ میں ہے، فلاح کی کھجیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں، جنت کی کھجیاں

نمبر ایک ہاتھ میں لیا، دوزخ کی کچیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں، آخرت میں عزت و سنا حضور

سلامت مند ہے، قیامت میں کل اختیار حضور کے ہاتھ میں ہے، حضور مصیبتوں کے دور فرمانے

اسے بھی حضور بخشوں کے لئے والے ہیں، حضور کے خادم رزق آسان کرتے ہیں حضور کے

حضرت کے خادم تمام کاروبار عالم کی تدبیر کرتے ہیں۔

اساتذہ کرام احمد رضا علی + 11, 42، المریضہ سیکسٹل لاہور)

جب یہ سب کام حضور ﷺ نے کرتے ہیں تو کسی کا دماغ خراب ہے کہ معاذ اللہ اللہ کے آگے جھکے یا اسکی بڑائی و تعظیم دل میں لائے۔

عقیدہ نمبر ۴: نبی ﷺ کو اللہ کے مثل نہ سمجھنا پلیدہ عقیدہ ہے۔ معاذ اللہ  
بریلوی رکبیں القلم عبدالکریم ہاشمی لکھتا ہے:

”رفتہ رفتہ سینوں کے بہت سے علمائے کبار نے تسلیم کر لیا کہ رسول اللہ غیر اللہ ہیں اور آپ کو اللہ کی ذات و صفات میں ملایا اور آپ کی ہستی کو اللہ کی عینِ ہستی کے برابر یا مثل سمجھا شرک سے پہلے پلیدہ عقیدے سے اور بھی پر فتن عقائد نکلتے۔“ (المیزان کا امام احمد رضا نمبر ۷ ص ۶۱۶)

استغفر اللہ یعنی نبی کریم ﷺ کو عین اللہ عین اللہ کے مثل نہ کہنا پلیدہ عقیدہ ہے اور نبی نام بڑے عقائد کی جڑ ہے البتہ پالہ یہ گندہ عقیدہ تو ابولہب و ابو جہل کا بھی نہ تھا وہ بھی ذات و عزت کو خدا کا عین یا مثل نہ سمجھتے تھے۔ اس المیزان پر مصطفیٰ رضا خان ابن احمد رضا خان، مختار اترنی، جیلانی، سید محمد مدنی جیسے مفہول کے بریلوی اکابر کی تائید و توثیق موجود ہے ملاحظہ ہو ص ۱۲، ۱۱ اسی عبدالکریم ہاشمی کے مضمون کے متعلق المیزان کا مدیر سید محمد جیلانی لکھتا ہے:

”حقیق دور اس سید عبدالکریم ہاشمی کا عقائد عربی مقالہ جسے انہوں نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ امام احمد رضا نمبر کیلئے قلم بند فرمایا تھا ذیل میں اس کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے تاکہ امام رضا پر ان کی اور ستمی تحقیق کے اس شاہکار سے ہمارے عام قارئین بھی مستفید ہو سکیں (ایڈیٹر)۔“  
(المیزان کا امام احمد رضا نمبر ۷ ص ۶۰۸)

عقیدہ نمبر ۵: لفظ اللہ حضور ﷺ کا نام ہے۔ العیاذ باللہ

بریلوی حکیم الامت مولوی منظور احمد صہبائی نوی المعروف مفتی احمد یار محمد راتی لکھتا ہے:  
”بعض بزرگوں نے فرمایا کہ ام اللہ حضور ﷺ کا بھی نام پاک ہے جیسے کہ ذکر اللہ بھی حضور ﷺ کا نام ہے۔“ (تفسیر فیسی، ج ۱ ص ۳۰)

عقیدہ نمبر ۶: بہت سی جگہ اللہ سے مراد حضور ﷺ ہوتے ہیں۔ معاذ اللہ  
یہی موصوف لکھتے ہیں:

آیت یٰٰھم اللہ سے رسول اللہ ﷺ مراد ہوتے ہیں۔ (تفسیر فیضی، ج ۱، ص ۱۳۳)  
 یہ ہے کہ کبھی اوچھلنے سے نہیں کہہ کر اللہ سے مراد بہت سی جگہ میں لات و عزلی ہوتے ہیں۔  
 عقیدہ نمبر ۷: اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر ماننا ہے و جہی ہے۔ معاذ اللہ

یہ اصول تفسیر ہے:

ہر جگہ میں حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت ہرگز نہیں۔ (جاء الحق، ص ۱۶۰)  
 خدا ہر جگہ میں ماننا ہے ہر جگہ میں ہو، تو رسول خدا علی کی شان ہو سکتی ہے۔ (جاء الحق، ص ۱۶۱)

یعنی اگر ایسی لکھتا ہے:

"اللہ ہے کہ جو لفظ مخلوق کیلئے مستعمل ہو" سے اللہ تعالیٰ پر استعمال کرنا کفر ہے مثلاً حاضر و ناظر  
 (آوازی، ج ۱، مسئلہ نمبر ۴)

بروزی ملک انصاف لفظ اللہ میں بھاری لکھتا ہے:

"حاضر و ناظر سے سے صفات الہیہ میں سے نہیں اور نہ ان کا الحاق اللہ تعالیٰ پر جائز (آوازی  
 ملک، جلد اول، ص ۲۹)

مولانا مفتی رضا خان ابن احمد رضا خان لکھتا ہے: "حاضر و ناظر یہ لفظ اور بار الہییت کے لائق  
 نہیں۔ تو شبیر و بصیر جو اسے مانے وہ لفظ حاضر و ناظر سے منکر ہے کہ یہ لفظ اور بار الہییت کے  
 لائق نہیں نہ ہوتا جائے۔" (آوازی مصطفویہ، ص ۳۸)

عقیدہ نمبر ۸: اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولا۔ معاذ اللہ

یہ لانا جلیل زماں مولوی محمد امجد علی لکھتا ہے:

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی حقیقت کو انی خالق بشر من صلیب من حمی مستنوں کا ذکر  
 لایا اور اس کی ذی والا مخالف کو گرفتار کرنے سے پہلے اس کے منہ سے مخالفت کے اظہار کیلئے  
 جبراً اس کا مرضی کے کہہ دیتا ہے تو مخالف جب ان الفاظ کو منہ پر لایا ہے ہی آئی ذی والا اس  
 مخالف کو گرفتار کر کے اور اسے گرفتار کر دیتا ہے ایسے ہی رب و عزت نے مخالف نبی اللہ کو جب معلوم  
 کر لیا کہ نبی اللہ کی قدر و شان کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں بلکہ یہ تو اس کے ظاہر کی طرف دیکھنے لگ

گیا ہے تو رب العزت نے مخالف نبی اللہ کو ظاہر کرنے کیلئے اس کے خیال کے الفاظ پیش کر کے  
سجدے کا حکم صادر فرمایا۔ (مقیاس انوار، ص ۱۹۹)

### عقیدہ نمبر ۹: نبی کا خیال خدا کا دیدار۔ معاذ اللہ

یہ تصور باندھ کر دل میں تھہرایا رسول اللہ

خدا کا کر لیا ہم نے نظارہ یا رسول اللہ

(رضائے مصطفیٰ، ص ۹، مارچ ۲۰۱۱ء)

### عقیدہ نمبر ۱۰: اللہ کے نام کی تاثیر کو گدھے والو کے نام سے تشبیہ۔ معاذ اللہ

ملتی احمد یار گھڑاتی نکلتا ہے :

”سوال: تعویذ کیوں نکلتے جاتے ہیں ان سے کیا فائدہ ہے۔“

جواب: جیسے بعض مخلوق کے ناموں میں تاثیر ہے کسی کو الگ دھا کہہ دو تو وہ رنجیدہ ہو پاتا ہے اور

حضرت قبلہ و کعبہ کہہ دو تو خوش ہوتا ہے حالانکہ الگ دھا بھی مخلوق ہیں اور قبلہ و کعبہ بھی ایسے ہی خالق

کے مختلف ناموں میں مختلف تاثیریں ہیں۔“ (رسائل نعیمیہ، ص ۲۷۲، مکتبہ اسلامیہ)

معاذ اللہ کسی قدر گستاخی ہے کہ یہاں اللہ کے مبارک نام اور اس کی مبارک تاثیر کو گدھے

والو کے ناموں کی تاثیر کے ساتھ ملا یا جا رہا ہے حفظ الایمان میں ”ایسا“ کے لفظ پر دایا کرنے

والے غور کریں کہ یہاں بھی ”ایسے ہی“ کا لفظ ہے۔

اہل السنۃ والجماعۃ پر تعین سو (۲۰۰) سے زائد اعتراضات کے جوابات پر مشتمل  
عبارات اکابرہ پر چلا مکمل انشائیہ ٹکڑیاں

# دفاع اہل السنۃ والجماعۃ

باب سوم

فرائض دیوبندیہ کی کریمہ نقشبندیہ اور انبیاء علیہم السلام کی توہین کا الزام اور

اس کا جواب

مؤلف

مناظر اہل السنۃ

حضرت مولانا ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ

تصحیح و نظر ثانی:

خطیب اہل السنۃ

حضرت مولانا عبد اللہ صاحب قاسمی حفظہ اللہ

امام الانبیاء محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

کے متعلق دیوبندی عقائد

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی مولوی لکھتا ہے:

"حضور سید عالم ﷺ کی ادنیٰ توہین بھی کفر ہے مگر دیوبندی مذہب کی اساس ہی اس پر قائم ہے چند دیوبندی اکار کی کفریہ اور گستاخانہ عبارات ہم نقل کر رہے ہیں تاکہ لوگ اس سے واقف ہو سکیں۔"

**جواب:** اس عبارت میں جس قدر خدا خونی سے بے نیاز ہو کر بیتان طرازی و کذب بیانی سے کام لیا گیا ہے اس پر ہم معروف بریلوی عالم مولوی عبدالستار تیاڑی کا حوالہ پیش کر رہے ہیں:

"ملت کے تمام طبقات کو یہ فیصلہ کرنا ہو چکا کہ جو شخص حضور ﷺ کی ذات اقدس کے متعلق اشارۃً کنایۃً سوئے ادبی کرتا ہے اسے سزا دیا جائے چاہے کتنے ہی مقام و مرتبہ کا مالک کیوں نہ بننا ہو جو کچھ میں نے کہا یہی نقطہ نگاہ علماء دیوبند کے اکار نے بھی اپنی کتب میں بیان کیا ہے۔"

(اتحاد دست، ص ۸۲، علمی پبلی کیشنز لاہور)

تمہارے بڑے تو کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی شان میں ادنیٰ سوئے ادبی بھی طمانہ و بلند کے نزدیک قابل قبول نہیں وہ اسے کفر کہتے ہیں اور تم آج کے نام نہاد مناظرین حقیقت میں جہال ان پر اعتراض کرتے ہو کہ وہ معاذ اللہ حضور ﷺ کے گستاخ ہیں۔

احمد رضا خان بریلوی کے نزدیک حضور ﷺ کو نگلی نگلی گالیاں دینے والا بھی کافر نہیں۔ معاذ اللہ

کاشف اقبال رضا خانی نے اپنی عوام کو دھوکا دینے کیلئے یہ جھوٹ بولا کہ: "حضور سید عالم ﷺ کی ادنیٰ توہین بھی کفر ہے" مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کے مذہب میں حضور ﷺ کی ادنیٰ

تو کیا تو دور حضور ﷺ کو بھی نکلی گا کیاں رہے والا بھی کا فر نہیں۔ ملاحظہ ہو۔

**فانہیں** اہل اللہ والجماعہ علمائے دیوبند کا عقیدہ ہے کہ اللہ کی شان میں گستاخی کرنے والا اس کیلئے کوئی عیب ثابت کرنے والا اس کی قدرت کا منکر کا فر ہے ایمان ہے مگر مضامین مذہب ایسا نرالہ مذہب ہے کہ اس میں اللہ کیلئے ایسے عقائد رکھنے والے کو کا فر کہا خلاف اعتقاد ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مولوی احمد رضا خان مجاہد فی سبیل اللہ حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر جھوٹا بہتان لگاتے ہوئے لکھتا ہے:

”اس نے یہاں اللہ سبحانہ کے علم کو نادم نہ جانا اور معاذ اللہ اس کا جھسل ممکن مانا۔“

(الذکر بہ الشہابیہ، ص ۱۲ مطبعہ السنیت بریلی طبع ہوا)

”یہاں صاف اقرار کر دیا کہ اللہ عزوجل کی بات واقع میں جھوٹ ہو جانے میں حشر جیسی“ (الذکر بہ الشہابیہ، ص ۱۳)

”اس میں صاف تصریح ہے کہ جو کچھ آدمی اپنے کیلئے کر سکتا ہے وہ سب کچھ خدائے پاک کی ذات پر بھی روا ہے جس میں کھانا، پینا، سونا، پامناست پھرنا، پیشاب کرنا، جھٹا، ڈرنا، مرنے سب کچھ داخل ہے“

(سبحان السجود)

مگر تہہ ہی اسی شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ جن کی طرف یہ کفر یہ عقائد منسوب کئے ان کے متعلق لکھتے ہیں:

”اور امام المظاہرہ (اسماعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں نبی ﷺ نے لا الہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے“ (تہذیب ایمان ص ۵۴، مکتبہ المدینہ)

”علمائے حق طین انیس (اسماعیل دہلوی) کو کافر نہ کہے یہی صواب ہے و نحو الجواب یہ یعنی علیہ الفتویٰ وحوالہ مذہب وعلیہ الاعتقاد وفتیہ السلامہ وفتیہ اسد اللہ یعنی یہی جواب ہے اور اسی پر فتویٰ ہوا اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہی امام مذہب ہے اور اسی پر اعتقاد اور اسی پر سلامتی اور اسی میں

استقامت۔ (تہجد ایمان، ص ۵۳)

اس سے معلوم ہوا کہ خان صاحب کے مذہب میں خدا کے علم کا منکر اس کو حسب اہل مائتہ والا اس کو پیشاب کرنے والا، مر جانے والا سمجھتے وہاں مسلمان اور لا الہ الا اللہ میں داخل ہے اور اس کا فرکہنا خلاف احتیاط ہے۔

یہی خان صاحب اسی شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں:  
 ”مسلمانوں مسلمانوں خدا را ان ناپاک و شیطانى ملعون ظلموں پر غور کرو  
 ..... پادریوں پنڈتوں وغیرہم کھلے کاسنہروں مشرکوں کی کتباہوں کو  
 دیکھو..... شاہد ان میں بھی انکی نظیر نہ پاؤ گے مگر اس مدعی اسلام بلکہ مدعی  
 امامت کا کلیجہ چیر کر کے دیکھئے کس جگر سے محمد ﷺ بے دھڑک یہ مرجع سب  
 و دشنام کے الفاظ لکھ دے..... مسلمانوں کی ان گالیوں کی حضور ﷺ کو  
 اطلاع نہ ہوئی یا مطلع ہو کر ایذا نہ پہنچی ہاں ہاں واللہ واللہ انہیں اطلاع  
 ہوئی واللہ واللہ انہیں ایذا پہنچی..... اور انصاف کیجئے تو اس کھلی مستانی  
 میں کوئی تاویل کی جگہ بھی نہیں۔“ (الکوثر الشہابیہ، ص ۳۰، ۳۱)

اس عبارت میں خان صاحب نے مندرجہ ذیل تصریحات بیان کی ہیں:

- ۱۔ یہ کہ شاہ صاحب نے حضور ﷺ کو ایسی صاف صاف بے دھڑک گالیاں دی ہیں کہ پادری اور پنڈتوں کی کتابوں میں بھی معاذ اللہ ایسی گالیاں نہیں پاؤ گے۔
- ۲۔ یہ کہ ان گالیوں کی اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ کو خبر ہوئی اور آپ ﷺ کو اس سے ایذا بھی پہنچی۔
- ۳۔ ان گالیوں میں کسی قسم کی تاویل کی بھی ضرورت نہیں۔

**قارئین کرام** خدا لگتی کہتے کہ جو نبی اکرم ﷺ کو معاذ اللہ ایسی لگائی گالیاں دیتا ہوں جو پنڈتوں نصراہیوں کی کتب میں بھی نہ ہوں جس کی جرات راجپال، سلمان رشیدی کو بھی نہ ہو اس سے بڑا بے ایمان اور کون ہو سکتا ہے؟ مگر خدا کی مارت ہو اس نام نہاد عاشق پر کہ اس سب کے باوجود بھی شاہ صاحب کو اہل ایمان تسلیم کرتا ہے۔ اب کاشف



بہارِ رضا خان کا یہ کہنا کہ ہمارے نزدیک حضور ﷺ کی ادنیٰ بے ادبی بھی کفر ہے صریح کذب بیانی نہیں تو اور کیا ہے۔

### لزوم التزام کا گورکھ دھندا

بریلوی حضرات اس کے جواب میں لزوم و التزام کی بحث پیچھڑتے ہیں کہ دراصل شاہ صاحب کو ان عقائد کے کفر یہ ہونے کا علم نہ تھا اور بعد میں توبہ کر لی تھی اس لئے ہمارے امام نے ان کی تکفیر میں احتیاط سے کام لیا۔ اس حوالے سے کافی عرصہ پہلے جہانیاں کے ایک رضا خانی کے ساتھ تحریری گفتگو ہوئی تھی جسے افادہ عام کیلئے راقم یہاں نقل کر رہا ہے۔ الحمد للہ اس تحریر نے رضا خانیوں کی اس لالچنی تاویل کی وجھیاں اڑا دی ہے۔

شہید کی کرامت دیکھئے کہ ایک طرف تو احمد رضا خان نے شاہ شہید پر ایسے گھٹیا الزامات لگائے جو شاہ شیطانی کو بھی نہ سوجھیں مگر اپنی موٹی عقل کا منہ ہرہ کرتے ہوئے ان کے ہاں جو شاہ صاحب کو مسلمان لکھ دیا۔ ابن شیر خدا حضرت مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر احمد رضا خان کی زد کی تھی میں یہ چیلنج دے دیا کہ جب تک کائنات میں کوئی ایسا لہو نہیں ایمان وغیرہ موجود ہیں احمد رضا خان اس کی اولاد اس کو ماننے والے سارے کافر ہندو اترنا ہیں۔ الحمد للہ یہ چیلنج آج تک برقرار ہے۔ تا قیامت برقرار رہے گا۔ ہونا تو یہ پابن تھا کہ یہ لوگ احمد رضا خان کا مسلمان ہونا وحلائی ہونا ثابت کرتے۔ چور کی چوری پر پردہ ڈالنے کیلئے لزوم التزام کا ایسا گورکھ دھندا ایجاد کر لیا کہ اپنے امام کی ہنسی کبھی لنگی بھی لے اڑے۔ غارت برکت کی بولیاں لزوم و التزام میں جس کے دل میں جو آیا کہہ دیا۔ اب دیکھیں اسی اور نقل نے لزوم التزام کی یہ تعریف کی کہ کفر یہ کلمات لکھ تو دے مگر یہ نہیں تھے۔ کہتا ہے کہ لزوم کفر ہے کہ ایک آدمی کفر کر لے اگر اس کو بتایا جائے کہ تو نے کفر کیا تو وہ اس پر ڈٹ گیا اور کہہ لگے کہ تو یہ التزام کفر ہے۔ اور چونکہ شاہ اسماعیل شہید کی توبہ مشہور ہو گئی تھی اس لئے احمد رضا خان نے تکفیر نہیں کی۔

پہلے: سارے زعمہ مردہ بریلوی جمع ہو کر کہیں سے یہ ثابت کر دے خود احمد رضا خان سے

کہ احمد رضا نے شاہ صاحب کی تکفیر اس لئے نہیں کی کہ احمد رضا خان کے نزدیک ان کی توبہ مشہور ہو گئی تھی۔ یہ وہ بدترین جھوٹ ہے جس کا ثبوت آج تک کوئی رضا خانی نہیں دے سکا۔ دوسرے مشہور کا دلیل لکھادی رشید یہ کافر فاضل رشید یہ ہیں آگے ہی اس کی تردید موجود ہے کہ یہ ملا عبد اللہ عقل کے امدادوں کو دیکھیں کہ ایک سائل کے صرف سوال کرنے کو انہوں نے "مشہور" کی تعریف کے ذمے میں شامل کر دیا اس لئے یہ نو مولود محقق پہلے تو مشہور کی تعریف پھر اس کی اقسام ذکر کرے اور پھر بتائے کہ کیا یہ اس کے ذمے میں آتا ہے یا نہیں۔

یہ بھی صریح جھوٹ ہے احمد رضا خان صاحب کو مسلمان نہیں مانتے امام اہل بدعت نے شاہ صاحب کو صراحۃً اہل لا الہ الا اللہ والوں میں شمار کیا ہے۔ ابو یزید ہتھارائی اس پر تشہیر ایسے ہی جعلی ہیں جیسے بقول مفتی قریشی کے دیوان محمدی پر احمد سعید کی تحریر جعلی ہے۔

نوٹ: یاد رہے کہ جو تعریف معترض نے کی ہے لازم التزام کی یہ تعریف احمد رضا خان کو مسلم ہی نہیں ان کے نزدیک لازم التزام کی تعریف کچھ اور ہے۔ جب اس کے نزدیک لازم التزام کی یہ تعریف ہی نہیں تو توبہ مشہور ہونے پر تکفیر نہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ شریف الحق امجدی کا حوالہ گزر چکا ہے کہ احمد رضا خان نے توبہ مشہور ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ اہل عبارات کے اسلامی پہلو کی وجہ سے تکفیر نہیں کی۔

اس تعریف سے علمائے دیوبند کو کافر ثابت کر کے دکھاؤ  
نام نہاد محقق کہتا ہے کہ کسی کو اس کا کفر بتایا جائے وہ اس پر ڈٹ جائے تو یہ التزام ہے اگر ڈانٹنا تو لازم ہے تکفیر نہیں کی جائے گی تو جو کفریات تم اہل سنت و دیوبند کے آئمہ اربعہ کی طرف منسوب کرتے ہو انہوں نے بجا تک دلیل اس بات کا اعلان کیا کہ ایسے گھٹیا عقیدے ہمارے حاشیہ خیال میں بھی کبھی نہیں آئے تو جناب جواب دیں یہ لازم التزام کا فرق علمائے دیوبند کی بادشاہی کہاں پہنچنے چلا جاتا ہے؟

پھر آپ کہتے ہیں کہ کیا پتہ شاہ صاحب نے توبہ کر لی ہو اس لئے تکفیر نہیں کی تو مفتی مظہر اللہ دہلوی نے علمائے دیوبند کے بارے میں یہی کہا کہ ان کی تکفیر کے متعلق سکوت اختیار کرو کیونکہ پہلو

اب وقات پانچے ہیں اور کیا ہے آخر عمر میں انہوں نے توبہ کر لی ہو۔

(فتاویٰ مظہریہ ص ۲۱۷)

توجہ طلب توبہ تو بھول آپ کے ان کی بھی ہو گئی تھی تو یہاں یہ احتیاط کیوں نہیں؟

احمد رضا خان نہیں بچتا

پھر آپ کہتے ہیں کہ معلوم نہیں شاہ صاحب نے ان عبارات سے وہی معنی مراد لئے ہوں یا نہیں اور ان کی توبہ مشہور ہو گئی تھی اس لئے تکفیر نہیں کی۔ تو فضل حق خیر آبادی اور ان کے قبیل کے کئی مولویوں کی ایک ہمدی کیسٹ نے شاہ اسماعیل شہید کی تکفیر کی تھی اور یہاں تک فتویٰ دیا کہ من شک فی کفر وہ عدا یہ فقد کفر (معاذ اللہ) (شفاعت مصطفیٰ) کیا اس بات کا ثبوت ہے کہ شاہ صاحب کو ان تمام عبارتوں کا خوب اچھی طرح علم تھا اور اس دور کے علماء کے نزدیک ان کو یہ کافر کوئی واقعہ نہیں ہوا تھا (یہ حکومہ بعد میں ایجاد ہوا) شاہ صاحب کی وقات فضل حق کی زندگی میں ہوئی مگر فضل حق نے اپنے اس فتوے سے اور اس کی تکفیر کیسٹ میں موجود کسی شخص نے رجوع نہیں کیا لہذا آپ کے اصول سے ہی معلوم ہوا کہ شاہ صاحب نے کوئی توبہ وغیرہ نہیں کی تھی لہذا احمد رضا خان پر اس کی تکفیر فرض تھی جو نہیں کی لہذا اپنے ہی اصول سے کافر مرتد ہو گیا۔

غلام اشرار

الہامی رام کہانی کو مان لیں تو فضل حق خیر آبادی نے فتویٰ دیا تھا جو شاہ صاحب کو کافر نہ کہے اور کافر تو فضل حق کے نزدیک تو کم سے کم اور اس کی جماعت میں موجود علماء کے نزدیک تو کم سے کم احمد رضا خان مرتد ولد اترنا اس کی آل اولاد و ساری ولد اترنا ہے چلوئی الحال اس کو تو مان لو کہ فضل حق کے نزدیک احمد رضا خان "قتل بعد ذلک زلیم" کی زندہ جاوید مثال ہے۔ نروم اترنا کی کہانی بھی اس کے بعد نہٹ جائے گی۔

ایک اور انداز

جسٹ فرامی نے مناظرہ چنڈی اور سیالوی نے عبارات اکابر میں شاہ صاحب کو کافر کہا اس کا مطلب ہے کہ ان کے نزدیک بھی توبہ والا معاف کی کوئی حقیقت نہیں اور احترام کفر پایا جاتا ہے

لہذا ان دونوں کے نزدیک بھی احمد رضا خان زینم ہوا اور چونکہ یہ دونوں احمد رضا خان کے ہم عقیدہ نہ رہے کہ احمد رضا خان شاہ صاحب کو مسلمان جانتا تھا اس لئے یہ نعم الدین کے لئے نہ رہا جو احمد رضا خان کا ہم عقیدہ نہ ہو وہ بھی کافر ہے (تحقیقات ص ۵) زینم بن گئے۔

پڑا بھی دل جلوں کو فلک سے کام نہیں  
جلا کر خاک نہ کر دیا تو دیوبندی نام نہیں

آپ پریشان نہ ہوں ابھی تو یہ ساری گفتگو اس پہلو سے ہے جو آپ نے لزوم التزام کی قرینگی ہے، ابھی تو احمد رضا خان اور مصطفیٰ رضا خان کی تاویلات کا پتہ دیا کیسے کھٹنا ہوتی ہے۔  
نوٹ: معترض نے بار بار شاہ اسماعیل شہیدؒ کیلئے زینم کا لفظ استعمال کیا تھا اس لئے ہے یہ گویا  
عبدالحمید کہوڑی سنو ہمیں یہ لفظ بار بار انہی پر لونا نا پڑ رہا ہے احمد رضا خانی اب ناکہ ہو رہے  
چڑھائیں۔

یہ تاویل عقل و نقل دونوں کے خلاف ہے

صراطِ مستقیم اور تقویۃ الایمان وغیرہا کوئی "عبرانی"، "سریانی"، "زبان کی تصانیف تو نہیں کہ جس کے بارے میں یہ تاویل کی جائے کہ اس میں موجود کفریات کا مرعب و مصنف کو پتہ نہیں چلا تا  
دونوں اہل علم کی زبانوں میں ہیں عبدالحی و شاہ اسماعیل اپنے وقت کے جید علماء تھے ان کے  
بارے میں یہ کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ بقول معترض اچھے بڑے بڑے کفر کے اور ان کو ظلم  
ہی نہ ہو سکا کہ یہ کفر ہے۔ حیرت ہے کہ تم جیسے جاہلوں کو تو اس میں موجود کفریات نظر آئے گا  
مصنف جیسے عالم کو پتہ ہی نہ چل سکا کہ میں معاذ اللہ کفر لکھ رہا ہوں؟

مولوی احمد رضا خان اسی صراطِ مستقیم کی عبارت کے متعلق کہتا ہے:

"مسلمانوں نے انصاف کیا ہے یا نکلے کسی اسلامی زبان و قلم سے نکلے کا ہے  
حاش اللہ پادریوں پندتوں وغیرہم کھلے کافروں مشرکوں کی کستاہیں  
دیکھو جو انہوں نے بزمِ شہداء اسلام جیسے روشن چاند پر خاک ڈالنے کو لکھی  
ہیں شاید ان میں بھی اس کی نظیر نہ پاؤ گے کہ اپنے کھلے ناپاک لفظ  
تھمارے پیارے نبی تمہارے بچے رسول اللہ کی نسبت لکھے ہوں

جگرے سے محمد رسول اللہ ﷺ کی نسبت بید حرک یہ صریح  
سب و شتم کے لفظ لکھ دئے اور روزِ آخر میں غالب قہار کے غضبِ عقیم  
و عذابِ الیم کا اصلاح دیشہ کیا مسلمانوں کو کیا ان گالیوں کی محمد رسول اللہ  
ﷺ کو اطلاع نہ ہوئی یا مطلع ہو کر اسے نہیں ایذا پہنچی ہاں ہاں واللہ  
واللہ انہیں اطلاع ہوئی واللہ واللہ انہیں ایذا پہنچی  
(الکوثر الشیخ ص ۳۰، ۳۱)

اب ایسے صریح گالیاں جو آج تک پنڈتوں، پادریوں، مشرکوں کو بھی دینے کی جرأت نہ ہوئی ایک  
اولیٰ الہی گالیاں نبی کریم ﷺ کو دینا ہے اور یہ ملعون کہتا ہے کہ میں ایسے آدمی کو کافرت کہوں کیا  
پتہ است پتہ نہ چلا ہو کیا پتہ اس نے کوئی اسلامی پہلو مراد لیا ہوا۔  
احمد رضا خان آگے خود ایک مثال دیتا ہے:

”اگر آوازِ لطیف کہے کے بھوکٹے سے مثالیہ تھی ان کا دہن شریف سوز کی قسم تھی سے ملتا تھا تو تم اسے کیا  
کہو گے؟“ (ایضاً ص ۳۳)

اب اگر میں کہوں کہ احمد رضا خان کی لطیف آواز کہتے کے بھوکٹے کی طرح تھی..... احمد رضا خان  
کی تھو تھو شریف سوز غزیر کی طرح تھی..... آپ کے اعلیٰ حضرت ونا فصل بریلوی بڑے ہی  
نہر اسے آدمی تھے..... اور کہو کہ مجھے تو پتہ ہی نہیں کہ یہ گالیاں ہیں مجھے تو کسی نے بتایا ہی نہیں  
کہ یہ گالیاں ہیں تو کیا کوئی بریلوی اس کو تسلیم کرے گا؟

اگرے گستاخوں کا کیا قصور تھا آخر؟

جب بتول احمد رضا کذاب شاہ صاحب نے پنڈتوں، ہندوؤں، مشرکوں سے بھی کھلی کھلی گالیاں  
نہا کریم ﷺ کو دی تھیں مگر پھر مسلمان اس لئے کہ شاہ صاحب کو کسی نے بتایا ہی نہیں کہ یہ کفر ہے تو  
انہیں راج پال، مسلمان، راشدی، دارلارک کے کارلونسٹ کا کیا قصور تھا؟ کیا تم میں سے کسی رضا خانی  
نے انہیں سمجھایا کہ یہ گستاخی کے زمرے میں آتا ہے؟

لہذا اس سے بڑھ کر پوچھتا ہوں کہ مسلمان تاخیر اگر پاکستان کے ایک قانون ناموس رسالت ﷺ  
کا قانون کہہ دے تو ایک شخص مشرک سرکاری ملازم اٹھ کر اسے گولی مار دیتا ہے اور تم اسے

ہیر و بنا دیتے ہو کہ دیکھو عاشق ہے گستاخ کو قتل کر دیا تو میرا سوال ہے کہ کیا تم نے مسلمان ہونے سے مل کر اسے بتایا تھا کہ یہ التزام کفر ہے؟ یہ گستاخی ہے؟ آخر مسلمان تاجر کے کس شہادہم التزام کہاں چلا جاتا ہے؟

دہلی کے سارے علماء کیا چنے بیچ رہے تھے؟  
مولوی اشرف سیالوی لکھتا ہے:

چونکہ جمعہ دہلی صاحب مولانا احمد رضا خان صاحب کے زمانے سے پہلے رحلت کر چکے تھے لہذا اس اطمینان کی کوئی صورت ہمیں تھی کہ وہ واقعی اس عبارت کی تکلفی اور اس میں مضمر مقاصد پر مطلع ہوئے اور پھر بھی اس پر مصر رہے لہذا انہوں نے ازراہ احتیاط ان کو کافرت کہا کیونکہ ان کا التزام کفر متحقق نہیں ہوا تھا۔

(مناظرہ جنگ ص ۱۰۳)

اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ پورے ہندوستان خصوصاً دہلی کے سارے علماء اس وقت چٹے بیٹے ہیں مصر و ملت تھے کسی عالم دین کسی مسلمان میں عشق رسالت ﷺ کی اتنی رقی بھی نہیں تھی کہ وہ شاہ صاحب سے مل کر بتاتا کہ حضرت یہ تو کفر ہے تو بہ کرو۔ پھر تہماری کتاب "انوار آفتاب حوائف" میں یہ جھوٹ لکھا ہوا ہے اسی سے سرقہ کر کے "دیوبندی مذہب" میں لکھا اور اسی سے سرقہ کر کے کاشف اقبال نے "دیوبندی کے بطلان کا انکشاف" میں لکھا کہ دہلی میں شاہ اسماعیل شہید سے ان عبارات و محاکمہ پر مناظرہ ہوا تھا جس میں وہ بری طرح شکست کھا گئے۔

اب یا تو تسلیم کرو کہ یہ جھوٹ ہے یا یہ تسلیم کرو کہ شاہ صاحب سے ملاقات بلکہ مناظرہ کر کے ان کی عبارات کی حقیقت ان کے سامنے کھول کر بیان کر دی گئی تھی۔ پھر تم نے خود لکھا کہ فتویٰ ایمان کے خلاف فتویوں کتب لکھی گئی فضل حق خیر آبادی نے شاہ صاحب کی ان کتابوں کا رد کیا اور شاہ صاحب کی طرف سے رجوع نہ کرنے پر ہی ان پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ تو یہ سب باتیں سچے سچے کہتا رہی ہیں کہ بقول تمہارے ان عبارتوں میں موجود کفریات علمائے دہلی نے کھول کر شاہ صاحب کے سامنے بیان کر دیے تھے مگر شاہ صاحب نے توبہ نہ کی لہذا یہ التزام کفر

جواب اور احترام کفر پر مخفی واجب جو احمد رضا خان نے نہیں کی لہذا جو کفر کو کفر نہ کہے خود کا لڑ ہے۔

ایک اور سوال

اگر آج کوئی میڈیا پروپیگنڈا کے زور پر یہ مشہور کر دے کہ مرزا قادیانی نے توبہ کر لی  
میں یا کوئی کہہ دے کہ مرزا قادیانی کی ان عبارات میں لازم کفر تھا التزام کفر نہیں اس لئے کہ مرزا  
اسلام ہی نہ تھا کہ میں کفر تک رہا ہوں تو کیا بریلوی کف لسان کرتے ہوئے مرزا امت قادیانی کو  
مسلمان کہتا ہے؟

احمد رضا خان علیٰ زینم و خرام مرزا وہ ہے

معرض شاہ صاحب کی عبارت کو درست تسلیم کرنے والوں کو حرام زادہ اور عقل بعد ذالک  
وہم کہہ رہے ہیں مگر ہم نے ثابت کر دیا کہ جو شخص پڑھ توں نصرائیوں سے بھی بڑی بڑی گولیاں  
نی کریم ﷺ کو اے معاذ اللہ اور ان گالیوں کی نی کریم ﷺ کو اطلاع بھی ہوئی اور آپ ﷺ کا دل  
بھی دکھائیے گستاخ کی باتوں میں تاویل کرنے والا اور اسے مسلمان کہنے والا اسی در حقیقت  
زینم خدام زادہ ہے اور اس دور میں حقل بعد ذالک زینم کی جتنی چاہتی تصور بریلویوں کا امام احمد  
رضا خان ہے اگر کسی رضا خانی میں ہمت ہے تو اسے حلالی ثابت کرے۔

انہی صرف اہتمام ہے

ہم نے اہل تفصیل گھنگو اس لئے کی کہ معرض نے اسے گھسا چاۓ اعتراض کیا تھا اب حقیقت معلوم  
ہوئی کہ اسی اعتراض نے تو رضا خانیوں کے امام کو گھسا دیا ابھی تو معرض نے جو لازم التزام  
کفر کی تعریف کی ہے صرف اس کا رد وہ بھی مختصر انداز میں کیا ابھی لازم التزام کی دگر تعریفوں پر  
خاموش رہا ہے اس تعریف سے احمد رضا خان کی گردن چھڑا لیں تو ان شاء اللہ ان پر بھی گفتگو  
ہو جائے گی۔

جہاں تک آپ نے احمد رضا کو گھم کر معرض کے کبرے ملائیں ہیں کہ احمد رضا خان شاہ صاحب کو  
جہاں کی طرح سمجھتا اور جہاں کی طرح توبہ کے احتمال کی وجہ سے نہیں کی اس لئے شاہ صاحب کی مخفی  
گناہوں کا وجہ سے نہیں کی۔



**جواب:** تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس مع الفارق ہے۔ بلا یح کی تکفیر اس وجہ سے نہیں کی گئی کہ خود احمد رضا خان کا جو حوالہ آپ نے نقل کیا اس میں لکھا ہے کہ جہیز سے وہ امور جن سے تکفیر کی جا سکتی تھی متواتر اثبات نہیں (مفہوما) پس جب آئمہ کے نزدیک اس سے کلمات کفریہ تواتر ثابت ہی نہیں تو اس کی تکفیر کس وجہ سے کریں؟ جبکہ شاہ صاحب کے بارے میں خود احمد رضا خان لکھتا ہے کہ: اور ان حضرات سے یہ سب کلمات کفریہ اعلیٰ درجہ تواتر پر ہیں۔

(الکوثر ص ۶۱)

پس جس شخص سے اس کے کلمات کفریہ تواتر ثابت ہوں اسے شخص اس ضعیف احتمال کی وجہ سے کہ کیا پتہ تو یہ کریں ہو مسلمان کہنا کیا معنی رکھتا ہے؟ اس طرح خود دنیا کے کسی کافر کو کافر نہیں کہا جاسکتا مثلاً میں نے پہلے بھی آپ سے سوال کیا جسے آپ قل کے منے سمجھ کر چبا گئے کہ آج اگر کوئی مرزا قادیانی کے بارے میں کہے کہ مجھے معلوم ہے کہ مرزا قادیانی نے کفر کا اس کے کفریات میں سے نزدیک تواتر ثابت ہیں اس نے ایسے ایسے گندی گالیاں نبی کریم ﷺ کو دیں کہ آج تک یہودی عیسائی مشرک بھی نہیں دے سکتا میں نے خود وہ گالیاں پڑھی ہیں مجھے یقین کی حد تک معلوم ہے کہ وہ گالیاں مرزا قادیانی نے ہی دی ہیں اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ ان گالیوں سے بعد میں قیصر مصطفیٰ ﷺ میں میرے محبوب کو دکھایا مجھے اس بات کا بھی پتہ ہے کہ پوری امت نے مرزا کی ان گستاخیوں و کفریات کی وجہ سے اس کی تکفیر کی مگر میں اسے قلعہ کافر نہیں کہوں گا کیونکہ کیا پتہ کہ مرزا کو ان کفریات کا پتہ نہ ہو اور کیا پتہ اس نے تو یہ کریں ہو چنانکہ احتمال ہے اس کے لئے میں ظن نہیں کرتا۔

تو جواب دیں کیا اس شخص کے اس قول کو آپ مان لینے کیلئے تیار ہیں؟

احمد رضا خان کا اقرار شاہ صاحب کے ارتداد پر اجماع ہے

پھر احمد رضا خان بریلوی خود لکھتا ہے: فرقہ اسمعیلیہ اور اس کے امام ناثر جام پر قطعاً یقیناً اسلام کا وجود کثیرہ کفر لازم اور بلاشبہ۔ تمام اہل فقہاء کرام و اصحاب فتویٰ اکابر و اعلام کی تصریحات واضح ہے یہ سب کے سب مرتد کافر۔ (الکوثر ص ۶۲)



تو جواب میں کہ ارتداد اور "پوری امت کا اجتماع ہو" اور جس شخص پر "تعلیقا یقیناً جزا ما" کفر لازم ہو اس کو شخص ایک احتمال کی وجہ سے اس یقین کو زائل کر کے اور پوری امت کے اجتماع سے منہ دھرتے ہوئے کافر نہ کہنا کیا خود کفر نہیں؟ کیا خرق اجتماع کرنے والا کیا

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبیین لہ الہدی ویقع غیر مسیل الحومنین نہ لہ عائنو لسی و فصل جہنم و مائتہ مصیبا

کا بعد ان نہیں؟

جواب نے نزدیک کفر کی تعریف تو یہ کی تھی کہ شاہ صاحب کو ان کلمات کفریہ کا علم نہ تھا اور توبہ کر لی اور جواب میں احمد رضا خان کا جزیرہ ایسا پیش کر رہے ہیں جس سے زیادہ سے زیادہ توبہ کا معنی نکال سکتے ہیں غریف میں فصل اول کا کیا ہے گا؟

پھر میرا یہ سوال بھی ہے کہ جتنا بڑا گھٹیا شیطان الزام احمد رضا خان نے شاہ صاحب پر لگایا اتنا بڑا الزام اس شخص نے خانے دیوبند پر نہیں لگایا اور علمائے دیوبند کے بارے میں بھی مفتی مظہر اللہ نے توبہ کا احتمال نقل کیا ہے تو یہ احتیاط اور کف لسان خانے دیوبند کی باری میں کہا چلا جاتا ہے؟ اس سوال کا جواب آپ اس لئے نہیں دے رہے کہ اس کے بعد تاویلات کی پستیاری کو خود ہی آگ لگ جائے گی۔

احمد رضا خان کے نزدیک گستاخ کی توبہ بھی قبول نہیں

احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں (ترجمہ)

"جو کسی نبی کی شان میں گستاخی کے سبب کافر ہو اس کی توبہ کسی طرح قبول نہیں اور جو اس کے عذاب یا کفر میں شک کرے خود کافر ہے"۔ (تہذیب الایمان مع حسان المکرمن ص ۷۷ سہکتہ الدینہ کراچی)

نکہہ باداے شہید زندقہ و باد

اللہ اکبر اب تک احمد رضا خان کو مسلمان و خلائی ثابت کرنے کیلئے آپ کے پاس واحد دلیل تھی کہ شاہ صاحب نے توبہ کر لی اس لئے کافر نہیں کہا اس ساری محنت پر احمد رضا خان نے یہ کہہ



کرتے ہیں گویا بقول آپ کے اگر کوئی یہ کہے کہ نماز میں ٹی کریم ﷺ کا خیال آنا یا لانا گمراہی کے قول سے بھی برا ہے معاذ اللہ یہی سے جماع سے بھی برا ہے استغفر اللہ تو بقول احمد رضا خان کے یہ عین کفر نہیں کیونکہ آپ کے نزدیک اس میں لزوم کفر ہے۔ اب آپ کی لزوم کفر کی تعریف سے احمد رضا خان دنیا کا لعنتی ترین انسان بننا ہے کہ جو اس قدر غلط عبارت کو بھی عین کفر نہیں مانتا۔ اور ہم بھی یہی ثابت کرنا چاہ رہے تھے جو آپ ہی کی لزوم کفر کی تعریف سے ثابت ہو گیا۔

کیا خوب کہ اپنا پردہ کھولے

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

اب دوسری طرف آئے آپ کے نزدیک شاہ صاحب کی عبارات میں اگر التزام کفر پایا جاتا اور پھر احمد رضا خان تکفیر نہ کرتے تو یقیناً کافر ہوتے مگر چونکہ التزام کفر نہیں اس لئے تکفیر نہیں کی۔ اور احمد رضا خان التزام کفر کی تعریف یہ کرتا ہے کہ جس میں کسی ضرورت دینی کا انکار کیا جائے۔ اب آئے دوبارہ احمد رضا خان کی طرف وہ شاہ صاحب پر یہ شیطانی الزام لگاتا ہے:

”یوں انبیاء و ائمہ و قیامت و جنت و نار و غیرہ اتمام ایمانیات کے ماننے سے صاف انکار کر دیا“

(الگو کہ یہ اٹھیا یہ ص ۱۹، ۲۰)

اب جواب دینا ”تمام ایمانیات کا انکار“ کیا تمام ضروریات دین کا انکار ہے یا نہیں؟

وہ کہے کہ آپ اپنی موردی ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہیں کہ ”تمام ایمانیات“ ضروریات دینی میں شمار نہیں تو ہم اس کا جواب پہلے ہی دے دیتے ہیں احمد رضا خان نے اس نکتہ میں شاہ صاحب پر انبیاء علیہم السلام ملائکہ جنت و نار کے کنایہ نہیں صاف انکار کا التزام لگایا ہے اور سبحان السبور میں التزام و الکفر کی مثال بیان کرتے ہوئے دو لکھتے ہیں:

”جیسے ملائکہ تالفہ تاج و کوا و جود ملک و جن و شیاطین و آسمان و نار و

جہنم و عجزات انبیاء علیہم السلام سے ان معصاتی پر کہ اعلیٰ اسلام کے

نزدیک حضور ہادی برحق صلوات اللہ و سلامہ علیہ سے متواتر ہیں انکار

کرنا۔۔۔ الخ

تو لیجئے جناب اگر کوئی ان کا انکار ان معافی میں کر دے جو نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے ضروریات دینی کا منکر کہلائے گا تو جو سرے سے انہی کا صاف الفاظ میں انکار کر دے ضروریات دینی کا انکار کیسے نہیں کرے گا؟

اب بقول آپ کے التزام کفر کے مرتکب کو کافر نہ کہنے والا کافر ہے اور چونکہ شاہ صاحب کی عبارتوں میں التزام کفر نہ تھا اس لئے کافر نہ کہا ہم نے ثابت کر دیا کہ احمد رضا نے التزام کفر کی بد تعریف کی اس کے مطابق شاہ صاحب پر التزام کفر ثابت (یہ سب باتیں محققین کے التزامات کی بنیاد پر لکھی جا رہی ہیں) تو اب التزام کفر کے بعد بھی شاہ صاحب کو کافر نہ کہنے والے احمد رضا خان خود کافر و مرتد۔ اب احمد رضا خان نے دیوبندیوں کو بدعت اور کی وجہ سے زانی و لواط کیا لہذا اسی اصول سے احمد رضا خان محفل بعد ذالک زنی حرامی اور عطفی رضا خان حساب رضا خان وغیرہا سارے حرام زادے و لواط نما۔ اسی طرح آج تک احمد رضا خان کے ان کفر کے بعد بھی جو اس کو امام یا سنیہ و سارے بھی مرتد کافر و لواطی۔

مکفیر مسلم ہی سہ جن کا مشغلہ تم دیکھنا  
عنقریب ان کا بھی اب یوم حساب آجائیگا

مقاوموں کی آہ تمہیں لے ڈولی

**اللہ اکبر** کہاں تو وہ دن کہ شاہ صاحب کو کافر کہا جا رہا ہے اور اب کہاں یہ دن کہ ستر غم نے مضمون شروع کیا تو سب سے پہلے احمد رضا خان کو مسلمان ثابت کرنے کیلئے تاویلات باطلہ کے اجراء۔ رضا خانیہ وہ دن گئے جب تم علمائے دیوبند پر بکواس کرتے اور ہم صرف جواب پانگٹھا کرتے اب ایٹ کا جواب پتھر سے دیا جائیگا۔

بریلوی شیخ الحدیث پیر محمد چشتی اور لزوم و التزام رضا خانی شیخ الحدیث اور پشاور کے مایہ ناز رضا خانی عالم پیر محمد چشتی نے بھی لزوم و التزام تحریر کی تعریف کی جو احمد رضا خان نے کی ان صاحب کی کتاب کے چند اقتباسات ملائے ہوئے۔

(۱) کیونکہ التزام کفر میں اصل کلام آپ ہی کفر ہوتا ہے جس میں کفر ثابت کرنے کیلئے کسی مذہبی دلیل و دلائل کی ضرورت نہیں ہوتی جبکہ لزوم کفر میں اصل کلام خود کفر نہیں ہوتا بلکہ مفہومی اور لفظی اور شیخ بالکفر ہوتا ہے (اصول فقہ ص ۱۹۸)

اس تعریف کی رو سے فتویٰ الایمان و صراط مستقیم کی عبارت میں خود کفر نہیں، بلکہ بالکل درست ہیں اور غلط فہمیوں کے انچر پتھر لگا کر اسے شیخ بالکفر کے ہم ذمہ دار نہیں۔

(۲) التزام کفر کا کل صرف اور صرف قسم اول ہے جن کو ضروریات دین کہا جاتا ہے (اصول فقہ ص ۱۴)

جنگ و صفائی نے کہا کہ التزام کفر یہ ہوتا ہے کہ کفر معلوم ہونے کے بعد تو یہ نہ کرو۔ اس عبارت کی رو سے اگر آج کوئی ضروریات دین کا انکار کر دے مگر اسے معلوم نہ ہو کہ یہ کفر ہے تو وہ کافر نہ ہوگا مگر ان وصافان اور پیرو چشتی کے نزدیک چونکہ التزام کفر کر لیا لہذا کافر ہو گیا اور ان دونوں کی اس تعریف سے التزام کفر کی یہ تعریف کرنے والے کہ کفر معلوم نہ ہو بھی سارے کافر ہو گئے۔

(۳) کسی مذہبی ایمان کا امت اسلام یا اس کے کسی ضروری حصہ کی تکذیب کرنے سے عبارت ہے اس کی تکذیب و انکار یا اس کے قائم مقام یقینی علامت کا اگر بنا واسطہ اور کتاب ہو تو التزام کفر کیا جاتا ہے۔ جس کے مطابق کسی شخص کو کافر و مرتد قرار دیکر اسلام سے خارج بنانے کا اور مذہب کے خصوصی احکام اس پر جاری کرنے کیلئے فتویٰ صادر کرنے کا پس منظر اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا کہ اس نے ان اقسام میں سے کسی ایک کا ارتکاب کیا ہے، اسلام کی ضد یا نقیض پر الزام لگایا ہے اور جان بوجھ کر یا انجانے میں نقیض اسلام یا ضد اسلام کو لگایا۔ (اصول فقہ ص ۱۳۰)

محققان نے کہا کہ جب جان لیا کہ کفر ہے پھر تو یہ نہ کی تو التزام کفر ہے مگر یہاں پھر چشتی کہتا ہے کہ جان بوجھ کر یا انجانے میں ہو جب بھی التزام کفر ثابت ہو جائے گا۔

التزام کفر کی ایک تعریف اور بھی ہے جس کو صریح کفر کہا گیا ہے اس تعریف کی رو سے بھی احمد و صفائی نہیں بچتا لیکن فی الحال کیلئے اتنا کافی ہے وہ تعریف ہم ان شاء اللہ اگلے مضمون میں پیش کر رہے ہیں۔

**الف اكبر!**

آج تک رضا خانی علامہ دوح ہند پر یہ الزام لگاتے رہے کہ یہ لوگوں گستاخوں کا دفاع کرنے لگا۔ انہیں کافر کہیں کہتے انہیں مسلمان جانتے ہیں مگر آج رضا خانیوں کو وہ دن دیکھنا پڑا کہ جس شخص کے بارے میں انہوں نے خود کہا کہ اس آدمی نے نبی کریم ﷺ کو ایسی غلطی پھیلانی ہے جس سے وہی جو کسی یہودی عیسائی مشرک نے بھی نہیں دیں ہوں گی۔ ایسے شخص کو کافر قرار دینا پسند ہے۔ پورا ایشیائی چوٹی کا زور صرف کر رہے ہیں اور سہارا تو وہ اس پر لگا رہے ہیں کہ کسی طرح اس شخص کا دامن ان گالیوں سے پاک کروایا جائے واد شہید داد تیر و دشمن ہی تیرا وعدہ معاف گو اور۔

ایک اور حوالہ

جب بقول تمہارے شاہ نے توبہ کرنی تھی تو آج ان اقوال کو قطعاً یقیناً شاہ صاحب کی طرف منسوب کر کے ان کو گالیاں دینا کہاں کا انصاف ہے؟ مسدیت میں تو یہ القالب عن القالب کہیں لا ذنب لہ عزیزاً سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام سے پہلے نبی کریم ﷺ کی جان کے در پے تھے تو کیا اب یہ کہا کھل ہوئی اُٹھائی نہ ہوگی کہ عمر فاروق تو وہی ہیں جو نبی کریم ﷺ کے جان کے دشمن تھے۔ عواذ اللہ۔ توبہ توبہ کرنی پھر بھی ان کفریات کو اس کی طرف منسوب کرنا کیا کھلی ہوئی اُٹھائی نہیں؟

## بريطوی اصول

احمد رضا خان کو مسلمان ثابت کرنے کیلئے رضا خانی مظلوم بن کر کہتا ہے کہ وہ بھائی کہنے لگا کہ  
 شکم اپنے کام کی مراد خود سمجھتا ہے اس لئے اس کی تشریح مقبول ہوگی۔ جناب کہ یہ اصول آپ  
 کے علماء نے بھی لکھا ہے احمد رضا خان کہتا ہے تصنیف و مصلحت نیکو کنند بیان  
 (کلیات مکاتب رضا) اور اشرف سہاوی لکھتا ہے :

”اپنے عقیدہ کی تشریح کا حق متعلقہ فریق کو ہوتا ہے اور اس فریق الٹا کے متعلق قطعاً یہ نہیں کہا کہ یہ تمہارا عقیدہ ہے اور یہ امر غم نے ثابت کرنا ہے۔“

(تجوید اور انصاف میں)



ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى ويتبع غير مسيل المؤمنين فله ما كوا لسا  
لفضلہ جہنم و سالت مقصرا

کا مصداق نہیں؟ پھر ہمارا یہ بھی سوال ہے کہ احمد رضا خان دومروں کو غیر مقلد و ہابی کہیں اور  
ہتے بڑے المذہب غیر مقلد و ہابی خود پرست کہ جمہور فقہاء کرام و اصحاب فتاویٰ اکابر و اہل اسلام  
باجراغ جن کو مرتد و کافر جزا قطعاً ٹھہرائیں اور جو تکفیر نہ کریں اس کو کافر کہیں یہ لامذہب غیر مقلد  
خفیہ و ہابی عبد الہوی سب کے خلاف اپنی رائے پیش کرے کہ "میرے نزدیک وہ مذہب اور  
مرضی و مختار ہے جو اجراغ کے مخالف نہ ہو فقہاء و اصحاب فتویٰ کی جزم کے قطع کے خلاف"۔ یہ  
کہو تم ہو کون؟ کس کھیت کے پھولے ہو؟ تمہیں پوچھتا کون ہے؟ فتویٰ میں صاحب مذہب امام  
صاحب امام آل احمد ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یا ان کے تلامذہ یا دیگر اصحاب فتاویٰ کا فتویٰ قسطنطین  
چاہے قناد اپنی رائے کیا مقلد فتویٰ اسی طرح دیا کرتے تھے؟

یہ عمرہ ہشتی لکھتا ہے:

"سن جملہ ان میں سے یہ کہ التزام کفر کرنے والے شخص کو کافر کہنا اس کے کفر کا  
فتویٰ دینا اس کے ساتھ غیر مسلموں والا معاملہ کرنے کے واجب ہونے پر تمام  
اہل اسلام کا اتفاق و اجماع ہے جس میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں اختلاف لازم  
کفر کے کہ ان احکام کو اس پر لاگو کرنے کا قول چند علماء احناف کے مواکیب اور  
نے نہیں کیا۔"

(اصول تکفیر ص ۳۰)

پس جب شاہ صاحب کی تکفیر پر بقول تمہارے امام کے پوری امت کا اجماع ہے تو یقیناً شاہ  
صاحب نے التزام کفر ہی کیا ہو گا ورنہ جواب دو کہ پوری امت چند علماء احناف کے مبرا قول  
پر کیسے متفق ہو گئی؟ نیز لزوم کفر جسے تم کفر فقہی سے بھی تعبیر کر رہے ہو اس میں کسی پر کفر کا فتویٰ لگا  
تو شخص چند علماء احناف سے منقول ہے التزام کفر پر تکفیر کرنے پر پوری امت کا اجماع ہے انا  
میں کسی کا اختلاف نہیں پس اس صورت میں فقہی و کلامی کفر کی تقسیم ہی تمہارے اس اصول کی  
روشنی میں باطل ہوئی کیونکہ جس کفر پر تکفیر ہوتی ہے اس پر فقہاء و متکلمین دونوں مجتمع ہیں مابعد



تقریر بقول تمہارے شاہ صاحب میں پایا گیا۔

چند مولوی احمد رضا خان لکھتا ہے:

یہ شریف و بزرگ یہ دور و غرور و فتادی خیر یہ وغیرہا میں ہے:

اجمع المسلمون ان شاتمہ علیہ السلام ومن شک فی عداہو

مکفر و مکفر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان

اقدس میں کشتافی کرے وہ کافر ہے اور جو اس کے معذیب یا کامنہ

ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے (تمہید ایمان ص ۸۳)

یہی جب تم بھی مانتے ہو کہ شاہ صاحب نے معاذ اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں مزی مزی گالیاں

دی ہیں تو شاہ صاحب کے کفر پر اجماع ہوا تو فقہاء و حکمیین کی تفریق کا کیا معنی؟ احمد رضا خان

کہتا ہے کہ شاہ صاحب کی تکفیر نہ کرنا ہی صواب ہے گویا تکفیر کرنا خطا ہے اب جو پوری امت کو خطا

پرانے اجماع کا نہ صرف انکار کرے بلکہ اس اجماع کو خطا پر مانتے تو وہ خود کیا ہے؟

بالہذا مزید لکھتا ہے:

"لا خلاف فی کلمۃ المخالف فی ضروریات الاسلام و ان کان

من اهل القبلة الموعود علی الطاعات کما فی

شرح التحرير یعنی ضروریات اسلام میں سے کسی چیز میں اختلاف

کرنے والا بالاجماع کافر ہے اگرچہ اہل قبلہ سے ہو اور عمر بھر طاعات

میں بسر کرے جیسا کہ شرح تحریر امام ابن ہمام میں فرمایا۔" (تمہید

ایمان ص ۱۸۵) یہ قور یہ رضویہ و کنوویہ مارکیٹ مکھڑ

ادبیات مائیں میں ثابت کی جا چکی ہے کہ شاہ صاحب نے بقول رضا خانیوں کے ضروریات

الہی کا انکار کیا ہے جو التزام کفر ہے اور احمد رضا خان نے لکھ دیا کہ جو ضروریات دین کا انکار

کے امت کے کفر پر پوری امت کا اجماع ہے لہذا تکفیر کا الی و فقہی کی تفریق ہی شاہ صاحب

کے اختلاف باطل ہے۔

## تکفیر کلامی و تکفیر فقہی کسی کہتے ہیں

آل قاریون احمد رضا خان بریلوی کے نزدیک تکفیر کلامی کی تعریف  
موصول لکھتے ہیں:

”المراد بالمراد بغير التمس من بحسب الشرع في حق من قال في حق من  
آباد میں چھپا اس میں منکر + پر تھما ہم اس باب میں قول منکر  
اختیار کرتے ہیں ان میں سے جو کسی ضروری دین کا منکر نہیں نہ ضروری  
دین کے کسی منکر کو مسلمان کہتا ہے اسے کافر نہیں کہتے۔“

(تمہید ایمان ص ۵۳، ۵۴)

لہٰذا احمد رضا خان نے خود ”تکفیر کلامی“ کی تعریف کر دی کہ تکفیر کلامی اسے کہتے ہیں کہ منکر میں  
ضروریات دین کا انکار کیا جائے اور ہم ماقبل میں ثابت کر آئیں کہ رضا خانوں کے نزدیک تمام  
صاحب نے معاذ اللہ ضروریات دین کا انکار کیا لہٰذا شاہ صاحب منکر میں کے نزدیک بھی کافر  
ہوئے معاذ اللہ اب ان کو کافر نہ کہہ کر احمد رضا خان خود کافر ہو گیا۔ ایک اور جگہ علم کلام کی کتاب کا  
حوالے سے لکھتے ہیں:

”شرح فقہ اکبر میں ہے:

”فی المواقف لا يَكْفُر اهل القبلة الا فيما فيه انكار ما علم  
مجيب بالضرورة و هو الجميع عليه كما استحلل العصر مانت  
بمعنى: واقف میں ہے کہ اہل قبلہ کو کافر نہ کہا جائے گا مگر جب  
ضروریات دین یا ایمانی باتوں سے کسی بات کا انکار کریں جیسے حرام کو  
حلال جاننا۔“ (تمہید ایمان ص ۳۸، ۳۹)

شرح مواقف و فقہ اکبر دونوں علم کلام کی کتابیں ہیں اس بھی معلوم ہو گیا کہ منکر میں ”ضروریات  
دین“ کا انکار کرنے پر تکفیر کرتے ہیں اور ماقبل میں واضح کر دیا گیا کہ بقول احمد رضا خان لہٰذا  
صاحب نے معاذ اللہ تمام ضروریات دین کا انکار کیا۔ اس پر بھی خود کریں کہ اس حوالے میں  
”اشاع امت“ کا انکار کرنے والے کو بھی منکر میں کے نزدیک کافر نہ کہا جائے اور رضا خانوں کے

نزدیک شاہ صاحب کی تحفیر پر معاف اللہ پوری امت کا اجماع ہوا ہے اور احمد رضا خان اس اجماع کے منکر و نکر ہیں لہذا اس صورت میں بھی احمد رضا خان پر کفر کلامی لازم ہوا۔

### شہید احمد رضا خان

رضا خان! اس پہلے کہہ چکا ہوں اولیاء اللہ امت پر تمہاری بکواس اور تحفیر نے ہی تمہیں آج ذلت و رسوائی کے یہ دن دکھائے ہیں تم ایڑی بچتی کا زور لگا لو خدا کی قسم احمد رضا خان کافر ہے۔۔۔ کافر ہے۔۔۔ کافر ہے۔ کوئی مائی کا لعل رضا خانی اسے مسلمان حلالی ثابت نہیں کر سکتا تم جہستی بد نہیں کر لو اپنے ہی امام کی رسوائی کا سامان کرو گے

جیب خشک میں آیا ہے سینے والا جیب و داماں کا جو یہ ٹانگہ تو وہ اور حزام جو وہ ٹانگہ تو یہ دھڑا

### مصلیٰ رضا خان کے نزدیک تحفیر کلامی کی تعریف

”محمیل دہلوی کے متعلق ایک شیعہ کا زال: یہاں وہاں یہ خطبہ دھوکا دیتے ہیں کہ جب تکلیفیں تو ہیں نشان رسالت کفر ہے تو محمیل نے بھی کی ہے وجہ کیا ہے کہ شریعی و غیرہ ایسے کافر ہوں کہ ان کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر اور اسماعیل ایسا نہ ہو مگر مسلمانوں کو مشیہ ہوں یہاں ضیاع کا حلت دھوکا ہے اصل یہ ہے کہ اسماعیل اور حال کے دباہ کے اقوال میں فرق ہے ہم اہل سنت و جماعت کا کلمہ سب یہ ہے کہ جب تک کسی قول میں تاویل کی گنجائش ہوگی تفسیر سے زبان روکی جائے گی کہ ممکن ہے اس نے اس قول سے یہی مراد لئے ہوں۔ شرح نقباء میں فرمایا ہاں جب قول ایسا ہو کہ اس میں اصلاً تاویل کی گنجائش نہ ہو تو تحفیر کی جائے گی تو اس قول کے قائل کو جس میں تاویل کی گنجائش ہے اگر کوئی کافر کہے تو ہم منع نہیں کرتے کہ وہ مصلیٰ ظاہر کے اعتبار سے ٹھیک کہہ رہا ہے اور اس کی خود تحفیر نہیں کرتے کہ اصلاً وہ اس میں ہے اور اس دوسری صورت کے قائل کی تحفیر ضرور ہے کہ اس میں جب اصلاً تاویل نہیں تو تحفیر سے زبان رو سکتے کا حاصل خود کفر اور ظفران ہے ان کے اس بیہودہ اعتراض اور دلیل دھوکے کا جواب اتنا

کاٹی ہے کہ ایک قول پر فقہاء مختلف فرماتے ہیں اور متکلمین نہیں کرے  
ان خطباء کے اقوال بدتر از احوال (یعنی یہ شباب سے بدتر  
اقوال) ایسے ہیں جن میں نام کی بھی گنجائش نہیں بلکہ ان کیلئے یہ عجم ہے  
کہ جن کے کلمے میں شک کرے وہ خود کا فر ہے  
(ملفوظات تخریف شدہ ص ۷۲، انکشہ المدینہ کراچی)

اب تک قارئین نے خوب اندازہ لگایا ہوگا کہ مسلمانوں کو جو کچھ ہم نہیں بلکہ مصلفی رضا خان اور  
اس قبیل کے خطباء دیتے آرہے ہیں ہم تو ان کی اس بے ہودہ تاویل اور دلیل و حصر کے کاروانِ کفر  
کے مسلمات سے کر رہے ہیں۔

**تجزیہ:** مصلفی رضا خان کی اپنے ابا جان کے افغان میں کی گئی اس جاویل سے معلوم ہوا کہ  
متکلمین کے نزدیک اگر کسی قول میں گنجائش ہو تو تکفیر جیسے کی جاتی جبکہ فقہاء کر رہے ہیں کہ  
آگے شرح فقہاء کا حوالہ دیا۔ اب آئے پہلے شرح فقہاء کی وہ عبارت ملاحظہ فرماتے ہیں جو  
کی طرف موصوف اشارہ کر رہے ہیں۔

والذکر وان المستلة المتعلقة بالكفر اذا تكسب اليقين  
لشك ان احتمالاً للكفر واحتمالاً في نفيه كان الاوّل  
للمنفی والقاضی ان یعمل بالاحتمال السابق لان الخطاء فی  
ابقاء الف کافراً هو من الخطاء فی اثناء مسلم واحد

(شرح فقہاء اکبر ص ۳۳۵، ۳۳۶ اور عبارت کے بعد)

پوری رضا خانیت سے ایک پار پھر ہمارا وہی سوال

ما قبل میں شریف الحق امجدی کے حوالے سے ہم نقل کر آئے ہیں کہ احمد رضا خان نے تکفیر کی  
نہیں کی کہ ان کلمات میں احمد رضا خان کو اسلامی پہلو نظر آیا۔ یہی بات اب مصلفی رضا خان نے  
کی ہے۔ اب ہم پوری دیکھتے ہیں کہ احمد رضا خانیت کو چیلنج کرتے ہیں کہ اسلام کا وہ پہلو جو ان عبادت  
میں احمد رضا خان کو نظر آیا بیان کریں۔ اور جب احمد رضا خان نے لکھ دیا کہ اگر ۹۹ کفر ہوں ایک  
احتمال اسلام کا ہو تو مسلمان ہی کہیں گے عبارت کو اسی اسلامی معنی پر محمول کریں گے لا مصلفی

نہیں دیاں اتوا اپنے اعلیٰ حضرت کی نمک حلائی کرتے ہوئے آج کے نو مولو اس اسلامی پہلو کو لے کر حضرت شاد صاحب کو مسلمان ماننے کیلئے تیار کیوں نہیں؟

رضا خانیوں کے بقول شاد صاحب کی عبارات میں تاویل کی گنجائش نہیں  
آل قارون احمد رضا خان لکھتا ہے:

اور افعال کیجئے تو اس کھلی گستاخی میں کوئی تاویل کی جگہ نہیں (الکوہۃ الشہابیہ ص ۳۲ مطبوعہ مراد آباد)

اس نے کس جگہ سے محمد رسول اللہ ﷺ کی نسبت ہے وہ مرکب یہ صریح سب و شتم کے لفظ لکھ  
اے (ایضاً ص ۳۰)

لیجئے یہاں تو خان صاحب نے بالکل یہ تاویل ہی کی تھی فرمادی تھی اس کلام میں بجز کھلی گستاخی اور  
اشتم دہی اور گالی کے کوئی قریب و بعید تاویل ہو ہی نہیں سکتی اس بنا پر یہ کلام صریح متعین ہوا  
کہ جس کے کفر ہونے میں بقول تمہارے فقہاء و متکلمین دونوں متفق ہیں۔

الاف سیدی لکھتا ہے: "ان میں تاویل کی گنجائش نہیں مطلقاً وہ صریح کفر ہیں" (گستاخ کون ص ۱۲۳)

علفی رضا خان کا یہی دونا تھا کہ کلام میں تاویل موجود ہے لیجئے جب صریح کفر ہیں تاویل کی  
کوئی گنجائش ہی نہیں تو متکلمین کے مذہب پر بخفی لازم تھی جو نہیں کی لہذا اب بریلوی اگر احمد  
رضاقان کے کفر میں کف لسان یا سکوت بھی کریں تو من شک ہی کفر ہو و عذابہ فقد کفر  
کے ذمے میں آئیں گے۔

صریح اور بے محمد چشتی

کلام صریح اور تاویل کی گنجائش نہیں ملتی جیسے الفاظ کے بارے میں آپ کا شیخ الحدیث کیا کہتا ہے  
ان کی ملاحظہ فرمائیں:

"جہاں پر صراحۃً کفر ہو وہ تاویل کا محل ہی نہیں ہوتا اس لئے کلام صریح  
اپنے معنی و مقصود پر واضح دلالت کرنے کی وجہ سے قرینہ و دلیل کا محتاج نہیں

ہوتا اور اپنے معنی مدلول کے سوا کسی اور کا احتمال ہی نہیں رکھتا اور پھر مسئلہ تاویل  
یوں ہے کہ مقصد ہی کیا؟ (اصول تکفیر ص ۱۳۳)  
پیر صاحب صریح کی تشریف لکھنے کے بعد تبصرہ کرتے ہیں:

”صریح کا یہ مفہوم اور التزام کفر کی مذکورہ قسموں پر بدرجہ اتم مطبق ہونے کی  
بہر پران میں سے کوئی قسم ایسی نہیں کہ تاویل اور محتاج حیت و دلیل ہو یا  
اپنے مفہوم و مدلول کے سوا کسی اور مفہوم کا احتمال رکھتی ہو کسی کلام کا کُل تاویل  
ہونے یا نہ ہونے کے حوالے سے ظلم کلام کے علاوہ کتب قادی میں بھی کچھ  
لکھا ہوا موجود ہے۔“

(اصول تکفیر ص ۱۳۳)

معلوم ہوا کہ صریح کلام، تاویل میں کلام کی کوئی گنجائش نہیں، جیسے الفاظ مستعمل ہی التزام کفر کیلئے  
ہوتے ہیں۔ پیر چشتی کی اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کلام میں تاویل کی گنجائش نہیں  
تاویل کا کُل ہی نہیں صریح کا بھی مفہوم علم کلام ہی کا ہے اس کے علاوہ فقہاء بھی صریح سے کلام  
مطلب لیتے ہیں تو اب معلوم ہو کہ شاد صاحب کی عبارتوں میں تاویل بعید یا قریب کی کوئی  
گنجائش نہیں وہ بالکل صریح ہیں متکلمین ہی کے مذہب پر کہا گیا، خاص کر جبکہ احمد رضا صاحب ان کا  
مذہب بقول رضا خانیوں کے تکفیر کے معاملے میں تھا اسی متکلمین کا نتیجہ یہ نکلا کہ متکلمین کے  
مذہب میں بھی ان عبارتوں میں تاویل کی کوئی گنجائش نہ تھی تکفیر لازم تھی جو نہ کی لہذا احمد رضا خان  
اپنے ہی فتووں سے جہنم داخل ہوا۔

مولوی احمد رضا خان لکھتا ہے:

”مستحق شتان سید انبیاء و عیسا و محمد و آلہ السلام میں صاف صریح تاویل  
تاویل و توجیہ ہوا اور پھر بھی حکم کفر نہ ہوا اب تو اسے کفر نہ کہنا کفر کو اسام  
ماننا ہوگا اور جو کفر کو اسام مانے خود کافر ہے۔“ (تہذیب ایمان ص ۳۶)

علیٰ راہ سعیدنی لکھتا ہے کہ متکلمین کے نزدیک کوئی تاویل ضعیف جس کی تعبیر اس نے نزدیک  
میں تاویل قاسد سے کی ہو جو وہ تو تکفیر جس کرتے حالانکہ تاویل قاسد خود کفر ہے۔ احمد سعید کاظمی  
رضا خانی لکھتا ہے:

”اسلامان کے کلام میں تناؤ سے وجود کفر کا صرف احتمال ہو کفر صریح نہ ہو لیکن  
یہ کلام مفہوم تو ایسا میں صریح ہو اس میں کسی وجہ کو ملحوظ رکھ کر تاویل کرنا جائز نہیں  
اس لئے کہ لفظ صریح میں تاویل نہیں ہو سکتی۔“ (الحق المبین ص ۲۷)

نصیر اللہ بن جلالی لکھتا ہے:

”ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ صریح و دلالت الفاظ جو بے ادبی و  
تکلفی پر دلالت کریں ان کا عمدا اور بلا جبر و اکراہ بارگاہ نبوی مسبین  
احتمال یا وجود پر معلوم ہونے کے کہ یہ الفاظ قرین و تحقیق پر دال ہیں  
کفر ہے ان میں تو یہ و تاویل کا کوئی جواز نہیں اور اس میں مراد شک نہ  
ہونے والا قدر قابل قبول نہیں ہے۔“

(عبارات اکابر کا تحقیقی و تحقیقی جائزہ، ص ۲۵)

پہلی وجہ تو دانتے ہو کہ صریح میں سرے سے تاویل کا احتمال ہی نہیں خواہ قریب ہو یا بعید تو یہ کہنا  
کر شاہ صاحب کی عبارت میں تاویل بعید کا احتمال ہے نری جہالت و منافقت نہیں۔ پھر جب ہم  
پہنچے کہ اچھا چلو تاویل تھی تو کونسی تھی کونسا اسلامی معنی تھا جو ان عبارات میں خاص جس کی وجہ سے  
تو رسل اللہ نے تکفیر نہیں کی تو وہ معنی بھی نہیں بتاتے یہ منافقت آخر کب تک؟

ہم کہتے ہیں کہ ظلیل رانا سعیدی صاحب اپنا طلحی رعب ڈالنے کیلئے الموت الاحمر سے نقل سارے  
ہوئے کہیں کہ صریح دو قسم پر ہے ایک صریح متبیین ایک صریح متعین صراط مستقیم میں صریح متبیین  
تو ہے مگر صریح متعین نہیں تو سعیدی صاحب نے خود یہ کہہ کر:

مصنف نے اپنا مسئلہ یہ ان کرنے کے بعد پھر اس مسئلہ کی توجیہ جان کی تو خیال آں (شیخ کا  
خیال اگے الفاظ ہوئے جس سے صرف ہمت بسوئے شیخ کے الفاظ کی مراد اس کی اپنی زبان سے  
نہا نا ہوئی کہ ہمت سے یہاں خیال مراد ہے مصنف کی مراد یہاں (ہمت بسوئے شیخ) سے (شیخ  
کا خیال) اندک بگھا اور۔۔۔ داخلی شہادت کے بعد خارجی حوالوں کی ضرورت ہے اور نہ داخلی  
شہادت ورنہ کے ہوتے ہوئے زیر بحث مقام کی مراد متعین کر سکتے ہیں۔

اولی سعیدی نے خود اقرار کر لیا کہ شاہ صاحب کی عبارت صریح متعین ہے انہوں نے اپنے معنی  
مطلب کے ہم کائنات کی وہ بدترین گالی سمجھتے ہیں جسے آج تک کسی چٹڑی نے بھی نہیں کر لیا

کو نہ دی ہوگی، معاذ اللہ خود مراد لئے ہیں۔ لہذا یہ عبارت صریح متعین و متعین دونوں کو شامل ہے۔ لہذا آخری جملے کا سہارا بھی گیا۔ یہاں بطور التزام ہم یہ بھی کہنا چاہیں گے کہ تم علماء و محدثین کی جن عبارتوں پر اعتراض کرتے ہو ان کے متعلق دو چھ جملے کر کہہ چکے ہیں کہ ہماری مراد یہ نہیں تھا تو یہ صریح متعین والی تاویل علمائے دیوبند کی باری میں کہاں گھاس چرنے چلی جاتی ہے؟

تکفیر فقہی و کلامی کی تعریف حنیف قریشی اینڈ پارٹی کے نزدیک۔

”وہ اصل تکفیر و طرح کی ہے تکفیر فقہی اور تکفیر کلامی بہت ساری باتیں ایسی ہوتی ہیں جن سے کفر لازم آتا ہے فقہاء کرام کفر کے لازم آنے پر قائل پر علم تکفیر صادر کرتے ہوئے اس کی تکفیر کرو جتے ہیں یہ ”تکفیر فقہی“ کہلاتی ہے اور علم کلام میں لزوم پر تکفیر نہیں کی جاتی بلکہ التزام پر کی جاتی ہے اس کو ”تکفیر کلامی“ کہتے ہیں اعلیٰ حضرت کا امام الاولیاء یہ شاہ اسماعیل دیوبلی کی تکفیر نہ فرماتا فقہی حوالے سے نہ صحت بلکہ کلامی تھا۔ اس لئے کہ متکلمین کے نزدیک لزوم و التزام کا فرق کیا جاتا ہے یعنی متکلمین کے نزدیک لزوم کفر کفر نہیں بلکہ التزام کفر کفر ہے۔“

(گستاخ کون میں ۱۱۹)

اس تعریف سے معلوم ہوا کہ تکفیر فقہی لزوم کفر کو کہتے ہیں اور تکفیر کلامی التزام کفر کو کہتے ہیں اور دونوں پر سیر حاصل گفتگو ہم ماقبل میں کر چکے ہیں کہ رضا خانیوں کے مسلمات کی رو سے شاہ صاحب پر لزوم کفر و التزام کفر دونوں ثابت ہے اور احمد رضا خان تکفیر نہ کر کے خود کافر ہو گیا۔

اس تعریف کی رو سے شاہ صاحب کی عبارات کفر نہیں

”حنیف قریشی اینڈ کو“ لکھتے ہیں: متکلمین کے نزدیک لزوم کفر کفر نہیں بلکہ التزام کفر ہے۔ ۱۱۱ رضا خانی کہتے ہیں کہ احمد رضا خان کے ہاں شاہ صاحب کی عبارات میں لزوم کفر نہ تھا ۱۱۲ رضا خانیوں نے تسلیم کر لیا کہ لزوم کفر متکلمین کے نزدیک کفر نہیں ہوتا اور یہ بھی تسلیم کر لیا کہ احمد رضا خان کا مسلک تکفیر کے بارے میں متکلمین کا تھا تو اس سب سے معلوم ہوا کہ شاہ صاحب کی عبارات میں سے کوئی بھی چیز کفر نہیں کیونکہ لزوم کفر کو متکلمین کفر نہیں کہتے۔ ۱۱۳ شاہ و احمد رضا



میری صاحب آپ نے تو تیمور رضا خانی سے بھی زیادہ اہم و رضا خان کی بیٹی پیدا کر دی۔

کمالی اور فقہی کفر میں بھلا کیا فرق ہے؟

دعا خانیوں نے کلامی تحفہ کیلئے یہ کلیہ ذکر کیا کہ اگر خاتون نے احتمال کفر کے ہوں ایک احتمال اسلام  
کا تو اسلام کے پہلو کو سامنے رکھ کر تحفہ نہیں کی جائے گی۔ تو یہی بات تو قوتاً بھی کہتے ہیں پسند  
والے ان صاحب دعا خاں کی کتاب سے ملاحظہ فرمائیں :

”ہم نے فقہاء کرام نے یہ فرمایا ہے کہ جس مسلمان سے کوئی لفظ یا باسار ہو جس میں وہ پہلو نکل نکلیں ان میں جانوے پہلو فقر کی طرف چاہئے ہوں اور ایک اسلام کی طرف تو جب تک ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے جس کوئی پہلو فقر کا مراد رکھا ہے ہم اسے کفر نہ کہیں گے کہ اگر ایک پہلو اس امر کا بھی تو ہے کیا معلوم شاید اس نے ممکن پہلو مراد رکھا ہو اور ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ اگر واقع میں اس کی مراد کوئی پہلوئے فقر ہے تو ہماری تاویل ہے اسے فائدہ نہ ہوگا وہ عند اللہ کا فرق ہوگا۔۔۔۔۔

شرح فقہاء کبریٰ ہے

وقد ذكرنا ان المسئلة المتعلقة بالكفر اذا كان فيها شبهة و  
تسعون احتمالا للكفر واحتمال واحد في نفيه كان الاول  
شكفي والقاضي ان يعمل بالاحتمال الثاني لان الخطاء على  
انفاء الشك كافر اذن من الخطاء على انفاء مسلم واحد.

قوله في الرد على الخوارج ومحمد بن قيس بن عمار بن ميمون  
إذا كانت في المسئلة وجوه من جيب التكفير وهو جد واحد يمنع  
التكفير فعلى المقتضى والتقاضى أن يميل إلى ذلك الوجه ولا  
يلتزم بكفره تحسباً للظن بالمستلزم إن كانت إحدى الفئتين  
المرحومة الذي يمنع التكفير فهو مسلم وإن لم يكن لا يقع جعل  
المقتضى كلامه على وجه لا ير جب التكفير

انکا طرح نمادی از اندیشه و بحر الهام و تفکر و محققان و اندیشمندان و فیلسوفان

ہے۔ تا تاخیر و بحر اسل الحسام و تنبیہ الی قولہ غیر یہاں ہے  
لا یکنہ بالمتحمل لان الکفر لہذا فی العظوبۃ فیستدعی لہذا  
فی الجبایۃ و مع الاحتمال لا یجایز  
بحر الرأی و تنویر البصار و حدیثہ علیہ و تنبیہ الی قولہ اسل الحسام و غیر ہا  
میں ہے  
والذی تحریرہ اند لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علی  
معامل حسن

(تمہید ایمان ص ۳۷۳)

اب جب فقہاء و متکلمین دونوں ہی اس حد و وجہ احتیاط پر ہیں ایک بھی کہہ رہا ہے کہ جب تک  
ایک بھی احتمال ہوگا ہم تکفیر نہیں کریں گے دوسرا بھی یہی کہہ رہا ہے تو آخر ان دونوں کے اور میں  
فتوائے فقیر میں "امولی اشکاف" کس بنیاد پر ہوا؟ احمد رضا خان نے یہ جتنی کتب پیش کی ہیں یہ  
فقہاء کی ہیں یا متکلمین کی؟ پس یہ عبارات جن سے بوضاحت یہ ثابت ہو گیا کہ فقہاء و علمائے اہل  
دین فرماتے ہیں جو متکلمین فرماتے ہیں۔ پھر بقول تمہارے اشکاف کیا ہے؟ مسلمان کے کلام  
میں جب ادنیٰ سے ادنیٰ اور ضعیف سے ضعیف احتمال بھی فقہاء کے نزدیک حکم کفر کی اجازت نہیں  
دیتا تو اس کے بعد احتیاط کا کون سا مرتبہ ہے جس کو خان صاحب اور ان کے اتباع متکلمین کی  
طرف مقرب کرتے ہیں۔ مولوی احمد رضا خان ان حوالوں کے بعد لکھتا ہے:

"محققین فقہاء اس قائل کو کافر نہ کہیں گے کہ اگرچہ اس کی بات کے  
اکیس پہلو ہیں میں میں کفر ہیں مگر ایک اسلام کا بھی ہے احتیاط و تسہل  
عین کے سبب اس کا حکام اسی پہلو پر حمل کریں گے۔"

(تمہید ایمان ص ۳۷)

لو جی جس احتیاط و تسہل ظن کو متکلمین کا طرہ و احتیاط کہا چاہا تھا وہی احتیاط فقہاء کے ہاں بھی ہے۔  
تو اب بتاؤ تمہاری انہی عبارتوں کے بعد ان دونوں کے مسلک و مذہب میں آخر فرق کیا ہوا؟

احتمالِ احمق و ضعیف کا اعتبار تو فقہاء بھی کرتے ہیں  
مابقی رہا حنفی حنفیوں کا خیال کیا ہے:

”ہر چند کے بجائے خود یہ مسئلہ نہایت صحیح و مسلم اور درختار و شاخیں بدور  
غیر و غیرہ کتب معتبرہ میں صریح ہے کہ حتی الامکان مسلمان پر کفر کفر نہ  
کیا جائے یہاں تک کہ کفر کفر کے وجہ اگر متعدد ہوں اور عدم تکفیر کی  
صرف ایک ہی وجہ اور وہ بھی روایت ضعیف تب بھی قسطنطین کی وجہ کی  
بیماری عدم تکفیر کرنا چاہئے لیکن یہ اس وقت ہے کہ قائل کا کام کفر اور  
عدم کفر میں قتل ہوا اور دلول کفر میں صریح اور نفس نہ ہو اس وجہ سے کہ  
قول صریح میں تاویل کی گنجائش نہیں

کما فی الشفاء النازل فی صراح لا یقبل صریح میں تاویل غیر  
مقبول ہے

و نسیم الریاض ولا یصلحت لمثلہ ویعدھذا صریحاً لفظاً لا میں  
کسی طرح کی تاویل غیر مقبول ہے

و شرح الشفاء للعلامة الفقاری جو مرصود عند قواعدا الشریعة  
قانون شرع کے اعتبار سے صریح لفظ میں تاویل مرذور ہے۔

(نزدای مخطوطہ میں ۶۲۵ برکاتی جلی شراذ کر ہتی)

اگر جب ”احتمالِ ضعیف و احمق“ جس کو قلم متکلمین کے ذمہ لگا کر احمد رضا خان کو بیچارہ چاہتے ہو  
ان کا اعتبار فقہاء بھی کرتے ہیں لہذا اب تکفیر خود فقہاء کے مذہب پر ہو گا متکلمین کے مذہب  
بہر صورت احمد رضا پر لازم تھی چونکہ یہ نیز آئے لیکن استبداد کے یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ  
احتمالِ ضعیف بعد صریح متکلمین متکلمین یہ سارے و متکلمین اس وقت کا رآمد ہوں گے جب ”صریح  
نہ ہو جب صریح نہ ہو تو سب سے تاویل کی کوئی صورت ہی نہیں اور شاہ صاحب کی عمارتیں تم  
میں کمان چکے ہو لہذا یہ ساری تاویلات سوائے دھوکہ دہی کے اور کچھ نہیں۔



غیر خاص معتقدات الاسفار فی مثل هؤلاء الکفار من شک  
فی کفرہ و عذابہ فقد کفر و قال فی الشفاء الشریف و نکفر من  
لو یکفر من دان بغير حلة الاسلام من العمل و وقف فیہما  
شک و قال فی البحر الرائق و غیرہ من حسن کلام اہل  
الذہاب او قال معتزلی او کلام لمعنی صحیح ان کان ذالک  
کفر من القائل کفر المحسن و قال الامام ابن حجر فی  
الاعلام فی فصل الکفر المتق علیہ من ائمتہ الاعلام من تلفظ  
بلفظ الکفر یکفر و کل من استحسنتہ او رضی بہ یکفر

خاصہ کلام یہ کہ یہ طائفے سب کے سب کافر و مرتد باجماع امت  
اسلام سے خارج ہیں اور بے شک ہر ازیں درود و غرر و فتاویٰ خیر  
اور مجمع النحر اور در مختار وغیرہ معتقد کتابوں میں ایسے کافروں کے حق  
میں فرمایا کہ جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے خود کافر ہے اور  
شفاء شریف میں فرمایا ہم اسے کافر کہتے ہیں جو ایسے کو کافرت کہے جس  
نے ملت اسلام کے سوا کسی ملت کا اعتقاد کیا یا ان کے بارے میں  
توقف کیا یا شک لائے اور بحر رائق وغیرہ میں فرمایا جو بدینوں کی  
بات کی تحسین کرے یا کہے کچھ معنی رکھتی ہے یا اس کلام کے کوئی صحیح  
معنی ہیں اگر وہ کہنے والے کی وہ بات کفر تھی تو یہ جو اس کی تحسین کرتا  
ہے یہ بھی کافر ہو جائے گا اور امام ابن حجر نے کتاب الاعلام کی اس  
فصل میں جس میں وہ باتیں لکائی ہیں جن کے کفر ہونے پر ہمارے  
آئمہ اعلام کا اتفاق ہے فرمایا جو کفر کی بات کہے وہ کافر ہے اور جو اس  
کی بات کو اچھا سمجھائے یا اس پر راضی ہو وہ بھی کافر ہے

(حسام الحرمین ص ۹۰)

مولانا مفتی رضا خان بریلوی لکھتے ہیں کہ میرے ابا احمد رضا خان نے حسام الحرمین تحفین کے  
نصاب پر اور التوحید اشہاء فیہ فقہاء کے مذہب پر لکھی ہے (الموت الاحمر)۔ اب سوال یہ ہے کہ  
امام رضا خان نے علامے دیوبند پر کفر کا فتویٰ لگانے کیلئے جتنی کتابوں کے حوالے نقل کئے یہ سب

فقہ کی کتابیں ہیں یا علم کلام کی؟ یقیناً فقہ کی ہیں اگر ان فقہاء کا فتویٰ و مسلک حسام الحرمین میں نہ لکھا گیا جاتے تو یہ فقہاء اور ان کی کتابیں نہ جانے کون سے دفتر منتر سے منظمین کی بن جائیں ہیں اور جب اہل فقہاء کے حوالے الکوثریہ و اشباہ میں نقل ہوتے ہیں وہ وہاں مختصر احادیث کے خلاف اور جہاں ہے اور یہ حسام الحرمین والے منظمین وہاں فقہ بن جاتے ہیں۔ کیا گورکھ دھنداسے؟ بھوٹ کی بھی حد ہوتی ہے یہ کہنا کہ حسام الحرمین منظمین کے مذہب پر لکھی گئی تھی اور الکوثریہ اشباہ فقہاء کے مذہب پر باطل محض ہے دونوں کتابیں فقہاء کے مذہب پر ہی لکھی گئی ہیں اور امر و نہی ان کا مسلک بھی تکفیر کے معاملے میں فقہاء ہی کا تھا۔

فضل حق خیر آبادی نے تکفیر کلامی کی تھی

فضل حق خیر آبادی نے حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جو فتویٰ دیا وہ یہ ہے:

”اس نبی و حکام کا قائل ازراہ شریعت کافر اور بے دین ہے اور ہر  
مسلمان نہیں ہے اور شرعاً اس کا حکم قتل و تکفیر ہے جو شخص اس کے کفر  
میں شک کرے وہ مرد دلائے یا اس اختلاف کو معمولی جانے کافر ہے  
دین اور نامسلمان و لعین ہے۔“ (تحقیق الفتویٰ ص ۷۴)

رضا خانی حضرات نے اپنی کتابوں میں یہ بھی بھوٹ بولا کہ فضل حق نے تکفیر فقہی کی تھی اس لئے  
”حمود رضا خان اس کی زد میں نہیں آتا لہذا یہ تکفیر فقہی نہیں بلکہ رضا خانی اصول کے مطابق کلامی ہے  
اس لئے کہ حسام الحرمین میں علمائے دیوبند کہتے ہیں فتویٰ ہے:

من شک فی تکفیر ہو عذابہ بقصد تکفیر

اور یہی فتویٰ فضل حق اینڈ پارٹی نے شاہ صاحب کے متعلق دیا اب شاہ صاحب کی تکفیر میں کفہ  
لسان سکوت توقف کرنے والا اور انہیں مسلمان جاننے والا بھی فضل حق خیر آبادی کے فتوے کی راہ  
سے مرتد ازیم جنہی ہے۔ ہم نے ماقبل میں بھی یہی کہا تھا کہ چلوئی المال کہتے ہیں بھٹ کو ایک  
طرف رکھ لو کہ حمود رضا خان نے تکفیر کیوں نہیں کی اسکا تو مان لو کہ فضل حق اینڈ پارٹی کی راہ سے حمود  
رضا خان کا ازیم ہونا روز روشن کی طرح واضح ہے۔ فضل حق اینڈ پارٹی نے تکفیر کلامی کی تھی اس لئے

دیکھ کر خواتین کے گھر سے ملاحظہ ہو۔  
اپنی اپنی کاروباری دہائی لی لکھتا ہے:

”دوسری قابل توجہ بات یہ ہے کہ علامہ نے شاہ صاحب کے اوپر جو حکم کفر کا لکھا وہ بھی معمولی قومیت کا نہیں بلکہ اس حکم تکفیر کا اصطلاح میں ”تکفیر کفائی“ کہتے ہیں۔ ”تکفیر کفائی“ اس وقت تک نہیں کی جاتی جب تک کہ کفر کا التزام نہ کر لے، اور احتمال فی الکلام، احتمال فی الحکم، اور احتمال فی التکلم وغیرہ دفع نہ ہو جائیں، اور قائل کے کلام میں تاویل قریب یا تاویل بعید کسی قسم کی تاویل کا احتمال باقی نہ رہے، اس کے برخلاف ”تکفیر فقہی“ کے لئے محض کفر کا التزام کافی ہوتا ہے، آپ تحقیق الفتویٰ والے حکم کفر کو خود سے ملاحظہ فرمائیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ حکم تکفیر فقہی نہیں بلکہ تکفیر کفائی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حکم کفر شعوری، ظہور پر تکفیر کفائی کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کے بعد جاری کیا گیا ہے۔“

(خیر آبادیات، ص ۷۳، مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور)

انساب تک کی ساری تاویلات کی پٹاری کو اسید الحق نے آگ لگا دی، تیمور رضا خانی اور المصطفیٰ صمدی جو یہ فتویٰ لکھیں کھول کر دیکھو فضل حق خیر آبادی کے فتوے میں ”احتمال فی التکلم“ بھی لکھا تھا۔

نفل کہ بھلے راستے نفل دل راز پریشان کو  
پس چلتی ہے یہ عشاق سے کافی بلا ہو کر  
نفل اللہ چشتی صابری رضا خانی کا بھوٹ  
وہ خانی اسی صراطِ مستقیم کی عبادت کے متعلق لکھتا ہے:

وہم نفل حق خیر آبادی چشتی۔۔۔ سنوئی ۷۷۷ھ نے تحقیق الفتویٰ فی  
بطلان التلوی (مطبوعہ جامعہ اسلامی، مبارک پور، یوپی) اس عبادت  
کی بنیاد پر سترہ ۷۷۷ھ لکھ کر مانائے کرام کے ساتھ اسماعیل دہلوی پر کفر کا  
فتویٰ صادر کیا ہے۔ (تحریفات، ص ۱۳۱، مکتبہ غفرہ گراچی)

معلوم ہوا کہ وہ وہ کلامی تکفیر اسی صراطِ مستقیم کی عبارت کے متعلق تھی لیکن یاد ہے کہ یہ فقرہ صابری کا وہ بدترین جھوٹ ہے جس کا ثبوت سارے چٹوڑی منوں رضا خانی مسٹر کر ویاں دیا ہوا ہو جائے تب بھی نہیں دے سکتے دوسروں کو جھوٹا کہنے والے سعیدی رضا خانی کذاب کے سب درست بھی سعیدی اسی کی طرح کذاب ہے اب یا تو سعیدی اس جھوٹ کا ثبوت اسے یا اپنے دوست کو ہماری طرف سے یہ یہ بھیجے

لعنة الله على الكاذبين

فضل اللہ چشتی لکھتا ہے:

”اس کتاب میں موجود تحریقات کی تلاش و جستجو میں محترم خلیل احمد راجہ سعیدی کا بے حد محنت و شہادت ہوں جنہوں نے اس کام میں میری مدد اور ہمتائی کی“ (تحریقات ص ۱۲)

قاضی فضل احمد رضا خانی نے تو یہاں تک کہا کہ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر عرب و عجم کی طرف سے اس کی کتاب اور اس پر کفر کے فتوے دئے جا چکے ہیں (ملخصاً انوارِ آفتاب ص ۱۹۶)

سوال یہ ہے کہ بقول رضا خانیوں کے علماء عرب و عجم اگر علمائے دیوبند پر کفر کے فتوے دیئے تو تکفیر کا نام ہو جاتی ہے تو انہی علماء عرب و عجم نے شاہ صاحب پر فتویٰ دیا وہ کلامی کیوں نہ ہوا؟

## خلاصہ بحث

پس اب تم ان میں ازوم کفر مانو یا التزام کفر، صریح مانو یا محتمل، صریح متعین مانو یا متعین، انہی بعد مانو یا قریب، کفر نفی مانو یا کلامی بہر صورت احمد رضا خان ان تمام کی زد میں اور تم نے اب تک بھٹی تاویلیں کی ان سب نے احمد رضا خان کے جہنمی مرتد ولد الحرام ہونے پر رجسٹری کر دی۔ اب جو ان سب کے بعد بھی احمد رضا خان کو مسلمان مانے تو وہ خود کافر مرتد ہے اس کا نشانہ انسان تو کیا کسی جانور سے بھی نہیں ہو سکتا ان کا نکاح آپس میں نکاح نہیں و ناقاص ہے اور اولاد ولد الحرام ہے (یہ تمام فتوے رضا خان نے علمائے دیوبند پر لگائے تھے مگر الحمد للہ ان اولیاء اللہ کو تو کچھ نہ بگڑا رہا اور اپنے ماننے والوں کا ہی منہ کالا کر کے ان تمام فتوؤں کی زد میں خود آ گیا؟



تاریخات کرنے والے رضا خانی پیر محمد چشتی کے فتوے کی زد میں

"الترام کفر میں مبتلا ہونے والوں کو اپنا خویش استاد، پیر اور رہنما سمجھ کر الٹا پر چاری کرنے سے کترالے تو قف کرے یا صحیفہ کائنات پر شے ہونے والے اس حکم سے انہیں بچانے کیلئے بے محل تاویلات جوش کرے ورنہ اس میں اور اہل کتاب کے علماء سود میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔" (اصول تکفیر ص ۱۳۳)

"جب کفر سے کم درجہ گناہوں کا یہ عالم ہے تو پھر الترام کفر کرنے والوں کا ساتھ دینے میں کیلئے جو از تلاش کرنے اور ان سے صریح نظر کرنے والوں کا کیا ہی حشر ہوگا جبکہ اسلامی احکام اس حوالہ سے یہ ہیں کہ الترام کفر کرنے والوں کے کفر میں اور ان کے مستحق عذاب ہونے میں توقف اور شک کرنے والا بھی کافر اور مرتد قرار پاتا ہے جسے جملہ فقہاء کرام نے یک آواز کہا کہ من شک فی کفر وہ عذاب نقد کفر جس کا مفہوم یہ ہے کہ الترام کفر کرنے والوں کے دس کروڑوں مل پر مطلق ہونے اور اسے سمجھنے کے بعد اس کے کفر میں اور اس کے مستحق عذاب ہونے میں شک کرے گا وہ بھی بالیقین کافر ہوگا۔"

(اصول تکفیر ص ۱۳۰)

فصل حق خیر آبادی اینڈ پارٹی پیر محمد چشتی کے فتوے کی زد میں

مذاہبی کہتے ہیں کہ فصل حق خیر آبادی نے "تکفیر قلمی" کی تھی اور "لزوم تکفیر" پر تکفیر کی تھی اب لزوم تکفیر پر تکفیر کرنے والوں کے بارے میں پیر محمد چشتی کیا کہتا ہے وہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

"لزوم کفر کے مرتکب کو کافر کہنا جائز و حکم ہے۔" (ملخصاً اصول تکفیر ص ۲۳۹)

(اعتراض نمبر ۲۰): نماز میں حضور ﷺ کا خیال بیل گدھے کے خیال سے کئی درجہ بدتر ہے۔ نفوذ باللہ

یہ عنوان قائم کر کے دعویٰ پرانی تکمیل یعنی ہے کہ صراط مستقیم میں ایسا ایسا لکھا ہے ہم اس اعتراض کا قدرے تفصیل کے ساتھ جواب آپ کے سامنے رکھیں گے۔ ملاحظہ ہو:

صراط مستقیم کی اصل فارسی عبارت

از دوسرے تا خیال جماعت روزہ خود بہتر است و صرف بہت  
بوسے شیخ و امتالی آن معظمین گو جناب رسالت مآب ﷺ باشند  
بچند میں مرہبہ بدتر از استغراق در صورت گناہ خود است کہ خیال  
آن با تعلیم و ایلاں بسویدے دل انسان کی چسپید بخلاف گناہ  
کہت آن قدر چسپیدگی کی بود بلکہ مہاں و محترمی بود و ایں تعظیم و  
اجلال غیر کہ در نماز ملحوظ و مقصود می شود بشرک کی کشیدہ بالملکہ منظور  
بیان تفاوت و مساوی است (صراط مستقیم ص ۲۸۶)

ترجمہ: از تا کے دوسرے اپنی بیوی کی جماعت کا خیال بہتر ہے  
اور شیخ اور اس کی مثل قابل تعظیم ہستیاں خواہ جناب رسالت مآب  
ﷺ ہوں کی جانب بہت کا عمل کرنا اسے ہسیل اور گدھے کے  
صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے کیونکہ شیخ اور قابل  
تعظیم ہستیوں کا خیال تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل کی  
گہرائیوں میں جا چپکتا ہے بخلاف گائے اور گدھے کے خیال کے  
کہ اسے اس قدر چسپیدگی نہیں ہوتی اور نہ تعظیم بلکہ حق سیر اور کم  
حیثیت ہوتا ہے اور یہ تعظیم اور بزرگی جو قساوت میں مقصود اور ملحوظ  
ہوتی ہے شرک کی طرف لے جاتی ہے بالملکہ اس جگہ مقصود و مساوی  
کے فرق کا بیان ہے۔

خاندہ: صراط مستقیم تصوف کی کتاب ہے لہذا اس میں موجود اصطلاحات و الفاظ کا

مطلب بھی وہی لیا جائے گا جو تصوف میں رائج ہے اگرچہ اس کے لغوی یا کسی اور فن میں اس کا معنی منظم کچھ اور ہیں جو مثلاً "قبض" کا معنی تصوف کے فن میں کچھ اور ہے اور فن طلب میں کچھ اور ہے اور مفرد کا معنی خود میں کچھ اور ہے اور منطلق میں کچھ اور ہے۔ دیکھیں ایک نوئی سے آپ کلہ کی تعریف اور معنی پوچھیں تو وہ کہے گا لفظ وضع لغوی مفرد مگر بھی عبارت آپ قادی صاحب کے سامنے پڑھیں تو اس کے جواب میں سرزنش کرے گا۔ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی مصنف اپنی کتاب میں بعض اپنی اصطلاحات ذکر کر دیتا ہے جس کا اس کی نظر میں ایک مخصوص مفہوم و مطلب ہوتا ہے لہذا اس صورت میں اس اصطلاح کی وضاحت اور توضیح اسے سے لی جائے گی۔

**عبارت کی وضاحت:** صراط مستقیم کی اس عبارت میں جس لفظ پر رضا خانیوں کو اعتراض ہے وہ "خیال" نہیں بلکہ "صرف ہمت" کا لفظ ہے اور ہمت تصوف کی ایک نامی اصطلاح ہے۔ اس لئے اس کی توضیح و تشریح بھی فن تصوف کے اعتبار سے کی جائے گی۔ اب صرف ہمت کی تعریف قاضی محمد علی تھانویؒ یوں کرتے ہیں:

"فہی اللغة القصد الی وجود النسیۃ و لا وجود واعیہ  
من ان یکون الی شریف و خیس و عصب فی العروب  
بجایزۃ المراتب العلیۃ و قد تنطلق عقلی الحالۃ النسی  
لغضی ذالک القصد او الجبازۃ

ثبت میں کسی شے کے وجود کی طرف اس قصد کو عام ہے کہ اس شے کا وجود عزت و بالا ہو یا گھٹیا اور عرب میں خاص کیا جاتا ہے بلکہ مرتبوں کے حاصل اور جمع کرنے کیلئے اور کبھی بولا جاتا ہے انکا حالت پر جو قضا کرتی ہے اس قصد اور حاصل کرنے کا۔

معلوم ہوا کہ ہمت کے عمل میں دو چیزیں ہوتی ہیں "قصد" یعنی ارادہ و نیت و "تجلیہ" یعنی کوئی نام و حاصل کرنا۔ حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اس "ہمت" کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وہاں حضور والوں کی قوت و اہمیت میں اس کی قدرت پیدا ہو جاتی ہے کہ کسی خاص کام کے وقوع پر یا کسی فائدے کی بات کے حصول پر ضرور رساں ہمارے ازالے پر اپنی قوت و اہمیت کی توجہ کو مخرج کر دیں یا کسی کے دل میں اپنی محبت لانا چاہیں تو جیسا وہ چاہتے ہیں وہی واقع ہو جاتا ہے اسی کا اصطلاحی نام ”ہمت“ ہے۔ (عبارت ص ۲۲۸)

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”خاص کیفیات محمودہ کا دوسرے شخص پر افادہ کیا جاوے جس سے اس میں آثارِ خالصہ پیدا ہو جاویں اور یہ آثار احسن و افضل مقاصد کے اختلاف کی بناء پر مختلف انواع والوں کے ہوتے ہیں اور اس تائید کو اہل تصوف کی اصطلاح میں تصرف توجہ اور ہمت اور جمع خواطر کہتے ہیں۔“

(امداد الفتاویٰ، ج ۵، ص ۲۲۸)

غرض:

- (۱) ہمت ایک خاص عمل کا نام ہے مطلق توجہ کرنا خیال آنا یا خیال لانے کا نام نہیں۔
- (۲) ہمت کا یہ عمل دو غرضوں سے ہوتا ہے افادہ کیلئے استفادہ کیلئے۔ جب بڑا کسی چھوٹے پر خاص کیفیت کا عکس ڈالے تو یہ افادہ کی صورت ہے اور جب چھوٹا بڑے پر سے فوائد کے حصول کیلئے یہ کام کرے تو استفادہ کہلائے گا۔

اب صراطِ مستقیم کی عبارت پر دوبارہ غور فرمائیں:

”ہمت کا عمل کرنا شیخ یا اس کی مثل قابلِ تعظیم ہستیوں کی جانب خواہ جناب رسالت

مآب ﷺ ہوں۔“

اب اس عبارت میں ”ہمت“ کا معنی فائدہ پہنچانا کرنا (افادہ) جو بڑا چھوٹے کی طرف کرتا ہے تو مطلب یہ بنے گا کہ میری اپنی کیفیات کا عکس اپنے شیخ پر ڈالے جیسا ایسا میرا شیخ کا بے ادب کہلائے گا اور کوئی امتی، اگر معاذ اللہ حضور ﷺ کی طرف ایسا عمل کرے تو

جہان کیا گئے گا۔ مگر یہی کام گائے گدھے تیل پر کرے تو نہ بے ادب نہ بے ایمان اب جواب دیں کھلی والی صورت بری ہے یا دوسری؟

اگر اشتداد کا معنی مراد لیا جائے جس میں مرید شیخ سے فوائد حاصل کرتا ہے اور اپنے تمام تر تجربہ کی ذات پر مرتکز کر دے گا تو یہ بھی ہوگا جب شیخ کی تعظیم اور وہ بھی حضور کے درجے میں تعظیم ہو تو نماز کے اندر ایسا عمل شرک ہوگا کیونکہ نماز میں مقصودی تعظیم اللہ کی ہے نہ کہ مخلوق کیلئے۔ حضرت سید احمد شہید معظّم القیّم کو برا نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ کے الفاظ یہ ہیں:

”اے تعظیم و اجلال غیر در نماز مخلوق و مقصودی شور و شرک کشد“

اب پھر اللہ کی اعلیٰ تعظیم جو نماز میں اللہ کیلئے مقصود و مطلوب تھی وہ شرک ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے بخاری میں اماں عائشہؓ سے مروی ہے کہ آقا علیہ السلام کے سامنے یہ نصاریٰ کی عبادت کا ہوں گا نہ کہ جو ان میں قصائر تھیں تو آقا علیہ السلام نے فرمایا:

”یا ربک اذا کان فیہم الرجل الصالح فصارت بنو اعلیٰ قبر و مسجد اور

بہر اذہ بلک الصور فاو لشک شرار الخلق عند اللہ یوم القیامۃ“

ہاں ان لوگوں میں جب کوئی نیک آدمی مر جاتا تو وہ لوگ اس کی قبر پر مسجد بناتے اور انہی میں اس کی تصاویر بناتے پس وہ لوگ اللہ کے نزدیک قیامت کے دن مخلوقات کے ماتہ ترین لوگ ہوں گے۔

انسانی رجب مٹائی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

”اعلموا ان الصلوۃ فی المقبرۃ و الی القبور انما فیہی عند اللہ الذریعۃ لشرک لان اصل الشریک و عبادۃ الاوثان کانت من تعظیم القبور وقد اکریم بخاری فی صحیحہ فی تفسیر سورۃ نوح عن ابن عباس رضی اللہ عنہما معنی ذالک و سند کثرہ فیہا بعد ان شاء اللہ“

(فتح الباری لابن رجب ج ۳ ص ۱۹۹)  
 انسانی رجب مٹائی اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ قبرستان کی طرف نماز پڑھنا شرک کے

ذریعے سے روکنے کیلئے منع کیا گیا ہے کیونکہ شرک اور بتوں کی عبادت کی بنیاد تسمیہ الہی کی تعظیم ہے اور امام بخاری نے اپنی تصحیح میں حضرت ابن عباسؓ کے حوالے سے سورہ نساء کی تفسیر میں اس معنی کو ذکر کیا ہے اور ہم معتزب اس کو ذکر کریں گے انشاء اللہ۔

### الزامی حوالہ جات :

**حوالہ نمبر ۱ :** یہ سب اس صورت میں ہے کہ وہ رویت فاسدہ نہ ہوں۔ یعنی نماز سے تعظیم قبر کا ارادہ بجائے کعبہ میں نماز میں استقبال قبر کا قصد ایسا ہو تو آپ ہی حرام بلکہ معاذ اللہ بیت عبادت قبر ہو تو صریح شرک و کفر مگر اس میں مزار مقدس کی جانب سے حرمان آیا بلکہ اس شخص کا فاسد ارادہ یہ فساد لا یا اس کی نظیر یہ ہے کہ کوئی مآخذ اتریں کعبہ معظمہ کے سامنے اس نیت سے نماز پڑھے کہ وہ کعبہ کی طرف نہیں بلکہ خود کعبہ کو سجدہ کرتا ہے یا نماز تعظیم کعبہ کیلئے پڑھتا ہے ایسی نماز بے شک حرام ہے اور بیت عبادت کعبہ ہو تو سلب اطلاع مگر اس میں کعبہ معظمہ کا کیا قصور ہے یہ تو اس کی نیت کا ثبوت ہے۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم، ج ۲، ص ۳۳، کلیات مکتب رضاء، ج ۱، ص ۱۵۲، ۱۵۱)  
اس میں خان صاحب نے قبر کی طرف نیت کرنے کو نیت فاسدہ و حرام کہا اگر کوئی الزام کرے کہ اس میں قبر کا ذکر ہے صاحب قبر کا تو نہیں تو قبر کی تعظیم صاحب قبر ہی کی وجہ سے ہوتی ہے چنانچہ ایک ہی زمین ہے ایک ہی مٹی کا ڈھیر ہے مگر کافر کی قبر سے استفادہ کرنے والے گزرتے ہیں اور اللہ والے کی قبر کے پاس کھڑے ہوتے ہیں معلوم ہوا کہ قبر کی تعظیم صاحب قبر کی وجہ سے ہے اب گویا یہ کہنا کہ نماز میں قبر کی تعظیم کی نیت، نیت فاسدہ و حرام مقصود ہے کہ نماز میں محترمہ و محترم شخصیت خواہ رسالت مآب ﷺ ہی کیوں نہ ہو کی تعظیم کی نیت کرنا نیت فاسدہ و حرام ہے اب یہ جرات خان صاحب پر فتویٰ لگانے کا؟

### دوسرا حوالہ : بریلوی شیخ الحدیث مولانا اشرف سیالوی سرگودھی لکھتے ہیں :

اعامن الخضر مسجد اہی جو اصالح فی مقبرہ و قصد بہ الاستظہار بوجہ اور وصولی اثر مامن آثار عبادہ الیہ لا التعظیم لہ التوجہ نحوہ فلا حرج علیہ

(گلستانِ توحید و رسالت، ج ۱، ص ۲۸۱)

یہاں صاحبِ توحید لکھ رہے ہیں کہ نماز میں کسی بزرگ ہستی کی قبر یا اس کی آجڑ کی طرف تہنیم کی نیت کرنا یا تعظیم سے توجہ کرنا بھی شرک ہے۔ اسی طرح ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

”نہر سے منع کر دیا جاتا ہے کہ حضور کا خیال ہی نہ آنے دیا جائے اور نماز کے اندر سرکار کی طرف توجہ نہ کی جائے کیونکہ اس میں تعظیم مصطفیٰ ﷺ پیدا ہوگی اللہ تعالیٰ کی تومید میں خلل آئے گا یہی کہہ دینا کافی تھا مسئلہ سمجھانے کیلئے یہ الفاظ موجود تھے۔“

(مناظرِ جمگ، ص ۱۰۹)

یہی شریف مرگودہوی تو کہتا ہے کہ نماز میں حضور ﷺ کا خیال ہی نہ آنے دیا جائے نماز میں نیچے کریم ﷺ کی طرف توجہ نہ کی جائے کیونکہ ایسا کرنے پر تعظیم مصطفیٰ ﷺ پیدا ہوگی اور نیچے کریم ﷺ کی تعظیم توحید باری تعالیٰ کے معافی ہے یا دوسرے کہ سیالوی نے ”ہی“ کا لفظ استعمال کیا اور ہی کے بجائے نصیر الدین سیالوی کے نزدیک اردو میں ”ہی“ کا لفظ ”حضر“ کیلئے آتا ہے۔

(عبارت اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ جلد اول، ص ۲۰۶)

**نیرا حوالہ:** مولانا احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں:

”امام غنی عیاض مالکی شافعی شریع مسلم شریف پھر علامہ طہی شافعی شریع مشکوٰۃ شریف پھر علامہ مالکی شافعی مرتبۃ الفاتح میں مستر مانتے ہیں کالت الیہود والنصارى یسجدون بقبر انبیاءہم ویجعلونہا قبلۃ ویبوجہون فی الصلوۃ نحوہا فقد اتخذوہا اوثاناً فللہ الذلک لعنہم و منع المسلمین عن مثل ذالک امام من انخلہ مسجد فی جوار صالح و صلی فی مقبرۃ و قصد الاستظلال بوجہہ و اصول الثمر ما عن اثر عبادتہ الیہ لا للتعظیم لہ والتوجہ نحوہ و غلہ حرج علیہ الا تری ان مولانا اسمعیل علیہ السلام فی المسجد الحرام عند العظیم لم ان ذالک المسجد افضل مکان یتجوزی المصلی لصلواتہ (۱)“



انصاری اپنے انبیاء کو سجدہ کرتے تھے، انہیں اپنا قبلہ بنا لیتے تھے اور نماز میں انہی کی طرف منہ کرتے تھے اس طرح انہوں نے قبروں کو بت بنا لیا تھا، اس لئے آپ نے انہیں لعنت بھیجی اور مسلمانوں کو ایسے کاموں سے منع کیا، ہا وہ آدمی جو کسی صالح کی قبر کے پاس مسجد بنائے یا مقبرے میں نماز پڑھے اور اس کا مقصد یہ ہو کہ اس صالح انسان کی درجہ سے تقویت حاصل کرے یا اس کے عبادت کے اثرات میں سے کچھ اثر اس تک پہنچ جائے اور قبر کی تعظیم اور اس کی طرف منہ کرنا مقصود نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں کیا تم نہیں جانتے کہ اسمعیل علیہ السلام کی قبر مسجد حرام میں عظیم کے پاس ہے اس کے باوجود یہ مسجد ان تمام مقامات سے افضل ہے جنہیں کوئی نمازی نماز پڑھنے کیلئے تلاش کرے۔

علامہ غزالی، مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا قبور انبيائهم مساجد كباثروا بيجعلوا لها قبلة يسجدون اليها في الصلوة ككاثروا واما من اتخذ مسجداً في جوار صالح او حلي في مقبرة قاصداً له الاستظهار بروحه او صول الرماض اثر عبادته اليه لا للتعظيم له والتوجه نحوه فلا حرج فيه الاصرى ان مرفد اسمعيل في الحجر في المسجد الحرام و الصلوة فيه الفضل۔

لعنت بھیجے اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر کہ انہوں نے انبیاء کی قبروں کو مسجد میں بنا لیا یعنی ان کی قبلہ بنا لیا اور نماز میں انہی کی طرف سجدہ کرتے تھے جیسا کہ بت کے رو پر ہاں اگر کوئی نیک انسان کے پڑے اس میں کوئی شخص مسجد بنائے ایسے ہی مقبرے میں نماز پڑھے اور مقصد یہ ہو کہ اس نیک انسان کی روح سے تقویت حاصل کرے یا اس کی عبادت کے اثرات سے کچھ اثر اس شخص تک پہنچ جائے یہ مقصد نہ ہو کہ اس کی طرف منہ کرے اور اس کی تعظیم کرے تو اس میں کچھ حرج نہیں کیا معلوم نہیں کہ اسمعیل علیہ السلام کی قبر مسجد حرام میں ہے اس کے باوجود اس میں نماز افضل ہے۔

قاضی ناصر الدین البیضاوی شافعی پھر امام محمد حلیب قسطلانی شافعی اور شافعی شافعی شافعی قاضی ناصر الدین البیضاوی شافعی میں فرماتے ہیں:



من اتخذ المسجد الى جوار صالح و قصد الشربك بقرب منه لا تعظم  
والا التوجه اليه طائلا بل في الوعيد المذكور ۔

جو شخص کسی ایک انسان کے پڑاں میں مسجد بنائے اور مقصد یہ ہو کہ اس کے قریب سے  
پرکت حاصل کرے اس کی تعظیم اور اس کی طرف منہ کرنا مقصود نہ ہو تو ایسا شخص حدیث  
ذکر و غیر (یعنی لعنت) میں داخل نہیں ہوگا۔

نام خاصہ تو رشتہ کی شرع مضامین میں زیر حدیث اقتضیٰ و اقواء انہم مساجد قومانہ  
ہیں ا

وخرج علی وجہین احدهما انہم کانوا یسجدون لقبور الانبیاء تعظیما  
لیہم قصد للعبادة فی ذالک و تانیہما انہم کانوا یتحرون الصلوۃ فی  
مدافن الانبیاء والتوجه الی قبورہم فی حالة الصلوۃ و کلا الطریقین غیر  
موجوبہ

(زیر اس کی دو وجہیں ہیں ایک تو یہ کہ یہود و نصاریٰ قبور انبیاء کو منظور تعظیم اور بقصد  
ہبات مسجد کیا کرتے تھے دوسری یہ کہ وہ انبیاء کے مقبروں میں نماز پڑھنے کی خصوصیت  
کو خشن کرتے تھے اور لہذا میں ان کی طرف کرتے تھے اور یہ دونوں طریقے نا پسندیدہ  
ہیں۔)

(نہادی رضویہ قدیم، ج ۲، ص ۳۷۶، ۳۷۷، طبع جدید، ج ۵، ص ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳)  
فالاولیٰ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ تو نماز میں اس تعظیم سے منع کر رہے ہیں جو مقصود  
کے اور یہ بھی ہو اور یہ اکابر نماز میں مطلقاً انبیاء علیہم السلام کی طرف توجہ و تعظیم کو شرک اور  
لعنۃ کا مستوجب کہہ رہے ہیں کیا یہ سب بھی وہابی ہیں؟

**مولا حوالہ:** مولانا تقی علی خان جو کہ خان صاحب کے والد ہیں لکھتے ہیں:  
الطریقہ اولیٰ کو اس کی طرف سے پھیرنا اور غیر کی طرف دیکھنا حقیقت نماز کو باطل کر دیتا  
ہے۔۔۔ جو شخص بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو اور بادشاہ کمال عتایت سے اپنی ہم کلامی  
کے شرف فرمائیے اور وہ میں اس حالت میں کہ بادشاہ سے باتیں کرتا ہے اور حضرت

بادشاہ اس کی طرف متوجہ ہیں ایک کناس کی طرف دیکھنے لگے یا اس سے کوئی چیز مانگے۔  
مرد و بارگاہ ہے۔

(انوار جمال مصطفیٰ، ص ۴۲۰)

ایک اور مقام پر موصوف لکھتے ہیں:

معنی اللہ اکبر کے یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ بہت بڑا ہے اگر ان معنی کو نہیں سمجھتا جانتا جاہل اور جو جانتا ہے اور اس کا دل خدا کے حضور میں دوسرے کی یا اپنی بڑائی اور بزرگی کی طرف مائل ہے وہ چیز اس کے نزدیک خدا سے بزرگ تر ہے اور حقیقت معبود اس نامراد کا وہی ہے جس کی طرف متوجہ ہے۔ (انوار جمال مصطفیٰ، ص ۴۲۳)

۱۰ بزرگ بڑا ہے اس کی طرف خیال بھی اس کی بزرگی و بڑائی اور تعظیم ہی کی وجہ سے جائے کارضا خانی مذہب میں بڑا اور بزرگ سے مراد انبیاء اور اولیاء ہوتے ہیں جیسا کہ گفتاریہ الایمان پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں تو گو یا نقی علی خان کی عبارت کا مقصد یہ تھا کہ تمنا میں انبیاء و اولیاء کی طرف خیال جانا شرک ہے ایسا کرنے والا گو یا ان کو اپنا خدا سمجھ رہا ہے معاذ اللہ۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ہم اور حضرت ﷺ باتیں کرتے جب فلاں کا وقت آتا یہ حال ہو جاتا گو یا آپ ہمیں اور ہم انہیں نہیں پہچانتے۔ (جو اسرار الایمان، ص ۴۴)

صراط مستقیم پر اعتراض کا جواب ایک اور انداز میں

حضرت شہداء اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر کچھ رسوائے زمانہ لوگوں نے جو الزامات لگائے ہیں ان میں سب سے بڑا الزام اور سب سے نمایاں یہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب "صراط مستقیم" میں لکھا ہے کہ:

"خدا رسول اللہ ﷺ کی طرف نماز میں خیال لے چاہے ظلمت، پائے غلٹ ہے۔  
کسی قاصد مدھی کے تصور اور اس کے ساتھ دنیا کا خیال کرتے سے بھی برا ہے۔  
اپنے غلٹ یا گدھے کے تصور میں ہر تن ذوق جانے سے بدرجہا بدتر ہے۔"

احمد رضا خان نے صاحب قارونی کے بعض مریدین اور بی وکار اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں:

یہ باتوں میں جا کر جکتے ہیں کہ اسماعیل نے لکھا ہے کہ نماز میں بھی **سبحانہ** کا خیال آ جانا گھوڑے گدھے کے خیال آنے سے زیادہ برا ہے۔

ختم دومین: بھلا سوچئے تو کوئی شخص بھلائی ہوئی ہو وہ اس ایسے کافر اور کافرانہ اور عقائد جمیلہ کے ساتھ ہے؟ اس عبارت کا مطلب تو یہ ہوا کہ شاہ اسماعیلؒ دینا بھر کے مسلمانوں کی نمازوں کو خراب ہوا مقرر اور سے رہے ہیں۔ اس لئے کہ ایسا کون سا مسلمان ہوگا کہ دو نماز تو پڑھے مگر اسے حضور ﷺ کا خیال نہ آئے؟ کون نہیں جانتا کہ نماز کی کو قدم قدم پر حضور ﷺ کا خیال آتا ہے۔ نمازی وضو کرتے گا تو خیال آئے گا خصوصاً جب وضو کے وقت ہر عضو کو شستن تک بارہ دہرائے، صواک کرے باز نماز میں آئے گا کہ یہ میرے آقا کی سنت ہے، پھر جب دو مسجد میں داخل ہوگا اور اپنا دایاں ہاتھ مسجد میں پھیلے داخل کرے گا تو اسے خیال آئے گا کہ حضور ﷺ نے ایسی ہی تعلیم دی ہے۔ اسی طرح وہ نماز بھی اسے بار بار ان کا خیال آئے گا نماز میں اگر وہ آیات پڑھے گئیں جن میں حضور ﷺ کا نام آیا ہے تو کون ہے کہ ان کا نام تو لئے مگر ان کا خیال اسے نہ آئے۔ تشهد میں ۴ فری تھیں ان پر درود پاک پڑھا جاتا ہے جس میں ان کا نام بار بار آتا ہے ایسے میں یہ کیسے ممکن ہے کہ نمازی کا حضرت ﷺ کا خیال نہ آئے؟

اب اگر حضرت شاہ اسماعیل شہیدِ رحمت اللہ علیہ پر لگایا گیا یہ الزام درست تسلیم کر لیا جائے کہ مطلب یہ ہوگا کہ ان کے نزدیک نہ اس دور کے مسلمانوں کی نماز صحیح ہے نہ وہ پہلے مسلمان کی۔ یہاں تک کہ ان بکر و حشون و غاروق و غلی اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اس سے کسی کی بھی نماز صحیح نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ نماز کی کوئی ہوا، امام ہو یا فقہی، صحابی یا غیر صحابی، اسے حضور ﷺ کا خیال آئی جاتا ہے بلکہ غصب یہ کہ اگر یہ الزام درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر ان کے نزدیک خود سید العابدین حضرت امام دو جہاں **علیہ السلام** کی نماز بھی درست نہ ہوتی لہذا یہ ان کا علم کا تاب و مغفرتی اس لئے کہ انہیں بھی دور ان نماز اچھا خیال آتا ہوگا۔

تو جو شخص دنیا بھر کے تمام مسلمانوں اور خاص اور کامل الایمان مسلمانوں حتیٰ کہ خود امام **علیہ السلام** کی نمازوں کو تاقص اور قاصد بنائے اس کی حیات اور کفر میں کسی کو کیا شبہ ہو سکتا ہے؟ انہی ایسے فحش کو جو تم کافر کہیں گے، جو حضرات صحابہ عظیم جستیوں اور ختم والائے ختم یہ کہ

خود سرور کا کلمہ کی نمازوں کو ناقص و قاصر کہے گا۔ مگر قارئین محترم آپ کو حیرت ہوگی کہ ان میں  
میں یعنی آل قارون احمد رضا خان صاحب اور ان کے پیروکار حضرت شاد احمد شہید رحمہ اللہ  
غیر الزام بھی لگاتے ہیں اور پھر احمد رضا خان قارونی افغانی انہیں کافر بھی نہیں کہتے۔ بلکہ  
رضا خان صاحب قارونی لکھتے ہیں کہ:

"امام الطائفة السعید کیسے کافر پر یہودی حکم نہیں کرتا۔"

(حسام الحرمین۔ ص: ۵۲)

مزید لکھتے ہیں: "علماء محدثین انہیں کافر نہ کہیں۔"

(تہذیب وحسام الحرمین۔ ص: ۵۲)

اگر آج اجماع کرنے والا بھی کافر نہیں تو

ع مجھے بتاؤ تو سبھی اور کافر ہی کیا ہے ؟

تجربہ کر ہم! یقین فرمائیں کہ یہ الزام محض جھوٹا ہے اور کذب و دہلیز کے پیکر ہیں اسے اسے  
باغداد انسان کی طرف اپنے مخصوص مفادات کے تحت یہ ہتھپائی ظالمانہ الزام منسوب کر دیا۔

قارئین محترم! آئے دیکھتے ہیں کہ حضرت شاد صاحبؒ نے لکھا کیا ہے اور دعوت  
قیامت سے عقل ان کے عالم اور بے حیاء دشمنوں نے اسے کیا ہے کیا بتا دیا اس بے رحم  
پڑے بغیر کہ جس کتاب سے یہ عبارت شاد صاحب کی طرف منسوب کی جا رہی ہے وہ کتاب  
در اصل ہے کن کی؟ ہم اس عبارت کا مفہوم سہل اور آسان انداز میں عرض کرنے کی کوشش کریں  
گے۔ جہاں تک اس کی علمی مباحث کا تعلق ہے تو حقیقت یہ ہے کہ اہل مسلم اور اہل تصوف و  
معرفت شاد احمد شہیدؒ کی عشق و محبت سے بھرپور اس عبارت پر غش کر اٹھے ہیں۔ اہل فکر  
اس عالم اندہ فقہیات اور عاشقانہ عبارت کو پڑھ کر حضرت شہیدؒ کی بالغ فکری اور فراست و  
تجربہ کی داد دے بغیر نہیں رہ سکتے۔ مگر انہیں کہ ان کے ظالم و نادان دشمن جہاں بوجہ کہ ان کی  
عبارت کا غلط مطلب بیان کر کے خدا کے عذاب کو دعوت دیتے ہیں اور یا پھر ان کو کافر بھی بتا دیا  
علمی احتیاط و باریکیوں کو سمجھنے سے انی قاصر ہے اور ع

چوں ند ید ند حقیقت رب العالمانہ رشید

عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت شہداء صاحب نماز کے متعلق مسائل بیان کرتے ہوئے لکھتے

"صرف ہفت چھوٹے شیخ و اشال آن از معظمین حکو  
جناب رسالتا بجا شد بچندین مرتبہ بد سزا و استغفار و در  
صورتی گناہ و خیر خود است کہ خیال آن با تعظیم اجدال  
بمواہدات دلیا انسان میں چہد بخلاف خیال حکو و خیر  
آن قدر چہد گئی میں بود و نہ تعظیم ہلک مہیاں و  
محفوظ بود۔"

ترجمہ: نماز میں سوائے کرام کا اپنی تمام توجہ کو اپنے شیخ اور شیخ مسیحی  
بزرگ استیوں کی طرف لگا دینا اگرچہ وہ شخصیت جناب رسالتا (ﷺ) کی  
حق ہو اپنی گائے اور گدھے کے خیال میں مستغرق ہو مہیاں (ڈوب  
جانے) سے گئی اور جہر ہے کیونکہ بزرگ استیوں کا خیال تو تعظیم اور بزرگی  
کے ساتھ انسان کے دل کی گہرائیوں میں جا چکا ہے اور میل اور گدھے کا  
خیال، انہو اس قدر دل تو لگتا ہے اور نہ اس میں تعظیم ملحوظ ہوتی ہے بلکہ حقیر و  
ذلیل ہوتا ہے۔

یہ ہے اس عبارت کا سلیس اور آسان ترجمہ۔ اس میں حضرت شہداء صاحب نے  
حضرت ﷺ کے بارے میں معظّم، اجدال، تعظیم اور رسالتا ب جیسے شاعرانہ الفاظ استعمال  
کئے۔ رسول خدا ﷺ کی توہین کا اس عبارت میں اشارہ تک نہیں ملتا۔ مگر شیخ کے عالم دشمن  
العبارات کا مفہوم بہت خوفناک بنا کر بیان کرتے ہیں۔ خصوصاً اس عبارت میں موجود دو  
لفظ پڑاؤ و زور دیتے ہیں اور اپنی خصلت بد کے مطابق ان کا مطلب و مفہوم لب و لہجہ کے  
ذریعہ بدل کر عام مسلمانوں خصوصاً دیہاتیوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ سادہ اور  
سلمان صوبہ ان دلدگان بدعت کا خود سرائت ترجمہ مطلب سنتے ہیں تو حیران رہ جاتے ہیں اور  
اللہ تعالیٰ کی مخالفت پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ وہ وہ لفظ یہ ہیں کہ انہوں نے نماز میں

گھوڑے کہ جس کے خیال کو بد اور حضور ﷺ کے خیال کو بدتر کہتا۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ نماز میں حضور ﷺ کے خیال نے کو ہرگز نقصان دہ نہیں سمجھتے وہ تو "صرف امت" کو نقصان دہ سمجھتے ہیں "صرف امت کا تہمید" یا لوگوں نے "خیال" کر دیا۔ حالانکہ اس کا مطلب خیال نہیں۔ اس کا مطلب ہے کمالِ مذہب کسی کے دھیان میں خود کو غرق کر دینا۔ کسی ایک ہستی پر دھیان جمالینا۔ سب سے بڑا ہر ایک طرف متوجہ ہو جانا۔ غرض اس کا ترجمہ مطلب خیال آتا نہیں بلکہ خیال میں کھویا ہوا ہے۔ گویا خیال اور صرف امت میں زمین و آسمان کا فرق ہے مگر اندھے دشمنوں کو یہ فرق نظر نہیں آتا۔

اسی بات تو ہر مسلمان جانتا ہوگا کہ نماز میں نمازی کی کمال توجہ کا حقدار اللہ تعالیٰ ہی ہے حالانکہ جو کچھ کرائی توجہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف پھیرنا نمازی کیلئے درست نہیں۔ درست خداوندی ہے: اقم الصلوٰۃ لیلا نحری اور میری پاؤں کی نماز پڑھا کرو۔ نیز ارشاد ہے: "تو توبہ کا قانون اور کھڑے ہو اللہ کے آگے ادب ہے۔ حضور ﷺ نظر مالتے ہیں ان تعبد اللہ کلمہ قرآن (اللہ بیش) اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اگر یہ نہ ہو سکے تو یہ خیال باندھ لو کہ بلاشبہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

اب جبکہ نماز میں خدائے پاک کے سوا کسی اور کی طرف صرف امت (سوائے نماز) کی اجازت نہیں تو اس لئے حضرت شاہ صاحبؒ کسی اور کی طرف صرف امت کو نقصان دہ مانتے ہیں اور ساتھ ہی یہ وضاحت بھی فرماتے ہیں کہ اگر صرف امت کسی گھٹیا اور کم تر چیز کی طرف ہوگی تو نقصان کم ہوگا اور اگر اعلیٰ ہستی کی طرف صرف امت ہوگی تو زیادہ نقصان دہ ہے۔ اس عبادت میں اتنا حضور اکرم ﷺ کی کوئی توجہ نہیں کی گئی ہے اور نہ کسی قسم کی گستاخی کا ارتکاب کیا گیا ہے۔

ہم ایک مثال عرض کرتے ہیں امید ہے کہ اس مثال سے حضرت شاہ صاحبؒ کی عبادت کا مفہوم سمجھنا زیادہ آسان ہوگا۔

ایک مریض ہے طیب اسے قیمتی دوا کھلانا چاہتا ہے مگر اس قیمتی دوا کی خاطر خواہ اثرات کھانے پینے کی ضرورت ہے کہ مریض ۱۶ گھنٹے پہلے دیکھا جائے۔ مریض کی جان بچانے کی خاطر اس کے لواحقین اور چار داروں نے اس کو گھر کے ایک کمرے میں بند کر دیا (انعام)

اپنی حالت اور آنے جانے والوں سے کہہ دیا کہ مریض کے پاس کوئی بھی پانی یا پینے کی کوئی اور چیز لے کر نہ جائے۔ شدید گرمی کے موسم میں مریض نے جیسے تیسے بارہ گھنٹے گزار لئے۔ بارہ گھنٹے بعد جب مریض کو شدید پیاس لگی ہوئی تھی۔ ایک شخص گرم اور بدبودار پانی ایک گلاس لئے مریض کے کمرے میں چلا گیا۔ بیمار داروں کو پتہ چلا تو دوزخ کمرے میں گئے اور فوراً گلاس اندر ڈال دیا اور گلاس لانے والے کو ڈانٹا کہ تو نے بڑی نامناسب حرکت کی کہ پیاسے مریض کے پاس پانی دیا۔ گرم اور بدبودار کئی گھر پانی تو ہے۔

اس کے ایک گھنٹہ بعد ایک اور شخص انتہائی لختہ لے اور عمد و شربت کا لہا لب بھرا جگ مریض کے کمرے میں لے گیا۔ بیمار داروں اور نگرانی کرنے والوں نے دیکھا تو تیزی سے اس کے پیچھے دوڑے اور جگ اس کے ہاتھوں سے چھین کر اس سے کہا کہ تم نے تو پہلے والے شخص سے بھی کچھ لیا وہ بری حرکت کی وہ گرم اور بدبودار پانی لے کر گیا تھا۔ غرض تم نے تو عظم کی حد کر لی اس اور عمدہ خوش رنگ خوش ذائقہ اور لختہ شربت ایسے مریض کے پاس لے گئے جو اس وقت بے حد بیمار ہے۔

اب تو اس مثال پر غور فرمائے۔ بیمار دار حضرات گرم پانی لے جانے والے سے کہہ رہے ہیں کہ "تو نے نامناسب حرکت کی" اور شربت لے جانے والے سے کہہ رہے ہیں کہ "تو نے زیادہ بری حرکت کی" "اور عظم کی انتہاء کر دی" کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ بیمار داروں نے شربت کی توہین کر دی" اور اسے بدبودار پانی سے بھی کم اور حقیر جانا (کیونکہ) بدبودار پانی لے جانے والے کو انہوں نے قدر سخت الفاظ میں تجبیہ نہیں کی جس قدر سخت و شدید الفاظ میں نہت پانے والے کو ڈانٹا۔ ظاہر ہے کہ کوئی بھی ایسا نہیں سمجھے گا۔ معمولی عقل و شعور والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ بیمار داروں نے شربت کی قطعاً حقیر نہیں کی اس لئے کہ شربت کو تو وہ خود خوش رنگ خوش ذائقہ اور عمدہ و کہہ رہے ہیں جب کہ اس پانی کو گرم اور بدبودار کہہ رہے ہیں۔

لھیکہ اسی طرح حضرت شاہ صاحبؒ کی طرف منسوب عبارت مذکورہ کی بناء پر یہ بات منسوب کرنا بھولتے اور فریب دہی کے سوا کچھ نہیں کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی توہین کی ہے اور کچھ جیسے مریض کے بیمار داروں نے شربت کے متعلق "خوش رنگ خوش ذائقہ اور عمدہ و"

نہایت "کے الفاظ استعمال کے تھے اسی طرح حضرت شاہ صاحبؒ نے آنحضرت ﷺ کے بارے میں "وہ جلال، تعظیم، معظم اور رسالت" جیسے شاندار الفاظ استعمال فرمائے اور جس طرح تیارداروں نے پانی کو گرم اور بدبودار کہا تھا اسی طرح حضرت شاہ صاحبؒ نے نکل گدھے کو حقیر اور بے وقعت فرمایا۔ اب جیسے کسی کا یہ کہنا حماقت اور جہالت ہے کہ تیارداروں نے شربت کی توہین و تحقیر ہی طرح یہ کہنا بھی حماقت ہے، جہالت اور شرارت ہے کہ شاہ صاحبؒ نے مغربی کی توہین کر دی۔ حقیقت یہ ہے کہ مدعیوں کے تیارداروں نے شربت کی توہین کی اور نہ حضرت صاحبؒ نے حضور اکرم ﷺ کی توہین کی۔

رہی۔ بات کہ پھر تیار داروں نے مریض کے پاس شربت لے جانے والے کو زیادہ سخت الفاظ میں کیوں ڈانٹا تو اس کی وجہ ظاہر ہے کہ تیار دار جانتے تھے کہ گندے اور غلیظ پانی کے پینے سے مریض کو باز رکھنا مشکل نہیں۔ اول تو اس کا اپنا ضمیر ہی اسے گندہ پانی نہیں پینے دے گا بصورت دیگر عمر والوں کے معمولی سمجھانے بھجانے سے ہاتھ رو جائے گا لیکن خوش رنگ اور ٹھنڈے شربت کے پینے سے اسے روکنا بہت مشکل ہے۔ بس اسی بنا پر گندہ پانی لے جانے والوں کو تیار داروں نے کم تنبیہ کی اور شربت لے جانے والے کو زیادہ خاصہ یہ کہ مریض پر مٹاؤ اور نمازی پر غصہ کی طرف سے دلکاشی گنا پابندیوں میں جو چیز جس اور جو غل انداز ہوگی وہ چیز اسی درجہ میں مضرت کہلائے گی۔ شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ مقدس و معظم ہستیوں کے خیال میں خواہ کہ مستغرق کرنا زیادہ مضرت ہے کیونکہ ان ذی شان ہستیوں کا خیال دل کی گہرائیوں میں جا چکا ہے اور پھر نہیں ہٹتا۔ شاہ صاحب کے اصرار اور بے علم مخالفین کے سیاہ قلوب کو چونکہ دنیوی چیزوں کا خیال ہی زیادہ چپکلا ہے۔ اس لئے خدا کے رسول ﷺ کے خیال کا دل میں چپکنے والی بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔

اب حضرت شہید کی عہد امت پر غور فرمائے کہ نماز میں گھوڑے، بٹیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جاتا ہوا ہے مگر کسی عظیم ہستی کی طرف توجہ انکار یا زیادہ برا ہے، اسس کی وجہ کیا حضرت مشا و صاحبؑ نے خودی بیان فرمادی ہے کہ گدھا گھوڑا فقیر اور بے وزن ہیں ان سے انسان کو خاص دلچسپی نہیں ہوتی (کہ ان کے خیال میں ڈوب جانے کے بعد ڈا باقی رہے) لیکن



فلپائن استیوں کی طرف اگر صرف ہمت ہوگی تو پھر ان عظیم الشان ہستیوں سے توجہ ہٹانا بہت مشکل ہو جائے گا کیونکہ ان محترم ہستیوں کا خیال انسان کے دل کی گہرائیوں میں جا چکا ہے۔ گویا حضرت شاہ صاحبؒ کوڑے گدھے کے خیال کو غلیظ اور گندے پانی جیسا سمجھ رہے ہیں اور نہ لگان دین خصوصاً نبی اکرم ﷺ کے خیال کو شدید پیاسے کیلئے خوش رنگ، خوش ذائقہ اور لذت سے شربت جیسا سمجھ رہے ہیں۔ کوئی بتائے کہ اس میں توہین اور گستاخی کیا نام کو بھی ہے۔

مزید وضاحت و تفصیل کی غرض سے ہم ایک واقعہ لکھ دیتا بھی مناسب سمجھتے ہیں۔

ایک خطبہ نے رمضان شریف کے ایک جمعہ کے اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے روزہ رمضان سے تعلق یہ مسئلہ بیان کیا کہ: روزے کی حالت میں اگر تم میں سے کوئی شخص میرے منہ کا آگلا ہوا زکالے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا مگر کفارہ اس پر نہیں آئے گا۔ اسی طرح آپ حضرات میں سے کسی صاحب کے منہ کا آگلا ہوا لقمہ اگر میں کھالوں تو میرا بھی روزہ ٹوٹ جائے گا مگر کفارہ لازم نہیں۔ البتہ اگر رسول اللہ ﷺ کے مبارک منہ کا آگلا ہوا لقمہ کھالوں یا آپ میں سے کوئی کھائے تو نہ صرف یہ کہ روزہ ٹوٹ جائے گا بلکہ کھانے والے پر کفارہ (ساتھ روزے) بھی لازم ہوگا۔ ایسے ہی حضور اکرم ﷺ کے اگلے ہوئے تو اسے کو ابو بکرؓ، فاروق اعظمؓ، حضرت عثمانؓ اور دیگر تمام صحابہؓ نعمت ہو لیا، امت اور صحیح العقیدہ مسلمانوں میں سے کوئی کھائے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور کفارہ بھی ہوگا۔

خطیب سے یہ مسئلہ سن کر سب سامعین حیرت سے اس کا منہ کھینچنے لگے۔ بعض کے بغلوں پر فلن لہو ناز ہوئے وہ اسے حضور ﷺ کی توہین تصور کرنے لگے۔ بعض حاضرین نے ایک اور سمت سرگوشی کی کہ یہ تو عجیب مسئلہ ہے۔ ہمارے اگلے ہوئے لقمے کے کھانے سے کھانے والے پر صرف ایک روزہ اور نبی ﷺ کا لقمہ کھانے والے پر اکسیر روزے؟

خطیب بھانپ گیا کہ لوگوں کو یہ بات اچھی نہیں لگی، چنانچہ خطیب نے کہا کہ جس بار سے تمہارا خوش حال ہے ہوا اور ناگوار ہی محسوس کر رہے ہو تشریح کے بعد اسی بات پر مجھ اٹھو گے۔ پھر خطیب نے وضاحت کی کہ روزے کا اصول اور ضابطہ یہ ہے کہ کھانا اور پے وقعت اور اسکا

چیز کہ جس سے گھن آئے کھانے سے صرف روزہ ٹوٹ جاتا ہے کفارہ لازم نہیں آتا مگر اگر خلی اور صبر و رعمہ غذا اور دوا اور لذت کے طور پر کھانے والی چیز کے کھانے سے روزہ بھی ٹوٹ جاتا ہے اور کفارہ بھی لازم آتا ہے۔ اسی طرح ریختہ چائے سے صرف قضاء لازم آئے گی مگر شہد چائے سے کفارہ بھی۔

اب دیکھئے! چونکہ میرے اگلے ہوئے لقمے سے آپ نفرت کرتے ہیں اور آپ کے اگلے ہوئے نوالے سے مجھے گھن آتی ہے اس لئے اگر ہم ایک دوسرے کا لقمہ کھا لیں گے تو صرف قضاء ہوگی کفارہ نہ ہوگا مگر چونکہ حضور ﷺ کے مبارک منہ کے لقمے سے کسی صحیح العقیدہ مسلمان کو گھن آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ ہر مسلمان حضور کے منہ کے نوالے کو بہت بڑی نعمت سمجھتا ہے۔ مسلمان کی نظر میں کائنات میں حضور کے لقمے سے اعلیٰ و مقدس اور محبوب ترین غذا اور کوئی نہیں ایک مسلمان کیلئے حضور کا لقمہ دوا بھی ہے شفاء بھی اور اعلیٰ ترین غذا بھی۔ دور صحابہؓ و خیر و در صحابہؓ تھا آج اس گئے گزرے دور میں بھی ایسے کروڑوں مسلمان موجود ہیں کہ ان کے سامنے اگر مختلف پلیٹوں میں شہد، کھیر، حلوا، کباب، دھیر لہذ، بیڈ چیزیں رکھ دی جائیں اور دوسری طرف ایک پلیٹ میں ان کے آقا و مولیٰ کے مبارک دہن سے نکلا ہوا لقمہ رکھ دیا جائے تو وہ تمام پلیٹوں کی لذت چیزوں کو ٹھکرا کر بڑی بے تابی و بے قراری سے اپنے آقا و مولیٰ کے لقمے پر ٹوٹ پڑیں گے،

زمانہ محبوب حیرت ہے میری شان گدائی پر

کہ میں ہر شے کو ٹھکرا کر تمہاری خاک پاؤں

حاصل یہ کہ حضور ﷺ کا لقمہ معاذ اللہ گھنیا نہیں اس لئے اس کے کھانے سے قضاء کے ساتھ کفارہ بھی لازم آئے گا۔ گویا آنحضرت ﷺ کا لقمہ کھا لینے پر کفارہ آنا تو بین کیلئے نہیں بلکہ احترام و اکرام اور ظہار شان کیلئے ہے۔ اپنے خطیب کا یہ بیان اور وضاحت سننے کے بعد ان حضرات پر وہد کیسا کیفیت طاری ہوگئی جو وضاحت سے پہلے ساتھوں کر شان ڈالے ہوئے تھے جس بیان کو وہ حضور ﷺ کی توہین سمجھ رہے تھے بہت جلد انہیں معلوم ہو گیا کہ وہ بیان قرآن کے آقا و مولیٰ کی تعظیم و توقیر اور ان کے جلال و اکرام کا بیان ہے۔

اس موقع پر خطیب نے کہا کہ اگر کوئی شخص میرے آج کے اس بیان کو سادہ لوح  
بیانی مسلمانوں کے سامنے اس طرح بیان کرے گا کہ ”فحائل مولوی نے کہا کہ میرا فقر کھانے  
سے صرف روزہ لانا ہے کھارہ نہیں آئے گا مگر نبی ﷺ کا فقر کھانے سے روزہ بھی ٹوٹ جاتا ہے  
اور کھارہ بھی لازم ہو جاتا ہے“ تو ظاہر ہے کہ وہ بچہ بزرگ اٹھے گا اور کہے گا کہ خدا غارت  
کرے اس کی طرح مولوی کو اسی طرح ذکر کوئی یہ بات میری ہدایت کیلئے دعا کریں گے۔ خطیب نے کہا کہ  
تعلیل کی خبر نہ ہو تو وہ یقیناً خفا ہوں گے اور میری ہدایت کیلئے دعا کریں گے۔ خطیب نے کہا کہ  
اگر میرے اس بیان کو کوئی حضرت شاہ صاحبؒ کے ظالم دشمنوں کی طرح اس عالمانہ انداز سے  
چیل کرے

”مسلمانو! مسلمانو! خدا دان ناپاک ملعون شیطانوں کو غور کر محمد رسول اللہ  
ﷺ کا فقر کھانے سے اکسھ روزہ سے رکھتے پڑیں گے اور اس ناپاک رسول کو اور اس  
کے مقتدیوں کے لئے کھانے سے صرف ایک روزہ۔ مسلمانو! اللہ انصاف اور بخشنے  
پرست خلیفہ بدبودار گوشت کھانے سے صرف ایک روزہ مگر محمد رسول اللہ ﷺ کے  
آلے ہوئے لوہے کے کھانے سے اکسھ روزہ“ مسلمانو! کیا ایسا کلمہ کسی اسلامی  
زبانِ اہلِ قلم سے نکلے گا ہے۔ حاشا اللہ۔“

حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کی اس عالمانہ عبارت کے خود ساختہ مفہوم کے اوّلیٰ و آخریٰ پرچلی  
کے پوپ رضا خاں صاحب نے ”الکوہِ الثمینیہ“ میں انہی الفاظ میں (اویلا گیا ہے)  
لکھا ہے کہ اس خودکام اندازِ بیان سے سادہ لوح اور مسئلہ کی حقیقت سے بے خبر مسلمانانہ  
بکلمہ لگے کہ خدا کی پناہ۔“

قارئین محترم! خطیب کے بیان کو ایک بار پھر غور سے پڑھئے اور پھر بتائے کہ خطیب  
کے بیان میں کوئی کوئی سراسر ایہ بھی تو ہیں رسالت کا پایا جاتا ہے۔ بالکل یہی حال حضرت شاہ  
احمد علی شہیدؒ کی اس زیر بحث عبارت کا ہے جس میں گستاخی و توہین کا تو قلعہ استِ لہو ہی  
لگتا۔ حضرت کی عبارت عاشقانہ عالمانہ افاضات ہے مگر نا بچہ بزرگ اٹھے اسے ظالمانہ و گستاخانہ  
بجائے کے طور پر پیش کرتے ہیں اور یوں عوام الناس کو بہکاتے اور اپنے دامِ ترویج میں

پہناتے ہیں اور یہ ظالم خود کو اور اپنے حواریوں کو اہل حق کی دشمنی کے باعث جہنم کے شمسوں اور  
 اہل جہنم بناتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی عبارت کا مفہوم اس کے سوا اور کیا ہے کہ جیسے  
 روزے کی حالت میں کھلیا چیز کھانا کم نقصان دہ ہے اور اہل چیز کھانا زیادہ نقصان دہ ہے۔ اسی  
 طرح نماز میں کھلیا چیز دل کے خیالات میں منہمک ہو جانا کم نقصان دہ اور عقلمند ہستیوں کے  
 خیالات میں منہمک ہو جانا زیادہ نقصان دہ ہوتا ہے۔ گھوڑا اسٹل جیسی حضرت شہیدؒ نہیں بھڑکتے  
 ہیں اور ان کے خیال میں منہمک ہونے کو کم نقصان دہ بتاتے ہیں۔ آقا و عالم علیؑ تریا  
 افضل ترین ہستی ہیں بھی تو حضرت شہیدؒ جنہیں علمت والی ذات جلالت والی ہستی اور رسولؐ نہیں  
 رہتا آپ لکھتے ہیں اور اسی لئے نماز کے دوران ان کے خیال میں غرق ہو جانے کو نماز کیلئے  
 نقصان دہ ہوتے ہیں۔ غرض یہ کہ شاہ صاحبؒ کا یہ لکھنا کہ نماز میں حضور ﷺ کے خیال میں غرق  
 مستغرق کر دینا زیادہ بہا ہے یا آپ کی توہین کیلئے نہیں بلکہ ایسا آپ کی بلند و بالا شان اور بے نظیر  
 عظمتوں اور بلند درجہ کی وجہ سے ہے۔ کوئی دلدارہ بدعت اسے نہ سمجھتا ہو تو اس میں غیور  
 کیا قصور ہے؟

گر نہ پندرہ روز شہرہ چشم      چشم آفتاب را چہ تہا

اور اب آخر میں شہیدؒ کے عشق و محبت میں لہریں اس جملہ پر ایک بار پھر غور فرمائے

”خجالی آں یا تعظیم و اجلال بسود انہ دل انسان می چید“

یعنی آقائے کائنات ﷺ کے خیال میں اس قدر منہاس ہے اتنی زیادہ جلالت و شہرہ پائی ہے اور انہ وہ  
 کشش ہے کہ وہ انسان کے دل کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے اور پھر چپک کر رہ جاتا ہے۔ ہر شخص اپنے  
 دل کی کیفیت خود ہی زیادہ جان سکتا ہے۔ شاہ اسماعیل شہیدؒ نے اپنی دلی کیفیت کا اظہار اس جملہ میں  
 کر دیا اور پھر دوسرے مسلمانوں کی حالت و کیفیت کو بھی اپنی حالت پر قیاس کیا کہ جیسے میرے دل کی  
 گہرائیوں میں آنحضرت ﷺ کا خیال اپنی تمام عظمتوں اور انتہائی جلالت شان کے ساتھ چاہیے ہے  
 دوسرے مسلمانوں کے قلب کی گہرائیوں میں بھی اسی طرح چپکے ہو گا۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ حضور  
 نبی کریم ﷺ کی ذات شان کے نام اور ان کے ذکر و خیال میں دوسرے عالمین نے کچھ کی کشش اور ان کی  
 جلالت و منہاس رکھ دی ہے کہ کبھی عقیدہ انسان ایسی کشش اور منہاس دوسری کسی چیز میں نہیں

۱۰۰ حضرت شہید کے عشق و محبت میں لاوے ہوئے اس جملے کا مطلب خان صاحب اور ان کے قہقین  
 کی کھٹ میں نہیں آ رہا جدید ہے کہ جو دل و دماغ مسلسل غلط کاریوں کے نتیجے میں سلامتی سے محروم  
 ہو جاتے ہیں۔ ان کیلئے کشش دوسری چیزوں میں ہوتی ہے۔ اللہ کے رسول کے خیال اور ان کی سنت  
 میں لگنا۔

آئے ایک بار پھر یہ شاعر اور روح پرور اور وجد آفریں جملہ دہرا کر اپنے قلب و روح کی بشارت و  
 ابرار کا سامان کریں:

خیال آں با تعظیم و اجلال بسویدائے دل انسان کی چسپہ

بچے مبارک ہیں وہ قدسی مقامات لوگ جن کے پاک دلوں کو حضور ﷺ کی یاد چنا کھربتا ہے اور  
 ان کے دل کی گہرائیوں میں آپ ﷺ کا خیال چپک کر رہ جاتا ہے۔

اب ذرا رسول اللہ ﷺ کے ایک جلیل المرتبت صحابی حضرت انسؓ سے پوچھتے ہیں کہ  
 ارانا نماز جب رخ زیب پر نظر پڑ گئی تھی تو اس وقت عاشقان رسالت ﷺ کی کیفیت کیا تھی؟  
 اللہ کی شریف میں ہے کہ:

”حضور ﷺ کے مرض وصال کے دنوں میں حضرت ابو بکرؓ نماز پڑھتے تھے  
 حتیٰ کے جب ہر کان ہوا اور صحابہ کرام نماز میں مصروف ہو جاتے تھے تو  
 جناب رسالت ﷺ نے حجرہ اقدس کا پردہ کھولا اور کھڑے ہو کر ہمیں دیکھ  
 رہے تھے حجرہ اقدس کو یا قرآن کا ورق تھا پھر آپ تبسم فرماتے ہوئے  
 لئے انھیں ان نفس من الفرح برویۃ النبی ﷺ۔ رسول پاک ﷺ کے  
 جیسے کو دیکھنے کی وجہ سے مارے غم کی ہم نے ارادہ کیا ان نفس کو فتنہ  
 میں مبتلا ہو جائیں (یعنی نماز کی نیت توڑ دیں)۔“

(بخاری، ج ۱: ص ۹۳)

یہ خبر انور کو دیکھ کر حضرات صحابہ کرامؓ کا غور و مسرت سے یہ حالت ہو گئی تھی کہ نماز توڑنے کا  
 ارادہ کیا، ایسی ہی صفویہ کرام اور صحیح العقیدہ مسلمان کا ان کے خیال و دھیان میں مستغرق  
 ہونے کے بعد فرحت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اپنے آپ پر قابو نہیں رہتا اور نماز کے ختم ہو جانے یا





گودھے کے تصور میں سراسر ڈوب جانے سے بھی کئی درجہ بدتر ہے۔ (ذیل پرستی میں) (۱۷۳)

(۷) کاشف اقبال رضا خانی لکھتا ہے: نماز میں حضور ﷺ کا خیال قائم کر کے کعبہ کے کئی درجے بدتر ہے لغو و باطلہ

(ذیل پرستی کے بطلان کا انکشاف، ص ۱۶)

صراطِ مستقیم کے متعلق ایک اور فراڈ

تاریخ کرام "صراطِ مستقیم" حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی مستقل تصنیف نہیں ہے بلکہ حضرت سید احمد شہیدؒ کے موقوفات کا مجموعہ ہے یہ موقوفات حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ اور حضرت مولانا عبدالحی نے جمع کئے۔ کتاب کے کل چار ابواب ہیں اور ایک خاتمہ۔ پہلا اور پڑھنا اب حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے جمع کیا جبکہ دوسرا اور تیسرا اب مولانا عبدالحی نے جمع کیا۔ دوسرا اب ایک مقدمہ اور چار حصوں پر جبکہ ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ رضا خانی بدعتی جو عبارت پیش کرتے ہیں وہ اسی دوسرے باب کی ہے۔ اب انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ گائیاں، اونٹیں، گائے لگانے، جتنے تو سب سے پہلے جن کے موقوفات ہیں انہی سید احمد شہیدؒ اس کے بعد جن کے یعنی مولانا عبدالحی بڑھانویں گودھے اس کے بعد حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا نام آتا مگر اس اختلاف میں ان دو حضرات کا آج تک کوئی رضا خانی نام نہیں لیتا مگر شاہ اسماعیل شہیدؒ سے چونکہ دلی انصاف و محبت ہے اس لئے ان ہی کے خلاف ایک طرہ سے بدعتی کھسکا کہ یہ ہے۔ حلیف قریشی رضا خانی کہتا ہے کہ ہمیں اس سے غرض نہیں کہ عبارت کس نے لکھی پس عبارت گناہانہ ہے تو جواب یہ ہے کہ جب غرض نہیں تو آج تک صرف شاہ اسماعیل شہیدؒ کا نام لے کر فتوات کیں گئی جارہی ہیں آخر ان دو حضرات کو چھوڑ کر صرف شاہ صاحب کو نشانہ بنانے کا مقصد کیا ہے؟

صراطِ مستقیم پر عمومی اعتراضات اور ان کے جوابات

**اعتراض:** تمہارے نزدیک نبی کریم ﷺ کے خیال سے نماز دلوث جاتی ہے۔ حالانکہ



اور پھر گئے تو نبی کا خیال آئے مجھ انقیات پر جو مجھے تو نبی کا خیال آئے گا ایک حدیث میں ہے کہ صحابہ نماز میں نبی کریم ﷺ کے چہرے کو دیکھتے اور راز میں بیٹھے سے اعجاز لگے ایسے کہ آفتاب زلزلہ کر رہے تھا۔

**جواب:** یہ لازم صرف بیتان ہے تاوی دار العلوم دیوبند کے حوالے سے ما قبل میں گزر چکا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا خیال تو نماز میں آنا لازمی امر ہے۔ نیز صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اگر نماز میں چہرہ مبارک کو دیکھتے تو اس کے ہم منکر نہیں ہم نے کب کہا کہ نماز میں کسی کی طرف التفات کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے البتہ آپ کے اکابر کے حوالے ہم نے ما قبل میں دے دیے کہ نماز میں کسی بزرگ کی طرف محض توجہ کرنا بھی موجب لعنت ہے۔ جہاں تک صحابہ کرام کا وہی مبارک کو دیکھنا ہے تو یہ بھی صرف التفات اور نظر کا جانا ہے اس کے ہم منکر نہیں ہم تو صرف ہمت کے ہیں اور ایسی تعظیم کے ہیں جو نماز سے مقصود ہے ہمت ہے تو کسی ایک بزرگ کا حوالہ پیش کرو کہ وہ نماز میں نبی کریم ﷺ کی طرف "صرف ہمت" کرتے۔

مرحہ مستقیم کے حوالے سے پہنچ

قرآن کی کوئی ایک آیت صاحب قرآن ﷺ کی کوئی ایک حدیث یا ارکان رسول ﷺ کا کوئی ایک لفظ نہیں کروا کہ نماز میں صرف ہمت کرنا جائز ہے۔

**افراد:** ۲: مرحلہ مستقیم میں نبی کریم ﷺ کے نام کے ساتھ گدھے کا ذکر ہے اور یہ تو بین

**جواب:** کسی بات کو سمجھانے کیلئے کسی عقلمند کے ساتھ حقیر کا ذکر کرنا یہ وہ اسلوب ہے جس کی اہمیت قرآن و حدیث میں بھی ملتا ہے چنانچہ قرآن میں ہے: اتخذوا اٰحبارہم و رهبانہم و اٰباءن ثون انھو المسیح بن مریم (سورہ توبہ)

تو ابا بیلوں نے اپنے مولا یوں اور رویشوں کو مالک (رب) اپنا اللہ کے علاوہ اور مسیح ابن مریم

نماز میں مبارک میں یہودیوں کے عام مولا یوں کو ایک اولوالعزم نبی کے ساتھ ذکر کیا گیا

ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے:

ان قلوب بنی آدم کلیھا بین اصبعین من اصابع الرحمن کقلب واحد (مشکوٰۃ ص ۲۵۹)

کہ سب بنی آدم کے دل اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان میں ایک قلب کی طرح ملائی قاری ختم ”کلیھا“ کی تشریح میں فرماتے ہیں:

یشمل الانبیاء والاولیاء والنجر فوالا کفر من الاشقیاء (مرقات، ج ۱ ص ۲۵۹)

شامل ہے انبیاء اور اولیاء اور کفار اور بد بخت کافروں کو۔

یہاں بھی مقدس انبیاء و اولیاء کے ساتھ جس کفار کا ذکر موجود ہے۔ سب ذرا اپنے گھر کا صوبہ بھی دیکھ لو مفتی احمد یار محمد مدنی لکھتا ہے:

”حصائے مسوی سامپ کی شکل ہو کر سب کو شکل کیا بخت ایسے میں ہمارے حضور نور ربی بقرہ ہیں۔“

(مرآۃ المفاتیح، ج ۱ ص ۲۲)

یہاں سامپ کے ساتھ حضور کا ذکر ہے بلکہ اس نے تو سوا اور کتوں کے ساتھ بھی حضور ﷺ کا ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو:

”رب کی مرضی یہ تھی کہ سور کا گوشت میں حرام کر دیں اور اس کے باقی اصحاب میرے حبیب فرمائیں جیسے اس نے صرف سور کو حرام کیا باقی کتا بیا وغیرہ اس کے حبیب تھے۔“ (لور المرقدان، ص ۳۲ بقرہ آیت ۲۷ حاشیہ ۴)

مزید حوالے ملاحظہ کرتے جائیں جس میں ”عظم ذوات کے ساتھ روز میں اشیاء کا ذکر ہے اور یہ بھی قاتل کی صورت میں:

”سامپ کی پھونک میں دیر غولے کے پھونک میں تریاق ہے ایسے ہی قرآن قرآن کی پھونک میں شفا ہے۔“ (تفسیر نعیمی، ج ۱ ص ۵۲۱)

”حضور ﷺ اپنے قلاموں کے ضرور نگران بھی ہیں حافظہ نعل، کفار کے نگران ہیں حافظہ پالتے کہتے کا نگران مالک ہو ہے آدھ و کتوں کا کوئی نگران نہ حافظہ شکاری جانوروں کی طرح جس کا گناہ چاہے اسے مار دے مسلما بن حضور ﷺ کی

حضرت میں تھا۔ (تفسیر تفسیر تفسیر، ج ۷، ص ۶۳۶)

"اے کفار تم مجھ سے ٹھہراؤ نہیں میں تمہاری جنس سے ہوں یعنی بشر ہوں عباد کی جانوروں

کی آیت نکال کر نکال کر کہتا ہے۔" (جاہ الحق، ص ۱۸۳)

یہی بیادنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام و اماں مریم کے بارے میں لکھتے تھے:

کتاب الاکلان الطعام و یفتقر ان الیہ المتقار الحیوانات (تفسیر بیضاوی ص ۱۰۸)

اور بیضاوی نے تو غضب الی و عدا و یا نہ صرف "الحیوانات" کے ساتھ ان کا ذکر کر دیا بلکہ یہ بھی  
کہہ دیا کہ جس طرح دیگر حیوانات (حیوانات جنس سے) اور کتا بھر گدھا وغیرہم اس کی انواع)  
کمانے پینے کے محتاج ہیں، مائی مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی محتاج ہیں۔

اور آیت نکال کر نکال کر کہتا ہے تو ان پر سے اپنے گستاخی کا ٹوٹی بچ کر دکھاؤ میں بھی دیکھتا ہوں کہ کیسے  
جائے ہو شہید کی کرامت دیکھو کہ آپ کا اپنا پسندا آپ کے اپنے گلے میں ایسے رنگ کیا کہ اب  
بنا بچو کے اتنا ہی مت ہوتا جائے گا۔ یہی نتیجہ ہوتا ہے، عالم کے تحقیق کے میدان میں آنے  
کا یہ اصولی حقیقت قریشی نے بھی وضع کیا جہاں سے آپ نے سرقہ کیا، ملاحظہ ہو گستاخ کون میں

۵۲

**اعتراض نمبر ۳:** صراط مستقیم شاہ اسماعیل کی تصنیف ہے و یوہندی اس کا انکار کرتے  
تھے۔

**جواب:** دراصل بات یہ ہے کہ بریلوی اور عقل دونوں متضاد چیزیں ہیں۔ بریلویوں کی سب  
سے (ای بی بی بی بی بی الفاسد علی الفاسد ہے یہ لوگ اپنا خود ساختہ مطلب و مفہوم ہمارے  
دستا کر لیا اس کے دامن دلائل دیتے چلے جاتے ہیں اور کہتے ہیں دیکھو ہم نے دیکھنا ہی کیا  
بات کے دامن میں دلائل دے دئے۔ حالانکہ ایک دلیل بھی ہمارے خلاف نہیں ہوتی۔ یہی  
دست بریلویوں کے اس پورے مضمون میں آپ کو نظر آئے گی۔

دستا کر لیا کہ دیکھنا ہی کو شاہ اسماعیل شہید کی تصنیف نہیں مانتے اور دلیل میں جو عبارت پیش کی  
تھی ملاحظہ فرمائیں:

"اگر یہاں ہے کہ مولوی احمد رضا خان سے لے کر شوکت سیالوی اور حنیف قریشی تک سب اس

عبارت کو شواہد معطل کی طرف منسوب کرتے چلے آئے ہیں اہل اتمام بریلویوں کے مطالبے کے اس عبارت پر مناظرہ کرنے سے پہلے یا کلام کرنے سے پہلے اس سوال کا جواب دینا ضروری نہ ہوگا کہ مولوی احمد رضا خان نے جھوٹ بولا کہ کراچی کے مولوی کو کب نے جھوٹ بولا اظہار قریشی اور شوکت سیالوی نے جھوٹ بولا، جب تک یہ نکتہ کرندو گے مناظرہ میں آئے اس مسئلہ ہوگی (بریلوی حضرات کی طرف سے شواہد معطل کی طرف نسبت کرنے کے جو رائے دیتے جاتے ہیں ان کا جواب آگئے آئے گا)۔ (صرافہ مستقیم پر اعتراضات کا جائزہ ص ۳۱)

مفتی صاحب اور ہمارا سوال تو ”عبارت“ کے متعلق ہے جبکہ آپ اسے ”کتاب“ پر محمول کر رہے ہیں۔ مفتی صاحب نے اس عبارت و کتاب کا پس منظر اپنی کتاب کے ص ۲۱۲ تا ۲۱۳ تصنیف کے ساتھ بیان کیا ہے جسے معترض میلاد کے لئے دیکھ کر ہنسم کر گئے۔

بات سیدھی ہی ہے (مگر اعتراض کرنے والی عقل اٹلی ہے) اہل اتمام صرف اتنا ہے کہ یہ صرافہ مستقیم دراصل سید احمد شہید کے ملفوظات ہیں پھر عبارت معترضہ دوسرے باب کی ہے جس کے جامع عبدالحی، رحمہ اللہ ہیں اگر یہ عبارت واقعی اتنی گستاخانہ تھی تو سب سے پہلے سید شہید پھر عبدالحی پر فتویٰ لگنا چاہئے تھا، آخر کیا وجہ ہے کہ ان حضرات کا آج تک اس مسئلہ سے شیطانی کھیل میں تو ہم تک نہیں لایا گیا اور جو مظلوم صرف جامع ہے اسے ہر جگہ بدنام کیا جا رہا ہے۔ دیکھو احمد رضا خان بریلوی کے ملفوظات مع مفتی رضا خان نے جمع کیا تو اگر صرف جامع و مرتب ہونے کی حیثیت سے اس کی نسبت کوئی مصطفیٰ رضا خان کی طرف کر دے تو ٹھیک ہے مگر اس کے اندر سارے مواد کو احمد رضا خان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور بریلویوں نے بھی آج تک ان کا انکار نہیں کیا۔ ہم کتنا چاہ رہے ہیں کہ ملفوظات کے مرتب و جمع کرنے کی حد تک تو ان کو کتاب کی نسبت شواہد معطل شہید کی طرف کرتا ہے تو ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں جیسے کہ اہل انور رشیدیہ اور دیگر کتب میں اسے شواہد صاحب ہی کی تصنیف کہا گیا مگر چونکہ اس کا سارا مواد چنانچہ شہید کے ملفوظات پر مشتمل ہے اس لئے باوجود اس کے اول قاطب سید صاحب ہونے جانتے تھے۔ اس مختصر وضاحت کے بعد آپ کے ہر علم خویش ہمارے خلاف دئے گئے تمام حوالوں کا جواب ہو گیا کہ اس میں سے کوئی بھی حوالہ ہمارے خلاف نہیں۔

مذہب خفیہ قرار دیا کرتا ہے:

ہیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ یہ عبارت کس نے لکھی (جس نے بھی لکھی عبارت گستاخانہ ہے)  
(محتاج کون ص ۵۵)

بہارِ شریعت میں کہ کس نے لکھی تو احمد رضا خان سے لیکر آج تک کے نو مولود معترضین نے  
اسے نقلی و جعلی طور پر شاہ صاحب ہی کی طرف کیوں منسوب کیا؟ کیوں آج تک ایک بار بھی  
ان عبارت کو سید احمد عبدالحی مرحومین کی طرف منسوب کر کے ان پر فتویٰ نہیں لگایا گیا سب وہ  
بیادہی سوال ہے جسے کا جواب سارے تہذیب و تمدن و مرد و رضا خانی قیامت کی صبح تک نہیں دے سکتے۔

**اعتراض ۳:** دو بندہ یوں دعا دے اعتراضات کا جواب دینے کے بجائے ہمت کرتے رہے  
صرف ہمت کے حقیقی معنی تو جہ کرنے کے ہیں۔

**جواب:** لفظ اللہ تعالیٰ کا ذکر عداوت کے لئے (اُست) نے آپ کے ایک ایک الزام کا ایسا مست توڑ  
جواب دیا ہے کہ آپ کا دل ہی بھتر جاتا ہے۔ مگر میں نہ انوں کا علاج ہمارے پاس نہیں صرف  
امت کا عقلی مرلہ تو جہ کرنا ہی بھی آپ کا راجل ہے ذریعہ ہے اس اصطلاح کی مکمل توضیح و تشریح  
شیخ احمد صاحب کی کتاب کے ص ۳۲ تا ۳۴ پر موجود ہے جس کو آپ نے جیوا تک نہیں اور انکار  
خدا کی دلیل توضیح کا رد قیامت آپ کی پوری جماعت کے باتواں کندھوں پر پڑے رہے گا جیہیں  
نہایت کو خوش کر کے کہہ لیے۔ نیز اگر آپ کو یہ لگے ہے کہ صرف ہمت کے معنی تو جہ کرنے کے  
ہیں نہ ہی سے صراطِ مستقیم میں منع کیا ہے تو اس توجہ سے منع اشرف سیالوی اور نقی علی خان نے  
لکھا ہے ان پر کیا ہوتا ہے؟

**اعتراض نمبر ۵:** عبارت میں صرف ہمت سے مراد 'وسوسہ' ہے کیونکہ انہی کا ذکر چل  
رہا ہے۔

**جواب:** اللہ دے..... اللہ..... شوقِ تکفیر۔ ایک شخص خود اپنی عبارت میں مخصوص اصطلاح کا  
استعمال کرتا ہے مگر یہ تکفیری کہتے ہیں کہ نہیں اس لفظ کو اس اصطلاحی معنی پر محمول نہیں کریں گے  
کیونکہ شوقِ تکفیر کس طرح پورا ہوگا؟ بلکہ پیچھے وسوسوں کا ذکر چل رہا ہے اس لئے یہ سب بھی  
اور وہ وسوسوں کا ذکر کوئی ہم نے ایک مسلمان کو کافر بنا کر وہ عظیم خدمت سرانجام دے دی جس پر

یعنی داد ہمیں ہمارا باواشیطان اور سے کم ہے۔ اللہ کے بندے یہ کسی جگہ لکھا ہوا ہے اگر کسی بحث میں مختلف الفاظ و اصطلاحات بیان کئے جائیں تو ان سب کا ایک ہی معنی لیا جائے گا؟ اس سے زیادہ کوڑھ مغزنی کا مقابلہ کچھ اور ہو سکتا ہے؟ اگر مہارت سے مراد محض "دوسر" ہو تو یہاں بھی دوسرے کا لفظ استعمال کرتے مگر خام حضور ﷺ اور دیگر کے ذکر کے وقت دوسرے کی جگہ صرف امت کا لفظ استعمال کرنا ہی پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ مراد محض دوسرے نہیں بلکہ صرف امت ہی ہے۔ نہ جانے کیوں آپ کو اسی بحث میں یہ عبارت نظر نہ آئی:

"یہ سمجھنا چاہئے کہ غریب مسائل کا کچھ میں آجاتا اور اور امثال مشائخ و دانشمندان کا کثرتِ نماز میں برا ہے بلکہ اس کا سہکا ارادہ کرنا اور اپنی "ہمت" کو "اسی طرف متوجہ" کرنا اور غیبت میں اسی دعا کا ملحدینہ مخلص لوگوں کے خلوص کے خلاف ہے۔" (مراد مستقیم ص ۹۹)

غور کرو کسی قدر وضاحت سے فرما رہے ہیں کہ محض دوسرے خیالِ ارادہ کی بات نہیں بلکہ اپنا ہمت کو اسی طرف متوجہ کرنے پر ساری گفتگو مبنی ہے۔ دوسرے کا لفظ نظر آگیا مگر یہاں بھی "امت" کا لفظ نظر کیوں نہیں آیا؟ کہ یہ تکفیری مشین گن کی ٹائی میں پھنس جاتا؟ اگر محض خیالات و وساوس کو برا جانتے تو سید صاحب ہرگز یہ نہ فرماتے:

"اور اور امثال فرشتوں کا کشف ان کا خرقہ عطا ہواں میں سے ہے جو حضور حق میں مستغرق یا مخلص لوگوں کو نہایت مہربانوں کی وجہ سے عطا ہو کرتا ہے۔" (ایضاً ص ۹۶)

یہ عبارت کا سیاق و سباق بھی بتا رہا ہے کہ یہاں صرف امت سے مراد صرف دوسرے یا خیالی نہیں چنانچہ سید صاحب فرماتا چاہتے ہیں کہ نماز میں مختلف وساوس و خیالات آسکتے ہیں مگر محض خیالات بعض سے برے ہو سکتے ہیں دیکھو ہو سکتا ہے کبھی زنا کا دوسرا حساب لگھی بیوی سے بھانج کا تو بیوی سے بھانج کے مقابلے میں زنا کا دوسرا زیادہ سخت ہے اس پر زیادہ توجہ و اعتقاد کرنی چاہئے۔ پھر آگے مستقل صوفیاء کے ایک طریق کا ذکر کر رہے ہیں کہ ان کے ہاں شغلِ بزدل شائع ہے اب ظاہر ہے کہ وہ یہ شغل بزدل محض خیالی یا دوسرے کی بنیاد پر تو نہیں کرنے

ہلے کے بلکہ پوری امت و توحید اس طرف گامزن کر دیتے ہیں اس لئے نماز میں شیعہ یا حضور ﷺ کی طرف امت کا نگار بنا کر دل سے بالکل چسپاں ہو جائے اور خدا کا تصویر ہی خدا ہے وہ استغفر حق پرہیز کی کتاب میں ہونا چاہئے تھا اور کوع و کبود جو رب کی بندگی میں کرنا چاہئے تھا اب نبی کے نقل و پایہ پیچھے کے کیلئے کئے جا رہے ہیں تو یقیناً یہ ایک برا فعل بلکہ شرک ہے ایسی نماز والے پر رب کی طرف سے پھینکا رہے الٹ اگر گدھے وغیرہ کی طرف توجہ کو پھیر دیا جائے تو وہ ایک ذلیل و خوار ہے اس کی طرف توجہ جائے گی مٹی نہیں اگر حسیلی بھی گئی تو دل سے چسبیدگی کی کوئی بہت نہیں اس لئے گاؤں کی ہلکے پھر و مرشد و حضور کی طرف نماز میں صرف ہمت کرنا زیادہ برباد ہے۔ عبارت کے اندر خود ”گدھے کی صورت میں مستغرق“ کا لفظ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ محض ہوسے کا ذکر نہیں بلکہ ”استغراق“ کی بات ہو رہی ہے۔

یا مفسر علی کبیر انشراح و سوسے گا ہی ذکر ہو تو دوسروں کے مختلف مراتب ہیں انہی میں سے ایک صرف ہمت کو لے لیں اور پھر

اگر حق تو جی مراد میں ہو مفتی صاحب یا دیگر علماء و یو بند کرتے ہیں۔

دینی عالم انٹر خالد محمود صاحب مدظلہ العالی کی عبارت تو اس کو بھی آپ نے سیاق و سباق سے کاٹ کر ٹوٹ کر ڈالا انٹر صاحب نے اس اعتراض کا جواب پڑے دشمن اعداء میں ”مطالعہ ربات جلد اول ص ۲۸۵ تا ۲۹۳ پڑھ لیا جس کا کوئی جواب آپ کے پاس نہیں۔ ڈاکٹر صاحب لہذا ابھی محض ”خیال آئیانا نہیں“ بلکہ دو خیال مراد ہے جو صرف ہمت کے ساتھ جو چٹا چپے ایک مقام پر آتے ہیں:

”ہاں اگر کوئی شخص نماز میں اللہ تعالیٰ سے ہمت پھر کر اپنے پیر و مرشد کی طرف توجہ پانہ لے لے تو اگر صرف ہمت سے وہ شرک کی دلدل میں جا گرے گا کیونکہ نماز خالصہ اللہ کی عبادت تھی اس لئے شواہد ہمت پھر کر کسی اور کی طرف ہمت لے جانا عبادت کو اس دوسرے سے متعلق کرنا جائز ظاہر ہے کہ اسلام میں عبادت اللہ کے سوا کسی کی نہیں۔ پس نماز میں پیر و مرشد یا کسی ولی اللہ ہمت کو پھیرنا شرک ہے۔ وہ مرید اگر نماز کے باہر اپنے پیر و مرشد کی طرف ہمت پھیرنا چاہتا ہے کہ تہہ نہ کرنا ہے تو لیکن ہے اسے شاذی طریق پر کچھ رعایت مل جائے لیکن نماز میں اللہ سے

اپنی توجہ ہٹا کر اسے اپنے حیر و مرشد یا کسی دلی پیغمبر پر لگا دینا عبادت کے مقام تو حید کی سب سے بڑی آفت ہے۔ مومن کی نماز اس طرح ہونی چاہئے کہ پوری نماز میں اس کی توجہ صرف خدا کی طرف رہے۔ پیغمبر کی طرف بھی دھیان ہو تو اللہ کے دربار میں انوار اللہ سے صرف امت کرے نہ کہ خود اسے کسی صورت میں دھیان نہ پھیرا جائے اور نہ کسی اور کی نیت باندھی جائے۔

(مطالعہ بریلویت، ص ۱۲۸۶)

آپ نے اپنی بنائی ہوئی خود ساختہ عبارت جو مطالعہ بریلویت کے حوالے سے لکھی ہے وہیں وہاں نہیں ملی البتہ عبارت کے پہلے جز خیال آنے اور خیال لانے میں فرق ہے۔۔۔۔۔ کے بعد علامہ صاحب متصل ہی یہ بھی تو لکھتے ہیں:

"مندرجہ بالا تفصیل سے یہ مسئلہ واضح ہو جاتا ہے کہ نماز میں دنیوی چیزوں کا خیال آنا زیادہ سے زیادہ عبادت کے نور سے محروم کر دیتا ہے لیکن اپنے ارادے اور توجہ سے کسی حیر و مرشد کی طرف توجہ باندھنا یہاں تک کہ اور کسی کی طرف دھیان نہ رہے اور اس بزرگ کی طرف کامل صرف امت ہو جائے اور وہ بھی نماز میں تو یہ نفس ایمان سے محروم بھی کر سکتا ہے۔"

(مطالعہ ج، ص ۲۸۸)

اپنے امام احمد رضاؒ کی سنت میں نہ پھسل کر تے ہوئے جب تک آپ لوگ دھوکہ فراڈ نہ کر لیں پیغمبر نہیں داتا۔ غرض علامہ صاحب بھی محض خیال کی بات نہیں کر رہے بلکہ خیال کو اس طور پر لا کہ پوری توجہ اور ہمت اس پر مرکوز ہو جائے کہ کسی اور کا دھیان ہی نہ رہے اس کی بات کر رہے ہیں عموماً مستقیم میں بھی خیال سے مراد یہی ہے۔ حیرت ہے ایک رو وقہ دوسرے کا ذکر آنے پر تو آپ صرف ہمت کو بھی دوسرے پر محمول کر رہے ہیں مگر یہاں بار بار ہمت کی گروان کی وجہ سے خیال کو نہ جانے صرف ہمت پر محمول کیوں نہیں کر رہے ہیں؟

تو جناب والا محض ان بڑی بڑی کتابوں کے نام لکھ دینے سے آپ کا علمی رویہ ہم پر پڑنے والا نہیں کیونکہ ان کتابوں کو لکھنے کی لیاقت ہی سرے سے آپ میں نہیں۔ علامہ صاحب کی اس عبارت کے متعلق مزید وضاحت کیلئے ان کا تحقیقی مقالہ "نماز کا مقام تو حید" ملاحظہ فرمائیں جو دارالمصمیم لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔



آپ نے جہاں روایات پیش کیا ان سے ہمارے مدعا پر کوئی قرین نہیں پڑتا البتہ  
 ائمہ سیادی نے چونکہ توجہ کرنے سے بھی منع کر دیا ہے اس لئے یہ ساری روایات آپ کے  
 حیدے کے متضاد ہیں اس لئے ہمارے حق میں اور اپنے خلاف دلائل دیتے پر شکر یہ آپ  
 پر ایک دلائل محقق اس جماعت کو مل جائے تو اسے کس سے دشمنی مول لینے کی ضرورت نہیں۔

نعمانی صاحب و خالد صاحب کی عبارات میں کوئی ٹکراؤ نہیں

ان کی عبارت میں ٹکراؤ آپ کو محض اپنی اپنی عقل کی وجہ سے نظر آ رہا ہے حیرت ہے جتنے محقق اور  
 ارادہ مند تھے تک کی لیاقت نہیں۔ خیال آئے خیال لانے کو نہ تو حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ  
 نے ہر کہا بلکہ خود غور و خیال آئے کو تو وہ خلعت فاخرہ میں شمار کر رہے ہیں نہ علامہ انظر خالد صاحب  
 صاحب نے نہ نعمانی صاحب نے۔ ان تینوں کے غواہ ایک نماز میں دقت خیال رہا ہے جو اس طور پر ہو  
 کہ ہر طرف پھرتی تو جہاں اسے اور صرف بہت کو متوجہ کر دیا جائے کہ ذات باری تعالیٰ کی طرف  
 بالکل لڑائی و سیانہ کی نہ رہے اس امر کی وضاحت باقیں میں ہو چکی ہے۔

کیا نماز میں حضور ﷺ کی تعظیم شرک ہے؟

اگر تعظیم جو علی وجہ العبادۃ ہو بالکل شرک ہے اس پر آپ کو کیا تکلیف ہے؟ اگر تعظیم کا  
 بعد لگا ہوا ہے تو مکمل کر لیں کہ ہم نماز اللہ کیلئے نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ کی تعظیم کیلئے پڑھتے ہیں  
 ؟ تو ان پر آپ نے ہاتھ تعظیم شرک ہے اور عنوان کے تحت بحث میں آئی موردی و حبیل کا  
 اظہار کرتے ہوئے بار بار ہماری طرف یہ عقیدہ منسوب کیا کہ ہم نماز میں نبی کریم ﷺ کے خیال  
 کو شرک کہتے ہیں اگر پوری جماعت رضائیہ میں کوئی ایک شخص بھی ایسا موجود ہے جس کے دل  
 میں دلی کے دانے کے برابر یا احساس ہے کہ میں نے سر کر اللہ کو اپنی ان کلمہ بسیا نہیں کا  
 صاحب دینا ہے تو وہ بتائے ہم نے کہاں لکھا ہے کہ نماز میں نبی کریم ﷺ کا خیال شرک ہے؟ مفتی  
 صاحب نے امدادی سیاق میں نہیں کئے بلکہ آپ کو اپنے سیاق و سباق کی وجہ سے اس میں سیاقی تفسیر  
 دے رہے ہیں۔

نعمانی صاحب کی طرف آپ نے یہ عبارت منسوب کی کہ وہ دور ان عبارت سجدہ کر کے اس کو تعظیم

سمجھتے، حالانکہ ملا علی قاری کی عربی عبارت کتاب میں موجود ہے ان کا مقصود یہ بیان کرنا کہ اگر سجدے کو تنظیم سمجھتے ہنگام سجدہ کرتے تنظیم کی وجہ سے نیز ان کی عبارت یہ ہے جو پکار پکار کر آپ کو مشرک کہہ رہی ہے شاید اسی وجہ سے پوری عبارت نقل کرنے کی جرات آپ کو نہ ہوئی:

والله اعلم بالصواب العظیم الانبياء و ذالك هو الشرك

(صراط مستقیم پر اعتراضات کا جائزہ ص ۶۳)

لہذا جناب آپ توحید کی تنظیم کو ہی نماز سمجھتے ہیں مگر ملا علی قاری تو فرمادہ ہے ہیں کہ انبیاء کی تنظیم میں مبالغہ کر رہی مشرک ہے۔ ہم نے تو صریح حوالہ نہیں عوالہ جات پیش کر دیے اگر آپ میں طبع ہے تو ہمارا چیلنج ہے کوئی حدیث ایسی پیش کریں جس میں یہ ہو کہ کوئی دیکھو میرے نقشہ پادشہ نے کیلئے نماز میں کرتا۔ ہاتھ ابو ہاشم ان کتبہ صاف ہیں۔

قارئین کہ ہم صراط مستقیم کے متعلق احادیث سے یہ مدلل بحث صراط مستقیم پر اعتراضات کا جائزہ ص ۶۳ پر موجود ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے جس کا کوئی جواب ان مشرکوں کے پاس نہیں سوائے اس کہ وہ جعلی عبارتیں جعلی موقف و ہادی طرف منسوب کر کے پھراسس کا درکارا شرع کر دیں اور یہ پتلا کر گئیں دیکھو ہم نے جواب دے دیا۔

**اعتراض ۶:** قاض حسین نقشبندی اسی عبارت پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے:

مٹھکڑی صاحب لکھتے ہیں: چاہئے تو یہ تھا کہ ایسے بے پرواہ و عابد اور مغفل نمازی پر لاہی جنہی نمازی کو نماز میں حضور ﷺ کا خیال آئے اس پر آسمان سے نور بجلی گرتی اور وہ ہمیں آجوتا آندھی آتی اور اس کو کسی گناہم کوئی اور گھڑے میں پیچک دینی آسمان سے پتھر برساتے جاتے اور اس کا کھینچا کال لیا جاتا آگ آتی اور اس کو جلا کر داکھ کاڑھیر بنا دیتی زمین شق ہوتی اور یہ سارے کا سارا اس میں دھنسا دیا جاتا۔

آگے لکھتے ہیں:

آخر میں اگر توبہ نصیب ہو اور خاتمہ بالخیر سے ہو جائے تو دیگر گناہوں کی طرح یہ جرم بھی معاف ہو جائے گا (عبارت اکابر ص ۹۸)

قارئین کرام! مگر فرار صاحب مٹھکڑی کا یہ تبصرہ صاف بتا رہا ہے کہ علما نے جو پادشہ کے نزدیک

تو، ﷺ کا خیال مبارک نماز میں اتنا برا ہے کہ ایسے مغفل نمازی پر اللہ کا عذاب آنا چاہیے  
(مشیر حسینی، ص ۳۵، ۳۶)

**جواب:** رضا خانی معترض نے پوری عادت سے مجبور ہو کر عبارت کو نقل کرنے میں انتہائی  
خلافت (یعنی فریب و فراڈ) کا مظاہرہ کیا ہے مکمل عبارت سیاق و سباق کے ساتھ مل کر  
اس کو اس کے اصل کوئی شخص دنیا کی کسی عدالت میں کسی جج اور کسی مجسٹریٹ کے سامنے کھڑا ہو  
اور اس کو بیان دے رہا ہو مگر وہ بجائے اس سے ام کلام ہونے کے عدالت کے وقت میں جج کی  
بیرونی میں کسی اور سے کلام کر رہا ہو یا جج کی طرف توجہ کرنے کے بجائے قصد کسی اور طرف  
رکھ رہا ہو تو بہت ممکن ہے کہ اس پر تو قین عدالت کا مقدمہ چلے اور اسے کئے کا غمناک نہ بھگتے۔ یہ  
بائے نام حاکم اس انجم الخائنین کے مقابلہ میں اور یہ مجازی عدالتیں رب العزت کی حقیقی عدالت  
کے مقابلہ کا اقتدار رکھتی ہے؟ چاہئے تو یہ تھا کہ ایسے بے پرواہ عابد اور مغفل نمازی پر (یعنی جس  
نہی کو نماز میں حضور ﷺ کا خیال بطریق صرف ہست آئے) اس پر آسمان سے قوراء بھیجی گرتی  
اور جسم ہو جاتا آندھنی آتی اور اس کو کسی گناہ کوئی اور کھڑے میں بھینک دیتی آسمان سے  
خبر دے مائے جاتے اور اس کا بھیجا نکالی لیا جاتا آگ آتی اور اس کو جلا کر اٹھکا ڈھیر بنا دیتی  
ذبح نش ہوئی اور یہ سارے کاسار اس میں دھنسا دیا جاتا مگر یہ دورہ گار تو رحم الراحمین ہے وہ  
بڑا مہربان ہے ورنہ فرماتا ہے آخر میں اگر تو یہ نصیب ہو اور فائدہ بالخیر سے ہو جائے تو دیکھ  
موتوں کی طرح یہ جرم بھی معاف ہو جائے گا (عبارات، اکابر میں ص ۹۷، ۹۸)

قدیم کرام اکمل عبارت آپ نے چڑھ لی اس میں کہیں بھی امام اہلسنت نے یہ نہیں لکھا کہ  
اللہ نماز میں نبی کریم ﷺ کا خیال آنے پر عذاب آنا چاہئے تو یہ فرما رہے ہیں کہ نماز میں  
تو ہی بجائے رب کی طرف اپنی تمام توجہ مبذول کرنے کے بجائے اس کی بندگی کی طرف  
سے خیانت کو نہ کر دیکھنے کے بجائے اللہ کی ذات کو بالکل بھول کر طیر اللہ کی طرف اپنے  
نیابت کو نہ کر کے تو یہ آدمی اس لائق ہے کہ اس پر اللہ کا عذاب آجائے جب عارضی عدالتیں  
نہایت فی کورداشت نہیں کر سکتی کہ جج کے بجائے آپ اس کے سامنے کسی اور کی طرف موقوف  
اللہ اللہ کی بارگاہ میں اس قسم کی گستاخی کس طرح قابل برداشت ہو سکتی ہے؟ ایسی فسق و فساد

رضا خانیوں ہی کو مبارک مگر چونکہ رضا خانیوں کی تمنا یہی اسی قسم کی ہوتی ہیں اس لئے ان کو امام  
اہلسنت کی اس عبارت سے قلمی تکلیف ہونا لازمی امر ہے۔

**اعتراض ۷:** "مقدور صاحب کی نرالی گپ: اور جس کا معنی آپ نے ہمت کو نفاذ دینا ہے۔  
اس کے معنی نفس تصور اور خیال آنا کے نہیں ہیں جیسا کہ ظاہر صاحب اور ان کے مؤلفین کہتے  
ہیں بلکہ وہ خیال ہے جس میں قصد اور ارادہ ایسا پوری ہمت لگا دی جسبائے (عبارت کا  
میں ۹۸) یعنی دہلوی صاحب نے حضور ﷺ کے جس خیال کو نماز میں گدھے کے خیال سے  
برا کہا ہے وہ خیالی ہے جو ارادہ قصد اور

(شمس حسن علی، ص ۳۸۲)

**جواب:** پھر وہی دھوکا اور فراڈ! صرف خیال، قصد اور ارادہ کا ذکر نہیں بلکہ اس کے ساتھ عبارت  
میں صاف طور پر "ہمت" کا لفظ موجود ہے جس کی مکمل تشریح ماقبل میں کر چکی ہے اور رضا خانی  
ای کو نہ سمجھتے ہوئے بار بار "خیال" کی رٹ لگا کر اپنی جہالتوں اور تعصبات کا مظاہرہ کر رہے  
ہیں۔

مزید تفصیل کیلئے:

صراطِ مستقیم کی عبارت کی مزید توضیح کیلئے حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہ العالی کی  
کتاب "لغاتِ اسلامیہ" اور مفتی حماد صاحب نقشبندی کی کتاب "صراطِ مستقیم پر اعتراضات  
کا جائزہ" ملاحظہ فرمائیں۔

**اعتراض ۳:** امام الانبیاء ﷺ اور دیگر تمام انبیاء چہار سے زیادہ وسیل اور ذرا  
ناچیز سے کمتر ہیں۔ لہذا باللہ

یہ بدیہ اور عنوان قائم کر کے رضا خانی ترہیں نکلتا ہے:

"وہی ہستی نہ ہے کے امام مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ یہ یقیناً جان لیوا پاپ ہے کہ ہر مخلوق  
کو (انبیاء و اولیاء) کو یا جھوٹا (ہم تم) اور اللہ کی شان کے آگے چہار سے بھی وسیل سے  
(تقریباً ۸۳ ص ۸۳ طبع دہلی)

ان کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء و اولیاء اس کے در و دروازہ ناچیں (تجوید ایمان ص ۵۶)۔

(یونہیت کے بظان کا انکشاف ص ۶۷، شمشیر حسینی ص ۲۴، ۲۸، یونہیت سے بریلی ص ۳۵۳، ۳۵۶، یونہیت کی غریب ص ۲۰۶، ۲۰۷، ۱۷۸)

**جواب:** رضا خانیوں نے سخت آباہ پر عمل کرتے ہوئے عبارات کو نقل کرنے اور مطہر کو بیان کرنے میں دجل و فریب کا مظاہرہ کیا ہے راقم الحروف اس اعتراض کا تفصیلی جواب ”نور سخت ثار“ میں دے چکا ہے جواب مفید اخافوں کے ساتھ یہاں ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔  
یہ مختصر پہلے آپ تجویز الایمان کی پوری عبارت ملاحظہ فرمائیں اس کے بعد انشاء اللہ فقیر ایلا مروضات عرض کرے گا:

تجوید ایمان کی عبارت

واللھ لعل لقمان لنبیہ وھو بعظہ یا بنی لا یشرک باعدہ ان الشرک لظلم عظیم

(پ ۲۱ سورہ لقمان)

زیر اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورہ لقمان میں جب کہا لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو اور نصیحت کرنا سخت کرکوائے بیٹے میرے مت شریک بنا اللہ کا بے شک شریک بنانا بڑی بے انصافی ہے۔  
لیکن اللہ صاحب حق لقمانؑ کو عقل مندی دی تھی سوانحوں نے اس سے سمجھا کہ بے انصافی کیا ہے کہ کسی کا حق اور کسی کو چکرا دینا اور جس نے اللہ کا حق اس کی مخلوق کو دیا تو بڑے سے بڑے کا حق لے کر ذلیل سے ذلیل کو دے دیا جیسے بادشاہ کا تاج ایک چہار کے سر پر رکھ دینے کے لئے بڑی بے انصافی کیا ہوگی؟

اب یہ بھی کر لیں چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ تعالیٰ کی شان کے آگے چہار سے بھی ذلیل ہے۔

**پیش گزارش (تحقیق جواب)**

یہ بیانیوں کی طرف سے اس عبارت پر اعتراض محض تعصب کا شاخسانہ ہے اگر یہ لوگ عقل کے طرز کلام اور تقریر کے رویہ کو غور اور تامل سے اور ساری کتاب کو انصاف کی روش سے



زیر نظر ہے کہ وہ لوگ عقیدہ ہاٹل سے توبہ کریں اور خدا کے قہار و جبار کا حکم بجا لائیں تو صاحبِ توحید اللہ تعالیٰ نے جاملے عوام کے گمانِ باطل اور زعمِ فاسد کا رد کیا ہے کہ جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ قائلِ حقوق یا ظالم ہستی جو چاہیں ہو کر میں کوئی ان کو پوچھنے والا نہیں وہ سخت ارکھیں ہیں خدا تعالیٰ رحمتِ اتم کے مالک ہیں تو ایسے لوگوں کے گمان کو رد کرتے ہوئے شائد صاحبِ فرماتے ہیں کہ ہر مخلوق خدا تعالیٰ جیسا کہ اللہ کی شان کے آگے چہرہ سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ خود فرمائیں کہ یہاں پرانے و ستیوں کا ہے ایک تو نسبتِ مخلوق کی خالق سے ہے اور دوسری نسبت ایک مخلوق کی دوسری مخلوق سے اور یہاں پہلی نسبت کا بیان ہے گویا مقصود صاحبِ توحید اللہ تعالیٰ کا صرف یہاں ہے کہ نسبتِ مخلوق کے مراتب کی خالق کے مراتب کی نسبت کے ساتھ بالکل کچھ بھی نہیں ایک ذرا برابر ہی مخلوق کا مرتبہ خالق کے مراتب کے آگے نہیں اس واسطے کہ تمام مخلوق حادثاتِ خارج سے قدیم رہا کرتے والے قدرتِ کاملہ رکھنے والے کی اس سے اس کو کچھ بھی مناسبت و مشابہت نہیں پس کلمہ حق اس کی تو شان یہ ہے کہ اذکار و ادبیت ان بقول نہ کن فیہ کمون پس صاحبِ توحید تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ ہر مخلوق اللہ تعالیٰ کی شان کے آگے چہرہ سے بھی زیادہ ذلیل ہے بہت بجا و باطل درست ہے کیونکہ ہر موجود مستحقِ کائناتی اعتقاد و عبادت اس عزیز و ذاتِ اقصیٰ کے آگے ہر فرقہ ذلیل یعنی نہایت ضعیف اور عاجز ہے سر و سامان ہے۔ یہاں اہلِ استقامت بھی اسی لئے مشابہت کیا گیا کہ اس کی تقیضِ عزت ہے جس کے معنی قوت اور داد و انعامی قدیم ہی سوائے اللہ کے کیا کچھ! خود فرماتا ہے کہ من ذلت سے منزہ و مبرا ہوں و لم یکن لہ ولی من الملک یعنی وہ اب بھی اٹھ کر اسے کسی ذلیل یعنی کمزور کی حاجت ہو۔

پس وہ خالق ہے یا خود غنی ہے اور ہر مخلوق ہر اس امر احتیاج و محتاج ہے اس ذات سے کہ اللہ تعالیٰ کی طرح برابر کی شرکت اور تقابل نہیں کیونکہ وہ خالق مطلق اور رزاق برحق ہے ازل سے اب تک عزت و بڑی وہ مالک الملک قاهر الغالب مستدیم ہے ولہ العزیز فی السموات والارض اور حدیث قدسی الکبریا و ذاتی و العظمت ازادی اس عزیز السلطان کی شان ہے

چنانچہ خود فرماتا ہے کہ ان کل من فی السموات والارض

الا انی الرحمن عبدہ الامی آیت کی تفسیر میں ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمد نے تفسیر قرآن میں لکھا:

ای خاصہ، ذلیل و معیاد۔ (تفسیر نسفی ج ۳ ص ۵۳ سورہ ابراہیم تفسیرات) اور صاحب جلالین نے تو صاف تصریح کر دی کہ ان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت ان علیہ السلام بھی داخل ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ:

ای ذلیل و خاصہ عیوہ القیامۃ منہم عزیر و عیسی۔ (جلالین ص ۲۶۰) آخر یہ مقررین صاحب جلالین پر کوئی فتویٰ کیوں نہیں لگاتے جو ان اولو العزم انبیاء کا نام لیا لفظ "ان" کی نسبت ان کی طرف کر رہے ہیں۔۔۔؟ ان پر فتوے کیوں نہیں لگائے؟

بفرما چشمِ عداوتِ حقِ تبارک و تعالیٰ  
حسدِ بھاحمد طبعِ سچا تر پاؤں  
امام رابعہ صنفی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی عبد کے معنی ذلیل کے لکھے ہیں تو ان کی فتویٰ کیوں نہیں جس طرح ان کا مقصد تو جین نہیں بلکہ یہ بتانا ہے کہ اس واحد القہار ذات کے سامنے تمام مخلوق ہے وہ ضعیف و ناتواں ہے جس کو ذلیل سے تعبیر کیا ہے پس یہی مقصود تفسیر الایمان کی اس عبارت کا ہے حیرت تو یہ ہے کہ صاحب تقویہ الایمان نے نہ تو کسی ولی کا ذکر کیا، نہ کسی مگر بھر لکھی وہ گستاخ اور یہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا نام لکھ کر یہی الفاظ استعمال کر رہے ہیں مگر پھر بھی ولیا و اللہ۔ مگر

ان بزرگوں کو برا کہنے سے کیا پھل پائے گے  
و کچھ لوگے تم بھی کل اس کی کیا سزا پائے گے

صاحب جلالین قرآن پاک کی آیت صلی اللہ علیہ وسلم من یرید الارسل اللہ رسلہ من قبلہ المرسل و امہ صدیقہ کانا با کلان الطغام کی تفسیر میں لکھتے ہیں کانا با کلان الطغام کعبہ حنظلہ من الحیم الماتہ (ص ۱۰۳) نور فرمائیں یہاں تو ایک اولو العزم نبی اور ان کا والد با والدہ کو سبب احتیاج اور ضعیف ہونے کے جائزوں سے تشبیہ دے دی گئی اور حیوانات کے ساتھ ان کا ذکر کیا گیا اب کوئی بریلوی حضرات کی طرح شرم و حیا کا کر دینے والی حالت کی طرف اشارہ



افسوس اور کچے کر  
 حیوانات میں تو کتا بھی ہے۔۔۔۔۔  
 بڑا بھی ہے۔۔۔۔۔  
 گدا بھی ہے۔۔۔۔۔  
 بوٹھی ہے۔۔۔۔۔

نواب صاحب جلالین نے معاذ اللہ۔۔۔۔۔ اندازہ لگا میں بات کہاں تک پہنچ گئی؟ تو اگر  
 صاحب اتویہ ایمان نے مخلوق کی کمزوری و عاجزی کو ثابت کرنے کیلئے مطلقاً مخلوق کیلئے  
 ہمارا (موہبی) کا لفظ استعمال کر دیا تو کسی کو کیا تکلیف۔۔۔؟ بتائیں کیا جلالین میں حضرت عیسیٰ  
 علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کو سبب احتیاج کے اور اختیار نہ ہونے کے مانستہ اور  
 جانوروں کی طرح لکھنا کیا ان کی حقارت اور گستاخ کرنے کیلئے لکھا گیا ہے۔۔۔؟؟؟؟؟ لہو ذباہہ  
 من سوء القلم

شیخ سعدی بھی اسی قہار عزیز و جبار کی شان میں فرماتے ہیں کہ  
 مگر نمکسر خطاب قہر کنند

انبیاء و اچے جائے معذرت است

حاجل قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جگہ دجال کی قیند کو پیارے آقا ﷺ کی قیند سے تشبیہ و  
 دی تو احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ:  
 "القول لقد ثقلت هذه الكفافة على"

(فتاویٰ رضویہ، ج ۱: ص ۱۳۰۔ سنی دارالاشاعت ۱۹۶۷ء)

نور ہائے نبی یاں تو صرف یہ کہہ کر عبارت سے صرف نظر کیا جا رہا ہے کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ  
 قیاسیہ تشبیہ و تمثیل سے مزاج پر بہت بھاری گزرا لیکن اگر اس طرح کے پیرائے علمائے  
 دہشتی کتاؤں میں عام مخلوق کیلئے استعمال کر لئے جائیں تو فورا کفر کے فتوے ہائے ہائے انبیاء  
 علیہم السلام کی گستاخی کر دی۔۔۔۔۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس قہار و جبار ذات کی کبریائی اور مخلوق کی بے چارگی ان الفاظ

میں بیان کرتے ہیں:

”و اما معرفتِ روم آں بود کہ از صفتِ وی تجرید، و لکن از ناپاکی  
تقدیر آں خبرد کہ از وی من تر شد چنانچہ کسی در چنگالِ افتد و بر سر  
شمار آید و خویش بچشم از آنکے صفتِ شیریں و اندک طبعِ وی ہا کہ  
مردن است و آنکے پردہٴ بیہوشی و بیہوشی و بیہوشی پاک — بندہٴ ہوا  
خوفِ تمام تر و فاضل تر، و ہر کہ صفاتِ حق تعالیٰ شناسد و جہالت  
و بزرگی و توانائی: بے ہا کی و بی ہا کی آفت کہ اگر ہر عالم ہا کہ  
کنند و چاہد و دوزخ داند، یک ذرہ از محکمتِ وی کم نشود و آفت  
و اذیت و شفقت گویند از حقیقتِ آں ذاتِ اقدسہ است، جا کی  
آں بود کہ بر مرد و این ترس انبیاء و را نیز بود اگرچہ دانستہ کہ از  
معصیتِ معصوم اند و ہر کہ بچہائے تعالیٰ عارف تر بود ترسائی تر  
باشد و رسول اللہ (ﷺ) از ایں گفت: ”من عارف ترین شام  
بچہائے و ترسائی ترین و برائے ایں آفت الما حطی اللہ من عباده  
اعلم اور ہر کہ چاہی تر بود لیکن تر بود و حق آمدہ اور (علیہ  
السلام) کہ یا اور از من چنان ترس کہ از شیر خشک ترسے۔“

(کیمیائے سعادت، ج ۲، ص ۲۰۰، ۲۰۱، ص ۲۰۲، ص ۲۰۳، ص ۲۰۴)

ترس، معرفت کی اور سری صودت ہے کہ اپنے محبوب اور معاشی کے باعث  
یہ خوف نہ ہو بلکہ جس سے ڈرتا ہے اس کی بے ہا کی اور قدرت اس کی معرفت  
کا سبب بنی، مثلاً جب کوئی آدمی شیر کے پیچھے میں گر لے اور چاہتا ہے تو اس  
وقت وہ اپنی غلطی اور کوتاہی کے سبب سے نہیں ڈرتا بلکہ اس بات سے ڈرتا  
ہوتا ہے کہ شیر زندہ جائے اور اس کو پیچھے میں گر لے اور سنے، اسی کی کمزوری  
کی کچھ پرواہ نہیں، یہ خوف بہت افضلیت رکھتا ہے، ایسے جس نے اللہ کی صفت  
تدیت کو چکنا چاک کی بزرگی قوت اور بے پردہ کی کو جانا اور سمجھ گیا کہ اگر وہ  
سوائے عالم کو ہلاک کر دے اور ہمیشہ کیلئے دوزخ میں، کھے تو اس کی  
بادشاہت سے ایک ذرہ بھی کم نہیں ہوگا اور بے جا غری و شفقت ہے چاہے اس

کی ذات پاک ہے تو یقیناً وہ ڈر سے گھبرا گیا اور کرام کو بھی ہوتا ہے  
 اگرچہ وہ معصوم اور گناہوں سے پاک ہیں اور جس شخص کو یہ درجہ معرفت جس  
 قدر زیادہ حاصل ہوگا وہ اسی قدر (اس ذات بے نیاز سے) زیادہ ڈرنے والا  
 ہوگا اسی لئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یقیناً میں تم میں سب سے زیادہ  
 اپنے رب کی معرفت رکھنے والا ہوں اور تمہارا کی نسبت سب سے زیادہ اس سے  
 ڈرنے والا بھی ہوں اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے بندوں میں  
 سب سے زیادہ ڈرنے والے اہل علم ہی ہیں اور جو اس کے عرفان ذات و  
 صفات سے جس قدر بے بہر اور جاہل ہوگا وہ اس کی ذات سے اتنا اقل زیادہ  
 بے خوف ہوگا۔ حضرت داود علیہ السلام کی طرف وحی آئی کہ اے داؤد! مجھ سے  
 ایسا ڈر جیسے شیر سے ڈرتا ہے۔

اہم غرائی کی روحانی و علمی وجاہت کا کوئی جاہل ہی منکر ہو سکتا ہے جب انہوں نے اللہ  
 کی قدرت کاملہ اور اس کی بے پرواہ ذات کی بڑائی و کبریائی کو ثابت کرنے کیلئے بھیسٹے اور  
 دوسے کی مثال دے دی اور نبی کریم ﷺ اور حضرت داود علیہ السلام کے ناموں کی اس میں  
 تھرتھرائی تو اگر شاہ صاحب نے مخلوق کیلئے ہمارے کی مثال دے دی یا ذیل کا لفظ استعمال  
 کر لیا تو کسی کو کیا تکلیف؟۔

غرض اس طرح کی مثالیں معاذ اللہ کسی کی توہین یا متحکم کو بیان کرنے کیلئے نہیں بلکہ  
 اللہ عزت کی طاقت و قدرت اور مخلوق کی بے بسی کو ظاہر کرنے کیلئے بیان کی جاتی ہیں  
 حضرت شاہ صاحب نے جو اسلوب اختیار کیا وہ قرآن و سنت اور بزرگان دین کے اسلوب بیان  
 کے مطابق ہے۔ تو پھر آخر یہ دشمنی صرف شاہ صاحب سے ہی کیوں؟۔  
 شاہ صاحب کی مہارت میں ”آگے“ کا لفظ ہے جس کا عام معنی ”مقابلہ“ ہوتا ہے۔ جیسے کہا جاتا  
 ہے کہ چاند کی سورج کے آگے کیا حیثیت ہے یعنی چاند کی سورج کے مقابلے میں کیا حیثیت ہے  
 اسی طرح کہتے ہیں کہ صدر کے حکم سے آگے تمہارا دار کے حکم کی کوئی وقعت نہیں تو اس کا مطلب  
 یہ ہے کہ صدر کے حکم کے مقابلے میں تمہارا دار کے حکم کی کوئی وقعت نہیں۔ حضرت شاہ صاحب  
 کی عبارت میں آگے کا لفظ اسی مقابلہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی خالق کے مقابلہ میں۔

اسی طرح "ذلت" کے لفظ کے متعلق وضاحت کر دوں کہ اذلت کے معنی ضمنی کمزوری تکت کے ہیں امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الذل ما كان عن القهر... يقال الذل والقلل، والذلة والقليلة (مفردات القرآن، ص ۱۳۶)  
غرض ذلت کے معنی کمزور، عاجز ناتواں ہونا دوسرے کے مقابلے میں اور عزت کے معنی قوت غالب امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ قرآن پاک کی آیت ولقد نصر محمد بن عبد الله التيمم اذلة کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قال صاحب الكشف: الاذلة جمع قللة... انه تعالى قال: والله العزوة ولرسوله وللذين آمنوا وللذين آمنوا وخالصوا...  
تفسیر: بقللة العدد وضعف الحال وقلة السلاح والبال و عدم القدرة على مقاومة العدو ومعنى الذل الضعف عن المقاومة ونقصه العزوة وهو القوة والعلوة

(تفسیر کبیر، ج ۸، ص ۱۲۸)  
یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے خود اس آیت کی تفسیر اور معادے میں قرآن پاک کی ایک اور آیت وہ العزوة ولرسوله وللذين آمنوا کی تفسیر کرتے ہوئے اس کا جواب دیا ہے بلویوں کے مناظر و عظیم عمرا چھوڑی نے بھی مکیاس خلیفہ کی آیت کو تفسیر کیا ایمان کی اس عبارت کی تفسیر میں غلطی کر کے دیا کیا مگر شاہ صاحب کی کرامت تو دیکھئے کہ اس کا جواب امام رازی نے اس وقت دے دیا جب ابھی عمرا چھوڑی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔۔۔

اس حوالے سے صاف ظاہر ہے کہ ہر مخلوق خالق بدیع السموات کے قوت و غلبہ عزت کے مقابلے میں بلا دریب وکیل ہے یعنی ذرہ کے مانند ضعیف و ناتواں کسی قدر انفس کی بات ہے کہ صحابہ کرام و رسول اللہ تعالیٰ علیہم السلام کو تو کھار مشرکین اور عاجز مخلوق کے مقابلے میں ذلیل کیا جا رہا ہے مگر وہی اسلوب جب شاہ صاحب مخلوق اور خالق کے درمیان نسبت کو بیان کرنے کیلئے اختیار کریں تو کفر گستاخی تو ہیں کے فوٹے۔۔۔

تفسیر الامام میں ہے کہ:

انفلہ جمع ذلیل و العما جمع غلہ الا یہذا ان باتشغاعہم حیث یصلو حیث یصلی اللہ  
واللہ اذا کانوا الا حمانہ و بضعة عسرو کان ضعیف حمالہم طی الغایۃ (تفسیر ابو سعور  
جلد ۱ ص ۴۹)۔

پس قرآن شریف اور تفسیروں سے واضح ہوا کہ اس مالک الملک نے صاحب کرام  
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بسبب ضعف و قوت مال کے کفار کے مقابلے میں ذلیل منعم مایا  
تذلل فی اس مالک الملک کی عزت کاخ و سلطنت کاہرہ کے آگے اور قوت باہرہ کے سامنے کیوں  
کرہیف و لقیف و ذلیل نہ گئے جائیں اس لئے کہ ذلت و ضعف محتاج انسان کا نشان ہے اور  
ارمان رب اس پر دلیل ہے وہ خود فرماتا علی اللہ الانسان ضعیفا اور یہ شان تو اس کی ہے ہو  
الفاخر لوقی عبادہ۔

پھر حضرت شاہ صاحب نے بادشاہ اور پتھار کا ذکر کر کے واضح کر دیا کہ یہاں ذلیل  
مع معی کمزور ضعیف اور بے سرو سامان کے ہیں نہ کہ حقیر، کمینہ اور بے عزت جیسا کہ بریلوی  
حضرات لوگوں کو سمجھا دیتے ہیں کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ موچی بادشاہ کے مقابلے میں کمزور  
بسیل ہو جاتا ہے بے عزت اور کمینہ بن گیا۔ یہاں بات ہے کہ بریلوی ہمارا اور ضعیف کو ہی کمینہ  
کہتے ہوں کیونکہ ان حضرات کی ساری تو جہانیا کے ممال و ممالک پر ہوتی ہے اسی دنیاوی محتاج  
کچے ہنر ایمان بھی بگاڑا اور لوگوں کے ایمان بگاڑنے پر بھی تکتے ہوئے ہیں۔ بے عزت، حقیر  
اور ہتھوڑا ہوتا ہے جو جو بد غی، بد کردار، بد عقیدہ ہو جو شخص غلط عقائد رکھتا ہو، غلط کام کرتا ہو  
بے عزت و سوا ہی ہوتا ہے خواہ ہفت الکلم کی بادشاہت رکھتا ہو اور جو شخص خدا کے پسندیدہ کام  
کرتا ہو خواہ کمزور و ضعیف کیوں نہ ہو بے عزت و حقیر نہیں ہوتا کہ ان اھو ملکہ عند اللہ  
انھم۔ غرض عبارت کا مطلب صرف اتنا ہے کہ ہر مخلوق چاہے وہ طاقتور ہو یا کمزور، دولت مند  
ہو یا نادار اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اس سے بھی زیادہ کمزور و ناتواں ہوتی ہے چنانکہ ایک سوہا  
بظاہر کے مقابلے میں ضعیف اور کمزور ہوتا ہے۔

تقریباً ایمان کی عبارت میں بریلوی مولوی اکبر "بڑا" "چھوٹا" کے لفظ سے دھوکہ  
دینے لگا کہ اس سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں اور چھوٹے سے مراد اولیاء اللہ (جیسا کہ احمد

سعید کاظمی نے الحق نامین میں لکھا: حالانکہ چھوٹے بڑے سے مراد عوام اور بادشاہ بھی ہو سکتے ہیں، طاقتور اور کمزور بھی بڑا چھوٹا کہلائے جاسکتے ہیں، "جب کہا جاتا ہے" بڑا ملک چھوٹے ملک پر حملہ نہ کرے " تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ طاقتور ملک کمزور ملک پر حملہ نہ کرے اسی طرح مالدار اور نادار پر بھی چھوٹے بڑے کا اطلاق ہو سکتا ہے، زیادہ عمروالوں اور کم عمروالوں کو بھی بڑا چھوٹا کہا جاتا ہے غرضیکہ چھوٹے بڑے کے بہت سے معنی مراد لئے جاسکتے ہیں مگر براہِ تعصب یہ کہ بریلویوں نے ہر حال میں یہ رٹ لگائی ہے کہ ٹھیک بڑے سے مراد انبیاء ہیں اور چھوٹے سے مراد اولیاء خدا۔ اگر کفر ایسے ہی ثابت ہوتا ہے تو احمد رضا خان صاحب کا ایک شعر ملاحظہ کرو:

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالائرا

اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اٹھاتا

(حکایت بخشش: حصہ اول: ص ۳۳۔ مدینہ پرنٹنگ)

اب کوئی کہے کہ یہاں اس شعر میں اونچے سے مراد تو اولیاء خدا ہیں اور اسس اونچے سے مراد انچوں سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں۔ گویا احمد رضا خان صاحب کے نزدیک شیخ جیلانی (رحمۃ اللہ علیہ) کا مرتبہ محالہ انبیاء سے بھی بڑھ کر ہے۔ کیا کوئی بریلوی ہماری اس تفسیر کو تسلیم کرے گا؟ ایک جگہ ایک بریلوی کے سامنے جب فقیر نے یہی شعر پیش کیا تو کہا کہ اہلی حضرت نے یہ مقامات پر بیان کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا مرتبہ سب سے اونچا ہے لہذا انبیاء اس شعر سے مراد انبیاء ہیں۔ تو فرما کہ اللہ کے بندے شجاع و شہید رحمتہ اللہ علیہ نے جو جگہ جگاہ یہ مقامات بیان کی ہیں ان میں کیا کیا اور وہ حق نظر نہیں آتی؟

حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"کسی شخص کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک اس کے سامنے

ماری طاقت اس طرح ظاہر نہ ہو گویا وہ اذیت کی پہنچ ہے۔" (فوائد النور، ص ۲۲۳)

۲۲۳۔ غلام اکبری محمد اقبال و پنجاب)

پشاور کے معروف بریلوی عالم سید محمد چشتی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"تمام مخلوق میں وہ (یعنی ذواتِ قدسہ) سیرا انبیاء مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام) بھی شامل ہیں۔"

(وصول تکفیر، ص ۱۹۷)

جواب دینا کیا اس اصول کے تحت "ساری خلقت" کے لفظ میں انبیاء مرسلین شامل نہیں؟ احمد رضا خان صاحب اس عبارت کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ مخلوق کی دو قسمیں ہیں ایک تو انبیاء اولیاء اللہ ایک مومنین اور دوسری مخلوق جو دینی اعتبار سے کسی عظمت کے لائق نہیں ان کے بزرگوار اہل تو کفار مشرکین مشن و ہابید و یر بند یہ غیر مقلدین پھر بانی ضالین، اس قسم کی عبارتوں میں دوسری قسم کی مخلوق مراد ہیں اور انبیاء اولیاء اللہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

(مخلصا۔ عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، ص ۱۱۸ تا ۱۲۱)

نہ رزمائیں عبارت میں دور دور تک اس تقسیم کا کوئی ذکر نہیں مگر چونکہ اس عبارت پر فتویٰ لگانے پر عبارات کی آمدنی رکھنے کا اندیشہ تھا اس لئے اتنی دور کی کوڑی لائے تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ بیان ایمان میں ہر مخلوق سے مراد وہ مخلوق ہے جن کی دینی اعتبار سے کوئی عظمت نہیں ان کے بزرگوار اہل تو کفار مشرکین مشن و ہابید و یر بند اہل اور شیعہ ہیں۔ اس عبارت میں مقصود انہی کو بیان کرنا ہے کہ بڑے سے مراد تو ان کے بڑے پیشوا جیسے احمد رضا خان صاحب، نعیم الدین مراد آبادی صاحب، مرزا قادیانی اور چھوٹے سے مراد بعد کے پیغمبر تو شاہ صاحب فرما رہے ہیں کہ اللہ کو چھڑ کر ان جیسوں کو حاجت روا مشکل کشا اپنا بی ماننا ایسا ہے کہ جیسے کسی بڑی ہستی کا منصب ان ہیچے ٹیلوں کو دے دیا جائے۔ بریلوی حضرات تلخ پا نہ ہوں کیونکہ جب وہ اس عبارت میں انبیاء اولیاء کو داخل کرنے کی جسارت کر سکتے ہیں تو یہ مشن احمد رضا خان، نعیم الدین اور دیگر بریلوی مشکل کشاؤں پر کیوں نہیں کی جاسکتی؟۔

## دوسری گزارش

اس تفصیل کے بعد اس بات کو بھی ملحوظ خاطر رکھیں کہ مذکور بارہ بالہ عبارت میں سنہ تو انبیاء علیہم السلام اور نہ ہی اولیاء اللہ و رحمہم اللہ کی صراحت ہے نہ ذکر بلکہ مطلقاً ایک بات ہے اور ان کے آگے کا بعض اوقات اجمال کا حکم اور ہوتا ہے تفصیل کا حکم اور ہوتا ہے۔ لیکن اگر باغیہاں معترضین کے نزدیک گستاخی اس بنیاد پر ہے کہ اولیاء یا انبیاء کو ذلیل کہا گیا اور یہ کفر اور گستاخی ہے تو پھر آخر یہ دشنام طرازیوں صرف شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کے خلاف کیوں

؟ کیونکہ خود بریلوی بھی جن لوگوں کو اپنے اکابرین میں شمار کرتے ہیں ان مسلمانوں کے لئے یہ عبارت میں تو انبیاء علیہم السلام کا نام لے کر ان کیلئے "ذلیل" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے چند روز جات ملاحظہ ہوں:

احمد رضا خان صاحب کی طرف سے حضور ﷺ کیلئے "ذلت" کے لفظ کا استعمال:  
احمد رضا خان اپنے شاعرانہ مجھوٹے حدائق بخشش میں حضور ﷺ کے بارے میں ایک شعر بیان کرتے ہیں:

کثرت بعد قلت پہ اکثر درود عزت بعد ذلت پہ لاکھوں سلام  
(حدائق بخشش، حصہ دوم، ص ۲۹، مدینہ پبلشنگ کراچی)

غور فرمائیں کس واضح انداز میں یہاں حضور ﷺ کیلئے کہا جا رہا ہے کہ پہلے آپ ان کی شے معاذ اللہ ذلت میں تھے بعد میں جب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی کثرت ہوئی تو آپ کو عزت ملی۔۔۔ کیا نبی کریم ﷺ کا نام لے کر ان کو ذلت والا کہتے ان کی توہین نہیں۔۔۔؟؟؟ نصیر الدین گوڑوی بریلوی پر جب اسی قسم کا ایک اعتراض ہوا تو احمد رضا خان نے اسی شعر کو پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس قول بالا شعر میں کس عزت اور کس ذلت کا ذکر فرما رہے ہیں۔ کیا ان کو شان رسالت کا ظلم نہ تھا کہ انھوں نے ذلت کی نسبت آپ کی ذات عالیہ کی طرف کر دی، کیا وہ آپ کے نزدیک حق تعالیٰ کی زو میں نہیں آتے؟ اگر نہیں تو کیوں؟"

(الغفرۃ الغیب علی ازادہ ہاریب، ص ۲، مہر یہ نصیر یہ پبلشرز لاہور)  
اب ہم یہاں بریلویوں سے یہی مطالبہ کرتے ہیں جو نصیر الدین گوڑوی نے کیا اور کیا ہی خوب کہا کہ:

اگر آپ کے نزدیک ذات انبیاء کی طرف کسی قسم کی ذلت یا رسوائی کا انتخاب یا یہ عقیدہ رکھنا کہ اس طبقے پر بھی بصورت امتحان ذلت آسکتی ہے انبیاء کی گستاخی ہے تو لیجئے سب سے پہلے آپ مولا یا احمد رضا خان پر گستاخی کا فتویٰ



اچھے اور جس بے باکی سے آپ کے صحاب قلم نے مجھ پر دہا بیت اور گمراہی وغیرہ کے الفاظ برسائے ہیں، خدا را الشی ان حق گوئی کا مظاہرہ ذرا ناقص مل بریلوی کے حق میں بھی کر دکھائیں۔ مگر وہ بھی کتابی صورت میں، اور آج کے بعد شبوں پر بھی اسی طرح ناقص مل بریلوی کے بے ادب اور گستاخ ہونے کا اعلان فرمائیں، جس طرح میرے لئے زحمت فرمایا کرتے تھے۔ (ایضاً جس ۵۳)

چار نین کر ام اا اور امل انصاف بریلوی اس عبارت کو فور سے پڑھیں اور بار بار پڑھیں، پوچھیں بریلوی حضرات سے کہ کیا وجہ ہے کہ اپنے بڑوں کی ان عبارتوں کو تو آپ نے پھاٹکا ہے جنہوں نے نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء کی صراحت کر کے ان کو زلت کا شکار کیا ہے، وہ صاحب کی عبارت جس میں کسی ولی یا نبی کی صراحت نہیں اس کے خلاف ہر چھوٹے سے بریلوی کی گز بھر زبان نکلی ہوئی ہوتی ہے۔ ۹۹۹ کیا یہ کھلی منافقت نہیں؟ کیا یہ محض نسب خدا ویت و حری نہیں۔ ۹۹۹

### مضافاتی تاویل:

نکلت و حرم رضا خانیوں سے جب اس شعر کا کوئی معقول جواب نہ بن پڑا تو اپنی اردو دالی کو تختہ دینے ہوئے کہا کہ یہاں شعر میں "نہد" نہیں "نہد" ہے اس پر نصب کی جگہ ضم پڑھا ہے۔ ان سلسلے میں عرض ہے کہ ہم نے جو نصیر کا حوالہ پیش کر دیا ہے جو خود بھی ہفت زبان اور قرائن نے یہاں بعد نہیں نہد پڑھا ہے۔ اسی طرح خان محمد قادری کی شرح سلام رضا پر ان شعر میں بعد پر فتح کا کراہاب واضح کیا گیا ہے (شرح سلام رضا، ص ۲۰۰، مرکز تحقیقات ادبیات)

یہاں شعر کا مطلب بیان کیا یعنی پہلے قلت اور بے سرد سامانی تھی مگر اب کثرت و عزت اور غلبہ کا (ایضاً ص ۲۰۲)

یہاں پہلے کے الفاظ نے خود وضاحت کر دی کہ شعر میں نہد نہیں بعد مراد ہے۔ اسی طرح مفتی نظام کو قادری گستاخ ہے۔

”ذلت، رسوائی (شرح حدائق بخشش، ص ۱۰۱۲)

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے دین کو جس کے ماننے والے ابتداء میں کم تھے مگر بعد میں امتداد زیادہ ہو گئے کہ گنتی مشکل ہو گئی اور اس طرح کمزوری کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو عزت اور طاقت اور غلبہ عطا فرمایا۔ (ایضاً ص ۱۰۱۳)

لہٰذا کیا اب بھی کسی کو یہ تاویل کرتے ہوئے شرم نہیں آتی؟

صاحبزادہ الحاج غلام جیلانی سلطان صاحب کی اجازت اور اہتمام سے حضرت سلطان باہو کی ایک کتاب کا اردو ترجمہ شائع کیا گیا ہے اس کی ایک عبارت ملاحظہ فرمائیے:

آدم علیہ السلام کی ذلت شہوت کی وجہ سے تھی

(اسرار قادری، ص ۶۰ شہیر برادرز)

معاذ اللہ عبارت کو بار بار پڑھیں اور یہ چھٹے بریلوی حضرات سے کہ کیا کسی عاشق رسول ﷺ نے بھی اس کتاب اس کے شائع کرنے والوں اور اس کو پڑھ کر اب تک خاموش رہے؟ ان کے خلاف بھی قلم اٹھایا۔؟؟؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو آخر یہ کھلی سفاقت کیوں۔؟؟؟ سب گستاخی کے فتوے صرف اٹھنے پر کیوں۔؟؟؟

صاحب جلالین جو بریلوی حضرات کے ہاں بھی مسلم مفسر ہیں سورہ طہ کی آیت ان کل من فی السموات والارض انی الرحمن عبد اکبر کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ای ذلیل لا خاضع اور ید القيامة مبہم عزیز و عہسی۔ (جلالین، ص ۲۶۰)

غور فرمائیں کہ طرح حضرت عہسی علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام کا نام لکھ کر کیسے ”ذلیل“ کا لفظ استعمال کیا گیا بریلوی جواب دیں اگر تقویۃ الایمان کی عبارت گستاخانہ ہے تو اس سے بڑھ کر گستاخی ہم نے جلالین سے چاہت کر دی تمہارے قلم ان کے خلاف کیوں نہیں چلتے؟؟؟ کہاں گئے تمہارے عشق رسول کے دھوے۔؟؟؟

مولوی نصیر الدین سیالوی لکھتے ہیں کہ:

”لو ہفہم ذلۃ نیز ارشاد باری تعالیٰ ان الذین انخلوا والعجل سیدالہم غضب من وجہہم ذلۃ ان آیاتہات پر نظر نہیں پڑی اور غور نہیں کیا کہ ان آیات میں ذلت کا لفظ کن معنوں میں آیا

ہے۔ چنانچہ قیامت میں گستاخی کرنے اور گستاخوں کی دکائیت کرنے سے باز آ جائیگا۔ (عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، ص ۱۱۳)

ترجمی سوالی ہم بریلویوں سے بھی کرتے ہیں کہ صاحب جلالین کی عبارت میں "لا یلغا" کس معنی میں آیا ہے؟ اگر کوئی فقہ اصرار کرتا ہے کہ "لا یلغا" میں "لا" ہے وہی یہاں ہے تو کیا یہاں کی کلمہ سے یہ آیات نہیں گزریں جن کا اگر سیالوی نے کیا اگر گزریں ہیں تو اب تو اب تو کہیں اور گستاخوں کی دکائیت سے باز آ جائیں۔ جس اصول سے صاحب جلالین کی عبارت کو ان آیات سے مستثنیٰ کر دیا جائے گا انشاء اللہ اسی اصول سے تقویہ الایمان کا استثناء بھی پیش کر دیا جائے گا۔

اگر بریلویوں کے یہ فتوے واقعی عشق رسالت کی بنیاد پر ہیں تو کریں صحت اور لگاؤ لیں ایک عددی صاحب جلالین پر لکھیں ایک کتاب اس عبارت کے خلاف، منعقد کریں ایک۔

بہر صاحب جلالین کی گستاخی پر لیکن یہ لوگ ایسا کبھی نہیں کریں گے کیونکہ ان کی روئی روئی تو دینے پر آمادہ کو بدنام کرنے کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ ہم جلالین کی اس عبارت کا ترجمہ نہیں کرتے اور ترجمہ بریلوی حضرات پر چھوڑ دیتے ہیں جو ترجمہ اس عبارت کا بریلوی حضرات کریں گے جو مطلب یہ بیان کریں گے وہی ترجمہ اور وہی مطلب ہماری طرف سے تقویہ الایمان کی عبارت کا مان لیں

ماکان جو ابکم طہو جوابنا

ای آیت کی تفسیر میں ابوالخیر کات عبد اللہ بن احمد بن محمد النسفی فرماتے ہیں:

ای صاحبہ ذلیلہ منقادہ۔ (تفسیر نسفی ج ۲، ص ۵۳، دار ابن کثیر بیروت)

ادام اور عبارت کر سچے ہیں کہ ان آئے والوں میں سے حضرت قحطی علیہ السلام اور ان علیہ السلام بھی ہیں تو اب کیا فتویٰ ہے بریلوی حضرات کا علامہ نسفی پر۔۔۔؟؟؟

کچھ سال بریلوی اکابرین کے ہاں مستند اور بارگاہ رسالت ﷺ میں مقبول کیا۔

جاننا کہ جہت علیٰ خلیل خان برکاتی نے کیا اس میں قرآن پاک کی آیت ادعوا ربکم تسموعا

اختیار حضرت ناگہ ترجمہ ذات کا خدائی کرتے ہیں۔

(سبع سنابل، ص ۲۵۶) حادہ ایچہ کجلی (۱۰۰۰)

بریلوی حضرات سے ہمارا سوال ہے کہ کیا اس آیت کے مخاطب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، تمام اولیاء اللہ، فقہاء محدثین، اور خود نبی کریم ﷺ ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو کس دلیل سے اگر ہاں تو کیا ان کیلئے ذلیل اور خوار کا لفظ استعمال کر کے برکاتی صاحب کافر گستاخ اور بے ادب ٹھہرتے ہیں یا نہیں۔۔۔؟؟؟

اور اراق غم کے مصنف احمد رضا خان کے خلیفہ ہیں وہ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

”وہ آدم جو سلطان مملکت بہشت تھے۔ وہ آدم جو متوجہ بتاج عزت تھے آج  
شکار میرڈلت ہیں۔“ (اور اراق غم، ص ۲، منظور عام تسلیم پر لیں لاہور)  
”حضرت عمر نے عرض کیا: پھر ہم دین میں ذلت کیوں گوارا کریں۔“

(رضائے مصطفیٰ: ص ۶۶ پریل ۲۰۱۲)

تاریکین کرام! تقویۃ الایمان کی جس عبارت پر اعتراض کیا گیا تھا اس میں مذکور کی نبی  
کی صراحت ہے نبی کی جبکہ ہم نے مندرجہ بالا حوالہ جات میں ثابت کر دیا کہ احمد رضا خان  
بیرضیہ مولوی ایچہ کجلی، صاحب جلالین، اسرار قادری، سبع سنابل، تفسیر نسفی میں انبیاء مسلم  
الاسلام بلکہ نبی کریم ﷺ کا نام لکھ کر ان کے لئے ذلت اور ذلیل کے الفاظ استعمال کئے گئے  
ہیں۔۔۔ پس اگر یہ کفر اور گستاخی ہے تو یہ حضرات صاحب تقویۃ الایمان سے کہیں بڑھ کر گستاخ  
اور بے ادب ہیں مگر کیا وجہ ہے کہ بریلوی حضرات پھر بھی ان کو اپنے اکابر میں سے تسلیم کرتے  
ہیں؟ آج تک ایک چھوٹا سا کتابچہ، چند منٹ کی تقریر ان گستاخیوں کے خلاف نہیں لکھی گئی نہ  
کہی گئی۔؟؟؟ اگر یہ ہمارے گستاخانہ نہیں تو صاحب تقویۃ الایمان کیوں گستاخانہ  
ٹھہرے۔۔۔؟؟؟ تقویۃ الایمان کی عبارت کس طرح گستاخی بن گئی۔؟؟؟

بریلویوں میں شرم کا کچھ بھی اثر نہیں  
اعتراض اور دلی پہاڑی خبر نہیں

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

یوسف علیہ السلام لما صبر علی الاخذ بالصو دیر السجن والذل ووالق لعل یرید  
 عز وجل صحت نجاتہ و صار ملکاً نقل من الذل الی العزۃ  
 ایا کا ترجمہ یہ ملے گی عالم کرتا ہے:

حضرت یوسف علیہ السلام جب گرفتاری اور غلامی اور قید خانہ اور ذلت پر صبر کیا  
 اور اپنے رب عزوجل کے فضل کی نجات و شرافت صحیح رہی اور بادشاہ بن گئے  
 ذلت سے عزت کی طرف۔

(فیض غوث پر دینی ترجمہ فتح الربانی ص ۳۵۸)

شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مرور ایام اور معرفت جلیل سرور انبیاء است در میں ذکر دہنے اور منکر مشاہدہ  
 کریم ذل حضرت رسالت علیہ السلام حضرت خدا کے تعالیٰ کے اور است و انتم  
 کہ امین است و مہربان خلق عن المہوی۔

ترجمہ: اجتہاد یہ ہے کہ بندہ جب اپنی حقیقت جانے کا تو اپنے آپ کو ذلیل  
 پائے گا اور یہ رکوں کا بزرگ اللہ ہی ہے اور بندہ ذلیل و ذلیل اس لئے ہوتا  
 ہے کہ اپنے تمام وجود کے ساتھ محتاج جلیل کا ہوتا ہے اور وہی جلیل ہوتا ہے  
 سوائے شرکت الہی وجود کے بندہ کا وجود و وجود ذلیل ہونے کے نہیں ہے سرور  
 ایلوں کا معرفت رب جلیل میں سرور انبیاء کا ہے اس ذکر میں جس وقت میں فکر  
 و مشاہدہ سے متوجہ ہوتا ہوں ذلت حضرت رسالت علیہ السلام کو مقابلہ حضرت  
 خدا تعالیٰ کے کہ اس کو کج جانتا ہوں کہ آپ ﷺ امانت دار ہیں۔

(مکتوب احمد و شہت و بیچم)

کتابات کی سناری حیثیت رضا خانیوں کو بھی مسلم ہے چنانچہ مولانا عبدالحق صاحب  
 دہلی فرماتے ہیں:

حضرت قلب العالم شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مکتوب صد و پینار دوم مکتوبات قدوسی میں  
 لکھتے ہیں: (انوار سالعہ ص ۱۲۵)

یہ حضرت شاہ نظام الدین اولیاء دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:



کتاب اور ایمان غلطاء و سریدان شیخ نظام الدین گویا دستور ہے کہتے ہیں کہ میر  
 خسرو کہتے تھے کہ کاش کہ تمام تصنیفات میر کی تمام ~~میر کی تمام~~ غیری کے ہوتیں اور یہ  
 کتاب میر کی تصنیف سے ہوتی اور یہ بات غایت درجہ ظاہر کرنے والی ہے اس  
 جہت کو جو میر خسرو کو اپنے پیر کی نسبت تھی۔

شیخ علی میری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اے برادر عزیز! ہم عز ہمارا نعمت ذل کشیدہ است و جلال اور ہم جلالہا را داغ  
 شعفا بر سر نہاد و کمال اور ہمہ کمال ہمارا رقم نقصان زدہ استی اور ہمہ ہمارا خط غمستی  
 کشیدہ و دلو کویت اور ہمہ عالم را لباس ہندگی و سراغ غمگی پوشانیدہ و چشم بکشا حسرت  
 آدم میں و فریاد فوج بشنودنی کا می طلیل بین و حدیث معصیت یعقوب شنود چاو  
 ونداس یوسف ساور دنی بین و آرو بر فرق نہ کریا مگر دستچ بر گردن بکلی بین حسینگر  
 ہوتہ دلی کتاب کشیدہ محمد رسول اللہ ﷺ بین و بر خوان کل شیء حاکم الا وجہ  
 (مکتوبات صمدی، مکتوب ۳۸۰، ص ۱۱۹)

اے بھائی اس کی عزتوں نے تمام عزتوں کے وصف کو زلت میں کھینچ دیا ہے  
 اور اس کے جلال و عظمت نے تمام بزرگیوں پر داغ چھٹائی کا رکھ دیا ہے اس  
 کے کمال نے تمام کمالوں کو نشانہ نقصان کا لگا دیا ہے اس کی استی نے تمام  
 ہستیوں پر غمستی کا قند کھینچ دیا ہے اس کی معبودیت نے تمام جہان کو لباس غم  
 اور عاجزی کا پہنا دیا آگے کھول اور حسرت آدم علیہ السلام اور فریاد لوط علیہ  
 السلام کی من اور لا چاری اور بے بسی ابراہیم علیہ السلام کی دیکھ اور بات معصیت  
 یعقوب علیہ السلام کی سن وہ چاند قید خانہ یوسف علیہ السلام ہر ایک کا دیکھ اور آرو  
 با تک نہ زکریا علیہ السلام کے دیکھ اور سکور گردن پر چھٹی کی دیکھ اور بکجہ جزا اور  
 اور دلی بھنا ہوا محمد رسول اللہ ﷺ کا دیکھ اور بڑے عالم کی ہر چیز ہلاک ہو جانے  
 والی ہے مگر حق تعالیٰ کی ذات پاک۔

قلب عالم حضرت عہد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

از عہدہ کل عالم و الرب رب جلیل سرگردانی در مقام عبودیت و ذل کہ در مقابلہ عالم  
 و عبودیت ہمہ راست بر طریق عموم اشپاہ و اولیاء ہمہ حیران و سرگردان اللہ

(مکتبہ المدینہ، لاہور)

یہ ملک وہ بندہ نہیں ہے اور وہ رب رب پرستی والا سرگراہی مقام میں رہتا ہے اور دلیل ہو گا جو کہ عالم ربوبیت کے مقابلہ میں سب سے بڑا خطرہ ہے اور یہی عہد کے انبیاء اور اولیاء کرام خیرانہ و پریشان تھا۔

آخر میں احمد رضا خان صاحب کے والد نقی علی خان صاحب کی عبارت ملاحظہ ہو:

اے محمد اسلام محمد بن خدیج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مومن علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہی ہوئی اسے مومن جب تو مجھے یاد کرے اسے اس حال میں یاد کر کہ اپنے اعضا توڑتا ہو اور میری یاد کے وقت خاشع و ساکن ہو جاوے جب مجھے یاد کرے اپنی زبان کو دل کے پیچھے کر اور جب میرے در پر کھڑا ہو تو بندہ دلیل کی طرح کہتا ہو۔

(تجلیات الہیاء میں ص ۴)

ذرا مزید والی عبارت

کے متعلق رہا خانی یہ دیکھو کہ دیکھتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے کہ اللہ کے ہاں ذرا کا کوئی مقام تو ہے مگر انبیاء و رسل کا چیز سے بھی گئے گزرے ہیں ان کا کوئی مقام نہیں انبیاء و رسل کے ہاں یہ صفت دیکھو کہ: اس تو صاف اللہ تعالیٰ کی عظمت کی برائی اور بڑائی کا ذکر ہو رہا ہے اور رب کی عزت کی برائی، عظمت، بڑائی کے مقابلے میں مخلوق خود انبیاء ہی کیوں نہ ہوں ان کی عظمت اور کبریاں ذرا کے برابر بھی نہیں مخلوق کی عظمت کو خالق کی عظمت سے کیا تعلق؟ ہر بلوی صفا کا قائل ہم الدین بریلوی لکھتا ہے:

”خضر اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو علم الہی سے کوئی نسبت نہیں ذرا کہ آفتاب سے اور قمر کو سمندر سے جو نسبت ہے وہ بھی یہی حضور نہیں کہیں خالق اور انہاں مخلوق مماثلت و مساوت کا تو ذکر ہی نہیں۔“

(الکون علیہ ص ۴۳)

ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

”اصلہ الاستغفار فان کل شیء علی العالم بالنظر الی عظمۃ حقیر (والفہم ص ۱۶۶)



اصل اس کا انتظار ہے جس ہر چیز عالم کی اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے حق ہے۔

ہم بدین مراد آبادی لکھتا ہے کہ حضور ﷺ کے علم کو اللہ کے علم سے وہ نسبت بھی نہیں جو ذرہ کو آفتاب سے اور قطرے کو سمندر سے، یہ انداز بیان ان کے نزدیک حضور ﷺ کی توہین نہیں مگر شاہ معلوم جب اللہ کی عظمت کے مقابلے میں انبیاء اور اولیاء کی عظمتوں کو ذرے سے کمتر کہہ دی تو کمر کے ٹوٹے۔ شاہ صاحب کی عبارت میں ذرہ کا لفظ صرف سمجھانے کیلئے ہے یہ مطلب نہیں کہ اسے کی تو حیثیت ہے ان ذوات مقدسہ کی نہیں۔ مولانا احمد رضا خان صاحب کہتے ہیں:

"میں نے اپنی کتابوں میں تصریح کر دی ہے کہ اگر تمام اولین و آخرین کا علم جمع کیا جائے تو اس کا علم اٹھائی سے وہ نسبت ہرگز نہیں ہو سکتی جو ایک قطرے کے کہہ دیں حصہ کو کہہ دے سمندر سے" (ملفوظات حصہ اول، ص ۳۳)

### نصیری گزارش:

قرآن کریم ایسا ہیہ بات بھی قابل غور و تامل توجہ ہے کہ اگر باقرض یہ بان بھی سبب جائے کہ علامہ نقویہ الایمان کی اس عبارت میں انبیاء علیہم السلام کی توہین ہے تو مولیٰ یہ پیدا ہوتا ہے کہ احمد رضا خان نے نقویہ الایمان لفظ باللفظ پر جس اس کے خلاف کتابیں بھی شائع کی ہیں مگر کہیں کی احمد رضا خان نے حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر نہیں کی۔ چنانچہ تمہید ایساں لکھا حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"طوائف کتابین انہیں (شاہ صاحب کو) کافر نہ کہیں یہی صواب ہے و هو الجواب عن بدیلتی (علیہ نقویہ و هو المذہب علی الاعتناء وقبہ السلام فیہ السداد"۔

(ضمیمہ ایمان، ص ۵۳، مکتبہ المدینہ)

اس طرح انکو کیہ الشہابیہ جو خاص حضرت شاہ صاحب کے خلاف لکھی اس کے آخر میں انکی انتقاد کیا یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم ان کی تکفیر نہیں کرتے اور اس باب میں اپنی زبان ان کی تکفیر سے روکتے ہیں ملاحظہ ہو: (انکو کیہ الشہابیہ، ص ۶۰، مطبوعہ لاہور)۔  
تجدد دہری طرفہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ:

”اسلام مسلمانوں کا دھرم ہے کہ جو حضور اقدس ﷺ کی شان پاک میں گستاخی کرے وہ کافر ہے اور جناس کے معذب یا کافر ہوئے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔“

(تفسیر ایمان، ص ۳۳)

غور فرمائیں یہاں صاف طور پر احمد رضا خان نے فتویٰ دیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر اور اس پر ایمان نقل کیا ہے اس لئے فقہاء و حکماء کی تقسیم کرنا باطل ہو، لیکن اگر معاذ اللہ صاحب فقہ الامین گستاخ ہیں تو یقیناً معاذ اللہ کافر بھی ہو گئے مگر دوسری طرف احمد رضا خان ایسے گستاخ کوسہو ماننے کی وجہ سے خود کافر ہو گئے ہیں۔ لہذا اگر فتویہ الامین کی مذکورہ بالا عبارت گستاخوں سے پہلے احمد رضا خان کے ایمان اور کفر پر بحث ہوگی جو اس عبارت کے لکھنے والے کو مسلمان کہہ رہے ہیں۔ اور اگر احمد رضا خان کو اپنے ہی اقرار کی کفر سے بچانا ہے تو لامحالہ فقہ الامین کی اس عبارت کو بے اعتبار تسلیم کرنا پڑے گا۔

حضرت شاہ صاحب کی کرامت خود دیکھتے کہ جیسے ہی باطل پرستوں نے ان کے خلاف زبان درازی کی خود ان باطل پرستوں کے امام و مدد و معاون گواہ بن کر آ گئے اور یہ گواہی دے دیا کہ حضرت شاہ صاحب گستاخ نہیں بلکہ مسلمان اور اہل لایزالہ اللہ ہیں۔

فقیر مسلم ہی ہے جن کا عقل و تم دیکھنا

غریب ان کا بھی اب یوم حساب آجائے گا

بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے فقیر اس وجہ سے نہیں کہ شاہ اسماعیل شہید کو ا عبارت کافر ہونا معلوم نہ تھا جس کی وجہ سے وہ استہدام کفر سے بچ گئے مگر ان تکلف شریف نما ہے کہ کسی نے نماز کی گستاخی کی اور پھر کہا کہ مجھے علم نہ تھا کافر ہو جائے گا ہرگز نہ جانتا کافر مسلمان نہ ہوگا اور اس کی سزا قتل ہی ہوگی۔ (فظاۃ شریف، ج ۲، ص ۲۳۲) ایک نادان پوچھا کرتے ہیں کہ احتمال تھا کہ یہ عبارت شاہ صاحب کی نہیں بلکہ احمد رضا خان سے لکھوۃ اشہاء میں لکھا تھا کہ یہ گستاخیاں شاہ اسماعیل شہید ہی نے کی ہیں۔ احمد رضا خان

صاحب کو بچانے کیلئے لازم و ملزوم کی آڑ میں بریلوی حضرات نے جو کھل کھلائے ہیں وہ خود ایک عقل مندوں کا سامنے نہیں ہے اگر اس جواب کے جواب الجواب میں کسی بریلوی نے ان باتوں کو مان کرنا چاہا تو پھر تحصیل سے مستغلوں کی۔

**آخری گزارش**

عقلی رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

”یہاں دہلیہ سخت دھوکا دیتے ہیں کہ جب تنظیماتِ اربعین شانِ رسالت کفر ہے تو ہامیل نے بھی کی۔ یہ کیا ہے کہ اشرفی وغیرہ ایسے کافر ہوں کہ ان کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہو اور اسماعیل ان باز ہوا مگر مسلمان ہوا مشیاء ہوں یہاں غلام کا سخت دھوکا ہے۔ اصل یہ ہے کہ اسماعیل اور حال کے دہلیہ کے اقوال میں فرق ہے۔ ہم اہل سنت و جماعت کا مذہب یہ ہے کہ جب تک کسی کوئی میں تاریل کی مخالفت ہوگی تکفیر سے زبان مرو کی جائے گی کہ ممکن ہے اس نے اس قول سے کیا مطلب مراد لیا ہو۔“

(حاشیہ ملحوظاتِ اربعین حضرت (تخریف شدہ) ص ۲۷: تصدیق الہدیہ)

یہی اہل تشیع ایسا ہی عطا دی صاحب کی تقریر کا سوا جوا ہے اور اسے دعوتِ اسلامی کی مجلس دہلیہ اخیر نے شائع کیا ہے جو بریلوی مفتیان و علماء پر مشتمل بورڈ ہے۔ یہاں حاشیہ شکار نے انھیں کاہن استعمال کر کے خاندانِ صاحب کو بچانے کی جو ناکام کوشش کی ہے فی الوقت اس کا رد تمام اہل عرف اس طرف تو بدلائل نامہ مقصود ہے کہ مصطفیٰ رضا خاندان کو بچا دے ہے لہذا کہ متکلمین نے اس کی عبارت میں ایسی تاریل دے سکتی ہے جو کفریہ نہ ہو جس کی وجہ سے قائل پر کفر کا فتویٰ نہیں لگے تو ہم اس تاریل کو اختیار کر کے کفر کا فتویٰ نہ دیں گے۔ اب ہم پوری جماعت و مطوبہ سے اپیل کرتے ہیں کہ اگر وہ کوئی صحیح مفہوم ہے جو اس عبارت سے مستفاد ہوگا ہے جس کی بنیاد انکشاف فتویٰ نہیں لگے گا اور احمد رضا خاندان، ان کے بیٹے اور دعوتِ اسلامی کے ذمہ داران ان کے انکشاف تاریل کو اختیار کر کے فتوے تکفیر سے اعراض کیا؟۔ بریلوی حضرات اسس تاریل کی افادت کریں اور ساتھ میں یہ بھی جواب دیں کہ آج کل کے جو بریلوی ان عبارات میں کسی بھی

قسم کی تاویل نہ مان کر احمد رضا خاں کے دین و ایمان سے بچر گئے ہیں کیا وہ مسلمان رہ سکتے ہیں؟

الحمد للہ ہم نے اس مختصر وضاحت سے ثابت کر دیا کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کی عبارت قرآن و سنت اور بزرگان دین کے اسلوب کے عین مطابق ہے اور خود بخود کھینچنے والی ہے اس عبارت میں کفر کا معنی مراد نہیں لیا جاسکتا جس کی وجہ سے وہ تکفیر بھی نہیں کر رہے ہیں بلکہ انصاف کا تقاضہ تو یہ ہے کہ اگر یہ گستاخی ہے تو پہلے مستوی قرآن و سنت اور ان بزرگان دین اور بریلوی اکابر کے خلاف لگنا چاہئے حضرت شاہ صاحب تو شخص ان کے مقلد کہلائے گئے۔ اللہ پاک ہمیں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اعتراض ۲۲: حضور ﷺ اور دیگر تمام انبیاء بڑے بھائی ہیں اور ہم چھوٹے۔  
نقول باللہ

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ انبیاء اولیاء امام زادے پیر و شہید یعنی جتنے اللہ کے مشرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی ہیں مگر ان کو اللہ نے دنیاوی اور بڑے بھائی ہوئے۔ (تقریباً ۱۴ ایمان، ص ۶۰)

(دیوبندیت کے باللسان کا انکشاف۔ ص ۶۷، دیوبندی مذہب، ص ۶۷، شمشیر ضحیٰ ص ۱۳، دیوبند سے بریلی، ص ۳۳، دعوت انصاف، ص ۶۸، الحق امین، ص ۷۷)

**جواب:** یہ اعتراض کچھ عرصہ پہلے پشاور کے ایک بریلوی نے خط کی صورت میں ارسال کیا تھا جس کا جواب راقم نے لکھا تھا وہی جواب یہاں ہدیہ قارئین ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آپ ﷺ کو بھائی کہنا محترم آپ لکھتے ہیں: ”عبارات اکابر میں سرفراز خان منصور نے جو تاویل کی ہے وہ غلط ہے حضور ﷺ نے صحابہ کو بھائی کہا ہے لیکن صحابہ نے نبی کو بھائی نہیں کہا ہے اگر کہا ہے تو حوالہ دیں۔“

وَلَمْ يَمُوتْ إِلَّا مَا فَطَرَ اللَّهُ

جب نبی اکرم ﷺ نے اماں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کا پیغام حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس بھیجا تو یار غار سے فرمایا: فقال له ابو بکر  
انما اتانا اخوک

(بخاری، ج ۲، ص ۶۹، باب تزویج ابی بکر مع امیہ)

حضرت صدیق اکبرؓ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا محبوب میں تو آپ کا بھائی ہیں۔  
اللہ تعالیٰ صاحب امیں نے آپ کا مطالبہ پورا کر دیا اب میرے آپ سے صرف دو  
سوال ہیں:

(۱) یہاں اخو کہ میں کوئی اخوت مراد ہے؟

(۲) صدیق اکبرؓ نے جو نبی اکرم ﷺ کو بھائی کہا تو بڑا بھائی سمجھایا چھوٹا بھائی کا؟

نہم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا نبی ﷺ کو اپنا بھائی سمجھنا  
ابو بکر نبی اکرم ﷺ کے سامنے اپنے بھائیوں کو دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا تو صحابہ کرام  
نے جواب دے کر فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اَخُو الْکَ قَالَ اَنْتُمْ اَصْحَابِیْ (مشکوٰۃ، ج ۱، ص ۴۱)

یہ ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میرے صحابہ ہو

کہ حدیث میں محدثین کی تشریح:

امام ذہبی، علامہ قاضی عیاض اور علامہ باہیقی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ آپ کے اس  
قرآن اتم صحابی کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ صحابہ آپ کے بھائی نہ تھے بلکہ وہ آپ کے بھائی  
نہ تھے اور ایک ذرا تفصیل یعنی صحابہ آپ سے بھی مشرف تھے اور بعد میں آنے والے  
موت آپ کے بھائی ہیں صحابہ نہیں جیسا کہ اللہ قرآن میں فرماتا ہے انما المؤمنون  
انما هم اهل عبادت ما فطر الله

قوله اَللّٰهُمَّ اَخُو الْکَ قَالَ اَنْتُمْ اَصْحَابِیْ لیس بغیا لاخو لہم و لیکن ذکر

مزیتہم المائدة بالصحة فهو لاء اخوة صحابة و السطين لم  
ياثر اخوة ليسوا بصحابة كما قال الله تعالى انما المؤمنون  
اخوة (شرح مسلم شرح ابن ابي عمير ۱۳، قدیمی کتب خانہ کراچی)  
یہی بات ملا علی قاری نے بھی لکھی:

ليس هذا انصبا لا خو تههم لكن ذكروا لهم مزية بانصحة علي  
الاخوة فهم اخوة و صحابة و اللاحقون اخوة فحسب قال  
تعالى انما المؤمنون اخوة

(مرقاۃ، ج ۲، ص ۲۳، مکتبہ شیعہ پبلیشرز)

یہی بات علامہ قسطلانی نے موطا کی شرح میں بھی لکھی ہے جو اس وقت مدرسہ میں سہاں  
لئے صفحہ و جلد نقل کرنے سے قاصر ہوں البتہ حوالے کا ذکر درج ہوں۔

اولوا العزم انبیاء علیہم السلام کا آپ ﷺ کو بھائی کہنا  
جب آپ ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تو مختلف انبیاء علیہم السلام نے آپ ﷺ کو  
بھائی کہہ کر آپ کا استقبال کیا:

فانیت عیسیٰ و یحییٰ فقال مر حیا بک من اخ و نسبی  
فانیت علی یوسف فسلمت علیہ فقال مر حیا بک من اخ و نسبی  
فانیت علی ادریس فسلمت علیہ فقال مر حیا بک من اخ و نسبی  
فانیت علی ہارون فسلمت علیہ فقال مر حیا بک من اخ و نسبی  
فانیت علی موسیٰ فسلمت علیہ فقال مر حیا بک من اخ و نسبی  
(بخاری، ج ۱، ص ۵۵، قدیمی کتب خانہ)

الحمد للہ! میں نے آپ کے مولا ابہ پر شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے موقوفہ کو مسترآل اور  
حدیث، اولوا العزم انبیاء اور محدثین سے ثابت کر دیا ہے اب اسے گنتا ہی کہنا اپنی آخرت  
کو برباد کرنے کے مترادف ہے۔

چرخ کا عمر فاروقؓ کو بھائی کہتا

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضور ﷺ جزائیل کے ساتھ کھو گئے تھے کہ عمر فاروقؓ تشریف لائے تو جزائیل علیہ السلام نے فرمایا ایسے ہذا اخوک عمر بن الخطاب فقلت ہاں یا اخی (الریاض المنصورة، ج ۲، ص ۲۷۴، دار المعرفہ بیروت) یا رسول اللہ کیا آپ کے بھائی عمر خطاب نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں دیتی ہیں۔

بریلوی علماء کے حوالہ جات:

بہارِ نبویؐ پر رضا خانی کتب کے حوالہ جات

(۱) بریلوی پروفیسر محمد حسین صاحب مجددی لکھتے ہیں:

اگر ان کی مراد (بڑے بھائی سے) اسلامی برادری ہے تو پھر بھائی کہنے سے کچھ فائدہ نہیں کیونکہ تمام مومنین چھوٹے بڑے یکساں بھائی ہیں۔ (الاعلام الصحیح فی ترویج ولولہ، ص: ۲۷۵)

(۲) مفتی احمد یار نعیمی لکھتے ہیں:

آدم علیہ السلام ایک ہیں مگر ان کی اولاد میں مومن بھی ہے کافر بھی مشرک بھی منافق بھی پھر مومنین میں اولیاء بھی ہیں انبیاء بھی ہیں حضور ﷺ بھی۔ گویا ایک درخت میں ایسے مختلف پھل نکلتے ہیں کہ اس میں فرعون ہے اسی میں موسیٰ علیہ السلام اسی میں ایوہیل ہے اسی میں حضور محمد مصطفیٰ ﷺ یہ کمال قدرت ہے اسکی رحمت کی بھی دلیل ہے کہ سارے انسان اس رحمت سے بھائی بھائی ہیں۔

(تفسیر نعیمی، ج ۷، ص: ۷۳۰)

(۳) مولانا محمد رفیع غلام رسول سعیدی لکھتا ہے:

”غلام ابن عبدالمبر نے کہا کہ تمام اہل ایمان آپ کے دینی بھائی ہیں۔ قیامت کے کہ تمام مسلمان آپ کے دینی بھائی ہیں۔“

(تبیان القرآن، ج ۷، ص: ۲۳۱، ۲۳۰)

(۴) مولوی اشرف سیالوی لکھتے ہیں:

”جب آنحضرت ﷺ کے بعض نبی بھائی“۔ (تحقیقات، ص ۱۱۰)

(۵) باقل میں مقیاس حقیقت ص ۲۰۲ کے حوالے سے گزرا کہ نبی ہمارے باپ ایسا ہیں  
حدیث میں آیا ہے کہ بڑے بھائی کا درجہ چھوٹے بھائی پر ایسا ہی ہے جیسے باپ کا (مطلوبہ)  
(تو باپ کہنے سے بھی تو بڑے بھائی کا درجہ ہی ثابت ہوا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

پہلے سوال کا جواب: آپ لکھتے ہیں: مفتی صاحب اس عبارت میں اسمائہ سلیمان (یعنی)  
املاء (معیل) نے تاجدار کائنات کو بڑا بھائی کہا ہے خود اللہ نے قرآن میں حضور ﷺ کو  
”یا ابا مومنین“ کہہ کر نہیں پکارا بلکہ یا ایھا النبی، یا رسول اللہ وغیرہ القابات سے  
پکارا حالانکہ وہ رب ہے تو ہم غلاموں کو کیا حق کہ ان کو بڑا بھائی کہے۔

**جواب:** اس کا الزامی جواب تو یہ ہے کہ آپ کے علماء نے، محدثین نے، صحابہ نے نبی  
کریم ﷺ کو بھائی کہا ہے تو یہ سوال پہلے آپ ان کے سامنے رکھیں وہاں سے جو جواب  
موسول ہو وہ ہمیں بھی مسلم ہے۔ مثلاً آپ کا یہ سوال ہی درست نہیں شاید صاحب نے نہیں  
بھی اپنی کتاب میں یہ نہیں لکھا کہ انہیں ”یا ابا مومنین“ کہہ کر پکار دیا مولا اللہ عز و جل  
بڑے بھائی کہہ کر یاد کرو۔ وہ تو حدیث کی تخریج میں عقیدے کی غمخس میں ایک بات  
کر رہے ہیں۔ آپ کے حکیم الامت صاحب ”کتاب بشر من البشر“ کے جواب میں  
لکھتے ہیں:

”بشر یا بھائی کہہ کر پکارنا یا محاورہ میں نبی علیہ السلام کو یہ کہتے حرام ہے  
عقیدہ اسکے عیان یا دریافت مسائل کے اور احکام ہیں ”عزت صدیقہ“ یا  
صدقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما عام گفتگو میں حضور علیہ السلام کو بھائی یا اشراف  
کہتے تھے یہاں ضرورت اس قدر استعمال فرمایا۔“

(جاء الحق، ص ۱۸۹، انبیاء القرآن جلی کثیر لا حصر)

تو محترم آپ کا سوال عام محاورے کے متعلق ہے اور عام محاورے میں ہم بھی نبی کریم ﷺ



کو بھائی یا بھتیجہ کر پکارنے کو ناجائز سمجھتے ہیں ہاں عقیدہ کا جاننا اور ہوگا۔ حضرت سیدنا صاحب نے بھی عقیدے کے جان میں یہ بات کہی۔ آپ ہم سے تو سوال کرتے ہیں مگر آپ کے حکیم الامت فرماتے ہیں کہ صدیق اکبرؓ ضرورتاً نبی کو بھائی کہہ کر پکار لیتے تھے۔ کیا میرا آپ سے سوال ہے کہ قرآن تو نبی کو بقول آپ کے یا محمدؐ یا ابیہا النبیؐ کہہ کر پکارے اور صدیق اکبرؓ نبی کو بھائی کہے تو آپ کا فتویٰ کس پر لگ رہا ہے؟

جواب: محترم آپ تو کہتے ہیں کہ قرآن میں نبی کریم ﷺ کو ”یا محمدؐ“ کہہ کر پکارا جب کہ آپ کے حکیم صاحب لکھتے ہیں:

”محمّد ﷺ کو یا محمدؐ کے الفاظ سے یاد کرنا حرام ہے۔“ (جاء الحق، ص ۱۸۰)

محترم آپ قرآن کو درست سمجھتے ہیں یا اپنے حکیم الامت کے اس قول کو؟

الاعوامون اخوة پر معارضہ

آپ لکھتے ہیں: اگر تم کہتے ہو کہ قرآن میں ہیں کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور حضور ﷺ بھی مومن ہیں لہذا آپ ہم مسلمانوں کے بھائی ہوئے تو میں کہوں گا کہ خدا کو بھی بھائی گو کیونکہ وہ بھی مومن ہے قرآن میں ہے الملک القدوس السلام المؤمن اور ہر مومن انہی میں بھائی لہذا خدا بھی مسلمانوں کا بھائی (معاذ اللہ)

جواب: یہ مطالبہ دراصل مفتی احمد یار کھجراتی نے جاء الحق، ص ۱۸۰ پر پیش کیا اور مفتی حنیف قریشی نے پندہی مناظرے میں طالب الرحمن غیر مقلد کو یہی جواب دیا۔

اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ یہ سوال ”قاضی عیاضؒ“، ”علامہ باہکیؒ“، ”علامہ لاریؒ“، ”علامہ قسطلانیؒ“، ”عالی قاریؒ“ سے کیا جائے جو ”انما المؤمنون اخوة“ لہی سے تمام صحابہ، قیامت تک آنے والے تمام مومنین اور نبی کریم ﷺ کے درمیان اخوت ثابت کر دے۔ خدا وہ جو جواب دیں ہم بھی مان لیں گے۔

لہذا یہ قیاس مع الفارق ہے غلو کا حکم کچھ اور ہے خالق کا حکم کچھ اور ہے۔ آپ کو نہایت عجب خالق کی طرف ہوگی تو اس کا مطلب و مفہوم کچھ اور ہوگا اور اسی چیز کی

نسبت جب مخلوق کی طرف ہوگی تو اس کا مطلب اور مفہوم کچھ اور ہوگا۔ دیکھیں اللہ بھی مسمیٰ و بصیر ہے اور آپ بھی مگر کیا آپ کا سمیع و بصیر اللہ کے سمیع و بصیر ہونے جیسا ہے؟ معاذ اللہ۔ تو انہما المؤمنون لایٰ کی نسبت جب خالق کی طرف ہوگی تو مطلب کچھ اور ہوگا۔ جب مومن کے مادیات کی نسبت مخلوق کی طرف ہوگی تو مطلب کچھ اور ہوگا اور وہ مطلب آپ کے اعلیٰ حضرت نے ”ایمان بخشنے والے“ (کنز الایمان، المشرقا بیت ۲۳) کیا ہے۔

**ہمارا مطالبہ:** انہما المؤمنون اخوة عام ہے آپ اس میں نی کریم ﷺ، اہل بیت، اولیاء کو شامل نہیں مانتے بلکہ اس آیت کو خاص کر رہے ہیں تو آخر آپ کے پاس اس آیت پر تخصیص کیا ہے؟ کو کسی قطعی آیت آپ کے پاس ہے جس سے آپ اس آیت کو خاص کر رہے ہیں؟ محض خیالات باطلہ سے تو کسی آیت میں تخصیص نہیں کی جاسکتی۔

**بڑے بھائی سے معارضہ بھی جہالت:** آپ کے یہ تمام سوالات ماقبل میں ذکر کردہ مسلمہ اکابر کے خلاف بھی جاتے ہیں۔ بڑے بھائی سے معارضہ جہالت ہے کہ بڑا بھائی نبی نہیں۔ خدا کے بندے یہاں صرف بڑا بھائی نہیں امام الانبیاء ہیں تو دونوں کو ایک دوسرے پر قیاس کیسے کیا جاسکتا ہے؟ ہم نبی کو معاذ اللہ صرف بھائی نہیں بلکہ امام الانبیاء بھی مانتے ہیں جبکہ آپ کے سوالات صرف بڑے بھائی کے متعلق ہیں۔

**شاہ اسماعیل شہید ملت کا حکم:** آپ بڑے چچتے ہیں: ”اگر پہلے اولیٰ ہے تو سناٹیل (گج سناٹیل) دیہوی پر کیا فتویٰ لکھے گا؟“ تو جناب آپ نے فرمایا اپنے دوسرے خط جو ظہم غیب کے متعلق ہے کی پہلی سطر میں ”سناٹیل دیہوی مرحوم“ لکھا ہوا ہے اگر قبول آپ کے معاذ اللہ یہ سب گستاخیاں کرنے کے بعد بھی سناٹیل دیہوی مرحوم ”رہے دہب کی رحمت کے سزاوارد رہے مسلمان ہیں تو ہم سے کونسا فتویٰ مطلوب ہے؟“

الحمد للہ آج مورخہ ۱۳ رجب الاول ۱۴۳۳ھ ۲۰ جنوری ۲۰۱۳ء بعد از نماز عصر آپ کا خط موصول ہوا آج ہی کے دن بعد از نماز مغرب ۲۲ پر جواب کی جھلکی سے فراغت ہوئی۔ اللہ پاک تادم مرگ ان اولیاء اللہ کا دفاع کرنا نصیب کرے۔ آمین۔

جانی کہنے پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں  
خفی حیف فرنگی کہتا ہے:

”اس سے ہمیں کوئی غرض نہیں کہ نبی ﷺ نے کسی کو بھائی یا صحابہ و رضوان  
اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی نے نبی ﷺ کو بھائی کہا ہمیں تو اس پر اعتراض  
ہے کہ یہ تعلیم دینا کہ ان کی تعلیم فقط بڑے بھائی جتنی کرو۔“  
(گستاخ کون، ص ۶۶)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:  
”ہمیں اس پر کوئی جھگڑا نہیں کہ نبی ﷺ کسی کو بھائی کہہ دیں یا کسی  
سوانحی رشتی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو بھائی کہا ہو۔“  
(گستاخ کون، ص ۷۱)

اس سے معلوم ہوا کہ رضا خانیوں کے نزدیک نبی کریم ﷺ کو ”بھائی“ کہنا کوئی گستاخی یا  
بے ادبی نہیں تھی ان کو ایسا کہنے سے کوئی غرض ہے۔ حالانکہ کاشف اقبال رضا خانی نے  
اپنی کتاب ”اریو بندیت کے بطلان کا انکشاف“ ص: ۵۷ پر نبی کریم ﷺ کو بھائی کہنے کو  
گستاخی کہا تفصیل آگے آ رہی ہے۔ اسی طرح نظام حسین نقشبندی رضا خانی لکھتا ہے:  
”جب حضرت علیؓ کو جن کو خود حضور نے فرمایا تو میرا بھائی ہے حضور کو بھائی  
نہ کہیں تو چودہویں صدی میں انگریز کے ٹکڑوں پر چٹے والے مولویوں کو کیا  
حق پہنچتا ہے کہ حضور کو بھائی کہیں؟“

(ششیر حسینی، ص: ۲۱، ۲۲)

علامہ سکن رضا خانی کا یہ فتویٰ صحابہؓ اور خود اس کے مولوی پر بھی چسپاں ہو رہا ہے  
معاذ اللہ۔ گو یا مقل میں جن اکابر کا ذکر ہوا ہے بشمول مفتی حنیف مستریشیؒ کے انگریز کے  
مکرمات پر چٹے والے ہیں۔

مولوی عمر اجمروٹی لکھتا ہے:

”نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بفرمان خود اور بقانون الہی وازواجہ امما تھم کہ



ان آخری کلمہ کے لئے بھی نقل نہیں کیا حضرت نے یہ کہیں نہیں کہا کہ ان کی تعظیم  
 قلم کے بھائی جتنی کرنی چاہئے بلکہ وہ تو یہ لکھ رہے ہیں کہ ان کی تعظیم انسانوں کی ہی کرنی  
 چاہئے خدا کی طرح نہیں بس یکساں بات ان مشرکین پاک و ہند کو ختم نہ ہوئی اور شاہ صاحب  
 پر اہتمام کی بوجھ کر دی۔ جہاں وہ بڑے بھائی کی ہی تعظیم کا کیسہ رہے ہیں وہاں  
 "انسان" کا ذکر ہے یعنی مطلق اور جہاں انبیاء و اولیاء کا ذکر آیا تو وہاں تعظیم انسانوں کی  
 ہی کرنی چاہئے کا جملہ ذکر کیا مگر ان رضا خانیوں نے کس طرح خوف خدا سے بے نیاز ہو کر  
 جرات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا۔ علامہ خرپوٹی شارح قصیدہ بردہ لکھتے ہیں:

"لقد لم يحكم بالمدح حتى لا يجاوز عن الحد الانساني الى الوصف  
 الصمداني."

(شرح خرپوٹی، ص: ۱۳۹، مکتبہ المدینہ کراچی)

وہ اخص ص: ۳۰ حضور ﷺ کی گنوار جیسی حیثیت۔ اَعُوذُ بِاللّٰهِ  
 یہ یہ بودار عنوان قائم کر کے رضا خانی معترض لکھتا ہے:

الرف الخلوقات محمد رسول اللہ ﷺ کی تو اس کی دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ  
 سے اتنی بات سننے کی مارے دہشت کے بے حواس ہو گئے۔ اقویۃ الایمان، ص: ۵۶۔  
 (ایہ ہدایت کے بظان کا انکشاف، ص: ۶۸، دیوبندی مذہب، ص: ۱۹۶، دیوبند سے بریلوی  
 ص: ۱۸، الحق المبین، ص: ۹۷، راگلوکبہ الشہابیہ، ص: ۶۳)

**الجواب:** یہاں رضا خانیوں نے انتہائی دھوکا دہل و قریب کا مظاہرہ کیا عنوان تو سب  
 اذکر صلا اللہ حضور ﷺ کی گنوار جیسی حالت و حیثیت ہے اور جو عبارت لکھی اس میں دور  
 لکھا کہ اس بات کا کوئی نام و نشان تک نہیں۔ گویا یہ ان گستاخوں کے اپنے دل کی سیاہی  
 ہے جسے وہ علامہ دیوبندی کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔ رضا خانی نے جو شاہ صاحب کی  
 عبارت نقل کی اس کے شروع میں ہے:

"اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ ﷺ"

کے الفاظ میں کیا رضا خانیوں کے نزدیک "گنوار" بھی معاذ اللہ رسول اللہ اور تمام

تخلو قات میں سب سے افضل ہوتا ہے ۱۹ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو یہ الفاظ کہہ کر وہ حضور ﷺ کی بات کو معاذ اللہ گنوار جیسی حیثیت کیسے دے سکتے ہیں؟ مجھے خبرت ہوئی ہے کہ اس قسم کے غلط عنوانات قائم کر کے ان لوگوں کے ہاتھوں پر ریشہ بھی جاری نہیں ہوئے ۱۹ اس عبارت میں "بے حواس" کے الفاظ ہیں اس سے مراد پریشانی اور اضطراب ہے۔

(نور اللغات ص ۱۷۴)

یعنی حضور ﷺ اس حضور کی بات سن کر مضطرب اور پریشان ہو گئے۔ ہمارے عبارت میں سیاق و سباق ملاحظہ ہو:

"(حدیث کا ترجمہ) مخلوق کے باب ہدایت میں لکھا ہے کہ ابو داؤد نے ذکر کیا کہ میرے غل کیا کہ؟ یا فقیر خدا کے پاس ایک گنوار بھی کہا کہ غلٹی میں پڑ گئی ہاں میں اور بھوکے مرتے ہیں گے اور مرتے گئے سواشی سوید مانگو اللہ سے ہمارے لئے کیوں ہم سفارش چاہتے ہیں تمہاری اللہ کے پاس اور اللہ کی تمہاری پاس فقیر خدا نے فرمایا کہ ترالا ہے اللہ ترالا ہے اللہ کی پاک یہاں تک بولتے رہے کہ اس کا اثر ان کے باروں کے چھروں میں بولنے کا پھر فرمایا کہ یہ تمہارے ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کی سفارش نہیں کرے اس کی شان اس سے بہت بڑی ہے کیا یہ وقوف ہے چاہتا ہے تو بھیج ہے اللہ بے شک تخت اس کا اس کے آواہن پر اسی طرح ہے اور بتایا اپنی انگلیاں سے کہ قبر کی طرح اور بے شک وہ چڑھتا بولتا ہے اس سے جیسا چڑھتا بولے پالان اونٹ کا حمار کے بوجھ سے۔

یعنی ملک عرب میں خدا پڑا تھا کہ ایک گنوار نے فقیر خدا کے دربار میں اس کی سختی بیان کی اور وہاں غلبہ کی اور یہ کہا کہ تمہاری سفارش اللہ کے پاس ہم چاہتے ہیں اور اللہ کی تمہاری پاس سب بات سن کر فقیر خدا بہت خوف و وحشت میں آ گئے اور اللہ کی بڑائی ان کے منہ سے نکلے گی اور ساری مجلس کے لوگوں کے چہرے اللہ کی عظمت سے متحیر ہو گئے پھر اس مجلس کو سمجھایا کہ کسی کو اللہ کے پاس اپنا سفارشی شہرے تو یوں ہوتا ہے کہ اصل کاروبار اس کے اختیار میں ہو اور سفارش کرنے والے کی خاطر سے وہ کر دے جب یہ کہنا اللہ کو سفارش ہم نے اللہ کے پاس شہرے یا اصل ہمارے فقیر کو سمجھا اور اللہ کو سفارش سب بات کھل غلط ہے اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب دنیا و اولیاء اس کے دربار ایک ذرا ناچنے سے بھی کتر ہیں کہ ہمارے آسمان

زمین کو بھٹی اس کا قبہ کی طرح تعمیر ہوا ہے اور باوجود اس جزائی کے اس شہنشاہ کی عظمت نہیں تمام  
 ملک اس کی عظمت سے چمچ بولتا ہے۔ سو کسی مخلوق کی کیا طاقت کہ اس کی بڑائی کا ہسیان بھی  
 نہ کرے اور اس کی عظمت کے میدان میں اپنا خیال اور وہم بھی دوڑائے پھر کسی کام میں مستقل  
 کرے گی اور اس کی سلطنت میں ہاتھ ڈالنے کی تو کس کو قدرت؟ وہ خود مالک الملک لغیر لشکر اور  
 راجہ کی اور بغیر کسی وزیر اور مشیر کے ایک آن میں کروڑوں کام کرتا رہتا ہے وہ کس کے در پر  
 بٹھائی کرے اور کس کا منہ کہ اس کے سامنے کبھی کام کا مختار بن کر بیٹھے بھالائے اس مشرف  
 الملوک محمد رسول اللہ ﷺ کی تو اس کی دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک غبار کے منہ سے آتی بات  
 سننے سے دہشت کے بے حواس ہو گئے اور عرش سے فرش تک ہوا اللہ کی عظمت بھری ہوئی  
 ہے جانی کرنے لگے پھر کیا کہنے ان لوگوں کو کہ اس مالک الملک سے ایک بھائی ہندی کا سارشتہ یا  
 راجا کیانی کا سارا تخت کچھ کر کیا کیا جڑ بڑھ کر بائیں کرتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ میں اپنے رب کو  
 ایک کڑی کر بول لیا اور کوئی کہتا ہے کہ میں اپنے رب دو برس بڑا ہوں اور کوئی کہتا ہے کہ اگر میرا  
 رب میرے بچے کے سوا کسی اور صورت میں ظاہر ہو تو ہرگز اس کو نہ دیکھوں اور کسی سے یہ بیت کہی  
 ہے۔ (توبہ المایمان ص ۷۷ تا ۷۹)

اس سے واضح ہوا کہ یہاں "بدحواس" سے مراد پریشانی اور خطرہ یہ ہے جو  
 اس کے مخلوق مٹتی ہیں اور لغت میں موجود ہیں۔ بریلوی عالم حسن علی رضوی لکھتا ہے:  
 "مذکورہ بالا لفظ بھی دو معنی ہیں چنانچہ کو کفر سے بچایا جائے گا اور لفظ کو غیر  
 کفر یہ معنی پر محمول کیا جائے گا۔" (برقی آسمانی ص ۱۳)  
 دینی مفتی احمد یار کبر الی حضرت صالح علیہ السلام کے متعلق لکھتے ہیں:  
 "صرف ایک بار نہیں باد ہا جا رو کیا تمہا جس سے آپ کے بھوش دھواں بھانہ ہے۔"  
 (نور العرفان ص ۳۸)

اب کلمہ یانی میں غیرت ہے کہ اپنے مفتی پر بھی تلوی لگائے جو نبی کو بدحواس کہہ رہا ہے۔

اختلاف ۲۴: انبیاء و اولیاء کو سفارش مانتے والے ابو جہل جیسا مشرک ہے۔  
نور بادشہ

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

”مہر لوی اصطلح و بدی لکھتے ہیں کہ جو کسی (انبیاء و اولیاء) کو اپنا وکیل سفارش سمجھے اور اس پر  
نیاز کرے جو اس کو اللہ کا بندہ اور مخلوق سمجھے ابو جہل اور وہ مشرک میں برابر ہے (تقریباً  
الایمان، ص ۸)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف۔ ص ۶۸، دیوبندیت سے پرہیز ص ۲۴، فتح  
المبین، ص ۸۳)

اور کتب نورانی میں پر مزید لکھتے ہیں:

”نبی اور ولی کو اللہ کی مخلوق اور بندہ جانتا کر وکیل اور سفارش سمجھنے والے ہونے کے لئے پکارے  
تو دریا ز کرنے والا مسلمان اور کافر ابو جہل مشرک میں برابر ہیں (تقریباً ایضاً  
ص ۶، ۷۲)۔ (دیوبندیت سے پرہیز ص ۳۵)

**الجواب:** رضا خانیوں کے دلیل و فریب اور عبارت میں تحریف کے لئے کو دیکھتے ہوئے  
علماء کیود بھی شرماتے ہوں گے، مگر کسی رضا خانی میں جرات ہے تو مستند رجہ بالا عبارت  
بجوتھا تقریباً ایمان میں دکھا کر منہ مانگا انعام وصول کر لے۔ پوری عبارت اس طرح ہے  
”اگر آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو عالم میں تعریف کرنے کی قدرت بخشی ہوگی اور  
کوئی کسی کی حمایت نہیں کر سکا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا کے وقت میں بھی کافر بھی بیان کر  
اللہ کے برابر نہیں جانتے تھے بلکہ اس کی مخلوق اور اس کا بندہ سمجھتے تھے اور ان کے اس کے مقابل  
کی طاقت بہت نہیں کرتے تھے مگر بھی پکارا اور مقصود مانتی اور غدار و نیاز کرنی اور ان کو بتا کر  
اور سفارش سمجھتا بھی اٹھا کفر و مشرک تھا جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرنے کا اس کو اللہ کا بندہ اور  
مخلوق تھا سمجھتے ہو ابو جہل اور وہ مشرک میں برابر ہے۔ (تقریباً ایمان ص ۱۳، ۱۴)

یہ محض رضا خانیوں کا ٹیٹ باطن ہے کہ وہ اس قسم کی عبارات میں انبیاء و اولیاء  
کو بد و قلم داخل کر دیتے ہیں اس عبارت میں کہیں بھی انبیاء و اولیاء کا ذکر نہیں حضرت علیہ



صاحب تو انبیاء کو سفارش کیجئے ہیں چنانچہ خود لکھتے ہیں :

”انبیاء اولیاء کی سفارش جو ہے سوائے کے اختیار میں ہے۔“ (تقریب الايمان، ص ۴۲)

جب دلائل کے اختیار سے انبیاء و اولیاء کی سفارش و شفاعت کے عند اللہ قائل ہیں اس کو قلم کر رہے ہیں تو کیا وہ انبیاء کی سفارش کے قائل کو معاذ اللہ ابو جہل جیسا مشرک سمجھ سکتے ہیں؟ بالظہر یہاں انبیاء و اولیاء ہی مراد ہوں جب بھی حضرت ثناء صاحب کی مراد واضح ہے کہ جس طرح پہلے مشرک اولیاء اللہ کو مشکل کشا جنت روا اور کافر عالم میں مدد پر سمجھ کر یہ کیا کر دینا کرتے اور ان کو ایسا سفارش کیجئے کہ اللہ کو بھی ان کی سفارش رو کر نہ کرنے کا اختیار نہیں ہوتا آج بھی اگر کوئی انبیاء و اولیاء کو اس قسم کا سفارش سمجھ کر ان کی تذر و نصیحت سے قہر و شہ و اور ابو جہل مشرک میں برابر لیتا۔ چنانچہ ثناء ولی اللہ رحمہ اللہ دہلوی نے لکھے کہ بارے میں لکھتے ہیں :

وَمَا يَكُنْ هُوَ لَا الشَّرْكَاءُ وَلَا يَشْرِكُونَ أَحَدًا فِي خَلْقِ  
الْعَمْرِ أَعْرَضَ وَلَدَبِيرِ الْأُمُورِ الْعَظَامِ وَلَا يَبْسُوتُ لِأَحَدٍ قُدْرَةُ  
الْمَعْنَاةِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَعَالَى أَمْرًا وَانْعَاكَانَ أَشْرَاكَهُمْ فِي أُمُورِ  
خَاصَّةٍ بَعْضُ الْعِبَادَةِ وَيُظَنُّونَ أَنَّ سُلْطَانًا عَظِيمًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ  
تَمَازِيهِ سَلَّ عِيْدَهُ الْيَخْصُوصِ مِنَ الْمَلِكِ تَوَاصِيهِ سَلَّكَتُهُ لِيَجْعَلُوا  
مَخْتَارِينَ مُتَصَرِّفِينَ فِي أُمُورِ جَزَائِيَةِ الَّتِي أَنْ يَصْدُرَ عَنْهُ حُكْمٌ  
فَرِيحٌ فِي أَمْرِ خَاصٍّ وَلَا يَقْرَأُ بِشُئْنِ الرِّعَايَةِ وَأُمُورِهِمُ الْحَزَائِيَةِ  
بِضَمِّهِ بِكُلِّ أَمْرِ عِيْدَتِي وَلَا فَرْحِ الْحُكْمِ وَبِقَبْلِ شَفَاعَتِهِمْ قَبْلِي  
حَقَّ الدِّينِ يَخْلَعُونَ عَلَيْهِمْ وَيَتَوَسَّلُونَ بِهِمْ كَذَلِكَ... وَ أَنَّ اللَّهَ  
تَعَالَى يُغْبِلُ شَفَاعَةَ عِبَادِهِ وَ أَنَّ لِعَمْرِ هِيَ يَهْدِي۔

(البرز الخبير، ص ۲۳، ۲۴)

تو یہ دیکھیں نہیں شریک ٹھہراتے تھے کسی کو کائنات کی چیزوں کے پیدا کرنے میں اور بڑے بڑے معاملات کی تدبیر و انتظام میں اور انہیں شفاعت

کرتے تھے کسی کیلئے روکنے اور روک سنے کی قدرت جب اللہ تعالیٰ فعل فرمادے گا اور بے شک ان کا شرک ایسے معاملات میں تھوڑے بعض بندوں کے ساتھ خاص ہیں اور وہ گمان کرتے تھے کہ بادشاہوں میں سے ایک عظیم الشان بادشاہ جس طرح اپنے مقصود بندوں کو اپنی سلطنت کے اضراب و بواب میں بھرتا ہے اور ان کو جزائی معاملات میں خود بخود متصرف بنادیتا ہے اس عظیم الشان بادشاہ کی طرف سے صرف حکم مسادہ ہونے تک کسی خاص معاملہ میں اور وہ بادشاہ رعیت کے معاملات اور ان کے جزوی کاموں کو خود انجام نہیں دیتا بلکہ رعیت کے معاملات سرکاروں اور حاکموں کو سپرد کر دیتا ہے اور ان کی سفارشات ان لوگوں کے حق میں قبول کرتا ہے جو ان حکام کی خدمت کرتے ہیں اور ان کو وسیلہ بناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی سفارشات قبول کرتا ہے اگرچہ ان سب سے خلافت سے خوش نہ ہو۔

اعتراف ۲۵: رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ نعوذ باللہ۔  
یہ عنوان کا حکم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ سارا کاروبار جہاں اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

(تجوید الایمان ص ۵۸)۔ (دیوبندیہ کے بطلان کا مکلف ص ۶۸)  
**الجواب:** قارئین کرام! عنوان لگانے میں اس آدمی نے کتنا دجل سے کام لیا حضرت شاہ صاحب جو یہ لکھ رہے ہیں کہ سارا کاروبار جہاں اللہ کی مشیت و ارادہ سے چلتا ہے اور چل رہا ہے کسی دنیاوی چیز، تفسیر کو اس میں کوئی دخل نہیں مگر عنوان میں اس تفسیر کو ارادہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ گویا شاہ شہید نبی اکرم ﷺ کیلئے ہر قسم کے اختیار کی غی کر رہے ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ما یفتح للہ للناس من رحمۃ فلا مضک لہا وما یمسک فلا مرسل لہ من یدہ و ہذا العزیز الحکیم یا ایہا الناس اذکروا نعمت اللہ علیکم هل من خالق غیر اللہ یوزقکم من السماء والارض لا الہ الا هو فانی تزفکون (پارہ ۲۱ سورۃ الزمر)

ترجمہ: اللہ نے جو رحمت لوگوں کیلئے کھول دے اس کو کوئی بند کرنے والا نہیں اور اللہ جو کچھ بندے کو دے اس کو کوئی جاری کرنے والا نہیں اور وہ غالب شکست والا ہے اسے لوگوں پر اللہ کے جو احسانات ہیں ان کو یاد کرو کیا اللہ کے سوا کوئی خالق ہے جو تم کو آسمان اور زمین میں رزق پہنچاتا ہے (جب کوئی نہیں) تو اس کے سوا عبادت کے کوئی لائق نہیں سو تم کہاں پر بے جا رہو۔

ایک اور مقام پر فرماتا ہے:

لقد اوحی ال الذین زعمتم من دون اللہ لا یعطون مثقال ذرۃ فی السموت ولا فی الارض وما لہم فیہما من شرک و ما لہم فیہما من ظہیر (پارہ ۲۲ سورۃ السہار)

ترجمہ: آپ فرمادیجئے جن کو تم خدا کے سوا (مشکل کش) سمجھ رہے ہو ان کو پکارو وہ ضرور نادار غیاث نہیں رکھتے نہ آسمانوں میں نہ زمین میں اور نہ ان کی ان دونوں میں کوئی شرکت بخلاؤ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار۔

صاف اللہ نے اعلان فرمادیا کہ زمینوں اور آسمانوں کا نظام چلانے والی ذات صرف وہ خدائی ہی ہے اس میں اس کے سوا کوئی اس کا شریک اس کا مددگار نہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

”اول توحید کہ بداند کہ خدا یکے است جمیع صفات کمال موصوف و ہر چہ در عالم رود از تفع و ضرر و خیر و شر و منع و عطا جملہ بتکلم و تھنیر اوست و قائمہ آں تمام الصفات است بسوئے مخلوقات از ضرر و تفع و وجود و عدم ایشان (احمد المصنفات، ج ۱، ص ۷۵)

ترجمہ: پہلی چیز تو حید ہے اور وہ یہ ہے کہ بندہ اس کا اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور تمام صفات کمال کے موصوف ہے اور اس پر اس کا کائنات میں الفی و نقصان خیر و شر اور مع و عطا کے حوالے سے جو بھی کہہ دینا ہوتا ہے وہ سب اس کے حکم اور تقدیر کے تحت ہوتا ہے اس عقیدہ تو حید سے یہ فائدہ پہنچتا ہے کہ بندے کی توجہ تمام مخلوق کے نفع و ضرر اور ان کے ہونے نہ ہونے سے کٹ جاتی ہے۔

(بحوالہ لغت و استعارت، ص ۳۷ از پیر نصیر الدین گونہوی پراچائی)  
اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں:

یعنی غریب است کہ آدمیاں و جنلیان بدان بندہ مہجوم آورده مانند خود و مہجوم تو خود نہ یکی از ان بندہ طلب قدرندی کنند و دیگری طلب روزی و دیگر طلب خدمات دنیا و دیگری کشف کون و علمی هذا انقیاس بسبب اس مہجوم بودن۔ اوقات اور امتنع و مشوش میکنند و ہم خود و روز طہ شدن بکند گشتار می شوند و می فستند کہ چوں نورالسی لعلانہ دروئی اس بندہ بسبب کمال و کد و عبادت نذر دل قدمہ گو یا اس بندہ شدن کارخانہ خدائی شد و دنیا و جانی و قدرتی نذر حق تعالیٰ پیدا شد کہ اند چیمو این بگوید حق تعالیٰ ہم آں چنانچہ در دنیا سنان را خاطر داری میر بیان ہمیشہ مدتہ می باشد و نہ اہل دنیا مہجوس نہ باشند کہ با و شاء امید و حاکم و لوجہ دار و خانہ اند کہ مے آیند و ان حل مشکلات و حاجات روانی مے جویند و ہمیں خیال فاسد کہ در حق بتگان خدا با خدا ہم مید سازند و روز طہرینہ بدستی و گونہ بدستی مے القند و در اس حارثہ جنین و آدمیاں بند و شدیک اند و تمام متعجب رسالت تالقیں است گشتانند و در حق خود و خوف کنی پس بایں بند و قد کہ داشتگان قبل ان اعدا پس یعنی بگو سوالے اس نیست کہ من مے خوانم پند و نگار شود را تا فلست کد و ول مہ اینور تجلی خود مشدق سر و لا شدن کہ یہ احمد پس ہو گز شدن کہ نیکنم بالہ و هیچ کس را و چون من بہ او پیچکس را شدن کہ کدوم و بیخودان پند و نگار خود مشغول خدمت پس اند و گداں کہے روا خواہم داشت کہ مہ بعضا اند

مبادیہ شریعت مقرر کنندہ و آگاہیں ہند و قد قد از توحید نفعے جماعتیہ را بخشیدند  
 بقوات و شدت یک مقدار کنند پس صافی قیل لا اله الاک لکسم بقدا ولا رشدا یعنی  
 بگو تحقیق من ہرگز نہ مالک نیستم بدائی عباد خدا ہے و نہ تدبیر مطلق اس را  
 چنانچہ پیش از من و کلا و بعد از من چنانچہ و ادراج ضالہ یعنی آدم اہل دنیا را بطبع  
 مغنی و خوف مضرت مانے و می فرستند و طود را نذر و آنجا مالک تفع و شد و رسد  
 بگرد کہ حال الہین و طبع گاہ و خورد و آگہ از خدا و مصیبتی بست و پناہ آرد و بخواہند  
 کہ از غضب خدا دور و امن تو پناہ گیرند پیوستہ بند کنندہ قیل انی لن یجید نی من  
 لا اعل یعنی بگو تحقیق من خود درین حالت ام کہ ہرگز پناہ نی توانند و  
 اولاد از غضب خدا هیچ کس و لن احمد من و نہ ملتحد یعنی ہرگز نصواہم  
 یافت در و خداں خود را هیچ وقت سوالے خدا هیچ جماعتی رجوع و میلان نا  
 بساے آن رجوع و التبحر کنیم (تفسیر عزیزی ج ۲ ص ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳)

زیرا تریب ہے کہ آدمی اور جن اس بندہ (محمد ﷺ) پر حکوم کر کے بندے کی طرح پختہ نہ جم  
 باہمی کوئی بندہ اس سے لڑکا نہ لگا ہے کوئی رومی مانگا ہے اور کوئی دوسری دنیا کی طلب مانگا ہے  
 کوئی کھنڈ کرنا ہے و علی بذلہ القیاس بسبب اس بقوم کے تمام اوقات میں اس بندہ  
 کے عمل رائے اور اس کی خاطر پریشان کرتے ہیں اور خود آپ شرک و کفر میں مبتلا ہوتے ہیں  
 اور سمجھتے ہیں کہ نورانی نے اس بندے کے اندر روحی قلب میں بسبب کمال ذکر و عبادت کے  
 اول فرمایا ہے گویا یہ بندہ شریک کار خاں اثر خدائی کا ہو گیا اور اس بندہ کی وجاہت و قدرت و  
 حرمت و گاہ حق تعالیٰ میں پیدا ہے کہ جو یہ کہے حق تعالیٰ عمل میں لانے جس طرح دنیا میں مہمان  
 الہی بربان کی اسی مرتبہ ہوتی ہے اسی لئے اہل دنیا تلاش میں رہتے ہیں کہ یا شاہ امیر و حاکم و  
 امیر و حاکم میں آئے ہیں اس سے حل مشکلات اور حاجت روائی چاہتے ہیں اور یہی حسب ال  
 فائز میں بندگان اللہ کے حق تعالیٰ کی جناب میں کر کے چہ پرستی اور گور پرستی میں مبتلا ہو جاتے  
 تھاد انا امر میں جنات اور آدمی دونوں شریک ہیں اور تم کو اسے محمد ﷺ منصب و حالت تحقیق  
 ہے اگر اس امر کا اپنے حق میں خوف کرتے ہو پس ان دونوں فرقوں کو صاف صاف جہاد یعنی کہہ  
 دے کہ اس کے نہیں کہ میں تو پکارتا ہوں اپنے پروردگار کو تاکہ مجھ کو دل کی تاریکیوں سے  
 لہا نہ لگائے منور فرما دے یعنی اور ہرگز شریک نہیں کرتا میں اس کے ساتھ کسی کو اور جو میں

نے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا اور اپنے پروردگار کی پکار میں مشغول ہوا تو اس امر سے کسی طرح میں روادیکوں کا کہ مجھ کو پکاریا یا مجھ کو اس کیساتھ شریک مقرر کر دیا اور سب سے پہلے فرستے تھے کو شریک ٹھہرا کر اپنے نفع و نقصان کی توجہ سے امید رکھ کر تجھے پکاریا تو صاف کہہ دو اور تحقیق میں ہرگز مالک نہیں ہوں جہاں بے نقصان کا اور بے مطلب اس کی تدبیر کا جس طرح دیکھیں اور سفیر جہات اور گمراہ لوگوں کی رو میں اہل دنیا کو نفع کی لالچ اور نقصان کے خوف سے اپنا گرویدہ کرتے تھے اور اپنے آپ کو لوگوں کے نزدیک مالک نفع اور ضرر کا ہر کرتے تھے کہ یہ دلت کا غرور تھا اور اگر کسی حادثہ اور کسی معصیت سے تیرے دامن میں پناہ پکڑیں تو بے شک کھلی بات کہہ دو اور تحقیق میں خود ہی اس حال میں ہوں کہ ہرگز پناہ نہ دے سکے گا مجھ کو کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے غضب سے یعنی اور ہرگز نہ پاؤں گا میں اپنے لئے کسی وقت اللہ کے سوا کوئی رجاء لانے اور مانگے ہو جانے کی تاک اس کی طرف رجوع اور توجہ کروں میں۔"

رضا خانیو! آنکھیں کھولی کر پڑھو جو بات شاہ اسماعیل شہیدؒ فرماتا ہے وہی وہی بات کہ کارخانہ قدرت میں نبی کریم ﷺ کو شریک سمجھنا اور ان کو نفع و نقصان کا مالک منکر کفار حاجت روا سمجھنا گویا خدا کا شریک بنانا ہے اور یہ شرک جلی ہے وہی بات شاہ مسدود العزیز محدث دہلویؒ بھی کہہ رہے ہیں۔ اب جو فتویٰ شاہ صاحب پر لکھا یا بحث کروا دیا وہی فتویٰ ان کے چاچا محدث پر بھی لکھا۔ اب تمہارا یہ کہنا کہ ہمارے عقائد دینی ہیں جو شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے ہیں خراج جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے؟

اعتراف ۲۶: اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔ نقوذ باللہ

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے: مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ: اللہ کے سوا کسی کو نہ مان (تقویۃ الایمان، ص ۸) اللہ کو ماننے اس کے سوا کسی کو نہ ماننے (تقویۃ الایمان، ص ۱۳) اور اس کو ماننا محض خبط ہے (تقویۃ الایمان، ص ۸)۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۶۸، ۶۹، دیوبندی سے بریلوی، ص ۳۵، اہل حق زمین، ص ۷۳)

مولوی غلام حسین نقشبندی لکھتا ہے:

کی عقیدے سے انبیاء و ملائکہ اور کتب سماویہ کا انکار لازم آتا ہے جو کفر ہے۔

(شمسیر حسینی، ص ۲۵، ۲۴)

یاد رہے کہ یہ اعتراض سب سے پہلے مولانا احمد رضا خان نے انگلو کینہ اشہاریہ ص ۱۹، ۱۸ پر کیا تھا۔

**الجواب:** حقیقت یہ ہے کہ آدمی اگر شرع و حیا کا جامہ اتار دے تو پھر وہ ہر حد تک ہٹکا ہے۔ مولانا احمد رضا خان اور ان کے تابعین نے میاق و سباق سے ہٹ کر جس طرح شامع کی کتاب کی ایک ہی مضمون کی تین عبارتیں نکالت چھانٹ کر پیش کی اور اس سے مطلب کشید کیا جو بڑے سے بڑے بے حیا کو بھی نرسو جھما ہوگا۔ مگر جن لوگوں نے دیا کویت کے بدلے میں فروخت کر دیا ہو ان سے اس طرح کی حیا سوز حرکتیں کچھ بعید نہیں۔ ان لوگوں کو اتنی بھی شرم و حیا نہیں کہ کل کو اگر کسی نے اصل کتاب کی طرف مراجعت کر لی اور ہمارے دلیل و ثریب کا پروہ چاک کر دیا تو ہم کیا منہ دکھائیں گے مگر بے حیا باش ہر چہ خواہی کند

آپ کے سامنے مکمل مضمون پیش کرتے ہیں۔ شاید اسماعیل شہید باب اول تو حید و شرک کے بیان ص ۱۳ پر فرماتے ہیں:

”اے آیت سے معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی کو اپنا حاجی سمجھے گا کہ یہی جان کر اس کے پوجنے کے سبب سے خدا کی نزدیکی حاصل ہوتی ہے سو وہ بھی مشرک ہے اور جھوٹا اور اللہ کا ناشکر اور اللہ تعالیٰ نے سورہ مومنوں میں فرمایا:

قُلْ مَنِ يَمْلِكُ مِنْكُمْ مَلَكُوتٌ كَلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ سَيَقُولُونَ اللَّهُ قُلْ فَاغِي تَسْحَرُونَ کہ کوئی ہے وہ شخص کہ اس کے ہاتھ میں ہے تصرف ہر چیز کا اور وہ تعزیر کرتا ہے اور اس کے مقابل کوئی نہیں کر سکتا جو تم جانتے ہو سو وہی کہہ دینا کہ اللہ ہے کہ پھر کہاں سے غیبی ہو جاتے ہو۔

فہ: یعنی جب کافروں سے بھی پوچھتے کہ سارے عالم میں تصرف کس کا

ہے اور اس کے مقابل کوئی حمایتی کھڑا نہ ہو سکے تو وہ بھی یہی کہیں گے کہ یہ اللہ ہی کی شان ہے پھر اور دل کو ماننا کھٹن خفا ہے۔

(تقریب الامیان)

چار عین کرام! غور فرمائیں کہ شاہ صاحب تو مشرکین عرب کا رد کر رہے ہیں اور اس میں بھی کوئی بات اپنی طرف سے نہیں کر رہے ہیں بلکہ قرآن کی آیت پیش کر رہے ہیں کہ جب زمین و آسمان کی کل بادشاہت اس میں تصرف کامل صرف اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے اور اس کے مقابل کوئی کسی کا سفارشی اور حمایتی نہیں بن سکتا تو اللہ کو چھو کر ان معبودان باطلہ کو مشکل کشا حاجت روا سمجھ کر پوجنا کھٹن خفا اور بے وقوفی ہے۔

بات کیا بھل رہی ہے، عبارت نقل کیا ہو رہی ہے، سمجھا دیا گیا جا رہا ہے، اور ان رضا خانوں کے اعلیٰ حضرت سے ٹکرا دینی حضرت تک کیا ان ترانسیاں کی، حساب دینی، انصاف پرند حضرات خود ہی فیصلہ کر لیں۔ چونکہ شاہ صاحب نے ان مشرکین پاک اساتذہ کے روحانی آباء و اجداد پر جھوٹ کی اس لئے اس کا بدلہ الین رضا خانوں نے نہ جھوٹ بول کر لیا۔ اب اگلی دہلی عبارت بھی ملاحظہ ہو:

وقال الله تعالى وما ارسلناك من قبلك من رسل الا نوحي اليه انه لا اله الا انا فاعبدون

فرمایا اللہ نے یعنی سورہ انبیاء میں اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول مگر اس کو کو بھی حکم بھیجا کہ بے شک بات یوں ہے کوئی ماننے کے لائق نہیں سوائے میرے سوا اللہ کی کریمہ۔

ف: یعنی جتنے بغیر آئے سورہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو ماننے اور اس کے سوا کسی کو نہ ماننے اس آیت سے معلوم ہوا کہ شرک سے منع اور توحید کا حکم سب شریعتوں میں ہے سو یہی راہ نجات ہے اس کے سوا اور سب راہیں غلط ہیں۔ (تقریب الامیان ص ۲۳، ۲۴)

فانذریہم کما اہم! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ یہاں بھی وہ شرک کی بات کر رہے ہیں کہ معبود ہونے اور عبادت کے لائق ہونے میں صرف اللہ کو ماننے اس کے سوا کسی کو نہ



ماننے والے کہ وہ معاذ اللہ انبیاء، کتب کا وہ یہ روز آخرت کے ماننے سے انکار کر رہے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کو ماننے کے بارے میں تو شاہ صاحب خود فرماتے ہیں:

”اچھا ہزار ہا شکر شیری راست پاک کا کہ ہم کو تو نے ہزاروں نعمتیں دیں اور اپنا چار دینا بتایا اور سیدھی راہ پر چلایا اور اصل تو حید سکھائی اور اپنے حبیب محمد ﷺ کی امت میں دینا اور ان کی راہ دیکھنے کا شوق دیا اور ان کے ماننے کی جو ان کی راہ دیتے ہیں اور ان کے فکر سیکھنے پر چلاتے ہیں ان کی محبت دینی سوائے ہمارے پروردگار ہمارے تو اپنے حبیب پر اور اس کی آل و اصحاب پر اور اس کے سب ماننے والوں پر ہزار ہزار درود و سلام بھیجتے اور اس کی پیروی کرنے والوں پر رحمت کر اور اسی کے تابعوں میں گن رکھا آمین رب العالمین“۔

(تقویۃ الایمان، ص ۶)

جو محمد ﷺ ان کی آل و اصحاب اور ان کے نائب صحابہ تابعین، اولیاء راستہ جنت، فضا، کے رستے پر چلتے اور مرنے کی دعا مانگ رہا ہو اس کے بارے میں یہ کہنا کہ ماننے اللہ کے کسی کو نہ ماننے کی دعوت دے رہا ہے کھلا تعصب نہیں تو اور کیا ہے؟ اور اللہ کے بارے میں اسی صفحہ پر لکھتے ہیں:

”اصل بندگی ایمان کا درست کرنا ہے کہ حج کے ایمان میں کچھ غلط ہے اس کی کوئی بندگی قبول نہیں اور جس کا ایمان سیدھا ہے اس کی تھوڑی بندگی بھی بہت ہے سو ہر آدمی کو چاہئے کہ ایمان کو درست کرنے میں بڑی کوشش کرے اور اس کے حاصل کرنے کو سب چیزوں سے مقدم رکھے۔

(تقویۃ الایمان، ص ۶)

اب یہ کہنا کہ شاہ صاحب نے ایمان کے ماننے سے انکار کر دیا تمام ایمانیات کا انکار کر دیا کل بدیانتی نہیں تو اور کیا ہے؟۔ اب ذرا سنو شیخ المشائخ محبوب سبحانی جبریلیا فرماتے ہیں:

بإعلام لا نكن مع النفس ولا مع الهوى ولا مع الدنيا ولا مع الاخرة ولا

تتابع مری الحق عز و جل

اے غلام تو غص اور خواہشات نفسانیہ اور دنیا و آخرت کا سہاگھی مست بن اور سوائے حق تعالیٰ اور  
جل کے کسی کی پیروی اور متابعت مت کر۔ (فتح الربانی، ص ۸۳، فرید یک سالہ ان  
کتاب پر نقدیم بریلوی عالم عبدالحکیم شرف قادری کی ہے اور مترجم کے بارے میں کچھ  
ہیں:

”فتح الربانی کے متعدد تراجم چھپ چکے ہیں جن میں نظر ترجمہ فاضل جلیل  
حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی کا ہے۔“

(فتح الربانی، ص ۷۲، ۷۳)

اب جواب دو کیا شیخ صاحب نے انبیاء و صحابہ و اولیاء و علماء و فقہاء کی متابعت اور پیروی  
سے منع کر کے کیا معاذ اللہ کفر اور گستاخی کی ہے یا نہیں؟ یا یہ کفر کے گولے صرف مظلوم شریک  
کیلئے ہیں؟

اعتراض ۷۴: حضور ﷺ اور دیگر انبیاء و اولیاء کو اپنی قبر و حشر کے حال کا  
بھی علم نہیں ہے تو ذہان

چہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ: جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں  
خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا مال نہ  
دوسرے کا (تقریبہ الایمان، ص ۲۹)

(دیوبندیت کے ابطال کا انکشاف، ص ۶۸، کوئٹہ الشہابیہ، ص ۵۲، دیوبندی مذاہب  
ص ۱۸۶، دیوبند سے بریلی، ص ۵۲)

**الجواب:** اس عبارت میں بھی رضا خانیوں نے تحریف کا مظاہرہ کیا تکمیل عبارت ان  
طرح ہے:

اخرج البخاری عن اسمعيل العلاء قال قال رسول الله ﷺ

لا ادری و انما رسول اللہ ما یفعل ہی ولا یفعل  
 مشکوٰۃ کے باب البقاء والآخرۃ میں لکھا ہے کہ بخاری نے ذکر کیا کہ نقل کیا  
 اہم العلماء نے کہا پیغمبر خدا نے کہ قسم اللہ کی نہیں چاہتا جس حالانکہ میں  
 رسول ہوں کہ کیا معاملہ ہوگا مجھ اور کیا قسم ہے۔

یہ یعنی جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر  
 میں خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا  
 حال نہ دوسرے کا اور اگر کچھ بات اللہ نے کسی اپنے مقبول بندے کو وحی  
 سے یا الہام سے بتائی کہ فلاں کا انجام کچھ ہے یا اسودہ بات بھل ہے  
 اور اس سے زیادہ معلوم کر لیت اور اس کی تفصیل اور یاقوت کرنی ان کے  
 اختیار سے باہر ہے۔

(فقہیہ الامان، ص ۳۸)

حضرت شہید کا مقصود یہ ہرگز نہیں کہ معاذ اللہ انبیاء کو اپنے انجام کی بالکل خبر نہیں  
 بلکہ وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ آخرت میں کس کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا اس کی تفصیل کسی کو معلوم  
 نہیں۔ ہاں بخلا یہ بات ضرور ہے کہ انبیاء و اولیاء کا خاتمہ بالآخر ہوتا ہے۔ آخر کی خط کشیدہ  
 عمارت جو حضرت کے مقصود کو واضح کر رہی ہے ان رضا خانیوں نے عقل نہ کی تو عام عوام کو  
 دکھایا جائے۔ اب چند اکابر کی عبارات ملاحظہ ہو کہ جو بات شاہ صاحب نے کی وہی  
 بات یہ علماء بھی کر رہے ہیں:

شاہد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

فلایدری حضرت آدمؑ کہ عاقبت مہم است و  
 هیچ کسی نہیں اند کہ آخرت میں خواہد شد و چہ کار خواہد شد کس دوا  
 درباب انبیاء و رسل خصوصاً در حق سید المرسلین صلوات  
 اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم من قبلہ است بدلائل قطعیہ کہ  
 دولت و ازلہ و ابد حرم و یقین بعین عاقبت ایشان  
 معاد عوام و ریافت احوال عاقبت چہ ورونیسا و چہ ورو

آخیت بتفصیل چہ علم ہا احوال خوب بتفصیل جس  
پردہ و گار بھالی را نیا شد گند چہ معلوم معلوم است کہ  
عاقبت انبیاء علیہم السلام بخیر است

(افق المصنفات، ج ۱، ص ۱)

ترجمہ: ظاہر اس حدیث سے یہ ہے کہ انجام مبہم ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا  
کہ آخر کیا ہوگا اور کیا کام کرے گا اور یہ دربارہ انبیاء اور رسول خصوصاً سید  
المرسلین ﷺ کے حق میں نفی کیا گیا ہے بدلائل قطعیہ کے کہ دلالت رکھتی ہے  
جزم و یقین کے ساتھ ان کے حسن عاقبت پر یا مراد عوام و ریافت احوال  
عاقبت کا ہے کیا دیا اور کیا دین میں تفصیل کیونکہ علم احوال غیب کا سب  
تفصیل سوائے پردہ و گار بھالی کے کوئی نہیں جانتا اگرچہ محض معلوم ہے کہ  
عاقبت انبیاء بخیر ہے۔

پس اگر شاہ صاحب یہ بات کرنے کی وجہ سے گستاخ ہیں تو معاذ اللہ شیخ عبدالقادر  
محدث دہلوی پر بھی فتویٰ لگاؤ جو وہی بات کر رہے ہیں جو شاہ صاحب نے کہی ہے کہ عاقبت  
کا حال تفصیلی طور پر کہ میرے ساتھ کیا ہوگا اور تمہارے ساتھ اس کا مجھے علم نہیں ہاں جس  
معلوم ہے کہ عاقبت انتہاء اللہ بخیر ہوگی۔ مفتی احمد یار گلبرائی بریلوی لکھتا ہے:

بفضلہ تعالیٰ ہر مومن کو خاتمہ شراب ہو جائے گا اندیشہ ہوتا ہے اسی خوف پر  
ایمان کی بنیاد قائم ہے وہی اندیشہ یہاں مراد ہے یہ خوف ہر گناہگار بلکہ  
ابرار و اختیار کو مرتبہ دم تک رہتا ہے جبکہ حضرت یوسف موسیٰ علیہم السلام  
و السلام دعا فرماتے ہیں تو فنی سلسلہ و الحقنی بالصالحین تو اور کسی کا کیا ذکر۔

(تفسیر نعیمی، ج ۷، ص ۷۳)

اعتراض ۲۸: خدا چاہے تو کروڑوں محمد ﷺ کے برابر پیدا کر ڈال۔ خود باطل  
یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے: "مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ:  
اس شہنشاہ (اللہ) کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی  
اور ولی اور جن اور فرشتہ جبریل اور محمد ﷺ کے برابر پیدا کر ڈالے۔ (تقویۃ الایمان

(۳۱)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۶۹، دیوبند سے بریلی، ص ۳۳، باطل اپنے آئینہ  
 ص ۲۶، دیوبندی مذہب، ص ۱۹، الحق البین، ص ۷۴)  
 ایک وضاحتی تو یہاں تک لکھتا ہے: ”یہ عبارت مرزائیوں کو تقویت دیتی ہے۔“ (شمسیر  
 ص ۲۶)

**الجواب:** کوئی ان مشرکین پاک و ہند اور منکرین قدرت خداوندی سے پوچھے کہ اس  
 عیاں استعار پڑھنے اور گستاخی کی کوئی بات پوشیدہ ہے۔ ایسا کر دینا رب تعالیٰ کی قدرت  
 نہیں تو کیا بریلی کے کسی مزار کے چند دغان مجاور کی کرامت ہے؟ وہ رب تعالیٰ تعالیٰ تعالیٰ  
 یہ ہے اس کو قدرت ہے کہ جو چاہے جس طرح چاہے پیدا کر ڈالے وہ اگر پہلی بار نبی  
 کریم ﷺ کو پیدا کر سکتا ہے تو اب دوبارہ پیدا کر دینے میں کیا حرج مانع آگیا؟ ہمارا بھی  
 عقوہ ہے کہ رب تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ ﷺ جیسا ایک ہی پیدا کیا اب قیامت تک آپ ﷺ کی  
 طرح کوئی اور پیدا نہ ہوگا

درخ مصطفیٰ وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ

نہ ہماری ہریم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

بات صرف رب تعالیٰ کی قدرت کی ہو رہی ہے کہ اگر وہ چاہے تو ایسا کر سکتا ہے  
 فرماتے کہ مرزائیوں کو تقویت تو جب ہو جب بافضل ایسا ہو بھی جائے۔ جو بات شاہ  
 صاحب نے فرمائی ہے وہی بات ان سے پہلے کے اکابر نے بھی فرمائی ہے کیا وہ سب بھی  
 حواظ منکرین ختم نبوت اور مرزائیوں کے دست راست تھے؟  
 شہر قرآن امام رازئی لکھتے ہیں:

یہاں معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی

لَا تُفَاهِدُنَّ عَلَى الْفَقْدِ فَإِنْ يَفْعَلْ لِي  
تَكُنْ قَرْيَةً تَسِيرُ أَمْسَلْ مَخْجَةً بِذَوَاتِهَا لَا  
خَاجَةٌ بِالْخَطَرِ إِلَى الْإِلَهِيَّةِ السَّيِّئَةِ بِذَوَاتِهَا  
أَتُفَاهِدُ وَقَوْلُهُ لَوْ يَفْعَلْ لِي أَلَيْسَ بِخَافٍ وَأَوْ  
تَعَالَى لَا يَفْعَلْ ذَالِكْ لِي بِالنَّظَرِ أَلَيْسَ  
الْأَوَّلُ يَفْعَلُ الْفَاجِيَةَ وَبِالنَّظَرِ أَلَيْسَ  
الْثَّانِي يَفْعَلُ الْإِعْزَازَ

(المعارج - سورہ کیسے)

یہ آیت دلالت کرتی ہے قدرت رکھنے کے  
اس بات پر کہ اللہ جیسے ہر شے میں اس کے  
والا مثل محمد ﷺ کے اور اس پر کہ اللہ تعالیٰ  
محمد ﷺ کی طرف (اپنے دین بکاسے) کی  
احتیاج نہیں ہے اور لفظ "لو" کے فرما سنے  
سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے ہرگز نہیں  
کرے گا جس کی نظر اول سے تاریب کیا گیا  
حاصل ہے اور نظر ثانی آپ ﷺ کا اور  
ظاہر ہے۔

ج ۳، ص ۳۷۳، فوقان (ایہ ۵۱)

اور شیخ مکی منیری رحمۃ اللہ علیہ جن کے بارے میں آپ کے بھی مدوح شیخ عبدالرحمن محدث  
دہلوی لکھتے ہیں:

"شیخ شرف الدین مکی منیری رحمۃ اللہ علیہ دی از مشاہیر مشاراً و ہندوستان  
مست بہ اعتبار کہ کسی ذکر مناقب او کند اور تصانیف عالی است از جملہ  
تصانیف او مکتوبات مشہورتر و لطیف ترین تصانیف اوست بسیاری از  
آداب طریقت و اسرار حقیقت و آتجا اندر این یافت۔"

(اختیار الالعیہ ج ۱)

یہی شیخ اپنے انہی لطیف و مشہور ترین مکتوبات میں لکھتے ہیں:

"چون در عظمت و عزت بی نظیری او نظر کنی ہمہ موجودات عدم دینی و دنیوی  
احاطہ ان عظمت و قدرت او نگری ہمہ معدومات را موجودات یابی اگر نخواہد  
در ہر لحظہ صد ہزار چوں محمد ﷺ یا فرجید و ہر نفس از انکسایش مقام  
کتاب تو سمیعی دید۔"

(مکتوبات دہم ۱۱۰، مکتوب نمبر ۳۵)

جو اس کی عظمت و عزت پر نظر کرے تمام موجودات کے عدم پر نظر پڑے  
اور جو اس کی بادشاہت عظمت و قدرت کا دھیان کرے تمام معدومات کو  
موجود پائے اگر چاہے تو ایک آن میں لکھ سکتا (جیسے) محمد ﷺ پیدا

فرما رہے اور ان میں سے ہر ایک کو قاب تو نہیں کا مقام عطا فرمادے۔

اگر شاہ صاحبؒ کی یہ عبارت معاذ اللہ مرزا نیت نوازی ہے تو ان سے پہلے رازقی اور منیرؒ کی یہ گناہ گر چپکے ہیں اور وہ لہوئی ان کی تائید کرتے ہوئے نظر آ رہے ہیں تو ہمارا زور خطابت و جوش کتابت صرف شاہ صاحبؒ کے خلاف ہی کیوں؟ لیجئے اب ہم آخر میں آپ ہی کے گھر کے دو ایسے حوالے پیش کر رہے ہیں جس بعد آپ کی طبیعت اسس معاملے میں بالکل صاف ہو جائے گی بریلوی فقیہ ملت مفتی حسیلال الدین سابق صدر شعبہ افتاء دارالعلوم اہل سنت فیض الرسول فتویٰ دیتا ہے:

”بے شک سرکارِ اقدس آخر الانبیاء علیہ السلام کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا شرعاً محال اور عقلاً ممکن بالذات ہے (یعنی پیدا ہو سکتا ہے) لہذا اول منسطور وہ شخص و لیکن رسول اللہ خاتم النبیین و مہدیؑ فی غائب غلق النبی بعد مہدیؑ علیہ السلام و الشہادۃ من المتقدورات ان لم یصل و کل مقدور الہی ممکن لیکن سرکارِ اقدس خاتم النبیین علیہ السلام کے بعد دوسرا خاتم الانبیاء پیدا ہونا محال بالذات ہے لان ختم النبوة وصف الیقینی لا یشرک عقلاً ولا یکن موصوف الا واحد او هو یونہی و حجتہ للعالیین علی اسی لئے وصف ختم نبوت میں سرکارِ اقدس علیہ السلام کا نظیر و مثل محال بالذات ہے۔ اس آیت کریمہ کے نزول سے قبل سرکارِ مصطفیٰ علیہ السلام کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا وہ طرح ممکن تھا ایک بطور امکان و قوی دوسرا بطور امکان ذاتی و ردو آیت کریمہ نے صرف امکان و قوی حتم کیا امکان ذاتی حتم نہیں ہوا۔“ (فتاویٰ فیض الرسول، ج ۱، ص ۱۰۹)

اور نور الدین شاہ کیلئے اوالہ لکھتا ہے:

”اس میں کلام نہیں کہ اس مخلوقِ تعلیم نے جیسا یہ سلسلہ انبیاء و مرسلین ابتداء سے انتہاء تک اور دنیا و مافیہا بلکہ تمام موجودات کو پیدا کیا ہے۔ ایسی مخلوقات یعنی اس کی مثل لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں پیدا کر سکتے تھا۔ بہر صورت اس امر پر قادر ہے۔“

(الانسان فی القرآن، ص ۷۳، دار التبلیغ آستانہ کبلیا نوال شریف، دار سوم)

آئے ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ مرزا ایت کو کس نے اتھارت دی بریلوی فرقہ کے بانی مولوی احمد رضا خان لکھتا ہے کہ شیخ عبد القادر جیلانی تمام صفات (جس میں نبوت و ائمہ نبوت بھی ہے) میں حضور ﷺ ان کے اندر متکلی تھے معاذ اللہ:

”حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضور اقدس و انور سیدی

یالم ﷺ کے وارث کامل و نائب تمام و آئینہ ذات ہیں کہ حضور پر نور ﷺ

مع اپنی جمیع صفات بطل و جلال و کمال و انضال کے ان میں متکلی ہیں۔“

(فتاویٰ افریقہ، ص ۱۱۶)

مرزا قادیانی نے اسی عقیدے کو لیا کہ میرے آنے سے ختم نبوت پر اس لئے فرقہ نہیں ہے کہ میں کوئی نیا نبی قادیانی ہوں مجھ میں وہی محمد ﷺ جو پورہ سو سال پہلے تھے وہ بارہ متکلی ہو کر آ گئے ہیں۔ معاذ اللہ۔

اعتراض ۲۹: حضور ﷺ اور دیگر انبیاء گاؤں کے چودھری تھے۔ نبوت ذات

یہ سراپا اصل و فریب پر مبنی عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ عیسائے برقوم کا چودھری اور گاؤں کا ذمیدار سوانی مٹن کی ہر غیر اپنی امت کا سردار ہے۔ فتویٰ الامان، ص ۲۳۔

(ایضاً ہندو کے بھان کا انکشاف، ص ۶۹، دیوبند سے بریلی، ص ۱۲۳، شمشیر صفتی

ص ۳۹، باطل اپنے آئینہ مسیحی، ص ۵۳، دیوبندی مذہب، ص ۱۸۲، گٹاٹا کن

ص ۱۱۶، الحق المسین، ص ۸۱)

**الجواب:** مہارت کو سیاق و سباق سے کاٹ کر جو مطلب ان رضا خانیوں نے کشید کیا

ہے یقیناً ان کے سر پر شیطان کو بھی نہ سوجھا ہو گا اہم آپ کے سامنے تھیں عبارت مع یانہ

سباق پیش کرتے ہیں جس کو بچھنے کے بعد آپ ان رضا خانیوں کی دیانت پر مشتبہ ہو

جائیں گے:

”اب سنا چاہئے کہ سردار کے خلاف کے دوسری ہیں ایک تو یہ کہ وہ خود مالک

و مختار اور دوسری کا حکم نہ ہو خود آپ جو چاہے سو کرے جیسے عا ہر میں بادشاہ



سویہ بات اللہ ہی کی شان ہے ان معنوں کو اس کے سوا کوئی سردار نہیں اور دوسرے یہ کہ دہشتی ہی ہو مگر اور رعیتوں سے امتیاز رکھتا ہو کہ اصل حاکم کا علم اول اس پر آئے اس کی زبانی اوروں کو پہنچے جیسا کہ یہ قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار سوان معنوں کو ہر پیشہ اپنی امت کا سردار ہے اور ہر امام اپنے وقت کے لوگوں کا اور ہر مجتہد اپنے تلامذوں کا اور ہر بزرگ اپنے مریدوں کا اور ہر عالم اپنے شاگردوں کا کہ یہ بڑے لوگ اول کے حکم پر آپ قائم ہوتے ہیں اور پیچھے اپنے چھوٹوں کو نکھاتے ہیں سو اسی طسرت سے چارے پیغمبر سارے جہاں کے سردار ہیں کہ اللہ کے نزدیک ان کا رتبہ سب سے بڑا ہے اور اللہ کے احکام پر سب سے زیادہ قائم ہیں اور لوگ اللہ کی راہ کیجئے میں ان کے محتاج ہیں ان معنوں کو ان کو سارے جہاں کا سردار کہنا یکے مضاف نہیں بلکہ ضروریوں ہی جانتا چاہئے۔

(تقریبہ الامان ص ۹۰)

کسی واضح الفاظ میں حضرت شاہ شہیدؒ فرما رہے ہیں کہ ہمارے سرکار و عالم تمام تمام جہاں کے سردار ہیں ان کے برابر و جہ کسی کا نہیں گویا  
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

کا مصداق ہیں مگر ان رضا خانیوں کا دھوکا ملا حلقہ ہوتا رہیہ دینا چاہئے کہ اہل ملت انبیاء کا مقام صرف گاؤں کے کسی زمیندار جتنا سمجھتے ہیں محاذ اللہ کیا ان عبد اللہ بنارہ الدوام کے ان گاؤں کا چودھری سارے جہاں کا سردار ہوتا ہے؟ اللہ کے ہاں سب سے بڑے رتبہ والا ہوتا ہے؟ جو عمارت ان کالموں نے پیش کی اس کا متعدد صرف اتنا ہے کہ اللہ کے نظام اس کی ہر تجلیات کا سب سے پہلا مرکز انبیاء کی ذوات قدسیہ ہوتے ہیں اللہ کے انجمن و ارشادات سب سے پہلے انبیاء پر نازل ہوتے ہیں پھر ان کے توسط سے پوری امت کو ان احکامات سے آگاہ کیا جاتا ہے پھر ان کے بعد درجہ بدرجہ سید کام ہوتا ہے شاگردوں کو استاد کے ذریعہ سے، مریدوں کو شیخ کے ذریعہ سے، مقلدین کو مجتہدین کے ذریعہ سے اس اعتبار سے یہ تمامی حضرات اپنے حلقہ ارادت میں سردار ہیں (جو حضرات

شاہ صاحب پر ترک تقلید و تصوف کا لازم لگاتے ہیں وہ بھی اس عبارت کو غور سے پڑھیں (پھر عوامی انداز میں اس کو ایک مثال کے ذریعہ سمجھاتے ہیں کہ جیسے بادشاہ کا فرما سب سے پہلے وزیر اعظم پھر اس کے نائبین اس طرح درج بدرج گاؤں کے چودھری یا زمیندار کو ملتا ہے کہ وہ اس سے اپنا رعایا کو آگاہ کر دیں۔ اب کوئی ان جاہلوں سے پوچھے کہ اس میں تو ہیں دستاویزی کی آخر کوئی بات ہے؟

ان کا ایک رضا خانی مولوی لکھتا ہے:

”اس عبارت میں بھی نبی علیہ السلام کو گاؤں کے زمیندار اور قوم کے

چودھری کے ساتھ لاکھڑا کیا ہے۔“ (مکتبہ کون، ص ۱۶)

اب ہم رضا خانیوں کے حوالے پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو کس کس کے ساتھ لاکھڑا کیا ہے۔

رسول تو ہیں وزیر اعظم جیسے۔ معاذ اللہ

مفتی احمد یار بھگوانی لکھتا ہے:

”جیسے وزیر اعظم کی وزارت تاحد مملکت ہوتی ہے ایسے ہی رسول اعظم کی

دعوت تاحد الوجود ہے۔“ (تفسیر فیسی، ج ۱ ص ۲۶۵)

تقریباً ایمان میں ”جیسے“ کا لفظ ہے تو یہاں بھی وہاں چودھری کا لفظ ہے تو یہاں وزیر اعظم کا اب جواب دو کیا تمہارا مفتی نبی اکرم ﷺ کو پاکستان، اسرائیل، ہندوستان، امریکا کے وزیر اعظم کے برابر سمجھتا ہے؟

رسول و فرشتے تو ہیں چیز اسی جیسے ہیں۔ معاذ اللہ

خیال رہے کہ رب تعالیٰ رسولوں، فرشتوں کے ذریعہ ہم سے کلام کرتا ہے

جیسے: ”ادشاء مکام یا چہر اسیموں کے ذریعہ ہم سے کلام کرتا ہے۔“

(تفسیر فیسی، ج ۱ ص ۲۰۸)

تقریباً ایمان میں جیسے زمیندار و چودھری کا لفظ ہے تو یہاں جیسے اور چیز اسی کا لفظ موجود ہے تو جواب دو کیا تمہارے نزدیک رسول و فرشتے معاذ اللہ چیز اسیموں کے برابر ہیں؟

قرآن خواہ کی پھونک تو بس نیوے کی طرح ہے۔ معاذ اللہ  
 ماہی کی پھونک میں نہ ہر نیوے کی پھونک میں تریاق ہے ایسے ہی قرآن  
 خواہ کی پھونک میں شفا اور جادوگر کی پھونک میں بیماری۔  
 (تفسیر نعیمی، ج ۱ ص ۵۲۶)

دین کا کام کرنے والے تو بس ولال ہیں۔ معاذ اللہ  
 "ایمان کی طاقت کی یہ سمجھنی چاہیے جو اللہ کے فضل سے اس دولت کو منزل مقصود تک پہنچانے  
 کا وسیع ہے اس کو اپنی کاپیڈا کو اور مدد سے خود میں ہے اور اس کی شاخیں بغداد اور اہمیر اور  
 ویرانہ طور پر میں کھلی ہوئی ہیں اور اس کی پراچھ شاخیں تقریباً ہر جگہ ہیں اور اس کے دلال ہر  
 جگہ پھر ہے جیسا۔" (تفسیر نعیمی، ج ۱ ص ۵۵۷)

اعتراف: ۳۔ حضور ﷺ اور دیگر انبیاء و اولیاء کی تعریف عام بشر کے بھی کم  
 کرو۔ معاذ اللہ

ان لوگوں کے تحت رضا خانی لکھتا ہے:  
 مولانا اسماعیل دہلوی رقمطراز ہیں کہ کسی بزرگ کی تعریف میں زبان سنبھال کر بولو جو بشر کی  
 تعریف ہو سو وہی کرو سو اس میں بھی اختصار رہی کرو۔ تقویۃ الایمان، ص ۶۳۔  
 (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۶۷، الحق المبین، ص ۷۰، ۷۱)

**الجواب:** یہاں بھی رضا خانیوں نے مکمل عبارت پیش نہیں کی حضرت شہید مستحکوٰۃ کی  
 حدیث پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں (صرف ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے)

مستحکوٰۃ کے باب المفاخرہ میں لکھا ہے کہ ابو داؤد نے ذکر کیا کہ مطرف نے  
 نقل کیا کہ آیا میں بنی عامر کے اہل بیویوں کے ساتھ پیغمبر خدا کے پاس پھر گیا  
 ام نے کہ تم مردار ہو ہمارے سے سفر فرمایا کہ مردار تو اللہ ہے پھر کہا کہ ہم نے  
 کہہ دے ہمارے ہو بزرگی میں اور بیٹے سے تجھے دو فرمایا کہ خیر اس طرح کا  
 کام کہ اس میں بھی تھوڑا کام کرو اور تم کو کہیں بے ادب نہ کرے

شیطان۔“

ن: یعنی کسی بزرگ کی شان میں زبان سنبھال کر بولنا اور جو بشر کی ہی تعریف ہو وہی کر دوسو اس میں بھی اختصار کرو اور اس میدان میں مدد و رخصت کی طرح مت دوڑو کہ کہیں اللہ کی جناب میں بے ادبی نہ ہو جائے۔“ (تقریب الایمان، ص ۸۹)

حضرت شاہ شہید صاحبؒ نے جو کچھ کہا وہ مذکورہ حدیث ہی کا مفہوم و مطلب ہے نہ معلوم رضا خانیوں کو اس سے کیا تکلیف ہے؟ بزرگان دین کیا ”بشری نہیں“ تو کیا ”خدا کی ہی“ تعریف کریں؟

ملائق تاری“ اور بعض تو نکم“ کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:  
”قوله اقول لکم یعنی قولوا هذا القول او اقل منه ولا تبغوا الفی مدحی بحیث تعد حوائجی بشری، ۱ یلیق بالخالق ولا یلیق بالمخلوق“۔ (مرقاۃ، ج ۹، ص ۱۲۵)

ہاں اس طرح کی تعریف کرو جسکے اس سے بھی کم کرو اور میری مدح سرائی میں مبالغہ آرائی مت کرو اس طور پر کہ ایسی چیز سے میری مدح کرو کہ جو اللہ کی شان کے لائق نہ ہو اور مخلوق کی شان کے لائق نہ ہو۔

علامہ فرہ پوریؒ کا حوالہ اقبل میں گزر چکا ہے کہ انبیاء کی مدح سرائی میں مبالغہ نہ پجو اور انہیں حد انسانیت سے نکال کر خدا کی کے منصب پر فائز مت کرو۔ (شرح فرہانی، ص ۱۳۹)

پھر رضا خانیوں کا دجل و فریب ملاحظہ ہو کہ عبارت میں ”بزرگ“ کے لفظ ہیں انہوں نے اسے ”انبیاء و اولیاء“ سے بدل دیا۔ نیز ”اختصار“ کا معنی قطعی طور پر ”کمی کرنا“ بھی رضا خانیوں کی چہالت ہے کیونکہ لغت میں اس کا یہ معنی موجود ہے:

”بہت سے مطلب کو تقوڑے لفظوں میں نکال کر کرنا“  
”کوش سامع کو گراں گول تھن ہے اے امیر“

اختصار اچھا ہے بیوقوف کا بڑھانا کیا ضرور؟۔ (نور اللفاظ، ج ۱، ص ۹۰)

یہی فصیح الفاظ کا استعمال کہ الفاظ تو کم سے کم ہوں مگر معنی ان کا بہت وسیع ہو۔  
نہ مابین علی مقرر کی گئے ہیں:

الاختصار: الكلام و حقيقته الاختصار على تقليل اللفظ دون المعنى

(المصباح السیر فی غریب شرح الکبیر للرافعی، ج ۱، ص ۱۷۰، المکتبۃ العلمیۃ بیروت)

آپ حضرات نے رضا خانی غلطیہ کو تو سنا ہوگا بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے فضائل و کمالات بھلا کون بیان کر سکا ہے اور کس زبان میں یہ طاقت ہے الہیہ "مختصراً" کچھ باتیں عرض کرنا ہوں۔ تو کیا رضا خانی اس کا یہ مطلب لیں گے کہ وہ خلیفہ نبی کریم ﷺ کی شان میں "کنی" کر رہا ہے؟ زبان زد عام شعرا کا مصرعہ ہے

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

تو کیا یہاں بھی مختصر کا معنی نبی کی شان میں کمی کرنا لو گے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو مشاعرہ صاحب کی عبارت سامنے آتے ہی تمہاری آنکھوں پر شیطانیٹ کے پردے کیوں آجاتے ہیں؟

حیرت ہے کہ آج ملت بریلویت کو "بشر" کے لفظ میں تو ہیں محسوس ہوتی ہے مگر جبرمیر فی ثلث صاحب تو کہتے ہیں کہ بشر کا لفظ ہی متصف بصفات کمال ہے یعنی دنیا میں جتنے بھی کمالات ہیں ان سب سے ایک بشر کا لفظ ہی متصف ہے اس کے ساتھ کسی دوسرے لقب کی ضرورت ہی نہیں یہ بشری تمام صفات و القابات کیلئے کافی ہے علامۃ ہو:

"بشر کے معنی میں بحسب لغت عربیہ عظمت و کمال پایا جاتا ہے یا حقارت میری ناقص دماغ میں لفظ بشر مفہوم و مصداقاً متضمن کمال ہے"۔ (مکتوبات، ص ۱۵۷)

الترغیض ۳: حضور ﷺ کسی چیز کے بھی مختار نہیں۔ نعوذ باللہ

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

"مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں"۔ (تقریب الامکان، ص ۴۷)



ارادہ کے بغیر ازاں نہیں کیجی گئی ہے۔ (الفوز الکبیر ص ۸)

شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی ہستی کیلئے اللہ تعالیٰ کی خاص صفات بہت کی جائیں مثلاً اپنے ارادہ سے عالم میں وہ تصرف کرنا جس کو "کن" کہوئی "تصرف" کیا جاتا ہے۔

آجے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی بھی وضاحت کی ہے کہ مشرکین وہ اپنے معبودوں کیلئے خدا تعالیٰ کا عطا و کیا ہوا محدود اختیار اور تصرف کی محدود قدرت ماننے لگے لیکن عقیدہ رکھتے تھے کہ اس محدود اثر و میں وہ اپنے ارادہ اور اختیار سے جو چاہیں کر سکتے ہیں اور کہتے ہیں، یہی ان کا شرک تھا، بہر حال اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا کسی ہستی کیلئے بھی اس طرح کے کئی قیود فی اختیار تصرف کا عقیدہ رکھنا بلاشبہ شرک ہے۔ اگرچہ اس کو خدا کی عطا سے مانا۔

بہترین کرام ایہاں حضرت قاضی شاہ اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک عبارت اور یاد رکھیں اور شاہ الطاہرین میں فرماتے ہیں۔

اولیاء کا وجود مستند برائیا و معدوم یا اعدام موجود نہیں نسبت کردن اصحاب اور اعدام و اعطاء رزق یا اولاد و وقوع بلا و مرض و غیر آں ہرے شان کفر است۔ (ارشاد الطاہرین ص ۴۰)

اولیاء اللہ کو یہ قدرت نہیں ہے کہ کسی غیر موجود کو جو جو شخص ہو یا کسی موجود کو معدوم اور نیست کر دیں پس کسی چیز کو جو جو شخص یا معدوم کر دیے یا کسی کوئی قی یا اولاد دے یا کسی سے کوئی بیماری یا کوئی بلا اور کر دینے کی کسی بزرگ ولی کی طرف نسبت کرنا کفر ہے۔

اگر اللہ عز و جل ہم عترت بقیہ تفصیل سے عرض کریں گے کہ حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دوسرے اکابر علماء اہل سنت نے اہل باطل و عیسائیت و اسلام و اولیاء کرام کیلئے کائنات کی صفات کی قدرت ثابت کرنے کو جو شرک یا کفر لکھا ہے وہ عقیدہ تصرف کی بھی اور سب سے بہت ہے جس کو حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت قاضی شاہ اللہ نے بھی شرک و کفر قرار دیا ہے۔

تفسیر صورت

تصرف کے عقیدہ کی تیسری صورت یہ ہے کہ کسی نیا یا نئی کیلئے پکھلی یا دوسری صورت اختیار کی گئی ہو تو یہ صرف کی قدرت کا عقیدہ تو نہ رکھا جائے لیکن یہ اعتقاد رکھا جائے کہ غافلہ تبارک و تعالیٰ جب چاہتا ہے اپنی قدرت اور اپنے حکم سے، بطور معجزہ یا کرامت کے اس کے ہاتھ سے عالم کون میں تصرف کر دیتا ہے۔ وہ تصرف اگرچہ ان کے ہاتھ سے ہوتا ہے لیکن وہ اس کے اللہ تبارک و تعالیٰ کا فعل اور تصرف ہوتا ہے۔ جو ان کے ہاتھ سے ظاہر ہوتا ہے، وہ ان کا اس طرح کا اختیاری فعل نہیں ہوتا جس طرح ان کے دوسرے عام اختیاری افعال ہوتے ہیں۔ بلکہ چونکہ وہ ان کے ہاتھ سے ظاہر ہوتا ہے اس لئے اس کی نسبت ان کی طرف کی جاتی ہے اور ان کا معجزہ اور ان کی کرامت کہا جاتا ہے تو یہ عقیدہ بالکل برحق ہے۔

اسی طرح انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام کے بارے میں یہ عقیدہ بھی برحق ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے مقبول اور مستجاب الدعوات بندے ہیں جب وہ کسی معاملہ میں مقرب ہو کر توجہ اور اخراج کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا کریں تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کی دعائیں قبول فرما کے اپنی کن فیکو فی قدرت سے وہ کام کر ہی دیتا ہے تو اگرچہ وہ کام اور وہ تصرف اللہ تبارک و تعالیٰ کا فعل اور تصرف ہوتا ہے لیکن چونکہ اس کا سبب اور وسیلہ اس مقبول اور مقرب بندہ کی توجہ اور دعا ہوتی ہے۔ اس لئے اس کام اور تصرف کی نسبت اس مقرب بندہ کی طرف بھی کر دی جاتی ہے۔ بہر حال تصرف کی دونوں شکلیں برحق ہیں۔

### تصرف کی چوتھی صورت

تصرف کی ایک صورت اور اس کا ایک درجہ وہ ہے جس کی صلاحیت اللہ تبارک و تعالیٰ نے کمال عیش و بندوں کو عطا فرمائی ہے اور وہ ہے خدا و اوقات و علاقیت اور اس عالم اسباب میں پیدا کئے ہوئے اسباب و آلات کے ذریعہ جادو یا مسمریزم جیسے کسی فن اور باطنی توجہ جیسے کسی عمل کے ذریعہ اس عالم کی اشیاء میں اور احوال میں تصرف کرنا، سو یہ تصرف جیسا کہ ہم سب کا تجربہ ہے ہم بندے اپنے ارادہ اور اختیار سے اور اپنی خدا و قدرت سے کرتے ہیں اور یہ ہمارا فعل ہے، ہم اس کے بارے میں موصول اور اس کے گناہ یا ثواب کے مستحق ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ تصرف کی اس چوتھی صورت کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔



## بہت اختلاف تصرف کی کئی صورتیں ہیں!

بہت اختلاف اسی تصرف میں ہے جو بغیر اسباب و اذات کے اور بغیر کسی فن اور عمل کے صرف اپنی قدرت اور اپنے ارادہ اور حکم سے کن چیز کو فی طریقہ ہو۔ اسے جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں۔ یہ صرف اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کی شان و صفات ہے۔

ایضا امر اذا اراد شیئا ان یقول له کن فیکون۔

اللہ چاہے کہ وہ کسی نبی یا ولی اور کسی مخلوق کو اس تصرف کی قدرت عطا نہیں فرمائی۔ ہاں شریک اپنے معبودوں اور پوج تازوں کے بارے میں اس قسم کے تصرف کا عقیدہ رکھتے تھے اور بہت سے جاہل قہر پرست اور تعزیر پرست قسم کے مسلمان، اماموں اور پیروں اور شہیدوں کے بارے میں اسی طرح کے تصرف کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اس لئے حاجبِ حسی بن کر ان کے حراہوں پر ہاتھ لیا اور ان سے حاجتیں اور مرادیں مانگتے اور ان کے نام کی منت مانتے ہیں۔ تقویٰ الایمان

یہاں اسی قسم کے تصرف و اختیار کی غلطی کی گئی ہے چنانچہ چند عبارات ملاحظہ ہوں:

”منا چاہئے کہ اکثر لوگ پیروں اور پیغمبروں اور اماموں کو اور شہیدوں کو اور فرشتوں کو اور پریوں کو مشکل کے وقت پکارتے ہیں اور ان سے مراد یہاں مانگتے ہیں اور ان کی بخشش مانتے ہیں اور حاجت برائی کیلئے ان کی تھرونیہ کر کے ہیں اور بلا کے لئے کیلئے اپنے بیٹوں کو ان کی طرف نسبت کرتے ہیں، کوئی اپنے بیٹے کا نام عبد اللہ رکھتا ہے، کوئی علی بخش، کوئی حسین بخش اور پیر بخش اور مدار بخش، کوئی سالار بخش، کوئی غلام محمد بخش، کوئی..... اور ان کے بیٹے کیلئے کوئی کسی کے نام کی چوٹی رکھتا ہے۔ کوئی کسی کے نام کی بدھی پہنتا ہے، کوئی کسی کے نام کے کپڑے پہنتا ہے، کوئی کسی کے نام کی بیڑی ڈالتا ہے، کوئی کسی کے نام کے جانور رکھتا ہے، کوئی مشکل کے وقت دو حائل دیتا ہے، کوئی اپنی باتوں میں کسی کے نام کی قسم کھاتا ہے، عرض کر جو کچھ ہندو اپنے بتوں سے کرتے ہیں سو وہ سب کچھ جنہو نے مسلمان انبیاء و اولیاء سے اور اماموں اور شہیدوں اور فرشتوں اور پریوں سے کر لیتے ہیں۔ سبحان اللہ یہ مناد یہ گھنٹی۔“

پھر چند سطور کے بعد فرماتے ہیں۔

”پھر اگر کوئی سمجھائے، الا ان لوگوں سے کہے کہ تم دعویٰ ایمان کا رکھتے ہو اور افعال شرک کے کرتے ہو۔ یہ دونوں راہیں ملائے دیتے اور اس کا جواب دیتے ہیں کہ ہم تو شرک نہیں کرتے بلکہ اپنا عقیدہ انبیاء و اولیاء کی جذبات میں ظاہر کرتے ہیں۔ شرک جب ہوتا ہے کہ ہم ان انبیاء و اولیاء کو جو ان شہیدوں کو اللہ کے برابر سمجھتے سوچیں تو ہم نہیں سمجھتے بلکہ ہم ان کو اللہ کا بندہ اور اسی کی مخلوق (مانتے ہیں) اور یہ قدرت و تصرف اسی نے ان کو بخشی ہے اس کی برکت سے عالم میں تصرف کرتے ہیں۔“ (تقریر ایمان ص ۶۷)

اس عبارت سے وضاحت کے ساتھ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تقویۃ الایمان میں حضرت شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا صاحب خطاب کیسے جاغل اور گمراہ مسلمانوں سے ہے اور وہ کیسے کیسے شرک و خرافاتی عقیدے رکھتے تھے اور اپنے اپنے جاہلانہ خیالات کے مطابق نبیوں، ولیوں، شہیدوں کو اور عبادتیں، سادات و بخش، وغیرہ مسیحی یا فرضی گزروے ہوئے یا لوگوں کو اور بھوتوں پر یوں کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر ان کی خفیں مانتے اور نذریں چڑھاتے تھے۔ ان کے نام کی قربانیاں کرتے تھے و بقول حضرت شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہ جسے وہ اپنے بھائی اور ولیوں کے ساتھ جو بکھرتے تھے یہ گمراہ نام کے مسلمان، اماموں اور شیعوں اور بھوتوں کے ساتھ وہ سب یکجہ کرتے تھے، ان کے بارے میں تصرف کا عقیدہ رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ اس تصرف کی قدرت ان کو خدا تعالیٰ نے دے دی ہے۔ وہ تین صفحے کے بعد ایمان میں حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ پر لکھتے ہیں۔

”عالم میں عداوت تصرف کرنا اور اپنے حکم جاری کرنا اور اپنی خواہش سے غارت و بربادی، روزی کی کشاکش اور شکی کرتی اور تندرست و بیمار کر دینا و بھست و ترقی و اقبال وادار دینا، مراد میں پوری کرنا، حاجتیں بر لائی، ملائیم، مانع و مشغول میں و تھیری کرنی، ہر سے وقت میں پہنچنا، سب اللہ علی کی شان ہے اور کسی انبیاء و اولیاء کی، پیرو شہید کی بھست و پری کی یہ شان جس میں جو کوئی کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے اور اس سے مراد میں مانگے اور اس موقع پر تذرہ نیا کرے اور اس

کی تئیں مانے اور اس کو مصیبت کے وقت پکارے سورہ مشرک ہر جاتا ہے اور اس کو شرک فی التصرف کہتے ہیں یعنی اللہ کا ساتھ صرف جہت کرنا محض شرک ہے پھر خواہوں کہے کہ ان کاموں میں طاقت ان کو خود بخود، خواہوں کہے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

(تقریب الامان ص ۱۱-۲۱)

ان جہاتوں میں تصرف کے جس عقیدے کو شرک قرار دیا گیا ہے وہ وہی اللہ تبارک و تعالیٰ کا تصرف ہے جس کا عقیدہ مشرکین عرب رکھتے تھے۔ (ماخوذ از ریلوی لٹریچر کمپنی) اب آئے عبارت معترف کے یاق و سباق کی طرف شاہ صاحب لکھتے ہیں:

وقال الله تعالى يا اهل البيت السجدة ارباب عترة قرون خير ام الله الواحد القهار  
ما عبدون من دونه الا اسماء سميتهم هالتم و ابا لكم ما انزل الله بهما من  
سلطان ان الحكم الا لله امرا لا تعبدون الا اياه ذالك الدين القيم ولكن  
اکثر الناس لا يعلمون

اور کہا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ یوسف میں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانہ میں اور  
لبیوں سے کہا اے رفیقو ا قید خانے کے کیا کئی مالک جدا جدا بہتر ہیں یا اللہ ایک  
زورست نہیں مانتے ہو تم ورے اس کے مگر کئی ناموں کو کہ ظہرائے ہیں تم نے اور تمہارے  
اب دادوں نے نہیں اتاری، اللہ نے ان کی کچھ سند نہیں تعلیم کسی کا سوائے اللہ کے اس نے تو  
میں علم کیا ہے کہ کسی کو اس کے سوائے موت مانو یہی ہے: میں مضبوط ٹکرا کٹر لوگ نہیں جانتے

نہ یعنی اول تو تمام کے حق میں کئی مالک ہونے سے بہت نقصان کرتا ہے بلکہ ایک مالک  
اللہ مت چاہئے کہ سب مراد اس کی پوری کر دے اور سب کار و بار اس کے ہتھ سے اور  
اس سے یہ کہ ان مالکوں کی کچھ حقیقت بھی نہیں وہ کچھ چیز اصل میں نہیں ہیں بلکہ آپ ہی  
لگ خیال بالعدہ لیتے ہیں کہ میں پر مانتا کسی اور کے اختیار میں ہے اور داتا اگانا کسی اور  
سے اختیار میں ہے اور اولاد کوئی اور دیتا ہے اور سند دیتی کوئی اور پھر آپ ہی ان کے نام

تھرا لیتے ہیں فلا نے کام کے متحرک کا نام یہ ہے اور فلا نے کا یہ پھر آپ ہی ان کو مانتے ہیں اور ان کو کاموں کے وقت پکارتے ہیں پھر اسی طرح ایک مدت میں یہ رسم جاری رہا جانی ہے حالانکہ وہ سب شخص اپنے خیالات میں ہیں کچھ ان کی حقیقت نہیں وہاں نہ اللہ کے ہوا کوئی اور ہے اور نہ کسی کا یہ نام اگر کسی کا یہ نام ہے تو اس کو کسی کاروبار میں دخل نہیں سب خیال ہی خیال ہے اس نام کا کوئی شخص وہاں مانگ اور عین انہیں جو ان کاموں کا متحرک ہے اس کا نام اللہ ہے محمد یا علی نہیں اور جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا متحرک نہیں سوا یہاں شخص کہ جس کا نام محمد یا علی ہو اور اس کے اختیار میں عالم کے سب کاروبار ہوں ایسا حقیقت میں کوئی شخص نہیں محض اپنا خیال ہے سو اس قسم کے خیال باندھنے کا اللہ نے تو حکم نہیں دیا اور کسی کا حکم اس کے مقابل مستحضر نہیں۔" (تقویۃ الایمان، ص ۵۶، ۵۷)

عبارت کا مکمل مضمون ساف بتا رہا ہے کہ اس میں اسی تصرف و اختیار کی نئی ہے جو از قبیل شرک ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں:

در تقویٰ امروین یہ پیغمبر خدا است تا چہ رسد مذہب صحیح آنست کہ امر بخرید و مقروض پیغمبر نمی باشد و یا کہ منصب پیغمبری منصب رسالت و اپنی گریست نہ نیابت خداوند شرکت در کار خانہ خدا آنچه کہ خدائے تعالیٰ حلال و حرام فرماید آنرا رسول تبلیغ می کند و میں از طرف خود اختیار نہ دارم اگر تقویٰ امروین پیغمبر سے خدا اور احباب جہ امیثہ حالانکہ اور ابھواسیع ہیا و مثل الخد قد یہ از اساری بدو و حریم ماریہ قبایہ و دان دان مرافقت در تحلف از غزوہ و جنگ و غیرہ ذالک کتاب شدیدہ واقع شدہ۔" (فتوح اعجاز عشریہ، ص ۱۷۰)

پیغمبر کو دین کی باتیں سیکر کر دینے میں کلام ہے پھر کسی دوسرے کی کیا مجال مذہب صحیح اس میں یہ ہے کہ امر بخرید و مقروض پیغمبر کے نہیں ہوتے کیونکہ منصب پیغمبری و منصب رسالت بکلیا و بتمامہ نبوت خداوند شرکت در کار خانہ خدا میں جو کچھ اللہ تعالیٰ حلال و حرام کا حکم فرماتا ہے اس کو رسول بکلیا و بتمامہ ہے اور اس میں رسول اپنی طرف سے کچھ اختیار نہیں رکھتا اور اگر

جوانے کر دینا امر دین شیعہ کو دوتا تو ان کو خطاب کیے مگر ہوتا؟ حالانکہ ان کو بہت سارے مواقع میں مثل اخذ فیہ اسیران بدرا اور قریم مار یہ قبیلہ اور اجازت دینے متفقین کو مختلف غزوہ تبوک وغیرہ ذالک امور میں خطاب شدید واقع ہوا ہے۔

یہ بات حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرما رہے ہیں وہی بات ان کے شیخ شاہ اسماعیل شہیدؒ نے فرمائی، اور اصل شاہ شہیدؒ اس عبارت میں شیعہ و رضا خانیوں کے ان عقیدے کا رد کر رہے ہیں جس کا ذکر شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب میں کیا چنانچہ لکھتے ہیں:

"فرقہ امتیہ اند کو بند محمد علی ہر والدہ اند"۔ (تخفہ، ص ۱۳)

فرقہ امتیہ کہتے ہیں کہ محمد علی دونوں الہ ہیں۔

اسی طرح مفوضہ کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فرقہ مفوضہ از شیعہ قائل اند بشرکت محمد علی در ملکیت دنیا"۔ (تخفہ، ص ۱۵۳)

فرقہ مفوضہ شیعہ میں سے اس کا عقیدہ ہے کہ محمد علی دنیا کی تخلیق میں شریک تھے۔  
پس شاہ اسماعیل شہیدؒ جیسوں کے اس عقیدے کو سامنے رکھ کر کہہ رہے ہیں کہ تم نے جو محمد و علیؑ کی صفات سے متصف کر دیا کارخانہ قدرت کا ان کو مالک بنا دیا تو یہ اس معاملے میں کچھ اعتیاد نہیں رکھتے۔

الترغیض ۳۲: صرف محمد علی کہنے پر رضا خانیوں کا اعتراض

مولوی غلام مہر علی اسی عبارت کے متعلق لکھتا ہے:

"مفتویٰ کے اسم گرامی کو بغیر کسی خطاب عزت کے اس طرح بولنا کہ محمد و محمد صاحب یہ بدواں اور سکھوں کا طریقہ ہے۔۔۔ اور اس طرح کہنا حضورؐ کی سخت بے ادبی ہے۔" (دیوبندی مذہب، ص ۱۸۱)

## الجواب:

### الزامی حوالہ جات

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

(۱) "فرقہ اعتدلیہ اند گویہ محمد علی ہر دو الہ ام"۔ (تجدد، ص ۱۳)

فرقہ اعتدلیہ کہتے ہیں کہ محمد علی دونوں الہ ہیں۔

(۲) اسی طرح مفوضہ کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فرقہ مفوضہ از شیعہ قائل اند بشرکت محمد علی و رفلقت دیا"۔ (تجدد، ص ۱۵۳)

فرقہ مفوضہ شیعہ میں سے اس کا عقیدہ ہے کہ محمد علی دنیا کی تخلیق میں شریک تھے۔

(۳) مزید ایک حوالہ ملاحظہ ہو:

"فرقہ شاخ و دم ذابیبہ اند و ایقان محمد ربانی انکارند و علی را الہ گویند"۔ (تجدد، ص ۱۳)

سواہاں فرقہ ذابیبہ ہے جو محمد کے نبی ہونے کے انکار میں ہیں اور علی کو الہ کہتے ہیں۔

رضا خانیو! جواب دو کیا شاہ صاحب بھی معاذ اللہ ہندو و سکھ اور یہودی تھے

؟ جبکہ رضا خانی کا شرف اقبال کہہ چکا کہ ہم شاہ محدث دہلوی کے عقیدے پر ہیں ہم ان

سے عبارات میں رضا خانی جو تاویل کریں وہی تقویۃ الایمان کی عبارت میں کر لیں۔

(۴) مولانا کریم دین دبیر صاحب جن کو عہد انگلیم شرف قادری نے اپنے اکابر میں سے

تسلیم کیا ہے اپنی کتاب تذکرہ اکابر اہلسنت ص ۹۰۹ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ صفحات پر ان کا تعارف

کر دیا ہے ان کی کتاب "آفتاب ہدایت" کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

"آپ کی تصانیف میں آفتاب ہدایت کو سب سے زیادہ مقبولیت حاصل

ہوئی اور ہاتھوں ہاتھ کئی ایڈیشن فروخت ہو گئے مولانا کو امیر ملت جبرید

ہماض علی شاہ سے والہانہ عقیدت تھی آفتاب ہدایت کا انتخاب

حضرت امیر ملت کے نام تھا جو پہلے ایڈیشن میں اب بھی دیکھا جاسکتا ہے

"۔ (تذکرہ اکابر اہلسنت ص ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵)

(۵) یہی کریم دین صاحب مرحوم لکھتے ہیں:

باروں دہلوی نے عارضی طور پر "۔ (آفتاب ہدایت، ص ۱۵۳، طبع اول)

یہاں پر بھی کوئی تعظیمی کلمہ نہیں کیا یہ بھی معاذ اللہ ہندو حکموں کے طریق پر تھے؟ ہو سکتا ہے کہ کوئی کہے کہ علیہ السلام کی نقالی "۔۔۔" تو لکھا ہوا ہے تو بریلوی مذہب میں یہ طاعت بھی منہ فی دہ جائز ہے (فتاویٰ مصطفویہ، ص ۵۸۰)

(۶) مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے مندرجہ ذیل اشعار بھی ملاحظہ ہو:

زہے لڑتے امتکائے محمد کہ عرش حق زیر پائے محمد

برائے محمد..... رضائے محمد..... برائے محمد..... رضائے محمد..... لکھائے محمد..... رعائے محمد۔

(رضائے مصطفیٰ، ص ۲، جنوری ۲۰۱۰ء)

ان تمام اشعار میں کہیں بھی محمد مصطفیٰ احمد نجفی رحمۃ اللہ علیہ کے نام نالی اسم گرامی کے ساتھ تعظیمی لقب موجود نہیں تھا تاہم "محمد" اور وہ بھی بدوینا دور و دشریب نے کور ہے۔

(۷) بریلوی مولوی سید محمد عارف رضوی کا یہ شعر بھی ملاحظہ ہو:

رواں یار مصطفیٰ میں جو ہوں نام مصطفیٰ (رضائے مصطفیٰ، ص ۱۰، جنوری ۲۰۱۰ء)

مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کوئی تعظیمی لقب موجود نہیں۔ بریلوی باض قوم ابوداؤد صادق کے اسی ہمالے میں ہے:

(۸) "سلطان الواعظین علامہ ابوداؤد محمد بشیر کوئی رحمت اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا محمد کا جب یوم میاد آئے تو بدعت کے فتوے انہیں یاد آئے۔"

(رضائے مصطفیٰ، ص ۱۱، مارچ ۲۰۱۱ء)

رضا خانی سوچ کا مظاہرہ یہاں کیا جائے تو عبارت پر اعتراض یوں ہوگا کہ اپنے مولوی کا نام لکھا تو "سلطان الواعظین، علامہ رحمۃ اللہ علیہ" اور جب امام الانبیاء علیہ السلام کے نام لکھنے کی باری آئی تو صرف "محمد".....؟

(۹) "اس شان محمد پر قربان جہاں ہوگا"۔ (رضائے مصطفیٰ، ص ۳، جون ۲۰۱۱ء)

(۱۰) بریلوی شاعر الحسنیہ پر فیر محمد اکرم رضا خانی لکھتا ہے:

ہوام زندگی ہے محمد کے شہر میں      رحمت سے لوگی ہے محمد کے شہر میں  
نعت پر اک ملی ہے محمد کے شہر میں      خیرات سے رہی ہے محمد کے شہر میں

فیضانِ سرمدی ہے محمد کے شہر میں

اکمالِ شاعری ہے محمد کے شہر میں

(رضائے مصطفیٰ میں ۳۰ مئی ۲۰۱۲ء)

(۱۱) یہ بھی پڑھو:

”بھائی اور کوہِ بکرمی میں کو کافی ہے“۔ (رضائے مصطفیٰ میں ۱۵ جون ۲۰۱۲ء)

ہو سکتا ہے کہ کوئی سطحی افکار کرے کہ یہ تو اشعار ہیں تو جہاں عرض ہے کہ انہی جہز کو تم نے بے ادبی و گستاخی قرار دے دیا تو گستاخی تو گستاخی ہے یہ کسی کتاب میں لکھا ہے کہ شریعت میں نبی کریم ﷺ کی گستاخی حرام ہے اور اشعار میں وہ گستاخی اور سنگدلیاں نہ ہوں کہ طریقِ عینِ ایمان اور دلیلی عشق و محبت ہے؟

(۱۲) مولانا احمد رضا خان لکھتا ہے:

”محمدی اولیٰ و آخر ہے“۔ (فتح النبوة میں ۸۲)

(۱۳) اور ارا حضرت صدیق اکبرؓ کے خطبہ کا یہ حصہ بھی ملاحظہ ہو:

من کان بعبد محمد شان محمد قد مات

(۱۴) اماں عا کثر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ الفاظ بھی پڑھو:

قال قائل لاہی بکو هذا رسول اللہ ﷺ (مشکوٰۃ ج ۲، ص ۸۶، مکتبہ رحمانیہ)

اماں عا کثرؓ فرماتی ہیں کہ ایک کہنے والے نے ابو بکر سے کہا۔ کوئی تعظیمی لقب نہیں۔

(۱۵) جب نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو مالِ غنیمت دیا تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ

نے فوراً کہہ ڈالتے ہو کہ نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: مالک عین

فلان (مشکوٰۃ ج ۲، ص ۳۶۴)

”مالک“ یا نکل عام الفاظ ہیں کوئی تعظیمی لقب نہیں اب رضا خانی جواب دیں کہ محال

رسول ﷺ نے یہ کیوں نہیں فرمایا کہ ”مالک یا رسول اللہ ﷺ“؟ جو جواب وہ اس کا

دیا وہ تھا تقویٰ الایمان کے حاشیہ پر لکھ لیں۔

(۱۶) مولوی احمد رضا خان لکھتا ہے:

اللہ کی قسم محمد بھی ان کی گمراہی میں ہے“۔ (فتاویٰ رضویہ جدیدہ ج ۱۵، ص ۹۵)



(۱۷) "اے محمد کیا تجھے اس کا علم ہے"۔ (قادی رضویہ ج ۱۵، ص ۷۳)

(۱۸) ابو احمد رضوی خلیفہ مولوی احمد رضا خان لکھنؤی: "بعض حضرات کہتے ہیں کہ ابو بکر و غیرہ رضویوں سے افضل ہیں"۔ (تہذیب عبد الفتور سالہ، ص ۶۳۔ قریرہ یک سالہ دور)

(۱۹) "اے ابراہیم آپ ہماری سفارش کیجئے"۔ (ایضاً، ص ۶۷، ۷۳، ۷۷)

(۲۰) "اے موسیٰ آپ ہماری سفارش کیجئے"۔ (ایضاً، ص ۷۷)

(۲۱) "خلفاء ابو بکر، عمر، عثمان، علی" کی منافقت حق اور طاہت ہے۔ (ایضاً، ص ۳۶۱)

(۲۲) "ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا سنت سے ثابت ہے کہ شیخی (یعنی ابو بکر و عمر) کو تو فضیلت دے اور صحیحین (دونوں دلامادوں یعنی عثمان و علی) سے محبت کرے اور ان علی سے روایت ہے کہ فرمایا تم ابو بکر و عمر کو فضیلت دو اور عثمان علی سے محبت کرو"۔ (ایضاً، ص ۳۶۳)

ہر ایک کے الفاظ کتاب میں موجود ہیں اب رضا خانی سوچ کا مطلب یہ کہ امام ابو حنیفہ کے نام کے ساتھ تو "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" اور صحابہ کے نام اس سے اوہی سے؟ (۲۳) "ابو بکر تمام صحابہ سے افضل ہے"۔ (ایضاً، ص ۳۶۱)

الحمد للہ سرسری مطالعہ کے بعد چند کتب سے یہ ۲۳ عدد حوالے ہیں جو آپ کے سامنے رکھ دئے گئے ہیں مزید حوالے بھی ہیں مگر مانتے والے کیلئے ایک بھی کافی اور سہل مانتے والے کیلئے دفتر کے دفتر بھی نا کافی۔ اب اگر رضا خانیوں میں غیرت شرم و حیاء اور انصاف و دیانت کا مادہ ہے تو ان علماء پر بھی وہی فتوے لگائیں جو عہد مظلوم پر لگائے۔

### تحقیقی جواب

اس کا یہ ہے کہ شاہ صاحب کی عبارت میں "محمد و علی" سے مراد تعلقی طور پر محمد مصطفیٰ اور علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی شخصیت مراد نہیں بلکہ وہ تو مشرکین پاک و ہند کے ہاں اور شخصیات کا در کر رہے ہیں چنانچہ ان کی عبارت میں "آپ ہی لوگ خیال باندھ لیتے ہیں" اور پھر آپ ہی ان کے نام پھرا لیتے ہیں "حالانکہ وہ سب شخص اپنے خیالات میں ہیں کچھ ان کی حقیقت نہیں" کے جملے واضح قرینہ ہیں کہ وہ یہاں ایسے محمد و علی کا

ذکر کر رہے ہیں جو مشرکین کے وہی محمد علی ہیں جنکا حقیقت سے نہ کوئی واسطہ ہے اور نہ حقیقت میں ان کا کوئی وجود۔ احمد رضا خان نے جو فتاویٰ رضویہ میں خدا کو جی بھر کر گالیوں دی ہیں اس پر عنوان قائم کیا کہ وہابیوں دیوبندیوں کا وہی خدا پس اگر ایک وہابی و فاضل خدا بنا کر اسے جی بھر کر گالیاں دی جاسکتی ہیں تو یہاں تو صرف محمد علی مودود صاحب کے نام مذکور ہیں نہ کوئی گالی نہ بے ادبی تو رضا خانیوں پر آسمان کیوں پھٹنے لگ جاتا ہے؟

الحمد لله الذی رب العزت نے شاہ شہیدؒ کی برکت سے عبارت کی ایسی توجیہ دینی میں زالی جوان اور ارق کے علاوہ آپ کو کہیں نہیں ملے گی۔ قللہ الحمد علی ذالک۔

**حقیقہ:** مولانا کریم دین والد مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ لکھتے ہیں:

"اور حال کہ شیعہ اگرچہ بظاہر آپ کی الوہیت کے قائل نہیں تاہم اوصاف ایسے بیان کرتے ہیں جو آپ کو درجہ الوہیت پر پہنچا دیتے ہیں چنانچہ مسلم ماکان و مایکون ان کو حاصل ہونا اشیائے محال و حرام کرنے کا اختیار موت و حیات پر اختیار و غیرہ وغیرہ بہت سی ایسی اوصاف ہیں جو شان الوہیت تک پہنچا دیتی ہیں۔"

(آفتاب صداقت، ص ۱۶۱، طبع اول)

یہی بات جب شاہ اسماعیل شہیدؒ کرتے ہیں اور ان امور پر انبیاء و اولیاء کے اختیار کی تلقین کرتے ہیں تو فوراً فتوے بازی شروع ہو جاتی ہے۔

اعتراض ۳۳: زمین کے خزانے نبی ﷺ کے پاس اور تم کہتے ہو کہ ان کو کسی چیز کا اختیار نہیں

یہی مولوی غلام مہر علی لکھتا ہے: "نبی نے فرمایا کہ مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائی گئی ہیں اور تم کہتے ہو محمد علی کو کسی چیز کا اختیار نہیں۔" (ملخص دیوبند کا مذہب، ص ۱۸۲)

**الجواب:** جو روایت رضا خانی اس باب میں پیش کرتے ہیں اس کا معنی علماء نے یہ تھا

”العدوان منها ما يفتح لأخته من بعده من الفتح وقيل المعادن“۔

(فتح الباری، ج ۶، ص ۱۲۸)

ترجمہ: مردان خزانوں سے جو امت کیلئے آپ ﷺ کے بعد فتوحات واقع ہوئیں اور کہا گیا کہ مردانہ (معدنیات) ہیں۔

دینی قادی حقی نے بھی یہی لکھا کہ اس سے مراد مختلف شہروں کو فتح کرنا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی امت پر آسان کر دیا اور ان مشغولہ علاقوں میں جو خزانے ملیں ان کے مالک بنے یہ بھی کہا گیا ہے آپ کی امت پر معدنی ذخائر جیسے سونا چاندی وغیرہ کھول دیا اور وہ اس کے مالک بن جائیں گے۔ (مرقاۃ، ج ۱۰، ص ۵۲۸)

اور ظاہر ہے کہ یہ سب چیزیں اسباب و وسائل کے درجے میں ہیں کوئی بھی اس کا منکر نہیں اسی طرح رضا خانی ہمارے اکابر کی چند کرامات کو بھی اس موقع پر ذکر کرتے ہیں ماقبل میں ان کی رضا مت ہو چکی ہے کوئی بھی اس کا منکر نہیں چنانچہ شاہ اسماعیل شہید خود لکھتے ہیں:

”بحکم علی الاطلاق ایضا نزل واسطہ در تصرفات کوئیہ میگردد و مثل نزول امطار و نحو اشجار... و تغلب احوال و بروز و تحول اقبال و ادبار سلاطین و انکسارات حالات اختیار و مساکین... و رفع بلا و دفع بلا و امثال ذالک اللہ تعالیٰ جو حکیم مطلق ہے ان اولیاء مقررین کو عالم کون کے تصرفات میں واسطہ بنا ہے جیسے بادشہوں کا نازل ہونا اور درختوں کا نشوونما پانا... اور حالات کا پلٹا کھانا بادشاہوں پر اقبال یا ادبار آنا دولت مستعدوں فقر و مساکین کے احوال کا بدلی جانا بلاؤں کا نکل جانا ان جیسے دوسرے تصرفات۔

آجے شاہ صاحب مثال دے کر سمجھاتے ہیں کہ سورج اور چاند کے ذریعہ دنیا کو روشنی ملتی ہے وہ روشنی یہ چاند اور سورج خود پیدا نہیں کرتے نہ خود ہم کو پہنچاتے ہیں بلکہ اللہ کے حکم و ارادہ سے ایسا ہوتا ہے یہ سورج و چاند محض واسطہ اور سبب ہے اگر کوئی یہ سمجھے کہ یہ ہم کو روشنی پہنچاتے ہیں تو مشرک نہ عقیدہ ہے اسی طرح اللہ کے مقبول بندے بھی اللہ کی

رحمت کا واسطہ ہوتے ہیں ان سے جو تصرف عالم میں آوتے ہیں وہ خود ان کا فعل و تصرف نہیں ہوتا۔ آگے لکھتے ہیں :-

پس انہی از تغیرات و تقلبات مذکور و چہ دارا اقصاء عالم و اطوار ہی اہم حادثہ منکر و ہر از قدرت کاملہ ایشان نیست نہ از عتاج طاعت امکانی نہ از عتاج جلا اعلیٰ ایشان را قدرت آثار تصرف عالم مضاف فرمودہ کار و بار ہی آدم بایشان تفویض فرمودہ پس ایشان بامر الہی قدرت خود صرف بنمایدہ این تصرفات گوناگون از تغیرات و تقلبات در عالم کون ہر دے کار سے آرد کہ ایسا اعتقاد شرک محض است و کفر محض ہر کہ بجناب ایشان ایسا عقیدہ قبیحہ داعی باشد بے شک شرک مردود است و کافر ملود۔ ہر جسے قبول شدہ کہ خدا پر الہی بنا پر وجاہت کے یا دعائے کسی از عقیدہ حق امرے و غیرہ محدود تصرفات کوئی از انہاں مقبول اگرچہ بامر اللہ باشد امرے و غیرہ کہ اول نہیں اسلام است و ثانی محض کفر۔ (منصب امامت ص ۳۹، ۵۰)

جسے تغیرات و حالات میں جو تبدیلیاں (جنگا و پوچ و کر ہوا) اس عالم میں یا انسانوں کے احوال میں پیدا ہو رہی ہیں وہ سب ان اولیاء مقربین کی قدرت و طاقت کا نتیجہ نہیں ہوتی اور نہ ایسا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالم میں تصرف کرنے کی قدرت ان کو دے دی ہو اور انسانوں کے معاملات ان کے حوالے کر دیے ہوں اور وہ بامر الہی اپنی قدرت سے یہ تصرفات عالم کون میں کرتے ہوں ایسا عقیدہ درکھنا خاص کفر و شرک ہے جو کوئی ان اولیاء اللہ کے بارے میں یہ قبیح عقیدہ رکھے (کہ وہ اپنی قدرت سے یہ تصرفات کرتے ہیں) وہ بلاشبہ مشرک و کافر ہے۔ الحاصل کسی مقرب بندے کے قاصر مقام قرب و وجاہت کی بنیاد پر یا کسی مقبول بندے کا دعا پر اللہ پر الہی کا نازل ہونا اور کسی تصرف کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیصلہ ہو جانا ایک الگ چیز ہے اور خود اس مقبول بندے سے عالم کون میں تصرفات کا ہونا اگرچہ بامر عطاء الہی ہو دوسری بات ہے پہلی بات عین اسلام ہے اور امر عقیدہ خاص کفر۔

**ایک سادہ کی طرف اشارہ:** منصب امامت کا جو ترجمہ حکیم محمد حسین خاں مرحوم نے کیا ہے جو مطبوعہ طبعی شریعت لاہور اس وقت ماہ کرست میں موجود ہے اس میں اس مقام حکیم صاحب نے ترجمہ کو بالکل صیح کر دیا ہے اور ذاتی و عطفائی کی لاطینی تقسیم کر دی ولفہ پاک اس غلطی پر ان سے درگزر فرمائے۔ آمین۔ لہذا اس ترجمہ سے دعو کا نہ لکھیں۔

اعتراف ۳۴: حضور ﷺ کفار جیسے ہیں۔ خود باللہ

پہلے دورہ در غلط عنوان قائم کر کے رضا خانی ترجمان لکھتا ہے: مولوی اصحٰی داوی اقرز ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو بشریت میں ان مشرکوں کے برابر کیوں کر دیا جس کی نسبت قرآن مجید سے ثابت ہے۔

(ملاحظہ تھیہ الامیان مع تہ کبر الاحوان، ص ۲۳۱، طبع کراچی)

ارباب ہدایت کے بظاہر ان کا انکشاف، ص ۵۰، دیوبندی مذہب، ص ۲۰۱)

**الجواب:** تادمین کرام: آپ خود ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ اس رضا خانی نے جو عبارتیں لکھی ہیں اس میں کبھی بھی یہ نہیں لکھا کہ معاذ اللہ حضور ﷺ کفار جیسے ہیں جس سے متبادر ملات، ذات، مماثلت میں مماثلت معلوم ہوتی ہے۔ پھر جو عبارت پیش کی وہ کسی خط کی ہے اصل کتاب کی نہیں جس پر کوئی حتمی تحقیقی دلیل موجود نہیں کہ یہ خط شاہ شہید کا ہی ہے۔ غلطیوں کو دوسروں پر اعتراف کرنے کے بجائے اپنے گھر کا گند دیکھنا چاہئے بریلوی عظیم الاست ملحق احمد پور کجراتی لکھتا ہے:

”انما انا بشر مثکم کفار سے خطاب ہے“۔ (چاندل، ص ۱۸۳)

ادکار میں انجیل، ابولوب، عقبہ شیبہ بھی ہے اب اسی آیت کا جو ترجمہ مولانا احمد رضا خان نے کیا وہ بھی ملاحظہ ہو

”تم مازنا ظاہری صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں“ (کنز الایمان مع حسنہ انجیل، ص ۳۰۳)

ایہا مطلب یہ ہوا کہ العیاذ باللہ نبی کریم ﷺ صورت و شہادت میں ان غلطی کا قروں جیسے

ہیں؟ بریلوی مفتی احمد یار خجراتی لکھتا ہے: ”اگر انا بشر محکم میں تم جیسا بشر علی ہوں۔“ (تفسیر نعیمی، ج ۷، ص ۵۵) رضا خانی نے عنوان میں ”جیسے“ کا لفظ لکھا تھا، صاحب کی طرف منسوب خط میں ”جیسے، جیسا“ کے لفظ نہیں مگر مفتی صاحب کی عبارت میں ”جیسا“ لفظ موجود ہے اب اگر انصاف و دیانت ہے تو اپنے اس مفتی پر بھی فتویٰ کفر لگاؤ۔

اعتراض ۵۳: حفظ الایمان کی عبارت پر اعتراض کا جواب

اس کے بعد کاشف اقبال نے اپنے اکابر کی پیروی میں حفظ الایمان کی عبارت کو بے مشن کر کے اس پر اعتراض کیا ہے تفصیلی جواب ملاحظہ ہو۔

### توضیح البیان فی حفظ الایمان

الحمد لله رب العالمین و الصلوٰۃ والسلام علی خاتم الانبیاء و المرسلین

بریلوی فرقے کے بانی مولوی احمد رضا خان صاحب حضرت حکیم الامت مجدد دین ملت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کے متعلق اپنے مذہب کی بنیادی کتاب ”حرم افریقی“ کے صفحہ ۷۳ پر فرماتے ہیں کہ:

اور اس فرقہ اہل یہ شیطانیہ کے بڑوں میں سے ایک اور شخص اسی گنگوہی کے ہم چلن میں سے جسے اشرف علی تھانوی کہتے ہیں۔ اس نے ایک چھوٹی سے رسلین تصنیف کی یادداشت کی بھی نہیں۔ اور اس میں تصریح کی کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول اللہ ﷺ کو ہے ایسا تو ہر پائے اور پائگی بلکہ ہر جانور اور ہر چہ ہائے کو حاصل ہے اور اس کی طعن عبارت یہ ہے:

آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا تحمیر کیا جاوے اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ذات تخصیص ہے اور علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر مہمی و جنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے۔ اسی قول اور اگر تمام علوم غیبیہ مراد ہیں اس طرح کہ ہر ایک فرد بھی خارج در ہے تو ان کا ابطال دلیل عقلی و عقل سے ثابت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی مہر کا اثر دیکھو یہ شخص کبھی برابری کر رہا ہے رسول اللہ ﷺ اور جنس و چہاں میں۔

(حسام المؤمنین مع تمہید ایمان، ص ۴۷، مطبوعہ کراچی، ۱۹۹۹ء)

**الجواب:** اس جگہ احمد رضا خان صاحب نے حکیم الامتؒ کے متعلق جو سخت اور متعفن کلمات استعمال کئے ان کا جواب تو ہم کچھ بھی نہیں دے سکتے اس کا ترکیبہ ترکیب جو اسب و عی بازاری اے مگر ہے بزرگانوں کے فن میں مجددانہ شان رکھتا ہو۔ ہم تو اس فن سے بالکل غاری ہیں اور ہر قرآن حکیم کا ارشاد ہے کہ:

لست رسول آپ میرے ایمان والے بندوں سے کہئے کہ وہ بات کہیں جو اچھی ہو تحقیق شیطان بہت الٹا ہے ان کے درمیان ہے شک شیطان ان کا کھلا دشمن ہے۔ (بنی اسرائیل، ۵۳)۔  
اس کے بعد ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں لگتا ہے کہ حسام المؤمنین لکھتے وقت اس شخص نے قسم کھائی تھی کہ کسی معاملہ میں بھی سچائی اور دیانت داری سے کام نہیں لوں گا غور تو کیجئے کہاں حفظ ایمان کی اصل عبارت اور اس کا حقیقی اور واقعی مطلب اور کچا خان صاحب کا تحریف کر دینا یعنی مضمون کے غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول اللہ ﷺ کو ہے ایسا تو ہر پاگل ہر چرے کو ہے مولا اللہ۔ کاش کہ احمد رضا خان صاحب اپنا فیصلہ سنانے سے پہلے حفظ ایمان کی پوری عبارت نقل کر دیتے تو ہمیں جواب لکھنے کی زحمت بھی گوارا نہ کرنا پڑتی اور قارئین کرام غور بہر فرما لیتے۔

حفظ ایمان دراصل ایک مختصر رسالہ ہے جس میں تین محکمے ہیں اور تیسری بحث یہ ہے:  
حضور ﷺ کو عالم الغیب کہنا درست ہے یا نہیں؟  
دانشور ہے کہ مولا نا کی بحث اس میں نہیں کہ حضور ﷺ کو علم غیب تھا یا نہیں؟ اور تھا تو کتنا؟ حکیم الامتؒ صرف اثبات کرنا چاہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو عالم الغیب کہنا درست ہے یا نہیں؟ اور تھا تو کتنا؟ اثبات کرنا چاہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو علم غیب تھا یا نہیں؟ اور تھا تو کتنا؟  
لیکن اس بار میں باتوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ کسی صفت کا واقع میں کسی ذات کیلئے ثابت ہونا کہ مقرر نہیں کہ اس کا اطلاق بھی اس پر جائز ہو۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا خالق قرار دیا ہے لیکن اس کے باوجود قہار، کریم نے تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خالق المخلوقات والاعیان کہنا جائز نہیں۔۔۔ اسی طرح باوجود اس کی طرف سے فکر کو جو عطا یا وہ عطا اللہ دے دے ہائے اہل عرب ان پر رزق کا اطلاق کرتے ہیں چنانچہ نعت کی عام کستابوں میں ہے کہ:

”رزق الامیر المجدد (امیر نے لشکر کو رزق دیا) لیکن اس کے باوجود ہار شاہ کو رزق یا رزق نہ کہنا درست نہیں۔ اور حضور ﷺ کے خصائل مبارکہ کے متعلق حضرت عاکشہؓ سے مروی ہے کہ ”آپ ﷺ خود ہی اپنی فعل مبارکہ کو ناک لیا کرتے تھے اور خود حق اپنی مکاری دہا لیا کرتے تھے۔“

لیکن اس کے باوجود حضور اقدس ﷺ کو خواص الصف العلل اور محالہ الصفات نہیں کہا جاسکتا بہر حال یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ بعض اوقات ایک صفت کسی ذات میں پائی جاتی ہے مگر اس کا اطلاق درست نہیں ہوتا۔

بہم امید کرتے ہیں کہ اس تمہید سے قارئین کرام سمجھ گئے ہوں گے کہ حضور ﷺ کو علم غیب ہونا نہ ہونا ایک الگ بحث ہے اور آپ ﷺ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کے اطلاق کا قیاس عدم جواز یہ ایک الگ مسئلہ ہے۔ اور ان دونوں میں باہم تقاضم بھی نہیں۔ جب یہ بات یقیناً نہیں ہوگئی تو اب سمجھئے کہ حفظ الایمان میں اس موقع پر حضرت حکیم الامت کا مقصد صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ حضور ﷺ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کیا جانا جائز ہے یا نہیں اور حضور ﷺ کو جس طرح خاتم النبیین، سید المرسلین، ورحمہ للعالمین وغیرہ القاب سے یاد کر سکتے ہیں اسی طرح اللہ عالم الغیب سے بھی یاد کیا حضور ﷺ کو یاد کیا جاسکتا ہے۔ اور اس دور کی دور مجلس حضرت حکیم الامت نے پیش کی ہیں۔

بکلی دلیل کا خلاصہ صرف اس قدر ہے کہ چونکہ عام طور پر شریعت کے احکامات میں عالم الغیب ہی کو کہا جاتا ہے جس کو غیب کی باتیں بلا واسطہ اور بغیر کسی کے بتلائے ہوئے معلوم ہوں (اور یہ شان صرف اللہ تعالیٰ کی ہے) لہذا کسی دوسرے کو عالم الغیب کہا جائے گا تو اس پر فہ عام کی وجہ سے لوگوں کا ذہن اسی طرف جانے لگا کہ ان کو بھی بلا واسطہ غیب کا علم ہے (اور یہ عقیدہ صریح شرک ہے) ایسے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو عالم الغیب کہنا بغیر کسی ایسے قرینہ کے جس سے معلوم ہو سکے کہ قائل کی مراد علم غیب بلا واسطہ نہیں ہے اس لئے نادرست ہوگا کہ اس سے ایک مشرک نہ خیال کا شبہ ہوگا ہے قرآن کریم میں ایسے کلمات سے منع فرمایا گیا ہے۔

مگر چونکہ خاں صاحب احمد رضا خان کو اس دلیل پر کوئی اعتراض نہیں اور ان کا



اللہ رب العالمین میں ایک جگہ اسی بات کو کافی تفصیل سے ذکر کیا ہے اس لئے ہم اس کی تصویر و تائید میں کچھ عرض کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ اب حکیم الامتؒ کی دوسری دلیل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اسی میں وہ عبارت واقع ہے جسکے متعلق خان صاحب کا دعویٰ ہے کہ اس میں تصریح ہے کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول خدا ﷺ کو ہے ایسا تو ہر پتے ہر پاگل اور ہر جانور اور ہر چارہائے کو حاصل ہے۔

لیکن ہم حفظ الایمان کی اصل عبارت نقل کرنے سے پہلے ناظرین کی سہولت کیلئے یہ بتادینا مناسب سمجھتے ہیں کہ اس دوسری دلیل میں مولانا نے مسئلہ کی دو شکلیں کر کے ان میں سے ہر ایک کو غلط اور باطل ثابت کیا ہے اور حاصل مولانا کی اس دوسری دلیل کا صرف یہ ہے کہ جو شخص حضور ﷺ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کرتا ہے اور آپ ﷺ کو عالم الغیب کہتا ہے (مقارنہ) اور یا تو اس وجہ سے کہتا ہے کہ اس کے نزدیک حضور ﷺ کو بعض غیب کا علم ہے یا اس وجہ سے کہ آپ ﷺ کو کل غیب کا علم ہے یہ دوسری شکل تو اس وجہ سے باطل ہے کہ حضور ﷺ کو کل غیب کا علم نہ ہونا دلیل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہے (جیسا کہ آگے آ رہا ہے) اور پہلی شکل (یعنی مطلق بعض علم غیب کی وجہ سے حضور ﷺ کو عالم الغیب کہنا) اس لئے باطل ہے کہ اس صورت میں لازم آئے گا کہ ہر انسان بلکہ حیوانات تک کو عالم الغیب کہا جائے کیونکہ غیب کی بعض باتوں کا علم تو سب کو ہے جیسا کہ آگے اس کی تفصیل آ رہی ہے۔

یہ ہے مولانا کی ساری تقریر کا خلاصہ اس کے بعد ہم حفظ الایمان کی اصل عبارت مع ترجمہ کے درج کرتے ہیں۔ حضرت مولانا پہلی دلیل کی تقریر سے فارغ ہونے کے بعد فرماتے ہیں:

### حفظ الایمان کی عبارت اور اس کی توضیح:

آپ ﷺ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا ختم کیا جانا (یعنی آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس پر "عالم الغیب" کا اطلاق کرنا) اگر بقول زید صحیح ہے تو دریافت طلب امر (اسی زید سے) یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد (یعنی اس غیب سے جو لحاظ عالم الغیب میں واقع ہے اور جس کی وجہ سے وہ آنحضرت ﷺ کو عالم الغیب کہتا ہے) بعض غیب ہیں یا کل غیب (یہاں حضرت حکیم الامتؒ

اس شخص سے جو حضور ﷺ کو عالم الغیب کہتا ہے اور اس کو جائز سمجھتا ہے جس کا فرضی نام الایمان ہے، یہ دریافت لزم رہے ہیں کہ تم جو حضور ﷺ کو عالم الغیب کہہ رہے ہو تو کس اعتبار سے کہہ رہے ہو؟ کیا اس وجہ سے کہ حضور ﷺ کو بعض علم غیب ہے یا اس وجہ سے کہ علم غیب ہے؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں (یعنی تم حضور ﷺ کو بعض علوم غیبیہ کی وجہ سے عالم الغیب کہہ رہے ہو اور تمہارا اصول یہ ہے کہ اس شخص کو غیب کی بعض باتیں معلوم ہوں گی اس کو تم عالم الغیب کہو گے) تو اس میں (یعنی مطلقاً بعض غیب کے علم میں اور اس کی وجہ سے حضور ﷺ کو عالم الغیب کہنے میں) حضور ﷺ کی کیا شہادت ہے؟ (یعنی بعض علم غیب کہ کسی کو عالم الغیب کہنے میں تم ضروری سمجھتے ہو یعنی مطلقاً بعض نبیوں کا علم) تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ بیخودانہات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے بلکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے چھپی ہوئی ہے تو چاہئے کہ (تمہارے اس اصول کی بناء پر کہ مطلقاً بعض غیب کے علم کی وجہ سے بھی عالم الغیب کہا جاسکتا ہے) سب کا عالم الغیب کہا جاتا ہے۔

## حفظ الایمان کی عبارت میں خان صاحب کی تحریفات کی تفصیل

یہ تھی حضرت حکیم الامت کی اصل عبارت اور یہ تھا اس کا صاف اور صریح مطلب جو ہم نے عرض کیا۔ لیکن خان صاحب نے اپنی حاشیہ آرائی سے اس میں وہ معنی ڈالے کہ شیطان بھی جس کو سن کر ہنسا دے۔ اس سلسلہ میں خان صاحب نے جو تحریفات کی ہیں اس کی مختصر تفصیل یہ ہے:

(۱) حفظ الایمان کی عبارت میں "ایسا" کا لفظ آیا تھا اور اس سے مطلقاً بعض غیب کا علم تھا نہ کہ حضور ﷺ کا علم اقدس مگر خان صاحب نے اس سے حضور ﷺ کا علم شریف مراد لیا اور لکھ دیا کہ "اس میں تصریح ہے کہ غیب۔۔۔ الخ"

(۲) حفظ الایمان کی اصل عبارت اس طرح تھی "ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ بیخودانہات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے چھپی ہے۔"

خان صاحب نے اس آخری خط کشیدہ حصہ درمیان میں سے بالکل اڑا دیا کیونکہ اس سے مراد معلوم ہو جاتا ہے کہ زید و عمرو وغیرہ کے متعلق جو علم تسلیم کیا گیا ہے وہ مطلقاً بعض غیب کا علم ہے نہ کہ معاذ اللہ رسول خدا ﷺ کا علم شریف۔

(۳) حفظ الایمان میں مذکورہ بالا عبارت کے بعد الزامی نتیجہ کے طور پر یہ فقرہ

فما

تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔

خان صاحب نے اس کو بھی بالکل اڑا دیا کیونکہ اس فقرے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مصنف حفظ الایمان حضور ﷺ کے علم مبارک کی مقدار میں کلام نہیں خرما رہے ہیں بلکہ ان کی بحث صرف عالم الغیب کے اطلاق میں ہے اور اتنا معلوم ہو جانے کے بعد رضا خان کی ساری کاروائی کی حقیقت کھل جاتی ہے۔ بہر حال آپ حضرات نے دیکھ لیا کہ کسی طرح خان صاحب نے ان عبارتوں کو بالکل بضم کر دیا جس سے اس عبارت کا صحیح معنی معلوم ہو سکتا تھا اور صرف شروع کی اور درمیان کی عبارت کو بضم کر کے آخر کا فقرہ جوڑ دیا اور حسب لاکہ یہ کہی کہ عربی عبارت میں اس کا کوئی اشارہ بھی نہیں دیا جس سے معلوم ہوتا کہ یہ الگ الگ عبارتیں ہیں اور صحیح کا حصہ غائب کیا گیا ہے۔ یہ ہے اس مذہب کے بانی کی امانت و ریاست۔

### حفظ الایمان کی مزید توضیح

اگرچہ خان صاحب کی ریاست اور ان کے فتوے کا حال تو ہمارے ناظرین کو اسی قدر دل سے معلوم ہو گیا ہو گا مگر ہم بحث کی مزید توضیح کیلئے اس کے خاص خاص گوشوں پر کچھ اور نوٹ لگانا چاہتے ہیں:

حضرت حکیم الامت کی دوسری دلیل کا حاصل صرف اس قدر ہے کہ حضور ﷺ کو عالم الغیب کہنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ کئی غیب کی وجہ سے اور دوسری یہ کہ بعض کی وجہ سے بالکل غیبی تو اس لئے باطل ہے کہ آپ ﷺ کو کئی علم غیب کا نہ ہو تا تو بالکل عقلیہ و نقلیہ سے جہت ہے اور دوسری اس لئے باطل کہ بعض غیب کی چیزوں کا علم دنیا کی دوسری حقیر چیزوں کو بھی ہے تو اس سے اصل پر سب کو عالم الغیب کہنا پڑے گا جو ہر طرح سے باطل ہے۔ اگر اس دلیل کے احسب سزا کی

فصلی کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بنیادی مقدمات صرف یہ ہیں:

- (۱) جب تک مبادی کسی چیز کے ساتھ قائم نہ ہو اس پر حقیق کا اطلاق نہیں ہو جاسکتا مگر کسی نوعاً عام جب ہی کہہ جاسکتا ہے جب کہ اس کی ذات میں علم کی صفت پائی جائے اور صاحب ہی کہلائے گا جو صرف کتابت کے ساتھ موصوف ہو۔
  - (۲) علت کے ساتھ معلول کا پایا جانا بھی ضروری ہے۔
  - (۳) حضور ﷺ کو کل غیوب کا علم حاصل نہ تھا۔
  - (۴) مطلق بعض مقیاسات کی خیر غیر اشیا، جنہم السلام بلکہ غیر انہا میں کو بھی
- اد جاتی ہے۔

(۵) ہر زید و عمرو کو عالم الغیب نہیں کہا جاسکتا۔

ان مقدمات میں سے پہلے دونوں اور آخری دونوں تو عقلی مسلمات میں سے ہیں اور گویا بدیہی ہیں جس سے دنیا کا کوئی عقل بھی انکار نہیں کر سکتا۔ اس لئے صرف ہم صرف تیسرے اور چوتھے مقدمے کو خائن صاحب ہی کی تعریضات سے ثابت کرتے ہیں۔

مدعی لاکھ پوچھا رہی ہے گواہی تیری

## حفظ الایمان کے اہم مقدمات کا ثبوت خود خان صاحب کی تصریحات سے

حضرت مولانا تھانویؒ کی دلیل کا تیسرا مقدمہ یہ تھا کہ ”حضرت ﷺ کو کل غیوب کا علم حاصل نہ تھا ماس کا ثبوت خائن صاحب کی کتابوں سے ملاحظہ ہو:

تاجا یہ دیکھی نہیں ہے کہ رسول خدا ﷺ کا علم شریف تمام معلومات الہیہ کو مہیا ہے کہ وہ یہ تو حقوق کیلئے خیال ہے۔

اور آگے لکھتے ہیں کہ:

اور ہم مطالبہ الہی سے بھی بعض علم ہی ماننا مانتے ہیں کہ جمع  
(المذولہ النکبہ ص ۳۸، خالص الاعتقاد ص ۲۳)

اور یہی خائن صاحب تمہید ایمان ص ۳۳ پر فرماتے ہیں کہ:

حضور ﷺ کا علم بھی جميع معلومات الہی کو محیط نہیں۔

اس کے علاوہ مزید بھی کئی عبارتیں ہیں جس سے یہ بات واضح ہوئی کہ خان صاحب کے نزدیک بھی حضور ﷺ کو کل غیب کا علم حاصل نہ تھا۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل کا چھٹا اثر نور مقدمہ یہ تھا کہ ”مطلق بعض غیبات کی خبر غیر انبیاء علیہم السلام بلکہ غیر انسانوں کو بھی ہو جاتی ہے۔ اس کا ثبوت بھی خود خان صاحب کی کتابوں سے ملاحظہ ہو:

الدولۃ الحکمیہ کے ص ۱۳ پر لکھتے ہیں کہ

بے شک ہم ایمان لائے ہیں قیامت پر اور جنت پر اور روزخ پر اور اللہ تعالیٰ کی ماورائے صفات اصل پر اور یہ سب کچھ غیب ہے اور ہم کو اس کا علم فی الحقیقت حاصل ہے اس طور پر کہ ہمارے علم میں ان میں سے ہر ایک دوسرے سے ممتاز ہے۔

خان صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ غیب کی کچھ باتوں کا علم ہر مومن کو ملتا ہے۔

**خان صاحب کے والد بزرگوار کو بھی غیب کا علم تھا:**

موصوف اپنے ابا حضور کی ایک ڈھنگوئی کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

یہ چودہویں کی ڈھنگوئی حضرت نے فرمائی۔ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو کہ حضور ﷺ کے علاوہ ان کا علم کے نقش بردار ہیں، علوم غیب دیتا ہے۔

(ملفوظات، حصہ چہارم، ص ۱۳۳، ۱۳۴، مطبوعہ لاہور)۔

**خان صاحب کے نزدیک گدھے کو بھی بعض غیوب کا علم ہے**

خان صاحب اپنے ملفوظات میں ایک جگہ ایک گدھے کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

ہم مصر گئے تھے وہاں ایک جگہ بڑا بھاری تھا۔ دیکھا کہ ایک شخص ہے اس کے پاس ایک گدھا ہے اس کی آنکھوں پر ایک پتی بندھی ہوئی ہے۔ ایک چیز ایک شخص کی دوسرے کے ہاتھ رکھ دیتی ہے۔ پس گدھے سے پوچھا جاتا ہے کہ حاساری مجلس میں دورہ کرتا ہے جس کے مالک ہوتی ہے سامنے جا کر سر ٹیک دیتا ہے۔ (ملفوظات، حصہ چہارم، ص ۳۴۲)

خان صاحب کے اس ملفوظ سے معلوم ہوا کہ گدھے کو بھی بعض اوقات علم ملتا ہے۔  
کاظم ہو جاتا ہے اس کا تصور۔

## دنیا کی ہر چیز کو بعض غیبی قاعداں حاصل ہے

ہر شے مختلف ہے حضور اقدس ﷺ پر ایمان لانے اور قہار کی تسبیح کے ساتھ

(ملفوظات ص ۳۱۵، حصہ چہم)

ایک ایک روحانیت تو ہر نبات ہر ہر جانور سے متعلق ہے اسے خواہ وہ کتنی ہی بڑا  
جائے یا چھوٹا اور وہی مختلف ہے ایمان و تسبیح کے ساتھ حدیث میں ہے (ترجمہ پر کتب السیاق  
ج ۲) کہ کوئی شے ایسی نہیں جو اللہ کو خدا کا رسول نہ جانتی ہو سو سو سرکش تن اور انسان  
کے۔ (ایضاً ص ۳۲۰)

خان صاحب کے ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ

(۱) ہر مومن کو غیب کی کچھ باتوں کا علم ضرور ہوتا ہے۔

(۲) غیر مسلموں کو بھی کثرت ہوتا ہے۔

(۳) گدھے جیسے احمق جانور کو بھی بعض عقلی باتوں کا علم ہو جاتا ہے۔

(۴) کائنات کی ہر چیز حق کے فیاضات و جہادات کو بھی غیب کی کچھ باتوں کا علم

ہوتا ہے۔

اور یہی حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل کا چوتھا بنیادی مقدمہ تھوڑا سا  
صاحب نے جن باتوں کی بنیاد پر حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی عبادت پر کفر کا فتویٰ لایا  
تھا انہی مضمون ہم نے احمد رضا خان صاحب کی کتابوں سے ثابت کر دیا اگر یہ کفر ہے تو احمد  
رضا خان صاحب اس کفر میں برابر کے شریک ہیں۔

چہ خواہی گفت قربانت شوم تا من ہاں گویم

یاد رہے کہ حکیم الامت کی پہلی دلیل کہ مخلوق پر عالم الغیب کا اطلاقی کہا جاتا ہے  
اور عرب میں اس کا اطلاقی اس ذات پر ہوتا ہے کہ جسے ذاتی طور پر علم غیب حاصل ہو سب سے  
خان صاحب کو مسلم ہے لیکن چونکہ اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا اس لیے اس کی وضاحت ضروری

نہیں سمجھتے وہ نہ مطالبہ پر سید و ثلویں باتیں بھی انشاء اللہ خان صاحب لہی کی کتابوں سے ثابت کرنے کیلئے تیار رہا۔

اگرچہ اس عبارت کے متعلق اب مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں مگر ہم مزید توضیح کیلئے ایک مثالی نوڈ پیش کرتے ہیں تاکہ بات مزید واضح ہو جائے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی ملک کا بادشاہ بہت بڑا مخیر ہے اس کے یہاں نگر خانہ جاری ہے اور صبح و شام ہزاروں مسکینوں اور محتاجوں کا کھانا کھلایا جاتا ہے۔ اب کوئی احسن مثلاً زید کہتا ہے کہ میں تو اس بادشاہ کو رازقی کہوں گا۔ اس پر ایک دوسرا شخص مثلاً عمرو کہے کہ بھائی تم جو اس بادشاہ کو رازقی کہتے ہو کسی وجہ سے؟ آیا اس وجہ سے کہ وہ ہماری حقوق کو رازقی دیتا ہے؟ یا اس وجہ سے کہ بعض افراد کو کھانا کھلاتا ہے؟ پہلی شق تو بے مبالغہ باطل ہے اور دوسری صورت یعنی یہ کہ اس بادشاہ کو صرف اس وجہ سے رازقی کہا جا رہا ہے کہ وہ بعض انسانوں کو کھانا کھلاتا ہے تو اس میں اس کی کوئی قصصہ نہیں لکھا ہے کیونکہ ایک غریب انسان اور ایک معمولی مزدور بھی کم از کم اپنے بچوں کا پیٹ بھرتا ہے اور اس انسان چھوٹی چھوٹی چیزیاں بھی اپنے بچوں کو دے دیتی ہے۔ تو پھر تمہارے اس اصولی پر چاہیے کہ سب کو رازقی کہا جائے۔۔۔ الخ

خود فرمایا جائے کہ کیا عمرو کو اس کلام کا یہ مطلب ہے کہ اس نے مخیر اور فیاض بادشاہ اور غریب انسان اور ہر معمولی مزدور کو بائٹل برابر کر دیا اور اس نے ہر انسان اور ہر معمولی مزدور کو اس فیاض بادشاہ کے برابر فیاض مان لیا۔ ظاہر ہے کہ ایسا سمجھنے والی کی حماقت ہے اس لحاظ سے ایمان میں جو کچھ کہا گیا وہ اس سے زیادہ نیکیا۔

### لفظ "ایسا" کی تحقیق

رضا خانی مذہب کے مناظر اکثر مناظر و یا کتابوں میں اس بات کا بھی داویا کرتے ہیں کہ مولانا شریف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں "ایسا" کا لفظ تشبیہ کیلئے ہے اور اس کے ذریعہ سے وہ حضور ﷺ کے علم کو چوپایوں سے تشبیہ دے رہے ہیں۔ حالانکہ یہ ان کی کہالت ہے اس لئے کہ لفظ "ایسا" اگر "جیسا" کے ساتھ ہو جب تو تشبیہ کیلئے آتا ہے مگر یہی "ایسا" جب تنہا "جیسا" کے ہوتو تشبیہ کیلئے آنا ضروری نہیں جیسے ہم کہتے ہیں کہ "خدا ایسا قادر ہے" تو کیا





حکیم الامت صاحب نے فرمائی اور فیصلہ قارئین کرام پر چھوڑتے ہیں:

امام اہلسنت شریف جر جانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مایہ ناز کتاب میں فرماتے ہیں کہ:

قد اذکرکم مردودہ جو ہذا الاطلاع علی جمیع المغنیات لا یجب للنسی انصافاً منکم لہذا افعال سید الانبیاء ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر و ما عسی البعد و البعض ای الاطلاع علی البعض لا یختص بہ ای النسی۔

{شرح موقف سادس، مرصداول، مقصداول، ج ۳ ص ۵۷۱}

یہ جو کچھ تم نے کہا چند جوہ سے مردود ہے اس لئے کہ تمہاری مراد اس اطلاع علی المغنیات سے کیا ہے کل مغنیات پر اطلاع ہونی چاہئے یا بعض پر کل مغنیات پر مطلع ہونا تو کسی کے نزدیک بھی ضروری نہیں نہ ہمارے نزدیک نہ تمہارے نزدیک اور اسی وجہ سے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہو کہ ۔۔۔ اس لئے اور بعض مغنیات پر مطلع ہونا جائز نہیں (یعنی یہ غیر نبی کی بھی پائی جاتی ہے)

قارئین کرام یہ عبارت علامہ جر جانی نے فلاسفہ کے عقیدے کے رد میں لکھی ہوئی نہ انہی فلاسفہ کی جگہ اگر زید کو رکھیں اور سید جر جانی رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ حضرت حکیم الامت کو رکھیں اور ہم اس کی روشنی میں ہمیں بتلائیں کہ حفظ الایمان اور اس عبارت کے مفہوم میں کیا فرق ہے۔۔۔ اگر اس کے بعد بھی کوئی شخص حفظ الایمان کے خلاف کب کشائی کرتا ہے تو اس کا علاج دارے پاس نہیں۔۔۔ اس کو موت ہی سمجھا سکتی ہے ہم تو اس سے عاجز ہیں

سوف لوی اذن تکشف الغبار انصحت و جلدک فوس ام حصار

انصاف۔۔۔ انصاف۔۔۔ انصاف

**حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا موقف**

قارئین دنیا جہاں کا یہ مسئلہ اصول ہے کہ اپنی کسی بات کی وضاحت خود کہنے والے شخص سے بجز کوئی نہیں کر سکتا غالب کے اشعار جس طرح مرزا غالب کو سمجھ آئے کوئی دوسرا اس طرح نہیں سمجھ سکتا اسی اصول کے تحت آئیں ہم مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھتے ہیں کہ انہوں نے اس عبارت سے کیا مطلب لیا اور جو مضمون احمد رضا خان نے ان کی طرف

منسوب کیا اس کے متعلق وہ کیا کہتے ہیں چنانچہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے ملاحظہ فرمائیے  
مر قضا حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کو جب اس بہتان کو علم ہوا تو انھوں نے اس عبارت کے متعلق  
حضرت دہلوی کو ایک خط بھیجا اور ان سے چند سوال کئے جس کا جواب انھوں نے پیدا

(۱) میں نے یہ نصیحت مضمون (یعنی حساب الحرمین میں جو میری طرف منسوب  
کیا گیا ہے) کسی کتاب میں نہیں لکھا۔ لکھتا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خیال  
نہیں گزرا۔

(۲) میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم نہیں آتا چنانچہ اخیر میں عرض کروں گا  
(۳) جب میں اس مضمون کو خوبصورت سمجھتا ہوں اور میرے دل میں بھی کبھی اس کا  
خطر نہیں گزرا جیسا کہ اوپر معروض ہوا تو میری مراد کیسے ہو سکتی ہے۔

(۴) جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صرفاً یہ بات کہے میں اس  
شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے اصول قطعی کی اور تکذیب کرنا ہے حق  
مردود و عالم فحش کی آدم علیہ السلام کی۔ (بسط الایمان ص ۱۰۶)

اس کے بعد خود حضرت حکیم الامت نے اس عبارت کی وضاحت کر دی جس پر ہم نے  
بالکل میں تفسیری گفتگو کی جس کی تفصیل آپ اس رسالہ بسط الایمان میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں جو خط  
الایمان ہی کے ساتھ چسپور ہے۔

تو رہن کرام آخر یہ کونسا اصول ہے کہ ایک شخص خود کہے کہ جیسا عقیدہ رکھتا  
اصول کا انکار کر رہا ہے ایسا عقیدہ غیث عقیدہ ہے اور ایسا عقیدہ رکھنے والا اسلام سے خارج  
ہے۔۔۔ اس کے باوجود بھی کہا جائے کہ یہی عقیدہ تو آپ کا ہے۔۔۔ کیا کوئی ہمیں بتائے گا کہ  
اس وضاحت کے بعد بھی وہ کونسا اصول ہے جس کے تحت تکذیبی تو ہے سے رجوع نہیں کیا  
گیا۔۔۔ اگر دنیا میں انصاف و دیانت ختم نہیں ہو گئی تو کوئی ہمیں اس سوال کا جواب نہ دے

## حفظ الایمان مولوی احمد رضا خان کے اصولوں کی روشنی

تاریخ کرام کسی شخص کی تکفیر کیلئے مولوی احمد رضا خان نے جو اصول مقرر کیا ہے اگر ان کی روشنی میں دیکھا جائے تو حفظ الایمان کی عبارت میں نہ تو کوئی خرابی ہے اور نہ اس عبارت کی بنیاد پر حضرت عظیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر کی جاسکتی ہے۔۔۔ چنانچہ خود احمد رضا حسان صاحب لکھتے ہیں کہ

تقہاء کرام نے یہ فرمایا ہے کہ جس سے کوئی لفظ ایسا صادر ہو جس میں سو پہلے نکلے ان میں ۹۹ پہلو کفر کی طرف جاتے ہوں اور ایک اسلام کی طرف تو جب تک ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے خاص کوئی پہلو کفر کا مراد رکھا ہے ہم اسے کافر نہ کہیں گے آخر ایک پہلو اسلام کا بھی تو ہے کیا معلوم کہ شاید اس نے یہی پہلو مراد رکھا ہو اور ساتھ ہی فرماتے ہیں۔۔۔۔۔

پھر آگے خود اس کی مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ  
مثلاً زید کہے مراد کلم قلمی یعنی غیب کا ہے۔ اس کلام میں اتنے پہلو ہیں:  
(۱) عمر اپنی ذات سے غیب دان ہے یہ صریح کفر و شرک ہے۔۔۔ (۲) عمرو آپ تو غیب دان نہیں مگر جن علم غیب رکھتے ہیں ان کو بتائے سے اسے غیب کا علم بھی حاصل ہو جاتا ہے یہ بھی کفر ہے۔۔۔ (۳) عمرو ونحوی ہے (۴) مراد مال ہے (۵) مراد مذکر جاننا ہے، ہاتھ دیکھتا ہے (۶) کو سے وغیرہ کی آواز (۷) حشرات الارض کے بدن پر گرنے (۸) کسی پرندے یا وحشی پرندے کے رہنے یا یا کہیں نکل جانے (۹) آنکھ یا دیگر اعضاء۔۔۔

غرض اس طرح کی کل ۲۰ مثالیں دی جو آپ وصل عکسی حوالے میں ملاحظہ فرمائیں گے پھر ۲۱ مثالی لیتے ہوئے لکھتے ہیں (۲۱) عمرو کو رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے سمعاً یا بعیناً یا الہاماً علم غیب کا علم قلمی اللہ عز و جل نے دیا یا دیتا ہے یہ خالص اسلام ہے۔۔۔

تو محققین فقہاء اس قائل کو کافر نہ کہیں گے اگرچہ اس بات کے انہیں پہلو توں میں شک نہ ہو کہ ایک اسلام کا بھی ہے احتیاطاً تحسین امن کے سبب اس کا کلام اسی پہلو پر حمل کریں گے جب تک کہ یہ ثابت نہ ہو کہ اس نے کوئی پہلو کفر ہی مراد لیا۔

{تمہید ایمان، ص ۲۳-۲۵، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۹}۔

اللہ اکبر قارئین کرام غور فرمائیں کہ بات بات پر کفر کے لئے دسٹے دھنوں سے کلم سے اللہ رب العزت نے کیسی بات لکھوادی خود خان صاحب فرما رہے ہیں کہ ایک شخص سبقت میں میں کفریات ہیں ایک اسلام ہے ہم اس اسلام پر فتویٰ دیں گے۔۔۔ تب میں اہل ایمان سے کہتا ہوں کہ آخرت کو سامنے رکھ کر فیصلہ فرمائیں کہ کیا حکیم الامت کی عبارت میں کوئی پہلو کفر کا ہے؟؟؟۔۔۔ اور اگر بالفرض ایسا ہوتا بھی تو کیا خود مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کفر یہ احتمال کو رد کر کے عین اسلام والی بات نہ کہہ دی۔۔۔؟؟؟؟ کیا تمہید ایمان کی اس عبارت کے ہوتے ہوئے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر کی جا سکتی ہے؟؟؟۔۔۔ اس کا فیصلہ ہم قارئین کرام کے ضمیر پر چھوڑتے ہیں۔

امکان کذب پر جب احمد رضا خان کی طرف سے عقائد کی کستایوں کا کوئی معقول جواب نہ دیا جاسکا تو انہوں نے اپنی جان بچانے کیلئے ایک نرالا اصول نکالا کہ ان کتابوں کا اصل مقصد صرف مد مقابل کو خاموش کرنا ہوتا ہے اس طرح کی فلسفیانہ و الزامی عبارتوں کا مقصد ہر عقیدہ و ظاہر کرنا نہیں ہوتا عقیدہ وہی ہوتا ہے جو متون کتابوں میں موجود ہو اس لئے بالفرض اگر ان کتابوں میں کوئی ایسی بات ہو جو متون کتابوں کے خلاف ہو تو ہم اس کو تسلیم نہیں کریں گے۔۔۔ امکان کذب پر یہ عبارات پیش نہ کی جائیں اس لئے کہ یہ تو ان کا اصل عقیدہ ہی نہیں اصل عبارت ملاحظہ ہو:

جب بدعتیوں کا شیوع ہوا اور گمراہ منکبوں نے عوام مسلمین کو بہکانے کیلئے اپنے عقائد بظلمہ پر عقلی و نقلی مغالطے پیش کرنے شروع کئے علمائے اہلسنت و جماعت کو حاجت ہوئی کہ ان کے دلائل باطلہ کا رد کریں اپنے عقائد حقہ پر دلائل قائم کریں یہاں سے کلام متاخرین کی بنا چڑی۔۔۔ تب کہ استدلال، بحث و مباحثہ کا پونہ تک کھلا ہوا ہے دلائل و جواب اس کی جانچ پر کہ کی حاجت ہوئی اذہان مختلف ہوتے ہیں۔ اور بحث و استخراج میں خطا و مبالغہ آندا کے ساتھ لگے ہوتے ہیں ایک نے مذہب پر ایک دلیل قائم فرمائی یا مخالف کے کسی التزام کا جواب دیا دوسرے نے اس پر بحث کر دی کہ اپنے مذہب پر یہ دلیل کمزور ہے مخالف کی طرف





عالمِ ہر دوح میں ملائکہ و انبیاء کے نبی تھے لیکن یہاں نہ کوئی ملک نہ نبی پھر آپ  
کی کس کے تھے۔

(نبوت مصطفیٰ ﷺ، ص ۶۲)

یہاں کیا نبی کریم ﷺ کی تمثیل فرعون، ہامان سے نہیں دینی جارہی ہے اس پر تو بریلوی بھی پلا اٹھے

آپ نے بڑی دیر و دیر کی سے اور بے باکی سے سید المرسلین حضرت محمد ﷺ  
کے عالمِ ہر دوح میں نبی ہونے اور قبولِ آپ کے عالمِ ہر دوح میں تفسیرِ سب  
۴ سال تک نبی نہ ہونے کا موازنہ حکمِ خداوندی کے مطابق جانوروں سے بھی  
بڑا کفار بلکہ کفار کے سرداروں کے کفر سے کیا۔

(نبوت مصطفیٰ ﷺ، ہر آن ہر لکھ، ص ۶۳)

(۵) مولانا محمد رضا خاں سے سوال ہوا:

ایک عالم نے اپنے وقت میں کہا ہے مسلمانوں آپ لوگوں کو سمجھانے کیلئے ایک  
مثال دیتا ہوں اس کے بعد آپ لوگ خیال کریں کہ قوتِ ایمانی میں کہہ سکتے  
ضعف ہو گیا ہے دیکھو کسی حاکم کا چیرا ہی کھن لے کر آتا ہے تو اس کا کس دستور  
غرف آتا ہے حالانکہ حاکم ایک بندہ مشن و ٹائمز آدھے بیٹے کاغذ جس پر  
معمولی مضمون آتا ہے چیرا ہی ۶،۵۰ روپے کا ملازم ہوتا ہے مگر حالت یہ ہوتی  
ہے کہ اس کے خوف کے مارے لوگ ردپوش ہو جاتے ہیں لاچارگی سے فیما بین  
پڑتا ہے بعد وکیل کی تلاش اور روپے کا صرف کرنا کٹاؤ کٹاؤ اور اللہ تعالیٰ کا حکم  
الحاکمین کہ ہم پھر میں تہہ و بالا کر سکتے ہیں اس کا حکم نامہ قرآن پاک و مقدس کہ  
جس کے ایک ایک حرف پر اس میں تیس نیکی کا وعدہ ہے وہ رسول اللہ ﷺ  
لائے۔

الجواب: عائشہ اللہ اس میں نہ تمثیل ہے نہ تمثیل نہ اصلاً معاذ اللہ تو تم کی ہو۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۱۵، ص ۱۵۰)

اب انھیں مولوی داعی خود کو کہہ رہا ہے کہ میں ایک مثال دے رہا ہوں اور پھر نبی کریم ﷺ کیلئے

چہرہ اسی کی مثال دیتا ہے مگر چونکہ بندہ اپنا تھا اس لئے احمد رضا خان صاحب رحمہم لکھا کر کے لکھا کہ نہیں مثال نہیں اس میں تشبیہ نہ تھی۔ حضرت تھانویؒ تو صحیح قی کر کہہ رہے ہیں کہ شمس تشبیل و تشبیہ نہیں دی وہاں تو تشبیہ و تشبیل ہو جائے اور یہاں ایک آدمی خود کے کہ میں مثال سے رہا ہوں مگر یہاں نہ تشبیل ہونے کی تشبیہ پر وجہ فرق کیوں؟

(۶) مفتی عبدالجبار سعیدی، اشرف سیالوی کے متعلق لکھتا ہے:

"مصحف تحقیقات نے جو حدیث لایا اس بناء صحت اعراف کرتے ہوئے ہے علم کا جوت والا معاملہ کالروں، مشرکوں، منافقوں سے ملنا کہ جس سے اولیٰ کا ارتکاب کیا ہے وہ اس پر مسترد ہے حالانکہ نبوت جب سلب سے پاک ہے اور سلب نبوت محال ہے تو اسے غیر نبی اور کافر و مشرک اور منافق کے کفر و شرک و منافق سے ملادیتا اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ وہ سلب نبوت کے قائل نہ ہوتے تو یہ بات کبھی منہ سے نہ نکالتے اور کندی تشبیہ سے پرہیز کرتے۔" (سندیلوی کا فتویٰ مکتور، صفحہ ۳۳)

(۷) "سانپ اور بھینس اگر چہ اللہ کی مخلوق ہے اور اس کی روڑی کھاتے پیتے ہیں مگر سانپ کے پاس زہر ہے اور بھینس کے پاس دودھ اس لئے آپ سانپ کو ممانع ہے اور بھینس کی خدمت کرتے ہیں ایسے ہی کفار کے پاس کفر کا زہر ہے اور حضرات انبیاء و اولیاء و علماء کے پاس ایمان کا دودھ ہے۔" (تفسیر نعیمی، ج ۲، ص ۲۶۳، سورہ آل عمران، آیت ۳۳)

(۸) حجہ کرم شاہ ازہری لکھتا ہے:

"جس طرح انکو من جانب اللہ اپنی نبوت پر یقین قائم ہوتا ہے اس بارے میں انکی قطعاً کوئی تردد نہیں ہے اس طرح ان پر جو وحی اتاری جاتی ہے جو فرشتے ان کی طرف بھیجے جاتے ہیں ان کو ان قبلیات کا انکس مشاہدہ کرایا جاتا ہے ان کے بارے میں انھیں ذرات و جہیں معلوم اور یقین اللہ تعالیٰ کی طرف سے انکس عطا کیا جاتا ہے اسی طرح کابھیں حسب مراتب انسانوں کچھ حیوانوں کی طرح ہوتا ہے۔" (عیاد النبیؐ، ج ۱، ص ۵۱۹)

اس عبارت میں انبیاء کے یقین کو جانوروں کے یقین سے تشبیہ دی جا رہی ہے۔



## تشریح میں مساوات لازم نہیں

بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ اس عبارت میں نبی اکرم ﷺ کے علم کو عائد اللہ جانوروں سے تشبیہ دے کر ان کے برابر کر دیا ہے اس لئے گستاخی ہے ہم خود بریلوی مکتب کے حوالہ جات نقل کرتے ہیں جس میں انہوں نے تسلیم کیا ہے کہ تشبیل و تشبیہ میں برابری لازم نہیں پس جب سب کا عہد ہی درست نہیں تو اعتراض بھی لغو ہوا۔

(۱) الاکثر الطائف حصین اور خلیل رانا لکھتا ہے:

"مثبت سے مساوات بھی لازم نہیں آتی چہ جائیکہ مشبہ کی برتری کا قول کیا جائے۔"  
(اختیارات فوٹو لا عظیم ص ۸۶)

(۲) مفتی حنیف قریشی آف پٹنہ لکھتا ہے:

"تشبیہ اور استعارہ سے مشبہ و مشبہ بہ کی برابری سمجھنا پر لے دینے کی حماقت و بھالست ہے۔"  
(مناظرہ گستاخ کون، ص ۵۳۹)

(۳) مولوی ابوالکلام صدیقی ثانی لکھتا ہے:

"مثال کے بیان سے متعلقہ کسی بات کو عام فہم انداز میں بیان کرنا مقصود ہوتا ہے یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ جس چیز کیلئے مثال دی جا رہی ہے مثال اس کا سین ہے اور جو پسند اس پر صادق آتی ہے۔ محدث حافظ ابن قیم جوزی لکھتے ہیں: انه لا يلزم تشبیہ انشیء بالشیء مساوئہ۔ (الکنار المصنوعہ ص ۶۰ طبع بیروت) لیکن کسی شے کو کسی شے تشبیہ دی جائے تو یہ لازم نہیں آتا کہ یہ شے اس کے برابر ہے۔ حضرت شاہ عبدالغفور محدث دہلوی فرماتے ہیں: تشبیہ اور استعارہ سے مشبہ اور مشبہ بہ سے برابری سمجھنا پر لے دینے کی حماقت (بے وقوفی) ہے۔"

(آئینہ اہلسنت، ص ۳۹۰)

## مناظرہ بریلی کے متعلق بدترین جھوٹ

کاشف القباہی رضا خانی لکھتا ہے کہ اس عبارت پر سرور احمد گروا سنجوری ثم لاکھپوری (فیمل آباد) نے فوج رضا کا نیت مولانا منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مناظرہ کیا اور انہیں شکست دی اور ایک لاکھ جواب کتاب موت کا پیغام دیو بند یوں کے نام لکھی

(مخلصاً راجع ہندو کے بظاہر ان کا انکشاف، ص ۷۰ ہے)

حالانکہ یہ اس کا بدترین جھوٹ ہے حضرت مولانا منظور نعمانی صاحبؒ نے تین دن بریلی کے اندر رضا خانیوں کے گھر میں منظر اسلام کے شیخ الحدیث سرمد دار احمد گورداسپور صاحب کے ساتھ اس عبارت پر مناظرہ کیا اور بریلویوں کے گھر میں رضا خانیوں کی ایسی دھمکیاں دے دیں کہ تیس دنوں میں رضا خانیوں نے خود میدان مناظرہ میں اپنی عادت بدلنے کے مطابق شور ڈال کر میدان سے غریب کا راستہ اختیار کیا اس پورے مناظرے کی شانہ اور وسیعہ "فتح بریلی کا دلکش نظارہ" کے نام سے شائع ہوئی جو آج بھی "فتوحات نعمانیہ" میں شائع ہے اگر اس مناظرے میں بریلوی شیخ الحدیث کو شکست و ذلت و ہزیمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا تو اسے بریلی چھوڑ کر فیصل آباد پاکستان آنے کی ضرورت کیوں پیش آتی تھی؟۔ جہاں تک بات ہے کتاب "موت کا پیغام ویو بند یوں کے نام" تو اس کا جواب سرمد دار احمد گورداسپوری اور شریعت علی رضوی کی زندگی ہی میں شوال ۱۳۵۵ھ میں مولانا ابوالرخاء محمد عطاء اللہ ٹاکنی نے "پاپائے رضا خانیت کو جہنم کی بشارت" کے نام سے دے دیا تھا جو انہی کی زندگی میں شائع ہو گیا تھا اور اس وقت بھی "الاشہاب الثاقب" کے آخر میں یہ رسالہ موجود ہے آج تک کسی رضا خانی کو اس کا جواب لکھنے کی جرأت نہ ہوئی اور ان شاء اللہ ہوگی۔

نوٹ: رضا خانی اس موقع پر ہمارے انکار سے لفظ "ایسا" کے متعلق بعض ہلکا پر ہلکا دھمکاتے ہیں اس کے جواب کیلئے اسی کتاب یعنی "پاپائے رضا خانیت کو جہنم کی بشارت" یا منظر اسلام مولانا ایسا سیکسن صاحب مدظلہ العالی کی کتاب "حسام الحرمین کا تحقیق و تنقید جائزہ" کا مطالعہ کریں۔

اعتراض ۶: ۳۶: براہین قاطعہ پر اعتراض اور اس کا جواب

بریلوی مذہب کے امام احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

حضرت مولانا ظہیر احمد مبارپوریؒ پر متقیع شان سید الانبیاء علیہ السلام کا پاک بیہان

و منهم الرعاية الشيطانية هم كالمخرف في الشيطانية من السر والفض كائنوا  
 اباغ شيطان الطاق وخر لاء الناح شيطان الافاق ابليس العين و هم ايضا اذ سب  
 ذلك العكذب الكنكر هي فانه صرح في كتابه البراهين المقاطعة ومسا هي والله  
 الا المقاطعة كما امر الله به ان هو عمل بان شيخهم ابليس اوسع علما من رسول الله  
 صلى الله تعالى عليه وسلم وهذا نصه الشيخ باقطة الفطيع من ۷ شيطان  
 وملك السموت كوال الخ ان هذا المعنى في العلم ثبت للشيطان وملك السموت  
 بالحق و اني نص قطعي في معناه علم رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم حتى  
 لرد به النص من جميعا و ثبت شر و كتب قبله ان هذا الشرك ليس فيه حجة  
 عند من ايمان -

{ ترجمہ }

چ تھا فرق وہابیہ شیطانیہ ہے اور وہ رافضیوں کے فرقہ شیطانیہ کی طرح ہیں اور  
 شیطان الطاق کے پیرو تھے اور یہ شیطان آفاق ابلیس لعین کے پیرو ہیں، اور یہ بھی اس تکذیب  
 خدا کرنے والے انگلی کی کہ دم چلے ہیں کہ اس نے اپنی کتاب براہین قاطعہ میں تصریح کیا، اور  
 خدا کی قسم وہ قطع نہیں کرتی مگر ان چیزوں کو جن کو جوڑنے کا اللہ عزوجل نے حکم فرمایا ہے، ان  
 کے پیرو ابلیس کا علم نبی ﷺ کے علم سے زیادہ ہے اور یہ اس کا برا قول خود اس کے بد الفاظ میں  
 ملو نمبر ۷ پر ہے۔

"شیطان و ملک السموت کو یہ دست نص سے ثابت ہوئی و آخر عالم کی وسعت علم کی کو ان  
 کی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوں کو رد کر کے ایک شرک ثابت کر دیتے۔"  
 اس سے پہلے لکھا کہ شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔ الخ  
 (ماخوذ من الحرمین ص ۱۵، ۱۴-۱۳۲۳ھ احمد رضا خاں، مطبعہ المصنعة و الجماعت، ہماری  
 الدلی ۱۳۲۶ھ بار اول)

خیال رہے صرف خط کشیدہ و فریضہ سطر مبارک حضرت مولانا غلیل احمد صاحب  
 سہارنپوری کی ہے، باقی تمام عبارات جناب احمد رضا خاں بریلوی کی ہے۔  
 ملاحظہ فرمائیں اصل واقعہ اور حقیقت:  
 مولوی عبدالسیح صاحب، امپوری نے "انوار ساطعہ" نامی ایک کتاب بدعات



نہ کہتے ہیں:

اب فکر کرنا چاہیے کہ جب چاند سورج ہر جگہ موجود اور ہر جگہ زمین پر شیطان موجود ہے اور ملک الموت موجود ہے تو یہ صفت خاص خدا کی کہاں ہوئی جس میں رسول اللہ ﷺ کو شریک کرنے سے مشرک اور کافر ہو جاوے اور قماش یہ کہ اصحاب محفل میلاد تو زمین کی تمام جگہ، پاک ناپاک مجالس مذہبی وغیرہ میں حاضر ہونا رسول اللہ ﷺ کا نہیں دعوئی کرتے، ملک الموت اور انجیل کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات، پاک ناپاک، کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے۔ اس لحاظ (انوار ساطعہ)

نہرو:

خیال رہے کہ غیر ضروری الفاظ ترک کر دیئے گئے ہیں، اور کچھ جملوں کا صرف مفہوم یا مطلب لکھ دیا گیا ہے، مولوی عبدالمسیح صاحب مؤلف "انوار ساطعہ" نے صرف "جس" لگان اور عقلمندی سے کام چلایا ہے، انفس اس بات کا ہے کہ ان لوگوں کو صرف شیطان ہی نظر آتا ہے اور حضور ﷺ کی ذات شریفہ کے مقابلہ میں اس کو لاتے ہیں، پھر اگر کوئی ان کو ان کے قوانین اور انہی کی زبان میں جواب دے تو کافر، آخر کیوں؟ عبارت کے آخری جملوں میں خود یہ اقرار کیا ہے یعنی "قماش یہ کہ اصحاب محفل میلاد تو زمین کی تمام جگہ پاک ناپاک مجالس مذہبی وغیرہ میں حاضر ہونا رسول اللہ ﷺ کا نہیں دعوئی کرتے، ملک الموت اور انجیل کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات، پاک ناپاک، کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے۔"

مولوی عبدالمسیح لفظ "اس سے بھی زیادہ تر مقامات" لکھ کر بھی کچھ کے مسلمان رہے۔

ملاحظہ فرمائیں مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کی عبارت:

کہتے ہیں:

"تمام امت کا یہ اعتقاد ہے کہ جناب فخر عالم ﷺ کو اور سب مخلوق کو جس قدر علم

حق تعالیٰ نے عنایت کر دیا اس سے ایک ذرہ بھی زیادہ ثابت کرنا شرک ہے، سب کچھ شریعہ ہی میں یہی مستقار (ثابت) ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ ۚ يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ۔ (انعام: ۵۹) خدا اور اسی (اللہ) کے پاس ہیں کنجیاں غیب کا کچھ جاننے انہیں اس کے سوا کوئی۔

اور یہ مسئلہ مشہور (کتاب فقہ) بحر الرائق، عالمگیریہ اور درمختار وغیرہ میں ہے کہ "مگر نکاح کرے یہ شہادت اللہ تعالیٰ اور نبی ﷺ کے کافر ہو جاتا ہے، سبب اعتقاد علم نبیہ کے نبی علیہ السلام کی نسبت، پس فقط مجلس نکاح کے اعتقاد و علم میں کافر لکھا ہے، یہ کہنے نہیں لکھا کہ اگر اس کا اعتقاد "کھانا و کھینچا و مساوۃ" علم الہی تعالیٰ ثناء کا ہے تو کافر ہو گیا اور نہ نہیں"۔

(یعنی اس جسے کافر نہیں لکھا کہ اس کا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ علم میں تعداد و کیفیات کے اعتبار سے برابری ہے، بلکہ صرف ایک مجلس نکاح میں حضور علیہ السلام کو گواہ بنانے کی وجہ سے کافر لکھا ہے، کیونکہ اس کا یہ اعتقاد ہے کہ حضور غیب جانتے ہیں۔ راقم)

مؤلف (عبدالمسیح صاحب) کی تحریر سے یہی مفہوم (ظاہر) ہوتا ہے، کیونکہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو عرش سے زمین تک جانتا ہے اور حاضر ہے اور نبی ﷺ فقط مجلس نکاح میں حاضر ہوتے تو کہاں برابری اور شرک ہوا، پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان تدریس غیب کو وہ شرک نہیں جانتا، حالانکہ تمام کتابوں میں فقط مجلس نکاح کے حضور (حاضری) کا علی شرک لکھا ہے۔ (الی قولہ) عقیدہ اہل سنت کا یہ ہے کہ کوئی صفت صفات حق تعالیٰ کی بندہ میں نہیں ہوتی اور جو کچھ اپنی صفات کا کمال (تکلیف صحت) کسی کو عطا فرماتے ہیں، ان سے زیادہ ہرگز کسی میں ہونا ممکن نہیں۔ (الی قولہ) شیطان کو جس قدر وسعت دی (جیسا کہ بریلو کی تہذیب کے حامی کاظمی متانی لکھتے ہیں) بخاری جلد ۲ ص ۱۰۶۲ میں صاف مذکور ہے کہ شیطان تمام بنی آدم کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے وہ اپنی یہ ٹھنی دلی قوت بنی آدم کو گمراہ کرتے کے لئے کرتا ہے۔ "انجیان: ص ۱۵۵" اور ملک الموت

پایا اور ساری کو جس قدر وضع تک بنایا ہے اس سے زیادہ کی ان کو کچھ قدرت نہیں، اور زیادہ ان سے کوئی کام نہیں (القولہ)

اصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلافِ نصوصِ قطعیہ کے جائز نہیں قیاسِ فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کوئی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کورہ کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔  
مختصر تبصرہ:

خیال رہے کہ جناب احمد رضا خاں بریلوی نے عبارت مذکورہ بالا کی آخری چار سطروں میں سے نیچے والی دو یا تین سطریں نکال کر اس کے شروع میں لکھ اپنی عبارت ملا کر عبارت یوں بنائی۔ یعنی

"ان کے سوا ابلیس کا علم نبی ﷺ کے علم سے زیادہ ہے، اور اس کا ہر قولی خود اس کے بدلہ الفاظ میں ہے" پر ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ تمام نصوص کورہ کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

اگر جناب احمد رضا خاں بریلوی مذکورہ عبارت کی صرف آخری چار سطریں لکھ کر لے جاتا تو اس کو لینے کے دینے پڑ جاتے کیونکہ پوری عبارت کی حقیقت صرف "علم محیط" سے ظاہر ہو جاتی، جس کا مطلب ہے چوری زمین کی تمام چھوٹی بڑی مخلوقات کا مسلم باپ وہ زمین کے اندر ہے چاہے وہ زمین کے باہر ہے، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے نیز جو مختصر عبارت احمد رضا خاں نے لکھی ہے اس کی مختصر حقیقت

مثلاً۔۔۔۔۔۔ "شیطان کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی" اس وسعت سے مراد بخاری شریف کی وہ حدیث ہے جو اوپر علامہ کاظمی صاحب کے حوالہ سے گزری ہے یعنی "شیطان تمام انسانوں کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔"

”فقر عالم کی وسعت علم کی کوئی نص قلعی ہے“ یعنی جس طرح شیطان ہر آدمی کے ساتھ ہے، اسی طرح حضور ﷺ کا ہر انسان کے ساتھ ہونا کس ثبوت سے ثابت ہے۔ میں پوری بریلوی عوام اور بریلی علماء کو یہ چیلنج دیتا ہوں کہ وہ حضور علیہ السلام کی صرف اپنی حیات شریفہ میں اور صرف تمام صحابہ کرام کے ساتھ ہر آن ہر گھڑی ہر نامت کریں، اگر ثابت نہ کر سکیں تو وہ انشاء اللہ قیامت تک P بت نہیں کر سکیں گے بلکہ آپ کا باطل ہونا ضرور یقینی ہے۔

مذکورہ ذیل عبارات کو سمجھیں:

{ بریلوی جماعت و مذہب کے مفتی احمد یار عجمانی لکھتے ہیں }



(۱)

(۲)

قُلْ يَتُوبُ إِلَيْكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي ذُكِّرَ  
بِكُمْ۔

(البقرہ: ۱۱۵)

آپ فرمائی وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ  
جو تم پر مقرر ہے

یہ ۱۳ ہجرت عزرائیل علیہ السلام جن کے  
ذہب کی چانچا نکالنا ہے یہ تمام کی موت  
کے وقت اور موت کی جگہ سے خبردار ہیں  
اس لئے کسی کو وقت سے پہلے اور غلط مقام  
پر نہیں مارتے (نور العرفان: ص ۲۶۳)

(۲) حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ  
الْمَوْتُ وَلَهُمْ أُولَاءُ لَمْ يَضَرُّهُمْ  
لَا شَيْءٌ (البقرہ: ۹۵)

ترجمہ: یہاں تک کہ جب تم میں کسی کی  
موت آتی ہے تمہارے فرشتے اس کی روح  
قبض کرتے ہیں اور وہ قصور نہیں کرتے۔

قَالَ انْظُرْنِي الْيَوْمَ يَعْشُونَ قَالَ  
الْمَلَكُ مِنَ الْمُنْظَرِينَ قَالَ لِيَمَسَّ  
أَعْرَاسِي لَا قُعْدَنَ لَهُمْ صِرَاطُكَ  
الْمُسْتَقِيمَ ثُمَّ لَا يَنْبَهُمْ مِنْ بَيْنِ  
أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ  
وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ

۔ (اعراف: ۷۷، ۱۳، ۱۴)

ہوا (شیطان) مجھے فرمت دے اس  
دن تک کہ لوگ اٹھائے جائیں (اشد  
نے فرمایا) تجھے مہلت ہے۔ (شیطان)  
یہ قسم اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں  
ضرور تیرے سیدھے راستہ پر ان کی  
تاک میں ٹٹلوں گا پھر ضرور میں ان  
کے پاس آؤں گا ان کے آگے اور پیچھے  
اور دواپے اور ہائیں سے۔

فَسَوْفَ يَحْشُرُهُمْ فِي أَوَّلِهِمْ  
أُولَئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَّيْتُهُمْ  
لِلَّذِينَ كَفَرُوا سَوَّيْتُهُمْ لِمَنْ  
كَفَرَ بِرَبِّهِمْ فَهُوَ يُعَذِّبُهُمْ  
بِمَا كَفَرُوا بِهِمْ (نور العرفان: ص ۲۶۳)

ترجمہ: (بخاری جلد ۲ ص ۱۶۳)

ف: معلوم ہوا کہ وہ ہر جگہ حاضر ہیں اور ہر جگہ ناظر، کہ اس کے بغیر یہ کام انجام نہیں پاسکتا، ساری دنیا ان کے سامنے ایسا ہے جیسے ہمارے سامنے یہی (الی قول) جب ان۔۔۔۔۔

فرشتوں کے علم کا یہ حال ہے۔۔۔۔۔ تو جو تمام خلق سے زیادہ اعلم ہیں مدینہ والے سلطان ﷺ ان کے علوم کا کیا پوچھا۔

(تفسیر نور العرفان، ص ۲۱۴)

(صاف مذکور ہے کہ شیطان تمام نبی (یعنی اولاد) آدم کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے وہ اپنی یہ غمی دلی قوت بنی آدم کو گمراہ کرنے کے لئے استہکان کرتا ہے۔ ماحوذ: تفسیر الجہان سبا ص: ۱۵۵، مختلف علوم کا علمی مادی شیطان بیماری ہے اور نبی ﷺ عالم۔۔۔۔۔ جب بیماری کی قوت یہ ہے تو نبی کا علم اس سے زیادہ ہونا چاہیے۔

(ماخوذ: تفسیر نور العرفان، ص ۲۱۴)

{جملہ صہ}

(۱)

(۲)

(۱) جب ان فرشتوں کے علم کا یہ حال ہے تو جو تمام خلق سے زیادہ اعلم ہیں مدینہ والے سلطان ﷺ ان کے علوم کا کیا پوچھا۔ مفتی احمد یار

شیطان بیماری ہے اور نبی ﷺ عالم و جب بیماری کی قوت یہ ہے تو نبی کا علم اس سے زیادہ ہونا چاہیے۔ مفتی احمد یار

{لطیفہ}

نہ کہتا ہے کہ مفتی احمد یار خان نے ملک الموت اور شیطان کے لئے علم محیط زمین کا قرآن آیات سے ثابت مانتا ہے یعنی زمین پر جیسے انسان بستے ہیں ملک الموت ان تمام کی موت اور موت کی جگہ سے خبردار ہے اور ہر جگہ حاضر و ناظر۔ اور شیطان کے لئے بھی ایسے قہر ثابت مانتا ہے، یعنی شیطان تمام اولاد آدم کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے (جیسا کہ اوپر مذکور ہے)

لیکن اس کے بعد مفتی احمد یار خان نے بغیر کسی ثبوت کے اور ملک الموت اور شیطان کے حال کو دیکھ کر علم محیط زمین کا حضور علیہ السلام کے لئے بھی ثابت مانتا ہے، یعنی ہر جگہ حاضر و

بہارِ تمام انسانوں کے احوال کو جاننا ثابت مانتا ہے۔ لہذا مفتی احمد یار خان نے ان آیتوں کو رد کرنے کے ایک شرک ثابت کیا ہے، جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نہ آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اور نہ آپ روئے زمین کے تمام انسانوں کے احوال جانتے ہیں اور نہ ہی اس لئے ہے کہ

قادی عالم گیر و عاشق قادی قاضی خان وغیرہا میں وارد ہے کہ۔ جس نے کہا کہ میں کاف میں فرشتوں اور رسول اور خدا کو گواہ کرتا ہوں اس نے کفر کیا کیونکہ اس نے اللہ کو کافر لکھ دیا اور رسول غیب جانتے ہیں۔ اس لئے

(ج ۶ ص ۳۴۶، مکتبہ ماجدہ، عید گاہ، لاہور، ۱۳۰۳ھ)

کرنے زید پر کفر کا فتویٰ لگا دیا۔

کرنے زید کی تمام تحریروں کو چھوڑ کر صرف یہ الفاظ لکھے ہیں کہ زید نے شیطان کے لئے علم عینا زمین کا قرآنی آیات سے ثابت مانتا ہے اور حضور ﷺ کے لئے ثابت نہیں۔ اس لئے یہی حال بریلوی جماعت کے امام جناب احمد رضا حسناں کا ہے کہ انہوں نے حضرت مولانا غلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری کی ایک کھمل اور طویل عبارت (جس کا عنوان علم غیب اور حاضر و ناظر ہے) سے چند الفاظ حسب فضاء نکال کر ان پر کفر کا منہ کرنا فتویٰ حاصل کیا۔

نہروہ تارین!

آپ اس بات سے بخوبی واقف ہو گئے ہوں گے کہ یہ بحث حضور علیہ السلام اور شیطان کے علم کی نہیں ہے بلکہ صرف اور صرف حاضر و ناظر اور علم غیب کے مسئلہ میں ہے، لہذا کٹر بریلوی جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ اعیانہ علیہم السلام خاص کر اور اولیاء کرام عام طور پر علم غیب اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کی طاقت و قدرت رکھتے ہیں اور چونکہ قرآن کریم علم غیب اور حاضر و ناظر کے عقیدہ اور نظریہ کو کفر جھٹلاتا ہے، اس بنا پر یہ لڑنے غیب و نہروہ جی چیزوں کا سہارا لیتا ہے اور خاص کر شیطان کو اپنے جھبیاؤں کے طور پر استعمال





بجائے تنقید کرنے والے کو آنکھیں دکھانا۔ اور یہ بھی ذہن میں رہے کہ جب یہ لوگ جھوٹے پڑتے ہیں تو شور شراب یہ کرتے ہیں کہ فلاں گستاخ رسول ہے، فلاں گستاخ رسول ہے۔

اب ہم ذیل میں مولانا غفرلہ احمد صاحب محدث سہارن پوری کی متنازعہ عبارت لکھتے ہیں۔

الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم حیلہ زعمی کا اثر عالم کو خلاف نصوحہ نفسیہ کے بنا دینا محض قیاس قاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نفس سے ثابت ہوئی۔ غرض علم کی وسعت علم کی کوئی نفس قلعی ہے، کہ جس سے تمام نصوحہ کو رد کر کے ایک شرک ثابت کر رہے۔۔۔ الخ۔

یہ بات ذہن میں رہے کہ جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے عبارت کے ابتدائی جملے چھوڑ دیے صرف ان کی خبر نقل کی اور جس چیز کی خبر دی گئی ہے وہ دوسرے سے نقل ہی نہیں کی خالی خبر سے کیا معلوم کہ پہلے کیا لکھا ہے۔ مثلاً

شیطان و ملک الموت کو "یہ" وسعت نفس سے ثابت ہوئی۔ الخ:

اس عبارت میں لفظ "یہ" اسم اشارہ قریب ہے، یعنی لفظ "یہ" کسی قرعہ سے یا قرعہ عبارت کی طرف اشارہ کرتا ہے، مثلاً یہ مقدمہ قابل سماعت ہی نہیں، یہ مقدمہ دوبارہ قابل تفتیش ہے، ان دونوں عبارتوں میں جس مقدمہ کی طرف اشارہ ہے، وہی مقدمہ ہوگا جو اوپر ذکر ہوا ہوگا، اگر مقدمہ کا سرے سے وجود ہی نہ ہو تو حج یہ کیسے کئے گا کہ یہ مقدمہ قابل سماعت ہی نہیں۔۔۔۔۔ دوسری مثال۔ علم ایک بہت بڑی دولت ہے، یہ خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتی، اس عبارت میں لفظ "یہ" صاف طور پر اشارہ کر رہا ہے کہ وہ کون سی دولت ہے جو خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتی، اگر پیچھے سے یہ الفاظ نہ ہوں (اللہ علم بڑی دولت ہے) تو کیسے پتہ چلے گا کہ وہ کیا چیز ہے جو خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتی۔۔۔



مرحوم (جوان دنوں "دلی" شریف مکہ کے مشیروں میں شمار ہوتے تھے) کے پاس  
ہندوستان سے ایک مصنف نامہ پہنچا۔

جناب احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں:

”سنئے مسیں آیا کہ وہاں پہلے سے آئے ہوئے ہیں جن مسیہ  
بعض وزراء ریاست دیگر اہل ثروت بھی ہیں، حضرت نے شریف مکہ  
رسائی پیدا کی ہے اور مسئلہ علم غیب چھیڑا ہے اور اس کے متعلق کچھ سوال اہل علم علماء مکہ حضرت  
شیخ صالح کمال سابق قاضی مکہ مفتی حنفیہ کی خدمت میں پیش ہوا ہے میں حضرت موصوفی کی  
خدمت میں گیا۔۔۔۔ میں نے بعد سلام و مصافحہ مسئلہ علم غیب کی تقریر شروع کی۔۔۔۔۔  
جب میں نے تقریر ختم کی تو وہ چپکے سے اٹھتے ہوئے قریب دہائی دیکھی تھی وہاں خریف  
لے گئے اور ایک کاغذ نکال کر لکھائے جس پر مولوی سلامت اللہ صاحب راہبوری کے رشتہ  
”اعلام الاذکیاء“ کے اس قول کے متعلق کہ حضور ﷺ کو الاول والاخر والظاهر والباطن دہ  
ہلک شئی عظیم تھا چند سوالات تھے اور جواب کی چار سطریں فاقہ تمام اٹھا لائے تھے دیکھا یا اور  
فرمایا خیر آنا اللہ کی رحمت تھا ورنہ مولوی سلامت اللہ کے کفر کا فتویٰ یہاں سے حساب لیتا  
۔۔۔۔۔ اور آپ سے جواب مقصود ہے۔“

(ملفوظات احمد رضا خاں ص ۱۵۷، ۱۵۶ حصہ دوم مطبوعہ گراچی)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

پہلا سوال اس عبارت سے جو فاضل ابواللہ کا سلامت اللہ کے رسالہ ”اعلام  
الاذکیاء“ مطبوعہ ہند آخر میں واقع ہوئی ہے  
وصلی اللہ علی من ہوا الاول والاخر  
والظاهر والباطن وهو بکل شیء  
علیم۔  
اور اللہ درود بھیجے ان پر جو اول آخر  
ظاہر و باطن ہیں اور وہ ہر شے کو جاننے  
والے ہیں۔ (الحمدید)

جواب: یہ رسالہ مصنف نے میرے پاس تقریباً ۱۹۷۰ء کے لئے بھیجا تھا۔ (علی قول)  
مجھے یاد نہیں آتا کہ اصل مسودہ میں کیا تھا، مگر اس رسالہ کا جو عربی ترجمہ مخالف



نے کیا۔۔۔۔۔ اس میں لفظ یوں ہے۔

وصلی من هو الاول والاخر والظاهر والباطن وهو بكل شیء علیم علی مظهر هو الاول والاخر والظاهر والباطن وهو بكل شیء علیم۔  
 درود بھیجے وہ جو اول آخر و ظاہر و باطن اور ہر چیز کا دانہ ہے ان پر جو اس آیت کے مظهر ہیں وہی اول و آخر ظاہر و باطن اور وہی ہر چیز کا دانہ ہے۔

اس میں کسی دہم والے کے دہم کی گنجائش نہیں۔۔۔۔۔ اور کچھ تعصب نہیں کہ مطیع کاتب سے ”مظہر“ کا لفظ من حو سے بدل گیا ہو۔۔۔ اگر ہم فرض کر لیں کہ اصل عبارت اس طرح ہے جیسے نیچے ہے تو میں عجیب (یعنی مولوی سلامت اللہ) کو پچھتا ہوں کہ وہ عالم سنی صحیح العقیدہ ہیں۔۔۔۔۔ اور ہر مسلمان پر فرض نہیں ہے کہ اپنے بھائی کا کلام جو تاحد قدرت بہتر سے بہتر معنی و توجیہ پر حمل کرے۔

جواب دوم:

یہ ہے کہ تمہیں کیا ہوا کہ لفظ من بسکون اسم موصول بنا کر پڑھتے ہو اس میں یہ کمر فون آیت کریمہ کی طرف مضاف کر کے کیوں نہیں پڑھتے یعنی اللہ تعالیٰ پر درود بھیجے جو اس آیت کریمہ کی نعت ہیں اور وہ محمد ﷺ ہیں۔ اس  
 (ماخوذ از: الذیہ المکیہ، مصنف احمد رضا خاں ص ۱۹۷، ۱۹۸ عربی وارود، باہتمام دارالعلوم  
 احمدیہ کراچی)

خلاصہ:

نہر: تعجب نہیں کہ مطیع کے کاتب سے ”مظہر“ کا لفظ من حو سے بدل گیا ہو۔  
 نہر ۲: اور ہر مسلمانوں پر فرض نہیں ہے کہ اپنے بھائی کا کلام تاحد قدرت بہتر سے بہتر معنی و توجیہ پر حمل کرے۔  
 نہر ۳: تمہیں کیا ہوا کہ لفظ من کو بسکون نون اسم موصول بنا کر پڑھتے ہو اس میں یہ شہید کمر فون آیت کریمہ کی طرف مضاف کر کے کیوں نہیں پڑھتے۔  
 تادمین!

ہمیں اس موقع پر یہ فرض نہیں ہے کہ جناب احمد رضا خاں بریلوی پر کیا گزری ہو اور انہوں نے جو کچھ لکھا ہے سچ اور صحیح لکھا ہے یا غلط؟ ہمیں تو یہ دیکھنا ہے کہ جناب احمد رضا خاں بریلوی نے اپنے بچاؤ کیلئے کیا تدبیریں اختیار کیں اور کیا کیا اصول غصہ پر فرمائے ہیں۔

### اصول نمبر ۲:

جناب احمد رضا خاں بریلوی کا اپنے ہی ہم خیال اور خاص قریبی تعلق کے لوگوں سے ان جہد غائی پر اختلاف ہوا، انہوں نے حرمین شریفین سے فتویٰ منگوا یا حجاز کے قاضی تھا، اب اعلیٰ حضرت صاحب ان کو مشورہ دے رہے ہیں کہ جو سوال بھیجیں ایک دوسرے کی تحقیق سے بھیجیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

جو صاحب عرب شریف سے فتویٰ لینا چاہتا ہے پوری پیش کریں۔ جسے دین مراد ہو حق کی تحقیق سے غرض نہ ہو صرف ہار جیت مقصود ہو اس کا حساب اللہ واحد قہار ہے۔ انشاء اللہ العزیز مولا تعالیٰ ایسے کو راہ نہ دے گا۔۔۔۔۔ اور جن کو دین مقصود ہے حق کی سچی تحقیق منظور ہے وہ ہم سے فرمائیں اور اپنے سوالات کا عربی میں ترجمہ کر دیں اور ان میں جہاں جہاں حوالے دیئے ہیں وہاں ان کا خلاصہ مضامین لکھ دیں اور سب حضرات اگر کسی اور سوال کا اضافہ کرنا چاہیں بڑھ جائیں اگر اس کی رو سے ہمیں کوئی اضافہ کرنا ہو ہم کو دیں، یوں اتفاق سے سوالات حرمین شریف کو جائیں اس کے بعد دیکھیں کیا جواب ملتا ہے، اہل ایمان خدا گنتی کہیں کہ یہ جو ہم نے کہا ہے عین انصاف ہے یا نہیں؟ جب ہم اور آپ ایک ہیں تو کیوں پھٹے پھٹے رہیں؟ کیوں دشمن سے ملیں؟ کیوں انہیں ساتھ لے کر چلیں؟ کیوں الگ الگ ہار جیت کا مشورہ کیجئے؟۔۔۔ الخ

(ماخوذ: اذان کا حق غنائیہ ص ۸ مصنف حامد رضا خاں مطبع اہلسنت جماعت دار نقشبندیہ بریلی میں طبع ہوا)

دار کتب

جناب احمد رضا خاں بریلوی نے اپنی ذات کے بچاؤ اور حفاظت کے لئے جو مذکورہ اصول تحریر فرمائے ہیں ان کو بھی پڑھیں اور انہوں نے اپنے مخالفین اور ان کی غریبات پر جو ظلم کیا ہے یعنی اپنے مخالفین کی تحریرات میں سے اپنی مرضی اور ضرورت کے الفاظ اور جملے اور سطریں نکال کر اور ان کو جوڑ کر ان پر کفر کے جعلی فتوؤں کی جو بھرمار کی ہے ان کو بھی پڑھیں پھر فیصلہ فرمائیں کہ جناب احمد رضا خاں بریلوی کیسے آدمی ہیں اور وہ خدا تعالیٰ حضرت اور امام کھلوانے کے حق دار ہیں؟

{اب ملاحظہ فرمائیں حضرت سہارنپوری کی عبارت کا خلاصہ}

(۱) الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر:

یعنی شیطان و ملک الموت کا وہ حال جو سننے اور دیکھنے سے معلوم ہے اور جس کو مولوی عبدالمصعب صاحب نے اپنے دعویٰ میں پیش کیا جو پیچھے گزر چکا ہے، مثلاً شیطان ہر انسان کے ساتھ ہوتا ہے چاہے بد ہو یا نیک، پس جہاں انسان ہو گا وہاں شیطان ضرور ہو گا تو ثابت ہوا کہ شیطان پوری زمین پر موجود ہے اور اسی طرح ملک الموت (مفسر شمس) یہاں جہاں مخلوق خدا مرے گی وہاں وہاں موت کا فرشتہ موجود ہے تو اس پر مولانا ظلیل احمد صاحب فرماتے ہیں، نمبر ۲ علم محیط زمین کا کفر عالم کو خلاف فصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس قاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ الخ

(۲) علم محیط زمین کا:

اس کو بولتے ہیں جس کے علم سے زمین کا کوئی ذرہ بھی باہر نہ ہو، یعنی زمین کے بارہ ذروں کی کیفیت اور اس کی حقیقت و ضرورت سے واقف ہو، خلاصہ یہ کہ جس المصباح شیطان کو اللہ تعالیٰ نے یہ قدرت دی ہے کہ وہ یہ جانتا ہے کہ کس کس جگہ انسان رہتے ہیں اور ان کو کیسے کیسے گمراہ کرنا ہے اور اسی طرح ملک الموت کو اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت و قدرت عطا ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں کروڑوں مخلوق کی جان نکال لیتے ہیں، پھر یہ کہ تمام مخلوق

ایک جگہ جمع بھی نہیں، بلکہ پوری زمین پر تمام مخلوقات پھیلی ہوئی ہیں۔ تو اسی طرح شیطان، ملک الموت کا حال دیکھ کر محض اپنے خیالِ غاصد سے یہ کہنا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی زمین کے ہر ٹکڑے اور ہر جگہ پر حاضر و موجود ہیں، اور آپ تمام انسانوں کے حالات اور واقعات اور ان کی ضروریات سے واقف ہیں، اور ایسا عقیدہ رکھنا اور ایسا کہنا استہکانِ کریم اور حالات اور ان واقعات کو جھٹلانا ہے جن سے یہ ثابت ہے کہ نہ آپ ہر جگہ موجود ہیں اور نہ آپ کو تمام انسانوں کے حالات و واقعات و ضروریات کا علم ہے، بلکہ جس چیز کا ثبوت قرآن وحدیث میں نہ ہو، محض اپنے گمان و ظن سے اسے ثابت کرنا شرک ہے، کیونکہ اس علم یا صفت کا خالق دوسرے کو ظہر ایا، حالانکہ خالق صرف ایک اللہ ہے۔

(۳) شیطان و ملک الموت کو یہ وسعتِ نفس سے ثابت ہوئی۔ ارح:

یعنی شیطان و ملک الموت کو جو قدرت اور علم حاصل ہے اس کا ثبوت تو حالات اور واقعات سے ثابت ہے (جیسا کہ اوپر گزرا اور آگے آ رہا ہے)۔

(۴) فخرِ عالم کی وسعتِ علم کی کوئی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوصِ کور کر کے ایک شرک پیدا کرتا ہے

اب وہی پیچھے والی بات دوبارہ آگئی کہ حضور علیہ السلام کے لئے تمام زمین کاظم ثابت کرنا اور شیطان و ملک الموت کی طرح آپ کو ہر جگہ موجود ماننا (مولوی عبد الباقی صاحب) کس اکل یا قرآن وحدیث سے ثابت کرتا ہے، جبکہ اس کے خلاف مستدرکِ حدیث سے ثابت ہے یعنی نہ آپ ہر جگہ موجود ہیں اور نہ آپ کو پوری زمین کا علم ہے۔ ارح: (آپ ایک بار جناب احمد رضا خاں صاحب کی عبارت کو پڑھیں اور سمجھیں)۔

چنانچہ احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

اسکے بعد انہیں کاظمِ حق کے علم سے زیادہ ہے اور یہ اس کا برا قول خود اسکے ذمہ الفاظ میں ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعتِ نفس سے ثابت ہوئی، فخرِ عالم کی وسعتِ علم کی کوئی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوصِ کور کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ (ختم شد)

حضرت گرامی!

معلوم ہونا چاہئے کہ اوپر دی گئی عبارت جس پر تکبر لگی ہوئی ہے وہ جناب احمد رضا خاں نے اپنا طرف سے لکھی ہے، باقی عبارت حضرت سہارنپوری کی تمام عبارت کا آخری ٹکڑا ہے۔ لیکن عبارت کو عرب لے جانے کی ضرورت نہ تھی بلکہ ہندوستان میں موجود علمائے کرام کا لکھنا توئی آسانی سے لگا سکتے تھے، لیکن وہ کتاب کو ضرور دیکھتے، پس کتاب کو دیکھتے تو اصل حقیقت کھل جاتی۔

شیطان و ملک الموت کی حقیقت قرآن وحدیث سے سمجھیں

نمبر: (۱) شیطان کا حال:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا يَنْظُرِي السَّيِّئِينَ يَوْمَئِذٍ - قَالَ  
انك من المنظرين - قَالَ فِيمَا  
اغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ  
الْمُتَقِمِينَ - ثُمَّ لَأَنْبِتْهُمْ مِنْ بَيْنِ  
أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ  
وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ -

(الاعراف: ۱۴، ۱۵)

اس (شیطان) نے کہا کہ مجھ کو بہت  
دیکھتے قیامت کے دن تک، اللہ تعالیٰ  
نے فرمایا تجھ کو بہت دیکھی گئی، انہوں نے  
کہا یہ سب اس کے کہ آپ نے گھٹو گھڑا کیا  
ہے میں قسم کھا جاؤں کہ میں اس کے لئے  
آگیا سیدھا راہ پر تنہا گا، پھر ان پر  
حملہ کروں گا ان کے آگے سے بھی اور ان  
کے پیچھے سے بھی اور ان کے دائیں  
جانب سے بھی اور ان کی بائیں جانب  
سے بھی۔

مذکورہ صاحب النازیری لکھتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا (مصلح)

(نہج)

یعنی شیطان نے کہا اے رب مجھے تیری عزت کی قسم جب ان کی رو میں ان کے جسم میں رہیں گی میں ان کو گمراہ کرتا رہوں گا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے بھی اپنی عزت و جلال کی قسم جب تک یہ مجھ سے مغفرت طلب کرتے رہیں گے میں ان کو معاف کرتا رہوں گا۔

(قرطبی۔ ماخوذ: ضیاء القرآن ج ۵ ص ۵۳۲)

(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ کوئی مرد جب کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں یک جا ہوتا ہے تو وہاں تیسری ہستی شیطان کی ہوتی ہے جو دونوں کے دلوں میں جماع کی خواہش پیدا کر دیتی ہے۔

(مشکوٰۃ مترجم باب النکاح ج ۲ ص ۹۱ محمد سعید ایڈٹ کمیٹی کراچی)

(۳) بریلوی جماعت کے علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح چارچوڑی و ساری

ہے۔

(مسلم ج ۷ ص ۸۶۳ مصنف غلام رسول سعیدی)

(۴) مولوی عبد الباقی صاحب رامپوری اسی مذکورہ بحث میں لکھتے ہیں (فقہ کی مشہور کتاب درمختار کے مسائل نماز میں) لکھا ہے کہ شیطان اولاد آدم کے ساتھ دن کو رہتا ہے اور اس کا بیٹا آدم کے ساتھ رات کو رہتا ہے، علامہ شافعی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ آدم کے ساتھ رہتا ہے مگر جس کو اللہ تعالیٰ نے بچا لیا ہے، بعد اس کے لکھا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس بات کی قدرت دی ہے جس طرح ملک الموت کو سب جگہ موجود ہونے پر قادر کر دیا ہے۔

(۱) ملک الموت کا حال:

لَا يَرْثُكُمْ وَلَكِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي وَكَّلَ  
بِكُمْ

(السجده: ۱۱)

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ  
الْعَزِيزُ الْغَفُورُ  
الْمُؤْتِیُ الْوَفَاةَ وَسَلَامًا وَهُمْ لَا يَحْصُرُونَ مَكًا  
(الانعام: ۶۱)

آپ فرما دیجئے تمہیں وفات دینا ہے  
موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے۔

یہاں تک کہ جب آجائے تم میں  
سے کسی کو موت تو قبضہ میں لے لیتے  
ہیں اسکو تارے نیچے ہوئے فرستتے  
اور وہ کوتاہی نہیں کرتے۔

بریلوی غیب کے ملحق احمد یار خاں گجراتی لکھتے ہیں:

روح البیان، خازن اور تفسیر کبیر میں زیر آیت حتی اذا جاء احدکم  
الموت۔ (الانعام: ۶۱) ہے۔

یعنی ملک الموت کے لئے زمین طشت (یعنی تھال) کی طرح کر دی گئی ہے  
جہاں سے چاہیں لے لیں۔۔۔۔۔ ملک الموت پر روح قبض کرنے میں کوئی دشواری نہیں  
ہے اگرچہ وہیں زیادہ ہوں اور کئی جگہ میں ہوں۔ (جاء الحق: ص ۱۵۴)  
علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

(اخرج) ابی ابن حاتم و ابو الشیخ ابن عباس رضی اللہ  
عنہما رضی اللہ تعالیٰ عنہما مسئل  
عن نفین اتفقوا علیہا فی طرفة عین  
واحدة فی المشرق و آخرها المغرب  
کیف قدر ملک الموت علیہا قتال  
ما قدر و ملک الموت علیہا قتال  
المشرق و المغرب و الظلمات  
و المہر و البحر الا کثر جل بین یدیه  
مائدة یسأل من أیہا شاء۔

ابن حاتم و ابو الشیخ ابن عباس رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ  
حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہوئی  
کے متعلق پوچھا گیا جن کی موت ایک  
لحظہ میں واقع ہوئی تھی لیکن ایکسے  
مشرق میں تھا اور ایک مغرب میں، تو  
ملک الموت ان پر کیسے قادر ہوا، تو  
آپ نے فرمایا کہ ملک الموت کی قدر  
ت مشرق و مغرب و اولوں اور  
چار کیوں اور ہوا کی اور سمندر کی  
پر ایسی ہے جیسے کسی شخص کے سامنے  
درخت خوان ہوا اور وہ اس میں سے جو  
چاہے اٹھائے۔

(ماخوذ: انجمناک فی اعتبار الملائک  
لامام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ علیہ  
صفحہ ۲۲ مطبع مصر)

تجربہ:

قارئین! آپ نے قرآن وحدیث سے یہ بات ذہن نشین کر لی کہ جہاں اور جس جگہ بھی  
انسان ہوگا، وہاں ملک الموت اور شیطان بھی موجود ہوگا، پھر یہ بات کسی ایک زمانہ کے  
ساتھ خاص نہیں بلکہ آدم علیہ السلام کے ساتھ یہ سلسلہ شروع ہوا اور قیامت تک جاری  
رہے گا۔

نیز کیا آپ نے اپنی عمر کے کسی حصہ یا کسی وقت میں یہ بات کہیں سنی یا نہیں  
پڑھی کہ طلال آدمی یا کوئی نبی یا ولی آدم علیہ السلام سے لیکر تا قیامت تک یا اپنے وقت  
سے لیکر تا قیامت تک زندہ ہے اور زندہ رہے گا؟ یا حضور علیہ السلام کے بارے میں کہ





## حضرات گرامی!

قرآن کریم اور علامہ غلام رسول سعیدی کی تحریر و تحقیق سے یہ ثابت ہو گیا کہ نبوت ﷺ کے ۲۲ سال بعد تک آپ کو ایسی کوئی قدرت و طاقت نہ تھی جس سے آپ غیب یعنی گزرے ہوئے واقعات کو جان سکیں، کیا آپ یہ ثبوت پیش کر سکتے ہیں، کہ حضور علیہ السلام کی ولادت شریفہ سے چھ یا سات صدیاں پہلے جب یہ واقعات پیش آئے تو اس وقت شیطان ان لوگوں کے ساتھ نہیں تھا ۱۲ اور اگر تھا تو شیطان کو تو چھ سات صدیاں پہلے ان واقعات کا علم ہو گیا اور وہ بھی بغیر وحی کے جبکہ حضور علیہ السلام کو ان واقعات کا علم وحی سے ہوا اور وہ بھی چھ سات صدیاں گزرنے کے بعد۔

(۲) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَقُولُ لِمَنْ يُعَذِّبُكَ عَذَابِي إِنَّهُ يَعْذِّبُكَ فَإِنَّكَ مِنْ أَهْلِ الْعَذَابِ (الکہف: ۳۳-۳۴) اور ہرگز کسی بات کو نہ کہنا کہ میں گلہ کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے عذاب کیا۔

بریلوی جماعت کے ملحق احمد یار قاسم کھرا تلی لکھتے ہیں:

(خان نزوی) کہہ والوں نے حضور ﷺ سے اصحاب کہف کا حال دریافت کیا تو حضور نے فرمایا پھر بتائیں گے (پھر نہیں کل بتاؤں گا۔ خدا کے معنی کل کے ہیں۔) اور انہیں اللہ فرمایا کہ ہر روز تک وحی نہ آئی، اس وقت تک اللہ تعالیٰ نے حضور سے اصحاب کہف کے واقعہ کی تفصیل بیان نہ فرمائی تھی۔

(ترجمہ قرآن کنز الایمان تفسیری حاشیہ نور العرفان ص ۷۲)

اور علامہ غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں کہ:

رسول اللہ ﷺ پندرہ دن تک انتظار فرماتے رہے اور وحی نہیں آئی اور نہ آپ کے پاس حضرت جبرائیل آئے اور اہل مکہ نے آپ کے متعلق ہر باتیں کہنا شروع کر دیں اور رسول اللہ ﷺ ان کی باتیں سن کر غمگین ہوتے۔

(تبیان القرآن ۳۴/۷)

حکمت دوم میں جبرہ السوس کے شیراقوس کے رہنے والے چھ سات یا اسیان نو جوان تھے

کہا انصاری تھے ۲۳۸ تا ۲۶۱ء میں اپنے زمانہ کے کافر بادشاہ "دقیانوس" نام کے خوف سے ایک غار میں جا چھپے تھے، کہا گیا ہے کہ ان کا کتا بھی ساتھ تھا، وہ سب قدرت الہی کے ان غار میں زمانہ وراز تک سوتے رہے اور سوسہ ہونے لگا، سو جو ذات اس پر قادر ہے کہ اصحاب کبف کو تین سو سال سا کر پھر ان کو اسی طرح اٹھا دے، وہ اس پر بھی قادر ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کر دے۔۔۔ الخ۔ (تبیان القرآن ص ۵۴ ج ۷)

تعبیر:

چچ ساتھ ایمان دار نو جوان کافر بادشاہ کے خوف سے ایک غار میں جا چھپے تھے نئی صدیاں وہ سوتے رہے، اللہ تعالیٰ نے انہیں غیبت سے بیدار کیا، پھر سارا یا یعنی موت ابدی، مشرکین مکہ نے انہیں کے متعلق حضور علیہ السلام سے سوال کیا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں کل بنیادوں کا لیکن چند روز تک وحی نہ آئی قریش یا مشرکین مکہ نے آپ کے متعلق بری باتیں کہنا شروع کر دیں، آپ ان کی باتیں سن کر ٹھٹھکیں ہوتے، جیسا کہ اپنے ظاہر سیدی کے حوالہ سے ظاہر ہے تو غیبت ہوا کہ حضور ﷺ کو اپنی نبیات شریفہ میں الہی کوئی قدرت حاصل نہ تھی جس سے آپ غیب کی باتیں جان لیتے، اگر غیب جہانے کی قدرت ہوتی تو اتنی تکالیف کیوں اٹھانی پڑتیں؟ لیکن جب وہ یعنی اصحاب کبف کا منبر بادشاہ کے خوف سے ایک غار میں جا چھپے تو کیا اس وقت شیطان موجود نہیں تھا؟ کیا بادشاہ کے دل میں انہوں نے دوسرے نہیں ڈالا جس کی وجہ سے وہ بادشاہ ان نو جوانوں کا دشمن بن گیا؟ پھر جب مشرکین مکہ نے حضور ﷺ سے اصحاب کبف کے بارے میں سوال کیا تو کیا

اس وقت شیطان مشرکین مکہ کے دلوں میں یہ دوسرے نہیں ڈال رہا تھا کہ تم ایسا کرو؟ بالکل بات بات پر کفر کے لٹوے لگاتے ہیں اور بات بات پر کہتے ہیں کہ شیطان کو سب قدرت ہے تو حضور ﷺ کو کیوں نہیں اور شیطان کو کلاں بات کا علم ہے تو حضور ﷺ کو کیوں نہ ہو وہ ان واقعات اور حالات سے عبرت لے کر یں اور اپنے ایمان کی خیر مٹائیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:



اگر عقیدہ قبول ہوتا تو ثابت ہوتا ہے: "قرآن کریم سے ثابت ہو گیا کہ آپ ہر جگہ حاضر و  
اگر بھی موجود نہیں، لیکن شیطان بغیر بلا کے خود اس خطبہ میں شامل ہے۔  
(۴) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ومن حولک من الاعراب منافقون  
ومن اهل المدينة مردوا علی النفاق  
لا تعلمہم الا نحن نعلمہم  
(البقرة: ۱۷۷)

اور تمہارے آس پاس ایسے دھوکے  
دینے والے ہیں جو کچھ منافق ہیں اور کچھ  
مدینہ کے رہنے والے ہیں جو کچھ منافق  
نفاق میں دھوکے نہیں دیتے جیسے ہم  
جانتے ہیں انہیں۔

بریلی جماعت کے ہم خیال چر کر م شاہ صاحب الازہری اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔  
"یہ آیت ماہر منافق ہیں کہ اپنی بد باطنی (یعنی اندر کی کراہی) اور دلی خواہش کو کسی طرح  
ظاہر نہیں کر لے دیتے، کوئی بڑے سے بڑا اذیر کہ (و غلغله) بھی اس پر مطلع نہیں ہو پاؤ،  
اور آپ بھی اپنے نفس کی صفائی اور فراست کی تیزی کے باوجود اللہ تعالیٰ کے بتائے  
غیر انہیں نہیں پہچان سکتے، ہاں اللہ تعالیٰ سے ان کی فریب کاریاں پوشیدہ نہیں۔

(تبیان القرآن ج ۲ ص ۲۵۰، ۲۵۱)

تجوید:

نمبر (۱) "لا تعلمہم" (آپ انہیں نہیں جانتے) القرآن نمبر (۲) اور نو اور  
آپ بھی اپنے نفس کی صفائی اور فراست کی تیزی کے باوجود اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر انہیں  
نہیں پہچان سکتے۔ (چر کر م شاہ)

بریلی جماعت کے علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی اس موقع پر لکھتے ہیں:  
مفسرین سے منافقین کا حال جاننے کی نفی یا حیار ماسبق ہے (یعنی اس وقت تک  
آپ منافقین کے حال کو نہیں جانتے تھے جب تک کہ آپ کو بتا نہیں دیا گیا۔) اور اس کا  
اگر بھی عطا ہوا، (غزوات القرآن ج ۲ ص ۲۵۲)

قارئین!

حضور علیہ السلام بھی مدینہ میں، اور منافقین بھی مدینہ میں، لیکن ان کے نفاق بھی ان کی اندرونی خیانت کا علم آپ کو نہیں (جیسا کہ آپ نے اوپر چرچا کیا) اور کیا شیطان بھی ان کے حالات سے واقف نہیں، مگر کہہ کر نہیں تو ان کے اندر نفاق کی خیانت کا دوسرا نمونہ ہے۔  
 (خوالہ اوپر گزر چکا ہے)

بریلوی جماعت کے علامہ احمد سعید کاشمی لکھتے ہیں:

بخاری ج ۲ ص ۱۰۶۲ میں صاف مذکور ہے کہ شیطان تسام بنی آدم کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے، وہ اپنی یہ غلیظ عملی قوت بنی آدم کو گمراہ کرنے کے لئے استعمال کرتا ہے۔ (ماخوذ: تھیان القرآن تفسیر ص ۱۵۵)

بریلوی جماعت کے غزالی زماں علامہ سعید احمد صاحب کاشمی لکھتے ہیں:

قرآن وحدیث میں کوئی ایسی نفس (و حیوت اور دلیل) وارد نہیں ہوئی جس سے رسول اللہ ﷺ کے حق میں محیط زمین کے علم کی نفی ہوتی ہو۔۔۔ الخ۔

(الحق المبین: ص ۷۳)

مجھے، محیط زمین کے علم کی نفی ہوتی ہو، مطلب اس کا یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو پوری زمین کے ذریعہ اور پوری مخلوقات کے اندر اور باہر کے تمام حالات کا علم ہے کیونکہ کاشمی صاحب نے فرمادیا ہے کہ قرآن وحدیث سے یہ ثابت نہیں کہ آپ کو پوری زمین کا علم نہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید میں ہے: *ومن اهل المدينة صدقوا على النفاق لا تعلمهم*۔ (توبہ: ۱۰۱) چکہ مدینہ کے رہنے والے آپ کے جو گئے ہیں نفاق میں تم نہیں جانتے انہیں۔ کیوں نہی یہ آیت قرآن کریم کی نہیں اور مدینہ شہر جمہور خود حضور ﷺ بھی رہتے تھے زمین کا کونسا نہیں؟ آگے چلیں۔۔۔

نمبر (۵) بریلوی جماعت کے شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

مسلم، امام بخاری اور دیگر ائمہ حدیث کے روایت کیا ہے، کہ کفار قریش نے آپ سے مسجد اقصیٰ کی نشانیاں پوچھنی شروع کیں، آپ نے ان نشانوں کو (مفرعون کے موقدہ) اقبال (محمول) نہیں رکھا تھا، سو آپ ان کے سوالات سے بہت پریشان ہوئے، تب اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دیا، وہ آپ سے بیت المقدس کی نشانیاں پوچھتے رہے اور آپ دیکھ دیکھ کر بیان فرماتے رہے۔۔۔۔۔

(اردو شرح مسلم جلد ۱ ص ۷۸)

بریلوی جماعت کے صاحبزادہ افتخار الحسن صاحب لکھتے ہیں:

مشرکین نے پوچھا اے محمد (ﷺ) اگر تم وہاں گئے ہو تو بتاؤ اس (مسجد اقصیٰ) کی دیواریں کسٹنی ہیں اور کیسی ہیں۔۔۔۔۔ اس کے مینار کتنے اور کیسے ہیں۔۔۔۔۔ اس کے دروازے کتنے اور کیسے ہیں۔۔۔۔۔ سید الانبیاء ﷺ نے فرمایا: فخر بنت عكرينة ما عكرنت بطنه قط، کہ میں اتنا غمگین ہوا کہ اس سے پہلے ایسا کبھی نہ ہوا تھا اور یہ پریشانی ہوئی ایک لازمی امر تھا، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ لا مسجد اقصیٰ میں گئے تو ضرور تھے لیکن وہاں اتنی دیواریں نہیں تھیں جتنے کہ اس کی دیواریں اور اس کے مینار اور اس کے دروازے تھے کا وقت تھا۔۔۔۔۔ الخ۔

(المعراج ص ۲۳۱، ۲۳۲ مصنف سید افتخار الحسن ناشر مکتبہ نور یہ در ضویہ گلبرگ اے لعل آباد، پاکستان)

تیسرے سید احمد سعید کاظمی صاحب کے دعوئی سے (جو اوپر گزرا) یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک قرآن و حدیث وہ ہے جو کچھ وہ کہہ دیں اور لکھ دیں، آپ دیکھیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ میں اتنا غمگین ہوا کہ پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا، حالانکہ آپ مسجد اقصیٰ میں گئے بھی تھے اور انبیاء کرام کو اس مسجد میں نماز بھی پڑھائی، ہاں جو دیکھنے کے





معلوم نہ ہو لیکن جو چیز معلوم ہوتی ہے کہ فلاں جگہ پر ہے اسے کوئی بھی تلاش نہیں کرتا۔  
 خفی احمد یاد خاں گجراتی کا لکھی تو یہ ہے کہ اگر کوئی کہے کہ فلاں کا علم حضور  
 ﷺ سے زیادہ ہے وہ کافر ہے (جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے) جبرائیل تو بارہ سے بتا رہے ہیں  
 کہ اندر کتا ہے لیکن حضور علیہ السلام اپنے گھر میں اسے تلاش لہ مار رہے ہیں اور وہ مل نہیں  
 رہا۔

خلاصہ مضمون بالا:

نمبر: (۱) ومن اهل المدينة سرور و اخلی النفاق لا تعلمهم۔ (التوبہ  
 ۱۰۱)

اور مدینہ کے رہنے والے پہلے جو گئے ہیں نفاق میں انہیں جانتے نہ  
 ہیں (مکمل دیکھئے نمبر ۴)

نمبر: (۲) مشرکین نے پوچھا۔ مسجد اقصیٰ کے دروازے سے دھنکارا دے دو اگر میں کتنی  
 بار۔

میں ٹھکنے ہوا کہ ایسا بھی ہوا تھا۔ (اد پر دیکھئے نمبر ۵)  
 نمبر: (۳) اندر تشریف لائے سب طرف تلاش کیا کچھ نہ تھا۔ (اد پر دیکھئے نمبر  
 ۶)

تو یہ فرمائیں! مدینہ کے منافقین کے نفاق کا علم نہیں ثابت ہوا کہ آپ ہر جگہ  
 ۷۲۰ انہیں نہ یہ قدرت دیکھتے ہیں اور بیت المقدس کے بارے میں علم نہیں تو معلوم ہوا  
 کہ نہ آپ ہر جگہ موجود نہیں اور نہ یہ قدرت دیکھتے ہیں کہ موجود ہو جائیں مگر کے اندر کتا  
 ہے اور تلاش کیا جا رہا ہے ثابت ہوا کہ نہ یارے گھر کے اندر کا علم ہے اور نہ آپ پورے  
 گھر میں ہر جگہ موجود ہیں تو پھر معلوم نہیں کہ وفات کے بعد آپ ﷺ کو زمین کے ذرہ ذرہ  
 اور تمام انسانوں کے اندر دینی اور بیرونی حالات کا علم کیسے اور کس طریقہ سے حاصل  
 ہوا حالانکہ دنی کا سلسلہ بند ہو چکا اور آپ اپنی حیات شریفہ میں عرب کی سرزمین ہو یا



رسول عبدالمسیح صاحب صاف صاف فرما رہے ہیں کہ انھیں کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر منافات میں پایا جاتا ہے۔

ایسے لوگوں کے بارے میں فقہائے کرام کا فتویٰ:

(۱) تخرج شهود وقال رسول خداي  
 يا افراسكين انكم امة كرهتم بكفر لانهم  
 يعطون الرسل والملوك يعلمون  
 الغيب۔  
 وعن عبد اقال علماء نامن قال ارواح  
 المشايخ حاضرة بكفر۔ (ماخوذ: حاشیہ  
 فتاویٰ عالمگیری ج ۶ ص ۳۶۴ مکتبہ ماحدیہ  
 میرٹھ دہلی روڈ کوٹک)

(۲) وفي الغاية والخلاصة  
 لوسروح الشهادة وروسله لا يعطون  
 الملك ويكسر الاحتداد ان النسي  
 يعلم الغيب۔  
 (ماخوذ: بحر الرائق شرح كنز الدقائق ج ۳  
 ص ۹۹ صفحہ التبع ابو حنیفہ عافی زین  
 احمد بن بن النعمان الدين البصري عثماني  
 ۱۰۱۵ھ)

حضرات!

آپ نے پڑھ لیا کہ حضرات فقہاء احناف کے نزدیک یہ مسئلہ اتنا واضح اور بے غبار ہے  
 کہ انھیں کسی خوف اور (عطائی وغیر عطائی پیکر کے) ایسے شخص کی تکفیر کرتے ہیں جو  
 حضرت ﷺ (کو ہر جگہ حاضر و ناظر اور آپ) کے لئے صرف ایک نکاح کی جگہ میں تم  
 نہیں بہت کرتا ہے۔



مولا ناظم علیہ رحمۃ اللہ خان نے یو اے سی کے نام سے تحریر فرمایا تھا جو اس وقت شائع ہوا تھا فقیر کے پاس موجود ہے۔

(دعا بندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۱)

یہاں پر بھی جدی پستی جھوٹ کا اظہار کیا گیا ہے غلام دستگیر قصوری کو اس مناظرے میں مہر تاک شکست ہوئی تھی تفصیل کیلئے تو آپ حضرت مولانا غلیس احمد ہار پوری رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح "ذکرۃ الغلیل" ملاحظہ فرمائیں جس میں مختصراً اس مناظرے کی روئیداد مذکور ہے۔ سر دست اتنا عرض کریں گے کہ جس آدمی کو یہ شخص مناظرہ اسلام کہہ رہا ہے اس کی جہالت کا اقرار خود رضا خانی اکابر نے بھی کیا ہے تو بیت کا سوال قیام نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ جب قصوری صاحب کا مناظرہ ایک غیر مقلد سے ہونے لگا تو دیکھتے ہی مر علی شاہ صاحب مرحوم کو بلا یا جب یہ صاحب ان کے پاس پہنچے تو پھر کیا ہوا نوری صاحب کی زبانی پڑھیں:

"الفرغ من سب وعدہ میں وہاں پہنچا تو اچانک مولوی غلام دستگیر صاحب تشریف لائے اس سے پہلے مولوی صاحب کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا۔ میں نے غلو میں بطور علمی تحقیق کے مولوی صاحب سے ایک بات دریافت کی کہ مولوی صاحب اگر مباحث میں مخالف یہ اعتراض کرے تو آپ کے پاس کیا جواب ہوگا مولوی صاحب خاموش ہو گئے اس کے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب کا سرمایہ علمی نہ ہونے کے برابر ہے۔"

(ملفوظات میریہ، ص ۲۹)

غنی جب خود تسلیم ہے کہ مباحث میں فریق مخالف کے سوالات کا کوئی مقبول جواب اس کے پاس نہیں اور علمی سرمایہ نہ ہونے کے برابر ہے تو اس آدمی نے خاک زبدۃ الحمد شینا حضرت مولانا غلیس احمد ہار پوریؒ کو شکست دینی ہوگی؟ پھر اس مناظرے میں اس آدمی کی حالت اور مناظرے کی حالت خود پھر صاحب نے یوں بیان کی:

"میں نے دریافت معلوم کیا کہ معاملہ ہاتھ سے جاتا معلوم ہوتا ہے اس لئے

میں نے اپنی صاحب کو مخاطب کر کے کہا۔ (ملفوظات، ص ۲۹)

یاد رہے کہ اس عبارت میں فرق مخالف ایک نابینا غیر مقلد عالم تھے اور مباحثہ میں کسی وجہ سے غشی تھکے مسئلہ پر نہ تھا بلکہ حدیث میں "قریۃ" کا لفظ دکھانے پر تھا۔ مسگر خود چاروں کی بریل یوں کا یہ مناظر اسلام کسی طرح ایک نابینا عالم کے سامنے چاروں شانے چت پڑا ہوا ہے۔ اور یہ صاحب جن کو پائلٹ بنا گیا تھا ان کو فتح میں کو دنا پڑا۔ آگے ملاحظہ ہو:

"جب مجلس برخواست ہوئی اور ہم وہاں سے نکلے تو مولوی غلام دستگیر صاحب نہایت شکر یہ ادا کرنے لگے اور شانے راہ میرا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو میرے لئے تائید بھیج دیا اور سب کام مشکل تھا۔" (ملفوظات ص ۳۰)

یاد رہے کہ فقہ میں الوکیل نامی ایک کتاب کی مولانا اللہ سایا صاحب نے اپنی ایک کتاب میں تعریف کی ہے راقم نے جب اس سلسلے میں مولانا سے رابطہ کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ کتاب کی غلطی ہے بعد میں ہمارے رفیق مناظر اسلام حضرت مفتی عباد صاحب مدظلہ العالی نے کجرات میں خصوصی طور پر مولانا اللہ سایا صاحب سے اس سلسلے میں گفتگو کی تو انہوں نے فرمایا کہ دراصل فقہ میں الوکیل کے نام سے مولوی قصوری صاحب کی دو کتابیں ہیں میں نے جس کتاب کی تائید کی اس میں مسلک، نگار کے متنازع کوئی بات نہیں البتہ اگر پھر بھی اس میں کوئی بات بالعرض مسلک، نگار کے خلاف ہے تو اس سے بھی رجوع کرتا ہوں بعد میں اس کی تحریر مولانا مفتی عباد صاحب حفظہ اللہ کو منظور دیکھا تو بھی اسی۔

یاد رہے کہ قصوری صاحب کے رسائل شائع ہو چکے ہیں جس میں فقہ میں الوکیل کے نام سے دو رسائل موجود ہیں۔ دونوں حضرات اس وقت الحمد للہ جمیع حیات دنیا کوئی بھی صاحب جا کر ان سے تصدیق کر سکتا ہے۔

جہاں تک مولوی عبد الحمید راہپوری صاحب مرحوم کی بات تو ان کی بابت الامام الحمد للہ اس راقم کے پاس بھی موجود ہے اور اس کتاب میں موصوفہ دارا غفرلہ

بانی حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتوی کے بارے میں لکھتے ہیں:  
 ”بھگوان کو عرف اس کا ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم نے جو دیوبند کے  
 مدرسہ کی تعمیر فرمائی اہل اسلام کو علم دین کی راہ دکھائی۔“

(یوارق القامیہ، ص ۲۴ مطبوعہ ممبئی)

کیونکہ جناب آپ تو دارالعلوم دیوبند کو معاذ اللہ اسلام دشمن مدرسہ اور حجۃ الاسلام کو گستاخ  
 کہتے ہیں یہ تو انہیں مرحوم اور اہل اسلام کو علم دین کی راہ دکھانے والا کہہ رہے ہیں باب رد  
 آپ کا کیا ہمارا؟ ان کا یہ نظریہ تسلیم کیوں نہیں؟ الحمد للہ کاشف صاحب ہم آپ کی طرح  
 انجیل اردو کی کتابیں پڑھ کر گھر کے مناظر نہیں بنے بیٹھے ہیں جس بنیاد پر کھڑے ہیں جعفر  
 بن زید و مضبوط ہے ہمارے سامنے سوچ سمجھ کر بات کیا کریں۔

اعتراض ۳: تحذیر الناس پر اعتراض

ان کے بعد رضا قانی نے تحذیر الناس پر بھی گھسا پٹا اعتراض کیا ہے اس کا تفصیلی جواب  
 اظہر۔

تحذیر الناس کا پس منظر تحقیق اثر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

یہ اسلام بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی ساریا از تھنیف ”تحذیر  
 الناس عن افکار اثر ابن عباس“ اور اصل مولانا احسن نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ایک استفتاء  
 نازا ان عباس کی تصحیح و توضیح کے متعلق ہے کا جواب ہے۔ جس میں اس اثر کے متعلق پوچھا گیا تھا  
 کہ اس سے بظاہر ختم نبوت کا انکار لازم آ رہا ہے لہذا اس کی کوئی ایسی تاویل کر دی جائے جس سے  
 البعدیہ کا انکار بھی لازم نہ آئے اور معنی بھی درست ہو جائے۔ اس اثر کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح  
 ماحذہ میں وسات آسمان ہیں اور ان کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے ان ساتوں زمینوں  
 کیا جئے کیا ہیں جیسے تمہارے انبیاء مثلاً تمہارے آدم علیہ السلام جیسے تمہارے نوح جیسے وغیرہ اور  
 ان کی طرح تمہاری زمینیں ہیں اسی طرح ان ساتوں زمین میں بھی نبی بھیجتے کی طرح ہیں۔ یعنی  
 ان کی طرح زمین کا اول نبی ہے اسی طرح آخری نبی بھی ہے۔ اب اشکال یہ ہوا کہ جب ہر زمین





کہ اور سند کے ساتھ یہ روایت مختصر انجی وارد ہے:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَسَنِ الْقَاسِمِيِّ قُتْنَا أَنْزَلَ إِلَيْنَا ابْنُ الْحُسَيْنِ ثَنَا الْقَاسِمِيُّ قُتْنَا  
فَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِيِّ عَنْ ابْنِ عُثَيْمٍ فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ مَتَّبِعْ مَنُوبَ  
زَيْنِ الْأَرْضِ بِطَلَبِهِ قَالَ فِي تَكْلِ أَرْضِي فَعَزَّوْا بَرَاهِيمَ  
هَذَا حَدِيثٌ "صحيح" عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يَخْرُجَاهُ قَالَ فِي التَّلَخُّصِ عَلَى  
شَرْطِ الْخَارِجِيِّ وَابْنِ مَسْلُومٍ

(المستدرک علی الصحیحین، رقم الحدیث ۳۸۲۳)

امام کا فرماتے ہیں کہ یہ روایت علی شرط الشیخین ہے اور امام ۳ بھی ان کے قول کی تائید  
کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ علی شرط البخاری والمسلم ہے علامہ سیوطی رحمہ اللہ اس روایت کو نقل  
کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

أَخْرَجَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَأَبْنُ أَبِي خَالِيمٍ وَابْنُ حَكِيمٍ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ وَفِي  
كِتَابِ الْأَسْمَاءِ وَالصِّفَاتِ

(الدر المنثور، ج ۲، ص ۲۳۸، دار المعرفۃ بیروت)

امام بخاری اس روایت کے متحقق فرماتے ہیں:

صحيح

(کتاب الاسماء والصفات، ج ۱، ص ۲۶۸، ۲۶۹، رقم الحدیث ۸۳۲، ۸۳۱)

یہ روایت صحیح ہے

علامہ ذہبی سے سوال ہوا کہ کیا سات آسمانوں کی طرح سات زمیں ہیں اور کیا ان میں مخلوقات  
ہیں؟

فرمایا جی ہاں اور ان خبر کے حوالے سے فرمایا کہ اس پر یہ روایت دلالت کرتی ہے جو ابن  
عساکر سے مختصر اسطورہ منقول ہے اور پھر امام بخاری کے حوالے سے اس روایت کی تصحیح نقل کی

ایسی طرح قاضی بدر اللہ بن شلیٰ انصاری رحمہ اللہ نے ایک مسئلہ کہ کیا بھی جنات مسکین بھی رسول  
مبعوث ہوئے امام ضحاک کا ایک قول پیش کیا اور پھر اس کو مدلل کرنے کیلئے اثر ابن عباس کو  
استدلال پیش کیا اور پھر فرمایا کہ اس روایت کا ایک شاہد بھی ہے جسکو امام حاکم نے عمرو بن حمزہ عن  
ابی النعمان کے طریق سے نقل کیا ہے اور میرے استاد امام ذہبی اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں:  
هذا حديث على شرط البخاري ومسلم ورجاله ائمة

(آکام الصرحان فی احکام الجنان، ص ۶۳، ۶۴، مکتبہ القرآن مصر)

یہ حدیث علی ثریب البخاری و مسلم ہے اور اس حدیث کے راوی بڑے بڑے محدث ہیں۔

ایسی طرح یہ روایت صحیح کے ساتھ علامہ شافعی شوالی غفرلہ نے "تفسیر مقلد نے" تفسیر  
القدیر، ج ۵، ص ۴۹۵، دار ابن کثیر، "عنی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے" "عمدة القاری، ج ۱۵، ص ۱۱۱،  
دار احیاء التراث، علامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ نے "كشف الخفاء، رقم الحدیث ۳۱۶، علامہ  
منادی رحمۃ اللہ علیہ نے "فیض القدیر شرح المسباح الصغیر، ج ۱۲، ص ۷۹، دار الکتب العلمیہ  
مصر، "پر بھی نقل کی ہے۔

جبکہ رضا خانوں بریلویوں کی محبوب ترین تفسیر "روح البیان" میں علامہ حنفی نے اسے اپنے  
موقف پر بطور استدلال پیش کیا اور "آکام الصرحان" والے کے حوالے سے اس روایت کو صحیح کہا

(روح البیان، ج ۳، ص ۱۰۵، دار الفکر بیروت)

نیز ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب "اتحاف المحرقة" ج ۸، ص ۶۵، رقم الحدیث ۸۹۲۲، اور حافظ  
عبد اللہ بن ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے "تفسیر ابن کثیر، ج ۸، ص ۱۵۶، ۱۵۷، دار الطیبہ ریاض  
میں "صحیح" کے ساتھ اس روایت کو درج کیا ہے۔

یاد رہے کہ ان تمام حضرات و محدثین نے اس حدیث کو مجمع صحیح نقل کرنے کے بعد اس پر سکوت کیا  
اور کوئی جرح نہیں کی۔ اس روایت کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں حضرت ابن  
عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر میں "ومن لم یلازم مطہین" کی تفسیر تمہارے  
سامنے بیان کر دوں تو مجھے اندیشہ ہے کہ تم کفر کر بیٹھو اور تمہارا کفر یہی ہوگا کہ تم اس کی حقیقت

جائے کے بعد اس کا انکار کر بیٹھ گئے۔

قال ابن جریر حدثنا عمرو بن علی حدثنا وکیع حدثنا الإعمش عن ابن اہیم بن مہاجر عن مجاہد عن ابن عباس لم یقرئہ (سبع سموت ومن الارض مثلین) قال لو حدثکم بضمیر ہا لکفرتم و تکفر کم تکذیبکم بہا

حدثنا ابن حبید حدثنا یعقوب بن عبد اللہ بن سعد القصبی الا شعری عن جعفر بن ابی العقیل الخزاعی عن سعید بن جبیر قال قال رجل لابن عباس (اللہ الہی خلق سبع سموت ومن الارض مثلین) فقال ابن عباس ما یزمنک ان اخبر تک بہا لکفر (تفسیر ابن کثیر ج ۸ ص ۱۵۶ دار الطباعة بصرى) تفسیر المراغی ج ۲ ص ۱۵۱ مطبوعی الباس مصر

### خلاصہ بحث

ہمارے کرام المذاکرہ فرمائیں کہ یہ اتنے بڑے بڑے آئمہ اس حدیث کی تصحیح کر رہے ہیں کوئی اس کو علی شرط البخاری و المسلم کہہ رہا ہے تو کوئی کہہ رہا ہے کہ اس کے راوی بڑے بڑے آئمہ ہیں تو کوئی اس کا اپنے استدلال میں پیش کر رہا ہے تو کوئی اس کی تصحیح نقل کرنے کے بعد اس پر سکوت کر کے اس روایت کے صحیح ہونے کی تائید کر رہا ہے تو اب اسکی صحیح ترین روایت کو ماننے سے کیا صرف اس وجہ سے انکار کر دیا جائے کہ اس کا ظاہر مفہوم ختم نبوت کے خلاف ہے یا اس روایت کا مطلب ایسا بھی نہیں آیا شیخ ناوتوی رحمہ اللہ علیہ نے اس کو صحیح کہا؟ اللہ پاک جزائے خیر دے گا ہم اہل علم و ائمہ اربعہ رحمہ اللہ فی الارض حضرت امام ناوتوی رحمہ اللہ علیہ کو اس حدیث کا ایسا دشمنی مطلب بیان کیا کہ حدیث کی محنت بھی برقرار رہی اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ختم نبوت پر بھی کوئی حرف نہ آیا۔ تفصیل کیلئے ”تحدیر دانش“ کا مطالعہ کریں۔

### بریلوی شیخ الحدیث اور اثر ابن عباس

مولوی غلام رسول سعیدی بریلوی مفتی اعظم پاکستان پروفیسر غیب الرحمن صاحب کے مدرسے کا شیخ الحدیث ہے اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ موصوف بریلوی مسلک میں کس پاسے کے عالم ہیں۔ ان کی تفسیر ”جہان القرآن“ کے متعلق مفتی غیب الرحمن صاحب لکھتے ہیں:

”میں اہلسنت و جماعت کو یہ خوشخبری سنانا بھی اپنی سعادت سمجھتا ہوں کہ مصنفات علامہ سعیدی و شرح صحیح مسلم اور تبيان القرآن کو ہمارے عہد کے دو ممتاز اکابر اہلسنت علامہ عبدالحق شرنبلالی قادری اور علامہ محمد اشرف سیالوی رحمہ اللہ ظہار العالی نے مسلک اہلسنت و جماعت کیلئے حقیقی غیہ قرار دیا ہے یہ امر ملحوظ رہے کہ یہ دونوں اکابر ہمارے مسلک کے لئے محنت و اعتماد کی حقیقت رکھتے ہیں۔“

(تفہیم المسائل، ج ۳ ص ۱۷، انبیاء القرآن، پہلی کثیر النسخہ لاہور)

معلوم ہوا کہ تبيان القرآن رضا خانوں کے ہاں مسلم و متفق علیہ و ستاوج ہے۔ اور علامہ سعیدی کے متعلق یہی موصوف نام نہاد مفتی اعظم لکھتے ہیں:

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی رحمہ اللہ کی تفسیر تبيان القرآن اور شرح صحیح مسلم سے بھی استفادہ کرتے رہتے ہیں اور براہ راست بھی ان سے رجوع فرمائی حاصل کرتے ہیں ان کا وجود اہلسنت و جماعت کیلئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔“

(تفہیم المسائل، ج ۳ ص ۱۹، انبیاء القرآن، پہلی کثیر النسخہ)

توریلوں کیلئے یہ نعمت غیر مترقبہ اپنی تفسیر تبيان القرآن میں لکھتا ہے:

امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۴۷ھ روایت کرتے ہیں:

ابو نعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے من الاوضاع مشاہیر (المطابق: ۱۳) کی تفسیر میں روایت کیا ہے: یہ سات ذمینی ہیں ہر ذمین میں تمہاری طرح نبی کی مثل ایک نبی ہے اور آدم کی مثل آدم ہیں اور نوح کی مثل نوح ہیں اور ابراہیم کی مثل ابراہیم ہیں اور عیسیٰ کی مثل عیسیٰ۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم، رقم الحدیث ۱۵۹۱۹، مکتبہ نزار، مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

امام متاقل بن سلیمان متوفی ۱۵۰ھ نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے (تفسیر متاقل بن حیان، ج ۳ ص ۷۵)۔

نیز امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابو نعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ اللہی خلق سبع سموات و من الارض

التحقیق (الطلاق: ۱۲) کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا سات دہائیں ہیں ہر زمین میں تمہارے نبی کی مثل ایک نبی ہے اور حضرت آدمؑ کی مثل آدم ہیں اور حضرت نوحؑ کی مثل نوح ہیں اور حضرت ابراہیمؑ کی مثل ابراہیم ہیں اور حضرت عیسیٰؑ کی مثل عیسیٰ ہیں۔ امام یاقوت نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا عائد ذہبی نے بھی کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

(المعجم رک: ج ۲، ص ۲۹۳ طبع قدیم، المستدرک، رقم الحدیث ۴۸۲۲، المکتبۃ البصریہ ۱۳۲۰ھ)

امام ابو بکر احمد بن حنبلؒ نے اس حدیث کو دو سندوں سے روایت کیا ہے ایک سند ہے از عطاء بن السائب از ابی الطغنی از ابن عباسؓ ہے اور دوسری سند از عمرو بن مرہ از ابی الطغنی از ابن عباسؓ ہے یعنی ہر دو سندیں صحیح ہیں اس حدیث کی سند حضرت ابن عباسؓ سے صحیح ہے اور دوا کی مراد کے ساتھ شاذ ہے اور میں نہیں جانتا کہ ابو الطغنی کا کوئی متابع ہے۔

(کتاب التہجد والصفات، ص ۸۹، ۳۹۰، دارالاحیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۷۵۹ھ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں اس حدیث کی سند میں ہیں ایک حضرت ابن عباسؓ تک متصل ہے اور دوسری سند ابو الطغنی پر موقوف ہے (بخاری تفسیر، ج ۸، ص ۳۰۰، مکتبہ اسلامی بیروت ۱۳۰۰ھ)

## اہل ابن عباسؓ کے متعلق محدثین اور مشاہیر علماء کی آراء

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں علامہ ابن التمیم نے کہا ہے کہ بعض لوگوں کا قول ہے کہ زمین واحد ہے ابن التمیم نے کہا یہ قول قرآن و سنت سے مراد ہے یہ صحیح ہے کہ ان کی مراد یہ ہو کہ سات دہائیں متصل ہیں اور نہ یہ قول قرآن اور حدیث کے صریح مخالف ہے سات دہائیوں پر دلیل یہ ہے کہ امام ابن حجر نے از ابو الطغنی از ابن عباسؓ

اہل اہل الارض متضمن (الطلاق: ۱۲) کی تفسیر میں روایت کیا ہے:

ابو حنیفہؒ میں حضرت ابراہیمؑ کی مثل ہے جس طرح زمین کے اوپر مخلوق ہے اور اس کی مدد صحیح ہے

اور امام حاکم اور امام بیہقی نے اس کی طویل متن سے روایت کیا ہے کہ مسات زمینیں ہیں اور ہر زمین میں تمہارے آدم کی طرح آدم ہیں اور تمہارے نوح کی طرح نوح ہیں اور تمہارے ابراہیم کی طرح ابراہیم ہیں اور تمہارے عیسیٰ کی طرح عیسیٰ ہیں اور تمہارے نبی کی طرح نبی ہیں۔ امام بیہقی نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے مگر یہ مراد کے ساتھ شاذ ہے اور امام ابن ابی حاتم نے از مجاہد از ابن عباس روایت کیا ہے کہ اگر میں تم سے اس کی تفسیر بیان کروں تو تم کفر کر دے گے اور تمہارا کفر اس روایت کی تکذیب ہے۔ اہل بیت یہ کہتے ہیں کہ ہر چند کہ زمین اوپر تلے ہیں مگر ان کے درمیان مسافت نہیں ہے اور ساتویں زمین سپاٹ ہے اس کا کوئی بطن نہیں ہے اور اس کے وسط میں مرکز ہے اور وہ ایک فرض نقطہ ہے لیکن ان کے اقوال پر کوئی دلیل نہیں ہے اور سنن ابوداؤد اور سنن ترمذی میں حضرت عباس بن عبدالمطلب سے مروی روایت ہے کہ ہر دو آسمانوں کے درمیان اکہتر یا بھتر سال کی مسافت ہے لیکن ان حدیثوں میں اس طرح تطبیق ہو سکتی ہے کہ مسافت کا یہ فرق رفتار کی تیزی اور کمی پر مبنی ہے۔

(فتح الباری، ج ۶، ص ۳۳۳، ۳۳۵، دار الفکر بیروت ۱۴۲۰ھ)

علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابو الیمان اندلسی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس اثر کو موضوع قرار دیا ہے لیکن میں کہتا ہوں اس اثر کے صحیح ہونے میں کوئی عقلی اور شرعی مانع نہیں ہے۔ (روح المعانی، ج ۲۸، ص ۲۱۱، دار الفکر بیروت ۱۴۱۷ھ)

(بحوالہ بیان القرآن، ج ۱۲، ص ۹۲ تا ۹۴، فرید بک سنابل لاہور، المطبع الخاس جتوری ۲۰۰۱ء)

### اثر ابن عباس پر اعتراضات کا تحقیقی جائزہ

{اعتراض نمبر ۱} اس حدیث کی صحیح امام حاکم نے کی ہے اور حاکم حدیث کی صحیح میں شامل ہیں اس لئے اس کی صحیح کا اعتبار نہیں۔

{جواب} درست کہا مگر روایت کی صحیح میں صرف امام حاکم مقرر نہیں بلکہ امام بیہقی و امام ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی ہے اور آپ نے یہ بھی پڑھا ہوگا کہ جب حاکم کی صحیح پر ذہبی موافقت کرے تو روایت قابل قبول ہوگی۔

{اعتراض نمبر ۴} ذہبی نے اس کو صحیح نہیں کہا بلکہ حسن کہا ہے اور دونوں میں یوں بعید ہے۔  
 {جواب} ہم نے ماقبل میں صراحت کے ساتھ امام ذہبیؒ سے ”صحیح علی شرط البخاری والاسلم“ کے  
 الفاظ نقل کئے ہیں البتہ ”آکام المرجان“ والے نے ذہبی کے حوالے سے ”حسن“ کا لفظ نقل کیا  
 ہے لیکن یہ ہمارے خلاف نہیں کیونکہ بہت سے معتقدین حسن اور صحیح میں فرق نہیں کرتے بلکہ حسن  
 کو صحیح ہی میں شمار کرتے ہیں بلکہ امام حاکم کا تو عام مصنف ہی یہی ہے کہ وہ صحیح پر حسن کا اطلاق  
 کرتے ہیں تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو:

(تدریب الراوی شرح تقریب النووی، ص ۱۳۸: قدیمی کتب خانہ۔ کراچی)  
 میں جب دونوں میں کوئی فرق نہیں تو اس اعتبار سے لامناہا بین تصحیح الحاکم والبیہقی  
 ونحسین الذهبی فافہم۔

{اعتراض نمبر ۵} آپ کی ذکر کردہ پہلی روایت میں عطاء ابن السائبؒ ہیں اور ان سے روایت  
 کرنے والے ”شریک“ ہیں اور عطاء بن سائب آخر عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے اور امام  
 نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ شعبہ وسفیان کے علاوہ جنہوں نے بھی عطاء بن سائب سے  
 روایت کیا ہے وہ حالت اختلاط میں روایت کیا ہے۔

{جواب} امام نووی نے ابن معین کے حوالے سے جو لکھا یہ سبب ان کے تنبیح کے ہے۔ جو کہ  
 درست نہیں اس لئے کہ شعبہ وسفیان کے علاوہ دیگر حضرات نے بھی حالت اختلاط سے پہلے عطاء  
 بن السائب سے روایت کیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں عطاء بن سائب سے  
 اختلاط سے قبل روایت کرنے والے شعبہ وسفیان کے علاوہ زبیر، زکوة، حماد بن زید، ایوب  
 اندلسی کے علاوہ بھی کئی ہیں۔

(تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۸۵: زاد الرائع۔ بیروت)  
 اندلسی مزی نے تو صاف صریح لکھا ہے کہ عطاء بن السائب سے قدیم قبل الاختلاط نقل کرنے  
 والوں میں سے ”شریک“ بھی ہیں۔  
 (تہذیب الکمال، ج ۲، ص ۸۶)

اندلسی کا نام بھی ان حضرات میں ملتا ہے جنہوں نے حالت صحت میں عطاء بن سائب سے

روایت کی ہے۔

(المخرج والتعلیل، ج ۱۳، ص ۷۱، ۷۲)

پھر اس اشکال کے ہوتے ہوئے بھی ذہنی و بھتی نے اس کو صحیح کہا جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اعتراض درست نہیں۔

{اعتراض نمبر ۴} اس کی سند میں داؤد کی کذاب ہے۔

{جواب} ہم نے پہلے سند پیش کر دی ہے اس میں داؤد کی کا نام دکھانے پر منہ مانگا انعام۔

{اعتراض نمبر ۵} یہ حدیث شاذ ہے اور حدیث صحیح کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ شذوذ سے پاک ہو بلکہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

جواب: یہ بھی اہل ہدایت کا نزاع معاملہ ہے وہ اس طرح کہ شاذ علی الاطلاق صحت کے منافی نہیں بلکہ اس میں تفصیل ہے کہ ایک شاذ وہ ہے جو "مقبول" ہے اور ایک شاذ وہ ہے جو "مردود" ہے۔ شاذ مردود تو وہ ہے جس میں ائمہ راوی اپنے سے اوّل راوی کی مخالفت کرے سو یہ شاذ صحت کے منافی ہے۔

اور شاذ مقبول ہے کہ جس میں صرف ایک ائمہ راوی روایت نقل کرے اس فرد کی وجہ سے شاذ ہو تو یہ شاذ مردود نہیں بلکہ مقبول ہے اور ایسی شاذ روایت صحیح میں شمار ہوتی ہے۔ چنانچہ امام نووی حدیث صحیح کی تعریف میں ایک شرط یہ لگائی کہ وہ شاذ نہ ہو تو سید علی اس شاذ کی تفصیل میں فرماتے ہیں کہ شاذ تین قسم پر ہے (۱) ائمہ کی اوّل راوی کی مخالفت (۲) مطلقہ ائمہ کا تفرد (۳) مطلقہ راوی کا تفرد۔ نووی جس شاذ کو صحت کے منافی سمجھ رہے ہیں وہ شاذ کی پہلی قسم یعنی ائمہ کا اپنے سے اوّل راوی کی مخالفت کرنا۔

اسی طرح امام نووی جہاں شاذ کی تعریف بیان کرتے ہیں وہاں فرماتے ہیں کہ اگر راوی اپنے سے زیادہ حافظہ و قضاہ کی مخالفت کرے تو یہ شاذ مردود میں شمار ہوگا البتہ اگر مخالفت نہ ہو مگر ضابطہ حافظہ و اور محض فرد کی وجہ سے شاذ ہو تو یہ شاذ صحت کے منافی نہیں۔

اسی طرح شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ شاذ اگر تفرد راوی کی وجہ سے ہو اور اوّل راوی کی مخالفت نہ ہو تو یہ صحت کے منافی نہیں بلکہ صحیح ہے۔



پھر یہ بھی یاد رہے کہ حدیث صحیح کا شد و ذ سے پاک ہونا محدثین کے نزدیک شرط ہے فقہاء کے  
 نزدیک نہیں یہی وجہ ہے کہ علامہ خطابی نے صحیح کی تعریف ان الفاظ میں کی کہ: جس کی سند متصل  
 ہو اور راوی عادل ہوں۔

علامہ بحث یہ کہ شد علی الاطلاق صحت کے معانی نہیں بلکہ صرف وہ شاذ مرد وہ ہے جس میں شد  
 اہل کی مخالفت کرے اور اثر ابن عباس شاذ مرد وہی ہے جس میں بلکہ شاذ مقبول میں سے ہے  
 کیا کہ اپنی لغوی خود شد ہے اور اپنے سے اہل کسی راوی کی مخالفت نہیں کر رہا مگر چونکہ اس کا متتابع  
 نہیں لہذا اس فقرہ کی وجہ سے اس کو شاذ کہہ دیا گیا۔

پھر جن فقہاء نے اس روایت کی تصحیح کی ہے کیا اہل بدعت ان سے زیادہ علم اصول کے سمجھنے والے  
 ہیں کہ وہ اس پر صحیح کا حکم لگا کر قبول کر رہے ہیں اور اہل بدعت اسے شاذ کہہ کر رو کر رہے ہیں؟

### حوالہ جات کی عبارت

قال العراقي: يؤلفا الخلاصة من الشذوذ الجليل فقال ابن دقيق العيد في الاقصر: اح ان  
 اصحاب الحديث زادوا ذلك في حد الصحيح قال فيسره عظم علي مقتضى نظر  
 الفقهاء لان كثير من العثل التي يعلل بها المحدثون لا تجري على اصول الفقهاء فقال  
 العراقي: الجواب ان من يصنف في علم الحديث اتعا به كثر الحد عند اهله لا عند  
 غيرهم من اهل العلم اخر و يكون الفقهاء والاصوليين لا يشترطون في الصحيح هذين  
 شرطين لا يفسد الحد عند من يشترطهما ولذا قال ابن الصلاح بعد الحد فلهذا هو  
 الحديث الذي يحكم به بالصحة لا خلاف بين اهل الحديث وقد يختلفون في  
 صحة بعض الاحاديث لا يختلفون في وجوب هذه الاوصاف لئلا لا يختل فيهم في  
 شرائط بعضها كما في العمري

(تدريج الراوي، ص ۶۰، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۲) اہل تصحیح بصرہ میں الشذوذ ذہن اور قد ذکر فی توحید ثلاثۃ القسوان احدہما محالۃ  
 الشذوذ وجہ منہ الثانی لفراد البیضاء مطلقا والثالث نظرہ الراوی مطلقا اور دالآخرین  
 فانظر انہ اورادہنا الاول

(تدریس الراء فی حدیث ۱۰، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۳) قال النووی ان لم یخالف الراوی فان کان عدلاً حافظاً موثقاً بابططیہ کان تفرده صحیحاً وان لم یوثق یضبطہ ولم یعد عن درجۃ الضابط کان حسناً وان بعد کان شاذاً احتکر امر دو ذوا الحاصل ان الشاذ المردود ذہو القرد المتخالف والمردود الذی لیس فی رواۃ من الثقة والضبط ما یجوز بہ تفرده

(تدریس الراء فی حدیث ۲۰، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۴) قال الشیخ المحقق بعض الناس یفسرون الشاذ بمراد الراوی من غیر اعتبار مخالفة للثقات کما سبق ویقولون صحیح شاذو صحیح غیر شاذ فالشذو ذہبہد المعنی ایضاً لا ینافی الصحیح کالغریبۃ الذی یدکر فی مقام الطعن ہو مخالف للثقات (مقدمہ مشکوٰۃ ص ۷۷ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

### اجام نافوتوی رحمہ اللہ سے اس اعتراض کا جواب

اللہ کی کرودوں و تمس نازل ہوں چھ الاسلام پر کہ جنہوں نے تحذیر الناس پر یا راہوگوں کی طرف سے کئے جانے والے تمام اعتراضات کے جوابات اپنی زندگی ہی میں دے دئے تھے اس اعتراض کا جواب میں مولانا نے تحذیر الناس میں دیا ہے وہ وہی ہے جیسے ماقبل میں نقل کیا جا چکا ہو:

”اور جس نے اس کو شاذ کہا ہے جیسے امام شافعی تو انہوں نے صحیح کہہ کر شاذ کہا ہے اور اس طرح شاذ کہنا سزاوارت حدیث میں سے نہیں سمجھا جاتا

کما قال سید الشریف فی رسالہ فی اصول الحدیث قال الشافعی الشاذ ما رواہ عنہ مخالفاً لارواہ الناس قال ابن الصلاح غیہ تفصیل لہذا مخالف مضر وہو احتفاظ منہ و اضطط فشاو مردود وان لم یخالف وہو عدل ضابط فصحیح وان رواہ غیر ضابط لکن لا یعد عن درجۃ الضابط فحسن وان بعد فستکر

اس سے صاف ظاہر ہے کہ شاذ کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ روایت اللہ کی مخالف روایات سے دوسرے یہ کہ اس کا راوی فقط ایک ہی شخص ہو سو بایں معنی اخیر مجملہ اقسام صحیح ہے نہ ضعیف چنانچہ

شیخ عبدالحق دہلوی فرماتے ہیں

قال الشيخ عبدالحق المحدث اندھلوی فی رسالہ الفصول الحدیث الثانی طبعھا  
ولانا احمد علی فی اول المشرق المطبوعہ بعض الناس بعض الناس یفسرون  
لشاذ بعض الذرائع من غیر اعتبار مخالفة للثقات کما سبق و یقولون صحیح شاذو  
صحیح ظہر شاذ فالشاذ ذیل المعنی ایضا لا ینافی الصحة کالغریبہ والذی یسکر  
لہ مقام الطعن ہو مخالف للثقات۔ انتہی

یہ بات بعینہ وہی کہتی ہے جو میں نے عرض کیا سلفظ شاذ سے کوئی صاحب دھوکہ نہ کھائے اور  
یہ بھی کہ جب اشد مذکور شاذ ہوا تو صحیح کیونکر ہو سکتا ہے وہ شذوذ جو قاری صحت سے معنی  
جائز نکالتا ہے چنانچہ سید شریف علی رسالہ مذکور میں تعریف صحیح میں یہ فرماتے ہیں:  
فرما متصل سندہ یقتل العدل الضابط عن مظہر مسلم عن شاذو ذو علقہ ونعتی  
بالمتصل ما لم یکن مقصود عابای وجہ تکان وبالعدل من لم یکن مستور العدا القولا  
مجرد وحادی والضابط من یكون حافظا متقیطا وبالشاذو ذما یریدہ الفہم مخالفا لثقة  
یریدہ الناس وبالعلیہ ما فیہ اسباب خلیعہ غامضہ قاصدہ

اس تحریر سے اعلیٰ علم پر روشن ہو گیا ہوگا کہ شذوذ بمعنی مخالفت ثقات مراد نہیں کیونکہ شذوذ بمعنی  
خالف ثقات صحت کیلئے مضر ہے جو حدیث ہائیں جنہی شاذ ہے وہ صحیح نہیں ہو سکتی۔

(تفسیر اناس میں ۲۳، کتب خاندانہ)۔ دیوبند میں ۸۲، ادارہ تحقیقات اعلیٰ سنت۔ لاہور  
اندازہ لگائیں کہ امام کی اصول حدیث پر کتنی گہری نظر تھی۔ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے جو پہلی  
طراوت پیش کی وہ:

علم اصول الحدیث لعبد الشریف الجرجانی المتوفی ۸۱۶ھ، ص: ۶۰، دارالمن  
عزیزہ ہرات پر موجود ہے۔

دہری ہمارے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ہے جس کا حال گزر چکا ہے۔

جنگہ شری ہمارے جرجانی کی علم اصول الحدیث، ص: ۲۸ پر موجود ہے۔

دارالحدیث نے بھی یہی بات لکھی کہ محدثین جس شاذ کو صحت کے سائل سمجھتے ہیں وہ صرف وہ شاذ

ہے کہ جس میں اوثق کی مخالفت کی جائے فقط۔

قال السخاوي: والمحدثون يسمونه شاذاً لأنهم فسروا الشذوذاً المشعر بلفظه هذا  
بمخالفة الراوي في روايته من هو أراجيح منه عند لعسر الجمع بين الروايتين۔

(فتح المغيب بشرح الفقه الحنبلي ج ١، ص ٢٦، مكتبة دار المنهاج، الرياض  
الطبعة الاولى ١٤٢٦ھ)

(اعتراض نمبر ٦): سند کے صحیح ہونے سے متن کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا چنانچہ یہ ممکن ہے کہ کسی  
روایت کی سند صحیح ہو مگر متن میں کوئی غلطی واقع ہو۔

{جواب}: پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ اعتراض تو ہر حدیث پر ہو سکتا ہے چنانچہ جس نے کسی حدیث  
کا انکار کرنا ہو کہ وہی کہ سند تو ٹھیک ہے مگر سند کے درست ہونے سے متن کا درست ہونا لازم  
نہیں آتا۔ پھر یہ اعتراض بھی قلت فہم کی وجہ سے ہے اس لئے کہ محدثین میں سے جب کوئی کسی  
روایت کو نقل کرے اور اس کے متعلق ”صحیح الاسناد“ کہے تو یہ اس کے متنازع صحیح ہونے کی دلیل  
ہے اور آئمہ نے ائمہ ابن عباس کو روایت کرتے ہوئے اس پر صحیح کا حکم لگایا اور کوئی غلطی واقع  
ہو انہیں کی امام بخاری نے اگرچہ شاذ کہا مگر وہ اثر کی صحت کیلئے قاطع نہیں جیسا کہ سب سے  
بزرگ کا۔ نقل کردہ اصول پر دلائل ملاحظہ ہو:

غير أن المصنف المتعمد فيهم إذا اقتضوا على قوله: بأنه صحيح الإسناد ولم يرد عليه  
علة لم يقدح فيه فالظاهر منه الحكم بأنه صحيح "في نفسه لأن عدا الجلة والقادح من  
الأضل۔

(الرفع والتكميل، ص ٨٢، ٨٣، المرصد الرابع، مكتبة ابن تيمية، مقدمتان صلاح  
، ص ٢٣، فتح المغيب، ج ١، ص ٨٨، المكتبة السلفية)

وقال العمري: وكذا الكتاب ان اقتصر على قوله حسن الاسناد ولم يعقبه بضعف فهو  
ايضاً محكوم له بالحسن۔

(شرح التبصرة والفتاوى، ص ٥٦)

(اعتراض نمبر ٧): ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں اس کو اسرار علیات میں شمار کیا ہے۔

(جواب) اللہ پاک ان پر اپنی رحمت کرے ان کا یہ قول بلا دلیل ہے۔ اصول یہ ہے کہ جب وہابی کا قول قیاس کے موافق نہ ہو تو وہ نبی کریم ﷺ کی حدیث پر محمول کیا جائے گا۔ یعنی صحابی کا قول جب مددک بالقیاس نہ ہو تو مسند حدیث پر محمول کیا جائے گا۔

پھر مرحوم اللہ فرماتے ہیں:

يَهْدِيْنَا لِلْهُدَىٰ نَحْمَدُكَ يَا خَلْدُ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَأَنْ الضَّحَايِي الَّذِي يَكُونُ كُذَابًا إِذَا  
أُخْبِرَ بِمَا لَا يَخَالُ لِلْزَّائِي فِيهِ يَكُونُ لِلْخِلَافِ حُكْمُ الزَّافِعِ  
(فتح الباری، ج ۱، ص ۳۵۳، دار الصغرى، بيروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث اہل کتاب سے نہیں لی اور جو صحابی ایسا نہ اور  
اس کی حدیث میں رائے کا احتمال بھی نہ ہو تو وہ مرفوع کے حکم میں ہے  
قریب قریب یہی بات (فتح الباری، ج ۱، ص ۱۲۸، شرح القصرۃ، ج ۱، ص ۱۷) پر بھی موجود  
ہے۔

اور حضرت ابن عباسؓ اہل کتاب سے لینے کے تحت مخالف تھے چنانچہ خود فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا الْمُسْلِمُونَ كَيْفَ تَسْأَلُونَ أَهْلَ الْكِتَابِ عَنْ شَيْءٍ دُونَ مَا كُنْتُمْ تَسْأَلُونَ اللَّهَ عَنَّا  
حِينَ كُنْتُمْ أَحْدَثَ الْخَبَرِ بَالَهُ مَحْضًا لَمْ يَنْسَبْ وَقَدْ حَدَّثَكُمْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ يَدُلُّوْا عَنْ  
كَلْبٍ وَغَيْرِهِ أَفْكَبُوا أَيْدِيَهُمْ إِلَى الْكِتَابِ فَأَمَّا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لَيْسَ شَرًّا مِنْكُمْ قَلِيلًا  
(بخاری)

اے مسلمانو! تم اہل کتاب سے کس چیز کے بارے میں کیسے پوچھ سکتے ہو جبکہ تمہارے پاس تو  
الہی کتاب موجود ہے جس کو اللہ نے تمہارے حبیب پاک ﷺ پر اتارا جو صرف اللہ تعالیٰ کی  
یا تمہیں بیان کر رہا ہے جس میں کسی قسم کا شک نہیں کیا جاسکتا اور ہاں اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ بات  
محکم نظر آئی کہ اہل کتاب نے اپنی کتابوں کو چھو لی کر دیا تھا۔۔۔ الخ

اور اللہ کو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے مروی ہے اور مددک بالقیاس بھی نہیں  
لہذا یہ مرفوع ہے اور کسی قول یا دلیل کی بنیاد پر اس صحیح ترین روایت کو رد نہیں کیا جاسکتا۔  
اللہ عز و جل الخراف نے انتہائی مختصر ہمدرد میں اس اثر پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات

دے دئے ہیں اگر کوئی اور اعتراض تو وہ بھی پیش کر دیا جائے انشاء اللہ یا زعمہ بحیثیت ہائی  
لوٹ: یہ تمام اعتراضات ”سہ ماہی سوادا عظیم دہلی، ص ۱۱ تا ۱۵، ج ۳“ سے لئے گئے ہیں

## اثر ابن عباس کی تصحیح کرنے والوں پر رضا خانی فتویٰ

ما قبل میں تفصیل سے گزر چکا کہ کتنے بڑے بڑے آئمہ نے اس روایت کی تصحیح کی پھر جنہوں نے  
اس کو روایت کیا تاہر وہ بھی اس کی تصحیح پر متفق ہیں مگر دوسری طرف رضا خانی فتویٰ ملاحظہ ہو:  
(۱) جسیم شاہ بخاری آف ایک لکھتے ہیں:

”اس اثر کو صحیح ماننے سے جہاں حضور اکرم ﷺ کی مثل اور ظہیر ہونے کا عقیدہ پیدا ہوتا ہے  
وہیں ختم نبوت کے اجماعی عقیدے پر بھی زور پڑتی ہے۔“

(مستم نبوت اور تجدیر الناس، ص ۳۱)

بریلوی ضمیمہ اہلسنت حسن علی رضوی صاحب لکھتے ہیں:

”ان (مولوی غفر علی خان والدہ احمد رضا خان بریلوی) کے ذرائع کی رائے میں اثر ابن عباس کی  
صحت قبول کرنے کے بعد مولانا محمد احسن منکر خاتم المسکتین لکھتے تھے۔“

(محاسبہ مجددیت، ج ۲، ص ۵۱، عظیم اہلسنت کراچی)

غلام نصیر الدین سیالوی ابنی اشرف سیالوی صاحب لکھتے ہیں:

”اگر مولوی صاحب مستم زسانی کے قائل تھے تو وہ اثر ابن عباس کی تصحیح و تقویت کیوں کر رہے گی۔“

(عبادات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، ج ۱، ص ۱۹۲)

خلاصہ کلام یہ کہ معاذ اللہ ما قبل میں ذکر کردہ یہ تمام آئمہ ختم نبوت کے منکر تھے تو لازم صرف امام  
مالتوی رحمۃ اللہ علیہ پر کیوں؟

## بریلویوں سے ہمارا مطالبہ

جب یہ اثر درست ہے تو اب اس کا کوئی ایسا سنی بیان کرو کہ حضور ﷺ کی ختم نبوت کا انکار نہ ہو  
آتا ہوا وہاں اس کیلئے تجدیر الناس کو ہرگز ہاتھ مت لگانا۔

**نوٹ:** اس اثرک پر مزید تحقیق اور رضا خانوں کے تمام اعتراضات کے تشفی بخش جوابات  
کلہ بے بندے کی کتاب "از الفالوسو اس عن اشراہن عباس رضی اللہ عنہ" کا مطالعہ کریں۔

(حسام الحرمین میں پیش کی جانے والی عبارات کا جائزہ)

پہلے کرام اس باب میں ہم تحذیر الناس پر اعتراض کا تفصیلی جائزہ لیں گے۔ مولوی احمد رضا  
ذاتی صاحب اپنی کتاب حسام الحرمین میں مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے

تھا۔

قاسم نانوتوی صاحب التحذیر الناس وهو القائل فيه لو فرض في رايه  
صلي الله تعالى عليه وسلم بل لو حدث بعدد صلي الله تعالى عليه وسلم  
في جلد بل بخل ذلك بختهم يتدو العاصم خيل العوام انه صلي الله  
تعالى عليه وسلم خاتم النبيين بمعنى اخر النبي انه لا فضل فيه احد لا عنه  
اهل الفہم۔

(حسام الحرمین: مکتبہ نبویہ گلشن بخش روز لاہور اکتوبر ۱۹۷۵ء)

**ترجمہ:** قاسم نانوتوی جس کی تحذیر الناس ہے اور اس نے اپنے رسالہ میں لکھا  
ہے بلکہ بالعرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو چاہے بھی آپ کا خاتم  
ہو تاہم تصور باقی رہتا ہے بلکہ بالعرض اگر بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی  
خاتمیت بخود ہی میں کچھ لائق نہ آئے گا عوام کے خیال میں رسول اللہ کا حق ختم ہونا  
ایسی معنی ہے کہ آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر الہیم پر روشن ہے ہے کہ ختم ہونا  
تاگز زمانہ میں بالذات کچھ تعیلات نہیں۔

## جیلج

ہم دنیا میں موجود ہر ایک تجھ سے بڑے بریلانی کو یہ دعوت دیتے ہیں کہ اگر ان میں ذرا بھی ایمان و انصاف کا مادہ ہے تو تجھ پر اناس کی یہ خود ساختہ عبارت میں کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے حسام البحر میں نقل کیا ہے اسی ترتیب کے ساتھ تجھ پر اناس کے کسی ایک صفحے پر دکھا دیں۔

قارئین کرام! مولوی احمد رضا خان صاحب غلامی و اہانت کی تحقیر کے شوق میں اس قدر مفلوب ہو چکے تھے کہ نہ انہیں موت کا خوف آیا نہ یوم آخرت میں حساب و کتاب کا خیال آیا انگریز کے چند سکوں کی خاطر اپنے انصاف و دیانت کے صوفیوں کو یوں بچا کہ تجھ پر اناس کی ۱۵ سے عبارت کا ایک ٹکڑا جسکے بعد ص ۲۸ سے ایک ٹکڑا اور آخر میں ص ۳۰ سے ایک ٹکڑا انہیں آج بھی میں ہوں جو دیا کہ یہ مسلسل ایک عبارت معلوم ہوتی ہے اور یوں ایک کفری تصدیق تیار کر لیا۔

مولوی احمد رضا خان صاحب نے پہلی عبارت ص ۱۵ کی یوں لکھی۔

بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہوتا یہ دستور بالذات ہے۔

حالانکہ پوری عبارت اس طرح ہے:

غرض اختتام اگر بایں معنی تجویر کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا ضروری و لازمی نہایت خاص نہیں ہوگا۔۔۔

مولوی احمد رضا خان صاحب نے ص ۲۸ کی عبارت یوں لکھی:

بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی غایت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔

حالانکہ پوری عبارت اس طرح ہے:



ہاں اگر خاتمیت پر معنی اتصاف ذاتی یوسف نبوت کیجئے جیسے اس پرچہ ان الہا نے عرض کیا تو پھر سوائے رسول اللہ ﷺ اور کسی کو افراد مقصور بالکمال میں سے مراد نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط اعیانہ کے افراد عادی ہی پر آپ کی تعلیمات ثابت نہ ہوگی افراد مقدرہ پر آپ کی تعلیمات ثابت ہو جائے گی بلکہ بالفرض بعد از انہی بھی کوئی ایسا یہاں ہوتا تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں بہ کفر فرق نہیں آئے گا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمانہ میں یا فرض کیجئے اس زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔

تذکرہ الہاس کے ص ۱۳ کی عبارت کے ۳۳ جزیں:

- (۱) عرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا
- (۲) تو آپ کو خاتم ہونا لایا، مگر مشن کی نسبت خاص نہیں ہوگا
- (۳) بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور نبی ہو جب بھی آپ کا حیات تم ہوتا بدستور باقی رہتا ہے۔

پہلا حصہ شرط ہے دوسرا جزا ۱۱ اور تیسرا حصہ جزا ۴ پر معطوف ہے مولوی احمد رضا خان صاحب شرط جزا ۴ کو مضمون کر گئے اور صرف معطوف کو ذکر کر دیا۔

ص ۲۸ کی عبارت کے چار جزو ہیں:

- (۱) ہاں اگر خاتمیت۔۔۔ الی عرض کیا
- (۲) تو پھر سوائے۔۔۔ الی نہیں کہہ سکتے۔
- (۳) بلکہ اس صورت میں الی ثابت ہو جائیگی۔
- (۴) بلکہ اگر بالفرض۔۔۔ الی اثر دے۔

پہلا حصہ شرط ہے دوسرا جزا تیسرا اور چوتھا حصہ جزا ۴ پر معطوف ہے۔ مولوی احمد رضا خان صاحب نے شرط کو بھی غائب کر دیا جزا کو بھی اور دو معطوفوں میں سے ایک معطوف کو بھی غلط کر دیا۔

الہا غلم حضرت اس بات کو خوب جانتے ہو گئے کہ اگر حملہ شرطیہ میں سے شرط یا جزاء کو

حذف کرہ میں تو باقی الفاظ جملہ نہیں بنا کر تے۔

(قطبی ص ۶۸ شرح ابن قتیل ج ۱ ص ۱۱۶ التصریح علی التوضیح ج ۱ ص ۲۶)

غور فرمائیں جس عبارت سے جملہ ہی نہ بنے وہ بھلا کسی کا عقیدہ کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔ مولوی احمد رضا خان نے تحذیر الناس کے ص ۳ کی عبارت کے ترجمہ بھی بدترین حیانت کی اصل عبارت "مگر اہل ایم پر روشن ہوگا کہ تقدیم تاثیر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں" ہے اس عبارت میں فضیلت بالذات کی لٹی کی گئی ہے نہ کہ مطلقاً فضیلت کی لٹی کی گئی مگر خان صاحب نے اس عربی ترجمہ میں طرح کیا

مع الله لا فضل ليه اصلا لا عند اهل الفهم

جس کا مطلب ہوا کہ نبی علیہ السلام کے آخری نبی ہونے میں اہل ایم کے فوائد یک بالکل بھی فضیلت نہیں۔ بالذات فضیلت نہ ہونا اور بالکل فضیلت نہ ہونا ان دونوں میں کتنا فرق ہے اہل لسان پر حق نہیں۔ بالذات کی لٹی کا مفہوم بالعرض کا اثبات ہے اور مفہوم تصانیف کا مستحقر ہوتا ہے (فتاویٰ شامی ج ۳ ص ۶۳۲) پھر تحذیر الناس کی عبارت میں "مگر" کا لفظ تھا مگر خان صاحب مگر کا ترجمہ "مع" کرتے ہیں کوئی ہمیں بتائے کہ مگر کا ترجمہ مع کس عربی لغت میں ہے؟ اتنی تصریح کیا انہوں اور بدو یا انہوں کے بعد بھی کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ احمد رضا خان نے سب اعتراضات یا پٹوے عشق رسالت کی بناء پر دیے۔۔۔ ہرگز نہیں۔ اگر کوئی احمد رضا خان صاحب کی طرح اس بے حیائی اور بے شرمی پر اتر آئے تو سو مو کو کفر و دہم رضا خان کی کتاپوں سے نکالے جاسکتے ہیں۔ مثلاً چھوڑ لیں ملاحظہ ہو۔

کوئی کہے کہ احمد رضا خان کافر ہے اس لئے کہ اس نے اپنی شان میں کہا

فصل قطبی قرآن ہے لولا محمد ما خلقتک

(جزاؤ اللہ عودہ)

حالانکہ یہ تو یہ نفس قطعی قرآن ہے نہ احمد رضا خان کی شان ہے۔ اسی طرح کوئی کہے کہ احمد رضا خان کافر ہے اس نے نبی علیہ السلام کی ختم نبوت کا انکار کیا اور اپنی کتاب میں یہ غلط عقیدہ لکھا کہ معاذ اللہ

یعقوب علیہ السلام خاتم الانبیاء

(جزاۃ اللہ عدد ۱)

پہلی عبارت کے دو لکڑے ہیں ایک میں ۷ سے لیا گیا دوسرا میں ۸ سے جبکہ دوسری عبارت میں ۹ کی ہے اور سچ میں سے صرف ایک لفظ "و" کو ہٹا دیا گیا ہے۔ جبکہ عبارت تو ہمیشہ دور اگر صرف اعراب تبدیل کر دیئے جائیں تو احمد رضا خان صاحب کی کتابوں کے کفر ثابت کیا جاسکتا ہے مثلاً وہ لکھتے ہیں:

فیعقوبن عیسیٰ لیقولن اذلمع لہ الی وک فللیقیض بنیالیقول انسی  
لست هناکم انی اتخذت الہامن حرون اللہ۔

(جزاۃ اللہ عدد ۱۲)

یہاں "اتخذت" لکھو بھول کی جگہ معروف پڑھ لیں اور پھر دیکھیں کہ کتنا بڑا کفر ہوتا ہے۔

دو بریلوی جو کہتے ہیں کہ عبارت آگے پیچھے یا ناقص نقل کر دیئے سے کیا ہو گیا اسس میں اعتراض دالی کیا بات ہے۔ یقیناً ان لوگوں کی آنکھیں اب کھل گئی ہوں گی۔ ہوتا تو یہ چاہئے تھا کہ کمرہ جیسے مقدس شہر میں ایسی بیانات اور جھوٹا دعویٰ کرنے والے شخص پر بریلوی تین حرف پہنچے مگر دلی خوں سے آنسو روٹا ہے کہ بجائے شرم و دیار کے اللہ ایسی بددیانتوں کو زمین اسسٹام ثابت کیا جاتا ہے۔ ایسی حرکتیں کرنے والوں کو اعلیٰ حضرت مجدد مانتے حاضرہ کا لقب دیا جاتا ہے لکھا مرنے بددیانتی میں یہ مشکل کتاب کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ

کتاب لازمہ لہ

مگر پھر یہ کہہ کر ال کو تپا دے دیتے ہیں کہ کیا مسلمان کذاب کو تقیہ ماننے والے اسی دنیا کے باقی نہ تھے؟ کیا مرزا قادیانی جیسے شخص کو تقیہ ماننے والے آج بھی دنیا میں موجود ٹھہرتا ہے؟

معروف بریلوی عالم دین مفتی عبدالجبار سعیدی بریلوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"مکملہ دی صاحب جو جب اپنی بات حق نظر نہ آئی تو انہوں نے اپنا الحوسبہ کر کے کی غرض سے حدیث کا رد مایالی والا حصہ ڈالا کہ اس کے آخری حصہ کو پہلے حصہ سے ملا دیا جس سے عام قاری کو دھوکا لگتا ہے کہ یہ بھی شاید اس پہلے

حصہ کا ترجمہ ہے۔

(مصباح سنت، ج ۱، ص ۳۳ کا رد یہ جملہ رد کر رہے ہیں) یہاں بات ہم پر یوں کو کرتے ہیں کہ مولوی احمد رضا خان کو حسب اپنی بات غلطی نظر نہ آئی اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات سے کفر یہ مضمون تیار نہ کر سکے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کہنے کیلئے عبارت کو آگے پیچھے جوڑ کر اور قطع و برید کر کے عوام کو دھوکا دیا جب حدیث کا آخری کلمہ پہلے کے ساتھ ملا دینے سے دھوکہ دیا جاسکتا ہے تو تو عبارات کو آگے پیچھے کر کے ترجمہ غلط و متضاد کر کے کہیں کی عبارت کہیں جوڑ کر عوام کو دھوکا کیوں نہیں دیا جاسکتا اور اس ”کرم“ کا نام دھوکہ کیوں نہیں؟

تھمذیہ الناس کی مذکورہ بالا تینوں عبارتوں کی وضاحت  
**ترجمہ:**

- ۱۔ تماریمن کرام پہلے بطور جمیع اس بات پر غور کریں کہ رسولؐ نے کب اللہ تعالیٰ نے قائم انھیں کہا اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ میرے خیال میں اس کی کئی وجہ ہو سکتی ہیں:
- (۱) چونکہ آپؐ کی لائی ہوئی کتاب کی ادبی حفاظت کا وعدہ تھا اس لئے آپؐ نے کسی نئے نبی کی ضرورت نہ تھی اس لئے نبوت کا وعدہ لازماً بھی بند کر دیا گیا۔
- (۲) اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ آپؐ کے بعد کوئی نیا نبی مبعوث نہ ہو آخر نبوت کا یہ سلسلہ کیسے ختم بھی ہو کرنا ہے اس لئے آپؐ کو آخر نبی کہا گیا اور اس آخر نبی کہنے کی وجہ یہ تھی کہ ان جیسے مدعیان نبوت کا وعدہ لازماً بند کر دیا جائے جو آپؐ کے بعد نبوت کا دعویٰ کریں۔
- (۳) آپؐ کا دین ہر لحاظ سے کامل و مکمل تھا اس لئے آپؐ کے بعد کسی اور تنقیر کی ضرورت نہ ہو سکتی تھی جب ضرورت ہی باقی نہ رہی تو آپؐ کو آخر نبی کہا گیا۔
- (۴) ظلم الہی میں معتد تھا کہ آپؐ کی تیار کردہ جماعت صحابہ کرام و مصلوحتین اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس دین کے آخر تک دنا و دار ہیں گئے اور علمائے امت کا ایک طبقہ آخر تک حق پر قائم رہے گا اس کیلئے بعد نبوت کا وعدہ لازماً بند کر دیا گیا۔
- یہ وجوہ بے شک برحق ہیں لیکن علت اعلیٰ نہیں بنیادی وجہ آپؐ کی قسم نبوت کی

ایک ہوتی چاہئے جس میں آنحضرت ﷺ کی اپنی شان کا بیان ہو جب تمام نبوت کا جامع آپ ﷺ کے سر پر رکھا گیا تو آپ کی شان لازمی طور پر اس میں ملحوظ ہونی چاہئے۔ ان وجوہات میں سے پہلی وجہ میں قرآن کریم کی شان کا بیان ہے دوسری میں امت کے تقویٰ سے حفاظت ہے تیسری میں دین کی شان ملحوظ ہے اور چوتھی میں اصحاب رسول ﷺ کی شان کا بیان ہے لیکن ان نکالات کا دائرہ جس مرکز کے گرد گھمرا رہا ہے اس کی اپنی ذاتی شان نہیں اس میں مذکور نہیں یہ وجوہ اپنی جگہ درست ہیں لیکن یہ آپ ﷺ کی شان ذاتیہ کے آثار ہیں ان کے پیچھے علت اصل رہ رہ کر ہے جو حضور اکرم ﷺ کی ذات گردلی سے متعلق ہو۔ اور حضرت مولانا قاسم باذوقی رحمۃ اللہ علیہ ”تحدیر الناس“ میں اسی علت اعلیٰ کی طرف راہنمائی کرنا چاہتے ہیں اور وہ آپ کے الفاظ میں یہ ہے:

”یا محمد رسول اللہ ﷺ وصف نبوت میں موصوف بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور انبیاء موصوف بالعرض“۔

مطلب یہ کہ رسول اللہ (روحانی و قلبی مشاہدہ ﷺ) کے لئے نفس الامر میں دو قسم کی ذاتیت ثابت ہے۔ آپ زمہانی جس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں آپ کا زمانہ تمام انبیاء و علیہم السلام کے بعد ہے اور آپ کے بعد اب کوئی نبی معصوم نہ ہوگا۔

دوسرے ذاتیہ ذاتی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ و معجب نبوت کے ساتھ ذات موصوف ہیں۔ اور دوسرے انبیاء و علیہم السلام باعرض۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو اور اسے نبوت عطا فرمائی اور دوسرے انبیاء و علیہم السلام کو حضور ﷺ کے واسطے سے۔ جس غرض (باکھپیہ) اللہ اور تعالیٰ نے آفتاب کو بغیر کسی واسطے کے روشن فرمایا اور اس کی روشنی عالم اسباب میں کسی دوسری روشنی چیز سے مستفاد نہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو نکالات نبوت پر اور اسے چاکسئی واسطے کے عطا فرمائے اور آپ کی نبوت کسی دوسرے نبی کی نبوت سے مستفاد نہیں اور جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے مہتاب اور دوسرے ستاروں کو آفتاب کے واسطے سے منور فرمایا اور وہ اپنی نورانیت میں آفتاب کے نور کے محتاج ہیں۔ اسی طرح انبیاء و علیہم السلام کو نکالات نبوت آنحضرت ﷺ کے واسطے سے عطا فرمائے گئے۔ اور وہ حضرات یا آنحضرت



خاتمیت کو خدائی ہوگا۔

ان دونوں صورتوں میں لفظ خاتم کی دلالت دونوں قسم کی خاتمیت پر ایک ساتھ اور مطابقتی ہوگی۔

تیسری صورت یہ ہے کہ قرآن کریم کے لفظ خاتم سے صرف خاتمیت زمانی مراد لی جائے پھر چونکہ اس کیلئے بدلائل عقلیہ و نقلیہ خاتمیت زمانی لازم ہے لہذا اس صورت میں بھی خاتمیت زمانی پر آیات کریمہ کی دلالت بطور التزام ہوگی۔

ان تینوں صورتوں کے نکلنے کے بعد ”تخذیر الناس“ کے صحفہ ۹ پر حضرت مولانا نے جس کو اپنا عقائد غلطایا ہے وہ یہ ہے کہ خاتمیت کو جنس مانا جائے اور قسم زمانی و ختم ذاتی کو اس کی دو قسمیں قرار دیا جائے اور قرآن کریم کے لفظ خاتم سے یہ دونوں بھی ایک وقت مراد لے لی جائیں جس طرح کہ آپ کرید۔ **انھا الخطیئۃ المیسورۃ الاختصاص و الاذلال و الخسۃ و الخسۃ** فی ظن من غفل فیہ فی بطن میں ایک وقت ”دعس“ سے دونوں قسم کی نپا تیں مراد لی جاتی ہیں۔ بلکہ غور کیا جائے تو یہاں ختم زمانی اور ختم ذاتی میں اس قدر بعد نہیں جس قدر نجاست اور جبرے کی نجاست میں۔

لفظ خاتم البصیح کی تفسیر سے متعلق حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کا خلاصہ صرف اسی قدر ہے اس کا حاصل صرف اتنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ خاتم زمانی بھی ہیں اور خاتم ذاتی بھی۔ اور یہ دونوں قسم کی خاتمیت آپ کے لئے قرآن کریم کے اسی لفظ خاتم البصیح سے ملتی ہے۔

### تخذیر الناس کی عبارتوں کا صحیح مطلب:

اس کے بعد ہم ان تینوں فقرہوں کا صحیح مطلب عرض کرتے ہیں جن کو جو ذکر مولوی احمد خان صاحب نے جوڑ کر کفر کا مضمون بنا لیا ہے۔

ان میں سے پہلا فقرہ صفحہ ۱۳ کا ہے اور یہاں حضرت مرحوم اپنی تہ کو وہ بالاحتمال کے موافق خاتمیت ذاتی کا بیان فرما رہے ہیں۔ اس موقع پر ”تخذیر الناس“ کی پوری عبارت اس طرح تھی۔

غرض اختتام اگر باس معنی جو پر کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا

خاتم ہونا لغویاً و مجرشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا۔ لہذا اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی نہیں اور کوئی نہیں ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔"

خان صاحب نے اس عبارت کا خط کشیدہ حصہ جس سے ہر شخص یہ سمجھ لیتا کہ مولانا کی یہ عبارت خاصیت ذاتی کے متعلق ہے نہ کہ زمانی کے متعلق ہے یعنی اختتام بابیہ معنی توحید کیا کس معنی میں؟ اس معنی میں کہ آپ ﷺ کی نبوت ذاتی ہے کسی سے مستغناء نہیں و مگر انبیاء و پیغم اسلام کی نبوت آپ کے واسطے ہے تو اگر بالفرض محال آپ کے بعد بھی کوئی نبی آجائے تو اس قسم نبوت ذاتی میں کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ اس صورت میں بھی اس کی نبوت آپ ان کے پیش اور واسطے سے ہوگی مگر چونکہ آپ اللہ کے آخری نبی ہیں اس لئے آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ کو حذف کر کے ایک نام تمام فقرہ نقل کر دیا۔ اور پھر غضب یہ کیا کہ اس کو صفحہ ۲۸ کے ایک فقرے کے ساتھ اس طرح جوڑا کہ صفحہ کے نمبر کا تو ذکر ہی کیا ہے، درمیان میں سنتم فقرہ کی علامت (ڈبل) بھی نہیں دی اور پھر اس دوسرے فقرہ کی نقل میں بھی صریح حیانت کی۔ اس موقع پر پوری عبارت اس طرح تھی۔

"ہاں اگر خاصیت بمعنی اوصاف ذاتی یا وصف نبوت کہتے ہیں اس میں محمد ان کے عرض کیا ہے تو پھر سوائے رسول اللہ ﷺ اور کسی کو افراد مقصود یا مطلق میں سے مراد نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد ظاہری ہی پر آپ کی انصاف ثابت نہ ہوگی۔ اگر اوصاف پر بھی آپ کی انصاف ثابت ہو جائے گی۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی معلوم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاصیت محمدی میں یہ کو فرق نہ آئے گا۔"

اس عبارت میں بھی مولوی احمد رضا خان صاحب نے یہ کاروائی کہ اس کا ابتدائی حصہ جس سے صاف معلوم ہو سکتا تھا کہ یہاں صرف خاصیت ذاتی بکاؤ کر ہے نہ کہ زمانی کا تیسرا شخصیت ﷺ کی انصاف کے متعلق بھی مصدق "تحدیر الناس" کا عقیدہ اس سے معلوم ہو جاتا۔ اس ہم حصہ کو خان صاحب نے حذف کر کے صرف آخری خط کشیدہ فقرہ نقل کر دیا اور دوسرا کاروائی یہ کی کہ اس نام تمام فقرہ کو بھی صفحہ ۳۱ کے ساتھ جوڑ دیا کہ یہاں بھی درمیان میں ڈبل تک نہیں دیا۔



بہر حال صفحہ ۱۳ اور صفحہ ۲۸ کے ان دونوں فقروں میں حضرت مرحوم صرف خاتمت زانی کے متعلق بتا رہے ہیں کہ یہ اسکی خاتمت ہے کہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد کوئی نبی ہو، جب بھی اس خاتمت میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ دینی خاتمت زانی، اسس کا یہی کہی ذکر نہیں، اور نہ کوئی ذی دہش یہ تسلیم کر سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی نبی کے ہونے سے خاتمت زانی میں کوئی فرق نہیں آتا۔

### یہ عام مثال سے مولانا نولوی رحمہ اللہ کے مطالب کی توضیح:

باشیہ اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کسی ملک میں کوئی دہائی مرض پھیلا بادشاہ کی طرف سے بے بعد و فکر سے بہت سے طبیب بھیجے گئے اور انہوں نے اپنی تابیت کے موافق مریضوں کا علاج کیا آخر میں اس رحیم و کریم بادشاہ نے سب سے بڑا اور سب سے زیادہ حاذق طبیب جو چھپے تمام طبیبوں کا استاد بھی ہے بھجا اور اعلان کر دیا کہ اب اس کے بعد کوئی طبیب نہیں آئے گا۔ آئندہ جب کبھی کوئی مریض ہو، وہ اسی آخری طبیب کا شفی استعمال کرے، اسی سے شفا ہوگی۔ بلکہ اس کے بعد جو کچھ ہی طبیب ہونے کا دعویٰ کرے، وہ جھوٹا اور واجب القتل ہے۔ چنانچہ دنیا کو وہ آخری طبیب آیا اور اس نے آنکریں شفا خانہ کھولا۔ جوتی درجوتی مریضوں اس کے لانا لہذا میں داخل ہو کر کڑھاب ہوئے۔ بادشاہ نے اپنے اس طبیب کو ایک حکم نامہ میں خاتم الاطباء کا خطاب بھی دیا۔ اب عوام و ثویلوں سمجھتے ہیں کہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ یہ طبیب زمانہ کے اعتبار سے سب سے آخری طبیب ہے اور اس کے بعد اب کوئی طبیب بادشاہ کی طرف سے نہیں آئے گا اور اہل فہم کا ایک گروہ (جو بافتیلین جانتا ہے کہ یہ طبیب فی الواقع آخری طبیب ہے کہ اس فہم اللہ من طبیب کو خاتم الاطباء صرف اسی وجہ سے نہیں کہا گیا ہے کہ وہ آخری طبیب ہے بلکہ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ تمام پہلے طبیبوں کو طب کا سلسلہ اسی جہاں اقتدار طبیب پر مستم ہے لیکن وہ سب اس کے شاگرد ہیں۔ ان سب نے طب اسی سے سیکھا ہے۔ لہذا اس دوسری وجہ سے بھی خاتم الاطباء ہے اور یہ دونوں قسم کی خاتمت اسی ایک خاتم الاطباء کے لفظ سے نکلتا ہے۔ تاکہ اگر تم غور کرو گے تو تم کو یہی معلوم ہو جائے گا کہ بادشاہ نے اس حاذق طبیب کو جو سب سے آخری طبیب تھا اس کی وجہ بھی ایسی ہے کہ یہ فن طب میں سب سے فائق، سب سے ماہر اور مہار ہے

طبیعیوں کا اشارہ ہے اور کائنات ہے کہ بڑے سے بڑے طبیب کی طرف انجری میں دھجرج کیا جاتا ہے۔ مقدمات تمام ختمانی مراحل طے کر چکے بعد ہی بادشاہ معظم کی عدالت عالیہ میں پہنچے ہیں۔ یہ حال یہ طبیب صرف رسالت الہی کے اعتبار سے خاتم نہیں بلکہ اپنے فن کے کمال کے اعتبار سے بھی خاتم ہے اور یہ دوسری خاصیت انکی ہے کہ اگر بالفرض اس کے زمانہ تک یا اس کے بعد بھی کوئی طبیب آجائے تو اس کی اس خاصیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔

انصاف فرمائیں کہ اہل فہم کے اس گروہ کے متعلق ان کے کسی معاند دشمن کا یہ کہنا کہ یہ لوگ اس خاتم الاطباء کو آخری طبیب نہیں مانتے اور اس کی اس حیثیت کے منکر ہیں، کتنی بڑی تمکین اور کس قدر عریاں بے حیائی ہے۔ جبکہ اہل فہم کا گروہ اس شامعی طبیب کو ذاتی اور مرتبی حیثیت سے خاتم الاطباء مانتے کے ساتھ یہ بھی صاف صاف کہتا ہے کہ زمانہ کے اعتبار سے بھی یہی آخری طبیب ہے اور اس کے بعد اب کوئی طبیب بادشاہ کی طرف سے نہیں آئے گا بلکہ جو کوئی اس کے بعد طبیب ہونے کا دعویٰ کرے وہ واجب القتل ہے۔

بالکل اسی طرح بالاتحادی انبیاء میں کفر کے مرتضوں کی شفاء کے واسطے سے انبیاء علیہم السلام کو بھی قرار ہوا اور آخر میں نبی کریم ﷺ جن کے واسطے سے ان تمام انبیاء علیہم السلام کو نبوت ملی اور آپ ان تمام انبیاء علیہم السلام کے استاد اور مربی تھے آخر میں بھیجا اور آپ کو خاتم النبیین کا لقب دیا یا یہی سچی کہ آپ ﷺ نے کے لحاظ سے بھی آخری نبی ہیں اور کمالات کے اعتبار سے بھی آخری تمام انبیاء کی نبوت کا فیصل آپ پر آخر ختم ہو جاتا ہے جسے ہم نے خاتم ذاتی سے تعبیر کیا تو اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کوئی نبی آجائے تو اس ختم ذاتی میں کوئی فرق نہیں آئے گا کہ اس کی نبوت آپ ہی سے مستفاد ہوگی۔

یہاں تک تحذیر الناس کے مسئلہ ۱۳ و ۸ کے فقرہ کا صحیح مطلب عرض کیا گیا ہے۔ دوسرا تیسرا فقرہ جس کو خان صاحب نے سب سے اخیر میں نقل کیا ہے وہ تحذیر الناس کے تیسرے فقرہ کا ہے۔ اور یوں سمجھنا چاہئے کہ گویا تحذیر الناس اسی سے شروع ہوتی ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔

”بعد حمد و صلوة کے قس عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنا چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو، موعودام کے خیالی میں تو رسولی

اللہ صلعم کا خاتم ہونا یا اس معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ تغلیط نہیں۔

اس عبارت میں دو چیزیں قابلِ لحاظ ہیں۔ ایک یہ کہ یہاں مولانا مرحوم مسئلہ ختم نبوت پر فہم نہیں فرما رہے ہیں بلکہ لفظ خاتم کے معنی پر گلام فرما رہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ خاتم سے مستعمل زمانی مراد لینے کو مولانا عوام کا خیال نہیں کہہ رہے بلکہ ختم زمانی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا ہے۔ اور عوام کے اسی نظریہ سے مولانا کو اختلاف ہے ورنہ خاتمیت سے خاتم زمانی مع مستاحیبت الی مراد لینا خود مولانا مرحوم کا مسلک مختار ہے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے اور تحفہ یراثہ اس کے صفحہ ۹۰ پر مولانا نے پوری تفصیل کے ساتھ اس کو بیان فرمایا ہے۔

بہر حال چونکہ خود حضرت مولانا کے نزدیک لفظ خاتم الصالحین سے ختم زمانی بھی مراد ہے۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ یہاں صرف حصر کو مولانا نے عوام کا خیال بتلایا ہے اور مولانا کا مطلب صرف یہ ہے کہ عوام تو یہ سمجھتے ہیں کہ حضور ﷺ کے لئے لفظ ”خاتم الصالحین“ سے صرف خاتمیت زمانی ہی ثابت ہوتی ہے اس کے سوا کچھ نہیں ثابت ہوتا اور اہل فہم کے نزدیک اصل حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید کے اس لفظ سے حضور ﷺ کے لئے خاتمیت زمانی بھی ثابت ہوتی ہے اور خاتمیت ذاتی بھی۔

مولف اپنے رسالہ ”جزاء اللہ عدد ۱“ کے صفحہ ۲۳ پر لکھتے ہیں۔

”اور انصاف متواتر دالیا، کرام دائرہ مقام و علماء اعلام سے میرا ہن ہو چکا کہ ہر نعمت قلیل یا۔۔۔۔۔ کبیر، جسمانی یا روحانی، دینی یا دنیوی، ظاہری یا باطنی۔۔۔۔۔ روز ازل سے اب تک۔۔۔۔۔ اب سے قیامت تک، قیامت سے آخرت، آخرت سے اب تک، مومن یا کافر، مطہر یا کافر۔۔۔۔۔ جن یا حیدان، بلکہ تمام مہمائی اللہ میں جسے جو کچھ ملی یا ملتی ہے یا ملے گی، اس کی کل۔۔۔۔۔ کے سبائے کرم سے کھلی اور کھلتی اور کھیلے گی۔ انہیں کے ہاتھوں پر بی اور مستحق سے اور۔۔۔۔۔ یہ سراسر الوجود اور اصل الوجود، خلیفۃ اللہ اعظم و ولی نعمت عالم ہیں ﷺ یہ خود۔۔۔۔۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ”انا ابوالقاسم اللہ بطنی وانا قسم“ روا۔۔۔۔۔

”سبح راقرہ النورانی“

چشم بریلوی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ عالم میں جو کچھ لغت روحانی یا جبرانی، دینی یا دنیوی، ظاہری یا باطنی ہے وہاں حضرت علیؑ کے دستِ کرم کا نتیجہ ہے اور چونکہ نبوت بھی ایک اعلیٰ درجہ کی ہے۔۔۔۔۔ ہے لہذا وہ بھی دوسرے انبیاء جیسے اسلام کو حضور پیکرِ حق کے واسطے سے مل ہے۔ اور اسی حقیقت کا نام۔۔۔۔۔ مولانا محمد قاسم صاحب ثاقب کوئی کی اصطلاح میں غائبیت ذاتی اور غائبیت مرتبی ہے۔

## کسی کو ختم نبوت کا منکر کب کھانا جائے گا؟ کوکب نورانی کا اصول:

مولوی اکب نورانی لوکاروی احمد رضا خان صاحب ہر انکار ختم نبوت کے متعلق ایک الزام پڑھتے ہیں کہ:

”جو ہانس برگ سے بریلی کے مصنف نے اعلیٰ حضرت بریلی رحمتہ اقصیٰ علیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ ”اعلیٰ حضرت بریلی چوں کہ ”تاریکی“ کہلاتے تھے اس لئے اسے شیخ عبداللہ کے تابع ہیں، اس طرح اعلیٰ حضرت خود کو نبی کہہ رہے ہیں۔ جو صاحبِ اعلیٰ حضرت بریلی بہت ہی بے ہوش ہے جو ہانس برگ سے بریلی کے مصنف اور اس کے حامی اس بہتانِ گمراہی کی سزا اللہ واللہ ضرور پائیں گے اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلی۔۔۔۔۔ پر شدید بہتان لگانے والے دیہندی دہائی تہذیبی ذرا کھلی آنکھوں سے اعلیٰ حضرت بریلی کا ختم نبوت کے بارے میں حقیر و قوی ملاحظہ فرمائیں جو اعلیٰ حضرت بریلی نے اپنی کتاب ”بجاء اللہ عدد و بابہ ختمِ ہادی“ میں تحریر فرمایا۔۔۔

اس کے بعد احمد رضا خان صاحب کی مذکور کتاب کی عبارتِ کلمت کے بعد لکھتے ہیں کہ: ”اعلیٰ حضرت بریلی۔۔۔۔۔ کے خود اپنے کلمے سے ختم نبوت کے موضوع پر چودہ کتاب اور اس میں سے کے بارے میں جو ہانس برگ سے بریلی کے مصنف کا اعلیٰ حضرت بریلی۔۔۔۔۔ پر بہتان لگانا یا خود دیہندیوں و دیہانوں کے بدامنی اور گداز ہونے کی کھلی دلیل ہے۔“

(مستفید دیا وہ ۱۶۳-۱۶۴، فہم القرآن ج ۱، کتبہ ۲۰۰۱)

رہ گئے احمد رضا خان صاحب پر انکار ختم نبوت کا التزام کیا گیا تو نورانی صاحب فوراً  
چچہ دے کہ فلاں فلاں کتاب میں احمد رضا خان صاحب نے ختم نبوت لکھا ہے۔ اہل اہل  
میں فرمایا اس سے اصول معلوم ہوا کہ کوئی اگر واضح طور پر اپنے عقیدہ بیان کرنے سے  
بے تعلقی تو اتنی دوسری محفل عبارات سے انکار ختم نبوت سمجھا، بیویوں کے خور یکہ بد باطنی اور  
کذاب بولنے کی نکلانی ہے۔

اب آئیے اس اصول پر غور الناس کو پر کھتے ہیں اور بیویوں کو انہی کی زبان میں  
جواب دیتے ہیں کہ

مولانا نانوتوی پر انکار ختم نبوت کا التزام یہاں ہے جس کی سزا سب بیوی  
نیامت کے روز انشاء اللہ ضرور پائیں گے۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر انکار ختم نبوت کا یہ بے مورد التزام لگانے والے ذرا کبھی آنکھوں  
سے ختم نبوت کے بارے میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ و ذاتی ملاحظہ فرمائیں:  
حضرت نانوتوی لکھتے ہیں کہ:

(۱) غایت زماں اپنا دین و ایمان ہے ناحق کی تہمت کا الیت کچھ صاف نہیں۔

(مناظرہ مجیدیہ ص ۵۲ مکتبہ قاسم احیاء ۱۹۷۸)

(۲) معنی حقیقی خاتمِ نومیرے نزدیک بھی وہی "آخر" ہے۔

(مناظرہ مجیدیہ ص ۱۳۲)

(۳) اپنا دین و ایمان ہے بعد رسول اللہ ﷺ کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس  
مکہ قبول کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں۔

(مناظرہ مجیدیہ ص ۱۳۳)

(۴) حضرت نانوتوی لکھتے ہیں کہ:

"اے ایسے ہی دین موسوی اور عیسیٰ ایسے اپنے اپنے زمانہ میں مناسب تھے اور  
ان زمانہ میں بھی مناسب ہے کہ اشباع دین محمدی کیا جائے کہ کچھ اور دینوں کی

یہ جادریں ختم ہو گئیں۔ اب اس دین محمدی کا وقت ہے خطاب آخرت اور غلبہ  
نصرت و مدد کی ہے نہایت اس وقت رسول ﷺ کی اتباع میں منحصر ہے۔

(مباحثہ شاہجہانپور، ص ۳۲، مکتب خانہ عزیزیہ لاہور)

واللہ اعلم! آنکھیں بکھول کر اس عبادت کو بڑھو اگر معاذ اللہ حضرت نانوتویؒ کی کریم ﷺ  
کے بعد کسی نبی کے آنے کے سببی ہوئے تو اس کی اتباع میں نہایت اخروی سمجھتے یا نبی کریم ﷺ کی  
اتباع میں نہایت اخروی سمجھتے؟ حضرت نے کس صراحت کے ساتھ یہاں نبی کریم ﷺ کے دین اور  
آخری دین اور آپ کو اللہ کا آخری نبی تسلیم کیا۔

(۵) ایک اور عبارت ملاحظہ ہو:

”دین خاتم النبیین کو دیکھا تو تمام عالم کیلئے ویسے دین اس کی یہ ہے کہ نبی آدم  
میں حضرت خاتم اس صورت میں رانزل بادشاہ اعظم اور نے جیسا اس کا عظم تمام  
اعظم میں مبادی ہوتا ہے یہی اسی مستم خاتم یعنی دین خاتم تمام عالم میں جاری ہوتا  
پاسے دین اس دین کو لکھتا ہے۔“

(انتصار الاسلام : ص ۵۸، مکتب خانہ عزیزیہ لاہور)

بریلوی شیخ الحدیث کی زبان حضرت نانوتویؒ کا عقیدہ ختم نبوت

سورۃ الاحزاب کے حضور رب بریلوی عالم غلام رسول سعیدی مولانا نانوتویؒ کا عقیدہ مسلم  
نبوت ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں۔

حضرت خاتم المرسلین ﷺ کی خاتمیہ زمانی تو سب کے نزدیک  
مسلم ہے۔۔۔ اس سے مسلم ہے کہ خاتمیہ زمانی انتہائی عقیدہ ہے۔

(تبیان القرآن : ج ۱۲ ص ۹۵، فرید پبک شالہ لاہور ۲۰۰۱ء)

آگے غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں کہ:

”نانوتویؒ نے اسی صراحت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خاتمیہ زمانی کو تسلیم  
کی ہے۔ (ص ۹۵-۹۶)

مولانا نانوتویؒ دامت اللہ علیہ کے اس بے قلم سے ختم نبوت پر اس قدر واضح عبارات جس

نور پری بھی تسلیم کر لیا کہ ہاں جو درختوں کی رضا خانوں کا حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر الزام لگا کر دھم نبوت زمانی کے منکر شے بلاشبہ ریٹوی رضا خانوں کے بد باطنی اور کذاب اور کفر کے لئے لکھی گئی ہے۔

انہیں کی مطلب کی کہہ رہا ہوں وہاں میری بات ان کی انہیں کی محفل چلا رہا ہوں پر اسے میرا ذات ان کی چار تین کرام احمد اور اول پر پختہ رکھ کر بتائے ایک شخص اتنی صراحت کے ساتھ کہہ رہا ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت زمانی کو ایمانیات میں سے تصور کرتا ہوں اور میرا یہ عقیدہ ہے کہ جو کوئی آپ ﷺ کے بعد کسی اور مدعی نبوت کو تسلیم کرے وہ کافر ہے مگر اس کے بعد بھی کیا یہ کھل ہوئی بہت دھری اور نکلا ہوا تعصب نہیں کہ اتنی صراحت کے بعد بھی حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام لگایا جائے کہ انہیں وہ تو ختم نبوت کے منکر تھے معاذ اللہ۔

ملوکی احمد رضا خان صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

”چار جہ کہ جبکہ انہیں بندہ خدا اور اس کی بارگاہ میں وسیلہ بنے اور انہیں ہذا بن الہی والہ ہر بات امر است مانے اور وہ غلطی کرے کہ بے حکم خدا اور انہیں میں سکندر اللہ عزوجل کے دے بغیر کوئی ایک جہ بھی نہیں دے سکتا ایک حرف نہیں کہ سکتا چلے گا اور بے شک سب مسلمانوں کا یہی اعتقاد ہے اس کے خلاف کائن پر گمان بخش بدگمانی و حرام ہے۔“

(ادکام شریعت: حصہ اول، ص ۳۳ ضمیمہ الفترآن، علیہ السلام)

غور فرمائیں جب بات اپنے شرکیہ عقائد پر بات آئی تو فوراً کیسے چل پڑے کہ ہم جو کہتے ہیں اس پر یقین کرو و ثواب ملے اور میں بدگمانی نہ کرو کہ یہ حرام ہے مگر کوئی حضرت جی سے پوچھتے کہ غلطے دیوبند پر جوئے الزامات لگاتے وقت یہ اصول کہاں چنا جاتا ہے؟

اور ذرا بریلوی حکیم الامت کی اس عبارت کو بھی غور سے پڑھیں؟

”مسلمان بھائی پر بدگمانیاں نہ کیا کرو مگر اس کے کام یا حکام میں ایسا نہ ہو کہ اس کے لئے عذاب فرماتے ہیں کہ

اگر کسی مسلمان کے کلام میں ۹۹ معنی کفر کے ہوں ایک معنی ایمان کا تو اسے  
 بنا پر کافر نہ کہو اس سے موجود وہا یوں کو عبرت نگاہی چاہئے جو مسلمانوں کو  
 بات بات پر مشرک کہہ دیتے تھے۔

(نور العرفان: ص ۵۳۳، فقہی کتب خانہ)

مفتی صاحب وہا یوں کو تو عبرت نگاہی چاہئے مگر آپ لوگوں کو عبرت سے نہیں بچ رہی  
 چاہئے کہ جنہیں کسی کو کافر بنانے کا اتنا شوق ہے کہ اگر اس کی سیدھی سادھی عبارتوں سے کفر نہیں  
 لگتا تو آٹھے پیچھے ملک عرباتوں کے ٹکڑے جو تونز کمراسے کافر بنادہ اور وہ بیچارہ جو کفار سے کہے  
 کیا ظلم ہے میرا یہ عقیدہ نہیں ہے مگر تم بدگمانی کرتے رہو کہ نہیں تمہارا عقیدہ یہی ہے جو ہم کب  
 رہے ہیں عقیدہ تمہارا مگر میں مافی التشریح کرنے کا حق ہوں۔۔۔!!

کہتے مفتی صاحب کیا اسی کا نام انصاف ہے؟ کیا یہی ریاست کے اصول ہیں؟ کیا اسی روشی ہے  
 آپ کو اقل کا منصب سونپا گیا تھا؟

## اصول تکفیر

قارئین کرام کہاں علمائے اہل اسلام کا کسی کے بارے میں تکفیر کا حکم کرنے میں حد  
 درجہ احتیاط اور کہاں بریلو یوں کی یہ حق تکفیر! ایک شخص چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ میری عبارت کا  
 یہ مطلب نہیں جو تم نے لے رہے ہو اس کو تو میں خود بھی کفر کہتا ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ مگر خدا اور  
 ہست و حیرتی کی انتہاء کے جس تم جھوٹ بول رہے مطلب وہی ہے جو ہم بیان کر رہے ہیں کیونکہ ہم  
 نے آخر ج سے اس کا بدل لے لیا اور ہم نے اسے یہ ڈال کر ہر حال میں حلال کرنے میں۔  
 مشہور حنفی بزرگ حضرت علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

الذی مندی ای القول الذی یجب ان یقال هو الاحراز عن التکفیر  
 فی اہل التاویل ان کان تو بیہم عطاء فی فہم اثاویل فاسا و مسا  
 المصلین الموحنین الفانین المزمکین القاتنین للکتاب النابیین  
 لیسف فی جمیع الابواب خطوبتحتین ای ذو خطرو و یحوز ان یکسون  
 بفتح یکسرو ان خطا فی ترک الف کافر اھون فی الخطا سفک



مجموعہ من مسلم و فی نسما من دم مسلم و احد و لذا قال علماءنا اذا  
وجدتہم و نسعون و جہاتشیر الی تکفیر مسلم و وجہ و احد انہی  
ابقائہ علی اسلامی فینبغی للمفتی و القاضی ان یعملا بهذا الک الوجہ  
وہو استفاد من قولہ علیہ السلام ادر الحدود دعن المسلمین  
استطعن فان وجدتم للمسلم مخرجاً فخلو سبیلہ فان الامام لان  
یخطی فی العفو خیر لہ من ان یخطی فی العقوبۃ و اذا اثر مذی و غیرہ  
و الحاکم و صححوہ (شرح الشفاء: ج ۲ ص ۵۳۷)

مسلمان کو کافر کہنے کے بارے میں جس بات کا حکم کرنا واجب ہے وہ یہ ہے کہ  
اصل تاویل کو اگرچہ اپنی تاویل میں خطا پر ہوں کافر کہنے سے احتراز کرنا  
چاہئے اس لئے کہ نماز ادا کرنے والے اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لائے والے  
اور روزہ رکھنے والے زکوٰۃ ادا کرنے والے قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے  
اور تمام ایجاب میں اتباع سنت کرنے والے مسلمانوں کو کافر اور مسباح الدم  
قرار دینے میں بڑا خطرہ ہے حالانکہ ہزاروں کافروں کے بارے میں خطا کرنا  
ایک مسلمان کے بارے میں خطا کرنے سے زیادہ ہلکا ہے اسی وجہ سے  
ہمارے علماء نے فرمایا ہے اگر مسلم کے کلام میں ننانوے وجہیں کفر کی ہوں اور  
ایک وجہ اس کے اسلام پر باقی رہنے کی طرف مشیر ہو تو مفتی اور قاضی پر ضروری  
ہے کہ اس ایک ہی وجہ پر عمل کریں یعنی اس کو کافر قرار نہ دیں مسلمان کہیں۔

ہمارے علماء نے کسی مسلمان کو کافر قرار دینے میں کسی قدر احتیاط فرمائی ہے اس کیلئے صرف ایک  
مثال ملاحظہ فرمائیں:

از کتاب باب المرتدین میں معروضات ابو اسود سے ایک سوال نقل کیا ہے:

ان طالب ذکر عندہ حدیث غزوہ فقال اکل حلیۃ النبی ﷺ  
یعمل بہا فاجاب بانہ ینکفر

ایک طالب علم کے سامنے نبی کریم ﷺ کی حدیث بیان کی گئی اس نے کہا کہ  
کیا یہ سب احادیث نبی ﷺ کی ہیں کہ ان پر عمل کیا جائے مفتی نے اس  
طالب علم پر تنہم کفر دے دیا۔

عامہ الخطاوی جلد نمبر ۲ ص ۳۸۲ پر مفتی کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:

لو لدنا جواب بانہ یکفر فیہ من الکلام بعدہ القائل محمداً حبت ابائی یكون مرادہ انہ لا یعمل الا بالصالح منہا والحسن فی اثبات الاحکام ولا یعمل فیہ بالضعیف۔

**ترجمہ** یعنی اس غالب علم کے کلام پر مفتی کا فتویٰ کفر مسلم نہیں اس لئے کہ کلام کا اچھا ٹھل ہو سکتا ہے یا اس لئے کہ اس کی مراد یہ ہو کہ اثبات احکام مسیحی حدیث صحیح یا حسن پر عمل کیا جاتا ہے حدیث ضعیف پر نہیں۔

آگے فرماتے ہیں ان یكون مرادہ انما نسخ منہا لا یعمل بہ ای و هذا الحدیث الذی سمعہ انما ضعیف لا یتثبت حکمہ و اما منسوخ یعنی کہ حدیث منسوخ پر عمل نہیں کیا جاتا اب آگے فرماتے ہیں یعنی یہ حدیث جو اس نے سنی ضعیف ہے یا منسوخ۔

پھر فرماتے ہیں ”و یار ادنہ ذالک او ما حینما لہا لا یحکم علیہ بالکفر“ اس غالب کی جب یہ مراد ہو اور اس مراد کا احتمال بھی ہو تو اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ اور مجدد ملت و ام طائی قاری اٹھٹی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

فی المسالۃ المذکورہ فتصریح بالہ یقبل من صاحبہا التاویل

(مخبر الرضی الارضی فی شرح فقہ الاکبر ج ۳ ص ۳۶۲ دار البیضاء اسلام آباد ۱۹۹۸)

مسئلہ مذکورہ میں اس بات کی تصریح ہے کہ صاحب کلام کی ہر تاویل مقبول ہوگی۔

جب حضرت مالوتوی سراحت کے ساتھ تنجیر الناس کا مطلب خود بیان کر رہے ہیں اور جس عقیدے کو ان کی طرف منسوب کیا جا رہا ہے اسے وہ کفر کہہ رہے ہیں تو ان سب کے باوجود ان کو معاذ اللہ قطعی کا فر کہنا کیا ان سب کا برا حناف کے اصول و قواعد سے کھلی بغاوت نہیں؟

دلچسپ بات یہ ہے کہ خود احمد رضا خان بھی اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں چنانچہ وہ لکھتے

ہیں کہ:

”فتحاہ کرام نے یہ فرمایا ہے کہ جس مسلمان سے کوئی لفظ ایسا صادر ہو جس میں سو پہلو بھی نہیں ان میں ۹۹ پہلو کفر کی طرف جاتے ہوں اور ایک اسلام کی طرف تو جب تک غایت نہ ہو جائے کہ اس نے خاص کوئی پہلو کفر کا مراد رکھا ہے ہم اسے کافر نہ کہیں گے آخر ایک پورا اسلام بھی تو ہے کئی معلوم شائد اس نے۔“

بھی پہلو اور کھا ہوا اور ساتھ ہی فرماتے ہیں اگر واقع میں اس کی مراد کوئی یہ سلوئے کفر ہے تو ہماری تاریخ سے اسے ناکد و نہ ہوگا۔ وہ عند اللہ کافر ہی ہوگا۔

(تبیہ ایمان مع حسام الحرمین: ص ۱۲۳، مکتبۃ المدینہ کراچی)

یہاں مولوی احمد رضا خان صاحب نے صاف تصریح کی ہے کہ اگر کسی کے کلام میں یہ پہلو ہو اور ایک پہلو اسلام کا اور اس نے کوئی تصریح نہ کی ہو تو ہم اسلام والے پہلو کو ہی مراد لیں گے تو پھر یہ کس قدر تعصب ہے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت جس میں سرے سے کفر کا پہلو ہی نہیں معاذ اللہ اور جو معنی بریلوی اس سے لیتے ہیں اسے خود حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کفر کہہ رہے ہیں اور اس عبارت کا صحیح مطلب و مفہوم بھی واضح کر رہے ہیں تو اس سب کے باوجود انہیں کافر کہنا آخر کیوں؟

## ایک اور انداز:

بریلویوں کے موجودہ نام نہاد مناظر اسلام مولوی حنیف قریشی صاحب نے ایک کتاب لکھی آزرکون؟  
اس میں یہ صاحب لکھتے ہیں کہ:

”آزرکون براہیم علیہ السلام کا والد کہنے کی صورت میں مذکورہ اور علما و ائمہ ان تمام روایات کا انکار لازم آئے گا جن میں نبی اکرم ﷺ کے نسب پاک کی طہارت ثابت ہے اور قرآن مجید کی آیت و تفلک فی الساجدین سے بھی تضاد لازم آئے گا۔“

(آزرکون تھا؟ ص ۵۵ اسلامک بک کارپوریشن)

اس کتاب کا پیش لفظ لکھنے والے مولوی امتیاز حسین صاحب لکھتے ہیں کہ:  
”ایک بے لگام بے ادب ملٹری نے انبیاء کرام علیہم السلام کے نسب کی طہارت پر عام طعن کرتے ہوئے کافر و مشرک آزرکون خلاف حقیقت حبہ اللہ بآء حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا باپ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی۔“

(آزرکون تھا؟ ص ۹)

ان عبارات سے ثابت ہوا کہ جو آزرکون حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ کہے وہ:

- ۱۔ ان روایات کا منکر ہے جن میں نبی علیہ السلام کے شب کی طہارت کا ذکر ہے۔
- ۲۔ قرآن کی آیتوں میں تعارض پیدا کرنے والا ہے۔
- ۳۔ بے لگام ہے۔
- ۴۔ بے ادب ہے۔
- ۵۔ مسخری ہے۔

امیرِ اہم علیہم السلام کے شب پر سرعام طعن کرنے والا ہے۔

پھر اسی کتاب کے ص ۷۵ پر ہے کہ حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ حضرت آذر کو  
ابراہیم علیہ السلام کا والد کہتے ہیں۔ تو اب ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ مفتی حنیف قریشی صاحب ان  
پانچوں فتوؤں کا ہار بنا کر علامہ سیوطی کے گلے میں ڈالتے مگر چونکہ اس طرح کرنے پر وہ نہیں  
کی جگہ جوتیاں بنتیں اس لئے کہتے گئے۔

”معرض صاحب نے آذر کو ابراہیم علیہ السلام کا والد ثابت کرنے کیلئے جلالین  
کا حوالہ نقل کیا اور حاشیہ نے ہی بتا دیا کہ امام سیوطی آذر کو ابراہیم علیہ السلام کا  
چچا کہتے ہیں تو ایک ہی شخص کیلئے دو قول ہو لفظ واسمہ تارح وان ازرعہم  
ابراہیم کا اثبات ہوا یعنی امام سیوطی ایک طرف تو آذر کو ابراہیم علیہ السلام کا  
چچا کہہ رہے ہیں اور دوسری طرف کہہ رہے ہیں کہ آذر کو ابراہیم علیہ السلام کے  
والد کا لقب ہے تو آپ کے دو اقوال میں تعارض آیا اور ہر دو کا احتمال تو اذاجاء  
الاحتمال بطل الاستدلال جب احتمال آئے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے  
لہذا معرض کا استدلال باطل ہوا۔ (ص ۷۵)

تو جناب اگر بقول آپ کہ اگر ایک گستاخ رسول کو اتوا جاء الاحتمال کے اصول کے تحت  
چھوٹ دیجا سکتی ہے تو دوسروں کیلئے یہ اصول کیوں نہیں؟؟ یعنی آپ لوگ مانتے ہیں کہ حضرت  
خالد تو ہی نے ختم زمانی کا اقرار کیا ہے پر تختہ پر الناس میں انکار تو دو اقوال میں تعارض آیا اور ہر دو کا  
احتمال لہذا اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

یاد رہے کہ یہ صرف الزامی جواب ہے۔

## ایسا اور اسی

بریلوی اشرف علیہ السلام، ہواوی اشرف سیالوی صاحب لکھتے ہیں:

”اسے اپنے عقیدے کی تشریح کا حق متعلقہ فریق کو ہوتا ہے دوسرا فریق ان کے متعلق قطعاً یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ تمہارا عقیدہ ہے۔“

(تویرالابصار، ج ۷: ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور)

لہذا کبریاً قارئین کرام! دیکھا اللہ نے کس طرح حق بات بریلوی مصنف کے مسلم سے منکھواوی حقیقت یہ ہے کہ بریلوی حضرات سے ہمارا اختلاف ایسی بھی ہے کہ وہ ہمارے عقائد کی تشریح اپنے من مانے مطلب کے مطابق کرتے ہیں اور پھر وہ عقائد جنہیں ہم بھی کفر کہتے ہیں ہماری طرف ذرہ بیتی منسوب کر کے کہتے ہیں کہ تم لا کھ بار کہو کہ یہ تمہارا عقیدہ ہے ہم نہیں مانتے بلکہ ہمارے نزدیک تمہارا عقیدہ وہی ہے جو ہم کہہ رہے ہیں لہذا اس سے توبہ کرو۔

ہم بریلوی حضرات سے گزارش کرنا چاہیں گے کہ اس اصول کی روشنی میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور ہمارا عقیدہ بالکل واضح ہے کہ ہم نبی کریم علیہ السلام کو اللہ کا آخری نبی مانتے ہیں اور آپ کے بعد کسی بھی مدعی نبوت کو کافر جانتے ہیں یہی ہمارا عقیدہ جسے ہم نے ہدائل ثابت بھی کر دیا ہے لہذا اب بریلوی حضرات کو قطعاً یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کہیں کہ نہیں، حاذ اللہ تمہارا عقیدہ تو یہ ہے کہ تم نبی کریم ﷺ کے ختم نبوت کے منکر ہو۔

### تخذیر الناس کی تائید میں حوالہ جات

(۱) عارف باللہ حضرت مولانا روئی آج سے کئی سو سال پہلے خاتم النبیین کا یہ مطلب بیان کر چکے ہیں جو حضرت نانوتوی نے بیان کیا چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

ہر ایسا خاتم شدہ است او کہ بخود  
مشی اولی ہو ولی خواہند بود  
چونکہ در صنعت برقا دوست  
نی تو کوئی ختم صنعت بر تو است

(مشکوٰۃ مولانا درود، دفتر ششم، ج ۱۰، طبع نوٹنگھور پریس، دہلی، ۱۹۰۸ء، مکتورالطباع کا پورا ۱۳۲۱ھ)

**ترجمہ:** اسی لئے وہ خاتم بنے کیونکہ فیضِ رسائی میں نہ کوئی آپ کا مثل ہوا اور نہ آئندہ آپ کے مثل ہو سکے جب کوئی استادِ گہری میں باری لے جاتا ہے کیا تو نہیں کہتا کارِ گہری اسی پر ختم ہے۔

یعنی آپ کے خاتم اسی لئے ہوئے کہ فیضِ رسائی میں نہ کوئی آپ کا مثل ہوا اور نہ آئندہ آپ کا مثل ہو سکے یعنی آپ کا لقب خاتمِ بوجہ ختمِ زمانی کے تو ہے ہی لیکن اس میں منحصر نہیں بلکہ اس وجہ سے بھی ہے کہ آپ پر کمالات ختم ہوئے۔

بتائے خاتم کے اس معنی میں جو مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے ان اشعار میں بیان کئے، اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ معنی میں کیا فرق ہے؟

(۲) اسی طرح علامہ فاضل اپنی کتاب "شرح نسیم الریاض" میں فرماتے ہیں:

انی عبد اللہ و خاتم النبیین و خاتم بکسر التاء و فصحیہا اخر هم و من بد کمالہم۔

(شرح نسیم الریاض: ج ۳ ص ۳۱ - دارالکتب العلمیہ بیروت)

**ترجمہ:** خاتمِ تائے کسرے اور تاء کے ساتھ بمعنی نبیوں کے آخر اور ذوات جس پر تمام نبیوں کا کمال ختم ہو گیا۔

یعنی "خاتم" کو دونوں طرح سے پڑھ سکتے ہیں ایک تو تائے کسرے کے ساتھ اس صورت میں معنی ہوگا کہ جو تمام انبیاء کے آخر میں آئے والے ہیں مگر اسی خاتم سے ایک اور معنی بھی مفہوم ہوتا ہے جب آپ اس کو مفتوح التاء پڑھیں تو اس صورت میں معنی ہوگا کہ آپ ﷺ نبوت کے اعتبار سے تو آخری نبی ہیں آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی تو نہیں آئے گا مگر ایک معنی یہ بھی ہے کہ جتنے بھی انبیاء عظیم السلام ہیں ان تمام کے کمالات آپ پر آ کر ختم ہو جاتے ہیں۔

(۳) حکیم ترمذی لکھتے ہیں:

"فأمر محمد أفهم خاتم النبیین ومعناه عندنا أن النبوة قد تمت باجمعها المحمد ﷺ فجعل قلبه لکمال النبوة وعاء علیہ ثم ختم"۔ (ختم الاولیاء، ص ۳۱)

(۴) شیخ عبدالکریم جلی متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

"فكان خاتم النبیین لانه لم یبدع حکمة ولا هدی ولا علما ولا مریا ولا قدیہ علیہ و اشار الیه قدر ما یلیق بالنسب لذلک السر اما تفسر یحاور اما تلویحاً و اما اشاراً و اما کتابة و اما استعاراً و اما بحکما و اما مفسراً و اما موزناً و اما تشابهاً الی غیر ذلک من انواع

شکمال بیان۔ فہم بل غیر عمدہ خیالاً مستقل بالامر و خیر البیرۃ لانہ ہاتر ک شیبا یحاج الیہ لا ولہ جاء بہ فلا یجد الذی یاتی بعدہ من الکمل خیار متایفی الذی بد علیہ الار قد فعلی و یجوز ذالک فی تبعہ ہذا الکامل کما فیہ علیہ بتسیر تالیف فی القبط حکم البیرۃ الشیرۃ الشیرۃ بعدہ و کان محمد بن علی بن عثمان النجیب لانہ جاء بہ تکمال و لم یجس احد بذالک

(الانسان اکمل فی معرفۃ الخیر و الاوّل، ص ۱۱۵، ۱۲۰، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۵) علامہ سبطانی رحمہ اللہ متوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

"حکم المرسلین ذکر العلماء فی حکمہ کونہ خاتم النبیین والمرسلین او جہا منہا ان یكون الختم بالرحمة و ان الذی ان لا یطول مکث امتہ تحت الارض اکر اعالہ"  
(شرح مواہب اللدیہ، ج ۴، ص ۱۸۵، ۱۸۶، فی ذکر امامہ، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۶) امام محمد بن یوسف حاکمی متوفی ۹۴۳ھ لکھتے ہیں:

"الخاتم مفتوحہ ذکر ہا و نقل ذالک عن سبط ثعلب و کذا فی المہمات لابن عساکر لال و اما الخاتم بالفتح لخصہ والہ احسن الانبیاء خلفاء و خلقا و لانہم فی جملة الانبیاء علیہ السلام الخاتم الذی ینجمل بہ"

(سبل و الحدی و الارشاد فی سیرۃ خیر العباد، ج ۱، ص ۵۵۸، مطبوعہ تاجروہ)

(۷) مفتی علی حقان والد احمد رضا خان لکھنوی:

"اور آخر النجیبین اور خاتم النبیین بھی ہیں اور جو اس لفظ کو بموجب قرأت عامم رحمۃ اللہ علیہ کے خاتم النبیین لکھا گیا ہے تو ایک اور خاصہ آپ کا ثابت ہوتا ہے۔" (انوار جمال، ص ۲۶۲)

(۸) بریلوی مفتی اعظم افغانستان لکھتا ہے:

"یعنی جو بھی رحیمہ عالم امکان میں تھا آپ ﷺ پر ختم کر دیا گیا اور ہر وقت جو خدا اور تعالیٰ کے اپنا مخلوق بننے مقدر کر رکھی تھی آپ ﷺ پر تمام و کمال کر دی گئی اس لئے آپ کو خاتم النبیین بنادیا۔"

(عیون مبارک، ص ۳۹)

اس عبارت میں بھی آپ ﷺ کو برقی اعتبار سے خاتم النبیین مانا گیا اس کتاب پر شاہ تراسب لکھی کہ ان کی ہر دفعہ مسعود احمد کی تقاریف ثبت ہیں۔

(۹) پیر محمد حسین شاہ ملی پوری ابنِ پیر جماعت علی شاد لکھتا ہے:

”آنحضرت ﷺ کا خاتم النبیین ہونا اس امر کو واضح کر رہا ہے کہ نبوت کا ختم ہونا اس کے کمال کی نشانی ہے یعنی نبوت میں جن اوصاف حسد اور استسلاح عہدہ کی کمی رہ گئی تھی ان کو ہمارے نبی اکرم ﷺ نے تفریف لاکر پورا کیا ہے۔“

(افضل الرسل ﷺ، ص ۱۳۳، مجمع خدامِ الصوفیہ، سکر)

اس عبارت میں بھی نبی اکرم ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کو صرف زمانی کے بجائے کمالات کے اعتبار سے مانا گیا ہے۔

بریلوی علماء کے فتاویٰ حیات

تیسرا شاہ بخاری لکھتا ہے:

”قرآن حکیم نے جب خاتم النبیین فرمادیا تو آیت آپ کے آخری نبی ہونے میں نص قطعی ہو گئی آخری نبی کا معنی خود حضور ﷺ نے بتایا صحابہ کرام تابعین اور تمام امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا عقیدہ ایسا ان پر رہا اور اسی پر رہے گا جملہ آخر کرام مضرین و محدثین نے قرآن وحدیث کی روشنی میں سمجھا دیا کہ خاتم بمعنی آخری نبی ہے اسی پر اجماع ہے اور اسی پر تواتر ثابت ہے اس معنی میں نہ کوئی تاویل مافی جائے گی نہ کوئی تخصیص بلکہ تاویل و تخصیص کرنے والا بھی خارج از اسلام ہو گا اور سمجھ بوجھ کر بھی ایسے کافر کے کفر میں شک کرنے والا اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔“ (ختم نبوت اور تحذیر الناس، ص ۲۳)

شریف الحق امجدی لکھتا ہے:

”حضور اقدس ﷺ نے اور صحابہ کرام نے اور سلف و خلف پوری امت نے خاتم النبیین کے معنی صرف آخر الانبیاء بتایا یعنی حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں یا حضور اقدس ﷺ کے زمانے کے بعد کسی کو بھی منصب نبوت نہیں مل سکا اور کوئی نبی نہیں ہو سکتا وہ بھی اس قید کے ساتھ کہ اس میں نہ کسی تاویل کی گنجائش ہے نہ کسی تخصیص کی تصریحیں فرما دیں کہ اگر کوئی اس میں کسی قسم کی تاویل یا کوئی تخصیص کر لے تو وہ کافر ہے۔“



(مسئلہ تحقیق اور امام احمد رضا عند جدید و مجددین سے کہ جواب سوالات ص ۶۸)

ہاں میں جن علماء نے خاتم کا معنی آخری نبی کے علاوہ دیکھا بھی کہے وہ ان فساد کی روشنی میں  
 واللہ رب کے سب کا فرخ سے بلکہ احمد سعید کاظمی تو بڑا اعتراف کرتا ہے:  
 ”ہاں یہ ممکن ہے کہ لفظ خاتم العینین کی بے شمار ایسی توجہات نکلیں جو اس  
 کے مدلول قطعی معنی متواتر کی موجد اور اس کی موافق ہوں کیونکہ قرآن مجید کا  
 ایک ایک حرف مطالب لاتعداد اور لامتناہی کا حامل ہے۔“

(سوالات کاظمی، ج ۳ ص ۳۷۷)

یہی کی شیخ الحدیث علامہ رسول سعیدی اپنے مناظرِ علامہ و نظیر تصویر کی حوالے سے لکھتا ہے:  
 ”مولانا علامہ و نظیر تصویر نے اس اشکال کے جواب میں لکھا ہے کہ ہر ایک کی  
 خاصیت اضافی ہے یعنی ان زمینوں میں جو نما ہیں ان کی خاصیت ان زمینوں  
 کے اعتبار سے ہے اور نبی ﷺ کی خاصیت اس زمین میں مبعوث ہونے والے  
 انبیاء کے اعتبار سے ہے۔“ (تبیان القرآن، ج ۱۴ ص ۹۳)  
 یہی مولوی نے نبی کریم ﷺ کی شہرِ نبوت کی تخصیص اسی زمین سے کر کے اپنے ہی مولوی کے  
 توہم کی رو سے کفر کا ارتکاب کیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

قارئین کرام! تحفہ یر الناس میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیان فرمایا کہ جس  
 طرح خاتم العینین کا ایک معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ سب سے آخری نبی ہیں اسی طرح اسی خاتم  
 العینین سے ایک معنی یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ تمام انبیاء کے جتنے کمالات ہیں ان سب کے بھی  
 آپ ﷺ خاتم ہیں اس لئے کہ آپ ہی اصل الانبیاء اور نبی الانبیاء ہیں آپ ہی کے فیض سے تمام  
 انبیاء عظیم السلام کو نبوت ملی اور آپ ہی کی ذات وہ بابرکت ذات ہے کہ جس کے وسیلے سے تمام  
 انبیاء عظیم السلام نور نبوت سے مستفیض ہوئے۔

حقیقت ہے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو موقف پیش کیا وہ کوئی جدید موقف  
 بلکہ اس سے پہلے بھی علماء و اکابر امت مختلف انداز میں ان باتوں کو بیان کر چکے ہیں قسم  
 نبوت کا ایک معنی ”ختم مرتبی“ بھی ہے اس پر ہم علامہ رضا جی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ربیع رحمۃ اللہ

علیہ و دیگر اکابر کی عبارات پیش کی جا چکی ہیں۔ یہاں اس موقع پر اب ہم نبی کریم ﷺ کے نبی الانبیاء ہونے پر نہ صرف اکابر امت بلکہ خود بریلوی اکابر کی بھی چند عبارات پیش کرنا چاہتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”آپ ﷺ نبی تھے جبکہ آدم علیہ السلام ابھی روح و جسم کے درمیان تھے جیسا کہ امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے نیز عالم ارواح میں آپ کی روح مبارکہ سے انبیاء علیہم السلام کی ارواح مقدسہ کو فیض حاصل ہوا۔“ (عارض الشوق ج ۱ ص ۱۱۵)

(۲) علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”قال النبی ﷺ هو نبی الانبیاء۔ فنبوہ ورسالتہ اعم و اعظم و اکمل۔“ (الحادی للفتاویٰ ج ۲ ص ۳۲۵)

سو نبی کریم ﷺ ہی الانبیاء ہیں۔ آپ کی نبوت و رسالت زیادہ عام اور عظیم الشان و اکمل ہے۔

(۳) ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

واعاھو ﷺ فھو طیب بیابیا النبی و بیابیا الرسول لکونہ بہ موصوفاً بجمیع وصفات المرسلین و فی قولہ تعالیٰ و لکن رسول اللہ خاتم النبیین ایما الی ماورد فی بعض احادیث الاسراء جعلک اول النیین خلقا و اخر ہم بعثا و اذ الیزاز من حدیث ایسی ہریرہ۔ قال الامام فخر الدین الرازی بالحق ان محمداً ﷺ قبل الرسالة ما کان علی شرع نبی من الانبیاء و هو المختار عند المحققین من الحنفیۃ لانہ لم یکن امتنبی فط لکنہ کان فی مقام النبوة قبل الرسالة لکان یعمل بماھو الحق الذی ظہر علیہ فی مقام النبوة بالوحی الخفی و الکشف الصادق من الشریعة ابراھیم و غیرھا کذا نقلہ فی شرح عمدة النسخی۔ و فیہ دلالة علی ان نبوہ لم یکن متحصراً قیما بعد الاربعین کما قال جماعۃ بل اشارۃ الی انہ من یوم ولادہ متصف بنبوتہ بل یدل حدیث کنت نبیا و ادم بین الروح و الجسد علی انہ موصوف بہ وصف النبوة فی عالم الروح قبل خلق الاشباح و ہذا وصف خاص لہ لانہ محمول علی خلقہ للنبوة و استعدادہ للرسالة کما یفہم من کلام الامام حجة الاسلام فانہ

جہنم لا یتمیز عن غیرہ حتی یصلح ان یکون معہ حاجبہذا النعت بین الاکلام۔  
(شرح لفظ الاکلام: حص ۱۳۳، ۱۳۴، ۵۲۰ الفوائد بیروت)

ترجمہ: اور آپ ﷺ کو خطاب کیا گیا یا ایہا النبی اور یا ایہا الرسول کے ساتھ کیونکہ آپ تمام پیغمبروں کے ہوصاف کے ساتھ موصوف ہیں اور اللہ کے قولی والکن رسول اللہ وحاتم النبیین میں اشارہ ہے اس کی طرف جو وارد دو معراج کی بعض احادیث میں کہ میں نے تجھے پیدا کرنے میں سب انبیاء سے اول اور سچے میں سب سے آخری بنایا اور ادا البرادر عن ابی ہریرۃ۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو رسالت سے پہلے کسی نبی کی شریعت پر نہ تھے تحقیق حقیقہ کے نزدیک بھی یہ مختار ہے کیونکہ آپ کسی نبی کی امتی نہ تھے لیکن آپ رسالت سے پہلے نبوت کے مقام پر تھے اور عمل کرتے تھے اس حق پر جو آپ پر ظاہر ہوتا تھا اپنے مقام نبوت میں وقتی فنی اور کثرت عبادت کے ساتھ ہر ایم علیہ السلام یا اس کی عبادہ کی شریعت سے اسی طرح قونوی نے شرع عہد میں اختل کیا۔ اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کی نبوت چالیس سال کے بعد میں قصر نہیں جیسا کہ ایک جماعت نے کہا بلکہ اشارہ ہے اس طرف کہ آپ ﷺ اپنی پیدائش کے دن سے ہی وصف نبوت سے موصوف ہیں بلکہ حدیث کثرت تعداد اہم بین الروح والجسد اس پر دلالت کرتی ہے کہ آپ عالم ادوار میں صورتوں کے پیدا ہونے سے پہلے نبوت کے ساتھ موصوف تھے اور یہ وصف آپ کے ساتھ خاص ہے حدیث کا یہ معنی نہیں کہ آپ کو نبوت کیلئے پیدا کیا گیا تھا یا آپ کو رسالت کیلئے چار کیا ہوا تھا جیسا کہ کہا گیا ہے امام جہد الاسلام کے کلام سے۔ اس لئے کہ اس وقت آپ دوسروں سے ممتاز نہ ہوئے تھے حتیٰ کے درست ہو کہ مخلوق کے درمیان اسی وصف کے ساتھ آپ ان کی تعریف کی جائے۔

(۲) علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

امام تقی الملک والدین ابو الحسن علی بن عبد الکافی سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں ایک نص رسالہ "العظیم والمنہ فی لکونہ منہ و لتصورہ" لکھا اور اس میں آیت مذکور سے ثابت فرمایا کہ ہمارے حضور ﷺ سب انبیاء کے نبی ہیں اور تمام انبیاء و مرسلین اور ان کی امتیں سب حضور کی امتی۔

(عجلی الیقین: ۱۴۳ زائد رضا خان صاحب)

## بریلوی اکابر کے چند حوالے

(۵) مولوی نقی علی خان صاحب لکھتے ہیں:

بعض علماء فرماتے ہیں کہ آپ منصب نبوت میں اصل تھے گو یہ غیبروں کو آپ سے وہ نسبت تھی جو صوبوں کو وزیروں اور بادشاہوں سے ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ حکم خلیفہ کا اصل کے سامنے باقی نہیں رہتا۔ آپ دامد و محکم برحق است و نکھو۔ قرآن نے توریت و انجیل کو منسوخ قرار دیا غیبر اس آفتاب ہدایت سے نسبت ستاروں کی رکھتے ہیں کہ اس سے نور حاصل کر کے اوروں کو راہ بتاتے ہیں اور اس کی غیبت میں لوگ ان سے راہ پاتے ہیں اور فائدہ اٹھاتے ہیں جس وقت آفتاب نکلا ہے تمام عالم میں صرف اسی کا حکم جاری ہوتا ہے کسی کا دخل نہیں رہتا۔

(انوار بحال معطل، ص ۲۳۹)

عبارت پر غور فرمائیں کہ مولوی نقی علی کہتے ہیں کہ جس طرح آفتاب کی روشنی اس کی ذاتی روشنی ہوتی کسی سے مستفاد نہیں اور ستاروں کی روشنی آفتاب سے مستفاد ہوتی ہے اسی طرح نبی کریم ﷺ آفتاب ہدایت ہیں کہ آپ نصف نبوت میں کسی دوسرے نبی کے محتاج نہیں مگر تمام انبیاء کو نبوت آپ ﷺ کے فیض سے حاصل ہوئی۔ یہاں ایک اور بات بھی قابل غور ہے مولوی نقی علی خان نے نبی ﷺ کی نبوت کو ”اصل“ کہا بریلوی یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے نبی ﷺ کی نبوت کو ذاتی کہا باقی انبیاء کی نبوت کو عارضی جس کا جواب آگے آ رہا ہے لیکن اگر ہم بھی بریلوی حضرات کی طرح جہالت پر استرا نہیں تو ہم بھی یہاں کہہ سکتے ہیں کہ مولوی نقی علی خان صاحب نے نبی ﷺ کی نبوت کو ”اصل“ کہا اور ”اصل“ کے مقابلے میں ”افضل“ آتی ہے تو گویا حضور ﷺ کی نبوت تو ”اصل“ ہوئی اور باقی انبیاء کی نبوت ”مقتضی“ معاذ اللہ۔ اسی طرح بعض بریلوی حضرات نے یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ ”ذاتی“ اور ”عارضی“ کی تقسیم کر کے نانوتوی صاحب نے انبیاء کو ایک دوسرے پر فضیلت دی حالانکہ نبی کریم ﷺ نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے مگر مولوی نقی علی خان کی اس عبارت پر بھی غور فرمائیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کے بارے میں کہہ

رہے تھا کہ آپ ﷺ کو دیکھا گیا ہے یہی نسبت ہے جو بادشاہ کو درجوں اور گورنروں سے ہوتی ہے کیا یہ ایک دوسرے پر فضیلت نہیں؟ کیا ہمارے بریلو کی صاحبزادیوں پر بھی کچھ کہنا مناسب سمجھیں گے؟

(۱) بانی بریلویت مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

”محمد ﷺ اصل الاصول ہیں محمد ﷺ تمام لوگوں کے رسول ہیں۔“

(جلی المصنفین: ص ۲۳)

(۲) مولوی امجد علی اعظم گڑھی لکھتا ہے:

”حضور ﷺ انبیاء ہیں اور تمام انبیاء حضور کے اسی سب سے اپنے اپنے عہد کریم میں حضور کی نیابت میں آئے ہیں۔“

(بہار شریعت: حصہ اول، ص ۱۸ شیخ غلام علی دہلوی)

(۳) بریلو کی حکیمہ الامت مفتی احمد یار محمدا آبادی صاحب لکھتے ہیں:

”یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ حضور علیہ السلام کی موجودگی میں تمام پیغمبروں کے ایمان کیوں منسوخ کر دئے گئے اور نبی کا کھد ہے کہ ہر چیز اپنی اصل پر پہنچ کر ختم ہوتی ہے بلکہ اپنے آپ کو اس اصل میں گم کر دیتی ہے رات بھر تارے جھلکاتے ہیں مگر جہاں سورج چکا سب چھپ گئے کیونکہ سب تاروں میں سورج ہی کا نور تھا۔ تمام دریا سمندر کی طرف بھاگے جاتے ہیں کیونکہ ہر دریا سمندر سے بنا ہے سمندر سے بادل آیا بخاراں پر بارش میں کر یا ریل میں کر کر اس سے دریا بن جاتا اپنی اصل کی طرف بھاگتا ہے اسی طرح نبی ﷺ نے، رخصت نے، کسی عمارت نے، اس کو روکنا چاہا اس کو بھی گم کر دیا مگر جہاں سمندر کے قریب پہنچا خود بھی چاٹ کر پاؤں دھوئی میں کمی ہو گئی اور جب سمندر سے ملا تو اس طرح کا اور گم ہو گیا کہ گویا تمام ٹھکانا اور بیکانہں بحال سے کہا

میں تو شدم تو میں شدم میں تو شدم تو جاں شدی

چا کس نہ ہو یہ بعد از میں و حکیم تو دیکھتی

انکس طرح تمام انبیاء کرام تارے ہیں حضور آفتاب حضور کو قرآن میں فرمایا گیا سرا جہاں انبیاء تمام انبیاء کرام دریا ہیں حضور ﷺ ان دریاؤں کے سمندر تمام نبیوں اور اوصیاء ہیں آری ہیں فرعون بنی اسرائیل صرہ وی شام و افغانیاں سائے آئیں ان کو پاش پاش کر دیا مگر سمندر نبوت کو پا کر سب نے اپنے آپ کو اس سے

میں تم کو دیکھ کر یا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبوب و یارک و سلم

(شان حبیب الرحمن: ص ۳۶-۳۷) اور ہر یک ڈاچو آرام باغ کراچی)

قارئین کرام! اس عبارت کو غور سے پڑھیں مفتی صاحب نے تحذیر الناس ہی کے مضمون کو آسان انداز میں بیان کر دیا تحذیر الناس میں نبی کریم ﷺ کی نبوت کو بالذات کہا یہاں اصل کے لفظ سے تعبیر کیا۔ پھر حضرت نانوتوی نے سورج کی مثال دی سمندر کی مثال نہ دی کیونکہ سمندر سے پانی نکالا جائے تو کچھ نہ کچھ کی آتی ہے جو پانی سمندر سے لیا جائے اور سمندر میں نہ رہے گا لیکن زمین پر جو دھوپ ہوتی ہے وہ سورج کی روشنی ہوتی ہے اور اس وقت سورج کی روشنی میں اس سے کوئی کمی واقع نہیں ہوتی بلکہ زمین کی یہ روشنی اس وقت بھی سورج کے ساتھ ہے سورج کے غروب ہونے سے یہ روشنی ختم ہو جاتی ہے معلوم ہوا کہ حضرت نانوتوی کا ذہن جہاں تک گیا مفتی احمد یار جمبی صاحب کے ذہن کی رسائی وہاں تک نہ ہوئی۔

قارئین کرام! حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اگر لفظ خاتم النبیین سے آخری نبی کا معنی لینے سے ساتھ ساتھ نبی الانبیاء کا مفہوم اخذ کریں تو ان کی تفریق کیوں نہ کی جائے؟ ان کو برا کس لئے کہا جائے؟

مولوی محمد اسماعیل نقشبندی کو اس بات سے بڑی تکلیف ہے کہ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحذیر الناس میں نبی کریم ﷺ کی نبوت کیلئے آفتاب اور باقی انبیاء کیلئے ستاروں کی مثال کیوں دی اور کیوں نبی ﷺ کی نبوت کو ذاتی باقی انبیاء کی نبوت کو عرضی کہا اس طرح تو نبی کریم ﷺ کو دوسرے انبیاء پر فوقیت دی جا رہی ہے جبکہ نبی کریم ﷺ نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے۔

(حکمت حبیب کہرا اور دعوات کفریہ۔ مصدقہ مولوی حسن علی دہلوی)

آفتاب و ستاروں کی وہی مثالیں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سے صرف کر کے آپ کے اکابر نے بھی اپنی کتابوں میں بیان کی اسی طرح اگر نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”ذاتی نبوت“ کی اصطلاح استعمال فرمائی تو یہاں اسے ”اصلی نبوت“ سے تعبیر کر دیا گیا (اذا مشاہد فی الاصطلاحات) تو کیا مولوی اسماعیل صاحب یہاں اپنے اکابر پر بھی اسی طرح بریں

ہے؟ کسی قدر تعصب اور ہٹ دھرمی ہے کہ ایک طرف تو علمائے دیوبند کو یہ الزام دیا جائے کہ یہ نبی کریم ﷺ کے فضائل و کمالات کے منکر ہیں لیکن جب علمائے دیوبند نبی کریم ﷺ کے فضائل بیان کرنا شروع کر دیں تو یہ اعتراض شروع ہو جاتا ہے کہ تم نبی کریم ﷺ کو دیگر انبیاء پر کیوں فضیلت دے رہے ہو؟ یہاں کرنے سے تو خود نبی کریم ﷺ سے منع کیا ہے۔ یعنی ہر حال میں ہم نے تم پر کفر و گستاخی کے فتوے لگانے ہیں کیونکہ ہمارے پیٹ کا حقد وہی اسی میں ہے ہمارے اہل حضرت بریلی میں جو کفر ساز مشین گن نصب کر کے گئے تھے اس کی گن گھرج کو کسی طرح ہم نے خاموش نہیں ہونے دینا تا کہ انگریز سرکار کو اور حکومت کرو کہ اصول کے تحت ہم سے راضی ہو اور یوں اس مہنگائی کے دور میں ہم معاش کی فکر سے آزاد ہوں۔

اسی طرح بریلوی مذہب کے بانی مولوی احمد رضا خان صاحب نے بھی تو لکھا ہے کہ آخر الصبیحین کا ایک اور معنی بھی ہے اور وہ معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ درجے میں سب سے آخر تھے آپ ﷺ سے آگے بڑھا ہوا کوئی نہیں ان کے خیال میں آخرا کا لفظ "اولیت مرتبی" کے معنی میں ہے اور "آخر الصبیحین" کے معنی "اول الصبیحین" کے ہیں۔ پس ان کے نزدیک لفظ "خاتم" "خاتمیت" مرتبی" کا بیان ہوگا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

نماز انصی میں تھا یہی سرمایا ہو معنی اول آخر  
کہ دست بستہ ہیں چہچہ حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

(عدالتی بخشش، حصہ اول، ص ۱۱۰)

یعنی حضور ﷺ نے معراج کی رات مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء کرام کی اسامت فرمائی یہ آپ ﷺ کے سب سے افضل رسول ہونے کا کھلا نشان تھا۔ مسجد اقصیٰ کی اس نماز میں یہ راز یہاں تھا کہ آخر الصبیحین کے معنی اول الصبیحین کھل کر سب کے سامنے آ جائیں اور ختم نبوت مرتبی پوری طرح واضح ہو جائے۔ آخرا کا معنی اول ہو یہ کسی وقت میں نہیں۔ ہاں درجے کی انتہاء مراد یہاں ہے تو اس کے معنی اول ہو سکتے ہیں اب بریلوی ہی بتائیں کیا مولوی احمد رضا خان صاحب نے خاتم الصبیحین کے خلاف معنی چھوڑ کر کیا ایک نئے معنی نہ کیا؟ اگر مولوی احمد رضا خان اس حرکت پر مجرم نہیں تو کیا اسلام کا اسم انو تو ہی رحمت اللہ علیہ کو کیا انگریز کو خوش کرنے کیلئے مجرم گردانا جا رہا ہے؟

مندرجہ بالا عبارات پر بریلوی فتوے

عظیم شاہ بخاری لکھتا ہے:

”حضور ﷺ کی نبوت بالذات اور غیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت کو محض بالعرض اور مجازی نبوت و رسالت قرار دینا قرآن مجید میں تحریف معنی اور انبیاء کی نبوت کا صریح انکار ہے۔“

(ختم نبوت اور تحذیر الناس جس ۱۹۷)

اور غلام نصیر الدین سیالوی لکھتا ہے:

”دوسرے انبیاء و صف نبوت کے ساتھ بالعرض متصف ہیں حضور ﷺ بالذات متصف ہیں ابتداً اسلئے نبوت آپ پر ختم ہو گیا۔ مگر فرار صاحب قاسم نانوتوی کی اس عبارت کو ختم نبوت زمانی پر بطور دلیل کے پیش کرتے ہیں حالانکہ اس طرح تو باقی انبیاء علیہم السلام کی نبوت سے تو انکار ہو جائے گا۔“

(عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، ص ۱۹۸)

ان حضرات نے نبوت کی ذاتی و عرضی تقسیم کو کفر و انکار ختم نبوت قرار دیا اس کا تفصیلی جواب تو آگے آ رہا ہے مگر یہاں بریلوی انکار نے نبی اکرم ﷺ کیلئے اصل الانبیاء یعنی اصل کا لفظ استعمال کیا اور غلام نصیر علی لکھتا ہے:

”یہاں ذات کا بدل اصل اور اصل کا بدل ذات موجود ہے۔“ (دیوبندی مذہب، ص ۵۹۵)

گویا ذات و اصل ایک ہی چیز ہیں اب جن جن علماء نے نبی اکرم ﷺ کی نبوت اصل کی طرف تقسیم کی وہ سب ذاتی نبوت کے قائل ہو کر مندرجہ بالا علماء بریلویہ کے فتوے کی رو سے کافر و ختم نبوت کے منکر ہیں۔ ایک اور عبارت ملاحظہ ہو:

”یقیناً حضور ذاتی و زمانی ہر طرح خاتم النبیین ہیں اور حضور کی ختم نبوت ذاتی پر سینکڑوں دوسرے دلائل بھی موجود ہیں۔“ (دیوبندی مذہب، ص ۱۷۱، ۱۷۲)

جب نبی اکرم ﷺ کی ذاتی نبوت پر سینکڑوں دلائل موجود ہیں تو بریلوی جواب دہیں کہ وہ سینکڑوں دلائل ماننے والے معاذ اللہ کافر ہیں یا ان دلائل کو ماننے پر ختم نبوت کا انکار لازم کرنے والے



کا فریق؟

کاظمی صاحب کا شکوہ اور اس کا جواب

بریلوی رازنی و غرضی نکلتا ہے:

”ہمیں نانوتوی صاحب سے یہ شکوہ نہیں کیا کہ انہوں نے رسول ﷺ کیلئے تاخر زمانی تسلیم نہیں کیا یا یہ کہ انہوں نے رسول ﷺ کے بعد مدعیان نبوت کی تخلیب و تغیر نہیں کی انہوں نے یہ سب کچھ کیا مگر قرآن کے معنی منقول متواتر کو عوام کا خیال قرار دے کر اپنے سب کچھ پر پانی پھیر دیا۔“

(مقالات کاظمی، ص ۱۵۱)

یہ عوامان حضرات کے منہ پر ایک طمانچہ ہے جو کہتے ہیں کہ حجۃ الاسلام امام نانوتوی نے تاخر زمانی یعنی آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے کا انکار کیا یا آپ کے بعد کسی جدید نبی کے آنے کے قائل تھے یاں گھایا کہ تاخر زمانی کو عوام کا خیال بتایا تو یہ بھی کاظمی صاحب کی سیرت و دنیا ہے جس کا جواب آگے آ رہا ہے لیکن ہم یہاں حکیم ترمذی رحمہ اللہ کی ایک عبارت پیش کر رہے ہیں بریلوی حضرات اور اس پر بھی کوئی فتویٰ لگائیں:

”فان الذي عصى عن خبر هذا، يظن ان عاصم السببين تاويله لا يخسر شيئا  
معنا طاعى متقية في هذا او اى عظم في هذا تاويل الابهة والجهالة“  
(نظم الاولياء، ص ۳۱، دار الكتب العلمية بيروت)

اگر حضرت نانوتوی نے عوام کا خیال بتایا تو یہاں حکیم ترمذی فرما رہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کیلئے قائم الصانع کا معنی صرف بعثت کے اعتبار سے آخری ماننا اس میں بھلا حضور کی کوئی تعریف ہے یہ معنی تو سب و قوفوں اور جاہلوں والا معنی ہے۔ اب یہ کسی میں جرأت فتویٰ لگانے کی؟

بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی آ جائے

رضائے خانی حضرات اس عبارت پر بہت اعتراض کرتے ہیں اور اس سلسلے میں ان کے دو مایہ ناز اعتراض ایسا جن کو یہاں نقل کیا جا رہا ہے:

اعتراضی: ۱: بعض دیوبندی کہتے ہیں کہ یہاں بالفرض کا لفظ ہے لہذا عبارت ٹھیک ہے

ان سے چند استفسار کئے جاتے ہیں امید ہے وہ جواب دیں گے اگر کوئی کہے پانچ فرض کی دینوں آنکھیں نکال دی جائیں تو اس کی بیٹائی میں کچھ فرق نہیں آئے گا تو کیا اس کی بیٹائی میں فرق نہیں آئے گا؟ اگر کوئی کہے بالفرض کوئی مسلمان اللہ کے الہ ہونے کے بعد کسی اور کو الہ مانے تو اس کے عقیدہ توہید میں کچھ فرق نہیں آئے گا اگر مسئلہ بالا عبارت ٹھیک ہیں تو تھخیر الہ اس کی عبارت بھی ٹھیک ہے۔" (عبارات اکابر کا تحقیقی جائزہ، ص ۲۰۴)

**جواب:** مندرجہ بالا عبارت و سوال بالکل ٹھیک ہیں لہذا اب تھخیر الہ اس کو بھی ٹھیک مانو اس لئے کہ ان میں صرف فرض کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ صرف فرض کر لیے سے کہ فرض کرنا کسی کی دینوں آنکھیں نکال دی جائیں تو واقعہ اس کی بیٹائی میں کوئی فرق نہیں آئے گا اس لئے کہ یہ تو صرف فرض کرنا ہے فرق تو تب آئے گا جب حقیقت بھی اس کی آنکھیں نکال دی جائیں۔ دیکھو مولوی احمد رضا خان لکھتا ہے:

"ٹھیک ہے یہ شرط یہ ہے جس کیلئے مقدم اور تاکی کا امکان ضروری نہیں اللہ عز و جل فرماتا ہے:

قُلْ إِنْ كَانَ لِلزَّهْمِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِينَ اے محبوب تم فرما دو کہ اگر میں کیلئے کوئی بچہ ہوتا تو اسے سب سے پہلے میں پوجتا۔"

(ملفوظات، حصہ دوم، ص ۱۶۱)

تو کیا اس آیت میں بیٹا جو نے اور اس کو پوجنے کو فرض کر دینے سے رب کی الوہیت اور محمد ﷺ کی توحید میں کوئی فرق آگیا؟ ایک بریلوی مجھے کہنے لگا کہ فرض کرنا کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو تو اس کی زہیت میں کوئی فرق نہیں آئے گا" میں نے کہا کہ بالکل جی کوئی فرق نہیں آئے گا میں نے فرض کر لیا اب بھی وہ میری بیوی ہے تو کہتا ہے کہ پھر وہ نہ جب فرق نہیں آئے گا میں نے کہا بے وقوف جب وہ سے روں گا تو فرض تو توڑی رہے گا وہ تو حقیقت ہو جائے گا۔ ان بیوقوفوں کو ابھی تک قضیہ فرطیہ اور قضیہ حقیقیہ میں فرق معلوم نہ ہوسکا اور اسی کا گھڑ قمر الدین سیالوی صاحب نے بھی کیا کہ ہمارے لوگوں سے یہی غلطی یہاں ہوئی۔

**اعتراض ۲:** نا تو تو می صاحب کہہ رہے ہیں کہ آپ کے زمانہ میں یا آپ کے زمانہ کے بعد

اگر بالفرض کوئی نئی پیدا ہو جائے تو آپ کی خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آتا حالانکہ جب مقدم محال اور ثانوی محال ہونا چاہئے کیونکہ مقدم ثانی کو مستلزم ہوتا ہے اور جو محال کو مستلزم ہو وہ خود محال ہوتا ہے۔" (عبارات اکابر کا تحقیقی جائزہ، ج ۲، ص ۳۳۷)

اور ختم نہ ہونے کا مطلب یہ ہے:

یعنی تصویر دو پر کیلئے متعدد وعدہ اقس کا ہونا (جو کہ محال ہے) تسلیم کر لیا جائے یعنی لو کان فیہما الیہ تو نظام کائنات برباد ہو جائے (یعنی فساد لازم آیا) اسی طرح جب حضور ﷺ کے بعد کسی نئی آیت (جو کہ محال ہے) تسلیم کر لیا جائے تو اس میں آپ کی شان میں فرق آتا ہے (یعنی فساد لازم آیا) یہ کہنا کہ خاتمیت مرتبی میں فرق نہیں آتا قطعاً باطل ہے اس طرح فرض کرنے سے تو کوئی محال لازم نہ آئے تو وہ محال نہیں یعنی نبی کا آنا پھر محال نہ رہا اور یہ عقیدہ بھائے خود کفر ہے... لہذا حرف شرط ہے اور دو جملوں پر آتا ہے اور بہ سبب نفی جملہ اول کے نفی جملہ ثانی پر دلالت کرتا ہے اور زمانہ ماضی کا جیسے لو کان فیہما الیہ الا انہ لقصدنا یعنی نہ اور خدا تجھے نہ زمین و آسمان برباد ہوئے اب ناقوتی صاحب کا جملہ دیکھئے "اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نئی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی (مرتبی) میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔" یہ دو جملے اوپر بتائے گئے قاعدے یکجہ کے مطابق درست نہیں ان جملوں میں جملہ اول نفی کا جملہ ثانی جیسے اگر بالفرض (یعنی ثانی) بہ سبب نفی جملہ اول کے نفی جملہ ثانی پر دلالت نہیں کرتا یا نفی ثانی کی بناء پر نفی اول نہیں دیکھئے اگر یوں کہئے: "نہ کوئی نبی آیا نہ خاتمیت مرتبی میں فرق پڑا" اس طرح نفی جملہ اول نے نفی جملہ ثانی پر دلالت کی مگر پرستان تحذیر الناس کہتے ہیں کہ نبی آ بھی جائے تب بھی خاتمیت مرتبی میں فرق نہیں پڑتا اس طرح نفی جملہ اول کا نفی جملہ ثانی پر دلالت کا کیا فائدہ نہیں بیٹھتا لہذا معلوم ہوا کہ جملے کی ترکیب اور معنوی ساخت ہی غلط ہے اور طعنے ہمیں دئے حساب سے نہیں

"ختم نبوت اور تحذیر الناس (ص ۲۷۲، ۲۷۳)

**جواب:** یہ بھی ان دونوں حضرات کی جہالت ہے اس لئے کہ ہم ماقبل میں بریلوی اکابر کے حوالے سے ثابت کر چکے ہیں کہ بالفرض آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آجائے تب بھی آپ ﷺ کی ختم نبوت مرتبی میں کوئی فرق نہیں آئے گا مگر یہ جاہل یہی رشت لگا رہے ہیں کہ نہیں فرق آئے گا

مولانا نانوتوی کی ترجمان بات یہی غلط ہے ملاحظی قاری حقیقت دیکھتے ہیں:

لو غافل ابراہیم و صار ابرار کذا الو صار عمر نبی الکامل امن الباعث علیہ السلام (موضوعات کبریٰ، ص ۱۹۲)

اگر حضرت علیؑ کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؑ زندہ رہتے اور نبی ہو جاتے اسی طرح اگر حضرت عمرؓ نبی ہو جاتے تو دونوں آپ کے پیروکاروں سے ہوتے۔

ان حضرات کے اصول کے مطابق یہ عبارت غلط بلکہ کفر ہے کیونکہ ملاحظی قاری نہیں کہہ رہے ہیں کہ ان حضرات کے آنے سے بھی آپ ﷺ کی ختم نبوت مرتبی پر کوئی فرق نہیں پڑتا کہ یا آپ ہی کے تابع اور آپ ﷺ کی نبوت کے واسطے سے ہوتے جو حضرات حضرت نانوتوی کی عبارت کو غلط کہہ رہے ہیں وہ ملاحظی قاری کے بارے میں بھی کوئی فیصلہ صادر کریں۔

پھر آپ کا یہ کہنا بھی سراسر بیوقوفی ہے کہ اگر نبی آجائے تو آپ ﷺ کی نبوت پر فرق پڑے گا مگر نانوتوی صاحب اس کا انکار کر رہے ہیں اس لئے کہ حضرت نانوتوی یہاں سرے سے ختم نبوت زمانی کی بات ہی نہیں کر رہے ہیں جو فرق آنے یا نہ آنے کا سوال اور وہ تو یہ قضیہ فرضیہ ”ختم نبوت رتبی“ کے متعلق لکھ رہے ہیں کہ اس صورت میں بھی آپ ﷺ کی ختم نبوت رتبی میں کوئی فرق نہیں پڑے گا اس لئے کہ اس نئے نبی کی نبوت بھی آپ ہی اسے مستفاد ہوگی۔ قافیہ۔

بریلویوں کے دادا امام مولوی تقی علی خان صاحب لکھتے ہیں:

”اس آیت یہ بات بخوبی ثابت ہوتی ہے کہ آپ منصب نبوت میں اصل اصولی ہیں۔ اگر اور پیغمبر آپ کا زمانہ پاتے آپ پر ایمان لاتے اور تصدیق اور تائید آپ کی کرتے۔“ (سرور انقلاب، ص ۲۲۶ شہیر برادرز)

اب بتائے جب اور پیغمبر آپ کے زمانہ پاتے تو کیا اس صورت میں آپ کی ختم نبوت میں مسدود آتا؟ ظاہر ہے کہ نہیں لیکن یہ ختم نبوت مرتبی کا بیان ہوگا کہ آپ ختم نبوت مسیحی اصل اصول ٹھہرے آپ اس وقت سے منصب نبوت میں اصل الاصول ہیں جب ابھی آدم علیہ السلام مسیحی روح و جسد کا علاقہ بھی قائم نہ ہوا تھا۔ باری ہمہ سب انبیاء پیدا ہوتے رہے اور کسی کا آنا آپ کی اس ختم نبوت مرتبی کو نہ توڑ سکا پھر جب آپ بالفعل یہاں تشریف لائے تو آپ کی ختم نبوت زمانی

بھی ساتھ قائم ہوگئی اب ایمان کیلئے ختم نبوت ذاتی اور زمانی دونوں کا تسلیم کرنا لازم ہوا۔ مولوی تقی علی خان صاحب نے اگر کے لفظ کے ساتھ تفسیر شرطیہ بیان کیا جس کیلئے تحقیق ضروری تھیں یہی بات حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے کی۔

مگر ان تمام حضرات کی عبارات کو چھوڑ کر صرف حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت پر معاذ اللہ کفر کا فتویٰ لگا دیا اگر مولوی احمد رضا خان کے ایصالِ ثواب کیلئے نہیں تو کیا بقرہوں کے کھاتے میں ڈالنے کیلئے تھا؟

نیز اگر یہ حضرات اپنے مطالعہ کو وسعت دیتے تو ان کے علم میں ہوتا کہ تفسیر شرطیہ کبھی اس وقت بھی صادق ہو جاتا ہے جب مقدم کا ذب ہوتا ہی صارتی ہو اس کی مثال یوں دیتے ہیں ان کاں زید حمار اسکان حیوانا (قطعی، ص ۱۱۳) اگر زید حمار ہو تو حیوان ہو۔ زید ایک انسان ہے اس کو حمار ہونا جھوٹ ہے لیکن بصورت حمار ہونے کے اس کا جاندار ہونا لازم ہے اگر چہ جاندار وہ پہلے سے ہے۔ اسی طرح کچھو آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آ جائے یہ جھوٹ ہے کیونکہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں خاتمیت زمانی باقی نہیں رہے گی لیکن بالقرض آ بھی جائے تو آپ ﷺ کی ختم نبوت رتبی میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ پس جس طرح قطعی کی مثال میں مقدم کا ذب تالی صادق اسی طرح حضرت نانوتوی کی عبارت میں مقدم کا ذب اور تالی صادق ہے۔ مگر ان جہلاء کے نزدیک تو خیر سے ان بملوں کی معنوی ساخت ہی غلط ہے۔

نیز جس کو آپ قاعدہ کلیہ کہہ رہے ہیں علماء خود بلاغت نے اس کے قاعدہ کلیہ ہونے پر سخت تنقید کی ہے (دیکھو عقود الجہان مع الشرح، ص ۱۳۲، ۱۳۳، حاشیہ الحنفی علی شرح ابن قتیبہ، ج ۶، ص ۱۲۸، ۱۲۹) ملا جامی حرف لہو کا ایک استعمال یہ بتاتے ہیں کہ اس سے کسی چیز کے استمرار اور دام کو بیان کرنا مقصود ہوتا ہے پھر مثال دیتے ہیں لو اھانتی ولا تھمتہ اگر وہ میری تو تین کرتا تو میں اس کی عزت کرتا۔ جب دوسرے کی طرف سے تو تین کے باوجود اور سے عزت ہے تو اور سے عزت ہو تو عزت کیوں نہ ہوگی (شرح جامی، ص ۳۹) اسی طرح سمجھو کہ اگر بالقرض خاتمیت زمانی نہ ہوتی تب بھی آپ کیلئے خاتمیت رتبی پائی جاتی اور جب آپ کیلئے خاتمیت زمانی جاہت ہے تو والایہ ایضاً کے طور پر خاتمیت رتبی ہر جہ اولیٰ پائی گئی۔

علامہ ابن ہشام نے مفتی العلیب عن کتاب الامار یہ، ص ۷۶۳۲۵ پر لکھ کے  
معنی پر بڑی تفصیلی بحث کی ہے اور اس کی تصریح کی ہے کہ کوشرط اور جواب دونوں کے امتناع  
کیلئے آتا ہے مگر کہیں یہ قاعدہ باطل ٹھہراتا ہے پھر اس پر کئی مثالیں دی ہیں ہم صرف ایک آیت  
نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:

وَلَوْ أَنَّا زُنَّزْنَا إِلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةَ وَخَلَّطْنَاهُمُ النَّوْثَىٰ وَخَشَعْنَا أَعْيُنَهُمْ كُلَّ شَيْءٍ قِيلًا قَالُوا لَا تَزَالُ  
تَقُولُ مِنزَالًا ۚ إِنَّ إِلَٰهَنَا اللَّهُ ۚ لَكِنَّا نَجْهَرُ لَهُمْ يَجْهَلُونَ (الانعام ۱۱۱)

اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے اتارتے اور ان سے مردے باتیں کرتے اور ہم ہر چیز ان کے  
سامنے اٹھا لیتے جب بھی وہ ایمان لانے والے نہ تھے مگر یہ کہ خدا چاہتا لیکن ان میں بہت ترس  
جابل ہیں (کنز الایمان)

اس آیت کا معنی تو یہی ہے کہ اگر ان کفار کے مطلوبہ معجزات دکھا بھی دئے جاتے تو یہ شب بھی  
ایمان نہ لاتے لہذا یہ کہ اللہ چاہے۔ اور جب انہوں نے مطلوبہ معجزات نہ دیکھے تو واللہ انہیں کے  
طور پر بدرجہ اولیٰ ایمان نہ لائے مگر جسم شاہ کے قاعدے کے مطابق اس کا معنی یہ بنتا ہے کہ ان  
کفار کے سامنے یہ معجزات ظاہر نہ ہوئے اور وہ ایمان لے آئے۔ کیونکہ حضرت صاحب کا قاعدہ  
کلید تو یہ تھا:

”کو حرف شرط ہے اور وہ جملوں پر آتا ہے اور یہ سبب نفی جملہ اول کے نفی جملہ ثانیہ پر دلالت کرتا  
ہے اور زمانہ ماضی کا“

### نبی فرض کرنا

نا تو تو ہی صاحب نے کہا کہ اگر بالفرض آپ کے بعد بھی کوئی نبی ہو جبکہ حضور علیہ السلام پر نبوت  
ختم ہے آپ کے بعد کسی کو نبی فرض کرنا کفر اور ختم نبوت کا انکار ہے۔ حالانکہ ان کو کہنا چاہئے تھا  
کہ بالفرض آپ کے بعد بھی کوئی نبی آتا سب ضرور نبی ﷺ کی ختم نبوت میں فرق آتا ہے۔

### جواب:

اگر یہ کفر ہے تو مظلوم نا تو تو نبی علی اس کفر میں معاذ اللہ تنہا نہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی

رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

(۱) اگر فرض ادا کر لیں اسے بغیر معوضہ شدہ موافق فقہ حنفی عمل میں کر دے۔

اگر بالفرض اس میں کوئی تاخیر مبعوث ہو تو فقہ حنفی کے موافق عمل کرے۔

(۲) مکتوبات مترجم سعید احمد نقشبندی بریلوی مکتوب ۲۸۲، جلد دوم ص ۷۵۳۔ اعتقاد پہلنگ ماؤس (پٹی)

(۳) فقہ ابواللیث سمرقندی نے اس سوال کے جواب میں کہ میدان جہاد میں اگر کوئی چغیر کسی مسلمان کی اوت میں آجائے تو مسلمان کیا کرے آپ نے فرمایا بسطل ظالمک النبی، یہ مسلمان نبی سے پوچھ لیا جائے۔

(الاشباہ والظاہر ص ۷۳)

(۴) احمد یار کجراتی صاحب کہتے ہیں کہ:

اگر تادیابی نہیں ہوتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ہوتا۔

(نور العرفان ص ۱۲۲ سورۃ انفم آیت ۸۳)

اچھے حکیم الامت صاحب کی مندرجہ بالا عبارت کو غور سے پڑھئے اور بتائے کہ صرف اٹھارہ کی تہدیلی کے علاوہ اس عبارت میں اور حضرت ثناء توی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں کیا فرق ہے؟ مفتی صاحب کہتے ہیں کہ اگر مرزا انہی ہوتے تو حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوتا حالانکہ آپ کے اصول کے تحت یہ سراسر کفر ہے اس لئے کہ اس عبارت کا مطلب تو یہ ہوا کہ اگر کسی نے اپنے نسب حضرت آدم علیہ السلام سے ثابت کر دیا تو معاذ اللہ اس کا نبی ہونا درست ہے ہونے لگا؟ حالانکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ اگر بالفرض نبی کریم ﷺ کے بعد بھی کوئی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے عورت بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اگر محض فرض کر لینے سے امکان نبوت اور انکار نبوت لازم آ رہا ہے تو فتویٰ صرف حضرت ثناء توی پر کیوں ہے۔ ان حضرات پر بھی تو کچھ اب کشائی فرمائیے۔

نعمی شہادوں میں جاننہم

جلیل و شہلی و عطاء ہست

(۴) بریلوی لکھتا ہے:

”بے شک سرکارِ اقدس آخر الانبیاء ﷺ کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا شرعاً محال اور عقلاً ممکن بالذات ہے۔“

(فتاویٰ فیض الرسول، ج ۱، ص ۹)

(۵) مولانا احمد رضا خان لکھتا ہے:

”اگر نبوت شتم نہ ہوتی تو حضورِ غوثِ پاک نبی ہوتے اگر چہ اپنے مفہومِ شرعی پر کچھ وجوہاتِ اطلاق ہے۔“  
(عرفانِ شریعت، ص ۸۳)

ان عبارات میں ”اگر“ کا لفظ ہے جو عربی ”لو“ کے معنی کیلئے آتا ہے اور کو فرض کیلئے آتا ہے۔  
(سبحان السبوح، ص ۱۳۹)

(۶) مولوی غلام نصیر الدین سیالوی لکھتا ہے:

”پھر اگر عید الٰہی صاحب کی اگر یہ بات مان لی جائے جیسا کہ وہ اپنی بادر کراتے ہیں تو پھر ان کی کتابوں میں یہ تو بھی لکھا ہوا ہے کہ نبی پاک کے بعد غیر تشریف نبی آ سکتا ہے صاحبِ شریعت نبی نہیں آ سکتا۔“

(عبارات اکابر کا تحقیقی جائزہ، ص ۳۶۱، ج ۱)

مولانا عبدالحی لکھنویؒ کو بریلوی اپنے اکابر میں سے مانتے ہیں چنانچہ عبدالمجید سعیدی لکھتا ہے:

”دیوبندی حضرات خوش فہمی سے سنی عالمِ دین حضرت مولانا مسد الٰہی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی کثرتِ تصانیف کی بنا پر اپنے کھاتے میں لائے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس خیال است و محال است و جنوں۔“

(تلیہات، ص ۱۴۴)

مولوی عمر اچھروی لکھتا ہے:

”احناف کا عقیدہ ہے کہ نبی ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے بعد کسی نبی کو فرض کرنا بھی کفر ہے۔“  
(مقیاس حقیقت، ص ۲۱۰)

اور مولوی حسن علی رضوی لکھتا ہے:

”اگر فرض کر لیا جائے کہ حضور کے بعد بھی دوسرا نبی پیدا ہو سکتا ہے تو پھر حضور



آخر الانبیاء کیسے قرار پائیں گے۔ حضور کے بعد بھی نئے نبی کے پیدا ہونے کو فرض کرنا کھلے طور پر بتا رہا ہے کہ مولوی قاسم نانوتوی کے نزدیک خاصیت محمدی کا معنی ختم زمانی نہیں بلکہ ختم ذاتی ہے لہذا اپنا حقائق سے ثابت ہو گیا کہ مولوی قاسم صاحب خاتم الانبیاء یعنی آخر الانبیاء کا انکار کر کے ضروریات دین کے منکر ہوئے اور منکمر شریعت اسلامیہ... کافر و مرتد ہوئے۔

(محاسبہ دین بندیت، ج ۲، ص ۳۵۸)

اس حوالے سے دو باتیں معلوم ہوئیں ماقبل میں جن علماء کے حوالے دئے گئے کہ جنہوں نے کسی نبی کو فرض کیا وہ ایک تو ختم نبوت سے مراد اہل نبوت لے کر مولانا قاسم نانوتوی کے منسوب ہوئے وہ مرئیات یہ سب کے سب ضروریات دین کے منکر ہو کر منکمر حسن علی رضوی کا فرد مسرتہ بھی ہوئے۔

تخذیر الناس پر اعتراض کرنے والے خود کفر سے

الحدیث ماقبل کی تقریر سے ثابت ہو گیا کہ تجذیر الناس پر اعتراض کرنے والے خود کفر کی زد میں آ رہے ہیں اور آئے بھی کیوں نہ کہ یہ کتاب خالص اصول اسلام پر لکھی گئی شریف الحق امجدی اہل بات کا برنا اعتراض کرتا ہے:

’نانوتوی صاحب جیسا بیدار مغز محقق ماہر مناظر‘ (دیوبندیوں سے لاجواب سوالات ص ۶۷) تو ایسے محقق و بیدار مغز مناظر کی تحقیقات عالیہ پر اعتراض کرنا خود اپنی مٹی پلید کرنے کے جڑا لہ ہے۔





(ملفوظات، حصہ سوم، ص ۴۲۲)

حضور ﷺ کو اس کا افسوس نہ ہوتا اپنی جگہ مسلم لیکن اس عبارت سے یہ بات ضرور نکلتی ہے کہ  
مہدوی احمد رضا خان کے خیال میں کہ حضور ﷺ اپنے آخری نبی ہونا پر چنداں خوش بھی نہ تھے،  
اور آپ کے آخری نبی ہونے میں صرف اس امت کا اعزاز تھا اس میں آپ کی بالذات فضیلت  
کوئی نہ تھی۔ اعیانہ ذہانہ۔ کہنے پر یلوی حضرات اپنے اعلیٰ حضرت پر بھی کسی قسم کا فتویٰ لگانے کی  
جرات کریں گے؟

**اعراض نصیر ۲:**

معنی متواتر تعلق جو ثابت بالحدیث واجماع ہیں کچھ فضیلت نہ ماننا (یہ بھی

کفر ہے۔)۔

**جواب:**

یہ بھی آپ کا اہل و فریب ہے اور یہی دہل و فریب احمد رضا خان صاحب نے حسام  
الرحمن کیا۔ حضرت تاتوتوئیؒ نے آخر زمانی میں بالذات فضیلت ہونے کا انکار کیا ہے نہ کہ مطلقاً  
فضیلت کا انکار کیا ہے۔ بالذات فضیلت اور مطلقاً فضیلت میں زمین آسمان کا فرق ہے جیسا کہ  
اہل ایمان پر ظنی نہیں۔ اس کو ایک مثال سے سمجھئے

اگر آخر زمانی یعنی صرف بعد میں آنا ہی فضیلت کا باعث تو حضرت علیؑ کو حضرت ابو بکر صدیقؓ  
حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ سے افضل مانیں.....؟ مگر کوئی بھی اس کا قائل نہیں تو حضرت  
تاتوتوئیؒ کی کہہ رہے ہیں کہ آخر میں آنا یقیناً فضیلت کا باعث ہے لیکن فضیلت کا باعث صرف  
ان کا ایک وصف کو سمجھنا اور فضیلت کو اسی میں محصور کرنا یہ درست نہیں۔

**اعراض نصیر ۳:**

اعلیٰ حضرت نے تخذیر الناس کی جو عبارات نقل کی ہے ان میں سے ہر  
ایک مستقل کفر ہے لہذا عبارات کو آگے پیچھے نقل کر کے بددیانتی کا الزام لگانا درست نہیں۔

**جواب:**

اگر ہر عبارت کو معاذ اللہ مستقل کفر جانا جائے تو احمد رضا خان صاحب نے تخذیر

انسان کی ایک عبارت یہ نقل کی کہ:

”بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔“

(حسام الحرمین مع تصحید ایمان ص ۷۰ مکتبہ المدینہ)

یہ فلکز اتخذیر الیاس ص ۶۵ مطبوعہ ادارہ تحقیقات اہلسنت سے لیا گیا ہے۔ اگر اس عبارت کو بھی معاذ اللہ مستقل کفر مانا جائے تو خود احمد رضا خان کا کفر ہو جاتا ہے کہ وہ خود ملفوظات میں کہتا ہے۔

عرض: حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں یا نہیں۔

ارشاد: جمہور کا مذہب یہی اور صحیح بھی یہی ہے کہ وہ نبی ہیں از حدہ ہیں خدمت بجز انہیں سے متعلق ہے۔ اور الیاس علیہ السلام پر (خلفی) میں ہیں پھر فرمایا چار نبی زندہ ہیں کہ ان کو وعدہ الہیہ ابھی آیا ہی نہیں۔

(ملفوظات حصہ چہارم ص ۳۸۰ قریب یک مثال، غیر تحریف شدہ ایڈیشن)

نور فرمائیں جب یہ چار نبی زندہ ہیں اب تک تو احوال نبی علیہ السلام کے زمانے (ظاہری حیات) میں بھی زندہ ہو گئے تو حضرت مافوقی کا یہ کہنا کہ بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ ﷺ کا خاتم ہونا بدستور باقی ہے۔

اگر معاذ اللہ کفر ہے تو احمد رضا خان نے ان سے بھی بڑھ کر کفر کیا کہ حضرت مافوقی تو قضیہ فرضیہ مان رہے ہیں اور وہ بھی ایک نبی کیلئے اور رضا خان صاحب قضیہ حقیقیہ مان رہے ہیں وہ بھی چار نبی آئے کیلئے۔

**اعتراض اخیر:**

خاتم النبیین کا یہ معنی کہ حضور علیہ السلام بالذات نبی ہیں اور باقی انبیاء بالفرض نبی ہیں کس حدیث میں ہے اور کوئی تفسیر میں ہے۔

**جواب:**

لگتا ہے سیالوی صاحب آپ کو اب تک ذاتی اور عرضی کا معنی ہی معلوم نہیں اور اسے

از خود ملاقاتی اور عرضی سمجھ رہے ہیں تو سنئے  
ما بین شرح مسلم العلوم میں فرماتے ہیں۔

الذاتی فی اللغة ما كان منسوباً الى الذات فی الاصطلاح هو ما ليس  
بعارض۔ (ص ۱۱۲)

ذاتی اصطلاح منطق میں اس وصف کو کہتے ہیں جو عارض نہ ہوئی ہو۔

نواب اس تعریف کی بناء پر حضور علیہ السلام بالذات نبی ہیں کا معنی یہ ہوں گے کہ حقیقت محمدیہ  
ﷺ جب سے نبوت کی شان سے آ رہے ہیں آپ پر کوئی ایسا وقت نہیں کہ آپ پہلے وجود میں آئے  
ہوں پھر نبوت ملی ہو۔

جیسا کہ حدیث ہے کہ کنت نبیاً و ادم بین الماء و الجسد

اور شرح مطالع میں ذاتی اور عرضی کے بہت سے معنی لکھے ہیں جن میں سے دو یہ ہیں:

الحاصل ان یکون دائم الثبوت للموضوع و لا یلزم هو  
العرضی۔ السادس ان یحصل لموضوعه بلا واسطه و فی مقابلته العرضی۔

(مطالع ازانوار فی الحکۃ و المنطق لقاظمی سرحدی: ص ۱۵ مطبوعہ ۱۳۰۳ھ)

ترجمہ: ذاتی اور عرضی کا پانچواں معنی وہ ہے کہ جو چیز اپنے موضوع کے لئے ہمیشہ ثابت ہو وہ  
ذاتی ہے اور جو چیز وہی نہ ہو وہ عرضی ہے چنانچہ یہ ہے کہ جو چیز موضوع کو بلا واسطہ ہو وہ ذاتی  
ہے اور جو کسی واسطہ سے حاصل ہو وہ عرضی ہے۔

تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نبی بالذات ہیں کہ نبوت آپ کیلئے ہمیشہ سے ثابت ہے اور  
ہمیشہ تک ثابت رہے گی اور چونکہ ذاتی انبیاء کو نبوت آپ کے بعد ملی لہذا وہ نبوت بالعرض سے  
متصف ہوئے اور چھٹے معنی کے لحاظ سے بھی آپ بالذات نبی ہیں کہ آپ کی نبوت بلا واسطہ ہے  
اور ذاتی انبیاء کو نبوت آپ کے واسطے سے ملی لہذا وہ نبوت بالعرض سے متصف ہوئے۔

ہماری قرآن کی کوئی آیت اور کوئی حدیث اس کے معارض ہے۔ ۲۹

چشمیں ہم اسے آپ کے والد صاحب اشرف یا لوکی صاحب سے ہی ثابت کر دیتے ہیں وہ کیجئے  
تین۔

تمام رسولوں اور نبیوں کی نبوتیں رحمت اللعالمین کی بدولت اور آپ کے پیش ہیں  
(کوثر الخیرات ص ۴۹)

یہاں بات ہے کہ آپ کے والد صاحب اب اس عقیدے پر نہیں رہے اور آپ کا اور اشرف  
سیاحی کا اب جدید عقیدہ یہ ہے کہ نبی علیہ السلام پہلے سے نبی نہ تھے بلکہ ۳۰ سال کی عمر میں  
آپ کو نبوت دی گئی۔

پس جب یہ ثابت ہوا کہ نبوت بالعرض کا معنی یہ ہے کہ آپ سب سے پہلے نبی ہیں اور آپ کو  
نبوت بلا واسطہ ملی اور پائی انبیاء کی نبوت بالعرض ہے کہ ان کو نبوت آپ کے واسطے اور آپ کے  
بعد فی تو اب نبوت بالذات اور نبوت بالعرض کی قرآن وحدیث سے ایک ایک دلیل بھی ملاحظہ  
فرمائیں تاکہ آپ کا مطالبہ پورا ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ:

وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الْنَّبِيِّينَ لَمَّا أُنْزِلَ إِلَيْكُم مِّنْ سَمَاءٍ وَإِنْ جَاءَكُمْ مِّنْ بَعْضِ الْبُحَىٰ  
مَعَكُمْ لَقُومُوا بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

یہ آیت اس بات کا واضح بیان ہے کہ آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے مرتبہ نبوت پر  
فائز کیا اور دوسرے انبیاء سے عہد لیا کہ اگر بالعرض دیا بھی آپ کے زمانے میں ہوں تو آپ  
پیش کی ضروری کے بغیر ان کو کوئی چارہ نہیں۔

آپ کے مولوی احمد رضا خان صاحب اس آیت کے تعلق لکھتے ہیں کہ:

ادام علامہ تقی الملک والدہ بن ابوالحسن علی بن عبدالکافی سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں  
ایک شخص رسالہ "الاعظم والامنہ فی لقوم من بہ والنصیرین لکھا اور اس میں آیت مذکورہ سے  
ثابت فرمایا کہ ہمارے حضور صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ صب انبیاء کے نبی ہیں اور تمام انبیاء و مرسلین  
اور ان کی امتیں صب حضور کی امتی۔ حضور کی نبوت و رسالت زمانہ سیدنا ابوالنضر علیہ الصلوٰۃ  
والسلام سے روز قیامت تک جمیع خلق اللہ کو عام شامل ہے اور حضور کا ہر شاؤ و کنت غیب و ادم بین  
الروح والجسد اپنے معنی حقیقی پر ہے، اگر ہمارے حضور حضرت آدم و نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علی  
اللہ تعالیٰ علیہم وسلم کے زمانے میں ظہور فرماتے ان پر فرض ہوتا کہ حضور پر ایمان لائے اور حضور



اب سوال یہ ہے کہ احمد رضا خان صاحب کی بیان کردہ یہ فوائد یا نکات یا تفسیر جو بھی آپ کہہ لیں کسی حدیث یا تفسیر میں ہے؟

اگر ہیں تو احمد رضا خان صاحب کا اپنے دعوے میں کاذب ہونا لازم آ رہا ہے مگر نہیں تو آپ کے فتوے کی رو سے کافر کہئے کیا جواب ہے؟ میرے خیال میں کافر کہنے سے کاذب تسلیم کر لینا زیادہ آسان رہے گا۔

آپ کے مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں۔

لن تنالوا البیر حتی تنفقوا مع المنافقین (آل عمران: ۹۲)

شب برات کا حلوہ اور میت کی فاتحہ اس کھانے پر کرنا جو میت کو مرغوب تھی اس سے مستحب ہے۔ (نور العرفان ص ۳۱، یعنی شبِ ذات)

کہئے جناب اس آیت کی تفسیر میں "شب برات کا حلوہ" اس مسلم بین الفریقین مفسر نے کیا ہے؟

آجناب تو بزرگم فاضل مناظر اعظم صاحب اور اشرف العلماء کے فرزند ہیں کئی تقامیروں کا مطالعہ کر چکے ہو گئے ورنہ اپنا فتویٰ تو آپ کو یاد ہی ہوگا۔

### اعتراضِ نصیر:

اگر ایک آدمی نماز کی فریضت کا قائل ہو اور اس کی فریضت کے منکر کو کافر قرار دے لیکن آیت کریمہ اقموا الصلوٰۃ کا معنی تبدیل کرتے ہوئے اس کا معنی ورڈش کرنا قرار دے تو کیا وہ کافر نہیں ہو جائے گا تو جو قسم اس کا ہوگا وہی حکم نانوتوی صاحب کا ہوگا۔

### جواب:

آپ کا یہ قیاس بھی قیاس مع الفارق بلکہ جہالت ہے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہیں بھی خاتم النبیین کے منصوص معنی تبدیل نہیں کئے بلکہ اسی معنی بیان کئے جو قرآن و سنت سے ثابت اور جس پر اجماع است ہے اگر انہوں نے خاتم زمانی کے ساتھ خاتم مرتبی کو بیان کر دیا تو دونوں میں کوئی منافات نہیں بلکہ خاتم زمانی خاتم مرتبی کو لازم ہے۔

دیکھیں سورۃ بقرہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا واقعہ منقول ہے کہ بنی اسرائیل



میں ایک شخص کو قتل کر دیا گیا تھا تاہم کیسٹلے پچھرا ذبح کیا گیا۔ مگر دوسری طرف صوفیاء کا گروہ اس واقعہ کی تفسیر یوں کرتے ہیں کہ بقراء سے مراد نفس ہے چنانچہ خود احمد یار بھڑاتی صاحب لکھتے ہیں:

ہر قوم پچھڑے کی بھاری ہے جو چیز سب سے غافل کرے وہی پچھڑا ہے۔۔۔

(تفسیر فیض ص ۳۴۱)

جب بتایا گیا احمد یار بھڑاتی بقراء کی یہ تفسیر کر کے تفسیر ماثورہ کے منکر ہو گئے۔۔۔؟

اسکی ایک اور مثال سمجھئے حق تعالیٰ نے بنی اسرائیل میں قرآن پاک کو شفاء کہا ہے ایک عالم کہتا ہے کہ اگر اس کو شفاء جسمانی و روحانی دونوں سے حاصل رکھائے تب تو دونوں بھٹوں کی شفاء مراد ہوگی۔ لیکن اگر ایک ہی مراد ہو تو قرآن کریم کے شاید ان شان شفاء روحانی ہے۔ تو خواہر ہے کوئی آتش بھی اس سے یہ نہیں سمجھے گا کہ اس نے قرآن کی شفاء جسمانی کی تائیسیر سے انکار کر دیا۔ مگر برا ہو تعصب کا کہ سیالوی صاحب اور ان کی جماعت کو ہر چیز الٹی ہی نظر آتی ہے۔ شاید سیالوی صاحب کے نزدیک کچھ لکھنے دینے کا کام ہی جواب دیتا ہے۔

سیالوی صاحب کے ان لچرا اعتراضات کو دیکھ کر یقین آ گیا کہ سیالوی صاحب پر یٹلی جانے والے کام کر رہے ہیں۔

(پر یٹلی جانے کا کام کیا۔ مثلاً پر یٹلی میں چند سال پیشتر بہت بڑا پگل خانہ تھا۔۔۔۔۔ اس شخص کی نسبت کہتے ہیں جو پاگلوں کی کوئی حرکت یا خلاف عقل کوئی کام کرے۔ تو رالقب اسے ص (۱۶ ج ۱)

### اعتراض نمبر ۶:

انوتوی صاحب نے نبی علیہ السلام کی نبوت کی بالذات ذات باقی انبیاء کی نبوت کو باعرض اسس سے تو باقی حیاء کی نبوت کا انکار ہو جائیگا اس لئے کہ جو کسی وصف سے باعرض موصوف ہو اسس کے ساتھ اس کا اتصاف مجازی ہوتا ہے۔ جیسے جاس فی السفوح کو بھی متحرک کہا جاتا ہے۔ متحرک وصف متحرک کے ساتھ حقیقہ متصف ہے اور جو اس میں موافق ہے وہ مجازاً متصف تو اس سے انکی نشی کرنا بھی جائز ہے۔

جواب:

ہم نے اعتراض نمبر ۴ کے جواب میں بالذات اور بالعرض کی وضاحت قدم سے تفصیل سے کر دی ہے اس کو دوبارہ پڑھ لیں۔ حضرت نانوتوی فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء کی نبوت اور رسالت حق ہے پر جناب رسول علیہ السلام کے درجہ کا کوئی نہیں آپ کی نبوت بالذات یعنی اولاً اور بانی انبیاء کی نبوت آپ کے فیض اور واسطے سے ہے۔

معرض صاحب کو شاید معلوم نہیں کہ وہ طے فی العروض میں وصف کی نفی بالذات کی جوتی ہے نہ کہ وصف بالعرض کی جائس فی السطیہ سے حرکت کی نفی نہیں بلکہ بالذات حرکت کی نفی ہے اور جائس فی السطیہ متحرک بالعرض ہوتا ہے اس سے اس کی نفی نہیں جوتی۔ لہذا دوسرے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بالعرض نبوت کی نفی ہرگز درست نہیں ہاں بالذات کی نفی ضرور ہے لیکن بالذات نبوت ان کے لئے حجت ہی کب ہے۔ غلط فہم۔

### اعتراض نمبر ۷:

نانوتوی صاحب نے لکھا کہ آپ ﷺ کو نبوت قدیم عطا فرمائی اور دیگر انبیاء کو نبوت حادثہ عطا فرمائی۔ جب آپ خود حادثہ ہیں تو نبوت جو صفت ہے آپ کو دوسرے قدیم ثابت ہوگی۔ (خیارات اکابر ص ۲۰۰)

### جواب:

خدا آپ کو عبارت سمجھنے کی توفیق دے حضرت مولانا نانوتوی کی عبارت میں قدم و حادثہ سے مراد قدم اضافی ہے نہ کہ حقیقی اور یہاں پر ”قدم“ ”مقدم“ کے معنی میں ہے مطلب یہ کہ آپ کی نبوت بد نسبت دوسرے انبیاء کے قدیم ہے۔ چنانچہ حضرت نانوتوی لکھتے ہیں:

”غلاہ بریں حدیث کثرت نیلوا ادم بین الماء والطین بھی اسی جانب مشیر ہے کیونکہ فرق قدم نبوت اور حادثہ نبوت باوجود ۔۔۔ دونوں خوب جب ہی چسپاں ہو سکتے ہیں کیا ایک جاہ وصف ذاتی ہو اور دوسری جاہ عرض اور فرقی قدم و حادثہ اور دوام و عرض فہم جوتو اس حدیث سے ظاہر ہے ہر کوئی سمجھ سکتا ہے کہ اگر نبوت کا ایسا قدم ہونا چاہیے آپ ہی کے ساتھ خصوصاً نہ اوتا تو آپ مقام

الانسان میں یوں فرماتے۔ (تحذیر الناس ص ۵۰)

اسی طرح حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

”آفتاب کا نور کسی اور کا فیض نہیں اور ہماری غرض وصف ذاتی ہونے سے اتنی ہی تھی“ (تحذیر

ناس ص ۳۳)

یعنی جس طرح آفتاب کا نور کسی اور جرم سماوی کا فیض نہیں جب سے اسے خدا نے بنایا سیہ دینا

نورانی ہے حضور ﷺ کی نبوت بھی کسی اور کا فیضان نہیں جب سے خدا نے آپ کی روح مقدسہ کو

پیدا فرمایا موصوف بالشیء فرمایا حضرت لکھتے ہیں کہ:

”آپ موصوف بالوصف بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف

نبوت بالعرض اور وہی نبی نبوت آپ کا فیض ہے اور آپ کی نبوت کسی اور کا فیض

نہیں آپ پر سلسلہ نبوت قائم ہو جاتا ہے غرض آپ جیسے نبی الناس ہیں ویسے

نبی نبی الانبیاء بھی ہیں۔“ (تحذیر الناس ص ۳۴)

ان تصریحات اور مثالوں سے واضح ہے کہ حضرت مولانا مرحوم کی لفظ قدم سے مراد کیا تھی آپ

اسے پہلے کے مضمون میں استعمال فرما رہے تھے ازی کے مضمون میں نہیں۔ اگر بریلویوں کے

نزدیک اس قسم کے لیر اعتراضات کا نام ”کفر“ تو ایک عدد کفر کا فتویٰ ”عقل آقا قدس“ پر بھی

لگادیں کیا بریلوی یہاں ”قدیمہ“ کا معنی ”ازلی“ کریں گے؟

بریلویوں کے اشرف العلماء مولوی اشرف یالوی لکھتے ہیں کہ:

”علامہ قسطلانی اور علامہ آلوسی نے نور نبیک اور کنت نبیا کا مصداق حقیقت

محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہونا بیان فرمایا ہے جس سے قدم نبوت واضح ہوتا

ہے۔“ (کوثر الخیرات ص ۹۶)

امید کرنا ہوں کہ جو فتویٰ بریلویوں نے حضرت جیلہ اسلام کیلئے تجویز کیا تھا وہی اشرف سید الہوی

صاحب پر بھی لگائیں گے ورنہ ہر روز قیامت اس ناانصافی پر خدا کو کیا جواب دیں گے؟ علامہ

سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ ”قدم“ کے ایک معنی بیان کرتے ہیں کہ:

هو تكون الشمس غير محتاج الى الغير۔

(اندرجیات اس ۱۸۳ دارالکتب العلمیہ بیروت)

کہ کسی شے کا اپنے غیر کی طرف محتاج نہ ہونا۔

تو یہاں بھی حضور ﷺ کے نصف نبوت کے قدم ہونے سے مراد ہے کہ آپ ﷺ اپنی نبوت میں کسی دوسرے نبی کے محتاج نہیں ہیں۔

**اعراض نصیر ۸:**

سیالونی صاحب بالفرض والی عبارت نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں:  
ان کے نزدیک اگر نیامی آجائے تو خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آتا تو جب خاتمیت زمانی جو لازم تھی وہ باطل ہوگئی تو خاتمیت ذاتی جو ملزوم تھی وہ بھی باطل ہوگئی کیونکہ لازم کا بطلان ملزوم کے بطلان پر دلیل ہوتا ہے۔ (عبارات اکابر ص ۲۰۱ رد صحاب ثاقب ۲۳۳)

**جواب:**

اس اعتراض کا جواب ایک مثال کے ذریعہ سمجھیں  
آفتاب کا طلوع ملزوم ہے اور دن کا ہونا اسکو لازم ہے۔ اگر ہم دن کے وقت کسی دوسرے آفتاب کا وجود فرض کریں اور یہ دعویٰ کریں کہ چونکہ یہ دوسرا اسی کا نائب اور اس سے روشنی حاصل کرتا ہے اس لئے آفتاب کی خاتمیت مرتبی قائم ہے۔ تو اس مندرجہ سے آفتاب کے لازم یعنی دن کے وجود کو کیا قصاص پہنچے گا؟

کیا آپ کے خیال میں رات ہو جائیگی؟ ذرا سوچ کر جواب دیجئے گا پھر جب ملزوم ہی باطل نہیں تو لازم کیسے باطل ہو گیا؟ بالکل اسی طرح بالفرض یعنی بغرض محال اگر کوئی دوسرا نبی دنیا میں پیدا ہو جائے تو آپ کی خاتمیت مرتبی پھر بھی قائم ہے اور چونکہ خاتمیت زمانی بھی اس کو لازم ہے اس لئے ناممکن ہے کہ کوئی دوسرا نبی پیدا ہو۔

**اعراض نصیر ۹:**

نانوتوی صاحب نے ختم زمانی کا مقام مدح میں ہونے سے انکار کیا ہے  
یہ رکھا ہے کہ آخری نبی ہونے میں آپ کی کوئی فضیلت نہیں جبکہ خود حضور نے اپنے خاتم النبیین ہونے کو مقام مدح میں ذکر کیا ہے۔ (ملخص اس ۱۹۱ عبارات اکابر)

**جواب:**

یہ اعتراض بھی بالکل جاہلانہ ہے۔ حضرت نے ختمِ نبوتِ زمانی کی فضیلت مطلقہ کا ہرگز ادکار نہیں کیا جیسا کہ بریلوی سمجھ رہے ہیں ہم بار بار اس کی وضاحت کر چکے ہیں۔ اگر وہ اسکے منکر ہوتے تو خود یہ الناس میں جگہ جگہ ہی علیہ السلام کیلئے اس کا اثبات کیوں کرتے؟

بلکہ حضرت ناخوتوئی خاتم النبیین کو خاتمِ زمانی کے معنی ہی میں منحصر کر دینے اور بالذات اپنی کو مقامِ مدح اور مقامِ فضیلت ماننے کے منکر ہیں۔ اس کو ایک مثال سے سمجھئے: قاعدہ یہ ہے کہ مقامِ مدح میں مدح کے اعلیٰ اوصاف کو ضرور ذکر کیا جاتا ہے۔ مثلاً کوئی عالم فقیہ بھی ہو محدث بھی ہو مفسر بھی ہو اور ساتھ ہی حافظ قرآن بھی ہو تو اس موقع پر صرف اتنا ہی نہیں کہا جائے گا کہ وہ حافظ قرآن ہیں بلکہ ان کے دوسرے اعلیٰ اوصاف ضرور ذکر کئے جائیں گے۔

پس ایسے ہی سمجھئے کہ مولانا محمد قاسم صاحب کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ خاتمیتِ زمانی میں بالذات فضیلت نہیں بلکہ بالعرض فضیلت ہے۔ اس لئے لفظ خاتم النبیین سے اگر صرف خاتمیتِ زمانی ہی مراد لی جائے گی تو پھر مقامِ مدح میں اس کا ذکر کرنا کیونکہ صحیح ہوگا ہاں اگر اس لفظ سے خاتمیتِ ذاتی بھی مراد لی جائے گی تو پھر یہی لفظ مقامِ مدح کیلئے بہت زیادہ مناسب ہوگا۔ کیونکہ یہ خاتمیتِ ذاتی حضور ﷺ کی نہایت اعلیٰ صفت ہے۔

**اعتراض نمبر ۱۰:**

ناخوتوئی صاحب نے کہا کہ موصوف بالعرض کا سلسلہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے اس طرح تو آپ ﷺ کے بعد کسی کو ایمان اور صاحبِ غم نہیں ہونا چاہئے کہ خود پر الناس میں ہے کہ آپ ﷺ ایمان اور علم سے موصوف بالذات ہیں باقی بالعرض۔

مخلصاً (عبارات اکابر ص ۱۹۹)

**جواب:**

یہاں پر بھی آپ کو عبارت سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔

حضرت نے جو ارشاد فرمایا کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ موصوف بالذات ہمیشہ آخر میں آتا ہے بلکہ جب ہم موصوف بالعرض کے بارے میں سوچیں کہ یہ وصف کہاں سے آیا تو ہماری سوچ کی وہاں انتہاء ہو جائے۔

مثال:

کائنات موجود ہیں کائنات میں بہت سی صفات وجود پائی جاتی ہیں مثلاً انسان سسٹن ہے دیکھتا ہے مگر یہ صفات اس کی ذاتی ہے جب یہ ذاتی ہے تو اس کا وجود اپنا نہیں؛ وجود ذاتی نہ ہوا بلکہ وجود عرضی ہوا تو کائنات وجود کے ساتھ بالعرض ہے اس کا وجود کسی دوسری شے سے آیا ہے نہ کہ وجود اپنا ہے اور وہ اللہ ہے چونکہ اس کا وجود اپنا ہے اس لئے یہ سوچنا بالکل بے کار ہے کہ اللہ کو کس نے پیدا کیا۔

تو آپ سمجھیں کہ نبی ﷺ ایمان سے موصوف بالذات ہیں یعنی آپ علیہ السلام سب سے اول ایمان سے متصف ہیں اور باقی آپ کے واسطے آپ کے فیض سے متصف ہیں سو باقی المراد کائنات بالعرض ہوا اور آپ کا بالذات جس طرح کہ مثنیٰ احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں کہ :

اور بالعرض مثنیٰ معنی ہو جو آپ کے ہے ہیں حب بھی ہمارے مخالف نہیں کہ مثنیٰ علیہ السلام ایمان کے جس درجہ پر قائل تھے یقیناً آپ علیہ السلام کو ایسا ایمان آپ کے بعد کسی کو حاصل نہ ہوا نہ ہو سکے گا۔

**اعتراض نمبر ۱۱ :**

مثنیٰ شفیع صاحب نے حدیث اکھد ثین میں لکھا کہ اس آیت سے آپ علیہ السلام کا آخری نبی ہونا ثابت ہوتا ہے جو اسکے علاوہ کوئی اور معنی نہیں۔ مولانا اور رئیس صاحب نے مسک الختام میں یہی کہا۔ اور یہی لکھا آپ کے بہت سے علماء نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔

**جواب:**

حضرت مثنیٰ شفیع صاحب یا حضرت مولانا اور رئیس صاحب یا ہمارے دیگر اکابر کی ان عبارات میں ”حضر حقیقی“ نہیں بلکہ ”اضائی“ ہے ان حضرات کی یہ کتابیں مرزا انبیوں کی رد میں ہیں مرزا انبی چنانکہ ظاہری معنی میں ختم زمانی کے قطعی منکر ہیں اس لئے ان کتابوں میں ان کی لکھانہ تاویلات اور تخصیصات کا رد کیا گیا ہے ان عبارات میں مسیٰ حصر بالنظر الی تساویلات الملاحدة ہے۔ اس کی نظیر ہم خود احمد رضا خان صاحب سے پیش کر دیتے ہیں :

مولوی احمد رضا خان صاحب نے اپنی کتاب ”بڑا اللہ تبارہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ

”علامہ حقی اور میرک نے حضور کے فضائل کے بیان میں لکھا تھا کہ آپ کی امت کی توپہ صرف استغفار سے قبول ہو جاتی ہے اس پر ملاحظی قاری نے بھی الوسائل میں اعتراض کیا کہ اس کا قائل علماء میں سے کوئی بھی نہیں ہوا ہے اور لکھا کہ توپہ کے عین رکن ہیں (۱) امت است کراختہ معصیت پر (۲) ترک فی الیال (۳) اور آئندہ اس گناہ سے باز رہنے کا پختہ ارادہ۔

فاضل بریلوی ملاحظی قاری کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے اخیر میں لکھتے ہیں:

المقصود الحصر بالنسبہ الی ما کان علی الامم السابقہ من الامر

حقی علامہ اور میرک کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بس قبولیت تو بہ کیلئے صرف استغفاری کی ضرورت ہے نہ امت وغیرہ ارکان توپہ ضروری نہیں بلکہ یہ حصر ان تکالیف شاقہ کے لحاظ سے ہے جو انکی امتوں کو قبولیت تو بہ کیلئے اضافی پڑتی تھیں گو یا علامہ حقی اور میرک کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ امت خود یہ توپہ کی قبولیت کیلئے استغفار کا کافی ہے ان کو قتل النفس امور شاقہ کی ضرورت نہیں۔ (بڑا اللہ تبارہ ص ۲۲، ۲۵)

پس جس طرح حقی اور میرک کے حصر کو مولوی احمد رضا خان صاحب نے حصر اضافی بالنسبہ الی ما کان علی الامم السابقہ قرار دیا ہے اسی طرح مفتی شفیع صاحب یا مولانا اورلیس صاحب یا صاحب روح المعانی کی عبارات سے جو حصر مفہوم ہوتا ہے وہ بھی حصر اضافی بالنسبہ الی تازیانات الملاحدہ ہے۔

## اعتراض نصیر ۲۲:

تمام امت کا حصر پر اجماع ہے کہ آیت خاتم النبیین سے صرف اور صرف تاخرومانی مراد ہے۔

## جواب:

جو کہ انھیں یہ مراسرینہ زوری ہے آپ قیامت کی صبح تک یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ ”خاتم النبیین“ سے صرف اور صرف ”ختم زمانی“ ثابت ہے اس اور کچھ نہیں۔ اگر کہیں حصر ہے تو وہ حصر اضافی ہے نہ حصر حقیقی۔ اور حصر پر اجماع ہو بھی کیسے سکتا ہے جب خود آقا کریم ﷺ کا ارشاد پاک

ہے کہ:

لکل آیت ظہر و بطن و لکل حرف حد و لکل حد مطلع

علامہ سیوطی اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ حدیث میں ظہر سے مراد وہ معانی ہیں جو ظاہر کے اعتبار سے اہل علم کیلئے کھول دیئے گئے ہیں اور بطن سے مراد وہ چھپے ہوئے اسرار ہیں جس پر اللہ تعالیٰ صرف ارباب حقائق کو آگاہ کرتا ہے ان کی اصل عبارت ملاحظہ ہو:

ان ظہرہا ما ظہرہا من معانیہا لاهل العلم بالظاہر و بطنہا ما تضمہ من الاسرار السی اطلع اللہ علیہا ارباب الحقائق۔ (الاتقان فی علوم القرآن ج ۲، ص ۶۶، ۳۶۷، دارالکتب العلمیہ)

اور آگے اس حدیث کا ایک مطلب نقل کرتے ہیں کہ:

لا یفقه المرء کل الفقه حتی یجعل للقرآن وجوہا

(الاتقان فی علوم القرآن: ج ۲، ص ۳۶۷، دارالکتب العلمیہ)

آری اس وقت تک کامل فقیہ نہیں ہو سکتا جب تک قرآن کیلئے متعدد وجوہات نہ نکال لے۔ کیا حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا قصور صرف یہ ہے کہ انہوں نے اس حدیث کے مطابق ان حقائق و دقائق کو کھول لیا جن پر اللہ نے ان کو مطلع فرمادیا تھا؟ اور آپ کے مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

قال البعض العلماء لکل آیت ستر من الفہم

(الدولۃ المکیہ: ج ۹۸، مکتبہ رضویہ آرام باغ)

بعض علماء نے فرمایا ہر آیت کیلئے ساٹھ ہزار مفہوم ہیں

و عن بعض الاولیاء من بیت ابی فضل و جدنا تحت کل حرف من القرآن اربع معانی الف لک من المعانی و کل حرف منه لمعان فی موضع غیر المعانی الشی لہ فی موضع اخر۔ (الدولۃ المکیہ: ج ۱۰۰، مکتبہ رضویہ آرام باغ)

بعض اولیاء سے منقول ہے کہ ہم نے قرآن کریم کے ہر حرف کے تحت میں چالیس کروڑ معانی پائے اور اس کے ہر حرف کے ایک مقام میں جو معانی ہیں وہ ان معانی کے سوا ہیں جو دوسرے



تمام میں تھا۔

کہتے ہیں جب بقول آپ کے اہل حضرت کے ہر آیت سے سنا تھا ہزار ہا ہر نگل سکتے ہیں اور قرآن کے ہر حرف سے چالیس کروڑ معانی نکل سکتے ہیں تو ”خاتم النبیین“ کیلئے صرف ایک معانی پر صبر کے اجماع کا دعویٰ کیا اور ورغ کوئی نہیں؟ کیا اجماع صرف اس لئے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو وقف پیش کیا اس سے بچی کریم علیہ السلام کی فضیلت ثابت ہوتی ہے جو آپ کو تسلیم نہیں؟

**معارضہ نمبر ۱۳:** آپ نے کہا کہ نانوتوی صاحب نے جو بات کی وہ اس سے پہلے بھی علماء لکھ چکے ہیں حالانکہ نانوتوی صاحب خود اس کے منکر ہیں ان کا تو دعویٰ ہے کہ یہ مفہوم پہلی بار انہی کے ذہن میں آیا چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

”اگر بوجہ کم القاتی بڑوں کا نسیم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا قصاں آگیا اور کسی عقل نادان نے کوئی شک کانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا۔“  
اس سے معلوم ہوا کہ نانوتوی صاحب نے جو معنی بیان کئے وہ ان کے خود سامعہ ہیں۔

**جواب:**

معترض صاحب دیکھو تو خدا کا خوف کریں آپ نے ہر حال میں اپنی بات منوائی ہے چہ اس کیلئے عبارت میں قطع و بریدی کیوں نہ کر نہ پڑے اس لئے کہ  
ملاں آں یا شد کہ چپ آشود

معترض صاحب نے تحذیر اللہ اس کی عبارت سے جو نتیجہ نکالا ہے اس میں آپ نے سخت بددیانتی اور خیانت کا مظاہرہ کیا ہے۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اس عبارت میں مرے سے حسام العین کے معنی کا ذکر ہی نہیں کر رہے ہیں۔ اس عبارت میں تو اثر ابن عباس کی تاویل کا ذکر ہے اور فرمایا کہ اثر ابن عباس کی جو تاویل بعض علماء یا صوفیاء نے کی وہ درست معلوم نہیں ہوتی صحیح شرح اعلیٰ ہے جو میں نے لکھی (مگر یہ قطعاً بات میں سے نہیں اس لئے اس کے سامنے پر ممکن کہ) نتیجہ بھی نہیں کرتا) لیکن اس سے ان انکار کی حقیر ہرگز لازم نہیں آتی ہم آپ کے سامنے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی پوری عبارت نقل کر دیتے ہیں تاکہ عوام پر آپ کا دجل و فریب خوب

واضح ہو جائے:

یہ بھی واضح ہو گیا کہ یہ اثر اسراہیلیات سے ماخوذ ہے یا انبیاء علیہم السلام اراضی ساقیت سے  
میں خالی احکام مراد ہیں، ہرگز قابل التفات نہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ باعث تاویلات مذکورہ نہیں  
مخالفت خاتمت تھی۔ جب مخالفت ہی نہیں تو ایسی تاویلیں کیوں کیجئے جن کو مدلول معنی مطابق  
سے یہ کہ علاقہ نہیں باقی رہی یہ بات کہ بڑوں کی تاویل کو نہ مانئے تو ان کی تحفیر لغو باللہ لازم آئے  
گی یہ انہی لوگوں کے خیال میں آسکتی ہے جو بڑوں کی بات ازراہ ادب و ادبی نہیں مانا کرتے، ایسے  
لوگ اگر ایسا سمجھیں تو بجا ہے العراء بغیس علی نفسہ یہ اپنا طریقہ نہیں، نقصان شان اور چیز  
ہے اور خطا و نسیان اور چیز ہے، اگر یوحنا کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی  
شان میں کیا نقصان آگیا اور کسی طفل نادان نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے  
وہ عقلمندان ہو گیا؟

اخلاط پر ہدف زندہ تیرے

گاہ ہاشد کہ کوڑک نادان

(تحدیر الناس: ص ۸۵، ۸۶: اوارہ تحقیقات اہل سنت)

## اعتراض نمبر ۱۴:

مولانا ناتوتوی نے تحدیر الناس لکھ کر نہ میان نبوت کیسے دروازہ کھول دیا  
قادیانی تحدیر الناس کی عبارات کو بیکر مرزا قادیانی کی نبوت پر استدلال کرتے ہیں قادیانیوں کو  
نبوت کا دروازہ تم نے دکھایا۔ ۱۹۷۷ء میں مرزا ناصر نے پارلیمنٹ میں یہی تحدیر الناس پیش کی  
تھی اس وقت مولانا نورانی نے کہا تھا کہ ہم تمہاری طرح تحدیر الناس کے مصنف کو بھی کافر سمجھتے  
ہیں۔

## جواب:

اگر مرزائیوں کا تحدیر الناس سے اپنے باطل عقیدے پر استدلال کرنے کی وجہ سے  
صاحب تحدیر مطعون ٹھہرائے جاسکتے ہیں اور مرزائیوں کے اس استدلال سے معاذ اللہ یہ بات  
سمجھ آتی ہے کہ تحدیر الناس میں ختم نبوت کا انکار ہے العیاذ باللہ تو خدا کے بندے امت ادیانی تو  
حضرت ناتوتوی سے بھی پہلے کے جید اکابر بن امت کی عبارات سے استدلال کرتے ہیں ان

کے متعلق کیا فتویٰ ہے۔؟

مولوی مرزا چرونی صاحب نے "مقیاس النبوة" کے نام سے ایک کتاب لکھی جس

میں ایک عنوان ہے

ادلہ مرزانیہ کے اجراء کے ثبوت کے جوابات (مقیاس النبوة ص ۳۷۴ ج ۲)

اس عنوان کے تحت قریباً ۱۰ آیات سے مرزائی استدلال پیش کر کے انکا جواب دیا گیا ہے۔ جواب دیکھئے آپ کے اصول کے تحت تو قرآن سے بھی معاذ اللہ ختم نبوت کا اجراء ثابت ہوتا ہے۔ ص ۵۶۳ پر یہ عنوان ہے:

بحث امکان نبوت از روئے معادریث کے جوابات

کہنے یہاں پر بھی آپ کا یہ اصول فٹ ہوگا۔؟

ص ۶۳۶ پر مرزائی نے مولانا مودوم کے اشعار پیش کئے۔ ص ۶۳۷ پر تفسیر چرونی کا حوالہ پیش کیا۔ ص ۶۳۸ پر بہار الانوار کا حوالہ پیش کیا۔ ص ۶۷۱ پر یہ عنوان ہے۔ جوابات داخل امکان نبوت از اقوال بزرگان مرزائی نے پہلا حوالہ نقوٹات کبیرہ کا یاد دہرا حوالہ عارفہ ربانی سید عبدالحکیم جیلانی کا دیا۔ تیسرا حوالہ مطالعی تارنی کا دیا، چوتھا حوالہ شادولی اللہ کا دیا چھٹا حوالہ ناں انکسار فی اللہ عنہا کا دیا۔ اس کے کچھ صفحات بعد فتویٰ حدیثیہ کا حوالہ دیا۔

کہنے کیا یہ سب حضرات بھی ختم نبوت کے منکر تھے؟ معاذ اللہ کیونکہ مرزائی تو ان انکار سے لگی استدلال کر رہے ہیں۔

مولوی مرزا چرونی صاحب کا تعصب ملاحظہ فرمائیں کہ جب مسرورائی نے مولانا نانوتوی کی عبارت پیش کی تو جواب دیا

باپ کی شہادت بیٹے کے لئے کسی مذہب میں بھی قابل قبول نہیں

(مقیاس النبوة ص ۶۳۶)

شرم۔۔۔ شرم۔۔۔ شرم

کارمین کرام حقیقت یہ ہے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب لکھ کر ایمان و نبوت کیلئے دروازہ کھولا نہیں بلکہ ہیٹ کیلئے بند کر دیا ہے علم الہی میں پہلے سے معلوم بحث کہ مرزا

غلام احمد کس پہلو سے عقیدہ ختم نبوت پر حملہ کرے گا اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ حضرت نانوتویؒ کے ذریعہ اس مفاد کے پہلے سے ڈاگل فرما دیں۔ یہ بات یاد رکھیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے ختم نبوت کے عنوان سے انکار نہیں کیا، کبھی یہ کہا کہ وہ اور اس کی جماعت حضور ﷺ کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔ اس نے ختم نبوت کا یہ حقیقی بیان کیا کہ حضور نبوت کا مرکز ہیں جن سے آگے نبوت پھیلتی ہے اور جو بھی نبوت پائے گا اس پر آپ ﷺ کی نبوت کی مہر ہوگی۔ گو یا وہ ختم نبوت مرتجی کو تو مان رہا تھا مگر ختم نبوت زمانی کو اس کا متوازی سمجھتے ہوئے اس کا انکار کر رہا تھا۔

حضرت نانوتویؒ نے اپنی اس تصنیف میں ثابت کیا کہ ختم نبوت مرتبی سے تو کسی کو انکار نہیں و تو آپ کیلئے ثابت ہے مگر اس سے ختم نبوت زمانی کے معنی قرار دینا جہالت ہے بلکہ یہ دونوں متوازی مفہوم ہیں۔ مرتبی کو زمانی لازم ہے۔ غرض یوں حضرت نانوتویؒ نے مرزائی راجل و فریب کا ہمیشہ کیلئے سد باب کر دیا۔

باقی یہ کہنا کہ پارلیمنٹ میں مرزائیوں نے تحذیر الناس کی پیش کی تھی اور اس پر فتویٰ دیا سراسر جھوٹ اور بہتان ہے مجھے حیرت ہوتی ہے اس بات پر کہ اتنا بڑا جھوٹ کس طرح بغیر کسی مستند ثبوت کے بول دیا جاتا ہے اور افسوس اس پر ہوتا ہے کہ بعض حضرات بنا کسی تکیہ کا سہارا بنا کر نے مخالفین کا ہتھیار اوجھارتے ہیں اور آکر مجھ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا واقعی ایسا ہوا تھا؟ پارلیمنٹ کی یہ ساری کارروائی۔

”انٹرنیشنل قومی دستاویز“

کے نام سے شائع ہو چکی ہے جس میں ایسی کوئی بات مذکور نہیں۔ اس رپورٹ کو سرکاری طور پر بھی شائع کیا جا چکا ہے۔ الحمد للہ پارلیمنٹ میں یہ اعزاز اسی نانوتویؒ کے روحانی فرزند مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ملا جس کو پوری پاکستان قومی نے اپنا متفقہ نمائندہ سمجھتے ہوئے اس اہم مسئلہ پر مسلمانوں کی نمائندگی کا اعزاز بخشا اور یہ مفتی محمود اسی نانوتویؒ کا وہ روحانی فرزند ہے جس نے قادیانی محضرے کے جواب میں پارلیمنٹ میں مسلمانوں کی طرف سے محضر نامہ پڑھا جسے بعد میں ”ملت اسلامیہ کا موقف“ کے نام سے شائع کیا گیا۔ اور یہ بھی اسی نانوتویؒ رحمۃ اللہ علیہ ہی کے روحانی فرزند اس کا اعزاز ہے کہ اس موقف کو لکھنے والے حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی

جس نے قتلہ العالی اور مولانا مسیح الحق صاحب مدظلہ العالی تھے۔

پھر ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ اگر یہ کتاب پارلیمنٹ میں پیش ہوئی تھی تو نورانی میاں کیا کر رہے تھے؟ کیوں پارلیمنٹ سے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ اس کتاب کے مصنف کو بھی معاذ اللہ ہارنا پڑائے اور اس کتاب پر پابندی لگائی جائے؟ یہ کونسا انصاف ہے کہ بقول چھارے جس کتاب سے رزاقہ پائی نے نبوت کا سبب سمجھا اس پر تو کوئی پابندی نہ ہو اس کے مصنف کے متعلق تو کوئی فیصلہ نہ ہو اس کو ماننے والوں سے تو تم "مفسرنا سے" پڑھو اور مرزا کیوں پر کفر کے ثبوت کا مطالبہ ہو۔  
۲۶۔ تو بالکل غلط!

اگر بریلویوں میں غیرت ایمانی ہے تو ہم انہیں چیلنج کرتے ہیں کہ اس جھوٹ کا کوئی ثبوت کسی غیر مستند حوالے سے ثابت کرے ورنہ۔

### لعنة الله على الكاذبين

اور ہم یہاں بریلویوں سے یہ بھی کہیں گے کہ ملک میں آئین کی شق موجود ہے قانون مسیحی ۲۹۵C موجود ہے تم کیوں عدالتوں کا دروازہ نہیں کھٹکتا تے؟ کیوں اس کتاب پر مقدمہ نہیں کرتے؟ ۲۹ کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔

**اعتراض ۱۵:** مولانا نانوتوی نے حضور ﷺ کے حسب نسب سکونت و رنگ شکل و قد کو ان کی فضیلت میں شمار نہیں کیا حالانکہ ان کی فضیلت خود حضور ﷺ نے بیان فرمائی ہے۔

**جواب:** حضرت نانوتویؒ مطلقاً ان کے فضائل سے انکار نہیں کر رہے ہیں بلکہ ان کا مقصود ہے کہ کسی فضیلت کے حصول کیلئے یہ چیزیں شرط نہیں۔ میاں شیر محمد شریعت پوری فرماتے ہیں: "مجھے تمام نبیوں کے حبیے دکھائے گئے بعض نبی ایسے دیکھے کہ ان کا بدن بھینس کے چمڑے کی طرح تھا اور بال بھی ان کے بھینس کے بالوں کی طرح تھے بندہ نے عرض کیا کہ اگر بھینس میں نمی ہوئے ہوتے تو ان کے حبیے اس طرح کے ہوں گے۔" (خرید معرفت، ص ۳۴۶)

سہیل علی عبداللہ قادری لکھتا ہے:

"رنگت کا سیاہ ہونا نبوت کے معافی بھی نہیں کیونکہ ایک قول یہ ہے کہ حضرت

لقمان علیہ السلام میں نبوت اور رنگ سیاہ ہونا دونوں باتیں جمع تھیں۔  
(رسائل میاں مصطفیٰ ﷺ ص ۱۳۱)

مولوی فضل رسول بدایونی لکھتے ہیں:

”کلمہ اور اسی جیسی باتوں سے ملائی یہ نبی کے والدین کیلئے شرط نہیں جیسا کہ  
آذر (ابراہیم علیہ السلام کا باپ) اور اسی جیسے دوسرے لوگ۔“ (المعجم  
المستند ص ۱۸۲)

تخذیر الناس پر مزید تفصیل دیتے ہوئے جنت الاسلام مولانا قاسم نانوتویؒ کی ”مناظرہ عجیبہ“ اور ”تذویر  
النہر اس“ اور محقق اسلام علامہ ابوالاجوب قادری صاحب مدظلہ العالی کی کتاب ”ایضاح ختم نبوت  
اور صاحب تذویر الناس“ ملاحظہ فرمادیں اور کامطالعہ کریں۔

اعتراف ص ۳۸: خاتم النبیین ہونا حضور ﷺ کی صفت خاصہ نہیں۔ نعوذ باللہ  
اس عنوان کے تحت ردِ ضائق لکھتا ہے:

”ہر زمین میں اس زمین کا خاتم ہے۔“ (تذویر الناس ص ۳۱) جیسے ہر اقلیم کا بادشاہ یا جو دیکہ  
بادشاہ ہے مگر بادشاہ ملت اقلیم کا مقوم ہے ایسے ہی ہر زمین کا خاتم اگرچہ خاتم ہی ہے پر ہمارے  
خاتم النبیین کا تاریخ۔“ (تذویر الناس ص ۳۳) اس زمین کے انبیاء علیہم السلام ہمارے خاتم  
النبیین ﷺ سے اس طرح مستفید و مستفیض ہیں جیسے آفتاب سے قمر و کواکب باقیہ بلکہ اور زمینوں  
کے خاتم النبیین بھی آپ سے اسی طرح مستفید و مستفیض ہیں۔“ (تذویر الناس ص ۳۲)۔

(دوبندیت کے بظان کا انکشاف ص ۲۷، دیوبندی مذہب ص ۱۸۳)

**الجواب:** یہاں پر بھی کھل عبارت پیش نہیں کی گئیں کھل عبارت ملاحظہ ہو:

”عرض ہے کہ ہر زمین میں اس زمین کے انبیاء علیہم السلام کا خاتم ہے پر  
ہمارے رسول مقبول ﷺ ان سب کے خاتم، آپ کو ان کے ساتھ دوستیت ہے  
جو بادشاہ ملت اقلیم کو خاصہ کے ساتھ نسبت ہوتی ہے جیسے ہر اقلیم کی حکومت اس  
اقلیم کے بادشاہ پر اختتام پاتی ہے چنانچہ اس وجہ سے اس کو بادشاہ کہا آہستہ  
بادشاہ دئی دوتا ہے ایسے ہی زمین کی حکومت نبوت اس زمین کے خاتم پر حتم

ہو جاتی ہے پر جیسے ہر اکلم کا بادشاہ باوجودیکہ بادشاہ ہے مگر بادشاہ وقت اکلم کا  
حکوم ہے ایسے قیام ہر زمین کا خاتم اگرچہ خاتم ہے پر ہمارے قائم النبی کا خاتم  
ہے جیسے بادشاہ وقت اکلم کی عزت اور عظمت اپنی اس اکلم کی رعیت پر حاکم  
ہوئے جس میں خود مقیم ہے اتنی ہی سمجھی جاتی ہے جتنی بادشاہ ان اکلم ہادی پر  
حاکم ہوئے سے سمجھی جاتی ہے ایسے ہی رسول اللہ کی عظمت و عزت اپنی اس  
رعیت پر حاکم ہونے سے جس میں خود مقیم ہے جتنی نہیں سمجھی جاتی جتنی بادشاہان  
اکلم ہادی پر حاکم ہونے سے سمجھی جاتی ہے ایسے ہی رسول اللہ کی عزت  
اور عظمت خطہ اس زمین کے انبیاء و پیغمبر اسلام کے خاتم ہونے سے نہیں سمجھی  
جاسکتی جتنی خاتمین اور انبیاء سابقہ کے خاتم ہونے سے سمجھی جاتی ہے۔

(تحدیر الناس، ص ۳۱، ۳۲)

قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیں کہ شروع کی تاریخ سطر اور آگے کی مثال جو حضرت کے  
وقت کو بالکل واضح کر رہی تھی جان بوجہ کہ اس خاکسار نے پیش نہیں کی حضرت کا قصور یہ ہے کہ  
آپ کی صفت خاصہ جو خاتم النبیین کی ہے وہ سابقوں زمینوں نے اعتبار سے ہے جس میں آپ  
کی چھ گناؤں کی فضیلت ہے باقی زمینوں میں تو خاتم ہیں پر وہ اپنی زمینوں کے اعتبار سے خاتم  
ہیں لہذا نبی کریم ﷺ کی صفت خاصہ خاتم النبیین جو تمام زمینوں کے اعتبار سے ہے اس میں کوئی  
فرق نہ پڑا اور نہ اس صفت خاصہ میں کوئی آپ ﷺ کا شریک ہے۔ لیکن چونکہ رضہ طائی اس  
لفظیت کے منکر ہیں اس لئے اس کے نہ صرف انکار کر دیا بلکہ اس پر ایک گناہ کا عنوان بھی قائم  
کر دیا۔

اپنے مولوی کا عقیدہ و پڑھ غلام تصور و نظیر جو آپ کے اکابر میں سے ہے وہ صرف اس  
زمین کے اعتبار سے حضور ﷺ کو خاتم النبیین ماننا تھا باقی زمینوں کے اپنے اپنے قائم ماننا تھا  
۔ علامہ (ملفوظات بیان القرآن، ج ۱۲، ص ۶۶۲)

اب جواب یہ کہ جو اعتراض علمائے دیوبند پر کر رہے ہیں وہ عقیدہ تو اپنے گھر میں موجود ہے۔  
فوت اثر ابن عباس کے متعلق مزید وضاحت راقم کی کتاب ”نزول الوصای عن اثر ابن عباس“  
میں پڑھیں۔

اعتراف ۳۹: خاتم النبیین کا معنی آخر نبی سمجھنے والا جاہل ہے۔ نعوذ باللہ  
اس عنوان کے تحت جو عبارت دی گئی کہ عوام کا خیال بتایا اس کا تفصیلی جواب کاظمی کے شکوہ اور  
اعترافات کے ذیل میں گزر چکا ہے۔ البتہ آج کل کے رضا خانوں نے اس عبارت میں یوں  
تحریف کر دی:

”عوام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا قاتم ہوا ہے ایمانی ہے۔“

(حسام الحرمین مع تمہید ایمان، ص ۷۰، مکتبۃ المدینہ، اکبر پک سٹریٹ، ص ۵۳، مکتبہ خورشید، ص ۷۰)  
استغفر اللہ انت ان بے ایمانوں پر جنہوں نے ”ہائیں معنی“ کو محض کفر ثابت کرنے کیلئے ”بے  
ایمانی“ کر دیا ہو سکتا ہے کہ کوئی کہے کہ یہ شری غلطی ہے تو ان کے اپنے گھر کا اصول دیکھ لو:  
”کاتب کی غلطی جیسے ہے کیسے کاتب کی غلطی اگر ہوتی تو ایک پرہیز میں ہوتی  
دو میں ہوتی یہ کیا بات ہے کہ ہر پرہیز کے کاتب نے یہی غلطی کی کیا کاتبوں کا  
باہم مشورہ ہو گیا تھا۔“

(دیوبندیوں سے ۱۰ جواب سوالات، ص ۳۲۸)

اعتراف ۴۰: انبیاء سے امتی غل میں بڑھ جاتے ہیں۔ نعوذ باللہ  
اس عنوان کے تحت رضا خانی لکھتے ہیں:

مولوی قاسم نانوتوی لکھتے ہیں کہ: انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز  
ہوتے ہیں باقی رہا غل اس میں بے ادوات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں  
(تجدیر الناس، ص ۵)

(دیوبندیہ کے افسانہ کا انکشاف، ص ۷۳، دیوبندی مذہب، ص ۱۸۹، الحجتی، ص ۱۸۹)  
ص ۸۰، دیوبندیہ سے بریلی، ص ۳۴)

**الجواب:** اس سلسلے میں امام نانوتوی رحمہ اللہ کی بعض عبارات ملاحظہ ہوں اولاً:

(۱) الغرض کمالات ذوی العقول کل دو کمالوں میں منحصر ہیں ایک کمال علمی دوسرا کمال عملی



اور بناء پر مدح و ثناء انہی دو باتوں پر ہے چنانچہ کرام اللہ میں چار فرقوں کی تعریف کرتے ہیں یحییٰ اور محمد یحییٰ اور شہیداء اور صالحین جن میں سے انبیاء اور صدیقین کا کمال تو کمال علی ہے اور شہداء اور صالحین کا کمال علی۔ انبیاء و توفیق العلوم اور فاعل، اور صدیقین کو جمیع العلوم اور توفیق سکھنے اور شہداء کو جمیع العمل اور فاعل، اور صالحین کو جمیع العمل اور قابل خیال فرماتے۔ دلیل اس وجہ سے کی یہ ہے کہ انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علیم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات ظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں اور اگر وقت عمل اور امت میں انبیاء امتہاں سے زیادہ بھی ہوں تو یہ معنی ہوئے کہ مقام شہادت اور وصف شہادہ سے بھی ان کو حاصل ہے مگر کوئی ملقب ہوتا ہے تو اپنے اوصاف غالبہ کے ساتھ ملقب ہوتا ہے مرزا جان جاناں صاحب اور شاہ غلام علی صاحب اور شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالعزیز صاحب چاروں صاحب جامع الفقہ و العلم تھے پر مرزا صاحب اور شاہ غلام علی صاحب تو فقیری میں مشہور ہوئے اور شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالعزیز صاحب علم میں، وجہ اس کی یہی ہوئی کہ ان کے علم پر ان کی فقیری غالب تھی اور ان کی فقیری پر ان کا علم اگرچہ ان کے علم سے ان کا علم یا ان کی فقیری سے ان کی فقیری کم نہ ہو مگر انبیاء میں علم عمل سے غالب ہوتا ہے اگرچہ ان کا عمل اور امت اور ثبات اوروں کے عمل اور امت اور ثبات سے غالب ہو بہر حال انبیاء علم میں اوروں سے ممتاز ہوتے ہیں۔ (تخذیر السامع، ص ۵۴)

(۲) ”خود انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی کو دیکھو امتی بسا اوقات مجاہدہ اور ریاضت میں ان سے بڑھے ہوئے نظر آتے ہیں مگر مرتبہ میں انبیاء کے برابر نہیں ہو سکتے وجہ اس کی بجز شرف علم تعلیم اور کیا ہے؟ الغرض جوچہ علم و تعلیم ہی انبیاء امتیوں سے ممتاز ہوتے ہیں جو جہاد سے و ریاضت ممتاز نہیں ہوتے مگر جب یہ ہے کہ تو پھر علم عمل سے بالضرور افضل ہو گا اس لئے معجزات علیہ معجزات علیہ سے کہیں زیادہ ہوں گے۔“ (فتح الاسلام، ص ۲۸)

(۳) ”مگر جیسے اعمال میں فیما بین بنی آدم تفاوت زمین و آسمان ہے کسی کا وہن و عجز کسی کا سربل و کبر کسی کا اس سے بھی زیادہ ایسے ہی اصحاب عمل زمین و آسمان کا مستحق ہے کیوں کہ اصحاب اعمال کی تفصیلت جوچہ اعمال ہے جتنا ان میں تفاوت ہو گا اتنا ان میں۔“

(آب حیات ص ۱۸۳)

اب سمجھیں بات دراصل یہ ہے کہ اعمال کا تفاوت بالمتنی اختلاف سے پیدا ہوتا ہے جس کا جس قدر اختلاف ہوگا اسی قدر اس کے اعمال کا مرتبہ اونچا ہوگا۔ چنانچہ حضرت ابوسعید الخدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تم میرے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو برا مت کہو کیوں کہ اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ جتنا سونا بھی خرچ کر دے تو صحابہ میں سے کسی کے مد (چودہ چھانک) کو نہیں پہنچ سکتا (محقق علیہ)

اور اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ جو اخلاص و لغویت اور قلبی کیفیت جس سے اس کا اذن ہے۔ جتنا ہے حضرات صحابہ کرامؓ کو حاصل تھی امت میں کسی کو حاصل نہیں رہا۔ جب امتی اور امتی کے اعمال کے درمیان یہ فرق ہے تو انبیاء اور پھر امام الانبیاء کے اعمال کے میں کس قدر تفاوت ہوگا جس کا اندازہ سوائے خالق جل مجدہ اور کسی کو نہیں۔ ہاں یہ اوستہ ہے کہ بظاہر کوئی امتی مثل میں کسی نبی کے اعمال کے برابر اس سے بڑھ جائے۔ مثلاً:

(۱) فرض نمازیں معراج کی رات فرض ہوئیں اس حساب سے آپ ﷺ نے صرف تیرہ سال ہی فرض نمازیں پڑھیں اور پڑھائیں حالانکہ اس دور میں بھی ایسے لوگ ہیں جو پچاس پچاس سال سادھ سادھ سادھ سے باقاعدگی سے نماز پڑھ رہے ہیں تو بظاہر یہ امتی حضور ﷺ سے اس مثل میں بڑھ گئے لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ حضور ﷺ کی نماز کے مقابلے میں ایک امتی تو کیا ساری امت کی ساری نمازیں تقابل اور توازن میں پیش ہو سکتی ہیں؟

(۲) جمعہ کی نماز صحیح قول کے مطابق یکم ہجری کو فرض ہوئی اس حساب سے آنحضرت ﷺ نے تقریباً دس سال جمعہ کی نماز پڑھی حالانکہ اس دور میں بھی ایک دو تیس لاکھوں مسلمان ایسے ہیں جنہوں نے اگر دیگر نمازیں نہیں تو جمعہ کی نمازیں پچاس پچاس سال سے پڑھی ہوں گی۔

(۳) روزے دو ہجری میں فرض ہوئے اور اسی سال عیدین کی نماز کا حکم نازل ہوا اسی حساب سے آپ ﷺ نے صرف نو سال رمضان کے روزے اور عیدین کی نمازیں پڑھیں مگر اب بھی کئی مسلمان مل جائیں گے جو پچاس سالوں سے اس مبارک عمل کو سرانجام دے رہے ہیں غرض اس قسم کی کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

## الزامی حوالہ جات:

(۱) شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"ان النبی ﷺ کا معبود ما لا حول امته فقال اللہ تعالیٰ یا محمد لا تغتم لسانی لا اخسرج  
ایمتک من الدنیا حتی اعطیہم درجات الانبیاء" (غنیۃ الطالبین، ج ۲، ص ۲۳، قدیمی  
کتب خانہ)

نبی ﷺ اپنی امت کی وجہ سے پریشان تھے اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوئی آپ پر یہ شان نہ  
ہوں میں آپ کی امت کو اس وقت تک دنیا سے نہیں اٹھاؤں گا یہاں تک کہ انہیں انبیاء کے  
درجات پر فائز نہ کر دوں۔

(۲) فلر کان لکل آدمی او حتی عمل النین و سبعین نیالوا فعوہا (غنیۃ الطالبین  
ج ۱، ص ۲۱)

یہاں اگر کسی آدمی یا جن کے اعمال ۷۲ نبیوں کے برابر ہوں تو بھی قیامت کے ہولناک منظر سے  
دوچار ہوگا۔

(۳) مولوی ابوالحسنات قادری لکھتا ہے:

"داؤد علیہ السلام نے عرض کیا کیا کوئی میری مخلوق میں مجھ سے زیادہ ذکر کرنے والا ہے تو اللہ  
تعالیٰ نے میزک کے متعلق ای فرمائی۔"

(تفسیر الحسنات، ج ۵، ص ۳۳۵)

(۶) مفتی احمد یار لکھتا ہے:

"اگر نبوت اعمال پر ملتی تو شیطان کو ملنا چاہیے تھی۔" (تفسیر نعیمی، ج ۱، ص ۲۷۶)  
معاذ اللہ یعنی شیطان انبیاء کے برابر اعمال کر چکا ہے اگر اعمال پر نبوت ملتی تو شیطان  
پر بیلیوں کا ٹھی ہوتا۔

اعتراض: مولانا ناتووی کی عبارت میں "ہی" کا لفظ ہے جو غلط ہے۔

جواب: آیت نمبر ۴: یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ فَلِیْ اَنْتُمْ عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَفَا یَذَرُکُمْ

لَعَلَّ الْمُنَافِقِينَ كُنُوزُهُمْ يُنْفِقُوهَا

(سورۃ الاحزاب، آیت ۶۳، پارہ ۲۲)

ترجمہ: لوگ تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ! اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اور تم کیا جانو شاید قیامت پاس ہی ہو۔ (کنز الایمان)  
یہاں پر بھی "ہی" کا لفظ موجود ہے کیا یہاں بھی حصر مانو گے؟  
مولوی غلام مہر علی لکھتا ہے:

"یہی تو اصل مقصد تھا کہ دیوبندیوں کو حضور انور ﷺ سے افضل ثابت کیا جائے جسے بالآخر ظاہر کر دی دیا گیا کہ دیوبندی علم اہل ہر چیز میں نبیوں سے بڑھ سکتے ہیں بحریہ کی کارہی"۔ (دیوبندی مذہب، ص ۱۹۰)

اب ذرا بریلوی فقیر ملت کی یہ عبارت بھی رضا خانی دلی پر ہاتھ رکھ کر پڑھیں!  
"فخر علیہ السلام ہی ہوں یا غیر ہی ہر صورت بعض علوم میں وہ ایک ہی سے بڑھ سکتے ہیں اس لئے کہ جن علوم پر نبوت موقوف نہیں ان علوم میں نبی سے بڑھ کر غیر ہی ہو سکتا ہے جیسا کہ حضرت علامہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں بخود ان کیوں غیر الہی فوق الہی فی علوم لا موقوف علیہا نبوت (تفسیر کبیر، ج ۵، ص ۵۱۵)۔"

(فتاویٰ فیض الرسول، جلد اول، ص ۳۹)

مفسر شہید امام رازی لکھتے ہیں

يَخُوزُ أَنْ يَكُونَ غَيْرُ النَّبِيِّ فَوْقَ النَّبِيِّ لِيُنْفِقُ فِي عُلُومٍ لَا تَقِفُ عَلَيْهَا نَبَوْتُهُ (تفسیر کبیر، سورہ کہف، آیت ۶۶)

یہی بات علامہ نظام الدین عیشا پوری متوفی ۷۵۵ھ، ابو حفص دمشقی متوفی ۷۷۵ھ نے بھی کی ہے۔

(تفسیر غرائب القرآن، ج ۳، ص ۷۳، الباب فی علوم الکتاب، ج ۱۲، ص ۵۳۹، دارالکتب العلمیہ بیروت)

اب بریلوی غیرت کریں اور ان پر بھی فتویٰ لگائیں کہ انہوں نے بھی اپنے اکابر کو غیروں سے اقبال و عمل میں بڑھاد یا قراب نہوت کہاں رہی؟

اعترض ۳۱: نبی پاک ﷺ کی حیات بالذات کی طرح دجال بھی حیات

بالذات ہے۔ لغو ذات

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتے ہیں:

مولوی قاسم نانوتوی لکھتے ہیں کہ: جیسے رسول اللہ ﷺ بوجہ منشایت ارواح مومنین جس کی تحقیق سے ہم قاریغ ہو چکے ہیں متصف بحیات بالذات ہوئے ایسے ہی دجال بھی بوجہ منشایت ارواح کفار جس کی طرف ہم اشارہ کر چکے ہیں متصف بحیات بالذات ہوگا۔

(آب حیات، جس ۱۹۵، طبع ملتان)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۳۳، ۳۴، الحق المبین، ص ۳۷، دیوبندیت پر چلیا جس ۳۵)

**الجواب:** یہ اعتراض سب سے پہلے بریلوی غزالی احمد سعید کاظمی نے الحق المبین میں کیا تفصیلی جواب ملتا غلط ہو۔ کاظمی نے یہ اعتراض صرف امام نانوتوی پر ہی نہیں کیا بلکہ بعض رسول ﷺ کا اظہار کرتے ہوئے حضور ﷺ پر کیا ہے وہ اس طرح کہ مشکوٰۃ شریف، ج ۲، ص ۹، ۱۳ اور ترمذی، ج ۲، ص ۵۰ پر روایت موجود ہے کہ نبی پاک ﷺ کا ارشاد گمراہی ہے جس کو سیدنا صدیق اکبرؓ نے نقل کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دجال کے والدین کا تیس سال تک کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوا پھر ایک لڑکا پیدا ہوا جو کہ عورت تھا اور گوشت پوست بھی بہت تھوڑا سا اور بہت کم نفع دلاتا تھا اس کی آنکھیں سوتی تھیں اور دل جاگتا تھا حدیث کے الفاظ یوں ہیں: "تمام عینہ ولا ینام قلبہ" اب یہ الفاظ تو خود نبی کریم ﷺ نے دجال کیلئے بولے ہیں تو کیا اس کا فتویٰ نبی کریم ﷺ پر نہیں لگ رہا؟ شیخ عبد الحق محدث دہلوی اس حدیث کا ترجمہ کرتے ہیں:

"خواب ہی کند و چشمان و خواب نمی کند دل او بہت کثرت و سادس و قرانی اکابر قاسم و کمالیہ

میکند آنرا شیطان“۔

(اشعۃ اللمعات، ج ۳، ص ۴۷۲)

یعنی دجال کی آنکھیں سوتی ہیں اور اس کا دل جاگتا ہے اس وجہ سے کہ شیطان کی طرف سے اس کے دل میں وساوس اور غلط قسم کے افکار ڈالے جاتے ہیں۔

ملا علی قاری حنفی کہتے ہیں:

قال القاضي رحمه الله لا يقطع الفكره الفاسده عند عدم النوم لكثرة وساوس وتخللاته وتواتر ما يلقى الشيطان اليه كما لو يكن ينام قلب النبي ﷺ من الفكره الصالحه بسبب ما تواتر عليه من الوحي والالهام (مرقاۃ، ج ۹، ص ۴۳۳)

یعنی قاضی میاضی فرماتے ہیں کہ دجال کی غیبت کے وقت میں غلط قسم کے افکار منقطع نہیں ہوتے کیونکہ شیطان بے درپے لگا تا رہا اس کی طرف کثرت سے وساوس اور اپنے خیالات ڈال رہتا ہے جیسا کہ رسول پاک ﷺ کا قلب مبارک نہیں سوتا کیونکہ وحی اور الہام کے ذریعہ مسلسل آپ ﷺ کی طرف افکار بھیجتے رہتے ہیں۔

علامہ محمد بن طاہر حنفی کہتے ہیں:

لا ينام قلبه قط حتى النسي ﷺ وفي حق السد جال (مجمع معيار الانوار، ج ۳، ص ۸۲۸)

یعنی یہ بات کہ دل نہ سوئے غیبت میں یہ نبی پاک ﷺ اور دجال دونوں کے حق میں ہے۔

اب جواب دیں کاظمی صاحب اور ان کی پیروی کرنے والے علم سے کورے رضا حسانی صاحبین کہ کیا ملا علی قاری اور طاہر فتنی بھی گستاخانِ رسول ﷺ ہیں؟

ملا علی قاری حنفی بریلوی فتوے کی زد میں

مولوی احمد رضا خان ملا علی قاری کی مندرجہ بالا عبارات نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے:

لقد نقلت هذه الكيف علي يد مني مجرورين مكررا مرارا

(فتاویٰ رضویہ قدیم، ج ۱، ص ۱۰۳، جدید، ج ۱، ص ۷۷۶)

جہاں پہنچا امام کہہ رہا ہے کہ ملا علی قاریؒ نے جو نبی کریم ﷺ کی نیند کو جال کی تیند سے تشبیہ دئی یہ بچہ پر گراں گزری اب غیرت ہے تو ملا علی قاری پر بھی کفر کا فتویٰ لگا دیا یہ گستاخی کے توڑے صرف ابچہ پر دیو بند کیلئے بچا کر رکھے ہیں؟

ملا علی قاریؒ کی عبارت کا ترجمہ بھی اپنی کتاب سے پڑھ لو:

”مولا ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ خاصی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یعنی مرنے کے وقت بھی اس کے فاسد خیالات کا سلسلہ اس سے منقطع نہ ہوگا کیونکہ اس کیلئے دوسو سال اور خیالات کی کثرت ہوگی متواتر و مسلسل شیطان اسے یہ سب القا کرتا رہے گا جیسے نبی ﷺ کا قلب ان کے صانع و پاکیزہ افکار سے خوابیدہ نہ ہوتا کیونکہ ان پر مسلسل دلی اور الہام ہوتا رہتا۔“

(فتاویٰ رضویہ، ج ۱، ص ۶۷، ۵، رد حواء کا وظیفہ لاہور)

اعتراف ۴۲: انبیاء کرام معصوم نہیں۔ نفوذ باللہ

یہ عنوان قائم کر کے ردنا خانی لکھتا ہے:

مولوی قاسم نانوتویؒ لکھتے ہیں کہ: ہاں بلکہ علی العیون کذب کو منافی شان نبوت بایں معنی سمجھنا کہ یہ معصیت ہے اور انبیاء شہیم السلام عاصی سے معصوم ہیں خال غلطی سے نہیں۔ (تصفیہ القلوب، ص ۲۸)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۳۷، دیوبندی مذہب ۲۰۱ء دیوبند سے بریلی، ص ۳۳، الحق المبین، ص ۷۷)

الجواب: دراصل تصفیۃ العقائد ان ۱۵ سوالوں کے جوابوں کا مجموعہ ہے جو سرسید احمد خان نے حضرت امام نانوتویؒ کی طرف بھیجے تھے جس میں انہوں نے عقائد کے متعلق اپنے محض اشکالات پیش کئے تھے انہی میں سے ایک اشکال یہ تھا کہ:

”تمام افعال و اقوال رسول خدا ﷺ کے سچائی تھے مصلحت وقت کی سبب رسول کی

طرف کر لی سخت بے ادبی ہے جس میں خوفِ کفر ہے۔ مصلحتِ وقت سے میری مراد وہ ہے جو عام لوگوں نے مصلحت کے معنی سمجھیں ہیں یعنی ایسا قول یا فعل کو کام میں لانا جو درحقیقت بے جا تھا مگر مصلحتِ وقت کا لحاظ کر کے اس کو کہہ دیا۔

(تعصیۃ العقائد، ص ۷)

مرید صاحب کے اس اشکال کا جواب حضرت نانوتویؒ نے کئی صفحات پر دیا جس کا خلاصہ ہم یہاں نقل کر دیتے ہیں:

بہوت کی کئی قسمیں ہیں:

(۱) تعریضات :- یعنی اشارہ کفایہ تو یہ وغیرہ یہ سب ظاہر یا صورت کے اعتبار سے تو جھوٹے معلوم ہوتے ہیں مگر حقیقت کے اعتبار سے سچ ہوتے ہیں۔

(۲) کذب صریح :- یعنی صریحاً جھوٹ بولنا۔ مگر اس میں بھی تفصیل ہے اگر نقصان سے خالی ہو اور اس میں خبیث بھی ہو تو یہ بھی من وجہ حسنات میں داخل ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ آدمی جو آدمی میں صلح کرانے کی غرض سے کچھ کام کراتا ہے۔ البتہ اگر کسی کو فریب، دھوکا یا نقصان یا بے فائدہ کیلئے بولا جائے تو حرام ہے۔ اگر بعض جگہ تعریضات سے مسئلہ حل ہو جائے تو وہاں کذب صریح جائز نہیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام کذب صریح سے تو بالکل پاک ہیں بلکہ وہ تو اپنے حق میں تعریضات کو بھی پسند نہیں کرتے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن شفاعت سے اس لئے پہلو تکی کریں گے کہ دنیا میں کچھ باتیں مجھ سے بطور تور یہ صادر ہوئی ہیں اس لئے آج شفاعت سے شرم محسوس کرتا ہوں۔ اس پر بڑی تفصیل کے ساتھ امام نے گفتگو کی ہے تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو تصفیۃ العقائد، ص ۲۲، ۲۳، ۲۴۔ غرض حضرت امامؒ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ چونکہ تعریضات بھی صورتِ کذب معلوم ہوتے ہیں نیز کذب صریح بھی بعض اوقات حسنات میں داخل ہوتا ہے اس لئے اسے (تعریضات کو) انبیاء کے حق میں کفر چنانہ اور ظلاً وعلوٰ کذب کو منافق نبوت سمجھا درست نہیں۔ لیکن یہ گفتگو بھی دیگر انبیاء علیہم السلام کی مدد تک ہے نبی کریم ﷺ کے متعلق وہ صاف صریح الفاظ میں فرماتے ہیں جسے یہ دھماکا



بدیانت قتل نہیں کرتے کہ:

”پھر ادوغ صریح بھی کئی طرح پر ہوتا ہے جن میں سے ہر ایک کا حکم یکساں نہیں ہر قسم (چونکہ ایک قسم تعریض بھی ہے۔ از قس) سے نبی کو معصوم ہونا ضروری نہیں اگرچہ ہمارے تفسیر کا سبب ہی سے محفوظ رہے ہوں۔“

(کشف الغطا، ص ۳۹)

اب آئے کہ جھوٹ جسے حضرت نانوتویؒ نے کذب علی اعموم منافی نبوت نہیں اس پر خود انکار بریلو کے حوالہ جات ملاحظہ ہوں

(۱) مفتی مظہر اللہ لکھتے ہیں:

”صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اچھے لوگوں کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف زیادہ ہو جاتا ہے اس لئے عکس ہر صورت کے جھوٹ پر بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے تئیں ہمیشہ غطا رکھ کر ہستخار میں مشغول رہتے تھے۔“ (تفسیر مظہر القرآن، ج ۳، ص ۹۷۵)

(۲) غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

”حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مسلمان کو جھوٹ سے بچنے کیسے معاذ بعض کافی ہیں۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مسلمان کو جھوٹ سے بچنے کیلئے جھوٹ میں بڑی کنجاش ہے۔۔۔۔۔ آگے لکھتا ہے:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین جھوٹ بولے۔ آگے لکھتا ہے:

الحدیث میں جھوٹ سے مراد کاذب ہر جھوٹ اور حقیقت میں معاذ بعض مراد ہیں۔“

(تبیان القرآن، ج ۷، ص ۶۰۵)

لیکن حضرت امام نانوتویؒ نے جو فرمایا کہ کذب علی اعموم منافی نبوت نہیں اس کا مثلاً بھی

یہی ہے کہ چونکہ جھوٹ میں تور یہ، محاربتیں وغیرہ بھی شامل ہیں جن کا صدور انبیاء سے ہوا ہے اس لئے یہ بات منافی نبوت نہیں لیکن انبیاء کیلئے جھوٹ یعنی کذب کا ثبوت تو خود رضا خانیوں کے گھر سے پیش کر دیا گیا ہے امید ہے کہ کچھ فتاویٰ یہاں بھی لگیں گے۔ آئے خود نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے ایک جلیل القدر نبی کیلئے ”کذب“ کا لفظ دکھا دیئے ہیں:

”لَمْ يَكْذِبْ ابْنُ اِهْتِمُ الشَّيْبِي بِمَا يَنْسُبُهُ قَطُّ! الْاَثَلَاثُ كَذَبَاتٌ بَلْفَغِينَ هِيَ ذَابٌ“۔  
(مسلم، ج ۲، ص ۲۶۶)

ہو سکتا ہے کہ کوئی اشکال کرے کہ جب مقصود ”تعریضات“ ہیں تو تعریضیں کو کذب سے سبیل داخل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ تو امام نووی اس حدیث کی روشنی میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے تعریضات و تور یہ پر بھی کذب کا اطلاق کرنا درست ہے۔

(شرح مسلم، ج ۲، ص ۲۶۶)

اعتراض ۴۴: مکروہ تنزیہی کا صدور انبیاء کرام سے یہ رضا خانی مزید لکھتا ہے:

دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں کہ: مکروہ تنزیہی کا صدور انبیاء سے بعد نبوت بھی اتفاقاً چا کر رکھا گیا ہے۔ (فتاویٰ رشید یہ، ص ۱۷۸)۔ (دیوبندیہ کے بطلان کا اعلان، ص ۷۲)

**الجواب:** حضرت محدث گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی مکمل عبارت ملاحظہ ہو:

”ترک اولیٰ اور مکروہ تنزیہی کا صدور انبیاء سے بعد نبوت بھی اتفاقاً چا کر رکھا گیا ہے۔“  
اب اس جاہل کو کون بتائے کہ ترک اولیٰ اور مکروہ تنزیہی گناہ میں شمار ہی نہیں ہوتے مولوی ابوالفیروز بیر حیدر آبادی علامہ آلوسی حنفی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”اس آیت مبارک میں ذنب کی نسبت جو آنحضرت ﷺ کی طرف کی گئی ہے اس ذنب یعنی (گناہ) سے ترک اولیٰ مراد ہے۔“

(معقوفت و ثب، ص ۱۶)

اپنے گھر کی خبر نو مفتی احمد یار کجراقی لکھتا ہے:

"انبیاء کرام ارادۃ گناہ کبیرہ کرنے سے ہمیشہ معصوم ہیں کہ جان بوجھ کر نہ نبوت سے پہلے گناہ کر سکتے ہیں اور نہ اس کے بعد ہاں انبیاء اخطاء صادر ہو سکتے ہیں۔" (جامع الحق، ص ۲۳۴)

گو یا انبیاء اخطاء گناہ کبیرہ جیسے زنا، چوری، شراب خوردی معاذ اللہ انبیاء سے ہو سکتے ہیں۔ یہ ہے تمہارا مذہب اور الزام داسروں پر۔ علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ تو لکھتے ہیں:

و اما الصغائر فيجوز عمدا عند الجمه... ويجوز سهوا بالاتفاق (شرح العقائد النسفية، ص ۱۷۱)

جمہور کے نزدیک عدا انبیاء سے صغیرہ گناہ صادر ہو سکتے ہیں۔ اور سہوا صغیرہ کے صدور میں تو کسی کا بھی اختلاف نہیں۔

جس جامل کو درس نظامی کی کتب کا بھی علم نہیں وہ آج عقائد پر کتساب لکھ رہا ہے اور دوسراں کو گستاخ کہہ رہا ہے۔ شرم۔

مختصر اخص ۱:۲۴ انبیاء کو واقعہ کی تحقیق میں غلطی ہو سکتی ہے

ا کے لکھتا ہے: دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ یہ ایک واقعہ کی تحقیق غلطی ہے جو علم و فضل یا ولایت بلکہ نبوت کے ساتھ بھی جمع ہو سکتی ہے۔ (یو اور النوادر، ص ۱۹۷، امداد الفتاویٰ، ج ۵، ص ۷۰، ۲، شرح فیصلہ ہفت مسئلہ، ص ۱۰۲)

(دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۳، دیوبندی مذہب، ص ۲۰۰)

**الجواب:** رضا خانی نے اس عبارت میں "رضا خانیت" لکھائی ہے پوری عبارت غلط ہے:

"یہ ایک واقعہ کی تحقیق کی غلطی ہے جو کہ علم و فضل یا ولایت بلکہ نبوت کے ساتھ بھی جمع ہو سکتی ہے اور اس سے عظمت یا شان یا کمال اور قرب الہی میں کچھ فرق نہیں آتا اتم اتم یا مورد یا کم خود حدیث میں ہے۔ حضرت عمرؓ کا مشورہ در باب بشارت یا حضرت علیؓ کرم



دعا کے بعد کوئی عالمین کی رحمت نہیں کھلا سکتا اور اگر کوئی تسلیم کرے تو  
شرک فی الرسالت ہوگا۔" (مقیاس حقیقت: ص ۱۹۹، ۱۹۸)

اور مولوی حسن علی رضوی لکھتا ہے:

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت اور رفعت شان کو گھٹا کر حضور پاک  
ﷺ کے ایک عظیم و جلیل صفت پر اصرار کرنا مقصود نہ تھا۔" (محاسبہ  
وہابیہ، ج ۱، ص ۱۹۸)

غفر اللہ لہم بہاری لکھتا ہے:

"حضور ﷺ کی اس صفت رحمت للعالمین میں سب ملاقاں کو ٹریک کر دیا انا  
لہذا انا لہیہ راجعون پھر سید العالمین کیوں کر مان سکتے ہیں۔" (حیات اشقی  
حضرت، ج ۲، ص ۱)

مولوی صدیق نقشبندی رضا ٹٹائی قادی رشید یہ اور اشرف السوانح کی ان عبارتیں  
اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"کو یا رشید احمد گنگوہی نے مرزا صاحب کیلئے راستہ ہموار کر دیا اور اس  
نے حضور کے اس وصف خاص پر ڈاکڑی کی کوشش کی اور اس کو سیہ  
بسات صرف گنگوہی کی فتوے سے ہوئی اور کسی کو جرم پر ابھارنے اور  
برا چھتہ کرنے والا نہیں بھرم ہوتا ہے لہذا اگر رشید احمد گنگوہی معصیٰ اشرف  
السوانح اور مرزا غلام احمد قادیانی کو عدالت کے ایک ہی کٹہرے میں کھڑا  
کر کے جرم ثابت کیا جائے تو کیا دیوبندیوں کے تین بدن کو آگ نہیں لگ  
جائے گی؟ ذرا سنبھل کر جواب دیں بدحواسی میں اکثر غلطیاں ہو چکی ہیں  
ہیں۔" (باطل اپنے آئینہ میں، ص ۱۷)

**الجواب:** یہ اہل بدعت کا طریق ہے کہ وہ اعلیٰ السنہ و ابجاعت کو بدنام کرنے کیلئے جھوٹے  
اخبارات لکاتے رہتے ہیں۔ قادیانی رشید یہ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے قادیانی  
بدعت ہیں۔ یہ بات حضرت گنگوہی پر صریح بیان ہے کہ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو  
رحمت للعالمین ماننے سے انکار کیا ہے۔ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ قادیانی رشید یہ جلد ۲ ص ۹ پر

سائن نے پوچھا تھا کہ "رحمۃ اللعالمین" ہونا آپ ﷺ کے ساتھ اسی خاص ہے یا کسی اور کو بھی کہہ سکتے ہیں؟ تو حضرت نے جواب دیا کہ "لفظ رحمۃ اللعالمین صفت خاصہ رسول اللہ ﷺ کی نہیں ہے بلکہ دیگر اولیاء و انبیاء و علماء و ہائیں بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں اگرچہ جناب رسول اللہ ﷺ سب میں اعلیٰ ہیں لہذا اگر دوسرے پر اس لفظ کو بتا دیا تو بول دیوے تو حسیب اثر ہے۔ لیکن دوسرے لوگ بھی درست ہو سکتے ہیں گو سب سے اعلیٰ درجہ میں یہ صفت حبیب رب العالمین ﷺ میں ہے۔" اس جواب کی مزید تشریح سمجھئے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

و صار مسلکناک الا رحمۃ اللعالمین۔

قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ میں اللہ جل شانہ نے آپ ﷺ کو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اے حبیب! آپ ﷺ کو ہم نے تمام جہاں والوں کیلئے صرف رحمت علیٰ بنا کر بھیجا ہے یہاں یہ نہیں فرمایا کہ صرف آپ ہی کو رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا ہے ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ اس کو سمجھئے۔ کسی شے کو کسی شے کے ساتھ خاص کرنے کو علم معانی کی اصطلاح میں قصر کہتے ہیں۔

چنانچہ فقہر المعانی مسیح قنبر کی تفسیر میں ہے "مختص فی شئ و بشئ بطریق مخصوص" (ص ۱۸۲)۔ پھر اس فقر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ہے قصر صفت علی الموصوف اور دوسری قسم ہے قصر موصوف علی الصفہ۔

قصر صفت علی الموصوف کہتے ہیں صفت کو بند کرنا موصوف میں۔ "وہو ان لا یتجاوز تلك الصفة عن ذلک الموصوف الی آخر لکن يجوز ان یکون للذک الموصوف صفات اخر" قصر صفت علی الموصوف سے مراد ہے کہ وہ صفت اس موصوف سے دوسرے موصوف میں تجاوز نہ کرے لیکن اس موصوف کیلئے دوسری صفات ہو سکتی ہیں۔

مثلاً عربی میں کہا جائے کہ صافنامہ لازیمہ (نہیں ہے کھڑا ہوا مگر زید) یعنی صرف زید ہی کھڑا ہے کوئی اور نہیں۔ یہاں کھڑے ہونے کی صفت کو زید میں بند کیا گیا ہے۔ اسی طرح کہا جائے کہ لا فار من الایکڑ (نہیں ہے کوئی کھڑا سوا مگر بکر) یعنی صرف بکر ہی کھڑا سوا ہے کوئی اور برا نہیں۔

دوسری قسم ہوتی ہے قصر موصوف علی الصفہ "وہو ان لا یتجاوز الموصوف من ذلک الصفہ"

الی صفۃ اخری لکن يجوز ان تكون فلک الصفۃ لعلہ صفۃ اخری " قصر موصوف علی الصفۃ  
یہ ہے کہ موصوف اس صفت سے دوسری صفت میں تجاویز نہ کرے لیکن وہ صفت دوسرے  
موصوف کے لئے ہونا جائز ہو۔ مثلاً ملازید الا قائم (نہیں ہے زید مگر کھڑا ہوا یعنی زید صرف  
کھڑا ہی ہے بیٹھا ہوا نہیں)۔ اسی طرح مابکر الا فارس (نہیں مگر کھڑا سوار یعنی بکر صرف کھڑا  
سوار ہی ہے۔ آسمان لفظوں میں اگر کوئی ماں کہے کہ صرف میرا بیٹا حسین ہے تو اس کو کہتے ہیں قصہ  
صفت علی الموصوف اور اگر وہ کہے کہ میرا بیٹا صرف حسین ہی ہے تو اس کو قصر موصوف علی الصفۃ  
کہتے ہیں اس قسم میں یہ صفت دوسروں میں بھی ہو سکتی ہے۔

ایک اور مثال دیکھیں اگر کہا جائے ما محمد ﷺ الا رسول تو صحیح ترجمہ یہ ہے کہ  
محمد ﷺ صرف رسول ہی ہیں۔ یعنی محمد ﷺ رسول ہی ہیں خدا نہیں۔ (قصر موصوف علی الصفۃ) اور  
کہا جائے لا خاتم الا محمد ﷺ تو ترجمہ ہوگا (نہیں ہے کوئی خاتم مگر محمد ﷺ یعنی صرف آپ ہی  
خاتم ہیں آپ کے علاوہ کوئی اور خاتم الغین نہیں)۔ (قصر صفت علی الموصوف) اب دیکھیں  
قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ ہم نے آپ ﷺ کو نہیں بھیجا مگر رحمۃ للعالمین  
یعنی آپ ﷺ کی شان صرف رحمت ہی رحمت ہے سارے جہاں والوں کے لیے۔ یہ نہیں فرمایا  
نہیں ہے کوئی رحمۃ للعالمین مگر آپ ﷺ)۔ یوں کہیے کہ اس آیت مبارکہ میں قصر موصوف علی  
الصفۃ ہے نہ کہ قصر صفت علی الموصوف اور ماقبل میں گزر چکا ہے کہ "قصو موصوف علی  
الصفۃ" میں وہ صفت دوسرے موصوف میں ہو سکتی ہے۔

یہی بات حضرت گنگوہیؒ نے بیان کی ہے مگر اوبا کہا کہ دوسروں کو براہ راست رحمۃ  
العالمین نہ کہا جائے بلکہ تاویلاً ہونا چاہئے۔ چنانچہ مفتی غلام سرور قادری بریلوی اس آیت کا  
ترجمہ کرتے ہیں (اور ہم نے تمہیں سارے جہانوں کیلئے سراسر مہربانی ہی بنا کر بھیجا)۔

بزرگرمشاہد لکھتے ہیں (اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سراسر اپنا رحمت بنا کر) اب ہم قرآن  
معدیٹ اور اکابر کے اقوال پیش کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ رحمۃ للعالمین مختلف لوگوں  
کے لئے بولا گیا ہے۔ خود اللہ جل شانہ نے قرآن کو رحمۃ للمؤمنین کہا ہے اور سداوردیانی ہے  
وانزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنین "مؤمن صرف اس عالم میں ہی نہیں بلکہ

عالم جنات میں بھی مومن ہیں تو قرآن ہر عالم میں بسنے والے مومنوں کیلئے رحمت ہے یوں کہیے کہ بواسطہ مؤمنین قرآن بھی رحمت ہے ہر ہر عالم کیلئے یعنی رحمۃ للعالمین۔ (مورقہ بنی اسرائیل) بخاری شریف میں ایک روایت میں طاعون کو رحمت للمؤمنین کہا گیا ہے۔ (بخاری جلد ۲) اسی طرح شیخ سعدی نے بوستان میں حاکم وقت کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے۔

توئی سایہ لطف حق یزین  
بیمہر معقت رحمۃ للعالمین

(بوستان ص ۱۱۵، فاروقی کتب خانہ دہلی)

حضرت مجدد الف ثانی لکھتے ہیں انبیاء علیہم الصلوٰات والسلامات رحمۃ عالمین اللہ کے حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ ایسا فرارائے ہدایت خلق مبعوث ماضی است۔ (دفتر سوم مکتوب ۱۷) انبیاء علیہم الصلوٰات والسلامات رحمۃ للعالمین ہوتے ہیں کہ جن کو حق تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کیلئے بھیجا ہے۔

حضرت خواجہ فرید الدین مسیحی شکرؒ راحت القلوب میں صالحین کی صحبت کے بارے میں حدیث مبارکہ نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”صحبة الصالحین نور و رحمة للعالمین“ اچھے یہاں پر صالحین کی صحبت کو رحمت للعالمین کہا گیا ہے مولانا رومؒ اپنی مثنوی میں فرماتے ہیں

جملہ دانیان ہمیں گفتہ ہیں

بست دانا رحمتہ للعالمین

(تمام کچھ ادبوں نے یہی کہا ہے کہ عقل مند دونوں جہاں کیلئے رحمت ہے) (مثنوی دفتر اول ص ۱۰۵) ایک اور جگہ اپنے غلیظہ حسام الدین کی تعریف میں شعر لکھتے ہوئے اس کو سورت سے تشبیہ دیتے ہیں پھر مزید آگے لکھتے ہیں

تا کہ نورش کامل آید در زمین

تا جہاں را رحمتہ للعالمین

یہاں تک کہ اس (سورت) کی کمل روشنی زمین پر آتی ہے تا جہاں کیلئے رحمتہ للعالمین بن کر۔



(مشکوٰۃ و فترچہ ہارم ص ۱۹)

حضرت شاہ ابوالمعالی اپنی کتاب تحفۃ القادر یہ میں جبرائیل عیسیٰ کی تعریف میں یہ شعر درج فرماتے ہیں۔

شاہ گیلانی تراحق در وجود

رحمت للعالمین آوردہ است

شاہ گیلانی آپ کو حق تعالیٰ رحمت للعالمین کے وجود میں لایا ہے۔ (تحفۃ القادر یہ ص ۱۳۹ اردو) اسی طرح علامہ ابن حزم نے احکام کو رحمت للعالمین قرار دیا ہے۔

(الاحکام فی اصول القرآن ص ۳۵۰ جز ۲)

احکام للعالمین میں بھی احکامات کو رحمت للعالمین کہا گیا ہے۔ ان کی اصل عبارت سید ہے افان الاحکام مما جاء بها الرسول فكانت رحمة للعالمین (الاحکام للعالمین ص ۳۵۸، ۳۵۹، اصل الخامس فی القیاس، الفصل الثامن وادرا الصلحی الریاضی)

نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور سرمد خاص حضرت امیر حسن علی بنجری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول فیرش کر رہے ہیں کہ وہ اپنی کتاب "نواحد الخوا" میں حضرت رحمت اللہ علیہ کے ملفوظات کو جمع کرتے ہیں تو مقدمے میں ان کیلئے رحمت للعالمین کا لفظ استعمال کرتے ہیں:

خواجہ راستین المقلب بہ رحمت للعالمین ملک الفقراء و المساکین شیخ نظام الحق و الشرع۔ الخ  
{بہشت بہشت ص ۲۸۹ نواحد الخوا مجلس ۱}

ہم پوچھنا چاہتے ہیں بریلوی مفتیان کرام سے کہ ان جیسے اولیاء اور محبوبان خدا کے بارے میں انا کا کیا فتویٰ ہے کیا یہ بھی معاذ اللہ گستاخان رسول ﷺ ہیں۔؟؟ جواب و تبجئے اب خاموشی کس بات کی۔

ان ۶۲ رجاءات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اگر رحمت للعالمین صرف آپ ﷺ ہی کی صفت ہوتی تو یہ حضرات دیگر پر اس صفت کا اطلاق نہ کرتے۔ اب بریلوی حضرات کے بزرگوں کے حوالے دیکھئے (بشکریہ مولانا ابوالیوب صاحب)

پیرجماعت علی شاہ صاحب نے خواجہ یعقوبؒ اور خواجہ محمد سرحدیؒ کے متعلق کہا "یہ

مقبولان بارگاہ ایزدی رحمۃ اللعالمین کی شان میں جلوہ گر تھے۔ (سیرۃ امیر ملت ص ۶۰۹)

۲۔ محمد یار گڑھی بریلوی اپنے دیوان محمد میں اپنے پیر کے بارے میں لکھتا ہے کہ

برائے چشم پنا از بدینہ بر سر لبتان

یہ شکل صدر دیں خود رحمۃ اللعالمین آمد

دیکھنے والی آنکھوں کیلئے بدینہ سے خود رحمۃ اللعالمین صدر دیں کی شکل میں آتیاں آیا ہوا ہے۔

(دیوان محمدی ص ۲۲)

۳۔ یہی یار گڑھی والا اپنے بارے میں لکھتا ہے:

فروم از اظہار و یار ہر کسم

زانکہ ہستم رحمۃ اللعالمین

(دیوان محمدی ص ۱۵۵)

یعنی میں غیروں سے علیحدہ بھی رہتا ہوں اور ہر شخص کا یار بھی ہوں کیونکہ میں خود رحمۃ اللعالمین ہوں (العیاذ باللہ)

۴۔ غلام جہانیاں صاحب آفت انقلاب میں خواجہ نظام الحق محمد بن احمد بخاری کو رحمۃ اللعالمین کہتے ہیں "ملکی بحرۃ شیخ المشائخ سلطان العاشقین رحمۃ اللعالمین محبوب الہی حضرت خواجہ نظام الحق والد بن محمد بن احمد بخاری" (آفت انقلاب ص ۷۰)

۵۔ ابو الطائی اپنے پیر کے پیر کیلئے رحمۃ اللعالمین کا لفظ استعمال کرتے ہیں "آپ کا دہرا کام رحمۃ اللعالمین امت کے لئے پیغام عام بذریعہ پیری مریدی"۔ (چراغ ابو الطائی ص ۱۳)

۶۔ مفتی غلام سرور قادری بریلوی صاحب نے اپنے ترجمۃ القرآن (عمود البیان) کے مقدمے میں علامہ اقبال کا یہ شعر نقل کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ مفتی صاحب اس شعر سے متعلق ہیں۔

نوع انساں را پیام آخریں

حاصل اور رحمۃ اللعالمین

انسانوں کیلئے قرآن آخری پیغام ہے اس کے حاصل اور رحمۃ اللعالمین۔ (ص مقدمہ عمود البیان)

۷۔ ہم اپنی اس گفتگو کے اختتام پر بریلویوں کے امام جناب احمد رضا خان صاحب کے والد مولوی تقی علی کی کتاب انوار جمال مصطفیٰ یعنی الکلام الاوضح سے حوالہ پیش کرتے ہیں۔ علماء اپنے شاگردوں کے حق میں خصوصاً عوام زمانہ کے حق میں عموماً رحمت ہیں کہ تعلیم و تدریس، وعظ و تذکیر، امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں مشغول رہتے ہیں اور غنیمت اپنی قوم کیلئے رحمت ہیں۔ (انوار جمال مصطفیٰ جس ۲۱۳)

یہی بات حضرت گنگوہیؒ لکھ رہے ہیں کہ (دیگر اولیاء و انبیاء و علماء ربانین بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں)۔ حضرت گنگوہیؒ اور تقی علیؒ کی عبارت میں کم و بیش ایک ہی بات کہی گئی ہے پھر حضرت گنگوہیؒ پر فتویٰ لگنا اور کافر لکھنا کہاں کا انصاف ہے حضرت گنگوہیؒ کی عبارت میں بھی موجب رحمت عالم کہا گیا ہے تاکہ موجب رحمت للعالمین۔

ان سب حوالہ جات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی ہے کہ اللہ کے حبیب ﷺ سے اعلیٰ درجہ میں رحمت للعالمین ہی جیسا کہ حضرت گنگوہیؒ نے لکھا اور دیگر انبیاء یا اولیاء اپنے اپنے درجہ میں رحمت ہیں۔ بریلویوں کا یہ اعتراض فقط جہالت و ضد پر مبنی ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو حق پہنچائے اور اس کو قبول کرنے کی توفیق دیں۔ وعاذنا الا بالہدایۃ العبین۔

آخر میں ہم مولوی صدیق نقشبندی رضا خانی سے اسی کی زبان میں سوال کریں گے:

”گو یا شیخ سعدی، مجدد الف ثانی، علامہ اقبال اور مجدد جہاں بالا بریلوی اکابر نے معاذ اللہ مرزا صاحب کیلئے راستہ ہموار کر دیا اور اس نے حضور کے اس وصف خاص پر ڈاکہ زنی کی کوشش کی اور اس کو یہ جہات صرف ان علماء کی عبارت سے ہوئی اور کسی کو جرم پر ابھارنے اور برا ٹھہرانے والا بھی مجرم ہوتا ہے لہذا اگر شیخ سعدی، مجدد الف ثانی و دیگر (معاذ اللہ) اور مرزا غلام احمد قادیانی کو عدالت کے ایک ہی کٹہرے میں کھڑا کر کے مجرم ثابت کیا جائے تو کیا رضا خانیوں کے تن بدن کو آگ تو نہیں لگ جائے گی؟ اور انتہیل کر جواب دیں بدھو اسی میں اکثر غلطیاں ہو چکی ہیں کرتی ہیں۔“

اعتراض ۶: بشریت میں مماثلت کا دعویٰ۔ لہذا اللہ  
 دیوبندی مولوی خلیل احمد سہارنپوری لکھتے ہیں کہ: "نفس بشریت میں مماثل آپ ﷺ کے  
 بنامہ بنی آدم ہیں۔" (براہین مستلحدہ ص ۷)۔ (دیوبندیات کے بطلان کا انکشاف  
 ص ۷۷)

**الجواب:** کوئی اس جاہل حلیہ سے پوچھے کہ اس میں گستاخی والی کوئی بات ہے؟ نفس  
 بشریت میں مماثلت تو خود قرآن سے ثابت ہے قرآن کہتا ہے قل انما انا بشر مثکم تو کب  
 قرآن معاذ اللہ تو بین ثبوت کر رہا ہے؟ بریلوی فتح اللہ دیت اور امام الناظرین اثر  
 سیالوی لکھتا ہے:

"اے کفار! تمہارا یہ مطالبہ سب سے جا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہاری ہدایت  
 اور اصلاح مقصود ہوئی تو کسی فرشتے کو تمہارے پاس بھی اور رسول بنا  
 کر بھیجنا ضروری تھا کہ ایک تمہارے جیسے بشر اور انسان کو تمہارے  
 لئے نبی اور رسول بنایا جاتا کیونکہ نبی اور امت میں مناسبت ضروری  
 ہوتی ہے۔" (حقیقتات ص ۹۱)

تمہارا مولوی کہہ رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کفار جیسے بشر اور انسان تھے اب لگاؤ لٹوی۔ ہر  
 الفک لٹائی اپنے لکڑیاں میں لکھتے ہیں جس کا ترجمہ بریلوی مولوی سعید احمد نقشبندی کرتا ہے

"نام انسان اگرچہ نفس انسانیت میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ شریک ہیں۔"  
 (مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب نمبر ۷، ج ۳، ص ۶۸)

اعتراض ۷: حضور ﷺ کو بھائی کہنا نص کے موافق ہے۔ لہذا اللہ  
 مولوی خلیل احمد سہارنپوری لکھتے ہیں کہ: "اگر کسی نے بوجہ بنی آدم جو لے کے آپ ﷺ  
 بھائی کہا تو کیا خلاف نص کے کہہ دیا وہ تو خود نص کے موافق ہی کہتا ہے۔" (براہین مستلحدہ  
 ص ۷)۔ تو گویا اب ہمیں یہ کہنے کی اجازت ہے کہ بوجہ بنی آدم ہونے کے تمام دیوبندی

عوام اور ان کے اکابر ابو جہل، فرعون، نمرود وغیرہ کے بھائی ہیں یہ کہنا انھیں کے خلاف نہیں۔  
(دعوتِ بندیت کے بظلال کا انکشاف، ص ۵۷، شمشیر حسینی، ص ۱۱۵)

**الجواب:** بریلوی حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

”حضرت آدم علیہ السلام ایک ہیں نگران کی اولاد و مومن بھی ہے کافر بھی ہے مشرک بھی منافق بھی، پھر مومنوں میں اولیاء بھی ہیں انبیاء بھی حضور محمد مصطفیٰ بھی (ﷺ) گویا ایک درخت میں ایسے مختلف پھل لگا دیئے کہ اسی میں فرعون ہے اسی میں موسیٰ علیہ السلام بھی میں ابو جہل ہے اسی میں حضور محمد مصطفیٰ (ﷺ) یہ کمال قدرت ہے اور اس کی رحمت کی بھی دلیل ہے کہ سارے انسان اس رشتہ سے بھائی بھائی ہیں۔“

(تفسیر نعیمی، ج ۷، ص ۶۰۶)

استغفر اللہ! یہ کہہ رہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، محمد مصطفیٰ (ﷺ)، فرعون، ابو جہل، مومن، منافق، کافر سب ایک پھل کے درخت ہیں اور اسی نسبت و رشتہ سے سب ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ تو رضا خانیوں ہم یوں کہہ سکتے ہیں:

مولانا احمد رضا خان صاحب، مرزا غلام احمد قادیانی، ابو جہل، فرعون، نمرود، عقب، شیب، ایک ہی درخت کے پھل ہیں اور اس رشتہ سے ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ جواب دو رضا خانیوں ہماری اس بات کا کیا جواب ہے تمہارے پاس؟

اعتراف ۳۸: نبی پاک (ﷺ) مرکر مٹی میں ملنے والے ہیں۔ لہذا باطلہ مولوی اسماعیل دیلوی نے رسول اللہ (ﷺ) کی طرف منسوب کیا کہ گویا آپ (ﷺ) کا ارشاد ہے کہ میں بھی ایک دن مرکر مٹی میں ملنے والا ہوں (تقویۃ الایمان، ص ۶۱) ہے کوئی ابو بندی مولوی کسی حدیث میں یہ جملہ کھانے کیلئے تیار۔

(دعوتِ بندیت کے بظلال کا انکشاف، ص ۵۷، شمشیر حسینی، ص ۲۹)

**الجواب:** تقویۃ الایمان کی جس عبارت پر اعتراض کیا جاتا کہ اس میں لکھا ہے کہ نبی مٹی میں مل جاتے ہیں اور معاذ اللہ ان کا جسم صحیح سلامت نہیں رہتا۔ جواب دینے سے پہلے مناسب

معلوم ہوتا ہے کہ آتشِ یدِ الایمان کی پوری عبارت آپ کے سامنے رکھی جائے اور پھر انشاء اللہ اس پر تصدیق کیا جائے گا: (حدیث کے صرف ترجمہ پر اکتفاء کیا جا رہا ہے)

مشکوٰۃ کے باب عشرت النساء میں لکھا ہے کہ ابو داؤد نے ذکر کیا کہ قیس بن سعد نے نقل کیا کہ گیا میں ایک شہر میں جس کا نام حیرہ ہے سو دیکھا میں نے وہاں لوگوں کو سجدہ کرتے تھے اپنے راجا کو سو کہا میں نے الہیت پیغمبر خدا زیادہ لائق ہیں کہ سجدہ کیجئے ان کو پھر آیا میں پیغمبر خدا کے پاس پھر کہا میں نے کہ میں گیا تھا حیرہ میں سو دیکھا میں نے ان لوگوں کو سجدہ کرتے ہیں اپنے راجا کو سو تم تو بہت لائق ہو کہ سجدہ کریں ہم تم کو فرمایا تجھ کو بھلا خیال تو کہ جو تو گذرے میری قبر پر کیا سجدہ کرے تو اس کو کہا میں نے نہیں فرمایا تو مست کرو۔

(ف): یعنی جب میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں تو کب سجدے کے لائق ہوا سجدہ تو اسی پاک ذات کو ہے کہ نہ کبھی مرے نہ کبھی کچھے۔ (تقریب الایمان ص ۹۹، مطبوعہ مکتبہ)

اس عبارت میں حضرت شام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ حدیث شریف کی تشریح و تفصیل ہے اور ان معنی خیز الفاظ کا حدیث کے ساتھ گہرا تعلق ہے اس میں غیر اللہ کو سجدہ نہ کرنے کی علت بیان کی گئی ہے کہ جو مر کر مٹی میں دفن ہونے والا ہے اس کو سجدہ روا نہیں سجدہ صرف اسی کو ہو سکتا ہے جو ہمیشہ زندہ رہے اور اس پر کسی وقت بھی موت طاری نہ ہو اور نہ وہ مر کر مٹی میں دفن ہونے والا ہو۔

افسوس کہ ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہاں مخالفین نے اپنی جہالت کی وجہ سے ”مٹی میں ملنے والا ہوں“ کے جملے سے یہ سمجھ لیا کہ معاذ اللہ حضرت شاہ صاحب کا عقیدہ ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں سلامت نہیں رہتے حالانکہ یہ ان کی جہالت ہے۔ اردو زبان میں یہ لفظ یا جملہ دفن ہونے کیلئے بولا جاتا ہے۔

چنانچہ جامع اللغات، ج ۲، ص ۵۶۵ میں ملنا کے معنی دفن ہونا اور منیر اللغات ص ۹۰

میں ہے خاک میں ملنا یعنی دفن ہونا۔ نور اللغات میں ہے کہ مٹی میں ملنا یعنی دفن ہونا اور پھر اس معنی کے صحیح ہونے پر شعر سے استدلال کرتے ہیں

میں تو خاک کا پتلا یوں ہی تھا  
تقضاء نے اور مٹی میں ملا دیا (شارح)

{نور اللغات، ج ۳، ص ۱۸۹}

یہاں ”مٹی میں ملا دیا“ کے معنی ”مٹی میں دفن ہونا“ ہیں۔ اسی طرح اردو کی مسموطہ ”ترجیم لغت“ اردو لغت تاریخی اصول پر ”مٹی میں مل جانا“ کے معنی ”مٹی میں دفن ہو جانا“ کے لئے لکھے ہیں اور پھر عبارت نقل کی گئی کہ:

جب پانی رخصت ہو جاتا ہے تو باقی صرف مٹی رہ جاتی ہے جسے قبرستان میں چھوڑ آتے ہیں کہ مٹی مٹی کے ساتھ مل جائے۔

{تفسیر تیسرے افسانے، ص ۳۱۱}

یہاں مٹی کے ساتھ مل جائے ”مٹی میں دفن ہو جانا“ کے معنی میں لیا گیا ہے۔ اسی طرح ”مٹی میں ملنا“ کو محاورہ کہہ کر اس کے معنی ”میت کو مٹی میں دینا“ کے لکھے ہیں۔ میت کی چھبڑ و عظمیں ہونا لکھے ہیں۔ آگے اس معنی کے مناسبت سے شعر لکھتے ہیں کہ:

دنیا میں اعتبار ہے کیا حال و جاہ کا  
مٹی گدا کے ہاتھ سے ملی ہے شاہ کو

{دیوان میر، ج ۲، ص ۳۴۲}

یہاں ”مٹی ملی ہے“ میت کو مٹی دے جانے کے معنی میں ہے۔ اسی طرح ایک معنی دینا کرنے کے لکھے ہیں اور اس معنی کی مناسبت سے شعر لکھتے ہیں کہ:

نسیم اعداء سے شکوہ کیا  
ہمیں یاروں نے مٹی میں ملا دیا

{نسیم دہلوی، ص ۸۷}

{اردو لغت تاریخی اصول پر، ج ۱، ص ۲۰۷}

الحمد للہ ہم نے اردو لغات سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ”مٹی میں ملنا“ کے معنی ”دفن ہونا“ کے ہیں اور اردو زبان میں اس محاورے کا استعمال ”موت“ اور ”اشعار“ دونوں میں ملتا ہے۔ اعداء لغت کے ہذا ہم نے اس کو استعمال کیا ہے۔ لہذا اس عبارت پر اعتراض کرنا بھٹس

جہالت اور تعصب ہے۔

بریلویوں کا عقیدہ کہ نبی کے جسم کو کیڑے کھا جاتے ہیں (معاذ اللہ)  
بریلوی حضرات دوسروں پر اعتراض کرنے سے پہلے ذرا اپنے گھر کی خبر بھی لے لیں۔ چنانچہ  
بریلوی مولوی ابراہیم صاحب قادری حضرت ایوب علیہ السلام کا واقعہ لکھتے ہوئے کہتا ہے کہ:  
حدیث میں ہے کہ ”چار ہزار کیڑے“ آپ کے جسد مبارک میں پیدا  
ہو گئے اور وہ ”اعضاء مبارک کو کھاتے“۔ (اوراقِ نعم، ص ۷۳)۔

یہ بات تو درست ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام پر اللہ کی طرف سے ایک آزمائش  
آئی تھی مگر یہ بات بریلوی حضرات کے ذمہ ہے کہ وہ کسی صحیح مرفوع حدیث سے ثابت کریں کہ  
حضرت ایوب علیہ السلام کے بدن مبارک کو ”چار ہزار کیڑے“ کھاتے تھے۔ حیرت ہے کہ  
حدیث میں تو ہے کہ ان اللہ حرم علی الارض ان تاکمل اجساد الانبیاء کہ اللہ نے زمین پر  
حرام کر دی ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے مگر بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ اس اللہ  
نے کیڑوں کیلئے یہ بات حلال کر دی تھی معاذ اللہ۔ تقویۃ الایمان پر اعتراض کرنے والوں کو کیا  
اپنے گھر کی یہ گستاخی نظر نہیں آتی۔۔۔ ۴۴

سیدنا حسینؑ کی شان میں مولانا نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں:  
”گلاب کی پتیوں (حضرت امام حسینؑ کے رخسار۔ راقم) خاک میں مل گئیں“۔ (حیاتِ صدر  
الافاضل، ص ۱۱۸)

مولوی ابراہیم صاحب قادری نبی کریم ﷺ کی وفات کے متعلق لکھتا ہے:  
”حیرمات نے انہیں فنا کر دیا“۔ (اوراقِ نعم، ص ۱۲۸، ۱۲۹)  
اعتراض ۴۹: حضور ﷺ پر بہتان۔ نفوذِ باطل  
مولوی رشید احمد گنگوہی نے حضور اقدس ﷺ پر بہتان لگاتے ہوئے یہ ارشاد کے طور پر  
منسوب کیا کہ مجھ کو بھائی کہو“۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ص ۱۹۸)۔ ہے کوئی دیوبندی یہ قول مرقوم  
کتب حدیث سے دکھانے کیلئے تیار۔



(زیورہ بیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۵، ۷۶)

**الجواب:** حضرت گنگوہیؒ کے فتوے کی پوری عبارت اس طرح ہے:

”افس بضر ہونے میں مساوات ہے اگرچہ آپ کی بضریت ازکی و اخیب ہے اور بڑھائی کچھ بھی اس نفس بضریت کی وجہ سے ہے نہ یہ کہ بضریت کی افضلیت ایسی ہے چونکہ حدیث میں آپ نے خود ارشاد فرمایا تھا کہ مجھ کو بھائی کہو یا میں رعایت تہذیب الایمان میں اس لفظ کو لکھا ہے نہ بایں وجہ کہ آپ کی بضریت کا فضل بڑے بھائی کے فضل کے قدر ہے اس کلمہ پر تاقہوں نے غل مچا دیا اور نہ بعد حق تعالیٰ کے فقر عالم کو اھل و اکمل خود کہتے ہیں۔“ (فتاویٰ رشیدیہ، ص ۲۷۰)

اس سلسلے میں گزارش یہ ہے کہ فتاویٰ رشیدیہ کے نام سے جو متعدد اول فتاویٰ ہیں ان میں اکثر فتاویٰ حضرت گنگوہیؒ کے آخری دور کے ہیں جس وقت آپ کی عکاسی عبارت زائل ہو چکی تھی اور جواب املاء کروا کر نکھڑاتے تھے اس لئے اول تو احتیاط ہے کہ امام میں غلطی ہو گئی ہو یا کتابت کی غلطی ہو اور اصل عبارت یوں ہو:

”جیسا کہ خود احادیث میں نبی کریم ﷺ کیلئے بھائی کا لفظ آیا ہے۔“

یا

”جیسا کہ خود احادیث میں آپ ﷺ نے خود کو صحابہ کا بھائی کہا۔“

وغیرہ جملہ جو کہ سابقہ روایات کے مطابق ہوں۔ بالفرض ایسا نہ ہو جب یہ حضرتؑ کے تسامح پر محمول ہوگا۔ اور رفع عن امتی الخطاء والنسیان کے تحت قابل مواخذہ نہیں۔ اب ذرا اپنے ائمہ حضرت کی بھی خبر لے لو:

”واذ علی منہ انے اور کتر دانے والا غاسق طعون ہے اسے امام بنانا گناہ ہے فرض ہو یا تراویح کسی نماز میں اسے امام بنانا جائز نہیں حدیث میں اس پر غضب اور ارادہ قتل وغیرہ کی وعیدیں وارد ہیں قرآن عظیم میں اس پر لعنت ہے نبی ﷺ کے مخالفوں کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔“

(احکام شریعت، ص ۱۸۹)

ہے کوئی رضا خانی جو قرآن کریم میں دوا بھی منڈالنے والے پر نعمت اور حدیث رسول ﷺ میں اس پر حق کے ارادہ کے الفاظ دکھا دے؟ کیا یہ قرآن وحدیث پر صریح بیجاں نہیں؟

اعتراف ۵۰: حضور ﷺ نے بلا عدت نکاح پڑھ لیا۔ نعوذ باللہ  
اس کے بعد بیٹھتے البیر ان کا حوالہ دیا جس کے متعلق ہم وضاحت کر چکے ہیں کہ ہمارے لئے حجت نہیں۔

اعتراف ۵۱: حضور ﷺ بہرہ و پیا تھے۔ نعوذ باللہ  
دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی کے قلید مولوی عنایت علی شاہ لکھتے ہیں کہ  
بشر نور رب اعلیٰ بن کر آیا  
نئے رنگ میں جا بجا بن کر آیا  
بڑے کھیل کھیلے بڑے روپ بدلے  
زمانہ میں بہرہ و پیا بن کر آیا  
(باغ جنت، ص ۳۲۳)۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۶)

**الجواب:** رضا خانی نے اشعار نقل کرنے میں انتہائی دھوکا دہی اور فراڈ کا مظاہرہ کیا  
حضرت حافظ سید عنایت اللہ صاحب یہاں نبی کریم ﷺ کا تذکرہ نہیں کر رہے بلکہ عام  
انسانوں کا تذکرہ کر رہے ہیں چنانچہ اصل اشعار اس طرح ہیں:

بشر نور رب اعلیٰ بن کر آیا	نئے رنگ میں جا بجا بن کر آیا
کہیں انبیاء بن کے شکلیں دکھائیں	کہیں صورت اولیاء بن کے آیا
کبھی شکل موسیٰ کبھی شکل عیسیٰ	کبھی یوسف مہتاب بن کے آیا
بڑے کھیل کھیلے بہت روپ بدلے	زمانہ میں بہرہ و پیا بن کے آیا
بے انبیاء اولیاء سب برائی	جب دولہا حبیب خدا بن کے آیا

(باغ جنت، ص ۳۷۲)  
شروع کے دو اشعار اس ظالم نے پیش نہیں کئے جس سے سارا مقصد واضح ہو جا تا ہے جو  
اشعار رضا خانی نے پیش کئے ان میں بھی کہیں نبی کریم ﷺ کا نام یا تصریح نہیں بات صاف  
ہے کہ اللہ نے جب بشر کو بنایا تو اسی بشر میں اس کی صفات جمال انوار و کمالات کا اظہار

تخلیف اعمار میں ہوتا رہا کہیں تو اسی بشر، انسان کو ولی بنایا کیا کہیں اسی جنس بشر میں انبیاء کا  
ظہور ہوا کہیں اسی میں موسیٰ بھی عیسیٰ بھی یوسف علیہم السلام آئے پھر آگے بھرا بچا کے الفاظ  
بھی انی بشر کیلئے ہیں نہ کہ نبی کریم ﷺ کیلئے مگر اس ظالم نے اسے نبی کریم ﷺ کی طرف  
منسوب کر دیا اور یہ کسی غلط فہمی کی بنیاد پر نہیں کیا کیونکہ یہ ان کا اپنا عقیدہ ہے کہ نبی کریم  
ﷺ معاذ اللہ بہرہ و پیا نہیں اسی عقیدے کی بنیاد پر یہاں بھی بہرہ دیا ہے نبی کریم ﷺ سمجھے۔

چنانچہ پیر مرعلی شاد صاحب مرحوم کے پوتے غلام معین الدین شاد گولڑوی لکھتے ہیں:

بشر شان رب اعلیٰ بن کے آیا      وہ کیا تھا کیا ہے وہ کیا بن کے آیا  
بشر کہنے والوں کو دھوکا ہوا      مجسم وہ نور خدا بن کے آیا  
کیا رنگ ہستی کو بے رنگ جس نے      وہی اک حقیقت نما بن کے آیا  
ہر اک رنگ میں اپنی رنگت دکھا کر      زمانے میں بہرہ دیا بن کے آیا

(امرار المشاق، ص ۲۷)

بلکہ اس ظالم نے تو اللہ تعالیٰ کو بھی "بہرہ دیا" کہا ہے چنانچہ لکھتا ہے:

دوب و اسکان کے پردہ میں چھپ کر      دکھائی ہے کس شان سے اپنی قدرت  
اگر اات مطلق حزل نہ کرتی      تو پھر آپ فرما میں کیا ہوتی صورت  
یہ کارگری کس بہرہ دیا کی      خدا کی خدائی ہوئی محو حیرت  
اگر کوئی چشم بصیرت سے دیکھے      اسی رنگ کثرت میں جہاں ہے وحدت

(امرار المشاق، ص ۲۸)

اب ہے کسی رضا خانی نام نہاد عاشق میں یہ جرات کہ اس کتاب والے کو اس کی تائید کرنے  
والوں سے چھاپنے والوں کو جہنم واصل کرے؟

یہ لوگ نہ صرف رب تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ کو بہرہ دیا کہتے ہیں بلکہ نبی  
کریم ﷺ کو "تماشہ" کہتے ہوئے بھی نہیں شرماتے چنانچہ پیر مرعلی شاد گولڑوی لکھتا ہے:  
محو مصطفیٰ محشر میں طہ بن کے نظیں مے      انھا کریم کا پردہ جو یہ بن کے نظیں مے  
حقیقت جن کی مشکل تھی تماشہ بن کے نظیں مے      (دیوان محمد علی، ص ۲۱۵)

اعتراض ۵۲: حضور ﷺ کا میلاد منانا ہندوؤں کے کرشن کے جنم منانے سے بھی بدتر۔ نعوذ باللہ

مولوی فطیل احمد سہارنپوری لکھتے ہیں: ”لیکن یہ روزِ اعادہ ولادت کا تو مشکل بخود کے کرنا تک سنبھالنا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں یا مٹل روافض کے کہ نقل شہادت اہل بیت ہر سال بناتے ہیں معاذ اللہ سائیک آپ ﷺ کی ولادت کا ٹھہرا اور خود یہ حرکت قبیحہ قابلِ لوم و حرام و فسق بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے۔“ (برائین کا طلعہ، ص ۱۵۲)۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۶۷، شمشیر حسینی، ص ۱۱۵)

**الجواب:** اس اعتراض کا جواب خود عہدۃ الجہد شہین حضرت مولانا فطیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ نے اپنی زندگی میں دے دیا تھا ملاحظہ ہو:

”یہ بھی مبتدعین و جالوں کا بہتان ہے جو ہم پر اور ہمارے بڑوں پر باعہا ہے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت کا ذکر ولادت محبوب ترا اور افضل ترین مستحب ہے پھر کسی مسلمان کی طرف کیونکر گمان ہو سکتا ہے کہ معاذ اللہ یوں کہے کہ ذکر ولادت شریفہ فصل کفار کے مشابہ ہے پس اس بہتان کی بندش مولانا گنگوہی قدس سرہ کی اس عبارت سے کی گئی جس کو ہم نے برائین کے صفحہ ۱۴۱ پر نقل کیا ہے اور حاشا کہ مولانا ایسی ادھیات بات فرما دیں آپ کی مراد اس سے کوسوں دور ہے جو آپ کی طرف منسوب ہوا چنانچہ ہمارے بیان سے عنقریب معلوم ہو جائے گا اور حقیقت حال پکاراٹھے گی کہ جس نے اس مضمون کو آپ کی طرف منسوب کیا وہ جھوٹا مفتری ہے۔ مولانا نے ذکر ولادت شریفہ کے وقت قیام کی بحث میں جو کچھ بیان کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ حضرت کی روح پر اقوامِ عالم ارواح سے عالم دنیا کی طرف آتی ہے اور مجلس مولود میں نفس ولادت کے قیام کا یقین رکھ کر وہ برتاؤ کرے جو واقعی ولادت کی گزشتہ ساعت میں کرنا ضروری تھا تو یہ شخص فطلی پر یا تو مجوس کی مشابہت کرتا ہے اس عقیدہ میں کہ وہ بھی اپنے محبوب یعنی سنبھالنا کی ہر سال ولادت مانتے اور اس دن وہی برتاؤ کرتے ہیں جو کنہیا کی حقیقت ولادت کے

وقت کیا جاتا اور یار و افضل اہل ہند کی مشابہت کرتا ہے۔ امام حسینؑ اور ان کے چار بیٹے شہداء کربلا رضی اللہ عنہم کے ساتھ برتاؤ میں کیونکہ روافض بھی ساری ان باتوں کی نفی کرتے ہیں جو قولاً و فعلاً عاشوراء کے دن میدان کربلا میں ان حضرات کے ساتھ کیا گیا چنانچہ نفی بناتے، کفایت اور قبور رکھ کر دفناتے ہیں۔ جنگ و قتال کے جھنڈے چڑھاتے پتھروں کو خون میں رنگتے اور ان پر نوچے کرتے ہیں اسی طرح دیگر خرافات ہوتی ہیں۔ یہاں تک ہر شخص آگاہ ہے جس نے ہمارے ملک میں ان کی حالت دیکھی ہے مولانا کی اردو عبارت کی اصل عربی یہ ہے:

”انجام کی یہ وجہ بیان کرنا کہ روح شریف عالم ارواح سے عالم شہادت کی جانب تفریق ہوتی ہے پس حاضرین مجلس اس کی تعظیم کو کھڑے ہو جاتے ہیں پس یہ بھی سب دقوفی ہے کیونکہ یہ وجہ نفس و ولادت شریفہ کے وقت کھڑے ہو جانے کو چاہتی ہے اور عکساً ہر ہے کہ ولادت شریفہ کے وقت کھڑے ہو جانے کو چاہتی ہے اور عکساً ہر ہے کہ ولادت شریفہ بار بار ہوتی نہیں پس ولادت شریفہ کا اعادہ یا ہندوؤں کے فعل کے مثل ہے کہ وہ اپنے محبوب کنبہ کی اصل ولادت کی پوری نقل اتارتے ہیں یار و افضل کے مشابہ ہے کہ ہر سال شہادت اہل بیت کی قولاً و فعلاً تصویر کھینچتے ہیں پس معاذ اللہ بدعتوں کا یہ فعل واقعی ولادت شریفہ کی نقل بنانا اور یہ حرکت بے شک و شبہ حماقت کے قائل اور حرمت اور فسق ہے بلکہ ان کا یہ فعل ان کے فعل سے بھی بڑھ گیا کہ وہ تو سال بھر میں ایک ہی بار نقل اتارتے ہیں اور یہ لوگ اس فرض مخرقات کو جب چاہتے ہیں کر گزرتے ہیں اور شریعت میں اس کی کوئی نظیر موجود نہیں کہ کسی امر کو فرض کر کے اس کے ساتھ حقیقت کا سا برتاؤ کیا جائے بلکہ ایسا فعل شرعاً حرام ہے۔ (المبدع علی المفسد، ص ۶۹، ۷۰)“

دیکھا اس آدمی نے کتنا بڑا دھوکا دیا اول تو یہ عبارت مولانا سہارنپوریؒ کی جنسیں مولانا گلوٹی کا فتویٰ ہے اور اس فتوے پر سرخی بھی قائم ہے جو اس امر سے کوئی فکر نہ آئی چاہتا حضرت گلوٹیؒ نے معاذ اللہ کہیں بھی نفس ذکر ولادت کو کرشن کنبہ کے جنم دن سے بدعت نہیں کہا معاذ اللہ بلکہ اس دین کی جانے والی رضا خانی خرافات کو ان کے تشبیہ دی کہ جس طرح

وہ ہر سال کرشن کنپیا کا دوبارہ جنم مان کر اس کے ساتھ اصل ولادت کا برتاؤ کرتے ہیں یہ بدعتی بھی اسی طرح میلاد میں نبی اکرم ﷺ کی روح کی آمد کا عقیدہ گڑھ کر پھر اس کے ساتھ بالکل اصل پیدائش والا معاملہ کرتے ہیں بلکہ انہا سے بھی بڑھ کر کہتے ہیں اور اس میں کوئی بات بھی خلاف واقعہ نہیں بلکہ میں پہنچ کر تا ہوں کہ رضا خانی مسیحا کے دن جو خرافات کرتے ہیں وہ عیسائیوں، رافضیوں، مجوسیوں کو بھی نہ سوجھی ہوں گی۔ خود حضرت کی جو عبارت اس نے دی ”بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے“ اس میں یہ ”لوگ“ کا لفظ صاف بتا رہا ہے کہ نفس ولادت کو برا نہیں کہہ دے ہیں رضا خانی لوگوں کی خرافات کا یہاں ذکر کر رہا ہے۔ اس کو ایک مثال سے سمجھیں کوئی رضا خانی عید کے دن میلے تماشے اور خرافات شروع کر دے اور کوئی اللہ کا بندہ کہہ دے کہ یہ ہر سال عید کے دن میلے تماشے کرنا یہ ہندوؤں کا طریقہ ہے بلکہ یہ لوگ ان خرافات میں ہندوؤں سے بھی بڑھ گئے ہیں۔ تو کیا معاذ اللہ یہ آدمی عید کے دن کو ہندوؤں کے میلوں سے بدتر کہہ رہا ہے؟ خاتم لوگوں کو عقل دے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں:

”یہ کہ نئی نئی مثالوں کو ایک خاص چیز جانتا اور اسی قسم کا وہی کمزور عقل والوں پر غلبہ کرنا یہاں تک کہ دریا کے پانی چراغ کے شعلے اور نوارہ کے پانی کو اکثر اشخاص ایک پانی اور ایک شعلہ خیال کرتے ہیں اور اکثر شیعا ایسی عادات میں اس خیال میں جنہک ہیں مثلاً عاشورا کا دن جو ہر سال آتا ہے اس کو جناب حسینؑ کی شہادت کا دن خیال کرتے ہیں اور نوحہ و ماتم نالہ و شیون کر دینے و زاری سیدہ کوئی و بیقرار بالکل دن عورتوں کی طرح مشغول کر دیتے ہیں جو ہر سال اپنے سر پر کرتی ہیں حالانکہ عقل جانتی ہے اور مانتی ہے کہ نہ مانہ خیال ہے اور غیر قادر ہے اس کے اجزاء کو ہرگز قرار نہیں اور جو معدوم ہو گیا اس کا لونا نکال ہے جناب حسینؑ کی شہادت اس دن ہوئی تھی جسکو بارہ سو سال کا عرصہ ہوتا ہے اس دن کو آج کے دن سے کیا اتحاد اور کوئی مناسبت ہے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو اس پر اس لئے قیاس نہیں کیا جاسکتا کہ وہاں سرور و شادمانی کے اسباب ہر سال ہزارہاں اور نئے ہوتے ہیں

یعنی رمضان کے روزوں کی ادائیگی اور خاتہ کعبہ کے حج کی ادائیگی جو نئی فطرت کا شکر یہ ہیں ہر سال ہمال یا سرد اور نئی فطرت پیدا کرتے ہیں اسی لئے شرعی عیدیں اس دنم فاسد پر مقرر نہیں ہوئیں بلکہ اکثر عطلات نے بھی نوروز اور مہرچان اور اس قسم کے دنوں کو عید منایا ہے کہ ہر سال آسمان تغیرات کے حسب نئی نئی فطرت لاتے ہیں اور نئے نئے احکام کا حسب بنتے ہیں بابا شجاع الدین کی عید عید غدیر سب اسی خیال فاسد پر مبنی ہیں ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ الیم اکملت لکم دینکم کا دن یا نزول وحی کا پہلا دن اور شب معراج کو شرف عید کیوں نہیں کہا گیا اسی طرح کسی نبی کے یوم تولد یا یوم وفات کے دن کو عید قرار نہیں دیا اور صوم یوم عاشورا کو کیوں منسوخ فرمایا جو حکم آنحضرت ﷺ نے سال اول میں یہود کی موافقت میں ادا فرمایا ان سب میں یہی راز کا درخشاں ہے کہ وہم کو انہیں مداخلت کا موقع نہ ملے۔

(تحفہ اشعار عشریہ، ص ۶۶۶ باب ۱۱ پہلی فصل شوع ۱۵)  
جناب جی شامہ عبدالعزیز بھی اس یوم ولادت جو عقل کے خلاف اور شیعوں کی پیروی کہہ رہے ہیں ان پر بھی کوئی فتویٰ لکھ گام؟

اعتراف ۵۳: دیوبندی مولوی بانی اسلام ﷺ کے ثانی ہیں۔ نعوذ باللہ  
ان کے بعد مرثیہ گنگوہی کا ایک شعر دیا ہے مرثیہ گنگوہی کے تمام اشعار پر اعتراضات کے جوابات کیلئے آگے مستقل کام آ رہا ہے۔

اعتراف ۵۴: حضور ﷺ کا روضہ مبارک حرام بنا ہوا ہے۔ نعوذ باللہ  
یہ فتوٰں قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

مفتی دایہ عزیٰ الرحمن کا فتویٰ ملاحظہ ہو: "سوال..... اور بعض تشیلا کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ اور حضرت امام حسین علیہ السلام اور محمد والہ چنانچہ رحمۃ اللہ علیہ کے روضے ہتھ جینے ہوئے ہیں یہ کیسے درست اور جائز ہوئے بالتشریح والتفصیل جو اب تحریر فرمائے۔ جواب..... فتور (انبیاء و اولیاء) پر گنبد اور فرش چھتہ ناجائز اور حرام ہے بنانے والے نے اور جو اس فعل سے راضی ہوں گناہگار ہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، ج ۱، ص ۹۲، طبع

کراچی)۔

(دیوبندیوں کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۷، دیوبندی مذہب، ص ۱۸۸)

**الجواب:** رضا خانی نے سوال پر نقل نہ کیا اگر یہ پر نقل کر دیتے تو مزید وضاحت کی ضرورت نہ تھی پوری عبارت مع سوال و جواب ملاحظہ ہو:

”صوال: ایک قبیح سنت فوت ہو اس کے مریدین و معتقدین نے اس کی قبر پر گنبد بنتے اور فرش پختہ بنانے پر آمادہ ہیں اور اندر صرف دو گنبد نہیں اس شخص کی اولاد مانع ہے کیونکہ اس میں ملکہ شرک کا ہے جیسا کہ فی زمانہ متعارف اولیاء اللہ پر مشاہدہ کیا جاتا ہے تو یہ وحشر الاولاد پر عند اللہ خواہ مخواہ ہوگا یا نہیں؟ اور بعض تمثیلاً کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ اور حضرت امام حسین علیہ السلام اور مجدد الملک ثانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے دو شہ پختہ ہوتے ہیں یہ کیسے درست اور چاہو ہوئے بالکفریح والتفصیل جواب تحریر فرمائے۔“

**الجواب:** قہر پر گنبد اور فرش پختہ بنانا ناجائز و حرام ہے بنانے والا جو اس فعل سے راضی ہوں گناہ گار ہیں اور مخالفت کرنے والے جہاں حکم جناب سرور کائنات ﷺ مسلم شریف میں روایت ہے حضرت جابرؓ سے بھی رسول اللہ ﷺ عن شخص من القہر۔“

(عزیز الفتاویٰ المعروف بفتاویٰ دارالعلوم دیوبند، ج ۱، ص ۱۱۷ طبع کراچی)

فادہ طبع کرام سوال کا اصل حصہ جس کا جواب دیا گیا تھا ان رضا خانیوں نے اچھا ہی بددیانتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس حصہ کو نقل ہی نہیں کیا سوال میں نبی کریم ﷺ کے گنبد کے متعلق جو چھائی نہیں گیا تھا سوال میں تو ایک پیر صاحب کی قبر پر گنبد کے متعلق استفسار تھا جس کا شریعت کے مطابق حضرت مفتی صاحبؒ نے جواب دیا۔ مگر اس بددیانت نے سوال میں سے وہ حصہ کاٹ کر جواب میں اپنی طرف سے بریکٹ میں (انبیاء و اولیاء) کا اضافہ کر دیا شرم شرم شرم۔ یاد رہے کہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کے ساتھ ”رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ لکھا ہوا ہے مگر دیوبندی مذہب میں نظام ہر عمل



رضا خانی نے ”علیہ السلام“ لکھ کر تحریف کا مظاہرہ کیا پھر اس مولوی نے امد سے مقلد بن کر اب بھی گوارا نہ کیا کہ اصل کتاب کی طرف مراجعت کر لیتے دیوبندی مذہب کی مکھی پر مکھی مارتے ہوئے وہی تحریف شدہ عبارت اپنی کتاب میں نقل کر دی۔

رہی بات گنبد خضراء کے تحفظ کی تو علماء دیوبند نے ہر دور میں اس کا تحفظ کیا چنانچہ ۱۹۴۳ء میں جب ہندوستان یہ خبر آئی کہ ملک بن عبدالعزیز آل سعود نے مسیور پر توں کو گرا دیا ہے اور اب وہ نبی کریم ﷺ کا گنبد بھی گرا نا چاہتا ہے (جو کہ ایک جھوٹی افواہ تھی) تو ہندوستان سے مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی کی قیادت میں علماء کا ایک وفد سلطان کے پاس گیا اور آپ نے وہاں ایک ولولہ انگیز تقریر کی سلطان کے کاموں کی تعریف کی اور اسے اس قسم کی حرکتوں سے باز رہنے کی تلقین کی علامہ عثمانی کی یہ ولولہ انگیز تقریر سن کر سلطان مبہوت رہ گیا اور یہ کہا کہ:

”میں آپ کا بہت محنون ہوں اور آپ کے بیانات اور خیالات میں بہت رقت اور علی بندی ہے لہذا میں ان باتوں کا جواب نہیں دے سکتا ان تفصیل کا پھر جواب ہمارے علماء ہی دے سکیں گے اور ان ہی سے یہ مسائل طے ہو سکتے ہیں“۔ (معارف المرحومین، ص ۶)

دوسری طرف رضا خانیوں کی گنبد خضراء سے دشمنی کا اندازہ اس سے لگائیں کہ ہر سال میلاد پر یہ لوگ گنبد خضراء کے ماڈل بناتے ہیں مگر آپ ﷺ کا رقع الاول کو اپنے علاقے کی جی شاہراہوں کا جا کر نظارہ کریں کہ وہ گنبد نوٹے ہوئے سڑکوں پر آپ کو بکھرے ملیں گے معلوم ہوا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کا گنبد گرا نا تمہارا مذہبی شعار ہے ہمارا نہیں۔

اعتراض ۵۵: حضور ﷺ کو طاعت کہہ سکتے ہیں۔ نعوذ باللہ  
ان کے بعد بلخہ الحیر ان کا حوالہ دیا جو ہمارے لئے حجت نہیں۔

اعتراض ۵۶: دیوبندی مولوی حضور ﷺ کے برابر ہیں۔ نعوذ باللہ  
مطلب یہ کہ بعض مسافت میں ہم اور حضور ﷺ مشترک ہیں۔ (اضافات الیومیہ)

ج ۱۰، ص ۲۷۱)

(دیوبندی کے بطلان کا انکشاف، ص ۸ کے دیوبندی مذہب، ص ۱۸۹)

**الجواب:** رضا خانی نے یہاں بھی رضا خانیت کا مظاہرہ کیا اور مکمل ملفوظ پیش نہیں کیا  
ماہِ حَظ: ہو:

”فرمایا حضرت حاجی صاحب کا ارشاد ہے کہ عانی کو ذکر کی تو تعلیم کرے مگر شغل کی تعلیم نہ  
کرے کیونکہ شغل سے بعض مرتبہ کشف ہونے لگتا ہے اور کشف کے نہ بچنے کی وجہ سے اس  
کے عقیدے بگڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے اور اس کو ضروری علم ہوتا نہیں جیسا کہ ایک شخص نے  
مولانا محمد یعقوب صاحب سے اپنا کشف بیان کیا تھا کہ مجھ کو یہ مشکوٰۃ ہوا ہے کہ میں اور  
جناب رسول مقبول ﷺ مساوی درجہ میں ہیں حالانکہ یہ محتج شرعی ہے کہ غیر نبی درجہ میں نبی  
کے برابر ہو جائے اس لئے اس نے اپنا یہ کشف مولانا محمد یعقوب صاحب سے عرض کیا تو  
مولانا نے ارشاد فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض صفات میں ہم اور حضور ﷺ مشترک  
ہیں مثلاً مخلوقیت میں کہ حضور بھی مخلوق ہیں اور ہم بھی مخلوق ہیں اور من جمیع الوجود مساوات  
مرا نہیں مگر یہ مفصل کشف میں بحمل ظاہر ہوا۔ پھر مولانا نے اس کی ایک مثال دی وہ یہ کہ  
جیسے ایک خوشنویس نے ایک جم لکھا اور اس جم کے پیٹ میں ایک نقطہ لگا دیا تو جیسے یہ جم  
اس خوشنویس کا لکھا ہوا ہے اسی طرح یہ نقطہ بھی اسی کا لگا یا ہوا ہے تو اس خوشنویس کی  
طرف یہ دونوں چیزیں منسوب ہیں تو اس نسبت میں دونوں مشترک ہیں مگر پھر یہ فرق ہے  
کہ جم متبوع ہے اور نقطہ تابع ہے اسی طرح حضور کو اور اپنے آپ کو ایک درجہ میں دیکھنے  
سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور میں اور اس شخص میں یکہ فرق نہیں مگر ایک عانی شخص یہاں  
ضرور غلط فہمی میں مبتلا ہو جائے گا۔“

(ملفوظات، ج ۱۰، ص ۳۴۵، ۳۴۶، ملفوظ نمبر ۲۵۳)

اللہ اکبر قربان جاؤں ان اکابر کے علوم پر واقعی ان جیسے رضا خانی عانی یہاں غلط فہمی میں  
مبتلا ہوئے۔ حضرت کا ملفوظ بالکل صاف ہے اس میں کسی قسم کی گستاخی کا شائبہ تک نہیں  
۔ رضا خانی نے یہ الزام لگایا تھا کہ دیوبندی مولوی حضور ﷺ کے برابر ہیں معاذ اللہ مگر

اپنے دیکھا کہ خود محفوظ میں دو دفعہ برابری کی تردید موجود ہے صرف ایک کشف کی تائید ہے اس میں بھی بعض صفات میں برابری کا کہا گیا وہ بھی وہ صفات جس پر انبیاء کا واردہ نہیں۔ اپنے گھر کا گندہ کھوتہ ہارے مذہب میں تو شیطان بھی حضور ﷺ کی صفات میں برابر ہے معاذ اللہ چنانچہ مفتی احمد یار محرقی لکھتا ہے :

”جب رب نے گمراہ کو اتنا علم دیا کہ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے تو نبی کریم ﷺ جو سارے عالم کے ہادی ہیں انہیں بھی حاضر و ناظر ہوتا تھا کہ وہاں تارکی سے کمزورت ہو۔“

(نور العرفان، ص ۱۸۳، الاموال، آیت ۷۷)

معاذ اللہ! کمزور نہ ہو یعنی حضور کی صفت حاضر و ناظر قوت و طاقت میں شیطان کی صفت حاضر و ناظر کے برابر ہے۔ اور مولانا احمد رضا خان صاحب توشیح عبدالقادر جیلانی کو تمام صفات میں حضور ﷺ کے برابر مانتے ہیں ان کی عبارت یہ ہے :

”حضور پر نور سیدنا محمد مصطفیٰ علیہ السلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس و انور سید عالم ﷺ کے وارث کامل و نائب تام و آئینہ ذات ہیں کہ حضور پر نور ﷺ مع ربیٰ جمیع صفات بھالی و جلال و کمال و افضال کے ان میں سمجھی ہیں۔“

(فتاویٰ افریقہ، ص ۱۱۸، سنی دارالاشاعت، قیصل آباد)

اور مولوی احمد رضا خان صاحب فرماتے ہیں کہ میں جب اپنے پیر بھائی برکات احمد کی قبر میں اترتا تو :

”دُفن کے وقت ان کی قبر میں اترا ہوا مبالغہ و خوشبو محسوس ہوئی جو کبھی بار روضہ انور کے قریب پائی تھی۔“

(ملفوظات، حصہ دوم، ص ۲۵، مطبوعہ بریلی طبع ۱۱)

مجھے حضور ﷺ کی قبر کی خوشبو کی صفت میں آپ کا مولوی شریک ہے۔

اعتراض ۵۷۷: حضور ﷺ سے لوگ علم میں بڑھ سکتے ہیں۔ نعوذ باللہ

دنیوی فنون کے اندر ہو سکتا ہے کہ غیر نبی سے علم ہو جائے فن سیاست میں ممکن ہے کہ غیر نبی

سے اعلم ہو جائے۔

(اضافات الیومیہ، ج ۹، ص ۶۰)۔ (دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۸)

**الجواب:** کوئی عقل کے اس گورے سے پوچھے کہ اس میں گستاخی والی کوئی بات ہے آئے آپ ہی کے گھر سے ثبوت حاضر ہے: بریلوی فقہ ملت کی یہ مہارت بھی رضا خانی دل پر ہاتھ رکھ کر پڑھیں:

”فضر علیہ السلام نبی ہوں یا غیر نبی بہر صورت بعض علوم میں دو ایک نبی سے بڑھ سکتے ہیں اس لئے کہ جن علوم پر نبوت موقوف نہیں ان علوم میں نبی سے بڑھ کر علم نبی ہو سکتا ہے جیسا کہ حضرت علامہ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر فرماتے ہیں بخود ان کیوں غیر النبی فوق النبی فی علوم لا متوقف علیھا نبوت (تفسیر کبیر، ج ۵، ص ۵۱۵)۔“

(فتاویٰ فیض الرسول، جلد اول، ص ۳۹)

یخوز ان یتکون غیر النبی فوق النبی فی علوم لا متوقف علیھا نبوت (تفسیر کبیر، سورہ کہف، آیت ۶۶)

یہی بات علامہ نظام الدین عیشا پوری متوفی ۸۵۰ھ، ابو حفص دمشقی حنبلی متوفی ۷۷۰ھ نے بھی کی ہے۔

(تفسیر فراسب القرآن، ج ۲، ص ۳۳، الملیاب فی علوم الکتاب، ج ۱۲، ص ۵۴، دارالکتب العلمیہ بیروت)

اور قاضی عیاض رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فاما ما تعلق منها بامر الدنیا فلا یشرط فی حی الانبیاء العصمة من عدم المعرفة الانبیاء ببعضہا او اعتقادھا عینی خلاف ما ہی علیہ ولا وصم علیہم فیہ اذ ہمہم متعلقہ بالآخرۃ و انہا نہا و امر الشریعۃ و قوا تہا و امور الدنیا تضادھا بخلاف غیرہم من اهل الدنیا الذین یعلمون ظاہر امن الحیوۃ الدنیا و ہم عن الآخرۃ فہم غافلون۔ (الثناء

ج ۲، ص ۷۳)

یہ حال وہ معلوم نہیں کا تعلق دنیاوی امور سے ہے یا دینی امور سے۔ بعض کے لئے جانتے سے اور ان کے متعلق خلاف واقعہ اعتقاد قائم کر لینے سے حضرات اہل بیت علیہم السلام کا معصوم ہونا ضروری نہیں اور ان امور کے نہ جاننے کی وجہ سے ان پر کوئی وجہ نہیں آتا کیونکہ ان کی تمام تر بہت اور تو جہ آخرت اور اس کے ثمرات اور شریعت اور اس کے قوانین کے ساتھ متعلق ہے اور دنیاوی باتیں ان کے برعکس ہیں بخلاف اور اہل دنیا کے جو اسی دنیاوی زندگی کو جانتے ہیں اور آخرت سے بالکل غافل ہیں۔

اعتراض ۵۸: حضور ﷺ کے گنبد روضہ اطہر گرانا واجب ہے۔ نعوذ باللہ یہ بدو اور علوان قائم کر کے محرف رضا خانی لکھتا ہے:

”مہولوی اشرف علی تھانویؒ کہتے ہیں کہ: ہمارے معزز دوست ثواب جہید علی خان نے بھی یہ سوال لکھ کر بھیجا کہ حدیث میں قبر پر عمارت بنانے کی ممانعت تو معلوم ہے تو کس اس حدیث کی رو سے حضور کے گنبد شریف کو بھی شہید کرنا واجب ہے چنانچہ واقعی ہناء علی القبر کی حدیث میں مخالفت ہے اس لئے اول تو میں متحیر ہوا بہت سی ایسی باتیں ہوئی ہیں جو ہوتی تو ہیں واقعی لیکن ان کا تذکرہ بدنام اور بے ادبی و بدہمتہ ہی ہوتی ہے۔“ (اضافات المصابیح، ج ۹، ص ۲۸۹)۔

(دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۹، دیوبندی مذہب، ص ۲۰۰)

**الجواب:** اس مضمون کو نقل کرنے میں جس بدویاتی بے حیائی اور ڈھیت پن و بے شرمی کا مظاہرہ کیا گیا ہے اس کو جان کر علماء یہود تو کیا ان رضا خانیوں کا جیراٹھیں بھی جان کر شرم کے مارے پانی پانی ہو جائے گا ملاحظہ ہو مکمل ملاحظہ:

”پھر فرمایا کہ کہ میں حضور ﷺ کے گنبد شریف کے متعلق بھی ایک سوال اٹھا تھا، جب ابن سعود نے مزارات کو ڈھانا شروع کیا تو لوگوں نے یہ مشہور کیا کہ نعوذ باللہ اس نے حضور کے گنبد شریف کو شہید کر دینے کا بھی عزم کیا ہے اس کی کہیں ابن سعود کو خبر لگی تو اس نے بہت اہتمام کے ساتھ اس خبر

کے بالکل غلط ہونے کا اعلان کیا مگر پھر بھی اس وقت اس کا بیٹ چرچا ہوا  
چنانچہ ہمارے معزز دوست نواب حبیب علی خان نے بھی یہ سوال کچھ کر بھیجا  
کہ حدیث میں قبر پر شہادت دینے کی ممانعت تو معلوم ہے تو کیسا اس  
حدیث کی رو سے حضور کے گنبد شریف کو بھی شہید کرنا واجب ہے چنانچہ  
داعی بناء علی القبر کی حدیث میں مخالفت ہے اس لئے اول تو میں متحیر ہوا یا  
اللہ کیا جواب دوں کیونکہ اس کے سوا پتے سے بھی ذہن ایسا (انکار) کرنا  
تھا کہ نعوذ باللہ حضور ﷺ کے گنبد شریف کو شہید کر دینے کے متعلق تو یہ دیا  
جائے یہ تو کسی صورت میں ذوق کور اسی نہیں تھا لیکن اس حدیث کے  
ہوتے ہوئے تحیر ضرور تھا کہ اس کی کیا توجیہ ہو سکتی ہے اسی پریشانی میں تھا  
کہ اللہ تعالیٰ نے دست گیری فرمائی فوراً سمجھ میں آیا کہ اس حدیث میں  
صرف بناء علی القبر کی ممانعت ہے قبر فی البنا کی تو ممانعت نہیں اور حضور  
ﷺ کی قبر شریف ابتداء میں سے حضرت عائشہؓ کے قبر سے کے اندر ہے جو  
قبر شریف سے پہلے ہی کا بنا ہوا ہے قبر کے بعد تو اس پر کوئی عمارت نہیں  
بنائی گئی لہذا اس حدیث کا حضور ﷺ کے گنبد شریف سے کوئی تعلق نہیں نہ  
وہ اس ممانعت میں داخل ہے۔ چنانچہ میں نے نواب صاحب کو لکھا کہ  
میں آپ کے سوال کا جواب تو دیتا ہوں لیکن میرا لگتا ہے کہ آئندہ اس  
کا تذکرہ ہی نہیں کرنا چاہئے اور پھر فرمایا کہ بہت سی ایسی باتیں ہوتی ہیں  
جو ہوتی تو ہیں واقعی لیکن ان کا تذکرہ بد نما اور بے ادبی و بد تہذیبی ہوتی  
ہے۔ (ملفوظات، ج ۹، ص ۳۰۹، ۳۱۰، ملفوظ نمبر ۲۴۹)

اعتراض ۵۹: حضور ﷺ کو کافر سے بھی تھوڑا علم ہے کہ دیوار کے چھپے کا علم  
نہیں۔ نعوذ باللہ

یہ غلط عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

”مولوی غلام احمد اٹھوی نے حضور اقدس ﷺ کی طرف منسوب کیا کہ شیخ عبد اللہ  
روایت کرتے ہیں کہ مجھے گودیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں (برائین کا ملکہ، ص ۵۵) تو گو یہ

دیوبندی مذہب میں حضور ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں ہے نفوذِ باطنی و مگر دیوبندی و حرم میں کافر کو دیوار کے پیچھے کا علم ہے۔ مخالفی صاحب لکھتے ہیں کہ اور کشف سے کہ لوگ اس کو بڑی چیز سمجھتے ہیں کہ جو چیز سب لوگ دیوار کی پرلی طرف جا کر دیکھ سکتے ہیں وہ اس نے یہاں بیٹھے دیکھ لی یہ بات تو کافر کو بھی حاصل ہو سکتی ہے۔

(اضافات الیومیہ، ج ۱۰، ص ۲۳۸) جو روایت مولوی غلیل احمد نے شیخ حسبد الحق علیہ الرحمۃ کی طرف منسوب کی ہے اس کو شیخ موصوفی صحیح نہ شد فرماتے ہیں (مدارج النبی و مرجعہ ص ۷)۔

(دیوبندی کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۸، دیوبندی مذہب، ص ۱۹۰)

**الجواب:** اول بات تو یہ ہے کہ مولانا غلیل احمد سہارنپوری نے اس حدیث کو اپنا کتاب میں مدارج النبی کے حوالے سے نقل نہیں کیا بلکہ مطلقاً شیخ کی طرف منسوب کر کے نقل کیا لہذا اب اگر شیخ کی کسی کتاب سے اس روایت کا ثبوت مل جائے تو ہمارے لئے کافی ہے چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

"یہاں کہ اس حدیث آنحضرت ﷺ از اس ویش طریق خور و عادت بود بوحی **یا اہا پرگاہ** کا مود و مدام و موند آن است آنچہ در خبر آمد است چوں نافہ آنحضرت کے شد دور یافت کہ کجارت منافقان **گفتند کہ محمدی** کہ رسید کہ خبر آستان میں **و ما نمونعی** داخل کہ کہنا فاعا و کجا است پس فرمود آنحضرت **و انعمی** دانہ **گھر** آچا بدانا سند مرا پروردگار من آگاہ بنمود مرا پروردگار کہ من وے در جائز چنی و چنار است و مبار دے در شاخ و درخت بند شد است و نیز فرمودہ کہ **"من شرم نمی** دانم کہ در پس ایں دیوار چیست یعنی **یہ نائیدان حق سبحانہ**"

(اشعۃ اللمعات، ج ۱، ص ۳۶۵، مکتبہ توریبہ مطبوعہ)

**ترجمہ:** جان لے کہ دیکھنا آنحضرت ﷺ کا آگے سے اور پیچھے سے منظور فرق

عادت تھا وہی اور الہام سے کبھی کبھی تھا نہ بیٹھ اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوئی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کی نافرمانی ہوئی تھی اور یہ معلوم نہ ہوا کہ کہاں گئی تو منافقوں نے کہا کہ محمد ﷺ کہتے ہیں کہ میں آسمان کی خبر دیتا ہوں اور ان کو یکہ خبر نہیں کہ نافرمان کہاں ہے۔ جب آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قسم اللہ کی کہ میں نہیں جانتا مگر وہ کہ پروردگار مجھ کو بتلا دے اب میرے پروردگار نے مجھ کو بتلا دیا ہے کہ تم اس کی مہار ایک درخت کی شاخ میں بندھی ہوئی ہے اور ایک یہ بھی کہ ”مختصر“ نے فرمایا کہ میں بشریوں میں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے یعنی بے تلافی حق سبحانہ و تعالیٰ۔“

پس اگر یہ گستاخی ہے تو سب سے پہلے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا گریبان پکڑا جائے جہاں تک رضا خانی نے یہ لکھا کہ شیخ نے ”صحیح نہ شد“ فرمایا تو بھلا اس سے ہمارا کیا نقصان؟ کیونکہ رضا خانی صلی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

”صحیح نہ ہونے سے ضعیف ہونا لازم نہیں کیونکہ صحیح کے بعد درجہ حسن باقی ہے۔“  
(جاء الحق، ص ۳۰۷)

بریلوکی ہم پر اعتراض کرتے ہیں کہ تمہارا عقیدہ ہے کہ نبی ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں تو اس اعتراض سے پہلے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو احمد رضا خان کے ملفوظات میں منقول ہے کہ:

”ایک دفعہ جبریل کل حاضری کا وعدہ کر کے پہلے مجھے دھرے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انتظار ہے کافی انتظار کے بعد جب باہر جا کر دیکھا تو جبریل باہر تشریف فرما ہیں الخ۔۔۔“

(ملفوظات، ص ۳۵۴)

فاضل بریلی کے اس ملفوظ سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ ”دیوار کے پیچھے کون ہے“ ورنہ انتظار کرنے کی کیا ضرورت تھی؟۔ اور نہ ہی اس بات کا علم تھا کہ چار پائی کے نیچے کیا ہے تو رضا خانیوں کو چاہئے کہ ہم پر ان کو اس کرنے سے پہلے اپنی چار پائی کے نیچے جھانک لیں۔ اب کفر کا فتویٰ احمد رضا خان پر جا بجا اور یہی اہل بدعت کی علامت ان کے بڑوں



نے لکھا ہے۔

اور غلام رسول سعیدی لکھتا ہے کہ:

”اس حدیث میں یہ اشکال ہے کہ جب آپ کی پشت پر نچاست رکھ دی گئی تو پھر آپ کس طرح بدستور نماز پڑھتے رہے؟ صحیح جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کو ظلم نہیں تھا کہ آپ کی پشت پر کیا چیز رکھی گئی ہے۔“

(شرح مسلم: ج ۵، ص ۵۶۳، فرید یک سال جنوری ۲۰۰۲)

لیجئے بقول آپ کے شارح مسلم کہ نبی کریم ﷺ کو تو اپنی پشت کا بھی علم نہیں تھا تو جب دیوار کے پیچھے کا ظلم نہ ماننا گستاخی ہے تو وہ شخص کتنا بڑا گستاخ ہے جو یہ کہتا ہے کہ نبی ﷺ کو اپنی پشت کی بھی خبر نہیں؟ جواب درضا خانو!!

اور ذرا اس حدیث پر بھی غور کرنا جس میں آتا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ازکوة کا ایک مسئلہ نبی کریم ﷺ سے پوچھنے گئی اور آپ ﷺ کے دروازے پر کھڑی ہو گئی اور بلال کو مسئلہ پوچھنے کیلئے بھیجا اور ان کو یہ تاکید کی کہ ”ولا تعیرہن من نحن“ اور انہیں یہ مت بتلائے گا کہ ہم کون ہیں۔“

(مشکوٰۃ: ج ۱، ص ۱۷۴)

اب دیکھیں حضرت زینبؓ دروازے کے باہر سے بلالؓ کو کبہ رہی ہیں کہ ان کو بتلائے مست معلوم ہوا کہ صحابہؓ کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ بنابر کے بتلائے نبی کریم ﷺ کو دیوار تو کیا، دروازے کے باہر کیا ہے اس کا بھی علم نہیں ورنہ حضرت بلالؓ ضرور یہ کہتے کہ میں کیسے نہ بتلاؤں اور انہیں نہ بتلانے کا فائدہ کیا ہے؟ جب وہ ساری دنیا کو مثل تبھلی کے دیکھ رہے ہیں رضائاتی بتا حیرا صحابہؓ پر کیا فتویٰ ہے؟

پھر معارضہ میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ کا مفلوظ پیش کرنا بھی جہالت ہے اس لئے کہ اگر بالفرض کسی دلی سے کوئی کراست یا کسی فاسق و فاجر سے کوئی استدراج ظاہر ہو جائے اور بعد اس کا ثبوت کسی نبی سے نہ ہو تو اس سے نبی کی شان میں معاذ اللہ کوئی کمی نہیں آتی نہ ہی وہ صاحب کراست و استدراج اس نبی سے بڑھ جاتا ہے یہ بڑا لاف اور

جاہلانہ اصول صرف بریلویوں کے ہاں ہی تسلیم کیا جاسکتا ہے اب ہم اس اصول کے خلاف چند حوالہ جات پیش کرتے ہیں ملاحظہ ہو:

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور توفیق سے میں چند معتبر کرامات اولیاء ذکر کر رہا ہوں جو انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے ظاہر نہیں ہوئیں لیکن اس کے باوجود کسی بھی بھٹ اور امام نے ان پر یہ جاہلانہ اعتراض نہیں کیا جو رضا خانی کو سوچا۔

دیکھیں حضرت مریم ولیہ ہیں نبی نہیں ہیں، ان کو بے موسم پھل مل رہے ہیں مگر حضرت زکریا علیہ السلام جو اللہ کے نبی ہیں ان کو نہیں مل رہا ہے۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی زدِ جبہ مطہرہ ہیں لیکن ان کے یہاں لڑکی بھی نہیں ہوئی اور بی بی مریم کو بغیر خاندان کے لڑکا عطا فرمایا۔

جو ہوا سلیمان علیہ السلام کا تخت ہوا میں اٹھائے لے جاتی تھی اس ہوا کو یہ نظم نہیں ملا کہ ہجرت کے سفر میں حضور ﷺ کو ایک لمحہ میں مدینہ منورہ میں پہنچا دے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں لیکن انھیں کائنات میں حاضر ہونا سلیمان علیہ السلام کے صحابی کی کرامت ہے۔

مشہور سیدنا یحییٰ ابو مسلم خولانی جو یمن سے مدینہ منورہ حضور ﷺ کی ملاقات کے لیے آرہے تھے تاکہ صحابیت کا مقام حاصل ہو مگر ابھی وہ راستے میں تھے کہ حضور ﷺ کا وصال ہو گیا اور وہ آکر حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے ملے اور یہ وہاں بھی ہیں جنہیں اسود العنسی کذاب نے آگ میں ڈالا تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو آگ میں محفوظ رکھا۔

اس عظیم شخصیت کی ایک کرامت یہ ہے کہ ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ کو ایک روز ان کی اہلیہ نے فرمایا کہ آج گھر پر آنا نہیں ہے تو ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ نے پوچھا کہ آپ کے پاس کوئی درہم و پیرہ وغیرہ ہے؟ تو اہلیہ نے کہاں ہاں ہیں، چنانچہ انہوں نے ان کو دیئے تو حضرت خولانی بازاار گئے تو وہاں پر ایک سال ماٹھنے والا ملا اور اس نے ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ سے پیسے مانگے اور بڑا اصرار کیا کہ آپ مجھے اللہ تعالیٰ کے نام پر خیرات دیں تو حضرت ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ نے پیسے

اس کو نے اور آئے کی تھیلی کو برادہ اور منی سے بھر کر سیدھے گھر آئے اور گھر کے دروازے سے  
 ہڈی اندر پھینک دیا اور کہیں چلے گئے جب رات کو آئے تو گھر والی نے روٹی سسائے رکھی تو  
 حضرت ابو مسلم خولائی رحمہ اللہ نے اپنی بیوی سے دریافت کیا کہ یہ روٹی کہاں سے آئی تو انہوں  
 نے جواب دیا کہ روٹی اسی آٹے کی ہے جو آپ تھیلی میں بھر کر گھر پر لائے تھے تو حضرت ابو مسلم  
 خولائی رحمہ اللہ اس کرامت کو دیکھ کر رونے لگے۔

ابن ابی عمیر کو علامہ رحمہ اللہ اور امام نووی رحمہ اللہ کی شخصیات نے لکھا ہے، علامہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:  
 ”وعن عطاء الخرماني ان امرأته من آل أبي مسلم قالت ليس لنا دقيق فقال هل  
 عندك شيء قالت هو هم بعنابه غر لا قال ابغيني هاتني الخبر ابطله خيل  
 المروق فاما ما سأل فالتج فاعطاه والد وهو ملاء الجراب بنشار فمع التراب  
 فاني وقلبه سر عوب منها وذهب ففتحه فاذا به دقيق حواري فعبست  
 وخبرت فلما جاء ليلا وضعته فقال من اين هذا قالت من الدقيق فاكمل  
 وبكى“ (سير اعلام النبلاء ج ۵ ص ۶۳ ملخصاً من ديوان الحارثي للامام  
 النووي ص ۳۶۱)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی ایک اور کرامت ملاحظہ فرمائیں: علامہ رحمہ اللہ  
 لکھتے ہیں:

ان ابا حنيفة رحمه الله قرأ القرآن كله لم يركع ركعة (سير اعلام النبلاء ج ۶  
 ص ۵۳۵)

امام صاحب ایک ہی رکعت میں سارا قرآن کریم پڑھ کر ختم کر لیتے تھے۔

اسی قسم کی کرامت تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی مقول ہے۔ علامہ ابن کثیر مین فرماتے ہیں:  
 كان عثمان بن عفان يحس الليل يركع يقرأ فيها القرآن (تهذيب التهذيب ج ۳ ص ۴۲۶)  
 دیکھتے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور امام اعظم رحمہ اللہ ایک ہی رکعت میں پورا قرآن مجید پڑھ لیتے۔  
 اور عظیم کہا بات حضور ﷺ سے ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے ایک رکعت میں قرآن کریم پڑھا  
 مگر اس کے طور پر پڑھ لیا ہو۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر تھے کہ حضور ﷺ کے لیے اس قسم کا  
 کرم و کمال فرماتے۔

ایک اور واقعہ حضرت تمیم داریؓ کا ہے، حضرت تمیم داریؓ صحابی رسولؐ تھا ان کے پاس حضرت عمرؓ تشریف لائے اور کہا کہ جاؤ مقامِ حرہ پر آگ لگی ہوئی ہے اس آگ کو بٹور دینا چاہیے تمیم داریؓ وہاں جا کر اس آگ کو دھکے دیتے رہے، بالآخر وہ آگ ایک گھاٹی میں جا گئی اور حضرت تمیم داریؓ اس کے پیچھے لگے رہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس واقعہ کو نقل کرتے ہوئے لکھا ہے: فجعل تمیم يحوضها بيده حتى دخلت الشعب و دخل تميم خلفها (البدایہ والنہایہ ص ۶۷ مس ۱۵۳) دیکھئے ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ والی کرامت اور حضرت عثمانؓ والی کرامت اور حضرت تمیم داریؓ والی کرامت اور اسی طرح امام اعظمؒ والی کرامت، عینِ حضورؐ کے لیے بطورِ غرہ کے ثابت نہیں۔

تو اب سوال یہ ہے کہ ان تمام حضرات کو حضورؐ پر برتری حاصل ہوگی؟ (الغیاذ باللہ) ابنِ خلدون نے تو لکھا ہے کہ کشفِ مجاہدات سے جاوگروں اور نصاریٰ کو بھی ہو سکتا ہے (مقدمہ ابنِ خلدون)۔

اسی طرح کیا حضرت ابی بنی مریم حضرت زکریا علیہ السلام سے افضل تھیں؟

کیا حضرت ابی بنی مریم کو حضرت صدیقؓ پر برتری حاصل ہے؟

کیا حضرت آصف بن برخیا جو امتی تھے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ان کو حضرت سلیمان علیہ السلام پر برتری حاصل تھی؟

اور اسی طرح کیا حضرت سلیمان علیہ السلام حضورؐ سے افضل تھے؟

اگر کم درجے والے کے ہاتھ پر کوئی کرامت ظاہر ہو تو کیا اس کو بڑے درجے والے پر برتری حاصل ہو جاتی ہے؟ ہرگز ہرگز نہیں۔

اتمامِ بحث کیلئے ہم انہی کے گھر کا ایک حوالہ پیش کر دیتے ہیں مولوی مسد اسحاق دامپوری لکھتے ہیں:

”امصاب مفضل میلہ تو زمین کی تمام جگہ پاک ناپاک مجالسِ مذہبی وغیرہ

مجاہد حاضر ہونا رسول اللہؐ کا نہیں دھوکا کرتے ملک الموت اور انجس کا

حاضر ہوا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک و ناپاک کھر غیر کھر میں پایا جاتا ہے۔" (انوار ملاحظہ، ص ۵۹، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

اب جواب دو تمہارا مولوی کہتا ہے کہ شیطان تو نبی اکرم ﷺ سے بھی زیادہ مقامات پر حاضر و ناظر ہے تب کیا یہ شیطان کو نبی اکرم ﷺ سے بڑھا جائے گا؟ محال اللہ۔

اعتراض ۶۰: حضور ﷺ اپنی جان کے بھی نفع و نقصان کے مالک نہیں۔ فتوہ باللہ

مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ: "سوائیوں نے بیان کر دیا کہ مجھ کو نہ کچھ قدرت ہے نہ کچھ غیب دانی میری قدرت کا حال تو یہ ہے کہ اپنی جان تک کا بھی نفع و نقصان کا مالک نہیں۔" (تقویۃ الایمان، ص ۲۸) مولوی غلام اللہ خان پنڈی لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو نہ نفع نہ نقصان کی طاقت اور نہ ہی غیب جاننے کی طاقت اللہ کی طرف سے دی گئی ہے۔" (جواہر القرآن، ص ۷۳)

(روح بندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۹)

**الجواب:** رضا خانی نے اپنی عادت بد سے مجبور ہو کر اس بار بھی عبارت پوری نقل نہیں کی ملاحظہ ہو:

"وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ نَفَعَا لِي فُلٌ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبُ لَا مَنَعَتْكَ ثَمَنُ الْخَيْرِ وَمَا مَنَعِي السُّوءَ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ بَشِيرٌ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ -

اور کہا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ اعراف میں کہ میں نہیں اختیار رکھتا میں اپنی جان کے کچھ نفع و نقصان کا مگر جو کچھ کہ چاہے اللہ اور جو جانتا میں غیب تو بے شک بہت سی لے لیتا میں بھلائی اور نہ چھوٹی مجھ کو کوئی برائی میں تو قسط ڈراتے والا ہوں اور خوشخبری سنانے والا ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں۔  
ف: یعنی سب انبیاء و اولیاء کے سردار و خیر خدا ﷺ تھے اور لوگوں نے ان کے بڑے بڑے معجزے دیکھے انہیں سے سب اسرار کی باتیں سیکھیں

اور سب بزرگوں کو انہی کی پیروی سے بزرگی حاصل ہوئی تو اسی لئے انہی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنا حال لوگوں کے سامنے صاف بیان کرو۔ تاکہ سب لوگوں کا حال معلوم ہو جائے سو انہوں نے بیان کر دیا کہ مجھ کو نہ کچھ قدرت ہے نہ کچھ غیب دانی میری قدرت کا حال تو یہ ہے کہ اپنی جان تک کے بھی نفع و نقصان کا مالک نہیں تو دوسرے کا تو کیا کر سکیں اور اگر غیب دانی میرے قابو میں ہوتی تو پہلے ہر کام کا انجام معلوم کر لیتا اور اگر بھلا معلوم ہوتا تو اس میں ہاتھ ڈالتا اور اگر برا معلوم ہوتا تو کاسے کو اس میں قدم رکھتا۔"

(فتویٰ الایمان، ص ۳۴، ۳۵، دارالاشاعت)

دیکھا قارئین کرام! کتنا بڑا فریب کیا اس آدمی نے عبارت کے شروع میں جو نبی کریم ﷺ کی شان بیان کی اسے سارا غائب کر دیا کیونکہ ان گستاخانِ رسول ﷺ کو بھلائی کے فضائل و مناقب کب برداشت ہو سکتے ہیں پھر دوسرا فریب یہ دیا کہ شاہ صاحب یہ بات اپنی طرف سے کہہ رہے ہیں حالانکہ وہ تو قرآن کی پیش کردہ آیت کا مطلب و مفہوم بیان کر رہے ہیں فتویٰ لگانا ہے تو معاذ اللہ قرآن پر لگاؤ۔ مولانا احمد رضا خان اس آیت کا یہ ترجمہ کرتے ہیں:

تم فرماؤ میں اپنی جان کے بھلے برے کا خود مختار تمہیں مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو ہوں ہونا کہ میں نے بہت بھلائی جمع کر لی اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچی میں تو یہی ڈراور خوشی سنائے والا ہوں انہیں جو ایمان رکھتے ہیں

جو بات شاہ صاحب نے کی وہی احمد رضا خان صاحب کر رہے ہیں تو اب لگاؤ فتویٰ۔

اعتراف ۶۱: حضور ﷺ تہذیب اخلاق سے بے خبر تھے۔ نعوذ باللہ

مشہور دیوبندی مناظر مولوی عبدالحکیم لکھتے ہیں کہ: "اخلاق محاسن کے تین جز ہیں تہذیب اخلاق، تدبیر منزل، سیاست مدن ان تینوں سے آپ (ﷺ) قطعاً بے خبر تھے جب آپ یہ بھی نہ جانتے تھے کہ کتاب الہی کیا چیز ہے اور ایمان کیا چیز ہے تو اور محاسن سے آپ کو

توں کو آگاہی ہو سکتی تھی۔" (سیرت نبوی، ص ۴۴، طبع ۱۱۱۰ھ)

(دربندیت کے بطلان کا اعلان، ص ۷۹، دیوبندی مذہب، ص ۲۰۲)

**الجواب:** قارئین کرام! یہاں بھی کتاب کی اصل عبارت کو سیاق و سباق سے کاٹ کر پیش کر کے جس "رضا خانیت" یعنی دجل، بکر، دھوکا، فراڈ کا مظاہرہ کیا گیا اسے دیکھ کر شیطان بھی کانوں کو ہاتھ لگاتا ہوا نظر آئے گا ہم آپ کے سامنے مکمل عبارت سیاق و سباق کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

"آپ کی اخلاقی حالت: قبل نبوت کے رسول ﷺ کی وہی حالت تھی جو تمام اہل مکہ کی تھی فرق صرف اس قدر تھا کہ آپ اپنی فطرت نقائص و ذکوات سے ان تہائے سے مجتنب رہتے تھے جن کی قیامت کا اور اک کرنے کیلئے عقل انسانی کافی ہو سکتی تھی مثل شرک، شرب خمر، کذب و دیگر فواحش اور ان محاسن کے ساتھ بھی آپ موصوف تھے جن کا حسن و ادراک کرنے کیلئے عقل انسانی کافی ہے مثل مسکینوں کے ساتھ سلوک کر سنے اور اصحاب حاجت کی حاجت براری وغیرہ کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: وما كنت بدعا من الرسل (تمہیں میں آپ نرالے رسولوں میں) سے من قد ارسلنا قبلك من رسلنا (یہی طریقہ ہے ان لوگوں کا جن کو بھیجا ہم نے آپ سے پہلے پیغمبروں میں سے) معلوم ہوا کہ جن چیزوں سے اور انبیاء علیہم السلام قبل از نبوت مجتنب رہتے تھے ان سے آپ بھی مجتنب رہے اور یہ امر قطعی ہے اخبار متواتر سے ثابت ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کذب و شرک و تمام فواحش عقلیہ سے مجتنب اور تمام محاسن عقلیہ سے متعصف ہوا کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ علاوہ صادق اور امین ہونے کے نہایت نرم دل خلق خدا پر شفقت کرنے والے اور شیریں کام تھے جیسا کہ آنحضرت دبیان ہو گا لیکن باوجود ان محاسن عقلیہ کے محاسن شریعہ سے آپ بالکل بے خبر تھے محاسن شریعہ کی اصل اصول یعنی ایمان باللہ کی حقیقت بھی آپ نہ جانتے تھے خدا تعالیٰ فرماتا ہے ووجدک ضالاً

فہمدی (اور پایا اس پروردگار نے آپ کو راہ سے بے خبر پس ہدایت کی اس نے) (آپ کو) ماکنت قدری مالکنت والا الايمان (نہیں جانتے تھے آپ کہ کیا چیز ہے کتاب خدا اور خدا (بہ جانتے تھے کہ) ایمان (بالذکر کیا چیز ہے) ماکنت تعلمھا ولا فومک (نہیں جانتے تھے اس کو آپ اور نہ آپ کی قوم) (کے لوگ) اخلاقی محاسن کی تین چیزیں تہذیب اخلاق تدبیر منزل سیاست عدل ان تینوں سے آپ قطعاً و اصولاً بے خبر تھے جب آپ یہ بھی نہ جانتے تھے کہ کتاب الہی کیا چیز ہے اور ایمان کیا چیز ہے تو اور محاسن سے آپ کو کیوں کر آگاہی ہو سکتی تھی۔

(سيرة الحبيب الفتيح من الكتاب العزيز) الرافع مختصر سیرت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام ج ۱ ص ۲۳ تا ۳۳، المکتبۃ العربیہ اردو بازار لاہور)

ملاحظہ فرمایا آپ نے کتب بڑا وجل و فریب کیا امام اہلسنت تو یہ فرما رہے ہیں کہ عقلی محاسن تو بوجہ آپ کی کثافت لطافت بوجہ اتم آپ ﷺ میں موجود تھیں اور وہ اخلاقی گراؤ جسے عقل ممنوع سمجھتی ہیں آپ ﷺ اس سے بالکل پاک و صاف تھے ان کا شائبہ بھی آپ ﷺ کے کردار میں نہیں ملتا۔ ہاں جن افعال و اعمال کو شریعت نے آکر محاسن میں شمار کیا ان سے آپ ﷺ ابتداء بالکل ناواقف تھے اس لئے کہ جب آپ ﷺ کو شریعت، کتاب اللہ اور ایمان کی حقیقت و تفصیل کا حال معلوم نہ تھا جو ان اخلاق کا مبداء ہے تو اسٹانی تہذیب و اخلاق کا علم کیونکر ہوگا؟ مگر رضا خانیوں کے انصاف و دیانت پر صد حیف ہے جو یہ دعو کا دینا چاہتے ہیں کہ معاذ اللہ مولانا ہر طرح کے اخلاق سے نبی کریم ﷺ کو بے خبر مان رہے ہیں۔

اعتراض ۶۲: حضور ﷺ کو میدان کی شکست۔ نعوذ باللہ

دیوبندی تبلیغی جماعت کے فضیلۃ الشیخ مولوی طارق جمیل کا بیان ملاحظہ ہو کہ ہم نے میدان جنگ میں بڑی شکست کھائی شکست کھانا کوئی بری عادت نہیں حضرت محمد ﷺ بھی ہستی اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مقدس جماعت جن جیسا دنیا میں پیدا نہ ہوگا ان کی احد کی لڑائی میں شکست ہوئی میدان کی شکست انبیاء نے اٹھائی ہمارے نبی ﷺ نے اٹھائی ہے۔



(حیرت انگیز کارگزاریاں، ص ۱۳۱، طبع لاہور)۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۰)

**الجواب:** بریلوی صدر الافاضل خلیفہ مولانا احمد رضا خان مولانا نعیم الدین مسرور آبادی لکھتے ہیں:

”پدر میں اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کی برکت سے فتح ہوئی تھی یہاں حضور کے حکم کی مخالفت کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے دلوں سے رعب و ہیبت دور فرمائی اور وہ پلٹ پڑے اور مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی۔“ (غزائے العرفان، ص ۷۷)

مولانا غلام رسولی سعیدی لکھتے ہیں:

”جنگ پدر اور احد کا تذکرہ کیا گیا ہے جنگ احد میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ تھی اور جنگ کی تیاری بھی کر گئے تھے لیکن چونکہ بعض مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کی تو وہ شکست کھا گئے۔“

(تبیان القرآن، ج ۲، ص ۲۳۵)

شکست کا اعتراف تو یہ حضرات بھی کر رہے ہیں اب ان پر کیا لتوی ہے؟

اعتراف ۶۳: حضور ﷺ پر غیر نبی کی برتری۔ نعوذ باللہ

دیوبندی تبلیغی جماعت کے مولوی طارق جمیل کا بیان ملاحظہ ہو:

”ایک دم آپ ﷺ نے آنکھیں کھولیں پید پونچھا کہا خوالہ بشارت ہو فیصلہ حیرے حق میں اللہ نے کر دیا اپنے نبی کے خلاف نبی کے فتوے کے خلاف۔“ (بیانات جمیل، ص ۸۱) وہ عورتیں کہاں گئیں جن کے روزے کی وجہ سے اللہ نے نبی کے فیصلے کو منسوخ کر دیا تھا۔“ (خطبات جمیل، ج ۲، ص ۲۳۲، طبع گوجرانوالہ) ”اے اللہ تیرا نبی تو سنا تو سن۔“ (خطبات جمیل، ج ۲، ص ۳۰۱)۔ اول الذکر دو عبارات میں حضور اکرم ﷺ کی برتری بیان کی جا رہی ہے تیسری عبارت میں بھی نبی اکرم ﷺ کا توہین آمیز لہجہ میں ذکر کیا گیا ہے۔“ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۰)

**الجواب :** ہم پہلے واضح کر چکے ہیں کہ بیانات جمیل، خطبات جمیل کے نام سے جتنی کتب ہیں ہمارے لئے حجت نہیں نہ یہ کتب مولانا طارق جمیل صاحب مدظلہ العالی کی ہیں یہ کتب ”امانی“ کی قبیل سے ہیں جنکے بارے میں خود مولوی کہتے ہیں کہ خطباء کی وجہی کی تنجائش موجود ہے چنانچہ خود رضا خانی خطبات جمیل کی عبارت لکھتا ہے۔ ”اسے اللہ تیرا نبی تو سنا تو سن“ (خطبات جمیل، ج ۲، ص ۳۰۱)

حالانکہ اصل عبارت اس طرح ہے: ”اسے اللہ تیرا نبی تو سنا نہیں تو سن“ نہیں جب یہاں کتاب سے نقل کرنے میں غلطی ہو سکتی ہے تو اصل کیسٹ اور بیان میں سے کیوں نہیں؟ باقی جس واقعہ کو بیان کیا جا رہا ہے وہ درست ہے۔

بیز نبی کریم ﷺ کے فتوے اور فیصلے کے خلاف اگر کوئی فیصلہ رب کی طرف سے آگیا تو اسے توہین پر محمول کرنا بھی رضا خانیوں کی چہالت ہے کیا رضا خانیوں نے اساری ہد کی تفصیل نہیں پڑھی جس میں نبی کریم ﷺ اور ابو بکر صدیقؓ کے فتوے اور فیصلے کے خلاف عر فاروقؓ کا فیصلہ رب کی طرف سے پسند کیا گیا۔

باقی خطباء کی عادت ہوتی ہے کہ عوام کو سمجھانے کیلئے تکلموا الناس بظہر عضو لہم کے تحت ایسی باتیں کر دیتے ہیں جو اصل واقعہ میں مذکور نہیں ہوتی ہیں انہیں گستاخی پر محمول کرنا پر لے دے کی حماقت ہے۔ (الابیہ کہ دو واقعہ گستاخی ہو) چنانچہ مفتی عمام حسن قادری مفتی اور العلوم حزب الاحزاب لاہور اپنے مولوی صاحبزادہ افتخار الحسن فیصل آبادی کی تقریر ”جذالی گفت“ کے عنوان سے لکھتا ہے:

”صاحبزادہ افتخار الحسن نے بیار پاکستان میں شتم نبوت کا لعنہ نس جو پروفیسر طاہر القادری صاحب کے مرزا طاہر کے مہابہ ﷺ کے جواب میں بلائی جس میں ہر فرقہ کے جید علماء شریک تھے حضرت سیدنا طاہر مصلیٰ اللہ بن علیہ الرحمۃ کی صداقت تھی پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمۃ صاحبزادہ مفتی علی آف کرمانوالہ شریف علیہ الرحمۃ، مولانا سعید احمد مجددی اور اعلیٰ سنت کے دیگر کئی علماء کی موجودگی میں بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ

نے عزرا تکلی علیہ السلام کو حضرت موسیٰ کی روح قبض کر کے بھیجا تو وہ قبیل اور شاد میں دوڑے دوڑے آئے اور موسیٰ علیہ السلام سے عرض کر دیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جلال آیا تمہیں رسید کیا اور آگے نکال دی حضرت عزرا تکلی علیہ السلام بارگاہ خداوندی میں واپس آگئے تو خدا نے پوچھا جان لے آیا ایسا عرض کیا میں اپنی جان بچا کے آیاں تو کہنا میں صباں لے آیاں میں اور سلسلی الی (رجل لا یرید الصور) (بخاری) تو نے مجھے ایسے بندے کی طرف بھیجا جو مرنا ہی نہیں چاہتا فرمایا چھا میں آگے بھیج کر دیتا ہوں پھر جاؤ عرض کیا تو بھاویں کر یا نہ کر میں کوئی نہیں جانتا اور تے آگوں مارو اسے پھر بیان کیا عزرا تکلی کسی کے پاس جاتا ہے تو سلام کرتا ہے کسی سے اجازت لیتا ہے کسی سے تمیز کھاتا ہے اور کسے نوں ٹیڈوں نہیں نکلتی دینہ ۱۱۔ (تقریر کی لکاتے ص ۳۹۹)

اتنے بڑے علماء کی موجودگی میں کتاب بڑا جھوٹ بولا اس آدمی نے خدا اور اس کے ایک فرشتے پر اور اس کا یہ جملہ:

”تو بھاویں کر یا نہ کر میں کوئی نہیں جانتا اور تے آگوں مارو اسے“

کس قدر گستاخانہ انداز بیان اور حضرت عزرا تکلی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا کھانا فرمان ثابت کر رہا ہے معاذ اللہ جو حاشیہ اس کے جواب میں رضا خانی چڑھا نہیں وہی قطعات و بیانات جمیل پر چڑھا دیں۔ عا کمان جو ابکم فہو جو ابنا۔

اعتراف ص ۶۴: انبیاء کرام سے جا دو گزر زیادہ طاقت رکھتے ہیں۔ نعوذ باللہ یہی بسیار چیز است کہ عہدہ آں از مقبولین حق اور قبیل خرق عادت شمر دہن مشہو حالانکہ امثال انہا افعال بلکہ اقوی در کمال ازاں از باب سحر و اصحاب ظلم ممکن الوقوع باشند۔ یہی بہت ہی چیزیں ہیں کہ اس کا مقبولان حق تعالیٰ سے خرق عادت کی قسم سے سمجھا جاتا ہے حالانکہ اس قسم کے افعال بلکہ اس سے بھی قوی و اکمل صاحبان سحر و ظلم سے ممکن الوقوع ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۰۲، منصب امامت ص ۲۴)۔ (دیوبندیت کے بطلان کا

اختلافات میں ۸۱ ویں ہند کی غلطی میں ۲۰۳۰

**الجواب:** رضا خانی سے عبادتِ قتل کرنے میں موردِ دل و جمل کا مظاہرہ کیا یا نہ کی عبادتِ

سوال: کرامت کیا ہے؟ جواب: خلافِ حادث کا کام اولیاء کے ہاتھ سے ہوتا ہے جیسے دور کی برادقھوڑی مدت میں جادے یا ہوا پر چلنے یا کھانا پانی حاجت کے وقت مل جادے۔

سوال: کرامت اس کے اختیار میں ہے یا نہیں؟

جواب: اختیار میں نہیں ہے جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ان کی عزت بڑھانے کو ان کے ہاتھ سے ظاہر کر دیتا ہے مولا ناسید اولاد حسن صاحب قوتی (شاگرد مولا ناسٹا و عبد العزیز صاحب) کہ اہل خلفاء حضرت سید احمد صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہیں اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں تحت شرح اس آیت شریفہ ان کان کبر علیک امرامعصم روح (فارسی عبارت چھوڑ کر ترجمہ نقل کیا جا رہا ہے۔ راقم) خرق عادت کا بیان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل شان و اپنی قدرت کاملہ سے انبیاء عظیم و سلام کی تصدیق کیلئے ایسی باتوں کو ظاہر فرماتے ہیں کہ اس کا صادر ہونا ان کی نسبت سے مستبعد ہوتا ہے اگرچہ دوسرے شخص کی نسبت مستبعد نہیں ہوتا اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ بعض اشیاء کا وجود حسب عادت الہی موقوف ہوتا ہے اس چیز کے اسباب و سامان کے فراہم ہونے پر پس جو شخص کہ سامان و ذرائع رکھتا ہے اسی سے مذکورہ چیز کا صادر ہونا خرق عادت نہیں ہے اور جسکو مذکورہ ذرائع حاصل نہ ہوں اس سے البتہ ان باتوں کا ظاہر ہونا مجملہ خرق عادت کے ہے مثلاً کسی کا تب کیلئے لکھتے خرق عادت نہیں ہے اور اس شخص کیلئے جو لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو لکھا خرق عادت ہے اور تلوار سے کسی کو مار ڈالنا خرق عادت نہیں ہے اور صرف ہمت و دعا سے مار دینا خرق عادت ہے پس اس بیان سے واضح ہو گیا کہ یہ لازم نہیں ہے کہ ہر خرق عادت مطلق طاقت بشر سے خارج ہو بلکہ اس قدر لازم ہے کہ جس شخص سے خرق عادت کا ظہور ہو اس سے اس کا حدود اسباب و ذرائع کے فقدان راجح وجہ سے خلاف عادت ہو پس بہت سی چیزیں ہیں کہ اس کا مقبولان حق تعالیٰ سے خرق عادت کی قسم سے سمجھا جاتا ہے جیسا کہ اس قسم کے افعال بلکہ اس سے قوی اور اگلی

ما حیوان بحر و ظلم سے ممکن الوقوع ہے تو اگر کسی وقت حاضرین ۱۱ آیت پر یہ ثابت ہو جائے کہ جس شخص سے فرق عادت کا ظہور ہو رہا ہے وہ لہذا بحر و ظلم میں مہارت نہیں رکھتا ہے تو اس فرق عادت کا اس سے ظاہر ہونا اس کی سچائی کی نشانی ہو سکتی ہے اس بستاء پر مانگو کا آسمان سے نازل ہونا حضرت مسیح علیہ علی نبینا الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ سمجھا جاتا ہے برخلاف اس کے اہل سحر بہت کچھ نفسیاتیات، قسم میدہ و شیرینی شیطانی کی مدد سے حواسِ ظاہریہ لیتے ہیں اور اپنے دوستوں اور ہم نشینوں میں اس پر فخر کرتے ہیں۔

(فتاویٰ رشیدیہ، ج ۵، ص ۱۳۶، ۱۳۷)

اعتراف ۶۵: تاویل سے حضور ﷺ کی توہین کرنے والا کافر نہیں۔ لہذا یاد دہانی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ اہانت و گستاخی کردن در جناب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کفر است..... و اگر باتوہینے تو جیسے گوید کافر است شود (امداد الفتاویٰ، ج ۵، ص ۳۹۳ طبع کراچی)۔

(ایضاً ہدایت کے بظان کا انکشاف، ص ۸۱، دیوبندی مکتبہ، ص ۲۰۳)

**الجواب:** رضا خانی نے عبارت نقل کرنے میں رضا خانیت کا مظاہرہ کیا ہے یا پوری عبارت ملاحظہ ہو:

"اہانت و گستاخی کردن در جناب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کفر است پس اگر کسی نے ایسی الفاظ در شان پاک حضرت سرور کائنات ﷺ اہانت و استحقاق و تحقیر یہ وہ سب کچھ گوید کافر است شود و مجھیں بے باکی دے ہوگی در بار گداہ و دلاہ و افسوس کفریات و اشیاء الجادہ است پس اگر قائل ہیں الفاظ جلتا دے تو جیسے ایسی الفاظ گوید کافر شود و مستحق سبقت و موافقہ است و اگر بنا دے تو جیسے گوید کافر نہ شود لیکن منع کرد شود کہ دریں ایہام کفر الی دست یکفر ادا و صف اللہ تعالیٰ بعباد لا یلیق نہ ان یسخر باسم عن اسماء جائزہ کی ج ۲، ص ۸۸۰ و قال لیما يتعلق بالانبياء يكفر لانه شتم لهم و استخفاف بهم ایضا

میں ۸۸۳ھ۔ (امداد الفتاویٰ، ج ۵، ص ۹۸، طبع کراچی)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کی شان میں اہانت و گستاخی کرنا کفر ہے لیکن اگر کسی نے یہ الفاظ نبی کریم ﷺ کی شان پاک میں اہانت، استحقاقا، حریت، استہزاء کہے تو وہ کافر ہو جائے گا اسی طرح بارگاہ الہی میں بے ہودہ و بے باکانہ کلمات کہنا قبیح ترین کفریات و شنیع ترین الجساد میں سے ہے پس اگر یہ الفاظ کہنے والے نے بلاتامل و توجہ کے کہے تو کافر ہو گیا اور سزا و مواخذہ کا سزا دار ہے البتہ اگر تامل یا توجہ سے کہا تو کافر نہ ہوگا البتہ ان الفاظ سے اس کو منع کیا جائے گا کہ موہم کفر و الحاد ہے عقیدہ کی جائے گی ایسے شخص کی جو اللہ کو موصوف کرنا ہے ایسی باتوں سے جو اس کی شان کے لائق نہیں یا اس کے ناموں میں سے کسی نام کے ساتھ تسمیہ کرتا ہے۔

دیکھا اس آدمی نے کتنا بڑا دھوکا دیا حکیم الامت تو صاف فرما رہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کی عقیدہ کی جائے گی ہاں اگر ایسے الفاظ ہوں کہ چکا کچھ معنی بھی نکلا ہو اور ہم کو قائل کی مراد کا علم نہ ہو تو عقیدہ نہیں کی جائے گی مگر ایسے الفاظ نبی کریم ﷺ کی شان میں استعمال کرنا بھری جائز نہ ہوگا۔ یہ اصول علماء احناف کا حقیق علیہ ہے تفصیل کیلئے علامہ شافعی کا رسالہ "تنبیہ اللولاء والحکام علی شاتم عسیر الانام" پڑھو۔ بلکہ ہمارے آئمہ کا تو مذہب یہ ہے کہ اگر گستاخ رسول ﷺ کو توبہ کر لے تو اسے معاف کر دیا جائے گا اور اس کی توبہ قبول کی جائے گی (رسائل شافعی، ۲۲۴)۔ اتمام حجت کیلئے رضا خانی گھر کے دو حوالے ملاحظہ ہو ماقبل میں رضا خانی نے دعویٰ کیا کہ شاہ اسماعیل شہیدؒ نے معاذ اللہ گستاخی کی اب انہی کے بارے میں بریلوی مولوی شریف الحق رضا خانی لکھتا ہے:

"مولوی اسماعیل دہلوی کے کلمات کفریہ.... جب وہ کلمات مجدد اعظم اعلیٰ حضرت.... کے علم میں آئے تو بصدق فوق کل ذی علم عظیم دن میں اعلیٰ حضرت.... کو اسلام کا پہلو سمجھ میں آیا اگرچہ وہ بعید و ضعیف ہو اس لئے اعلیٰ حضرت.... نے کلمہ اسان فرمایا"۔ (تحقیقات، ص ۲۰۷)

بریلوی ملتوی اعظم ہند مفتی مصطفیٰ رضا خان اہل سوانہ احمد رضا خان بریلوی لکھتا ہے:

”اکمیل دہلوی سے متعلق ایک شیعہ کا ذرا الہ یہاں دہلی سے تھوڑا دھوکا دینے  
 ہیں کہ جب تحقیق تو ان کا نشان و رسالت کفر ہے تو اکمیل دہلوی نے بھی کی  
 ہے وجہ کیا ہے کہ اشرف علی دہلوی ایسے کافر ہوں کہ ان کے کفر میں شک  
 کرنے والا بھی کافر ہو اور اکمیل ایسا نہ ہو مگر مسلمان ہو شیاد ہوں یہاں  
 خطا کا سخت دھوکا ہے اصل یہ ہے کہ اکمیل اور حال کے دہلیہ کے اقوال  
 میں فرق ہے ہم اہلسنت <sup>مذہب</sup> کا مذہب یہ ہے کہ جب تک کسی قول میں  
 تاویل کی گنجائش ہوگی تکفیر سے زبان زد کی جائے گی کہ ممکن ہے اس نے  
 اس قول سے بھی مراد لئے ہوں۔“ (ملفوظات، ص ۱۷۲)

اب اگر رضا خانیوں کے اندر شر و حیا و غیرت نام کی کوئی چیز ہے تو اپنے ان دونوں  
 مولویوں کو بھی گستاخان رسول ﷺ کی سمت میں شامل کریں۔

وعتراض ۲۶: مثل انبیاء ہونے کا دعویٰ۔ نحو ذہاب

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے ”دیوبندی مذہب کی تبلیغی جماعت کے بانی مولوی  
 محمد الیاس صاحب کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ کلمتم غیر امتہ اخریت للناس چسروان  
 بالمعرف و تحون عن المنکر کی تفسیر خراب میں یہ القاء ہوئی کہ تم مثل انبیاء کے لوگوں کے  
 واسطے ظاہر کئے گئے ہو۔“ (ملفوظات شاہ محمد الیاس، ص ۵۴، ص ۵۵، ص ۵۶)

**الجواب:** رضا خانی نے عبارت میں اتنی بڑی خیانت کی ہے کہ شیطان بھی شرمنا جائے  
 اصل عبارت اس طرح ہے:

”... کی تفسیر خراب میں القاء ہوئی کہ تم (یعنی امت مسلمہ) مثل انبیاء علیہم السلام کے  
 لوگوں کے واسطے ظاہر کئے گئے ہو۔“

(ملفوظات، ص ۶۳)

اس میں صاف ”امت مسلمہ“ کے الفاظ موجود تھے مگر ان رضا خانیوں نے ان کو نقل نہ کیا

باقی اس کا مفہوم و مطلب بالکل واضح ہے کہ پچھلے زمانے میں امت کو اللہ کا بیٹا مانتا تھا جسے کی ذمہ داری انبیاء علیہم السلام کی تھی اور امر بالعرف و نہی عن المنکر ان کی ذمہ داری تھی اب چونکہ نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے تو نبیوں کے اس کام کی ذمہ داری اس امت مسلمہ پر لگادی گئی ہے کہ جس کام کیلئے پہلے امتوں میں انبیاء کو مبعوث کیا جاتا تھا اب اس کام کیلئے اس امت کو منتخب کر لیا گیا ہے۔ رضا خانیوں کو اپنے گھر کی خبر لیٹی چاہئے جہاں یہ عقیدہ موجود ہے کہ اہل سنت یعنی رضا خانیوں کیلئے نبی معاذ اللہ احمد رضا خان ہے ملا حلق ہو عبارت:

”ولا اهل السنة من الله احمد رضا“۔ (خالص الاعتقاد مع روح القضا، ص ۶۲)

مولانا احمد رضا خان کے والد مولانا تقی علی خان لکھتے ہیں:

”غیر خدا ﷻ نے اپنی امت کے عالموں کو انبیاء بنی اسرائیل سے تشبیہ دیتے ہیں کہ جس طرح اکثر انبیاء بنی اسرائیل خلق کو اتباع و ترویج کی طرف ہدایت اور شریعت موسیٰ علیہ السلام کی ترویج میں کوشش کرتے اسی طرح علماء اس امت کے قرآن کی طرف ہدایت اور شریعت محمدی کی ترویج میں کوشش کرتے ہیں اسی جگہ سے کہتے ہیں الشیخ فی قوسہ کالسبی فی امتہ شیخ اپنی قوم میں مانند غیر کے ہے اپنی امت میں۔“

(انوار جمال مصطفیٰ، ص ۴۴)

کیوں جی ہاں صحیح ہوا؟ مولانا الیاس صاحب کے مقلوذا میں مثل کا لفظ ہے اگر یہ گستاخی ہے تو خود نبی کریم ﷺ نے علماء کو بنی اسرائیل کے انبیاء کے مثل کہا اور تقی علی خان صاحب نے تو یہاں تک لکھا کہ شیخ اپنی قوم میں نبی کی طرح ہے بہت کردفتویٰ لگاؤ۔

خواجہ محمد احسان مجددی حضرت شیخ احمد سرہندی کے والد لے حوالے سے لکھتے

ہیں:

”پھر حضرت مخدوم سنے عرض کی کہ یا رسول اللہ! آپ نے امت کی طرف سے اپنے آپ کو کس طرح فارغ کر لیا حضور مکرم ﷺ نے فرمایا کہ اب تک تو ہم مع صحابہ کے امت کی طرف متوجہ تھے ہزار سال کے عرصہ



میں جس قدر اولیاء پیدا ہوئے ان میں سے کسی کو بھی سادگی امت کے  
کارخانے کو برداشت کی طاقت نہ تھی کہ ہم اس کے حوالے کرتے اور  
بارگاہِ حقّی میں خلوت گزریں ہو جاتے۔ اب یہ فرزندِ ادیب ہوا ہے کہ اب ہم  
سادگی امت کا دنیاوی اور اخروی کارخانہ اس کے اور اس کے فرزندوں  
کے سپرد کر کے فراغِ دلی سے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں خلوت اختیار  
کریں گے۔ یہ نکیہ قاصدہ ہے کہ ہر بغیرِ اولوالعزم ہزار سال تک خلقت کی  
طرف متوجہ رہتا ہے بعد ازاں جب اور بغیر آجاتا ہے تو بحرِ پہلا بغیر  
بارگاہِ خداوندی میں خلوت گزریں ہوتا ہے اس امت کیلئے حضور نبی کریم  
ﷺ کو ایک ہزار سال تک امت کی طرف متوجہ رہنا لازم تھا اور  
بعد ازاں کوئی ایسا بغیرِ اولوالعزم ہوتا جو آپ کا قائم مقام ہوتا کیونکہ  
گزشتہ زمانے میں انبیاءِ کرام کی بعثت اور ہدایت کا یہی دستورِ حیا آیا  
ہے کہ بعد نبی پہلے نبی کے دین کی ترجمانی کرتا ہے اور اسے مطبوعہ بناتا تھا  
لیکن آنحضرت ﷺ کے بعد نبی کا پیدا ہونا ناممکن ہے اس سلسلے کے  
امت میں خلائے امت کو نبی اسرائیلی انبیاء کا سامرِ شہد پا گیا ہے تاکہ  
دین محمدی ﷺ کی خدمت کریں اور تقویت دیں۔

(الروضۃ النقیۃ، ج ۱، ص ۱۱۸، مکتبہ نبویہ لاہور)

اس کتاب کو ترحیب دینے والے پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب مدیرِ جہانِ رضا ہیں۔  
کوئی فتویٰ؟

امام غزالی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ کمالِ اولیاء کے دلوں میں مثلِ انبیاء بغیر کسی کے تعلم کے  
حقائق و معارف کا ظہور ہوتا ہے:

والی کامل تبعث من نفسه حقائق الامور بدون التعليم كما قال تعالى  
يكاذبتهم بضیء و لو لم نسمه نار نور علی نور و ذالک مثل الانبیاء  
علیہم السلام۔

(انبیاء علوم الدین، ج ۱، ص ۱۵۰، بیان تفاوت النفوس فی العقل، دار الشعب القاہرہ)

اور علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں: فان صار لي المنام رسولاً او داعياً الي الله تعالى فان اجابته احداً او قبل منه دعواؤه فان منزلة ربيعة (تعظيم الالهام، ج ۲، ص ۳۶۰) اگر خواب میں دیکھا کہ رسول یا داعی الی اللہ بن گیا ہے تو اگر اس کی بات کسی نے مان لی یا اس کی دعوت قبول کر لی تو بڑا بلند مرتبہ پائے گا۔ امام مالک ایہ مطیع فنی کے متعلق کہتے ہیں ابو مطیع قام مقام الانبياء ابو مطیع انبياء کے قائم مقام ہیں (چریخ بعد از ج ۸ ص ۲۲۰) اب لگاؤ فتویٰ الحمد للہ اس خواب کی تعبیر چکی ہوئی اور اللہ نے جو مقام حضرت جی کو دیا آج پوری دنیا اس سے واقف ہے۔

اعتراض ۷: انبیاء کرام پر برتری کا دعویٰ۔ نفوذ ہالہ

رضا خانی لکھتے ہیں: تعلیفی جماعت کے بانی مولوی الیاس صاحب مزید کہتے ہیں کہ اگر حق تعالیٰ کسی کام لینا نہیں چاہتے ہیں تو چاہے انبیاء بھی کتنی کوشش کر لیں تب بھی ذرہ نہیں ال سکتا اور اگر کرنا چاہیں تو تم جیسے ضعیف سے بھی وہ کام لے لیں جو انبیاء سے بھی نہ ہو سکے۔ (ملکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس، ص ۱۰۷، طبع کراچی) (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۱)

**الجواب:** اس کا جواب کچھ سال پہلے ایک تفتی مولوی کو دیا تھا ملاحظہ ہو۔ سنی بریلوی نے اور ان کی عبارت کو سیاق و سباق سے کاٹ کر پیش کیا تا نیا عبارت کا جو مفہوم و مطلب بیان کیا وہ بھی ان کا خود ساختہ ہے حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہیں بھی یہ نہیں کہا کہ تبلیغ والوں نے اپنی تبلیغ کی یا اشی دین کی خدمت کی کہ معاذ اللہ انبیاء بھی جہیں کر سکتے نہ اس کا مقصود اس عبارت سے اس بات کا بیان کرنا ہے۔ اولاً ان کی پوری عبارت ملاحظہ ہو:

”اور حقیقت جو کچھ بھی کام کرنے والے ہیں ادباری تعالیٰ ہیں خدا انبیاء بغیر اس کی مشیت کے کچھ کر سکتے ہیں اگرچہ ہزار کوشش کریں اور نہ اولیاء اور نہ بڑی سے بڑی قوت والے غرض بغیر اللہ کی مشیت کے کوئی بھل دیا بھر مسیں چو کہ نہیں کر سکتا اور حق تعالیٰ میں سب قدرت ہے کہ چھوٹے چھوٹے ایسا سنی پرندوں کو ہاتھوں پر فتح دلو ہی تو جبکہ حق تعالیٰ ہی کام کرتے ہیں اور قوت و زور کو کچھ دخل

نہیں ہے تو اگرچہ تم کہتے ہی ضعیف ہو لیکن سب سے کہ حق تعالیٰ تم سے وہ کام لیں جو بڑے بڑے واعظوں سے نہ ہو سکے اور اگر حق تعالیٰ کسی کام کو لینا چاہتے ہیں تو چاہئے انبیاء بھی تمہیں کو شش کر لیں تب بھی ذرہ نہیں مل سکتا اور اگر کرنا چاہیں تو تم جیسے ضعیف سے بھی وہ کام لے لیں جو انبیاء سے بھی نہ ہو سکے۔

(مکتبہ شیب حضرت مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ از ابو الحسن ندویؒ، مطبوعہ ادارہ اشاعت و بیانات نظام الدین دہلی)

پہلی بات کہ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جملہ شرطیہ ہے (اگر برائے شرط) :

”تو اگرچہ تم کہتے ہی ضعیف ہو لیکن سب سے کہ حق تعالیٰ تم سے وہ کام لیں جو بڑے بڑے واعظوں سے نہ ہو سکے اور اگر حق تعالیٰ کسی کام کو لینا چاہتے ہیں تو چاہئے انبیاء بھی تمہیں کو شش کر لیں تب بھی ذرہ نہیں مل سکتا اور اگر کرنا چاہیں تو تم جیسے ضعیف سے بھی وہ کام لے لیں جو انبیاء سے بھی نہ ہو سکے۔“

بریلوی اصل کے مطابق یہ گستاخی اس وقت ہوتی جب اس کا امکان پایا جاتا حالانکہ یہاں شیخ الیاس صاحب صرف بطور فرض کے بات کر رہے ہیں کیونکہ جملہ شرطیہ ہے اور جملہ شرطیہ کے متعلق احمد رضا خان کہتا ہے :

”یہ شرطیہ ہے جس کیلئے مقدم اور ثالی کا امکان ضرور نہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے قل ان مکان للرحمن ولہ فانا اول العابدین اے محبوب تم فرما دو کہ اگر رحمن کے لئے کوئی بچہ ہوتا تو اسے سب سے پہلے میں پوجتا۔“

(ملفوظات رحمہ اللہ، ج ۱، فرید بک مثال لاہور)

حضرت شیخ کی عبارت میں شرط میں ”اگر“ ہے مولوی احمد رضا خان نے جو آیت کا ترجمہ پیش کیا اس میں بھی ”اگر“ موجود ہے حضرت شیخ کے جملہ میں جو جزاء ہے اس میں ”تو“ اور ”اے حبیب“ موجود ہے مولوی احمد رضا خان بریلوی نے جو آیت کا ترجمہ پیش کیا اس میں جزائیں ”تو“ موجود ہے تو اگر حضرت شیخ کی عبارت گستاخانہ ہے تو یہ آیت بھی تو گستاخی پر معاذ اللہ محمول ہوگی کیونکہ اس کا مطلب تو یہ ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا معاذ اللہ بچہ ہوتا تو سب سے پہلے نبی کریم ﷺ

اس کو پوچتے۔ یہ تو کھلا دوا شرک ہے۔ اگر مولوی صاحب جواب دے کہ بھائی یہ بطور فرض و محال کے ہے تو شیخ کی بات بھی بطور فرض و محال ہے۔ چونکہ جملہ میں کوئی گستاخی نہ تھی اس لئے مولوی کو عبارت نقل کرنے سے پہلے یہ جھوٹ بولنا پڑا کہ انبیاء پر برتری کا دعویٰ کر دیا معاذ اللہ۔ حضرت شیخ کی بات کا سیدھا اور صاف مطلب یہ ہے کہ ہر چیز اللہ کی مشیت و ارادہ و حکم پر موقوف ہے اگر اللہ کی مشیت و ارادہ نہ ہو تو انبیاء جیسے اولیاء العزم بھی وہ کام نہیں کر سکتے اور اگر اس کا ارادہ و مشیت ہو تو کمزور سے کمزور آدمی سے بھی جو کام لینا چاہیں لے لیں۔ آخر اس میں کوئی برائی یا گستاخی ہے؟ ثابت تو کرو۔

اب ذرا ایک نظر گھر پر بھی ڈالیں آپ کے مناظر اعظم جس کو عبدالحکیم شرف قادری نے تذکرہ اکابر اہلسنت میں اپنے اکابر میں شمار کیا ہے اس سے سوال ہو:

”سوال نمبر ۱: مسیح علیہ السلام لوگوں کی ہدایت کے لیے دوبارہ و تریں گے

حضرت محمد ﷺ نہیں آئیں گے پس افضل کون ہے؟

جواب: دوبارہ وہی بھیجا جاتا ہے جو پہلی ناکامیاب ہو اتھان میں دوبارہ وہی لوگ بلائے جاتے ہیں جو قبل ہوں حضرت مسیح علیہ السلام پہنچا آئیں گے۔ ناکامیاب رہے اور یہود کے ذریعے ماریے کے کام تبلیغ رسالت سرانجام نہ دے سکے اس لیے ان کا دوبارہ آنا لازمی بات ہے۔

(انوار شریعت، ج ۲، ص ۵۵)

معاذ اللہ تمہارے پیروں فقیروں کو تو کسی چیز کا خوف نہ ہو وہ تو کھل کر حق بات کہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے معاذ اللہ یہودیوں کے خوف سے کار تبلیغ جو ان کی ذمہ داری تھی سرانجام نہ دی۔ بتائیے گستاخی یہ ہوتی ہے یا وہ جو تم نے پیش کی؟

آگے چل میرا آپ سے سوال ہے یقیناً آپ نے اپنے بیانات میں یہ کہا ہوگا کہ ہمارے اکابر بڑے ”مرد مجاہد“ تھے اگرچہ کے خلاف جہاد کیا۔ مگر دوسری طرف آپ کے حکیم الامت احمد یار گھبرائی تمام اہل ایمان علیہم السلام کے بارے میں کہتا ہے:

”برائیا کفار کے ہاتھوں شہید ہوئے وہ مجاہد نہ تھے۔“ (انوار العرفان)

ہم ۶۵۴، عیسوی کتب خانہ انگریزی)۔

اب میرا سوال ہے کہ تم اگر انگریز کے مقابلے میں مارے جاؤ (یا دے ہے کہ یہ صرف رضا منی کے احوال کو سامنے رکھ کر سوال کر رہا ہوں) ورنہ راقم کے نزدیک بریلی شرق انگریز کا ایجنٹ ہے نہیں بھی انگریز تو کیا کسی کافر کے مقابلے میں جہاد کیلئے نکلنے کی توفیق نہ ہوئی) تو مرد جہاد، جہاد کرنے والے مگر انبیاء، عیسیٰ و مسلمان مجاہد نہیں ہیں تو جہاد کا ہو کام اللہ تعالیٰ نے بقول آپ کے آپ کے اکابر سے لیا وہ انبیاء سے نہ لیا تو جواب میں گستاخی نہ ہوئی یا نہیں؟

اعتراض ۶۸: بانی تبلیغی جماعت کے چناڑے پر وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل کی تلاوت۔ بخود ہاتھ

یہ عنوان قائم کر کے آگے اس نے مولانا محمد الیاس اور ان کی دہلی دعوت اور سوانح مولانا یوسف اور اشرف السوانح کا حوالہ دیا۔

(دیوبند پت کے بظان کار کشاف، ص ۸۱، ۸۲)

**الجواب:** مکمل عبارت ملاحظہ ہو:

’اس کے بعد غسل شروع ہوا علماء و فقہاء نے اپنے ہاتھوں سے غسل دیا اور تمام سنن و مستحبات کا التزام کیا گیا مساجد (اعضاء بخور) پر خوشبو لگانے لگے تو حاجی عبدالرحمن صاحب نے فرمایا کہ پیشانی پر، چھٹی طہ سوج خوشبو لگاؤ یہ گفتگوں سجدے میں لگی رہتی تھی شہر میں عام اطلاع ہو گئی تھی اور لوگوں کی آمد صبح سے شروع ہو گئی تھی تھوڑی دیر میں بڑا مجمع ہو گیا وہ صبح جس کو مولانا بھی فارغ نہیں دیکھ سکتے تھے شیخ الحدیث صاحب اور مولانا محمد یوسف صاحب کا حکم ہوا کہ لوگوں کو نیچے میدان میں جمع کر دینا اور ان سے خطاب کیا جائے و ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل کے مضمون سے بڑھ کر اس موقع کیلئے تقویت اور موعظت کیا ہو سکتی تھی مولانا خضر احمد صاحب اور مفتی کفایت اللہ صاحب نے بھی لوگوں کو صبر و استقامت کی تلقین کی اور تصانیح فرمائے‘۔ (حضرت مولانا محمد

ایسا صاحب اور ان کی دینی دعوت، جس ۳۱)

مطلب بالکل واضح ہے کہ غم و اندوہناک کی اس گھڑی میں وصال اللہ رسول الایسے کے  
مضمون سے بڑھ کر اور کیا دعا غلط ہو سکتا تھا یعنی لوگوں صبر کرو جب کائنات کی سب سے  
محبوب ہستی جس کیلئے یہ کائنات بنی اس دنیا میں نہ رہے اور یہاں سے پردہ فرمائے موت  
انہیں بھی آئی تو بھلا ان کے بعد کس کو موت سے مفر ہے جو فنا جائے؟ یہ تو خدا کا کمال فیصلہ  
ہے اس حقیقت کا سامنا ہر ایک نے کرنا ہے خواہ اس کا اس پر ایمان ہو یا نہ ہو ہاں کرنے کا  
کام یہ ہے کہ اگر ہمیں ان ہستیوں سے واقفیت محبت ہے تو اب رونے دھونے اور آدو فغاں  
کرنے کے بجائے ان کے مشن کو اپنا مقصد بنائیں اور اس کی تعمیر و ترقی اور ترویج کیلئے  
اپنا کردار ادا کریں۔ اب کوئی ان جابلوں سے پوچھے کہ آخر اس میں گستاخی والی کوئی  
بات ہے؟

مولوی عبد الغفور خان شامی پوری احمد رضا خان صاحب کی مدح میں لکھتے ہیں:  
"در حقیقت اس حضرت غوث پاک کے ہاتھ میں چوں قلم در دست کا تب  
تھے جس طرح غوث پاک سرور دو عالم محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں  
چوں قلم در دست کا تب تھے اور کون نہیں جانتا کہ رسول پاک اپنے رب  
کی بارگاہ میں ایسے تھے قرآن کریم نے فرما دیا وما ملحق عن المحوی ان هو  
الا وحی یوحی"۔

(سیرت امام احمد رضا میں ۲۳، ۲۴، ۲۵ پر دیگر بیوٹیکس لاہور)

جب شیخ نبی کریم ﷺ کے ہاتھ میں قلم جیسے تو یقیناً یہ آیت ان پر بھی قش آئے گی اور جب  
اعلیٰ حضرت شیخ کے ہاتھ میں مانند قلم تو اس آیت کے وہ بھی مصداق ہوں گے اب دیکھو  
قرآن کی آیتیں تم اپنے مولویوں پر قش کرو اور اعتراض ہم پر کرو۔

ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو:

"فتاویٰ مبارکہ مسامحہ رحمین" لے شہ حق و صواب مطابق سنت و کتاب ہے۔  
اس کا ماننا اس کے ارشادات جلیلہ کو ہمیں مطلوب شرع مطہر اور اصول و مقاصد  
مذہب حق سے جاننا اس کے مطابق عقیدہ رکھنا عمل رکھنا مسئلوں پر فرض اور

ان کے کامل ایمان صحیح الاعتقاد ہے یکے کی مسلمان ہونے کی دلیل اور افراتنا  
 الیٰ جمل و علا فان لنا عثم فی فی، فرد و دانی اللہ و الرسول ان یمتسم  
 تو منون بالله و الیوم الاخر ذالک حسروا حسن تاویلہ۔ (الضوارم  
 الہندیہ: ص ۵۳)

یہاں پر بریلویوں کا کفر رنگا بنا چ رہا ہے بریلوی جواب دیں کہ تمہارے نزدیک احمد رضا خان اللہ  
 تعالیٰ معاذ اللہ یا اللہ کا رسول العیاذ باللہ جو اختلاف کی صورت میں تم اسے اس آیت کا مصداق  
 قرار ہے ہو؟۔

ایک بریلوی ملاں "احمد رضا خان" کی کتاب "حسام الحرمین" کے متعلق لکھتا ہے کہ:  
 کتاب لاریب فیہ ہدی للمشتین  
 (الضوارم الہندیہ: ص ۶۳)

ہم ام کی اسی عدالت سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ بتائے کیا "لاریب فیہ ہدی للمشتین"  
 قرآن کی شان نہیں؟

اعتراض ۶۹: انبیاء کرام کا عذاب سے بچ جانا غلیمت ہے۔ نعوذ باللہ  
 یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے: "مولوی حسین علی لکھتے ہیں کہ اور رسولوں کا کمال  
 سلامت رہنا عذاب الہی سے فقط۔"

(ہفتہ البحر ان: ص ۲۳۳)۔ (دیوبندیہ کے بظان کا انکشاف: ص ۸۴)

**الجواب:** قارئین اول بات تو یہ کہ کتاب ہماری معتبر نہیں، ثانیاً عبارت میں کہیں بھی  
 یہ نہیں لکھا کہ انبیاء کیسے یہ غلیمت ہے کہ وہ عذاب سے بچ جائیں بلکہ وہ اس تو لکھا ہے کہ یہ  
 ان کا کمال ہے اور یقیناً ان کا عذاب الہی سے دور رہنا ان کا کمال ہے اس میں بھلا کیا  
 شک ہے؟ ثالثاً دھوکا دہی ملاحظہ ہو ہفتہ البحر ان کی عبارت میں "فقط" سے مراد یہ تھا کہ  
 سورۃ النمل یہاں کھل ہو گئی مگر اس بد بخت نے فقط کو ماقبل کی عبارت سے ملا کر عبارت میں  
 ضمیر یاد کر کے ایک غلط مفہوم دینا چاہا۔

مولانا عبد اللہ دس گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”چنانچہ ظہور انبیاء و رسل اللہ و غلو کا فرائد و کثرت و آن اگرچہ نظر ذات خود ممکن است و مقرر

آن کہ خلاف حکمت مقتضی است“۔ (مکتوبات قدسیہ، ص ۳۳۳)

”و اگر عدل کند مقرر ہوا کہ نہ خود و نہ ہادیہ پارہ کس“۔ (ایضاً ص ۱۷۶)

چنانچہ انبیاء کو جہنم میں داخل کرنا اور کافروں کو بہشت میں اگرچہ فی ذات ممکن ہے مگر حق تعالیٰ کی حکمت کے پیش نظر یہ امر مستبعد ہے اور اگر وہ ذات عدل پر آجائے تو مقرریوں کو خاک پر دسے مارے اور ہادیہ میں ذال دے۔

اب لگے اس عبارت پر بھی مرقی کہ معاذ اللہ انبیاء کا جہنم میں جانا ممکن ہے اور حضرت کو بھی گستاخوں کی فہرست میں شامل کر لو معاذ اللہ۔

اعترض ۱۰: انبیاء سے محبت ضروری نہیں ہاں دیوبندیوں سے محبت ضروری ہے۔ لہذا ہاں

یہ مناد قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے: ”میں سمجھتا ہوں کہ میں اس کا انتظار کروں کہ مجھ سے محبت ہو خود حضرات انبیاء علیہم السلام سے بھی طبعی محبت کرنا مستعمل نہیں“۔ (اضافات الیومیہ، ج ۵، ص ۷۵) ”گویا دیوبندی مذہب میں انبیاء کرام سے محبت ضروری نہیں ہاں اس دیوبندی دھرم میں دیوبندیوں سے محبت ضروری ہے لکھا ہے کہ: ”ہم نے پاس اعمال و خیر و تو کچھ ذخیرہ نہیں صرف بزرگوں کی دعا اور محبت ہی ہے..... اس کا ہر شخص کو اہتمام کرنا چاہئے“۔ (اضافات الیومیہ، ص ۲۵۱، ۲۵۲)۔

(دیوبندیہ کے بظان کا انکشاف، ص ۸۲، ۸۳، دیوبندی مذہب، ص ۷۷، ۷۸، ۷۹)

**الجواب:** یہ بھی اس رضا خانی کا دھوکا ہے کہ معاذ اللہ انبیاء علیہم السلام سے محبت ضروری نہیں ان سے محبت تو ایمان کیلئے شرط ہے حضرت حکیم الامت تو یہ فرما رہے ہیں کہ ان سے طبعی محبت ضروری نہیں کیونکہ یہ امر غیر اختیاری ہے اور یہ بات وہ اپنی طرف سے نہیں فرما رہے ہیں اگر علماء بھی ان سے پہلے بلکہ خود رضا خانی علماء بھی اس بات کو لکھ چکے ہیں ملاحظہ ہو چند محمولہ جات۔



۱۔ علامہ ابن الجوزی (متوفی ۵۹۸ھ) لکھتے ہیں:

اعلم ان المراد بهذه المحبة المشروعية فانه يجب على  
المسلمين ان يفسروا رسول الله ﷺ بانقيهم اولادهم و  
ليس المراد بهذه المحبة الطبيعية فانهم قد فسدوا عنه في  
القتال و تركوه و كل ذلك لا ينافي حب النفس۔

(كشف المشكل ج ۳ ص ۲۳۱، دار الوطن (طرابلس))

۲۔ بریلوی شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

”ایک سوال یہ ہے کہ محبت ایک غیر اختیاری چیز ہے اور غیر اختیاری چیز کا  
انسان مکلف نہیں ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کی محبت کا مکلف کرنا کس طرح صحیح  
ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ محبت کی دو قسمیں ہیں ایک محبت طبعی اور دوسری  
محبت عقلی محبت طبعی غیر اختیاری ہوتی ہے جیسے ماں باپ اور اولاد اور مال و  
 دولت کی محبت اور محبت عقلی اختیاری ہوتی ہے محبت عقلی سے مراد یہ ہے کہ  
عقل محبوب چیز کو دوسری چیزوں پر ترجیح دے اور یہ انسان کے اختیار میں  
ہے اور رسول اللہ ﷺ سے اسی قسم کی محبت کرنا فرض ہے۔“ (شرح مسلم  
ج ۱ ص ۴۴۶)

تیسرا راجحہ ملتی کہ رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے محبت طبعی نہیں بلکہ محبت عقلی کرنا فرض  
ہے اب ہمت ہے تو لگے گا اپنے اس شیخ الحدیث پر کتنی کافی۔ حضرت حکیم الامت کی  
محبت کا اندازہ لگائے کیلئے ان کا یہ مرقع کافی ہے:

”مجھ کو اسور گویا ہے کہ معارف سے محبت ہی نہیں قلب کی یہ کیفیت ہے  
کہ جب تک اللہ درحول نکا کر کرنا رہتا ہے طبیعت خوش رہتی ہے اور  
جہاں و نبوی قیہ شروع دے مجھے وحشت شروع ہوئی۔“

(ملفوظات ج ۱ ص ۲۰۳)

۳۔ علامہ نوویؒ لکھتے ہیں:

”قال الامام ابو سليمان الخطابي لم يرد به حب الطبع بل

اور وہ حب الاختیار لان حب الانسان نفسه طبع ولا میل

الہی قلبہ۔ (شرح مسلم، ج ۱، ص ۴۹)

۳۔ ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

”ولیس المراد الحب الطبعی لانه لا یدخل تحت الاختیار

ولا یتکلف بھ نفسا الا وسعھا بل المراد الحب العقلی

۔ (مرقاۃ المفاتیح، ج ۱، ص ۱۳۸)

یہ سارے علماء وضاحت کے ساتھ اس بات کو لکھ رہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے محبت طبعی ضروری نہیں بلکہ محبت عقلی ضروری ہے اب اگر ہمت ہے تو ان پر بھی مستثنیٰ لگاؤ۔ یاد رہے کہ حکیم ہلاکت کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ انبیاء سے محاذ اللہ طبعی محبت بھی سن رکھے بلکہ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ بعض اوقات اگر ناموس رسالت و ناموس دین پر ماں باپ اور اولاد مال و دولت کی قربانی دینی پڑے تو ہو سکتا ہے کہ کسی انسان کا دل نہ مانے اسے افسوس ہو اس پر غم ہو تو اس پر تو کوئی سوا خذ نہیں لیکن ایمان کا تقاضہ یہی ہے کہ اس غم و دکھ و درد کو ایک طرف رکھ کر محبت طبعی پر محبت عقلی کو ترجیح دے اور ان کو قربان کر ڈالے۔ اب جو ان کو قربان کرنے پر ناگوار رہی ہوئی تو وہ محبت فطری طبعی کی وجہ سے اور باوجود اس ناگوار رہی کے قربان کر دیا تو اس واسطے کہ دین اور اس کو لانے والے رسول اکرم ﷺ سے محبت عقلی تھی جو محبت طبعی پر غالب آئی اور یہی شریعت کو مطلوب و مقصود ہے۔

یاد رہے کہ محدث جلیل حضرت علامہ انور شاہ کا شمیرائی نے یہاں صرف محبت اختیارنی و عقلی کے قول کو اختیار نہ کیا بلکہ کہا کہ عقلی کے ساتھ طبعی بھی ضروری ہے کہ اس حدیث میں والدین اور اولاد کا کہا گیا اور ان سے محبت طبعی ہوتی ہے (فیض الباری) بعد میں شاہ صاحبؒ کے اسی نکتے کو سرزد کر کے احمد یار گجراتی نے بھی اپنی شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ اپنے اپنے ذوق کی بات ہے۔ وللاس فیما یشتون مذاہم۔

اعتراض ۱۔ حضرت یوسف کے خانی گسنگوہی کے کالے بندے

تھے۔ نعوذ باللہ

اعتراض ۷۲: گنگوہی کے کمالات و طاقت حضرت عیسیٰ سے زیادہ۔ نعوذ باللہ  
اس کے بعد مرثیہ گنگوہی کے اشعار پر اعتراضات کئے گئے ان سب اشعار کا جواب آگے  
مستقل عنوان کے تحت لکھا آ رہا ہے۔

اعتراض ۷۳: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رسول اور نبی ہونے کا  
انکار۔ نعوذ باللہ

دیوبند کے امام الہند مولوی ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں کہ:  
وفاقی و حنفی اور سلسلہ ابراہیمی و راصلی دو ہی صاحب شریعت رسول آئے پہلا بنی اسحاق  
میں خاندان بنی اسرائیل کا اولوالعزم پیغمبر جس نے فراعہ مصر کی شخصی حکمرانی و محکومی و غلامی  
سے اپنی قوم کو نجات دلائی دوسرا اس کے سورت اعلیٰ خلیل اللہ کی مقدس دعا کا مقصود و  
مطلوب اور بنی اسمعیل نبی امی جس نے نہ صرف اپنے خاندان اپنی قوم اور اپنے وطن بلکہ  
تمام عالم انسانیت کو انسانی حکمرانی کی لعنت سے نجات دلائی و ماہر سلطنت الاکلاۃ للتاسس  
بشیر و نذیر (۳۲، ۳۳) مسیح ناصری کا تذکرہ ہے کار ہے وہ شریعت موسوی کا ایک مصلح  
تھا پر خود کوئی صاحب شریعت نہ تھا اس کی مثال ان مجددین ملت اسلامیہ مستہدیکہ کی تھی  
جن کا حسب و رشاد اساق و مصدوق تاریخ اسلام میں ہمیشہ ظہور رہتا ہے وہ کوئی شریعت  
نہیں لایا اس کے پاس کوئی قانون نہ تھا وہ خود بھی قانون عشرہ موسوی کا تابع تھا۔۔۔ (ہفت  
روزہ الجلال کلکتہ، ج ۳، ش ۲۶، ۱۳ ستمبر ۱۹۱۳ء ص ۷۷ طبع لاہور)  
الہامیادت میں سرکار عیسیٰ کو مجدد دہی بتا کر اس نے آپ کے رسول و نبی ہونے کا انکار کیا  
ہے اور سلسلہ ابراہیمی میں دو رسول مان کر باقی رسل سے انکار کیا ہے۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۳)

**الجواب:** رضا خانی نے اول ہے ایمانی تو یہ کہ اس کو مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ

کی طرف منسوب کر دیا حالانکہ اس پر کسی کالم نگار یا محنت الہ نگار یا مضمون نگار کا نام درج نہیں ہفت روزہ اخبار تھا خدا جانے کس کا کالم ہو۔ پھر کالم بھی پورا پیش نہیں کیا مکمل کالم اس طرح ہے:

”سلسلہ امرا جیسی (ج) میں دراصل وہی صاحب شریعت رسول آئے پہلا بنی اسحاق میں خاندان بنی اسرائیل کا دواوا العزم کا بغیر جس نے فراغت مصر کی شخص حکمرانی دیکھوئی و غلامی سے اپنی قوم کو نجات دلائی دوسرا اس کے مورث اعلیٰ ظلیل اللہ کی مقدس دعا کا مقصد و مطلوب اور بنی اسرائیل بنی امی جس نے نہ صرف اپنے خاندان اپنی قوم اور اپنے وطن بلکہ تمام عالم انسانی کو انسانی حکمرانی کی نعمت سے نجات دلائی و مہارہ سلطنت الاکانتہ الناس بشیراء و عزیرا (۳۳، ۳۲) مسیح یا مسیحی کا تذکرہ بے کار ہے وہ شریعت موسوی کا ایک مصلح تھا پر خود کوئی صاحب شریعت نہ تھا اس کی مثال ان مجددین ملت اسلامیہ قدیمہ کی سی تھی جن کا حسب ارشاد صاق و مصدوق تاریخ اسلام میں بیٹھ ظہور رہتا ہے وہ کوئی شریعت نہیں لایا اس کے پاس کوئی قانون نہ تھا وہ خود بھی قانون عشرہ موسوی کا تابع تھا اس نے خود تصریح کر دی کہ میں تو دامت کو مٹانے نہیں بلکہ چہرا کرنے کیلئے آیا ہوں (یوحنا ۱۳، ۲۵) اس نے کہا کہ میرا مقصد صرف اسرائیل کے گھرانے کی گم شدہ بھیڑوں کی تلاش ہے (۱۹، ۱۵) اسی لئے اس نے اپنی اصلاح کو صرف یہودیوں تک محدود رکھا اور غیر قوموں میں وکلا کرنے کی مخالفت کر دی“۔

(ہفت روزہ الہلال کلکتہ، ۱۱، سچ ۳، ۱۳، ۲۶، ستمبر ۱۹۱۳، مطبوعہ الہلال اکیڈمی شاہ عالم مارکیٹ لاہور، سچ ۲، ۲، ۲۷)

اس سے معلوم ہوا کہ کالم نگار جیسا کہوں پر حبیبی (الزامی) انداز سے رد کر رہا ہے اس واسطے ”انجیل یوحنا“ کے حوالے دئے ظاہر ہے کہ اگر اپنا عقیدہ بیان کرنا یا مسلمانوں کے رد میں کچھ کہنا ہو تا تو قرآن وحدیث یا تاریخ اسلام کا سہارا لیا جاتا انجیل سے مسلمانوں کو

کیا سروکار؟

بریلوی تو نبی کریم ﷺ کو نبی نہیں مانتے

دوسروں پر اعتراض کرنے والے اپنے گھر کی پہلے خبر لیں بریلوی سناظر عبد المجید معینی رحیم یار خانی مایہ ناز بریلوی عالم مولوی اشرف سیاحی کے ہارسے میں لکھتا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی نبوت کا انکار کرتا ہے اور اس بات کے ثبوت کیلئے اپنی کتاب میں مسند وجہ اعلیٰ عنوان قائم کیا: "سروگودھوی انکار نبوت کی تصریحات"۔ (تجلیات، ص ۳۳) آگے لکھتا ہے:

"ملاحظہ یہ ہے کہ سروگودھوی صاحب خود اپنی تحریرات کی روشنی میں رسالت یا معادیت نا اعلان نبوت رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا انکار کر کے گستاخ اور سوءادبی کے مرتکب ہوئے ہیں"۔ (تجلیات، ص ۶۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار اسی اشرف سیاحی کے حلق لکھتا ہے:

"عبارت مذکورہ سے خوب واضح ہے کہ صاحب تحقیقات (تحقیقات اشرف سیاحی کی کتاب ہے۔ از ناقل) کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول کے بعد نبی نہ ہونا قطعاً اسلام اور ضروریات دین سے ہے کیونکہ ان کے نبی ہونے کی صورت میں جو اس ناقل محقق (اشرف سیاحی) کے حضور سید المرسلین ﷺ کی امتیازی شان خاتم النبیین کا ختم ہونا لازم آتا ہے جبکہ یہ امر قطعی اور یقینی ہے کہ آپ ﷺ کی شان خاتم النبیین کا ختم نہ ہونا قطعاً اسلام اور ضروریات دین سے ہے تو تنجیداً یہ ہے کہ ان کے موقف اور عقیدہ کے مطابق الیاذہ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول کے بعد نبی نہ ہونا بھی قطعاً اسلام اور ضروریات دین سے ہے"۔ (تصریحات بحواب تحقیقات، ص ۹۵، ۹۶)

معاذ اللہ یہ ہم نہیں کہہ رہے ہیں چہار الہیہ مولوی کہہ رہا ہے کہ بریلوی مولوی حضرت عیسیٰ

علیہ السلام کو نبی نہیں مانتے اور یہ عقیدہ قطعاً حیات میں سے ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت و رسالت کا اقرار کرتے ہیں ان کی اپنی تفسیر سے صراحت

مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:

”یہ مسیحیوں کی اس گمراہی کا ذکر کہ حضرت مسیح کی الوہیت کا اعتقاد باطل پیدا کر لیا حالانکہ تمام بنی آدم کی طرح وہ بھی ایک انسان تھے اور خدا نے انہیں اپنی رسالت کیلئے چن لیا تھا۔“

(ترجمان القرآن، ج ۱، ص ۵۴، مکتبہ سعید ناظم آباد کراچی)

مزید لکھتے ہیں:

”اور اے مریم! اللہ (اس ہونے والے لڑکے) کو کتاب اور حکمت کا علم عطا فرمائے گا نیز تو رات اور نچل کا اور اسے بنی اسرائیل کی طرف سے حیثیت رسول کے بھیجے گا۔“ (ترجمان القرآن، ج ۱، ص ۵۴)

مزید ملاحظہ ہو:

”نیز جو کچھ موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور خدا کے تمام نبیوں کو خدا کی طرف سے ملا ہے اس سب پر بھی ہمارا ایمان ہے ہم ان رسولوں میں سے کسی ایک کو بھی دوسرے سے جدا نہیں کرتے (کہ کسی کو ماٹیں کسی کو نہ ماٹیں) ہم خدا کے فرمانبردار ہیں اس کی چٹائی جہاں کہیں بھی اور جس کی زبان بھی آئی ہو چٹائی ہے اور ہم اس کی اطاعت کرنے والے ہیں۔“ (ترجمان القرآن، ج ۱، ص ۶۰)

اتنی صریح تصریحات کے بعد بھی مولانا صاحب الزام لگانا کہ وہ معاذ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت و رسالت کے منکر ہیں بے حیال کی انتہاء ہے دراصل یہ غلط و کفریہ عقیدہ تھا کہ وہ ہے جو ہماری طرف نگاہ ہے ہونا قتل میں ناقابل تردید قاتل دو بار ملاحظہ کر لو۔

اعتراض ۳: انبیاء کرام کی لیے یہی - نعمۃ باللہ

دیوبندی مولوی عمر یالن پوری لکھتے ہیں کہ: "فرعون پر اللہ کی پکڑ آئی تو پورا لشکر جو اس کے ساتھ تھا اس کو بچا نہیں سکا قارون پر اللہ کی پکڑ آئی تو اس کا مال اس کے گھر میں تھا لیکن وہ اسے دھسے سے بچا نہیں سکا کوئی طاقت بچا نہیں سکتی اللہ کی پکڑ سے بلکہ اس سے بھی آگے ترقی کر کے اگر یہ بات سمجھا جائے تو غلط نہیں ہوگی کہ جیسے ہماری طاقتیں اللہ کی پکڑ سے نہیں بچا سکتی اسی طرح روحانی طاقتیں بھی اللہ کی پکڑ سے نہیں بچا سکتی یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ کی پکڑ آئی تو نوح علیہ السلام کی روحانی طاقت اپنے بیٹے کو نہیں بچا سکی ابراہیم علیہ السلام کی روحانی طاقت اپنے باپ کو نہیں بچا سکی۔" (ماہنامہ الدعوة الی اللہ، نومبر ۲۰۰۵ء، ص ۲۰۰۵) (دیوبندی کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۳، ۸۵)

**الجواب:** پہلی بات تو یہ کہ ماہنامہ الدعوة کو کس نے مسلکی سطح پر ہمارا مستند رسالہ یا کتاب تسلیم کر دیا ہے؟ پھر یہ جاہل لکھتا ہے کہ عمر یالن پوری لکھتے ہیں گو یہ مضمون وہ خود لکھ رہے ہیں حالانکہ یہ ان کی تقریر ہے۔ حاشا! اسے گستاخی میں شمار کرنا بھی پرلے درجے کی جہالت ہے مولانا نے جو کچھ کہا (رضا خانی کی عبارت کو سامنے رکھتے ہوئے) وہ تو خود قرآن کریم میں موجود ہے

قال رب انی دعوت قومی لیلا و لہار اقلعہم یرزہم دعائی الا فراروا لہی کلما دعوتہم یرزہم جعلوا اصابعہم فی اذانہم واستغشوا ثیابہم و اصرؤا و استکبروا استکبارا ثم انی دعوتہم جہار السم السم السم اعلمت لہم و اصرؤت لہم اصراراً

عرض کی میرے رب میں نے اپنی قوم کو دن رات بلایا تو میرے بلانے سے انہیں بھاگنا نہ آیا اور میں نے جتنی بار انہیں بلایا کہ تو ان کو بخشے انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں رکھ لیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لئے اور ہٹ کی اور رجز شروع کیا پھر میں نے انہیں اطلاع دی کہ انہیں پھر میں نے باعلان بھی کہا اور آہستہ خفیہ بھی کہا۔" (ترجمہ کنز الایمان، ص ۲۹، سورہ

نوح، آیت ۹۲۵)

گویا صبح وشام انفرادی اجتماع ہر طرح سے انہیں دین حق کی دعوت دی اور ایک دو دن نہیں  
و لقد ارسلنا نوحا الى قومه فلبث فيهم الف سنة الا خمسين عاما  
اور بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ ان میں پچاس سال کم ہزار برس  
رہا (کنز الایمان، پ ۲۰، سورۃ العنکبوت، آیت ۱۳)

ساتھ نو سو سال تک دعوت الی اللہ دیتے رہے مگر ہر طرح کی کوشش بھی انکی قوم کی  
اصلاح نہ کر سکی اور جب حضرت نوح علیہ السلام کی دعا پر اللہ کا عذاب آیا اور کافر بیٹے کو  
عذاب میں ہلاکت کے قریب دیکھا تو پدری شفقت نے جوش مارا اور بقول رضا خانیوں  
کے ساری دنیا کی مشکل کشائیاں کرنے والا، مختار کل، لوگوں کو اولاد دینے والا، انکا نفع و  
نقصان کرنے والا ان کی بیماریاں معیشتیں دور کرنے والا جب اپنے بیٹے کو مشکل میں دیکھتا  
ہے تو عاجزانہ انداز میں حقیقی مشکل کشا کو پکارتا ہے یا اللہ میرا بیٹا بھی عذاب میں جا رہا ہے  
وقت کے اولوالعزم نبی کی یہی خواہش ہے کہ بیٹا اللہ کی پکڑ سے بچ جائے مگر رب نے فوراً  
وجہ کر دی:

ونادی نوح وبه فقال رب ان ابني من اهلي و ان وعدك الحق و انت احکم  
المحاکمین قال ینوح انه لیس من اهلک انه عمل غیر صالح فلانسلن  
مالیس لک به علم انی اعطاک ان تكون من الجہلیین

اور نوح نے اپنے رب کو پکارا (عرض کی) اے میرے رب میرا بیٹا بھی تو میرے گھر والا  
ہے اور بے شک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑا حکم والا ہے فرمایا اے نوح وہ تیرے  
گھر والوں میں نہیں بے شک اس کے کام بڑے نالائق ہیں تو مجھ سے وہ بات نہ مانگ  
جسکا تجھے علم نہیں میں تجھے نصیحت فرماتا ہوں کہ نادان مسہ بن۔ (کنز الایمان  
پ ۱۴، سورۃ ۳۳، ۳۵)

اُس جو بات مولانا کہہ رہے ہیں وہی قرآن میں موجود ہے حضرت ابراہیم کا باوجود خواہش  
کے ان کے والد کا ایمان نہ لانے کا قصہ بھی قرآن میں موجود ہے جو اہل علم سے مخفی نہیں



اب اگر معاذ اللہ گستاخی کا فتویٰ لگانا ہے تو قرآن پر لگانا اس میں بے چارے کے پنج بند یوں کا کیا قصور ہے؟ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی لکھتے ہیں:

”لو اذ غلبوا احدنا من الاولیاء و الصالحین النار مکان عدلہ و اگر وہ (فرضا) انبیاء کرام و صالحین میں سے کسی کو دوزخ میں داخل کر دے تب بھی وہ عادل ہے۔“

(فیض فوٹو مدنی، ص ۸۲، مترجم محمد ابراہیم بدایونی رضا خانی)

اعتراض ۵: مولوی طارق جمیل کا حضور اکرم ﷺ کو سب سے بڑا فقیر ثابت کرنا۔ تعویذات

طارق جمیل دیوبندی نے اپنے خطاب میں کہا کہ: ”میری سے ہماری جماعت آرہی تھی وہاں مزدور اکٹھے ہوئے تھے ہزار ڈیڑھ ہزار مزدوروں میں میں نے بیان کیا مٹی ان کے جسم چہرے پر مٹی ہاتھوں پر مٹی سارے کپڑے کالے میلے میں نے کہا بھائی کوئی ایسا فقیر ہے جسکے گھر میں تین دن چوہنا نہ جلا ہو؟ کوئی ایسا آپ میں فقیر ہے سب نے کہا نہیں کوئی نہیں میں نے کہا ہمارا تمہارا نبی ایسا فقیر تھا کہ تین دن نہیں روو میں نے اس کے گھر میں چرہا نہیں جلا تھا۔“

(اجنامہ الدعوة الی اللہ شمارہ ۳۳، ماہ جنوری ۲۰۰۷ء ص ۲۳)۔ (دیوبندی کے بظاہر کا انکشاف، ص ۸۵)

**الجواب:** اولاً ہم ماہنامہ الدعوة کے متعلق وضاحت کر چکے ہیں یہ ہمیں قابل تسلیم نہیں۔ ۴۰۰ یا یہ بھی رضا خانیوں کا دھوکا ہے پوری عبارت آپ بار بار ملاحظہ فرمائیں کہیں بھی یہ نہیں لکھا کہ نبی کریم ﷺ سب سے بڑے فقیر ہیں۔ مگر آئے ہم آپ کو دکھاتے ہیں کہ امام غزالی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سب سے بڑا فقیر کہا اگر کسی رضا خانی میں صحت ہے تو امام غزالی پر گستاخی کا فتویٰ لگائے:

”گفت حق تعالیٰ و ہدیہ الحقی و احسن النہر آہینیا زعدای است و تمامہ درویشہ

وہی (ع) فقیر را بدین تفسیر کرد گفت: اصحابِ حضرت تھنا بعد از عیسیٰ و ملائکہ بعد از عیسیٰ ملائکہ فقیر الفقیر عیسیٰ و گفت من گرا کرد اور خودم و کلید کرد از من بہ دست یکی دیگر است و کدام درویش است از من درویش تر؟ (کیمیائے سعادت، ج ۲، ص ۳۲۰، اصل چہارم در فقر)

ترجمہ: یعنی خدا ہی بے نیاز ہے اور تم سب فقیر (محتاج) ہو، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فقیر کے یہی معنی بیان کئے ہیں اور فرمایا کہ میں اپنے گروہ میں گروہوں اور میرے گروہ کی کتنی دوسرے کے ہاتھ میں ہے تو مجھ سے زیادہ فقیر (محتاج) کون ہے؟

مزید امام غزالی لکھتے ہیں: رسول مقبول ﷺ نے اماں عائشہؓ سے فرمایا اگر تم و رسول (ﷺ) باہمی شہ گشت اگر خواہی کہ فردا صبح اور پانی درویشش وار نہ گالی کن۔ (کیمیائے سعادت، ص ۳۲۳، ج ۲)

ترجمہ: اگر تم چاہتی ہو کہ قیامت کے دن میرے ساتھ رہو تو فقیرانہ زندگی بسر کرو۔ مزید لکھتے ہیں:

”و در خبر است درویشان گھر کردند بہ رسول (ﷺ) کہ تو اگر ان خیر دنیا و آخرت میرد کہ صدقہ زکوٰۃ و حج و جہاد من کنند و ساتھ انیم رسول (ﷺ) رسول درویشان را کہ فرستادہ بود کہ خواست و گفت مر جا یک و بمن جنت من عندهم از نزدیک قوی آمدی کہ من ایشان را دوست دارم و ایشان را گوئی کہ ہر کہ بر درویشی میر کند برای خدا تعالیٰ ایشان را سہ نصیبت بود کہ ہرگز تو اگر را نبود کی آئندہ در بہشت کو شکھاست کہ اہل بہشت آن را چنان پسند کہ اہل دنیا ستارہ را و آن نیست الا جانی فقیراں و درویشاں و صبیہاں۔“

(کیمیائے سعادت، ج ۲، ص ۳۲۷، مطبوعہ ایران)

ترجمہ: حدیث شریف میں آیا ہے کہ فقیروں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گھر بھیجا کہ یا رسول اللہ! دین و دنیا کی نیکی تو امیروں ہی نے لوٹ لی

کہ وہ صدقہ اور زکوٰۃ اور حج اور جہاد کرتے ہیں اور ہم یہ نہیں کر سکتے رسول اللہ ﷺ نے فقیروں کے اپنی کو سرفراز فرمایا اور ارشاد فرمایا تو ایسے لوگوں کے پاس سے آیا ہے کہ میں انہیں دوست رکھتا ہوں تو ان سے کہہ دے کہ جس نے خدا کے واسطے فقیری پر صبر کیا اس کے واسطے میں دے رہے ایسے ہیں کہ امیروں کے واسطے نہیں ہیں ایک یہ کہ اہل بہشت کو وہ ایسے معلوم ہوں گے جیسے اہل دنیا کو ستارے اور وہ کسی اور جگہ نہیں مگر فقیر و یتیم یا فقیر مسلمان کی یا فقیر شہید کی۔

یہاں میں فقیر خود نبی کریم ﷺ کے ذکر کے (۱) فقیر یتیم (۲) فقیر مسلمان (۳) فقیر شہید اور لامحالہ مسلمان و شہید فقیر سے یتیم فقیر کا فرق زیادہ ہوگا تو ان پادہنت و محاسناتیوں کا فتویٰ تو نبی کریم ﷺ پر لگ رہا ہے "فقیری" کو عیب سمجھنے والے یہ "مکانِ رضا" کیسیاے سعادت" میں چونکہ فضل فقیر اور زہد کے بیان میں کو شروع سے لے کر آخر تک حرف بحرف پڑھیں انشاء اللہ ہوشِ خاکسار کے نگہ جائیں گے۔ جہاں تک چولہا نہ جلنے کی بات ہے تو وہ خود حدیث میں موجود ہے اماں عائشہ صدیقہؓ اپنے بھانجے عروہ بن زبیرؓ سے فرماتی ہیں کہ: **باین اعلیٰ انا کفنا لننظر الی الهلال ثم الهلال ثم الهلال ثلاثہ اہلہ فی سہوین و ما اوقفت فیہ** ابیات النبی ﷺ **ما قال قلت باخالة فما کان یعیشکم فالت الاسودان التصور** ر الماء

(بخاری مسلم)

اے بھانجے ہم کے بعد دیگرے تین تین چاند روہینے میں دیکھ لیتے تھے اور اس عرصہ میں حضور ﷺ کے گھروں میں آگ بھی نہ جلتی تھی حضرت عروہؓ نے دریافت کیا پھر کس چیز سے آپ لوگوں کی زندگی قائم رہتی تھی؟ فرمایا کہ بس بکجور اور پانی۔

اعتراض ۶: انبیاء کرام احکامات خداوندی کی حقیقت سمجھانے سے قاصر

تھے۔ نعوذ باللہ

ایہ بڑی شیخ الحدیث مولوی اور میں کا نہ حلوی کہتے ہیں کہ: "نبی اور رسول اللہ کے حکم سے یہ اٹاتا ہے کہ کفر و شرک روح کیلئے مہلک ہے..... مگر اس بات کو سمجھانے سے قاصر ہے کہ

کفر اور شرک اور فواحش اور منکرات کے ارتکاب سے روح کیوں اور کس طرح ہلاک ہوتی ہے۔" (عقائد اسلام، ص ۶۳ ج ۲، طبع لاہور)۔ (دلیلوں پریت کے بطلان کا انکشاف ص ۸۵)

**الجواب:** مکمل عبارت ملاحظہ ہوساری بات سمجھ آ جائے گی:

"غرض یہ کہ کوئی مریض بغیر طبیب کی رہنمائی کے خود اپنا علاج نہیں کر سکتا اسی طرح روحانی مریض بغیر طبیب روحانی کے خود اپنے باطنی امراض کا علاج نہیں کر سکتا جسمانی طبیب مریض کو یہ بتلاتا ہے کہ سم الغار (سنگھیر) مہلک ہے مگر عقلی طور پر اس کی وجہ نہیں بتا سکتا کہ سم الغار (سنگھیر) میں ہلاک کرنے کی تاثیر اور خاصیت کیوں آتی تھی ہے اسی طرح نبی اور رسول اللہ کے حکم سے بتلاتا ہے کہ کفر اور شرک روح کیلئے مہلک ہے اور کفر و شرک روح کو ہلاک کرنے میں سم الغار کا حکم رکھتا ہے اور یہ بتلاتا کہ تجھ اور حمد اور حمزہ و طبع اور بدکاری اور بے حیائی وغیرہ وغیرہ اس جسم کی چیزیں روح کو ہلاک کرنے والی ہیں مگر اس بات کے سمجھانے سے قاصر ہے کہ کفر اور شرک اور فواحش اور منکرات کے ارتکاب سے روح کیوں اور کس طرح ہلاک ہوتی ہے انبیاء کا اصل مقصد وسعت اور شکوت کو سمجھا دینا ہے اور بتلانا ہے کہ منزل مقصود آخرت ہے اور یہ دنیا روگردان ہے کھن عقل سے تو دنیا کا راستہ بھی نظر نہیں آتا آخرت کا راستہ کھن عقل سے کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔"

(عقائد اسلام، ص ۲۶ اور اسلامیات)

اول بات تو یہ کہ اس میں کہیں بھی حضرت شیخ الحدیث مولانا کاندھلویؒ نے یہ نہیں کہا کہ انبیاء علیہم السلام احکام شریعت کی حقیقت بتلانے سے قاصر ہیں وہ تو یہ فرما رہے ہیں کہ صرف عقل اور انکس سے یہ نہیں بتا سکتے کہ کفر و شرک اور گناہ روح کو کس طرح ہلاک کرتی ہے اور یہ حقیقت نہیں بلکہ ان فواحش اور زنوب کی تاثیر ہے جس کا اہل کو حقیقت اور تاثیر میں فرق معلوم نہ ہوا سے علم کلام میں گفتگو کرتے ہوئے حیاء آتی چاہئے۔ انبیاء کا کام صرف اپنی

امت کو یہ غلام دینا ہے کہ ان قواؤں سے دور رہو یہ روح انسانی کیلئے مہلک ہیں اب کیوں مہلک ہیں یہ ان کے منصب نبوت و رسالت میں شامل نہیں۔ اور اس میں بھی صرف عقل سے بٹائے کا فنی کیا گئی ہے ہاں اللہ کسی پر راز قبول دے تو اس کی نفی نہیں کی گئی۔ احمد رضا خان کے والد اعلیٰ علی خان لکھتے ہیں:

”خواجہ حمید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پروردگار نے علم روح کا کسی پر غلام نہ فرمایا پس کسی کو کیا مجال ہے جو اس کی حقیقت سے غمخیز کرے۔۔۔ ہر رگوں سے مشغول ہے کہ اگر حقیقت روح کی عقل سے معلوم ہوتی ہے پھر خدا جسے چاہے جن کے کمال عقل پر موافق و مخالف کا اہراج ہے اس کو ضرور بیان فرماتے۔۔۔ علم بالکمال (حقیقت) روح کا کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔“

(انوار جمال مصطفیٰ ج ۱ ص ۴)

رضا خانی جی! ہم آپ کے فتوے کے غلط فہمیوں لا علمی اور حقیقت دونوں الفاظ یہاں موجود ہیں؟

# علمائے اہل السنۃ والجماعۃ

کے خوابوں پر جاہلانہ  
اعتراضات اور  
ان کے جوابات

## خوابوں کے متعلق شریعت کا اصول

خواب اپنے ظاہر پر نہیں ہوتا

امام اہلسنت مولانا سر فر از خان صفور صاحبؒ لکھتے ہیں:

خواب کی ایک صورت ہوتی ہے اور اس میں جہاں ایک حقیقت ہوتی ہے جس کو تعبیر کہتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کبھی خواب بظاہر بڑا خوشنما اور مژدہ افزا معلوم ہوتا ہے لیکن اس کی حقیقت اس کے بالکل برعکس ہوتی ہے اور بڑا اذیتناک ایسا ہوتا ہے کہ ہادی الفلاس میں خواب نہایت تاریک، اندھ بٹاک اور وحشت انگیز دکھائی دیتا ہے مگر اس باطنی پیسلاو اور تعبیر بہت ہی خوشنما، خوش کن اور خوش آئند ہوتی ہے اور تعبیر سامنے آنے کے بعد خواب دیکھنے والی کی خوشی کی کوئی انتہاء نہیں ہوتی اس دوسری مد کے خوابوں کے بارے میں اختصاراً چند حوالے ملاحظہ ہوں:

(۱) آنحضرت ﷺ کی چچی حضرت ام فضل بنت الحارثؓ نے ایک خواب دیکھا کہ اور آنحضرت ﷺ نے کہا کہ (علیاً مقلداً) آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا خواب ہے فرمایا (انہ شدید) بہت ہی سخت آپ ﷺ نے فرمایا ہاں تو یہی تو آپؐ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کے جسم سے ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں ڈال دیا گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم نے تو بہت اچھا خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر یہ ہے کہ میری لخت جگر حضرت عائشہؓ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا چنانچہ سیدنا مسیحؑ پیدا ہوئے اور ام فضلؓ فرماتی ہیں کہ میری گود میں کھیلے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا (مشکوٰۃ، ج ۲، ص ۵۷۲)

ملاحظہ فرمائیں بظاہر کس قدر برا خواب تھا ام فضل بھی اس کو بیان کرنے سے کترار ہی تھیں مگر اس کی تعبیر کتنی بہترین تھی۔

(۲) کوئی خواب میں دیکھے کہ بیڑیاں پہنی ہوئی ہیں تو یقیناً خواب دیکھنے والا گھبرائے گا مگر حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں بیڑیوں کو پسند کرتا ہوں البتہ گردن میں طوق کو پسند کرتا ہوں بیڑیاں اس کی ثابت قدمی کی دلیل ہیں۔

(بخاری ج ۲، ص ۱۰۳۹، مسلم ج ۲، ص ۲۴۱)

(۳) حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ آنحضرت ﷺ کے مزار اقدس پر پہنچے اور وہاں پہنچ کر مرقہ مبارک کو اکھاڑا (العیاذ باللہ) پس اس پریشان کن اور وحشت انگیز خواب کی اطلاع انہوں نے اپنے استاد کو دی اور اس زمانے میں حضرت امام صاحب مدظلہ العالی رحمۃ مکتب میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ ان کے استاد نے فرمایا اگر واقعی یہ خواب تمہارا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ تم جناب نبی اکرم ﷺ کی احادیث کی پیروی کرو گے اور شریعت محمدیہ ﷺ کی پیروی کھود کر بد کرو گے۔ اس جس طرح استاد نے فرمایا تھا یہ تعبیر حرف بحرف پوری ہوئی۔

(تعبیر الروایا ص ۱۰۸، اکبریکہ ج ۱)

غور فرمائیں کس قدر وحشت ناک خواب ہے لیکن تعبیر کس قدر خوشنما ہے۔۔۔ بتائیں بریلوی حضرات حضرت امام ابو حنیفہ پر کیا فتویٰ لگائیں گے؟ ۴۴ میں حلفیہ یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ اگر یہاں میں نے امام ابو حنیفہؒ کی جگہ کسی دوجہندی عالم کا نام لکھا ہوتا تو بریلوی حضرات اب بھی یہ فتویٰ لگا چکے ہوتے کہ ”دوجہندیوں نے دشمنی رسول ﷺ میں ان کی قبر مبارک کو بھی اکھاڑ پھینکا“۔ اعیاذ باللہ۔ اللہ پاک سمجھ دے۔ مزید تفصیلی حوالہ جات کیلئے امام انسٹت مولا سر فرید خان صفدر صاحب کی کتاب ”عبارات اکابر“ کا مطالعہ کریں۔

### خواب پر کوئی فتویٰ نہیں

دوسرا اصول یہ ہے کہ خواب نیند کی حالت میں دیکھا جاتا ہے اور نیند کی حالت میں جو کلمات، افعال، اعمال صادر ہوتے ہیں شریعت میں اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ بالخصوص خواب میں اس سے کوئی کلمہ کفر سرزد ہو معاذ اللہ تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں کیونکہ اس وقت وہ مرفوع الظلم ہے۔ حضرت اماں عائشہؓ سے مروی ہے کہ

رَأَيْتُ النَّبِيَّ عَلَى ثَلَاثَةِ عَشْرَةِ نَفْسٍ يَمْسِكُ بِهَا نَفْسَهُ وَفِي النَّفْسِ خَشْيَةٌ يَسْرُاعُ وَفِي النَّفْسِ خَشْيَةٌ يَغْبِي

(مشہد ابوداؤد الطحاہی ج ۳، ص ۷۷، رقم الحدیث ۱۴۸۵)



تین شخص مروج القلم ہیں (یعنی شرعی قانون کی زد سے محفوظ ہیں) سونے والا جب تک کہ بیدار نہ ہو اور قانون میں جملہ یہاں تک کہ اس کو افاقہ ہو جائے اور پھر جب تک بالغ سن ہو جائے۔

الفاظ کی تردید کے ساتھ یہ حدیث صحیح ابن حبان، ابن ماجہ، مستدرک، مسند امام احمد اور دیگر کئی کتب حدیث میں بھی موجود ہے۔

حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

انہ لیس فی النوم تغریط انما التغریط فی البیظۃ (ترمذی، ج ۱، ص ۲۵)

نیند کی حالت میں کوٹائی نہیں ہاں بیداری کی حالت میں کوٹائی ہو تو اس میں جرم ہے۔ اسی قسم کی احادیث سے علماء نے یہ اصول نکالا کہ خواب کی کوئی حالت معتبر نہیں اس میں نہ تو کفر کا اعتبار ہے نہ اسلام کا نہ نکاح کا نہ طلاق کا چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

وَلِذَا لَا يَتَصَفَّ بِصِدْقٍ وَلَا كَذِبٍ وَلَا خَيْرٍ وَلَا إِتْسَافٍ وَلَا فِي الشَّخْرِ بِرُفْظَلٍ  
عِنَارُهُ مِنَ الْإِسْلَامِ وَالزُّدَّةِ وَالطَّلَاقِ وَلَمْ يَوْصَفْ بِخَيْرٍ وَلَا إِتْسَافٍ وَلَا فِي  
وَكَذِبٍ كَمَا لَخَّنَ الطَّنْبَرُ

(شامی، ج ۱، ص ۲۴۵، مطلب فی تعریف الکفران، حکم)

ترجمہ: اور اسی لئے سونے والا کا کلام صدق کذب، انکار، خیر سے متصف نہیں ہوگا اور تعزیر الاحول میں ہے کہ سونے والے کا کلام مثلاً اسلام لایا مرتد ہو جائے یا بیوی کو طلاق دے یا یہ سب لغو اور بے کار ہیں نہ اس کو خیر کہا جاسکتا ہے نہ انشاء اور نہ یہ کجی اور نہ یہ جھوٹ جیسے پرندوں کی آواز۔

یہ جب شریعت میں خواب کی حالت کا کوئی اعتبار ہی نہیں تو خواب کی بنیاد پر کسی پر گستاخی و کفر کا فتویٰ لگانا کتنا بڑا کلمہ و جہالت ہے؟ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کے مرید کا ایک خواب جس میں وہ لالہ اللہ اشرف رسول اللہ ﷺ پڑھ رہا ہے اس کے متعلق خود مولانا خانی غلام نصیر الدین سیالوی کہتا ہے:

”غلامی السنۃ کا اعتراض خواب پر نہیں بلکہ بیداری میں کلمہ پڑھنے پر ہے۔“

(عبارات اکابر ص ۳۸۳، ج ۱)

اسکا مطلب ہے کہ بقول رضا خانیوں کے ایک کفر اگر کوئی خواب میں کرے تو بریلوی علماء کو بھی اس پر اعتراض نہیں، اعتراض بیداری کی حالت میں ہوگا۔ اسی ایک حوالے سے رضا خانی کے سجانے گئے اس وجہ کی تمام کی تمام دوکان کا خاتمہ ہو جاتا ہے لیکن اقسام حجت کیلئے ہم معترضہ خوابوں کے جوابات بھی انشاء اللہ حوالہ رقم کریں گے۔

بریلوی شیخ الاسلام طاہر القادری لکھتا ہے:

”یہ بات خاص طور پر ذہن نشین رہنی چاہئے کہ خواب اور اس کی تعبیر میں فرق ہوتا ہے اس لئے خواب میں جو کچھ دیکھا جاتا ہے وہ تعبیر طلب ہوتا ہے خواہ حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہو یا کوئی دوسرا فقہار اس سے بعینہ وہی مراد نہیں ہوتا بلکہ اس کا معنی مراد لی اور ہوتا ہے اس لئے خواب میں نظر آنے والے منظر یا سنے جانے والے الفاظ کی ہمیشہ تاویل کی جاتی ہے جسکو اصطلاح میں تعبیر کہا جاتا ہے اس لئے خواب میں جو کلمات ارشاد ہوں یا نظارہ کیا جائے اہل دین و امانت اس کی تعبیر کرتے ہیں ظاہری کلمات اور نظارے کی بناء پر کبھی کسی نے گستاخی دے دی کے مستور نہیں لگائے۔“

(خواب اور بشارات پر اعتراضات کا علی محکمہ ص ۵۹، منہاج القرآن پبلی کیشنز لاہور)

رضا خانیو! اب تو شرم کرو آپ کا اپنا شیخ الاسلام کہہ رہا ہے کہ خواب ایک تعبیر طلب چیز ہوتی ہے اس کی دنیا پر آج تک کسی نے کفر و گستاخی کا فتویٰ نہیں لگایا اور یاد رہے کہ طاہر القادری کوئی معمولی آدمی نہیں دعوت اسلامی کے دفاع میں شائع ہونے والی کتاب ”دعوت اسلامی کے خلاف پروپیگنڈے کا جائزہ“ مطبوعہ تنظیم اہلسنت کراچی میں اس شخص کو کافر و گمراہ کہنے والوں پر رضا خانی مفتیوں نے کفر کے فتوے لگائے تھے۔

بریلوی مولوی ابوالکیم صدیق قانی لکھتا ہے:

”ہم روایا کے حالات و واقعات پر شریعت کے احکام نافذ نہیں ہوتے۔“ (آئینہ اہلسنت

ج ۱۵۸

خلق نظام فرید ہزاروی لکھتا ہے:

”محض خوابوں کو خصوصاً مردین یا خلفاء کے خوابوں اور انہی کی تعبیرات کو بنیاد بنا کر کسی پر کفر کا فتویٰ لگانا یا خلافت کا فتویٰ لگانا کہاں کی عقلداری ہے۔“ (انوار رضا کا انٹرنیٹ اور دہلی، ص ۴۳۳)

یعنی ان مولویوں کے بقول کاشف اقبال صاحب عقل ہی سے نارنج ہیں۔ اسب آئے رضا خانی مولوی کے پیش کردہ خوابوں میں سے چند کی وضاحت پیش خدمت مسیبن پوری دیک کا اندازہ اسی سے لگائیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

**اعتراف** ۷۷: توہین علی توہین الوہیت و رسالت اللہ کی گود میں نا تو توئی۔ لہذا بانی

یہ جہلانہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے: بانی دیوبند مولوی قاسم نا تو توئی نے ایام حلیٰ میں خواب دیکھا تھا کہ گویا میں اللہ کی گود میں بیٹھا ہوا ہوں۔ (سوانح متاسی ۱۳۲ ج ۱، تذکرہ مشائخ دیوبند، ص ۱۵۳، بیضرات ۶۵، ص ۶۵، سوانح عمری، ص ۳) (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۶)

**الجواب**: اب کوئی اس جافل سے بچ چھے کہ اس میں کہاں ہے کہ نبوت و الوہیت اللہ کی گود میں ہے؟ ماقبل میں اصول گزر چکا ہے کہ خواب اپنے ظاہر پر جیسے ہوتا ہے ایک تعبیر طلب شے ہے اس کا سیدھا سادہ دھما مطلب و تعبیر ہے:

”تم کو اللہ تعالیٰ علم عطا فرمائے گا اور بہت بڑے عالم ہو گے اور نبی بہت شہرت ہوگی۔“ (سوانح قاسمی، ج ۱، ص ۱۳۲)

قرآن پاک میں اللہ کیلئے ہاتھ و چہرے، ہڈی کا ذکر آیا ہے تو اگر ان الفاظ میں تاویل

ہو سکتی ہے تو خواب کی تعبیر کیوں نہیں؟ وہاں الفاظ کو ظاہر پر کیوں رکھا جا رہا ہے؟ بریلوی شیخ الاسلام طاہر القادری اس خواب کی تعبیر کرتے ہیں:

”اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے فیض و برکت کا نصیب ہونا ہے۔“ (خوابوں پر مستشرقین کی مباحثہ ص ۶۸)

علامہ عبد الغنی یا بلخی لکھتے ہیں:

و من رأى انہ يعانقہ و يقبل عضوا من اعضائه فإز بالاجر الذى يطلبہ (تعطیر الانام، ج ۱ ص ۹)

جس نے خواب میں دیکھا کہ اللہ کے ساتھ معانقہ (گھلے) کر رہا ہے یا اس کے اعضاء میں سے کسی عضو کو بوسہ دے رہا ہے تو خواب والا انشاء اللہ اپنے مطلوبہ اجر کو پائے گا۔

مزید لکھتے ہیں:

و من رأى ان اللہ تعالیٰ مسح على راسه و بارک فإن اللہ تعالیٰ بخشہ بکرم و عذر و رزق القدرہ

(تعطیر الانام، ص ۹)

اگر کسی نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو اپنے سر پر دست مبارک رکھے دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے مخصوص بندوں میں شامل کرے گا۔

و من رأى انہ كان صاغر المحلى سبحانه و تعالیٰ احتسدى السبيل الصراط المستقیم۔ (تعطیر الانام، ج ۱ ص ۹)

اگر کوئی شخص خود کو خواب میں خداوند دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ شخص صراط مستقیم پر چلے گا۔

رضا خانیا گوید: تو تمہیں گستاخی کا فتویٰ نظر آنے لگا اب لگاؤ علامہ عبد الغنی یا بلخی پر بھی کوئی فتویٰ جو اللہ تعالیٰ سے گلے ملو رہا ہے ہیں بوسے دلوار ہے ہیں سر پر ہاتھ پھر دار ہے ہیں جبکہ خود خدا این رہے ہیں؟؟؟

اعتراض ۸: قرآن مجید پر پیشاب۔ نعوذ باللہ

ایک صاحب نے خواب دیکھا کہ میں نعوذ باللہ قرآن پر پیشاب کر رہا ہوں فرمایا بہت اچھا اور مبارک خواب ہے

(إضافات الیومیہ، ج ۹، ص ۲۳۲، مزید المجید، ص ۲۶، قصص الکابر، ج ۱۸، ملفوظات حکیم الامت، ج ۱۵، ص ۱۷۰)

(دع بندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۶)

**الجواب:** پہلے ملفوظات کی پوری عبارت پڑھیں:

”حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحبؒ کے زمانہ میں ایک شخص نے بڑا وحشت ناک خواب دیکھا کہ نعوذ باللہ نعوذ باللہ وہ قرآن شریف پر پیشاب کر رہا ہے آپ نے فرمایا کہ یہ بہت مبارک خواب ہے اس کی تعبیر یہ ہے کہ انتقام اللہ تمہارے لڑکا پیدا ہوگا اور وہ حافظ ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس کے لڑکے پیدا ہوئے اور وہ حافظ ہو گیا اب دیکھئے یہ خواب ظاہر میں تو نامبارک تھا مگر حقیقت میں مبارک تھا۔“ (ملفوظات، ج ۹، ص ۲۵۶، ملفوظ ۲۳۰)

رضا خانی کی بے ایمانی اور بددیانتی ملاحظہ ہو کہ حضرت حکیم الامتؒ خود بھی اس خواب کو ظاہر میں نامبارک کہہ رہے ہیں اور بیان کرتے ہوئے وہ بار ”نعوذ باللہ“ پڑھ رہے ہیں مگر یہ بے ایمان اس کو ذکر نہیں کرتا۔

شیخ عبد الغنی ناٹنسیؒ لکھتے ہیں:

”ومن رأى كذا على المصحف بحفظ احد اولاده الفيران الكبير“۔ (تعلیل الانام، باب الباء، المجلد)

اگر کسی نے دیکھا کہ گویا وہ قرآن مجید پر پیشاب کر رہا ہے تو اس کے بیٹوں میں سے کوئی ایک قرآن کریم حفظ کریگا

اب اگر غیرت ہے تو علامہ عبد الغنی ناٹنسیؒ پر بھی فتویٰ لگایا اپنی جہالت کا ماتم کرو۔

اختراص ۷۹: حضور اقدس ﷺ اردو میں دیوبندی علماء کے شاگرد۔ نعوذ باللہ ایک صالح فخر عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ ﷺ کو یہ کام کہاں سے آگئی آپ تو عربی ہیں فرمایا کہ جب سے مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آگئی سہماں اللہ اس سے رہے اس مدرسہ کا معلوم ہوا۔“ (پرائینٹڈ، ص ۲۶، دیوبندی، ص ۳۰، طبع کالجی)۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۶، ۸۷)

**الجواب:** اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ آپ کی زبان حدیث کو اردو میں علماء دیوبند و دارالعلوم دیوبند نے متعارف کروایا زمانہ گواہ ہے کہ حدیث رسول ﷺ کی جو خدمت دارالعلوم دیوبند نے کی زمانہ اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔

کسی دوسرے سے کوئی زبان سیکھ لینا اگر گستاخی ہے تو بخاری میں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے قبیلہ جرہم سے عربی زبان سیکھی۔ (بخاری، ج ۱، ص ۴۷۵)

مولوی نعیم الدین مراد آبادی لکھتا ہے کہ جب وہ سیوٹیل (علیہ السلام) بڑے ہوئے انہیں علم قریت حاصل کرنے کیلئے بیت المقدس میں ایک کبیر السن عالم کے سپرد کیا۔ (خزان العرفان، ص ۳۹۳)

بلکہ آپ کے حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی کا عقیدہ تو یہ تھا کہ شیطان ابلیس معاذ اللہ حضرت آدم علیہ السلام کا استاد تھا۔

(معلم تقریر، ص ۹۵)

اعتراض ۸۰: حضور اقدس ﷺ تھا نووی کی شکل میں۔ نعوذ باللہ

خواب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صحنہ نووی کی شکل میں دیکھا (اصدق الروایا، ص ۲۵، ج ۲)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۸)

**الجواب:** علامہ عبدالحق بابلیؒ کہتے ہیں:

”جو حضور ﷺ کی صورت میں متشکل ہوا ہو اور بادشاہت کا طالب بھی ہو تو بادشاہت حاصل ہوگی اور زمین کی اس فرمانبردار ہوگی، اگر ذلت کا شکار ہے تو اللہ تعالیٰ عزت عطا فرمائیں گے اگر علم کا طالب ہے تو اللہ تعالیٰ علم عطا فرمائیں گے فقیر ہے تو مستغنی ہوگا غیر شادی شدہ ہو تو شادی ہوگی“۔ (تعلیل الانام، ص ۷۳۲)

ملاحظہ فرمائیں اس قسم کے خواب کی کتنی خوشنما تعبیر علماء مہرین بیان فرما رہے ہیں مگر یہ

جاہلی اس پر گستاخی کا فتویٰ لگا رہا ہے۔

تمہارے الیاس قادری نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے شاہ عالم سے کہا:

”شاہ عالم! تمہیں اپنے اسباق رہ جانے کا بہت افسوس تھا لہذا

تمہاری جگہ تمہاری صورت میں تخت پر بیٹھ کر میں روزانہ سستی پڑھا

دیا کرتا تھا۔“ (تذکرہ صدر الشریعہ، ص ۸، ۳، ۴، ۵ مکتبۃ المدینہ)

اگر حضور ﷺ شاہ عالم کی صورت میں عالم خواب میں نہیں عالم بیداری میں آجائے تو یہ شاہ

عالم کی عقلمند اور خواب میں حضرت قنوتی کی شکل میں آجائے تو گستاخی؟ یا للجب پھر تو

شرم و حیا کر دو۔ اپنے مولوی کے یہ اشعار بھی پڑھو اپنے پیر کے بارے میں:

”تکسیر النبی ہے تجلی لریح کا

تصویر مصطفیٰ ہے نکار افرید کا

(دیوان محمدی، ص ۱۷۳)

ابھی جلوہ جو نکلاں پر ہوا احمد کی صورت میں

اسی جلوے کر پھر عریاں کیا مفسن کی کلیں میں

(دیوان محمدی، ص ۱۹۱)

جو محمد میں نکلا ہو کے محمد نہ بنے

کیوں اسے دور پر لٹکا نہیں شریعت والے

(دیوان محمدی، ص ۱۹۶)

اگر دتی برابر شرم و حیا ہے تو لگاؤ اپنے اس مولوی پر بھی کوئی فتویٰ۔

اعتراغی ۸۱: حضور اقدس ﷺ دیوبندی علماء کے باور پچی۔ نھو ہاٹ

ایک دن حاجی صاحب نے خواب دیکھا کہ انکی بھادچ کھانا پکا رہی ہیں اتنے میں حضور ﷺ

بھر لپ لائے اور فرمایا کہ اٹھو تو اس قابل نہیں کہ اس کے مہمانوں کا کھانا پکائے اس کے

مہمان علماء ہیں اس کے مہمانوں کا کھانا میں خود پکائوں گا۔“

(تذکرہ الرشیدیہ، ج ۱، ص ۳۶، تذکرہ مشائخ دیوبندی، ص ۱۱۳، امداد المصنفین، ص ۱۷۱، شامی، ص ۱۵)

(دیوبندی کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۷)

**الجواب:** قاضی رضا خانیت حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب کے سامنے جب بریلی مناظرے میں مظہر اسلام بریلی کے شیخ الحدیث سردار احمد گوروا سپوری نے یہی اعتراض پیش کیا تو حضرت نے اس کا یہ منہ توڑ جواب دیا جسے سن کر رضا خانانی مبہوت ہو گیا:

”گندی ذہنیت پر خدا کی لعنت اس خواب سے یہ ناپاک نتیجہ تو قیامت تک بھی نہیں نکل سکتا اس کی کھلی ہوئی تعبیر یہ ہے کہ حضرت حاجی صاحب کے متوکلین علماء کرام پر رسول اکرم ﷺ کی نظر کرم ہے اور ان پر حضور ﷺ کی بارگاہ سے فیوض و برکات اور علوم و معارف کا فیضان ہوتا ہے اور درحقیقت سارے علماء صالحین رسول اللہ ﷺ ہی کے دسترخوان کرم کے خوش چین ہیں۔“

حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خواب میں دودھ نوش فرمایا اور بچا ہوا حضرت عمرؓ کو پلا دیا اور پھر خود ہی اس کی تعبیر علم سے دی پس جس طرح اس خواب میں دودھ پلانے کی تعبیر علم سے دی گئی اسی طرح حضرت حاجی صاحب کے خواب میں بھی کھانے سے روحانی فخر یعنی علوم و معارف کی تعبیر نکالی جائے گی۔ اور اشارہ اس طرف ہو گا کہ حضرت حاجی صاحب کے یہاں جو طالبان معرفت آتے ہیں ان کو حضور سرور ﷺ کی طرف سے روحانی فیض پہنچتا ہے علاوہ ازیں یہ کہ کسی کو کھانا تیار کرنے کی وجہ سے ”باورچی“ یا ”پھنڈیارہ“ کہہ دینا آپ ہی کی گندی ذہنیت ہے آپ نے اگر حدیث کی سب سے پسلی کتاب مشکوٰۃ شریف پڑھی ہوگی تو اس میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی وہ روایت بھی دیکھی ہوگی جس میں انہوں نے حضور سرور ﷺ کے اوصاف حمیدہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ مکان یہ حصص نعلہ و بجلب شانہ یعنی میرے آقا خود ہی اپنی پاپوش مبارک کو نکال لیا کرتے تھے اور خود ہی اپنی بکری دودھ لیا کرتے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ کی یہی ذہنیت ہے تو اس حدیث کی وجہ سے آپ حضور ﷺ کو کیا کیا کہیں گے؟ کیونکہ آپ کے اس



گندے اصول پر ہر جوتے سینے والے کو مو پٹی (چسار) اور ہر وردہ دو پہنے گھوئی کبیرا  
جاوے گا ایسی گندنی ذہنیت پر خدا کی لعنت، مولوی صاحب اعتراض کرنے کیلئے بھی سلیقہ  
پاٹنے یہ مجلس مناظرہ ہے خالصی کا گھر نہیں

ہزار نکتہ بار یک تر زموا ینجا ست

نہ ہر کہ سربستہ اشد قلندر می داغ

(فتوحات لہمانیہ، ص ۶۷۳، ۶۷۴)

**اعتراض ۸۲:** حضرت ابو بکر و عمر شکل میں شیطان - خود ہاں

خواب میں حضرت ابو بکر و عمر شکل شیطان میں آسکتا ہے۔ (اضافات ایوب  
ج ۸، ص ۱۹۳)

(ذیودین کے بطلان کا انکشاف، ص ۹۰)

**الجواب:** معاذ اللہ اس مقلد میں کہیں بھی یہ نہیں کہا گیا کہ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ  
تعالیٰ عنہما شکل میں "شیطان" ہیں یہ اس بد بخت کی اپنی خیانت اور دل کی گندگی ہے۔ آج  
سے کچھ عرصہ قبل راقم نے چہانیاں کے ایک سعید بنی رستم خانی کو اس کا مدعہ توڑ جواب دیا تھا  
یہ یہاں پیش خدمت ہے۔

**اعتراض:** مولانا تھانوی نے اپنے ملفوظات حصہ ششم جز اول میں کہا ہے کہ:  
"حضور ﷺ کی شکل میں شیطان نہیں آسکتا اور نہ کسی اور نبی کی شکل میں شیطان متغافل ہو سکتا ہے  
عرض کیا گیا اگر صحابہ میں سے کسی کو خواب میں دیکھے مثلاً سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یا  
سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو۔ ان حضرات کی صورت میں شیطان آسکتا ہے مگر فرمایا  
مشہور قول پر سوائے انبیاء علیہم السلام کے سب کی شکل میں آسکتا ہے۔

اس میں حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شدید شکستہی ہے۔  
**جواب:** اس کا حقیقی جواب ملاحظہ فرمائے سے پہلے یہ بات دیرینہ نشین کر لیں کہ آپ نے جو  
حوالہ زیادہ ملفوظات کا ہے اور ملفوظات کے متعلق آپ کے اکابر کا اصول یہ ہے کہ:

”بزرگوں کے ملفوظات میں کچھ باتیں ان سے غلط منسوب ہو سکتی ہیں۔۔۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اصل واقعہ اور ہوا اور نقلین کو سمجھو ہو گیا ہو کیونکہ جس طرح حدیث کے راوی نقد ہوتے ہیں لیکن بعض اوقات باوجود صحبت سند کے حدیث کو ضعیف قرار دے دیا جاتا ہے۔“ (عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ حصہ اول، ص ۳۹۱، ۳۹۲)

”ملفوظات کے ذریعہ صاحب ملفوظات پر طعن نہیں کیا جاسکتا۔۔۔ ملفوظات جبکہ ان کی تاریخی حقیقی حیثیت بھی مسلم نہیں، کی بناء پر اولیاء اللہ پر کوئی طعن نہیں کیا جاسکتا۔“ (روئید ادمناظر و پنڈی گستاخ کون، ص ۵۳۱، ۵۳۲)

جب آپ کے اکابر کو یہ بات مسلم ہے کہ ملفوظات میں اکثر بزرگوں کی طرف عنایت باتیں منسوب ہو جاتی ہیں اور ان کی کوئی تاریخی حیثیت نہیں لہذا ان کی وجہ سے صاحب ملفوظات پر کوئی طعن نہیں کیا جاسکتا تو محض تعصب کی بناء پر آج ملفوظات کی بنیاد پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پر اتنا سنگین فتویٰ لگاتے ہوئے آپ لوگوں کو ذرا بھی شرم نہیں آتی؟ اور آئے بھی کیوں ان بزرگوں پر طعن و تشنیع کر لے سے ان لوگوں کی روزی و روٹی وابستہ ہے شرم نہ کریں تو کھائیں گے کہاں سے؟

**نوٹ:** بعض حضرات اس کے جواب میں ہمارے اکابر کے بعض حوالے نقل کرتے ہیں کہ ملفوظات محترم ہیں تو یہ بریلویوں کی جہالت ہے اس لئے کہ وہ یہ حوالے اس وقت نقل کرتے جب یہ دعویٰ ہمارا بھی ہوتا ہم یہ باتیں صرف بطور الزامی جواب کے کر رہے ہیں اگر بریلویوں کو الزامی اور تسلیمی جواب میں فرق معلوم ہوتا تو اس قسم کی جہالتوں کا مظاہرہ کبھی نہ کرتے۔ دوسری بات حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق آپ کے مسلک کے استاد و علمائے مولوی فیض احمد صاحب گوڑ وی لکھتے ہیں:

”مولوی اشرف علی صاحب تھانوی جو ہر مسئلہ کو خالص شرعی نقطہ نظر سے دیکھنے کے عادی تھے“ (مہر میر، ص ۲۶۸، فصل ۷)

اس حوالے سے معلوم ہوا کہ حضرت نے ملفوظات میں جو کچھ کہا وہ خالص شرعی نقطہ نظر سے کہا اب آپ یا تو اس کی مخالفت کر کے شریعت کے مخالفت کر رہے ہیں یا اپنے مولوی جی کو

تجدید تسلیم کریں۔

قارئین کرام! مولانا تھانویؒ نے لکھا ہے مشہور قول یہ ہے کہ خواب میں شیطان سوائے انبیاء کے سب کی شکل میں آ سکتا ہے۔ حکیم الامت نے مشہور قول لکھا ہے تو اب چاہئے تو یہ تھا کہ بریلوی مستند علماء کرام کے قولوں سے یہ جہت کرنے کہ حضرت تھانویؒ نے جو فرمایا وہ غلط ہے اور مشہور قول یہ مگر معرض ایسا نہ کر سکے اور انشاء اللہ تاقیامت ثابت نہ کر سکیں گے۔ محدثین کرام کی سنئے

۱۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

اگرچہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو طاقت دی ہے کہ وہ جس کی شکل میں آنا چاہے آ سکتا ہے لیکن سرکارِ طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل و صورت میں نہیں آ سکتا۔

(فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۷۷، کتاب التعمیر حدیث نمبر ۶۹۹۷-۶۹۹۸)

۲۔ ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں۔

بعض حضرت فرماتے ہیں سرکارِ کی اللہ نے خصوصیت رکھی ہے کہ ان کو دیکھنا عجز کیا ہے اور صحیح ہے اور شیطان کو روک دیا ہے کہ وہ سرکارِ طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں آئے۔

(حاشیہ مشکوٰۃ شریف ج ۲ ص ۳۹۴)

۳۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں۔

بعض ارباب تحقیق لکھتے ہیں کہ شیطان خواب میں آکر لوگوں کو یہ دھوکا دے سکتا ہے کہ میں خدا ہوں مگر سرکارِ طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں ہرگز نہیں آ سکتا۔

(اشعۃ اللمعات ج ۳ کتاب الروایۃ، فصل ۱ ص ۶۸۱)

ان تمام کا مفہوم مخالف یہ لگتا ہے کہ نبی ﷺ کی شکل میں تو شیطان متغلب نہیں ہو سکتا اس کے علاوہ ہر ایک کی شکل میں آ سکتا ہے اور مفہوم مخالف کے متعلق فاضل بریلوی کا اپنا فیصلہ ہے کہ صحابہ و اہل ان کے بعد کے لوگوں کے کلام میں مفہوم مخالف کا اعتبار کی جائیگا۔

(فتاویٰ رضویہ ص ۱۰۵)

مولوی فیض احمد اویسی صاحب کا فتویٰ

بریلوی فیض ملت شیخ الحدیث والتفسیر مولوی فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں کہ: شیطان کسی نبی کی صورت اختیار نہیں کر سکتا مواہب لدنیہ میں میں اس کو حضور کے خصائص میں شمار کیا گیا ہے۔ {ازائین سرکار مدینہ ص ۵}

اور ”مناظر صاحب“ کے علم میں تو یہ بات ہوئی چاہئے کہ الخاصیۃ مایو جہ فیہ ولا یو جہ فی ظہورہ

بلکہ فیض احمد اویسی تو اس سے بھی بڑھ کر لکھتے ہیں:

”علماء کرام نے اس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی دوسرے شخص کو یہ خصوصیت حاصل نہیں اور آپ کے سوا بڑے سے بڑے شخص کی صورت شیطان اختیار کر سکتا ہے۔“ {ازائین سرکار مدینہ ص ۱۱}

اس عبارت پر بار بار غور فرمائیں اور جواب دیں کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ کے ملفوظات اور اس عبارت میں مفہوم و مطلب کے اعتبار سے کیا فرق ہے؟ ہم امید کرتے ہیں کہ آپ انصاف و دیانت کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے وہی فتویٰ فیض احمد اویسی صاحب پر بھی لگائیں گے جس فتوے سے آپ نے مظلوم تھانوی کو نوازا ہے۔

احمد رضا خان کا فتویٰ:

”حضور اقدس علیہ افضل الصلوٰت والتسلیمات کے ساتھ شیطان تمثیل نہیں کر سکتا حدیث میں ہے۔۔۔ ہاں نیک لوگوں کی شکل بن کر دھوکہ دے سکتا ہے بلکہ اپنے آپ کو الٰہ ظاہر کر سکتا ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۹، ص ۲۵۳)

بریلوی اشکالات اور ان کے جوابات

**اشکال نمبر ۱:** کثر الاحمال میں ہے کہ من و انی فی المنام فقد و انی فان الشیطان لا یتمثل بی و من رای ابناہمکر الصدیق فقد و انی فان الشیطان لا یتمثل بی۔

اس طرح ایک حدیث میں ہے کہ "من رانی فی المعصم فقد رانی حلفاء ان الشیطان لا یمثل بی ولا بالکعبۃ"

**جواب:** آپ نے جو کنز العمال کی حدیث پیش کی اس کی کوئی سند کنز اعمال میں موجود نہیں۔ سعیدی صاحب افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اپنے اکابر کیلئے تو آپ کے یہ اصول ہیں کہ ان کو گتہ ثابت کرنے کیلئے کوئی قطعی ثبوت پیش کرنا اور دوسروں پر گستاخی کے ثبوت لگانے کیلئے اس طرح کی بے سند حدیثوں کو دلیل دیتے ہوئے آپ لوگوں کو ذرا بھی خدا کا خوف نہیں؟ کچھ تو شرم کیجئے ایک دن مرنا ہے اللہ کو منہ دکھانا ہے۔ جہاں تک دوسری روایت کا تعلق ہے تو اس میں لا بالکعبۃ کے بارے میں طبرانی نے اسی حدیث کے متصل لکھا ہے کہ لا بالکعبۃ کی زیادتی میں عبد الرزاق منفرد ہیں اور بیہ یادی محفوظ بھی نہیں۔

طبرانی کی پوری عبارت اس طرح ہے:

"لم یروہ عن زید بن اسلم الا معمر ولا عن معمر الا عبد الرزاق بطور یدابن السری ولا یروی عن ابن سعید الا یہذا الاستاذ ولا یعقظ فی حدیثہ ولا بالکعبۃ الا فی هذا الحدیث۔ (المعجم الصغیر ص ۵۵)

واقعی جب آدمی کے دل سے خدا کا خوف نکل جائے تو وہ اس قسم کے جھوٹ اور زیادت کرنے سے بھی نہیں شرماتا ہم اس حرکت پر سوائے افسوس کے اور کیا کہہ سکتے ہیں یا د رہے کہ اگر آپ یہ تمام باتیں کسی صحیح حدیث سے بھی ثابت کر دیں تب بھی آپ کے بڑوں کا اصول ہے کہ حدیث کی سند صحیح ہونے کے باوجود وہ موضوع ہو سکتی ہے، اس اصول کو اچھی طرح ابن نشین کر کے کسی حدیث سے ہمارے مخالف استدلال کیا کریں۔

**اعتراض:** تفسیر حقی میں صدیق وقت کو بھی مستثنیٰ کیا گیا ہے۔

**جواب:** تفسیر حقی ایک غیر معتبر تفسیر ہے ہمارے نزدیک اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

**اعتراض:** تادی رضویہ میں سالفین کی صورت میں تشنل کا ذکر ہے صدیقین کا نہیں اور تادی رضویہ میں شیطان کی زبان سے خدا کا ہونے کا دعویٰ مذکور ہے یہ پرگز نہیں کہ اللہ کی صورت میں تشنل ہو سکتا ہے یہ یوہندی جھوٹ ہے۔

**جواب:** آپ کے اعلیٰ حضرت نے نبی ﷺ کا استثناء کر کے کہا ہے کہ نیک لوگوں کی صورت میں مستعمل ہو سکتا ہے جب نیک لوگوں کی صورت میں ہو سکتا ہے تو کیا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ کے مذہب میں نیک لوگ نہیں ہیں؟ باقی فتاویٰ رضویہ کی عبارت دیکھ لیں اس میں کہیں بھی دعویٰ کا ذکر نہیں جھوٹ تو آپ بول رہے ہیں محض فتوے لگانے سے تو کسی بات کا جواب نہیں ہو سکتا وہاں صاف لکھا ہے کہ خود کو الہ ظاہر کر سکتا ہے اور یہ ظہور مستعمل ہونے کی صورت میں ہی ہوگا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ عقلمند کیلئے اتنی باتیں کافی ہیں لیکن اگر بریلویوں کو آرام نہ آیا تو۔۔۔۔۔  
 ان کانت العقرب تعود فالتعلل لہا حاضرة  
 یارزندہ و محبت ہانی

اعتراض ۸۳: ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو بیوی سے تعبیر کرنا۔  
 - نعوذ باللہ

اس عنوان کے تحت ایک مشہور اعتراض کیا۔ (دیوبندیت کے بظان کا انکشاف، ص ۸۹)  
 اس کا جواب بھی راقم ایک مضمون کی صورت میں دے چکا ہے ملاحظہ ہو۔  
 بعض لوگوں کی طرف سے حضرت حکیم الامت مولانا شرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ انھوں نے اپنے رسالہ میں ایک خواب جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لائی تھیں کی تعبیر نیک صالحہ بیوی سے دی تھی اور یہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کھلی توہین ہے کیا کوئی اپنی ماں کو دیکھ کر جوڑی کی تعبیر نکالتا ہے۔۔۔؟ مجاہد تحریف مولوی عمر انجمنی ان الفاظ میں لوگوں کو ہدایاں دیتے ہیں:

فرمائے جناب جو ماں کی رو یا کو کسمن بیوی سے تعبیر کرے اس پر آکالونی کیا ہے جس مذہب کے معتقد یا ان خیالات باطلہ کے ہوں کہ باپ کو بھائی کہیں بلکہ اس سے بھی ذلیل اور والدہ کو بیوی سے تعبیر کریں ان کے ایمان کا حال آپ خود دیکھ لیں۔ (مقیاس حقیقت ص ۲۱۹)

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ پر یہ اعتراض کرنا کہ اس تعبیر سے انھوں نے ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی توہین کی ہے العیاذ باللہ سرسرفن تعبیر سے جہالت اور قوسب اور نہ دھری ہے۔ قارئین کرام یہ بات ہم اپنے مضمون ”حکیم الامت“ پر مرید کوکلہ پڑ جانے کا اہرام کا جواب ”میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں کہ خواب بعض اوقات بہت ہی وحشت ناک ہوتا ہے مگر اسکی تعبیر بہت ہی عمدہ اسی طرح خواب کبھی بہت عمدہ ہوتا ہے مگر تعبیر بہت ہی خراب جس کی متعدد مثالیں دے چکے ہیں۔ اسی لئے خواب کو یا اس کی تعبیر کو کبھی ہر حال پر چسپ کرنا کھٹن جہالت اور نادانی ہے۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے جو اس خواب کی تعبیر دی وہ بالکل خشک اور سرفن تعبیر کے عین کے مطابق ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق نابلسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب جو فی تعبیر کے موضوع پر ہے بنام ”تعلیل الامام فی تعبیر النام“ میں لکھتے ہیں کہ:

ومن داعی و جل احلام من اذواج النسی بالتحریر و کمان اعزب و تزوج امر افاصلحة

{ تعلیل الامام فی تعبیر النام، ص ۷، الفصح بیروت }

اور جس کسی شخص نے خواب میں ازواج مطہرات میں سے کسی کو دکھا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ایک صالحہ عورت سے شادی کرے گا۔

اللہ اکبر!! ایتائے مولوی عمر احمد چھوٹی صاحب شیخ عبدالحق نابلسی رکنا مستوی ہے جو مرید حضرت عاتکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہیں بلکہ تمام ازواج النبی علیہم السلام کے متعلق لکھتے ہیں کہ اگر کسی مرد نے ان کو خواب میں دیکھا تو یہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے ہاتھ ایک صالحہ عورت آئے گی۔ لیکن ان پر کوئی فتویٰ لانے سے پہلے یہ یاد رکھ لیں کہ یہ وہی شیخ عبدالحق نابلسی ہیں جن کے متعلق آپ کے علمبردار مولوی احمد رضا خان قنوی رضویہ جلد ۲۶ ”امام عارف باللہ سیدی عبدالحق نابلسی فرماتے ہیں۔۔۔ لکھتے ہیں اور ہی لقب ان کو اپنی کتاب ”بریق المنار“ میں دیتے ہیں اور ان کی تعریف سے پھولے نہیں مانتے کہیں ان کو امام مدوح اور کہیں شیخ اشیر لکھتے ہیں۔ پس اگر معاذ اللہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ اس تعبیر سے کافر اور گستاخ ظہر سے تو شیخ عبدالحق نابلسی رحمۃ اللہ علیہ بھی گستاخ اور کافر ہیں معاذ اللہ اور اگر وہ کافر ہیں تو آپ کے علمبردار و علی کافر ہوئے جو ایسے شخص کو امام، عارف، باللہ اور نہ جانے کیا کیا لقب دے رہے ہیں

ہیں۔۔۔۔۔ کہنے کیا جواب ہے۔۔۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ پر الزام لگانے والوں نے ذرا اپنے گھر کی خبر لو  
مولوی عمر اچھروی صاحب آخر کس مذہب سے ہم پر اس قسم کا الزام لگاتے ہیں صاحب لاکھ ان کے  
اظہار نے اپنے شاعری کے مجموعہ ”حدائق بخشش حصہ سوم“ میں حضرت ام المومنین کی جس  
طرح گستاخی کی ہے اس سے آج بھی ہر مسلمان کا دل خون کے آنسو رو رہا ہے کیا وجہ ہے کہ  
بریلویوں نے اپنے اظہار کو بچانے کیلئے اس دیوان کو بالکل غائب کر دیا ہے۔۔۔ افسوس  
ما حزنہ ہو:

نگ و چست ان کا لباس اور وہ جو بن کا اہجار  
مسک جاتی ہے قبا سے کمرنگ لے کر  
یہ پھٹا پڑتا ہے جو بن مرے دل کی صورت  
کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینہ ویر

(حدائق بخشش ج ۳ ص ۳۴)

یعنی ان (حضرت عائشہؓ) کا لباس ایسا نگ اور چست ہے اور پھر اس پر متضاد سینے کا اہجار لیا  
تھا کہ آپ کا سچا بدن مرے کمرنگ پھٹا جا رہا تھا قریب ہے کہ ان کی جہانی کا اہجار مرے دل کی  
مانند پھٹتا جا رہا ہے اور سینہ اور جسم کے لباس کی تنگی کی وجہ سے کپڑوں سے باہر ہوتے جا رہے  
ہیں۔ العیاذ باللہ۔۔۔ ثم العیاذ باللہ۔۔۔ ثم العیاذ باللہ

{نوٹ:} بعض جاہل بریلوی یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ حکیم الامتؒ نے کس عورت سے کیوں  
تعبیر دی۔۔۔ تو اس کا جواب ہے کہ یہ اعتراض کرنا محض ضد اور میں نہ مانوں ہے۔۔۔ اول تو ان  
کے اکابر نے کہیں بھی کم سن لڑکی کی قید نہیں لگائی بلکہ مطلقاً۔۔۔ گستاخی کا کہا ہے۔۔۔ اور اصل  
اعتراض نکات میں آنے کا ہے خواہ وہ کس ہو یا بڑی۔

اعتراض ۸۴: دیوبندیوں کا کلمہ لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول الف  
دیوبندیوں کا درود اللھم صلی علی سیدنا وعبیدنا ومولانا اشرف علی۔۔۔ نعوذ باللہ



دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف جس ۹۴، ۹۱ پر ایک مشہور اعتراض کیا اس کا جواب بھی ایک مقالے کی صورت میں اسے چکا ہوں ملاحظہ ہو۔ البتہ اس کا ایک اصولی جواب خود رضا خانی مولوی سے ملاحظہ ہو جو اسی خواب کے متعلق لکھتے ہیں:

”علمائے اہلسنت کا اعتراض خواب پر نہیں بلکہ بیداری میں کلمہ پڑھنے پر ہے۔“ (عبارات اکابر، ص ۳۸۳، ج ۱)

ہاں جب بقول آپ کے علمائے اہلسنت کو خواب پر کوئی اعتراض ہی نہیں تو تم اسے خواب کے عنوان ذکر کر کے اپنے بارے میں خود فیصلہ کر لو کہ کون ہو۔

اعتراض پھر بریلوی حضرات کی طرف سے حضرت حکیم الامتؒ پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ان کے مرید نے ان کے نام کا کلمہ اور درود پڑھا اور حضرت حکیم الامتؒ نے بجائے اس پر سرزنش کرنے کے ان کے قبیح سنت ہونے کی گواہی دی۔ جس کی وجہ سے یہ کافر ہیں معاذ اللہ۔

(۱) انھوں نے نبوت کا دعویٰ کیا (العیاذ باللہ)

(۲) صاحب واقعہ کو سرزنش اور تنبیہ نہیں کی حالانکہ وہ اس کا مستحق تھا کہ اس کو تجویذ ایمان و نکاح کا کہتے مگر انھوں نے ایسا نہ کیا اور کفر پر راضی رہنا خود کفر ہے لہذا حکیم الامتؒ کا ٹھہر ہونے۔ معاذ اللہ

(۳) ایسے شیخ خانی دوسرے کو حالت محمود پر کیوں حمل کیا اور اس کی تعبیر کیوں دی؟ مولوی حمزہ چھرو دی نے اس اعتراض پر یہ سرخی قائم کی ”دیوبندیوں کا کلمہ بھی مسلمانوں سے جدا ہے۔“ اور رضا خانی فورم پر بھی اس اعتراض پر یہی عنوان ہے۔

انعام الصمیمین (علیہ السلام) فقیر اس کے دو جوابات دیے ایک ”تحقیق“ دوسرا ”الزامی“۔

تحقیقی جواب

اس اعتراض پر تفصیلی جواب دینے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کو خود حضرت تھانویؒ کے اس ارادہ مند کے اپنے الفاظ میں بقدر ضرورت نقل کر دیں۔ وہ صاحب کہتے

تھاکہ:

اور سوچا کچھ حرم بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور کا نام لیتا ہوں اسے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اس کو صحیح پڑھنا چاہئے اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں دلی پر یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بے ساحت بہائے رسول اللہ کے ﷺ کے نام کے اشرف علی کل جاتا ہے حالانکہ تجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں ہے لیکن بے اختیار زبان سے یہی نکل جاتا ہے۔ دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور ﷺ کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور ﷺ کے پاس تھے لیکن اسے میں میری یہ حالت ہوگئی کہ میں کھڑا کھڑا ابوجاس کے کہ رقت طاری ہوگئی نہ میں پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ چیخ ماری۔ اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہ رہی اسے میں بعد خواب سے بیدار ہو گیا لیکن بدن میں بدستور بے حس تھا اور وہ اثر نا طاقتی بدستور تھا لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور ﷺ کا ہی خیال تھا لیکن حالت بیداری میں جب کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا رد ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جاوے بایں خیال بندہ جہنم گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں اللھم صلی علی سیدنا و نبینا و مولانا اشرف علی۔ حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں۔ اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت دانی خواب دیا اور بھی بہت سے (وجوہات ہیں) جو حضور (یعنی حضرت تھانویؒ) کے ساتھ باعث محبت ہیں کہاں تک عرض کروں۔

(الامداد ص ۵، ماہ صفر ۱۳۳۶ھ)

قارئین کرام اس عبارت میں اس بات کی تصریح ہے کہ کلمہ طیبہ کی غلطی خواب میں ہوئی تھی اور صاحب خواب اس پر خاصہ پریشان ہوا اور خواب میں بھی اپنی غلطی کا احساس کرتا رہا لیکن بے ساحت زبان سے غلط کلمہ نکلا رہا اور جب بیداری میں درود شریف غلط پڑھا تو اس میں بھی وہ کہتا ہے کہ "بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان قابو میں نہیں ہے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ

اپنی اس غلطی پر بھی وہ ”خواب رویا“۔ اب اس مقام پر چند باتیں قابل غور ہیں ذرا غصہ سے دل سے اس پر غور فرمائیں۔

(۱) پہلی بات خواب کی ایک صورت ہوتی ہے اس میں جہاں ایک حقیقت ہوتی ہے جس کو تعبیر کہتے ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خواب بڑا خوشنما ہوتا ہے لیکن اس کی تعبیر انتہائی بھیاں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ خواب بظاہر بڑا خوفناک لیکن اس کی تعبیر خوش آئند ہوتی ہے اور تعبیر سامنے آنے کے بعد خواب دیکھنے والے کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ اس دوسری مد کے خوابوں کے بارے میں بطور اختصار صرف دو جوئے عرض کر دیں گے۔

☆ حضور اکرم ﷺ کی چچی حضرت ام الفضل بنت الحارثؓ نے ایک خواب دیکھا اور آنحضرت ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ آج رات میں نے ایک برا خواب دیکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ کیا خواب ہے۔ انھوں نے فرمایا وہ بہت ہی سخت (اندیشہ) ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قافا پوچھی کہ خواب کیا ہے؟ حضرت ام الفضلؓ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا آپ ﷺ کے جسم مبارک سے ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں ڈالا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے بہت اچھا خواب دیکھا اس کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ میری اہل بیت جگر بنی (سیدہ حضرت فاطمہؓ) کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا جو تمہاری گود میں کھیلے گا۔ چنانچہ حضرت حسینؑ پیدا ہوئے اور میری گود میں کھیلے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا۔ [مشکوٰۃ ص ۲۷۵ ج ۲]

ملاحظہ کیجئے بظاہر کس قدر برا خواب تھا کہ حضرت ام الفضلؓ بھلانے سے بھی گھبرا رہی تھیں مگر اس کی تعبیر کس قدر خوشنما تھی۔ ایک اور مثال حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہؒ کی ملاحظہ تاکہ باہمی حقیقت کی آنکھیں کھل جائیں جو حضرت حکیم الامتؒ کے مرید کے خواب پر طرح طرح کے اعتراض کرتے ہیں۔

☆ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ آنحضرت ﷺ کے مزار اقدس پر پہنچے اور وہاں پہنچ کر مرقد مبارک کو اکھاڑا (العیاذ باللہ) پس اس پریشان کن اور وحشت انگیز خواب کی اصلاح انہوں نے اپنے استاد کو دی جو اس زمانے میں

حضرت امام صاحب علیہ الرحمۃ مکتب میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ ان کے استاد نے فرمایا اگر واقعی یہ خواب تمہارا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ تم جناب نبی اکرم ﷺ کی احادیث کی پیروی کرو گے اور شریعت محمدیہ ﷺ کی پوری کھود کرید کر دو گے۔ جس طرح استاد نے فرمایا تھا یہ تعبیر حریف بھرف پوری ہوئی۔ (تعبیر الروایا ص ۱۰۸ اکبر بک سنٹر)۔

خود فرمائیں کس قدر وحشت ناک خواب ہے لیکن تعبیر کس قدر خوشنما ہے۔۔۔ چنانچہ بریلوی حضرات حضرت امام ابو حنیفہؒ پر کیا فتویٰ لگائیں گے؟ ۹۲ میں حلفیہ یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ اگر یہاں میں نے امام ابو حنیفہؒ کی جگہ کسی دیوبندی عالم کا نام لکھا ہوتا تو بریلوی حضرات اب تک یہ فتویٰ لگا چکے ہوتے کہ ”دیوبندیوں نے دشمنی رسول ﷺ میں ان کی قبر مبارک کو بھی اکھاڑ پھینکا“۔ العیاذ باللہ۔ اللہ پاک سمجھ دے۔

ان دونوں خوابوں کے بتلانے کا مقصد یہ تھا کہ بظاہر اگرچہ خواب خوفناک ہو لیکن ضروری نہیں کہ اس کی تعبیر بھی خوفناک ہو۔۔۔ پس جو خواب حضرت حکیم الامتؒ کے مرید نے دیکھا تھا اگرچہ بظاہر خوفناک تھا لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تعبیر بھی خوفناک ہو۔ جیسا کہ آگے ہم خود حضرت حکیم الامتؒ کے اقوال سے اس کو ثابت کریں گے۔

(۲) قارئین کرام یہ ایک خواب تھا اور خواب نیند کی حالت میں دیکھا جاتا ہے اور نیند کی حالت میں جو کلمات زبان سے سرزد ہوتے ہیں شریعت میں ان کا کوئی اعتبار نہیں۔ بالفرض اگر کسی سے خواب میں الفاظ کفریہ سرزد ہو جائیں تو اس پر حکم کفر ہرگز نہ لگایا جائے گا۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

زَلِيعَ الْقَلَمِ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ الثَّانِمِ حَتَّى يَسْتَقِطَ وَ عَنِ الْخَيْفِ حَتَّى يَبْرَأَ وَ عَنِ النَّاسِ حَتَّى يَكْفُرَ

{الجامع الصغير ج ۲ ص ۲۳}

تین شخص مرفوع القلم ہیں (یعنی شرعی قوانین کی ذمہ سے محفوظ ہیں) سونے والا جب تک کہ بھلا نہ ہو اور جنون میں مبتلا یہاں تک کہ اس کو افاقہ ہو جائے اور بچہ جب تک کہ بالغ نہ ہو جائے اور حضرت عمرؓ اور سیدنا حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ:

زَفِيعُ الْقَلَمِ عَنْ ذَلَالَتِهِ عَنِ الْمَجْلُوْنَ الْمَغْلُوْبِ عَلَى غَفْلِهِ خَفِيَ فَبَزَّ أَوْ عَنِ النَّاسِ بِمِ  
خَفِيَ بِسَبْقِطٍ وَعَنِ الْمَصْبِي حَسْبِي بَخْتَلِيمُ (الجامع الصغير ج ۲ ص ۲۴)  
تین شخص مرفوع القلم ہیں (یعنی شرعی قوانین کی زد سے محفوظ ہیں) جنہوں جس کی عقل پر پردہ پڑا  
ہو ہے اور سونے والا جب تک کہ پیدا نہ ہو اور بچہ جب تک کہ بالغ نہ ہو جائے  
ایک روایت میں آتا ہے کہ سیدنا حضرت قتادہؓ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد  
ہے کہ

اِنَّهُ لَيْسَ فِي الْقَوْمِ نَقِيرٌ لِّمَنْ وَانْشَأَ الْقَطْرِ لَطْفٌ لِّمَنِ الْيَغْفِلُوْهُ (ترمذی ج ۱ ص ۲۵)  
یعنی تینوں کی حالت میں کوئی کوتاہی اور جرم نہیں ہاں بیداری کی حالت میں کوتاہی ہو تو اس میں جرم  
ہے۔

ای قسم کی روایات سے حضرات فقہاء کرامؒ نے یہ قاعدہ اور اصول اخذ کیا ہے کہ نیند  
کی حالت میں کوئی بھی بات کسی بھی درجہ میں قابل اعتبار نہیں۔ خواہ کوئی اسلام لانے یا خواہ معاذ  
اللہ کوئی مرتد ہو جائے خواہ کوئی نکاح کر لے یا اخلاق دے دے۔ چنانچہ علامہ محمد امین بن عمر  
انشائیؒ لکھتے ہیں

وَلَمَّا لَا يَنْصِفُ بِصِدْقٍ وَلَا يَكْذِبُ وَلَا خَيْرٌ وَلَا شَرٌّ فِي الْبُخْرِ يَرُوقُ نَبْطَلُ عِبَادِ اللَّهِ  
الْإِسْلَامُ وَالزُّكُوفُ وَالْخُلَاقُ وَلَمْ تَرْصَفْ بِخَيْرٍ وَلَا أَنْشَأَ بِصِدْقٍ وَكَذِبَ كَالْخَبَائِ  
الْطُّيُورِ

{شامی ج ۲ ص ۵۸۸، طبع مصر فی مطلب طلاق المدھوش}  
اُسے تحریر فرماتے ہیں کہ:

وَمِثْلُهُ لِي فِي الْقَوْلِ بِقَهْذِ أَصْبَحَ "لِي أَنَّ كَلَامَ النَّاسِ لَا يَسْمُو كَلَامًا لَفَسَدًا وَلَا  
شَرًّا بِسُوءَةِ الْفِعْلِ

اور اسی لئے سونے والے کا کلام صدق و کذب خیر و شر سے متصف نہیں ہوتا اور تحریر و اصلاح  
منہا ہے کہ سونے والے کا کلام مثلاً اسلام لانا یا مرتد ہو جانا یا بیوی کو طلاق دینا (وغیرہ) یہ سب لغو  
الذہب کا ہے نہ اس کو خبر کیا جاسکتا ہے اور نہ انشاء اور نہ کج اور نہ مستحسب جیسے پرندوں کی

آواز۔ اور ایسا ہی تلوح میں ہے پس اس عبارت سے صراحت معلوم ہوا کہ نیند کی حالت کا کلام نہ لفظ کلام ہے اور نہ شرعاً جیسے مکمل۔

حدیث اور فقہ کے ان صریح حوالوں سے معلوم ہوا کہ نیند اور خواب کی حالت کی بابت پر کوئی فتویٰ صادر نہیں ہو سکتا۔ جب مسئلہ کی حقیقت یہ ہے تو حضرت تھانویؒ ایسے شخص پر کس طرح فتویٰ لگائے اور کس طرح اس کو کافر اور مرتد کہتے۔؟

انصاف۔۔۔ انصاف۔۔۔ انصاف

{اعتراض} ٹھیک ہے بھائی آپ کی یہ بات تو ہم مان لیتے ہیں کہ کبھی خواب کی حقیقت کوئی اور ہوتی ہے ظاہر کوئی اور اور نیند میں مواخذہ نہیں مگر آپ لوگوں کو کس طرح دن دھارے دھو کر دے رہے ہیں آپ کو شرم آتی چائے کہ وہ مرید آگے خود لکھتا ہے کہ جب نیند سے بیدار ہوا تب بھی یہی حالت تھی۔ اب تو نیند والی حالت تھی۔ اب کفر کیوں نہ ہوا؟۔ جناب مسسین بریلوی ہوں بریلوی اعلیٰ حضرت کا تائب میرے سامنے سوچ سمجھ کر بات کرنا۔

{خاتم النبیین ﷺ کا کلام} : جناب آپ بریلوی ہیں یہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے اور بریلوی کسی قسم کی مخلوق ہے بھلا ان کو مجھ سے زیادہ کون جانتا ہوگا۔۔۔ جیسا کہ آپ کے بھی علم میں یہ بات ہے۔۔۔ آپ نے یہ تو تسلیم کیا کہ یہ بات خواب کی تھی اور خواب پر مواخذہ نہیں شکر ہے ورنہ اس سے پہلے تو یہی رت کہ کافر کا کفر خواب میں کلمہ پڑھا کفر۔۔۔ اس بار جو آپ نے حضرت تھانویؒ کو کافر ثابت کرنے کیلئے استدلال کیا اور اعتراض کیا اس کا جواب بھی ملاحظہ فرمائیں۔

یہ بات میں پہلے ثابت کر چکا ہوں کہ اس شخص کی زبان سے یہ کلمات بیداری میں غیر اختیاری طور پر نکلے تھے جس کا اظہار اس نے خود کیا اور اس پر کافی پریشان بھی تھا بلکہ وہ خود کہتا رہا کہ سارا دن روتا رہا اس حرکت پر۔ اور جناب والا بیداری میں غیر اختیاری طور پر زبان سے جو بات سرزد ہو جاتی ہے گو وہ بات کفر ہی کیوں نہ ہو شریعت اس پر بھی کفر و ارتداد کا کوئی حکم نہیں لگاتی۔ قرآن کریم میں مومنوں کی زبان سے یہ دعا اللہ تعالیٰ نے جاری فرمائی ہے دینا لا تؤاخذنا ان لبسنا اولیٰ اخطانا یعنی اے ہمارے رب اگر ہم سے کوئی بھول یا غلط سرزد ہو تو ہمارا مواخذہ نہ کرنا۔ اور حدیثوں میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر

ج ۳ ص ۳۴۳ طبع مصر بحوالہ مسلم۔

اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ  
 اِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ رِغْنًا فِیْ اَخْطَاۤیْ وَاَلِیْسَیْنَ وَ مَا سَتَکْزُوْهُوَ اَعْلَیْہِ

[مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۸۳، ابن ماجہ ص ۱۳۸ و غیرہم]

بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطا اور لسیاں اور جس چیز پر ان کو مجبور کیا گیب ہو کے  
 مواخذہ سے درگزر فرمایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر خطا کی صورت میں کوئی کلمہ کفر کہہ دیا تو وہ قابل مواخذہ نہیں  
 ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ گنہگار بندہ کی توبہ پر  
 اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جیسے کوئی مسافر کسی جنگل وغیرہ بے آب و گیاہ میں ہو اور اس کا  
 سامان اور سواری وغیرہ گم ہو جائے اور اس کی تلاش سے بالاس ہو کر مرنے کیلئے کسی درخت کے  
 سایہ میں آکر لیٹ جائے اسی حالی میں اس کی آنکھ ٹپک گئی تھوڑی دیر بعد جب آنکھ کھلی تو دیکھے کہ  
 اس کا اونٹ مع اپنے سارے سامان کے اس کے پاس کھڑا ہے اور اس کی زبان سے بے اختیار خوشی  
 میں یہ الفاظ نکل جاتے ہیں۔ اَللّٰهُ اَنْتَ غَنِیٌّ وَاَنَا فَرِیْقٌ اَسْءَلُکَ اللّٰہُ تَوبَہِ رَیْبَہِ اور میں تیرا رب  
 اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا کہ اَخْطَاۤیْ مَنْ جَسَدًا فَلَیْسَ بِخَوْفٍ اَوْ حَسَدٍ اَوْ حَسَدٍ اَوْ حَسَدٍ  
 ہوگئی {مسلم ج ۲ ص ۵۵۵ مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۰۳}

یعنی وہ بھلا تو یہ چاہ رہا تھا کہ اسے اللہ تو میرا رب میں تیرا بندہ لیکن خطبہ کر دیا  
 نہ بے ہوش میں ہے نہ غشی میں نہ سویا ہوا ہے بیدار ہے مگر کلمہ کوئی اور نکل گیا جس پر اس کو اختیار  
 نہ تھا۔ فقہاء احناف نے خطا کی تعریف و تشریح میں کافی تفصیل کی ہے۔ چنانچہ قاضی خان رحمۃ  
 اللہ علیہ کہتے ہیں

اَلْخَاطِیْ مَنْ یَخْجُرُ عَلٰی لِسَانِہٖ مِنْ غَیْرِ قَضَیْ کَلِمَۃً مِّنْ کَلِمَۃِ اَوْ لَیْسَ اَوْی قَاضِیْ عَیْنِ  
 ج ۳ ص ۸۸۳}

اور خطا کرنے والا وہ ہے جس کی زبان پر بغیر قصد کے ایک کلمہ کی جگہ کوئی دوسرا کلمہ نکل جائے۔  
 بغیر تحریر فرماتے ہیں کہ

التعاطی اذا جزی علی لسانہ کلمۃ الکفر خطای بان کما ان یشکککم بحالہم یحکم  
فیجزی علی لسانہ کلمۃ الکفر خطای لہم یکن ذالک کفر عند النکاح۔ (ایضاً)

اور بہر حال غاطی کی زبان پر جب خطا کفر کا کلمہ جاری ہو گیا مثلاً وہ ایسا کلمہ بولنا چاہتا تھا جو کفر نہیں ہے لیکن خطا اس کی زبان سے کفر کا کلمہ نکل گیا تو تمام فقہاء کرام کے نزدیک یہ کفر نہ ہوگا۔  
کم و بیش یہی مضمون اور یہی بات کشف الاسرار شرح اصول بندوی ج ۳ ص ۳۵۵ طبع مصر۔ فتاویٰ شامی، شرح فقہ اکبر ج ۱ ص ۱۹۸ طبع کانپور مذکور ہے (نوٹ: عربی کتب کے حوالہ جات حضرت امام الحسن مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب "عبارات اکابر" سے لئے گئے ہیں۔ البتہ آسانی کیلئے ان عبارتوں پر اعراب بھی لگا دیئے گئے ہیں۔

اب بجائے کہ ہم اس پر مزید تحقیق کریں خود فریق مخالف کے علمحضرت کا فتویٰ نقل کر کے اس بات کو سمیٹتے ہیں:

مولوی احمد رضا خان کا فتویٰ

شریعت میں احکام اضطرار احکام اختیار سے جدا ہیں (ملفوظات حصہ اول ص ۵۵) مزید کہہ

اب ساری بحث کو ملحوظ رکھ کر خود انصاف سے دیکھنا چاہئے کہ جو شخص خود چلا چلا کر کفر ہے کہ بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان قابو میں نہیں ہے اور اس میں بعد میں ردنا بھی ہے ایسے شخص کو حضرت تھانویؒ کیوں کافر کہتے۔۔۔؟؟ اور جب وہ خود کافر نہیں تو رضا بالکفر کس طرح ثابت ہوا۔۔۔؟؟ اور حضرت تھانویؒ کیوں کافر قرار پائے۔۔۔؟؟ جبکہ خان صاحب بریلوی کا فتویٰ بھی احکام اضطرار یہ میں وقتاً ہے جو حضرات فقہائے کرام کا ہے کیا خوب ہے:

ہم اسے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں

زیلئے کیا خود پاک دامن مان کھڑا کا

(اعتراف) یہ جھوٹ ہے وہ یہ کفر آپ کے حکیم الامت کی محبت میں بول رہا تھا اچھا تاں اگر



اس سے غلطی ہو رہی تھی تو چپ رہتا خاموش ہو جاتا کہ میری زبان صحیح ادا نہیں کر رہی ہے بار بار یہ دہرایا کرتے تھے کہ کیا مطلب کہی کہ حکیم الامت کی محبت اس سے یہ انگوڑی تھی۔

خاتم النبیین (علیہ السلام) پر بیوی صاحبہ یہ بات تو طے ہے کہ میں آپ کو کثرت ہی سمجھا دوں آپ نے نہیں مانا کیونکہ آپ نے ہر حالت میں حضرت حکیم الامت کو کافر نہ کہا کہ آپ کی روزی روٹی کا مسئلہ ہے۔ لیکن الحمد للہ انصاف پسند دنیا آج بھی زندہ ہے۔۔۔ وہ خود ہی دیکھ لے۔ جہاں تک آپ نے یہ اعتراض کیا کہ وہ خاموش کیوں نہیں رہا چپ ہو جاتا تو اللہ کے بندے اس کا جواب یہ ہے کہ وہ جو الفاظ ادا کر رہا تھا اس کے بارے میں اس کو علم تھا کہ یہ درست نہیں ہے اور زبان اس کے قابو میں نہیں ہے لیکن اس نے سکوت اختیار کرنے کے بجائے شکم دو وجہ سے کیا:

(۱) ایک یہ کہ اسے تو قلعہ تھی کہ اب اس کی زبان سے صحیح الفاظ نکلیں جس سے گزشتہ الفاظ کی غلطی ہو جائے گی

(۲) اور دوسری وجہ یہ تھی کہ اسے غم کھایا جا رہا تھا کہ اگر وہی لحد اس کی موت واقع ہو گئی تو خود باللہ ایسے الفاظ پر خاتم ہو گا کسی لئے اس نے دوبارہ شکم کیا تاکہ الفاظ بھی صحیح ہوں اور جائیں اور سوہ خاتمہ کے اندیشے سے بھی نجات مل جائے۔ جہاں تک آپ نے یہ کہا کہ وہ حضرت حکیم الامت کی محبت میں یہ سب کہہ رہا تھا تو تف ہے آپ کی عقل پر اگر وہ ان کی محبت میں کہتا تو کیا اس کی ادباحت کرتا کہ زبان پر قابو نہیں ہے اختیار ہوں؟ اور کیا وہ اس پر روتا؟؟ بلکہ وہ تو اس پر خوش ہوتا کہ دیکھیں حضرت جی میں تو آپ کی محبت میں آپ کا کلمہ بھی پڑھنے لگ گیا ہوں۔۔۔ میں آپ کو کھاتا ہوں کہ جو لوگ کلمہ میں اپنے حق کا کلمہ محبت کی وجہ سے پڑھتے ہیں ان کی حالت کبھی ہوتی ہے اور وہ کس طرح اس کا اظہار کرتے ہیں:

ذرا اپنے گریبان میں بھانک کر دیکھو

بریلویوں کے محمد علیہ صوفی بزرگ اور ولی غلام فرید اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:  
حضرت مولانا فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے حضرت شیخ کے تمام مسیریہ میں  
یہ لکھا ہے اور محبت شیخ میں اس قدر محو تھے کہ کلمہ طیبہ میں ”عبد رسول“

اللہ“ حضرت شیخ کے ذریعے کہتے تھے ورنہ ان کا بی چاہتا تھا کہ شیخ کے نام کا کلمہ پڑھیں۔ {اسکا میں الجالس میں ۶۷۱}

کوئی رضا خانی مجھے بتائے کہ شیخ اور میر کی محبت میں کلمہ کون پڑھتا ہے کس کا دل چاہتا ہے کہ شیخ کی محبت میں اسلام کے کلمہ کی جگہ میر کا کلمہ پڑھوں اور کون مظلوم غلطی اور بے اختیاری کی حالت میں بھی کلمہ سرزد ہو جانے پر روتا ہے۔ انیس و شکم و جمل ”ذہبیہ۔

انصاف۔۔۔ انصاف۔۔۔ انصاف۔

{اعتراضیہ} : اچھا مجھے بتاؤ کہ اگر ایک شخص سارا دن کلمہ کفر بکارت ہے اور بعد میں عذر کرے کہ میں بے اختیار تھا زبان قایم میں نہیں تھی تو کیا اس کا عذر مسوع ہوگا۔ ۲۹ مجھے بتاؤ ایک شخص سارا دن آپ کے سولانا تھانوی صاحب کو گالیاں دے اور پھر بعد میں عذر کرے کہ زبان قایم میں نہ تھی غلطی ہو گئی تو کیا آپ اس کو غلطی تسلیم کریں گے۔ نہیں نہ آپ تو یہی کہیں گے کہ دیکھو دیکھو ہمارے سولانا کی گستاخی کر رہی۔

{خاتم النعمین رحمہ اللہ کا غلام} : جناب من آپ کے اس اعتراض کا زیر بحث واقعہ سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ یہاں اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ یہ غلطی اس شخص سے ایک دفعہ سے زیادہ ہوئی اور وہ سارا دن یہ کلمہ پڑھتا رہا بلکہ یہی کہ میں غلطی صرف ایک ہی دفعہ ہوئی تھی اور ایک دو دفعہ ایسی غلطی کا خطا مسمانی سے ہو جانا اور وہ بھی کسی وحشت انگیز خواب سے آنکھ کھلنے کے بعد کہ بے خودی اور بے حسی کی حالت میں ہے عادیہ چھ مستحبہ نہیں۔۔۔ لیکن دن بھر کسی کی زبان کا یونہی بہکتا عادیہ مستحبہ ہے انہی اگر اس پر کسی خاص مرض کا حملہ ہوا ہو اور اس کی وجہ سے وہ ہلکی ہلکی باتیں کرے اور اسی حالت میں اس کی زبان سے کلمات کفر بھی نکلیں تو بے شک وہ کافر نہ ہوگا لیکن اس کو غلطی نہیں کیا جائے گا بلکہ وہ ”معتوہ“ اور ”مجتون“ قرار دیا جائے گا۔ شریعت میں ایسے شخص کی عدم تکفیر کے بارے میں بھی اقوال موجود ہیں اگر ضرورت ہو تو پیش کر دئے جائیں گے۔

آپ نے ایک یہ اعتراض بھی کیا کہ اگر آپ کے سولانا تھانوی کو کوئی گالیاں دے پھر زبان کی بے اختیاری کا بہانہ کرے تو کیا تم اس کو معاف کر دو گے؟ میں عرض کرتا ہوں کہ بے شک اگر قرآن اس کے عذر کی تکذیب نہ کریں تو ضرور ہم اس کو معاف کر دیں گے مثلاً کوئی شخص

خیر سے اٹھایا جائے اور وہ اسی خیم خوابی کی حالت میں ہم کو یہ اہمارے کسی عالم کو گالیاں دے اور  
 بعد میں یہ عذر کرے کہ میں خواب میں دیکھ رہا تھا کہ میری آپ سے لڑائی ہو رہی ہے اور میں  
 آپ کو گالیاں دے رہا ہوں اور اسی حالت میں میری آنکھ کھل گئی اور بالکل بلا قصد میری زبان  
 سے گالی نکل گئی اور اب میں بہت پشیمان ہوں۔ تو بے شک ہم اس کا عذر قبول کر لیں گے۔ اور  
 اگر وہ جھوٹا نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اس کا یہ عذر ضرور قبول ہوگا۔ لیکن آپ کے تمام  
 اعتراضات کا جواب دے دیا ہے اگر اور کوئی اعتراض ہو تو وہ بھی پیش کر دیجئے میں آج ہر طرح  
 سے جھٹ تمام کر دوں گا۔

### خواب کی تعبیر پر اعتراض

(اعتراض ۶): بھائی یہ باتیں تو میری سمجھ میں آگئی ہیں لیکن اس خواب کی تعبیر صحیح نہیں آخر جب  
 وہ غلط الفاظ کہہ رہا تھا تو اس کی تعبیر یہ کیوں دی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ متبع سنت  
 ہے۔۔۔ معلوم ہوا کہ آپ کے حکیم الامت لہوت کا اعلان کرنے کے موڈ میں تھے۔

(خاتم النعمین رحمہ اللہ کا غلام): جناب معترض صاحب میں اس بات کی وضاحت پہلے کر چکا ہوں کہ  
 خواب کا برا ہونا تعبیر کے برا ہونے کو مستلزم نہیں ہے باقی اس تعبیر کی خواب سے کیا مستلزم  
 ہے تو کوشش اعتراض کرنے سے پہلے کم سے کم اس کتاب کو ہی مکمل پڑھ لیتے جس میں یہ واقعہ لکھا  
 ہوا کہ اسی کتاب میں اس کا جواب موجود ہے جو خود حضرت حکیم الامت نے دیا تھا (صفحہ ۱۰)۔

بعض اوقات خواب میں معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائیں ہیں اور دل بھی  
 گواہی دیتا ہے کہ حضور ﷺ ہی ہیں لیکن زیارت کے وقت معلوم ہوتا ہے کہ شکل کسی اور کی ہے تو  
 اہل الہ تعبیر یہی کہتے ہیں کہ یہ مشاہدہ ہے اس شخص کے متبع سنت ہونے کی طرف جس طرح  
 یہاں بجائے شکل نبوی کے دوسری شکل برائی ہونے کی (یعنی دکھائی دینے کی) تعبیر اتنا ہی مست  
 سے دی گئی ہے اسی طرح بجائے ام نبوی ﷺ دوسرا مظلوم ہونے کے تعبیر اگر اسی اجاز سے  
 دیکھائے تو اس میں کیا عذر و شرعی لازم آگیا۔ (الامداد بابت ماہ جمادی الثانیہ ۱۳۳۶ھ ص ۱۹)  
 امید کرتا ہوں کہ خود حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی اس وضاحت کے بعد اس کی تعبیر

اور خواب میں مناسبت بھی محض شریف میں آگئی ہوگی۔ پھر یہ کہنا کہ اس سے نبوت کا ارادہ ہے کس قدر گھٹیا سوچ ہے۔ ذرا حضرت تھانویؒ کے الفاظ پر غور کریں وہ تو ”مقتبی سنت“ کے لفظ استعمال کرتے ہیں دور دور تک اس میں نبوت کی کوئی بھی نہیں یعنی جس کی طرف تم نے رجوع کیا ہے وہ تو آقا مدنیؐ کا غلام ہے ان کی سنتوں کا پیرو ہے۔ ان کی غلامی اور ان کے طور طریقوں کی پیروی کو اپنے لئے سرمایہ سمجھتا ہے۔۔۔ افسوس۔۔۔ افسوس!!!! اس ضد اور بیست بھری کا۔

قارئین کرام! نظر انصاف خود فرمائیں کہ اگر یہی واقعہ مرزا غلام مستاد یارانی یا کسی دوسرے مدعی نبوت کے ساتھ پیش آتا تو کیا وہ بھی یہی لکھتا جو حضرت تھانویؒ نے لکھا۔؟ مبالغہ عرض کی قسم وہ ہرگز یہ نہ لکھتا بلکہ اس کو اپنے دعوے کی روشن ترین دلیل کہتا۔ اور ہزار ہا تعداد میں اس مضمون کے اشتہار شائع کرواتا ”جو لوگ میری نبوت و رسالت کے منکر ہیں خدا ان سے پھر گردن پکڑے میری رسالت کا اقرار کرتا ہے اور میرا کلمہ پڑھواتا ہے۔“ میرا یہ کلمہ خاص کہ ان حضرات کیلئے قابل غور ہے جو مرزا تادیبانی کی سیرت کا تھوڑا بہت مطالعہ رکھتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف حضرت تھانویؒ کیا جواب دیتے ہیں کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ تو حضور ﷺ کا غلام ہے صحیح سنت ہے۔ خود کریں کیا اس میں کوئی ایسا لفظ بھی ہے جس سے نبوت کی یقین دہانی ہے۔ کیا حضور ﷺ کی غلامی کا اقرار کرتا کوئی سنگین جرم ہے۔

میرے دل کو دیکھ میری دفا کو دیکھ کر  
بند پرورد منصفی کرنا خدا دیکھ کر

حضرت حکیم الامتؒ کی طرف سے اعلان اور وضاحت

قارئین کرام! لفظ کی بات یہ ہے کہ حضرت حکیم الامتؒ کو اس تعبیر پر کوئی اصرار بھی نہیں ہے چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں کہ:

”باقی مجھ کو اس پر اصرار نہیں اگر یہ خواب و سورہ شیطانی ہو یا کسی مرضِ دماغی سے ناشی پیدا ہوا ہو اور اس کی تعبیر یہ نہ ہو یہ بھی ممکن ہے لیکن غلط تعبیر و بنا صرف ایک وجہ ان کی غلطی ہوگی جس پر کوئی الزام نہیں ہو سکتا۔ (الکدھ اوس ۲۰)

قارئین کرام! انصاف فرمائیں کہ جب حکیم الامتؒ خود کہہ رہے ہیں کہ مجھے اسی تعبیر پر اصرار نہیں یہ غلط بھی ہو سکتی ہے اور ممکن ہے کہ شیطانی دوسرہ ہو پھر بھی یہ کہنا کہ اپنے مریدوں سے

اپنے کلمہ پڑھواتے ہیں۔۔۔ نبوت کا دعویٰ کر دیا۔۔۔ کس قدر ظلم ہے۔ انصاف یوم الحساب۔۔۔ انصاف۔۔۔ انصاف۔۔۔ انصاف۔

### الزامی جواب

اس تمام تر تفصیل کے باوجود بھی اگر بریلوی حضرات کے استدلال کا بھی سوچ ہے تو ہم ان کے مشکور ہو گئے کہ وہ ذیل کے واقعات میں بھی اسی طرح تکفیری فتوے نافذ کر کے اس کی اسی طرح تبلیغ اور نشر و اشاعت کریں جس طرح وہ حضرت تھانوی اور دیگر کا برملاء کے خلاف کرتے ہیں، مگر وہ یہ کہ ہم نے جو کچھ لکھا وہ صرف استفسار ہے اس سے ہماری رائے کے متعلق کوئی خیال قائم کرنا شدید ظلم ہو گا یہاں ہم کو بریلوی کے ان مفتیان کرام کی انصاف پسندی کا امتحان کرنا مقصود ہے اور بس۔ قارئین کرام آپ بھی ذرا ان مفتیان کا انصاف اور ان کی دیانت ملاحظہ فرمائیں۔

### حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمتہ اللہ علیہ

آپ نے پھر ایک اور واقعہ بیان کیا کہ میں اور بہت سے اہل علم جناب معین الدین کی خدمت میں حاضر تھے تو لیا، اللہ کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی اس موقع پر ایک شخص آیا بغرض دعوت آپ کے قدموں پر سر رکھ لیا۔ آپ نے بیٹھنے کیلئے کہا وہ بیٹھ گیا آپ اپنی خاص حالت میں تھے آپ نے فرمایا کہ میں جو کچھ کہوں گا وہ کہو گے تو مرید کروں گا اس نے عرض کی حکم بجالاؤں گا فرمایا تو کلمہ کس طرح پڑھتا ہے اس نے کہا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ آپ نے فرمایا کہ لا الہ الا اللہ چشتی رسول اللہ۔ اس نے اس طرح کہا تو آپ نے خاتمہ بیعت میں داخل کر دیا حقیقت اور نصیحت عطا کی۔ {فواللہ انما لیکن، ہشت بہشت، مجموعہ ملفوظات مشائخ چشت ص ۱۵۱}

### حضرت نظام الدین اولیا اور رحمتہ اللہ کا ملفوظ

ایک مرتبہ کوئی شخص شیخی کی خدمت میں مرید ہونے کیلئے آیا آپ نے فرمایا کہ اس شرط پر مرید کرتا ہوں کہ جو کچھ میں کہوں وہی کرے۔ عرض کی دیکھا ہی کروں گا۔ پوچھا کلمہ طیبہ کس طرح پڑھتے ہو عرض کی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ فرمایا اس طرح پڑھو لا الہ الا اللہ



رضا خانی نام نہاد مناظر محمد حسن علی رضوی اپنی کتاب ”برق آسمانی“ میں اس کو خواجہ غلام فرید کی تصنیف تسلیم کیا ہے اصل عبارت ملاحظہ ہو:

بہر حال اتنا ضرور ہے کہ مصنف نے جس ”فوائد فریدہ“ کا نام تمام وغیرہ مکمل حوالہ دیا ہے وہ حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔۔۔۔۔ اب جبکہ یہ ثابت اور مسلم ہے کہ فوائد فریدہ یہ خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔

{ برق آسمانی ص ۹۸، ناشر البرہان پبلیکیشنز لاہور }  
 چاہو نشین جبریل شریف صاحبزادہ محمد عمر کا کلمہ انگریز اللہ کے رسول ہیں  
 اہل بعد آپ نے فرمایا کہ کہو لا الہ الا اللہ انگریز رسول اللہ۔ لا الہ الا اللہ لندن مکتبہ اللہ وہ  
 بے چارہ محبت سے لرز رہا تھا۔ اور مجلس دم بخود تھی اور برابر پڑھ رہا تھا۔ انقلاب حقیقت فی  
 الخوف والطمینان ص ۳۱۔

کیا بریلویوں نے کبھی ان کتابوں پر بھی فتوے لگائے ہیں۔۔۔؟؟؟ کبھی ان کو بھی کافر  
 کہا ہے۔۔۔ اور اب جب یہ حوالہ ان کے سامنے آگئے تو اب ان کے مصنفین کے بارے میں  
 بریلوی کے ”دارالافتاء“ جس سے کفر کے فتوے ”تھوک ریٹ“ میں دستیاب ہیں کیا استوی  
 لگائیں گے؟؟۔۔ انصاف شرط ہے۔ قارئین کرام غور فرمائیں کہ جو لوگ سرعام زبردستی لوگوں  
 سے انگریز کے کلمہ پڑھواتے رہیں اللہ کا کلمہ نعوذ باللہ تسلیم کر دیتے رہیں وہ تو پکے کلمے  
 مسلمانوں اور مجاہدین سنی عاشق رسول ﷺ اور جن سے خواب میں ایسی غلطی واقع ہو جائے اس  
 پر دہرے دہرے بھی ہوں احساسِ اندامت کی وجہ سے سارا دن رورہے ہوں۔۔۔ بے اختیار ہوں  
 ۔۔۔ مجبور ہوں۔۔۔ وہ کامنر۔۔۔ ان کو مسلمان کہنے والا یا سمجھنا والا بھی  
 کار۔۔۔ فوائد سفا۔۔۔ الحساب یوم الحساب۔۔۔ ایک دن سب نے مرنا ہے۔۔۔ اور قیامت کا  
 دن اسی قسم کی نا انصافیوں کا حساب چکانے کیلئے ہے۔

انصاف۔۔۔ انصاف۔۔۔ انصاف

## رضا خانی درود

رضا خانیوں کو اس پر بھی اعتراض ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید نے ان پر درود پڑھا مگر یہ اعتراض کرنے سے پہلے اپنے گھر کی خبر لیں میں نیچے بریلوی ملاؤں کی جنس میں دو تھوک ریٹ کے حساب سے اپنے مولویوں اور اکابرین پر درود بھیج رہے ہیں اور کوئی معمولی درود بھی نہیں بلکہ درودِ ابراہیمی۔۔۔ اور کم بختی تو ملاحظہ ہو کہ حضور ﷺ پر درود بھیجتے ہوئے ان کیلئے ضمیر غائب کو ذکر کر رہے ہیں اور اپنے ملاؤں پر نام لے لے کر درود پڑھ رہے ہیں۔۔۔ امید ہے کہ بریلوی انصاف کرتے ہوئے اور خدا کا خوف دل میں رکھتے ہوئے ان پر بھی اسی طرح گستاخی رسول ﷺ اور کفر کا فتویٰ لگا نہیں گئے جس طرح حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ پر لگا یا ہے۔

اللہم صل وسلم وبارک علیہ وعلیہم وعلی المولی السید الشاہ ابی الفضل شمس المملۃ والذین ال احمد اچھے میاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ (شجرہ طیبہ، ص ۱۱۲) از اختر رضا خان قادری

اللہم صل وسلم وبارک علیہ وعلیہم وعلی المولی الھمام امام اھل السنۃ مجدد الشریعۃ العاطرۃ موبد المملۃ الطاهرۃ حضرت الشیخ احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالرضا السرمدی

اللہم صل وسلم وبارک علیہ وعلیہم جمیعاً وعلی الشیخ حجة الاسلام مولانا حامد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اللہم صل وسلم وبارک علیہ وعلیہم جمیعاً وعلی الشیخ زبدۃ الاتقیاء العظمی الاعظم بالھند مولانا محمد مصطفیٰ رضا خان القادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (شجرہ طیبہ، ص ۱۱۳)

مولوی عمر اچھروٹی یہ بات بخوبی یاد رکھیں  
قیامت کے دن ہمارا اصل کلمہ اسلام



لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اور درود شریف ابراہیمی تمہارے بہتان عظیم اور سنگین الزام کے خلاف جھگڑتا ہوا آئے گا کہ تم نے دنیا میں چند روزہ کر کے علمائے اہلسنت دیوبند پر کیسے کیسے ظلم و ستم کے حیر برساے۔ آخر میں عرض ہے کہ اس اعتراض کے انتہائی محققانہ اور مدلل جوابات اکابر دیوبند خصوصاً خورشید حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ نے دئے ہیں جیسے یہاں نقل کیا جا رہا ہے جسے پڑھ کر اہل علم داد دئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

### جزو اول سوال متعلق واقعہ

ایک شخص کہتا ہے کہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں، لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کی جگہ زید کا نام لیتا ہوں، اسے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف پڑھتے میں، اس کو صحیح پڑھنا چاہیے، اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں، دل پر قویہ ہے کہ صحیح پڑھنا چاہوں، لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ ﷺ کے نام زید نکلتا ہے، حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں، لیکن بے اختیار زبان سے بھجی نکلتا ہے، دوبار میں جب یہی صورت ہوئی تو زید کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں، اور بھی چند شخص اسکے پاس تھے، لیکن اسے میں میری یہ حالت ہو گئی کہ کھرا کھرا بوجہ اس کے گرفتاری ہو گئی زمین پر گر گیا، اور نہایت زور کے ساتھ ایک چٹخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی، اسے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا، لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی، اور وہ اثر نا طاقتی بدستور تھا، لیکن حالت خواب و بیداری میں نہ یہ کای خیال تھا، لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جائے، ہاں خیال بندہ چلے گیا، پھر دوسری کرویٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہوں، لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں کہ اللہم صل علی سیدنا و نبینا و مولانا زید سلام اللہ اب بیدار ہوں، خواب نہیں، لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں،

اس روز ایسا بھی کچھ رہا تو دوسرے روز بیدارنی میں رقت رہی خوب رویا، اٹھی۔

اس واقعہ کے متعلق چند امور دریاقت طلب ہیں، ان کے متعلق جو حکم شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا ہوصاف اور عمل ارشاد فرمایا جاوے۔

نمبر ۱: صاحب واقعہ کے بیان سے بالکل واضح طور پر ظاہر ہے کہ وہ خواب میں تصدیق کلمہ پڑھنے کا کرتا تھا مگر اس کی زبان سے بلا قصد و اختیار کلمہ نکلتا تھا، نیز اس کے الفاظ "اے اللہ میں خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اٹھی" ظاہر کر رہے ہیں کہ بلا کلمہ پڑھنے کے وقت اسے اس غلطی کا احساس نہ تھا، پھر باوجود یہ کہ یہ حالت خواب تھی اور وہ اس حالت میں اثر با اختیار متحمل بھی غلطی کرتا جیسے کہ کوئی خواب میں اپنے اختیار متحمل سے ذرا کرے تو وہ بحکم دفع الغلط عن قلبہ الخ مہذور تھا، لیکن وہ اپنے حسن اعتقاد کی بنا پر بلا شعور اور بلا اختیار بھی اس غلطی کو اچھا نہیں سمجھتا، اور شعور و احساس غلطی کے بعد خواب ہی میں اس کا تدارک کرنا چاہتا ہے اور صحیح کلمہ پڑھنے کا قصد کرتا ہے، مگر وہ اس کا خیالی شعور و اختیار پھر ذرا جاتا ہے، اور بلا اختیار و شعور اس سے وہی غلطی ساقی سرزد ہو جاتی ہے اور جب کہ وہ بیدار ہوتا ہے تو وہ اپنی خوش اعتقادی کی بنا پر اس کو بھی گوارہ نہیں کرتا کہ خواب میں بھی اور بلا شعور و اختیار بھی میری زبان سے الفاظ خلاف شریعت نکلے، اور اس لیے پھر اس غلطی کا تدارک کرنا چاہتا ہے، مگر وہ پھر مسلوب الاختیار ہو جاتا ہے اور بلا قصد اور بلا اختیار اس سے اس غلطی کا صدور ہو جاتا ہے، غرض کہ وہ اپنی صحت اعتقاد کو صاف صاف افکوں میں غار کرتا ہے، اور اس کے کسی لفظ سے بھی یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اس کے عقیدہ میں کوئی خلل ہے، بلکہ اس کے بیان سے اس کا کمال خوش عقیدہ ہونا اور اپنی غلطی غیر اختیاری پر بھی سخت متوحش اور ناوم ہونا ظاہر ہوتا ہے اور جس غلطی کا وہ اقرار کرتا ہے اس کی نسبت وہ کہتا ہے کہ مجھ سے بلا میرے کسی قصد اور بلا کسی اختیار کے صادر ہوئی۔ ایسی حالت میں آیا اس کو دعویٰ بطلان شعور و قصد اختیار میں صادق سمجھا جائے گا یا کاذب، اگر کاذب سمجھا جائے تو کیوں، آیا اس لیے کہ عقلاً یا شرعاً ایسا ہونا ناممکن ہے یا کوئی اور وجہ ہے، جو صحت ہو اس کو موجد بیان فرمایا جائے، اور اگر صادق سمجھا جاوے تو پھر اس کا سقوط قصد و اختیار و سقوط حذر شرعی قرار دیا جاوے گا یا نہیں، اگر اس کو حذر شرعی نہ قرار دیا جاوے تو اس کی کیا وجہ ہے

حالانکہ اصول امام فخر الاسلام بزدوی میں ۳۷۱ھ میں ہے ان السكران اذا تکلم بکلمۃ  
الکفر لم یمن عندہم اقلہ استحضار

(حاشیہ) سقوط شعور کا حکم اصلہ حالت منام کے اعتبار سے ہے اور حالت یشکر کے  
اعتبار سے دالہ اس طرح سے کہ صاحب واقعہ کہتا ہے کہ خواب میں دیکھتے ہوں کہ کلمہ شریف لا  
لہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ زید کا نام لیتا ہوں، اسنے میں اول کے  
بعد خیال پیدا ہوتا ہے کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف پڑھنے میں، اور اس کے ان الفاظ سے  
کراتے میں خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی ظاہر ہوتا ہے کہ اول مرتبہ غلطی کے وقت اسے  
اس غلطی کا احساس نہ تھا اور بعد کی غلطیوں کا مشاء بھی حالت اولی کے مثال حالتیں تھیں، اس لیے  
خاموشی ہے کہ ان میں بھی اسے اس غلطی کا احساس نہ ہو، دور اس غلطی شعور سے اس شعور کی مراد  
ہے جو معتقد ہے ہو، ورنہ فی الحکمہ شعور تو سکران اور مجاہنین اور معتزبین کو بھی ہوتا ہے جو کہ لامتناہی  
اعتبار ہوتا ہے، اصل بات یہ ہے کہ سائل کے بیان کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی یہ  
حالت جو مشاء غلطی تھی مستمر نہ تھی بلکہ دورہ کے طور پر طاری ہوتی تھی، اس وقت اس کا اختیار و شعور  
باطل ہو جاتا تھا، اور جب وہ حالت زائل ہو جاتی اس وقت شعور وغیرہ شروع کرتا تھا، لیکن چونکہ  
حالت طاریہ میں شعور بالکل باطل نہ ہوتا تھا، اس لیے بعد از افاقہ اسے خیال ہوتا تھا کہ مجھ سے  
غلطی ہوئی، جیسا کہ بیداری کے بعد آدمی کو خواب کے واقعات یاد آتے ہیں اور یاد آنے کے  
بعد وہ پھر اس غلطی کا مدارک کرنا چاہتا تھا، مگر اس پر پھر دورہ پڑتا تھا اور وہ پھر مجبور ہو جاتا تھا،  
یعنی یہ بات کہ اس دورہ کا سبب کیا تھا آیا جسمانی یا خارجی اس کی تعین نہیں ہو سکتی۔ واللہ اعلم

اور صاحب کشف نے اس کی شرح میں لکھا ہے :-

وجہ الاستحسان ان السرقة تبسب علی القصد والاعتقاد ونحن تعلم ان  
السكران غیر معتقد لما یقول بدلیل انه لا یذكر بعد الصحو ما کان عن عند القلب  
لانسی خصوصاً المذاهب لانها تختار عن فکر وروية و عما هو الاحق من الامور  
عندہ و اذا کان كذلك کان هذا عمل اللسان دون القلب فلا یکرر اللسان معبر  
اعمالہ الضمیر فجعل کاند لم یطرق به کمالو جری علی لسان الصاحب کلمۃ

الکفر خطائی کیف ولا ینجو سکران من الکلم یکلمه الکفر عاده و هذا بخلاف ما اذا تکلم بالکفر جاز لانه بنفسه امتیخاف بالبدین وهو کفر ولقد صدر عن قصد صحیح ليعتبر ولتسکب بعضهم بما روی ان واحد من كبار الصحابة سکر حین کان الشرب حلالاً فقال لم رسول الله صلى الله عليه وسلم هل التمس الا عبيدي وعبيداً بالی ولم يجعل ذلك منه کفر أو فرأسکران بسورۃ قل یا ایها الکفرون فی صلوة المغرب وترک الایات لنزل قوله تعالی یا ایها الذین آمنوا لا تغزوا الصلوة ولم یحکم النبی صلى الله عليه وسلم بکفر دو لا ینفريق بينه وبين أمر أنه الخطاء والنحور فلا یبین منه امر ثم یتقابل ان یقول هذا التمسک غیر مستقیم هیئت لان کلام فی السکر المحذور وکان ذلك السکر مباحاً لان الشرب کان حلالاً لقصید ورتہ عد زاهی عدم اعتبار الردۃ لا یدل علی صیرورة المحذور علماً لیه انتہی

اس عبارت سے صراحت معلوم ہو گیا کہ اگر کسی کی زبان سے کلمہ کفر نکلے، مگر وہ ذوال سے اس کا اقتدار رکھتا ہو اور نہ اس نے قصد و اختیار صحیح وہ کلمہ کیا ہو تو ایسے شخص پر ذمت کا حکم نہ کیا جاوے گا، خواہ فحاشی اس کا سکر ہو یا خطا یا جنون یا کھو اور، کیونکہ مناط حکم عدم مواطات قلب باللسان و عدم قصد و اختیار صحیح قرار دیا گیا ہے، نہ کہ خصوص سبب، لیکن بعض کے نزدیک صرف اتنی قید اور ملحوظ ہے کہ سبب مزیل اختیار و مغذور شرعی نہ ہو، اس تحقیق مناط کے بعد صاحب واقعہ کی معذوری ظاہر ہے کیونکہ وہ خود اس کا اختیاری نہ تھا، جس ایسی حالت میں اس کی معذورتہ کہنے کی کیا وجہ ہے، اور جب کہ سکران کو معذور قرار دیا جاتا ہے حالانکہ اس نے اپنے اختیار کو ایک سبب اختیاری کے ذریعہ سے باطل کیا ہے، تو وہ شخص کیوں نہ معذور ہوگا جس کے اختیار کو ذوال اختیار میں بھی داخل نہ تھا، یا جب کہ سکران کے عدم مواطات قلب ثابت بدلالة الحال کا اعتبار کیا جاتا ہے، تو ایسے شخص کے عدم مواطات قدمب کا کیسے انکار کیا جاوے گا، جو ہزار زبان اس کلمہ کرے، نیز اسی ظاہر کر رہا ہے اور جبکہ خاٹمی کو معذور قرار دیا جاتا ہے، حالانکہ اگر وہ فعل خطا کا قصد نہیں کرتا تو اس سے بچنے کا بھی اہتمام نہیں کرتا تو صاحب واقعہ کو کیوں نہ معذور قرار دیا جائے گا، خا کہ وہ اس سے بچنے کا امکانی اہتمام بھی کر رہا ہے، نیز جبکہ کہہ کو معذور قرار دیا گیا، اگرچہ اس نے

کے لئے اختیار جاری کیا، مگر چونکہ وہ اس اختیار میں مقصور ہے معتبر عند الشریعہ تھا اس لیے اس کے اختیار کو کالعدم قرار دیا گیا، اور اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا گیا چنانچہ درمختار جلد خامس ص ۱۳۲ میں ہے :-

ولا ردة لسانه و قلبه مطمئن بالإيمان فلا تبين زوجه لانه لا يكفر به و القول له استحسانا و في رد المختار تحت قوله لا يكفر بدشمال في الهداية لان السرقة تتعلق بالاعتقاد لا ترى لو كان قلبه مطمئنا بالإيمان لا يكفر و لم يعتقاد الكفر شك فلا يثبت اليقين بالشك انتهى و قال تحت قوله استحسانا و زوجه الاستحسان ان هذه اللفظة غير موضوعة للفرقة و انها تقع الفرقة باعتبار تغير الاعتقاد و لا كبراه دليل على عدم تغيره فلا تقع الفرقة و لهذا لا يحكم عليه بالكفر فبطلت انتهى

تو جو شخص یا کُل مسلک الّا اختیار ہو وہ اس امر خاص میں جس میں اختیار ناقص ہے نقصان معتبر عند الشریعہ کالعدم سمجھا جاتا ہے کیوں نہ معتدور قرار دیا جاوے اور کیوں نہ اس کو محسبون یا مسدور یا ممتوہ کی حد میں داخل کیا جائے گا، اور اگر اس کو طہر شرعی قرار دیا جائے تو اس پر زجر یا ملامت کرنا یا اس کو تجدید ایمان و نکاح کا حکم کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے، اگر یہ کہا جاوے کہ احتیاطاً اس کو تجدید ایمان و نکاح کرنا چاہیے تو پھر یہ سوال ہے کہ آیا یہ احتیاط واجب ہے یا مستحب، اگر واجب ہے تو اس کی دلیل کیا ہے، اور اس وقت اس کے معذور ہونے کے کیا معنی ہوں گے؟ نیز اگر اس صورت میں زوجہ قیول نکاح جدید پر راضی نہ ہو اور دوسرے سے نکاح کر لے تو اس نکاح کا کیا حکم ہے، اور اگر مستحب ہے تو اس امر کی تعین طور پر تصریح ہونا چاہیے کہ نکاح اول، نکاح باقی ہے اور عدوت کو کسی دوسرے سے نکاح جائز نہیں، تاکہ وہ کُل الفاظ سے مخالف میں نہ کر کسی اور سے نکاح کرنے پر جرأت نہ کر سکے۔

نمبر ۲۔ اگر اس سوال کا جواب اس تفصیل سے دیا جاوے کہ صاحب واقعا اگر واقعہ میں ہے اختیار نقاب تو معذور ہے اور اس صورت میں تجدید ایمان و نکاح صرف رفع تہمت عوام کے لیے کفیل مستحب ہے اور اگر وہ واقعہ میں ہے اختیار نہ تھا بلکہ وہ درحقیقت متکلم بلکہ حق پر قادر تھا، مگر اس نے اسے ترک کیا، اور کُل کفر زبان پر لایا تو معذور نہیں ہے اور اس صورت میں تجدید

ایمان و کفر اس پر واجب ہے، اور معیار اس کے صدق و کذب کا اس کے تدبیر و صلاح کو قرار دیا جاوے تو آیا اس واقعہ کا یہ جواب بروئے قواعد شرعیہ صحیح ہے یا نہیں؟

### نچر و دوئم جواب سہارنپور

صورت مسئلہ میں خواب دیکھنے والے کے متعلق مسائل نے سوال میں دو امور بیان کر رکھے ہیں، اول یہ کہ صاحب خواب سے خواب میں کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی غلطی سے بجائے نام حضور ﷺ کے نزدیک نام لگتا ہے، اگرچہ وہ یہ جانتا ہے کہ میں کلمہ غلط پڑھا ہوں اور صحیح پڑھنے کا ارادہ کرتا ہوں لیکن مجبوراً بے ساختہ بجائے نام مبارک رسول اللہ ﷺ کے نزدیک نام بے اختیار زبان سے لگتا ہے۔

دوسرے یہ کہ بعد بیداری بیداری کی حالت میں بھی کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اور پھر ایسی کوئی غلطی نہ ہو جائے کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہے اللھم صل علی سیدنا و سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے نام مبارک کی جگہ نزدیک نام لیتا ہے اور کہتا ہے کہ اس بارہ میں بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان اپنے قابو میں نہیں، یہ امر تو ظاہر ہے کہ دونوں حالتوں میں جو کلمہ اس کی زبان سے لگتا ہے وہ کلمہ کفر کا ہے، غیر ہی کوئی یا رسول کہنا صریح کفر ہے لیکن امراؤں ایک خواب کی حکایت ہے اور جو کفر کا کلمہ حکایت حکم کیا جائے خواہ وہ حکایت کسی دوسرے کافر کے قول کی ہو یا اپنے ہی اس قول کی حکایت ہو جو ایسی حالت میں سرزد ہو جس میں شرعاً وہ معتذر ہو تو وہ تکلم بکلمۃ الکفر پر دال نہ ہوگا، اور نہ موجب ارتداد ہوگا دیکھنا نہ قضائی لگتا جو اس نے اپنے خواب کی حکایت کی ہے اور تکلم بکلمۃ الکفر حکایت کیا ہے اس پر شرعی مواخذہ نہیں ہے، البتہ بیداری کے بعد وہ جو یہ کہتا ہے اللھم صل علی سیدنا مولانا و سیدنا زید جو دہر دوم ہے، یہ کلمہ کفر کا ایسی حالت میں کہتا ہے جو حالت معتوری جسمیں، لیکن وہ یہ کہتا ہے کہ بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان اپنے قابو میں نہیں، بالکل اس کے تمام سوق کلام سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جو کلمہ کفر کا تکلم کرتا ہے اعتقاد سے نہیں کرتا بلکہ اس کو برا جانتا ہے اور اسی کا تدارک کرتا

چاہتا ہے لیکن چونکہ زبان قابو میں نہیں آجھتا اس لیے وہ اسی طرح درود شریف لکھ چاہتا ہے لہذا اس کو پائے ایسا بندہ جن اللہ تعالیٰ کا کفر نہ قرار دیا جائے گا لیکن باعتبار ظاہر جب اس کے ذہن میں بغور نظر کی جاتی ہے تو اس کا یہ عذر ان اعذار شرعیہ میں سے نہیں معلوم ہوتا کہ جن کو فقہاء و مفسرین اللہ تعالیٰ نے عذر محترم فرمایا ہے درختار میں ہے :-

وشرائط صحتها العقل والصحو والظنوع فلا تصح ردق معسرون ومقصود  
موسوس وصبي لا يعقل وسكران ومكره عليهم

یہ شخص عاقل اور ساقی اور طائع ہوئے کے باوجود حکم بکفر ہوگا۔ الکفر ہوتا ہے تو اس کا عذر ان اعذار شرعیہ میں داخل نہیں، اس کا یہ دعوئی کہ میں بے اختیار و مجبور ہوں اور زبان قابو میں نہیں ہے اس وقت شرعاً معتبر ہو کہ جب اس کی مجبوری و بے اختیاری کا سبب مجملہ ان اسباب عامہ کے ہو کہ جو علم سائب اختیار ہوتے ہیں مثلاً جنون، شکر، اکراہ، غت، اور حاجت موجودہ مسیبت جو حالت اس شخص کو پیش آئی ہے اس کے لیے کوئی ایسا سبب نہیں ہے جو اسباب عامہ سائب اختیار سے ہو، کیوں کہ اس کی بے اختیاری کا سبب کوئی اس کے کلام میں ایسا نہیں پایا جاتا جس کو سائب اختیار قرار دیا جائے، اگر ہے تو وہ غلبہ محبت زید ہے، اور غلبہ محبت سائب اختیار میں سے نہیں ہے غلبہ محبت میں اطراء کا تحقق ہو سکتا ہے جس کو شارع علیہ التعمید و التسلیم نے منظور و ممنوع فرمایا ہے۔ لا تظرونی کما اطرت الیہود و النصارى و لیکن قلوا عبد الله و رسولہ اور اگر غلبہ محبت اور اس کا شغف سائب اختیار ہوتا تو نمی عن الاطرء، حوجہ نہ ہوتی بلکہ معذور سمجھا جاتا، نمی عن الاطرء خود دال ہے کہ شغف محبت سائب اختیار نہیں ہے، اسی وجہ سے اطسراء سے حضور ﷺ بھی فرما رہے ہیں، لہذا شرعاً اس کا یہ دعوئی معتبر نہ ہوگا، علاوہ ان میں یہ شخص اگر اس کی زبان بوقت تکلم قابو میں نہیں تھی تو یہ تو اس کے اختیار میں تھا کہ وہ جب یہ حالت تھی کہ میں بے اختیار ہوں اور مجبور ہوں اور صحیح تکلم نہیں کر سکتا تو حکم بکفر الکفر سے سکوت کرتا، لہذا ایسی حالت میں اس فکر کے حکم کا یہ حکم ہوگا کہ اس کو اس میں شرعاً معذور نہیں سمجھا جائے گا، علامہ شافعی نے حاشیہ رد المختار باب التردد میں لکھا ہے :-

وفرونة (لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامه علی محل حسن) قضاہ و انہ لا

یعنی من حیث استحقاق وہ القبا عد عن قتل المسلم بان یكون قصد ذلك التاویل و  
 هذا لا ینافی معاملته بظاهر کلامه فیما هو احق العبد و هو طلاق الزوجة بدلیل ماصر  
 حواہ من انه اذا اراد ان یتکلم بکلمة مباحة فیجری علی لسانه کلمة الکفر خطا بلا  
 قصد لا یصد له الفاعلی وان کان لا یتکفر فیما بینہ و بین ربه تعالیٰ فلما مل ذلك  
 اور عامہ شائی و دوسری جگہ باب المرتد فی میں لکھتے ہیں :-

وفی البحر عن الجامع الصدحیز اذا الطلق الدجل کلمة الکفر عند الکندہ  
 یعتقد الکفر قال بعض اصحابنا لا یتکفر لان الکفر یعلق بالضمیر علی الکفر و قال  
 بعضهم یتکفر و هو الصحیح عندی لانه استخف بدینہ

علیٰ ہذا باعتبار بعض احکام ظاہر اس قائل کو دعویٰ بطحان قصد و اختیار میں ظاہر اصادق نہیں  
 سمجھا جائے گا اور بطحان شعور و ادراک کا وہ خود ہی نہیں ہے بلکہ بطحان اختیار کا اور زبان قابو میں  
 نہ ہونے کا مدعی ہے، معلوم نہیں کہ مسائل نے بطحان شعور اس کے کس لفظ سے سمجھا ہے۔

تقریر بالا سے واضح ہو گیا کہ جو عبارت مسائل نے اصول امام فخر الاسلام بزدوی سے نقل کی  
 ہے اس کو بحث مسئول عندہ سے کوئی تعلق نہیں ہے، کل مسئول عندہ میں نہ سکر ہے نہ اس کو قیام سکر  
 میں داخل کیا جاسکتا ہے، نہ یہاں خطا ہے، اور خطا میں بھی پہلے مذکور ہو چکا کہ غلطی کا عذر بھی  
 قاضی نہیں قبول کر سکتا، لہذا عبارت بزدوی میں حقیق ردة کا حکم ذکر کیا گیا ہے جس کا حاصل یہ  
 ہے کہ اگر کسی کی زبان سے کلمہ کفر نکلے مگر وہ دل سے اس کا اعتقاد نہ رکھتا ہو تو ایسے شخص پر ردة  
 حقیقہ کا حکم نہ کیا جائے گا، اور تمام احکام مرتد کے اس پر جاری نہ کیے جاویں گے، کیونکہ جب تک  
 مواظقة قلب باللسان نہ ہو اور صدور قصد و اختیار صحیح سے نہ ہو اس وقت تک اس کو ریائے و قضائی  
 مرتد نہیں کہا جاسکتا، اور یہ اس کو متافی نہیں ہے کہ باعتبار بعض احکام ظاہر اس کو احتیاطاً قہد یہ  
 ایمان اور قہد یہ نکاح اور استغفار و توبہ کا حکم کیا جاوے اور اسی طرح سوال میں جو عبارت در مختار  
 جلد خامس کتاب الاکراه سے نقل کی گئی ہے ولا ردة بلسانہ و قلبہ مطعن بالایمان فلا تبین  
 زوجه، اس عبارت کا بھی وہی جواب ہے جو عبارت اصول بزدوی کا جواب دیا گیا ہے، در مختار  
 باب نکاح اکافر میں ہے۔



ما یكون كفر الاتفاق بطل العمل والنكاح والاولاد والاولاد ذوات ما فيه خلاف یبرسر  
بالاستغفار والتوبه وتجديد النكاح  
اس پر علامہ شامی فرماتے ہیں :-

قولہ وتجديد النكاح ای احتیاطاً و قولہ احتیاطاً ای یا سرہ المفسی بالجدید  
لیكون وظوہ حالاً بالاتفاق وظاهرہ اند لا یحكم القاضی بالقرعہ بینہما وتقدم ان  
المراد بالاختلاف ولور وایۃ ضعیفہ ولوفی غیر المذہب

صورۃ موجودہ میں جو کلام کہ صاحب واقعہ نے زبان سے نکالا ہے اس کا کلمہ کفر ہونا یا قہار  
ظاہر مختلف فیہ نہیں ہے، اور یہ حسب روایات مذکورہ اس کو مقتضی ہے کہ اس کو بالضرورۃ تجدید  
ایمان و نکاح کا حکم کیا جائے، اور وجہ اس کی اسی ہے جو پہلے مذکور ہو چکی، کہ حکم بکلمۃ الکفر ہونا  
مکتف فیہ نہیں ہے، اور سلب اختیار جس کا قائل مدعی ہے اس کا سبب کوئی ایسا نہیں ہے کہ جس کو  
شرعاً سبب سلب اختیار قرار دیا جاوے، اور اگر بالفرض اس کو مسلوب الاختیار مانا بھی جائے تو اس  
کا سبب حالت موجودہ میں بجز غلط فہم اور کوئی نہیں ہے، اور یہ سبب شرعاً سبب اختیار نہیں  
دیا جاسکتا شرعاً تو اور..... حکم نہیں قرار دینے گئے ہیں۔

گذشتہ تقریر سے معلوم ہو چکا ہے کہ صاحب واقعہ کا حادثہ زوجین ہے، ایک جہت وہ  
ہے کہ جس سے فیما بینہ دین اللہ تعالیٰ اس کو مومن قرار دیا جاتا ہے، دوسری جہت ظاہر اطلاق کلمۃ  
الکفر کی ہے، جس پر اس کو مامور بتجدید الایمان و النکاح کیا جاتا ہے، اور فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ  
تصریح کرتے ہیں، چنانچہ علامہ شامی نے لکھا ہے :-

وفی الخلاصۃ وغیرہا اذا کان فی المسئلۃ وجہ توجب التکفیر و وجہ واحد  
یمنعہ فعلمۃ المفسی ان یصل الی الوجہ الذی یمنع التکفیر بحسب اللظن بالمسلم زاد  
فی البیضاء الا اذا صدح بارادۃ موجب الکفر فلا یقعہ التاویل،

یعنی وجہ ہے کہ اس کو مامور بتجدید النکاح احتیاطاً کیا جاتا ہے، اس صورت میں فیما بینہ اور  
اللہ تعالیٰ نکاح اول بحال باقی ہے، لہذا اس کی زوجہ کو جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص سے  
نکاح کرے یا تجدید نکاح سے انکار کرے، فقط

کتبہ احقر خلیل احمد (فقہ اللہ تعالیٰ لکنز دہلغہ)

جز و سقم جواب دیو بند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واقعہ مذکورہ میں یہ امر ظاہر ہے کہ صاحب واقعہ کی زبان سے کلمہ کفر نکلا، اور اگر وہ اختیار خود بلا کسی جبر و اکراہ کے ایسا کلمہ کہتا تو اس کے کافر ہونے میں کچھ تردد نہ تھا، اور اجراء احکام کفر اس پر بھی تھا، لیکن خواب میں بحالت نوم جو اس نے اپنے کو مکلم اس کلمہ کفر کے ساتھ دیکھا اور ساتھ میں عدم اور اپنی غلطی کا احساس بھی ہے تو اس پر کفر کا حکم نہ ہونا ظاہر ہے، کہ اس حالت میں وہ مکلف نہیں ہے اور مرتوع الحکم ہے، باقی بعد بیداری سے جو اس نے بتدارک غلطی کلمہ شریف درود شریف پڑھا، اور اس میں بھی بجائے آنحضرت ﷺ کے اسم مبارک کے زید کا نام لکھا، اس کے متعلق صاحب واقعہ کا بیان ہے کہ بلا اختیار و قصد اس کی زبان سے یہ کلمہ نکلا، پس موافق اس کے بیان کے اس پر حکم کفر و جہنم نہ کیا جاوے گا، کیونکہ ارتداد کے لیے با اختیار کلمہ کفر کی زبان سے نکالنا شرط کیا گیا ہے، اور محتار میں ہے :-

وفي الفصح من هزل يلفظ كفر او لد الخ قوله من هزل يلفظ كفر اي تكلم به باختيار الخ شامی و شرائط صحته العقل والصحو والطوع در مختار قوله والطوع اي الاختيار، شامی،

اور بلا اختیار و قصد اگر کسی کی زبان سے خطائی کلمہ کفر نکل جائے تو اس کو مرتد و کافر نہیں کہا گیا، قال فی الشامی ومن تكلم بها مخطئا او مكرها لا يكفر عند الكل الخ اور جبکہ حسب تصریح فقہاء متحمل میں بھی حکم کفر کا نہیں کیا جاتا، اور تاویل ضعیف کے امکان کی صورت میں بھی حکم کفر منافی کیا گیا ہے تو جس کے بارے میں فقہاء، سید لکھتے ہیں ومن تكلم بها مخطئا او مكرها لا يكفر عند الكل، وہاں حکم کفر و جہنم نہ وجہ کیسے ہو سکتا ہے۔

اور جب کہ قائل دعویٰ خطا کا کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ بالا ارادہ اس نے ایسا نہیں کہا بلکہ ارادہ اس کے خلاف کا کیا تو قول اس کا مصدق ہوگا، جیسا کہ غلامہ وغیرہا سے علامہ شامی نے نقل

کیا ہے۔

اذا كان في مسئلة وجوب التكفير وجوه واحد يمنع على المفسر ان يعين الى الوجه الذي يمنع التكفير تحسینا للظن بالمسلم، زاد في الجزاء اذا لا اذا صرح بارادة وجوب الكفر فلا ينفعه التاويل

پس جب کہ مفتی خود بیان شکم بکلمہ الکفر اس کے کام میں تھی الوضع تاویل کرنے کا اور تحسین الظن بالمسلم کا مامور ہو تو جب شکم خود مصدر کلمہ الکفر عن الخطا کا مقرر ہے تو بالضرور اس کو اس بارہ میں صادق مانا جاویگا، جیسا کہ الا اذا صرح بارادة وجوب الکفر بھی اس کو مقتضی ہے، بلکہ و خلاف ارادہ موجب کفر کی تصریح کر رہا ہے، لہذا اس کو مقرر رکھنے اور حکم کفر وار نہاد سنت کرنے میں کچھ تردد نہیں ہے، اور جب کہ حکم کفر وار نہاد اس پر صحیح نہیں ہے تو حکم بنیاد زودہ بھی مقرر نہ ہوگا، استیجابا تجدید کر لینا بحث سے خارج ہے، لیکن ضروری کہنا خلاف ظاہر ہے، بالی علامہ ثنائی کا قول در عقار لا یغنی بکفر مسلم الخ کی شرح میں یہ کہنا کہ وقد يقال المراد الاول فقط، اس کو خود علامہ موصوف قابل تامل سمجھ رہے ہیں، اور اس کی تصریح نہیں نہ دیکھنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ جیسا کہ آخر میں کیا شامل ذلک و حرورہ ظلالا فی لم او نصیر بحاجہ اور اس کے بعد جو نعم سید مکر الشارح الخ نقل کیا ہے وہ اس واقعہ سے متعلق نہیں، کیونکہ واقعہ مذکورہ میں عدم کفر کا حکم اتفاقی ہے اور اس موقع پر جہاں در عقار میں یہ تفصیل مذکور ہے مابیکون کفر انما فاف الخ خود علامہ موصوف خود صاحب فصول عمادیہ سے نقل کیا ہیں :-

قوله وتجديد النكاح ای احتیاطا کما فی الفصول العمادیة وزاد فیها قسماتا لافا فقال وما ک ان خطاء من الالفاظ ولا یوجب الکفر لقائله یفسر علی حاله ولا یسومن بتجدید النکاح و لیکن یومر بالا استغفار والرجوع عن ذلک،

اس روایت فصول عمادیہ میں تصریح ہے کہ خطاء جز الفاظ کفر صابر ہوں اور بوجہ مصدر عن الخطاء کے وہ موجب کفر نہیں ہیں، تو قائل کو اس کے حال پر رکھا جاویگا، اور امر تجدید النکاح نہ کرنا جاویگا،

پس احقر کے نزدیک سوال میں جس روایت اصول بزدوی اور اس کی شرح سے استدلال

کر کے صاحب واقعہ کو معذور قرار دیا گیا ہے اور حکم کفر و مینونہ زوجہ نہیں کیا گیا، اور تجدید نکاح کو واجب نہیں کیا گیا اور حق ہے، اور جو جواب سوال مذکور کا ضمن سوال شہادہ کیا گیا ہے، بقول اگر اس سوال کا جواب اس تفصیل سے دیا جاوے اسے وہ جواب صحیح ہے فقط، واللہ تعالیٰ اعلم،

کتبہ الاحقر عزیز الرحمن علی عنہ ۱۲/۱۰/۱۳۸۶ھ

شبیر احمد علی اللہ عنہ

الجواب صواب، حاصل جواب کا یہ ہے کہ یہ کلمہ تو کلمہ کفر ہے لیکن چونکہ حسب بیان مسائل بلا اختیار از زبان سے نکلا اور اس کی تکذیب کا معنی کو کوئی حق نہیں، تو قائل بالانفاق کا لڑ نہیں، اور نہ اس پر کوئی حکم کفر کا جاری ہوگا، اور فرق ان دونوں صورتوں میں کہ کوئی کلمہ کفر کا کہہ کر بعد میں دعویٰ عدم اختیار کا کرے یا یہ کہ وہی قائل اپنی زبان سے حکایت کرتا ہو کہ مجھ سے کلمہ کفر خطائی یا قصد صادر ہوا، اور صورت اولیٰ میں قاضی اس کی تصدیق نہ کرے گویا نہ مصدق ہو اور صورت ثانیہ میں قاضی کو تکذیب کا حق نہیں، صحیح فرق معلوم ہوتا ہے اور رد اختیار کی عبارت بدلیل ماحصر جو ابہ من انه اذا اراد ان ینکلم بکلمۃ مباحۃ فجزی علی لسانہ کلمۃ الکفر عطاءً بلا قصد لا یصدقہ القاضی وان کان لہ لا ینکفر لیمایبہ و بین ربہ تعالیٰ اہ اس کے معارض دوسری عبارت ان کی موجود ہے۔ وعافیہ اختلاف پر مر بالا مستظاہر و التوبہ و تجدید النکاح اور مختار قولہ و تجدید النکاح ای احتیاطاً کما فی الفصول العبادیۃ و قولہ احتیاطاً ای یا مرہ المفنی بالتجدید لیکون وطوہ حلالاً بالاتفاق و ظاہرہ انہ یحکم القاضی بالفرقۃ بینہما اور رد اختیار، الحاصل عدم تکفیر اس قائل کی بحسب بیان اس کے کہ بلا اختیار اس سے یہ کلمہ صادر ہوا یا نہ متفق علیہ ہے، البتہ زوجہ صاحب اس کی اگر تصدیق نہ کرے تو حکایت یہ کہ زوج کو حلف دے، واللہ اعلم..... محمد التور عفا اللہ عنہ

جز وچہارم جواب سوال متعلق اصل جواب از ویوہند

بسم اللہ الرحمن الرحیم والصلوۃ والسلام علی رسولہ الکریم

علمائے دین و مفتیان شرع سمجھیں اس صورت میں کیا اقدام فرماتے ہیں کہ یہ دینے عیادت

خواب کلمہ طیبہ میں بچائے محمد رسول اللہ ﷺ ایک مولوی صاحب کا نام لیا، اور تعالت بیداری  
 اسی طرح درود شریف میں جس کے الفاظ میں "اللھم صلی علی سیدنا و نبینا و علانا" تک  
 شامل ہیں انکا کا نام پڑھا۔ اور پھر مولوی صاحب کو یہ واقعہ کلمہ طیبہ بچا، ان مولوی صاحب نے اس  
 پر زید کو کوئی تحیہ نہیں لکھی اور اس خیال کے بدلے کی کوئی صورت بتائی، یہ حالت مجدد سوال یہ  
 ہے کہ:

- (۱) زید کا اس طرح کلمہ طیبہ اور درود شریف میں تحیہ تبدیل کرنا کفر ہے یا نہیں؟
- (۲) جن مولوی صاحب کے درود زید نے یہ واقعہ پیش کیا ان کا اس پر پاپ بندہ و تاراجی  
 ظاہر نہ کرنا کفر ہے یا نہیں؟
- (۳) زید کا مذکورہ خواب اغیاث اعلام (شیخانی دسویں) میں شمار ہوگا یا روئے صادقہ (بچے خواب) میں ہے؟

(۴) زید اور وہ مولوی صاحب جب تک ان کلمات سے گریز نہ کریں ان کو مسلمان سمجھنا یا  
 ان کے پیچھے نماز پڑھنا یا ان مولوی صاحب کو جہنم بھیجا کر ہے یا نہیں؟ جیسے انہوں نے  
 جزا کم اللہ شیعرا، جزا کم العلماء، و اطلباء، ۳۱ جمادی الاخری ۱۳۶۷ھ

الجواب: اس واقعہ میں زید کا یہ بیان ہے کہ کلمہ مذکورہ بلا اختیار اور بلا ارادہ زبان سے نکلا  
 اور اس غلطی پر عمامت ہے اور اس کی تصحیح اور تدارک کا ارادہ ہے اور یہی خیال سے غلطی مذکورہ کا  
 تدارک آنحضرت ﷺ پر درود شریف پڑھنے سے کرنا چاہا، مگر بلا اختیار پھر زبان سے بچائے  
 نام مبارک آنحضرت ﷺ کے وہی دوسرا نام نکلا، اس حالت میں سوائی کتب اللہ و سنت  
 رسول اللہ ﷺ اور آیات کتب معجزہ اس شخص پر حکم کفر کا تھا یا نہیں ہے؟

قال اللہ تعالیٰ: ﴿لَا تَزَالُ تَطَاوُلُ بِالْخَطَا تِلْكَ الْفِتْنَةُ﴾ قال عليه الصلوٰۃ والسلام رفع  
 عن امی الخطاء والنسیان، قال فی الدر المختار فی الفتح باب المرتد ابضا و شر الخط  
 منہا القتل و الصہو و الطول الخ و قوله و الطول الخ المختار و فی منہا من تکلم  
 بہا مستغنا و حکوہا لا یکفر عند الکمل، ص ۲۸

الحاصل زید پر یہ بھی لکھی مذکورہ جبکہ وہ کہتے ہیں کہ بلا اختیار کلمہ کفر زبان سے نکل گیا، تخم کفر

باتفاق فقہاء نہیں ہے کہ امرن الثانی لایکفر عند الکفر، اور جبکہ قائم حای پر ہم کفر کا نہیں ہے تو اگر اُن مولوی صاحب نے یوحہ اس کے مجبور اور معذور ہونے کے اس کو ملامت اور تنبیہ کی تو موجب ملامت و اعتراض نہیں ہے پھر غیر کافر کو جس کو فقہاء نے کافر نہیں کیا، اور جو شخص عند الکفر کافر نہیں ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو مرفوع القلم فرمایا، کافر نہ کہنا موجب کفر کیسے ہو سکتا ہے، احادیث صحیحہ میں ہے :

وعن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اشد فرحنا بوبہ عیدہ حین یتوب علیہ من احدکم کان واحلہ ہارض فلا فانی لکنت متہ و علیہا طاعمہ و شرابہ فایس منہا فانی شجرۃ قسط طمع فی اظہیاء قد ایس من راحلہ لیتہما ہو کذلک از ہو قائمہ گندہ فاخذ یخطا میا لہ قال من شدۃ الفرح اللہم انت عبدی و انت ربک اعطنا من شدۃ الفرح ذوا واد مسلم

کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند، ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۶۱ھ  
اور یہ خواب علم اس کا بیش شیطانی اثر اور خیال تھا، اور بیداری میں جو کچھ اس کی زبان سے نکلا وہ بھی شیطانی اثر تھا، لیکن چونکہ بلا اختیار ہوا اس لیے اس پر مواخذہ نہیں، اور نہ اُن مولوی صاحب پر ترک ملامت معذور کی وجہ سے کچھ مواخذہ ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم،

کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند،

(۱) احاشیہ : ملاحظہ ہو دو سالہ الامار جمادی الاخریٰ ۱۳۶۱ھ میں ۱۹ قول دومرا احتمال، دس ۲۰ قول یا یہ کہ شیطانی تصرف ہوائی قول نہ عامر ہے۔)

جز و ختم جواب دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال میں صاحب واقعہ کے دو حالتوں کے دو واقعے مذکور ہیں، ایک حالت خواب کا دوسرا حالت بیداری کا، حالت خواب کے واقعہ کو تو اصول شریعہ کے موافق حکم صاف ہے کہ حسب ارشاد علی القلم عن عائشہ الخ نام مرفوع القلم ہے، اور حالت نوم کا کوئی فعل اور کلام شرعاً معتبر نہیں،

بلکہ حالت نوم کا کلام طہور کے مشابہ اور اسی کے حکم میں ہے۔

وفي التحريم وتبطل عباراته من الاسلام والردق والطلاق ولم تر صف بخبر ولا  
اشاء وصدق و كذب كالحان الطيور اور مثله في التلويح وهذا صريح في ان كلام  
فانهم لا يسمى كلاماً لغته ولا شرعاً منزلاً لك المهمل الخ (رد المحتار)

پھر اس خواب کے واقعہ کی حکایت ایک ایسے واقعہ کی حکایت ہے کہ وہ کفر نہیں تھا، اگرچہ  
الفاظ کفریہ ہیں، لیکن الفاظ کفریہ کہ شخص نقل کا نہیں بناتی، اگر کوئی کہے نصاریٰ کہتے ہیں کہ خدا  
نہیں ہیں تو اس کہنے والے پر کوئی گناہ نہیں تو گناہ کیونکہ الفاظ کفریہ کی نقل تو قرآن مجید میں بھی  
موجود ہے:

قال الله تعالى وقالت اليهود عذريو ابن الله وقالت النصرى المسيح ابن الله  
یہ الفاظ کہ عزیر خدا کے بیٹے ہیں اور مسیح خدا کے بیٹے ہیں یقیناً کفر کے کلمات ہیں، اور  
مسلمان انھیں رات دن تلاوت قرآن مجید اور نماز میں پڑھتے ہیں اور یہود و نصرانی کے یہ کلمات  
نقل کرتے ہیں، تو جب کہ ان کلمات کا نقل کہنا باوجودیکہ منقول عجم نے ان کا تقلم بحالت اختیار  
کیا تھا، اور ان پر انھیں کلمات کے حکم کی وجہ سے کفر کا حکم کیا گیا، کما قال تعالى وقلوا! اتخذ  
البرصون ولد القد بضم شيناً الله ناقصين کے لیے موجب کفر نہ ہوا تو حالت خواب کے وہ  
کلمات کہ نہ ان کا قائل کا فر ہوا، اور نہ نوم کی حالت میں ان کلمات کو کلمات کفر کہا جاسکتا ہے،  
نقل کر کے سے کفر کا حکم بدرجہ اولیٰ نہیں دیا جاسکتا، رہا دوسرا واقعہ جو حالت بیداری کا ہے اس  
کے متعلق صاحب واقعہ کا بیان یہ ہے کہ وہ اپنی حالت خواب کی غلطی سے نادام اور پریشان ہو کر  
پاہتا ہے کہ درود شریف پڑھ کر اس کا تدارک کرے، اور وہ درود شریف پڑھتا ہے لیکن اس میں  
بھی ابھائے آنحضرت ﷺ کے نام مبارک کے زید کا نام اس کی زبان سے نکلتا ہے، اُسے اس  
فعل کا احساس تھا مگر کہتا ہے کہ زبان پر قابو نہ تھا، بے اختیار مجبور تھا۔

اس واقعہ کے متعلق دو باتیں متفقہ طلب ہیں، اول یہ کہ حالت بیداری میں ایسی سبب  
اختیاری اور مجبوری کہ زبان قابو میں نہ ہے، بلکہ اس کے کہ نہ ہو، جنون ہو، اگر وہ ہو، غصہ ہو، لیکن  
بہر تصور ہے یا نہیں، کیونکہ ان چیزوں میں سے کسی کا موجود ہونا سوال میں ذکر نہیں کیا گیا تو

ظاہر یہ ہے کہ ان اسباب میں سے کوئی سبب بے اختیاری پیدا کرنے والا نہ تھا، دوسرے یہ کہ اگر بے اختیاری اور مجبوری ممکن اور متصور ہو تو صاحب واقعہ کی تصدیق بھی کی جائے گی یا نہیں۔

امراول کا جواب یہ ہے کہ بے اختیاری کے بہت سے اسباب ہیں، صرف (جنون اور اگر اوہ عت میں مختصر نہیں، کتب اصول فقہ فقہ میں ان اسباب کے ذکر پر اختیار کرتا تحدید انصر پر جہی نہیں، بلکہ اکثری اسباب کے طور پر انھیں ذکر کیا گیا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ متعدد کتب فقویہ میں اس کی تصریح موجود ہے کہ خواہ کسی وجہ سے عقل مغلوب ہو جاوے اور غلو بیت موجب رہے قلم ہو جاتی ہے۔ الا فی بعض المواقف حیث یکون الفرج مقصوداً، فتاویٰ عالمگیری میں ہے :

من اصابہ برسام او اطعم شینا فذهب عقله فہدی نارا ندلہم یکن ذلک اولسا اذاو کذا لو کان معنہا او موسو سا او مغلوباً علی عقله ہو جہ من الوجوہ فقہر علی ہذا کذا فی السراج الوہاج (ہندیہ مطبوعہ مصر، ج ۴، ص ۳۸۲)

اس عبارت میں لفظ موسوس اور لفظ بوجہ میں اوجہ قابل غور ہے، لیکن واقعہ مسکولی عنہا میں نہ تو ذوالی شعور ذوال عقل کی تصریح ہے اور نہ میں واقعات مذکورہ کی بناء پر ذوال شعور کا ہونا صحیح سمجھتا ہوں، کیونکہ صاحب واقعہ بحالت انکسار عقلی کا اور اک بیان کرتا ہے اور غدر مسیہ صرف بے اختیاری، مجبوری، زبان کا قابو میں نہ ہونا ذکر کرتا ہے، اس لیے میں صرف اسی بات کو ضحیک سمجھتا ہوں کہ وہ یا ذوال شعور اور اک کے کلمہ کفر یہ کہتا ہے مگر بے اختیاری سے نفوری ہے، اور عین انکسار کی حالت میں بھی اسے غلط اور خلاف عقیدہ سمجھتا ہے اور بعد الفرائض من انکسار اس پر ناوم ہوتا ہے، پریشان ہوتا ہے، روتا ہے، اسباب معلومہ (شکر، جنون، اگر او، عت) کے علاوہ کبرئی، مرض، مصیبت، غلبہ خوشی، غلبہ حزن، قراحت و غیرہ بھی ذوال اختیار کے سبب بنا سکتے ہیں اور جہاں ذوال عقل یا ذوال اختیار ہو وہاں انکسار ثابت نہیں ہو سکتا، درحقیقت اس میں ہے :

وما ظہر منہ کلمات تکثریۃ یغتر فی حقہ و بعامل معاملۃ مونی المسلمین جہلاً علی اندہ فی حال ذوال عقلہ، انتہی،



یعنی قریب موت و نزاع روح اگر مختصر سے کچھ کلمات کفریہ ظاہر ہوں تو انہیں معاف سمجھا جائے اور اس کے ساتھ اموات مسلمین کا معاملہ کیا جائے اور ظہور کلمات کفریہ کو زوال عقل و اختیار پر محمول کیا جائے، اس عبارت سے صرف یہ غرض ہے کہ اسباب مذکورہ معلومہ میں سے یہاں کوئی سبب نہیں۔ پھر بھی ایک اور چیز یعنی شدت مرض یا کلفت نزع روح کو زوال عقل کے لیے معتبر کیا گیا، اور میت کے ساتھ مرتد کا معاملہ کرنا جائز نہیں رکھا گیا، اگرچہ نزع کی سخت تکلیف کی وجہ سے ایسے وقت زوال عقل متصور ہے لیکن تاہم یقینی نہیں، صرف تحسینا للظن باسلم احتمال زوال عقل کو قائم مقام زوال عقل کی کر لیا گیا،

صحیح مسلم کی روایت میں آنحضرت ﷺ سے مروی ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے گنہگار بندے کے توبہ کرنے پر اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے کہ ایک مسافر کا جنگل میں سامان سے لدا ہوا اونٹ تم ہو جائے اور وہ دھونڈ دھونڈ کر نا امید ہونے کے بعد مرنے پر تیار ہو کر شہدہ جائے اور اسی حالت میں اس کی آنکھ لگ جائے، تھوڑی دیر کے بعد اس کی آنکھ کھلے تو دیکھے کہ اس کا اونٹ مع نامان اس کے پاس کھڑا ہے،

اس روایت میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اس شخص کی زبان سے غایت خوشی میں جیسا کہ یہ لفظ نکل جاتے ہیں اُس عیدی و انارک بھی وہ خدا کی جانب میں یوں بول اٹھا کہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا خدا ہوں، رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں اعطامن شدة الفرح یعنی شدت خوشی کی وجہ سے اس سے خطا یہ لفظ نکل گئے، اس حدیث سے صراحتاً ثابت ہو گیا کہ شدت فراح بھی زوال اختیار کا سبب ہو جاتا ہے اور چونکہ آنحضرت ﷺ نے اس کے بعد یہ نہیں فرمایا کہ الفاظ کفریہ تکلم جو خطا ہوا تھا، موجب کفر اور مزیل ایمان تھا، اس لیے آپ کے سکوت سے معلوم ہو گیا کہ الفاظ کفر کا حلقہ جو خطا کے طور پر ہو مثبت ردّت نہیں۔

صلح حدیبیہ کے قصہ میں جو صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے ذکر کیا گیا ہے کہ جب صلح مکمل ہو گئی اور آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم فرمایا کہ سر مشاڈا لو اور قریبائیاں ذبح کرو، تو صحابہؓ لمجد فرط خون و غم کے کہ اپنی تمنا اور آرزو امید کے خلاف خانہ کعبہ تک نہ جاسکے، ایسے بخور ہوئے کہ باوجود آنحضرت ﷺ کے مکرر سر کر فرمانے کے کسی نے فرمان عالی کی تعمیل نہ کی، آپ

نہیں ہو کہ خیر میں حضرت ام سلمہؓ کے پاس تشریف لے گئے۔ انھوں نے پریشانی کا سبب دریافت کر کے عرض کیا کہ آپ باہر تشریف لے جا کر اپنا سر منڈا دیں، اور کھڑکی سے کچھ زعفران لیں۔ آپ باہر تشریف لائے اور حلق کو ہلا کر اپنا سر منڈا دیا، جب اصحاب کرام نے دیکھا تو ان کے ہوش و حواس بجا ہوئے، اور ایک دم ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے۔

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ طرفِ حزن بھی موجبِ زوالِ اختیار ہو جاتا ہے، کیونکہ قصدِ اختیار سے آنحضرت ﷺ کے حکم کی تعمیل نہ کرنے کا اصحاب کرام کی جانب وہم بھی نہیں ہو سکتا۔

امتحانِ تقریری کے وقت جن طلبہ کی طبیعت زیادہ مرعوب ہو جاتی ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ ان کی زبان سے باوجود اور اک و شعور کے بے قصد غلط الفاظ نکل جاتے ہیں، حالانکہ صحیح جواب ان کے ذہن میں ہوتا ہے مگر فرطِ محبت کی وجہ سے زبان قابو میں نہیں ہوتی۔

رسولِ خدا ﷺ نے اربعِ مطہرات میں عدل کی پوری رعایت کر کے فرماتے، اللہم طہہ قسطنطینی فیہ اصلک فلا تافخ فیہا تملک ولا املک، یعنی اے خداوند! میں نے اختیاری امور میں برابر کی تقسیم کر دی، اب اگر فرطِ محبت عائنہ کی وجہ سے میلانِ قلب ہے اختیاری طور پر عائنہ کی طرف زیادہ ہو جائے تو اس میں مواخذہ نہ فرمانا، کیونکہ وہ میرا اختیاری نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اگر فرطِ محبت کی وجہ سے بے اختیاری طور پر کوئی امر صادر ہو جائے وہ قابلِ مواخذہ نہیں۔ رہا اطراءِ ممنوع جو فرطِ محبت سے پیدا ہوتا ہے وہ اختیاری حد تک ممنوع ہے اگر وہ بھی غیر اختیاری حد تک پہنچ جائے تو یقیناً مرفوعِ القلم ہوگا، نیز حدیثِ لا تظرونی الا مسیحا اطراء کی بھی ضرور ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ اطراء کا سبب فرطِ محبت ہی ہو، بلکہ جہالت، تعصب، غلط فہمی وغیرہ اسباب بھی موجبِ اطراء ہو سکتے ہیں، پس نبی عن الاطراء مستلزم نبی عن غلبۃ الحب کو نہیں ہو سکتی، اسی طرح غلبۃ محبت منحصر فی الاطراء الا خطراری نہیں۔ اس لیے نبی عن الاطراء کو مستلزم نبی عن غلبۃ الحب قرار نہیں دیا جاسکتا۔

حدیث مذکور اس امر پر صاف دلالت کرتی ہے کہ غلبۃ محبت بسا اوقات غیر اختیاری طور پر محبوب کی طرف میلان پیدا کر دیتا ہے اور یہ میلان قابلِ مواخذہ نہیں، کیوں؟ اس لیے کہ غیر

اختیاری ہے، اور اس کو غیر اختیاری کہنے سے بڑا یا بظہر محبت ہے۔

فقاری شریف کی وہ حدیث دیکھیے جس میں امام سہابہ میں سے ایک شخص کا یہ حال مذکور ہے کہ اس نے اپنے بیٹوں سے موت کے وقت کہا تھا کہ مجھے جلا کر میری خاک تیراوا میں اڑا دینا، **لَوْ هُنَّ كُنَّ قَدْ رَأَتْهُ عَلَى الْخِالِ الْخِالَافَةِ** کے (اس شخص پر یہ کہ قَدْ رَأَتْهُ لَطَوَّاتٌ سے مشتق مانا جائے) **الْخِالَافَةُ** کفر یہ ہونے میں شبہ نہیں، لیکن اس کا جو رب رب خلیفہ اسے کفر سے بچا کر مغفرت سے خداوندی کا مستحق ٹھہرا دیتا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خوف خداوندی نے اس کی زبان سے بے اختیار یہ الفاظ نکلوا دیے اور بے اختیار ہی کی وجہ سے وہ مواخذہ سے بچ گیا، پھر حال و جہ مذکورہ سے صاف ثابت ہو گیا کہ اسباب معلومہ (سکر، جنون، اکراہ، عتہ) کے علاوہ بھی بہت سے اسباب ہیں جن سے شعور و ادراک یا ارادہ اختیار رائی ہو جاتا ہے، وہیں اگرچہ واقعہ مسئول عتہا میں سکر، جنون، اکراہ، عتہ نہیں ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ شخص ان اسباب در بعد کے عدم کی وجہ سے لازم کر دیا جائے کہ اس نے الفاظ مذکورہ ضرور ارادے اور اختیار سے کہے ہیں۔ اس کے بعد دوسرا امر تحقیق طلب یہ تھا کہ اگر بے اختیاری اور مجبوری ممکن ہو تو صاحب واقعہ

کی تصدیق بھی کیجائے گی یا نہیں اس کے متعلق گذارش جو کہ اس سے پہلے کہ اس کی تصدیق یا عدم تصدیق کی بحث کی جائے۔ اول یہ بتادینا ضروری ہے کہ صاحب واقعہ اپنی بے اختیاری میں قسم کی ظاہر کرتا ہے اور اس کا سبب کیا ہو سکتا ہے، سوا شیعہ ہو کہ صاحب واقعہ کا قول یہ ہے (کیسکین حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جائے اور اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جائے یا اس خیال بعد ہیٹھ کیا اور پھر دوسری کر دہ لے کر کلمہ شریف کی غلطی کیسے تدارک میں رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں اللھم صل علی سیدنا محمد وعلیٰ آلہنا وارضہما وارضہما، حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان اپنے قابو میں نہیں) اس کلام سے صاف واضح ہے کہ اسے اپنی خواب کی حالت میں غلطی کرنے کا افسوس اور پریشانی پسیدہ رہی میں لاحق تھی، اور اسی غلطی کا تدارک کرنے کے لیے اس نے درود شریف پڑھنا چاہا، اس کا قصد یہ تھا کہ تمام طور پر وہ آنحضرت ﷺ پر درود پڑھ کر اپنی منامی غلطی کا تدارک کرے، لیکن اب بھی اس سے بے



اگر کہا جائے ممکن ہے کہ قاضی خاں کی دونوں عبادتیں صرف دیانت ہوتی ہوں، کیونکہ یہ ازبیا اور رد الشار کی عبادتوں میں بھی حکم دیانت عطا ہوتا یا کیا ہے، کہ کافر نہیں ہوگا، لیکن اس کے بعد حکم قضایہ بتایا کہ قاضی تعمد لیتی نہ کرے اور حکم قضا کی قاضی خاں کی عبادتوں میں نفی نہیں، بلکہ وہ حکم قضا سے سکتے ہیں۔ اس کے متعلق گزارش ہے کہ ہاں، شک یہ احتمال ہے، لیکن اول تو مفتی کا منصب صرف یہ ہے کہ وہ حکم دیانت بتائے، اس لیے صورت مسئلہ میں مفتی کو یہی فتویٰ دینا لازم ہے کہ قائل مرتد نہیں ہوا۔

دوم یہ بھی دیکھنا ہے کہ جبکہ شرائط صحت روضہ میں طوع و اختیار بھی داخل ہے، اور بے اختیاری روضہ معتبر نہیں ہوتی، تو یہ عدم اعتبار صرف مفتی کے اعتبار سے ہوتا ہے، یا قاضی بھی غیر اختیاری روضت کو معتبر نہیں سمجھتا، اس کا جواب یہ ہے کہ بے اختیاری کے اسباب اگر ظاہر ہوں تو ان میں مفتی اور قاضی دونوں بے اختیاری کو تسلیم کرتے اور روضت کو غیر معتبر قرار دیتے ہیں جیسا کہ جنون معروف یا سکر طاعت عند القاضی یا طغویت مشاہدہ وغیرہ۔ پس صورت مسئلہ میں اگر ان کی حالت بے غودی و بے اختیاری کو اور لوگوں نے بھی محسوس کیا ہو، جب تو ظاہر ہے کہ قاضی کو بھی اس کا اختیار کرنا پڑے گا۔ ورنہ نہ زیادہ قاضی کو صاحب واقعہ سے اس کی اسس حالت بخودی و بے اختیاری کے متعلق قسم لینے کا حق ہوگا۔

سوم یہ کہ اگر قاضی کے سامنے یہ واقعہ اس طرح جاتا کہ اس شخص نے فلاں الفاظ کفریہ کا نظم کیا ہے اور پھر یہ شخص قاضی کے سامنے غدر بے اختیاری پیش کرتا تو ضرور تھا کہ قاضی اس سے بے اختیاری کا ثبوت مانگتا، اور صرف اس کے کہنے سے حکم روضت کو اس پر سے مرتفع نہ کرتا، لیکن یہاں یہ واقعہ نہیں ہے، بلکہ قاضی کے سامنے اگر اس قائل کا بیان جائے گا تو اس طرح جائے گا کہ میں بحالت بخودی و بے اختیاری کہ زبان قابو میں نہ تھی، یہ الفاظ کہے ہیں، اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں یہ الفاظ بایں حیثیت کو بخودی اور بے اختیاری سے سرزد ہوتے ہوں موجب کفر نہیں ہیں۔

چہاں یہ کہ روضت حقوق اللہ خالصہ میں سے ہے اور اگر چہ بعد ثبوت روضت بعض عباد کے حقوق متعلق ہو جاتے ہیں لیکن ان کو نفس ثبوت و اثبات روضت میں دخل نہیں، بلکہ دوبعد ثبوت

روایت مترتب ہوتے ہیں، جیسا کہ براہِ یہ میں اس کی تصریح ہے :

پس کسی حکم کے دعویٰ خطا کرنے سے کوئی حق عہدِ زائل نہیں ہوتا، اور اس لیے قاضی کو اس کی تصدیق کر لینا بھی راجح ہے، جیسا کہ حدیثِ اخطا من شدۃ الفروج اور حدیث و اللہ قدر اللہ علیہ اور مختصر کے کلمات کے کفر یہ کے اعتبار نہ کرنے سے ثابت ہوتا ہے۔

اس کے بعد یہ بات باقی رہی کہ آیا صاحبِ واقعہ کے اس قول میں کہ ان الفاظ کا صدور بے اختیاری سے ہوا تصدیق کی جائے گی یا نہیں، اس کا جواب عموماً تو آچکا، لیکن زیادہ وضاحت کی غرض سے عرض کیا جاتا ہے۔

اگر کسی کلام میں متعدد وجوہ کفر کے ہوں اور ایک وجہ اسلام کی تو مفتی اسی وجہ کو اختیار کرے جس سے حکم کفر جائز نہ ہو، کیونکہ جہتِ اسلام راجح ہے اور مسلمان کے ساتھ حسن ظن لازم ہے۔

یہ دوسری بات ہے کہ مفتی کی تاویل فی الواقع صحیح نہ ہوگی تو اس کا فتویٰ قائل کو حقیقی کفر سے

نہیں بچا سکے گا تو اس صورتِ مسوئکہ میں جب کہ قائل خود اپنا کلمہ کفر سے ڈرنا، پریشان ہونا اور

پھر تدارک کے خیال سے درود شریف پڑھنا اور اس میں بے اختیاری سے غلطی کرنا اور پھر اس پر

افسوس کرنا اور دونا بیان کرتا ہے تو پھر اس بدگمانی کی کوئی وجہ نہیں کہ اس نے یہ الفاظ کفر یا اپنے

ارادے اور اختیار سے کہے ہیں، یہ خیال کہ جب اسے معلوم تھا کہ میری زبان قابو میں نہیں تو

سکوت کرنا چاہیے تھا، لیکن اس نے سکوت نہ کیا، اور کلمہ کفر زبان سے نکالا، تو گویا قصدِ کلمہ کفر

کے ساتھ تکلم کیا، صحیح نہیں، کیونکہ اس نے قصدِ درود شریف صحیح پڑھنے کا کیا تھا مگر لفظ کے وقت

زبان سے دوسرے لفظ نکلے، پھر قصد کیا کہ صحیح پڑھوں، پھر لفظ غلط نکلے، تو گویا ہر مرتبہ بقصد

اصلاحِ تکلم کیا نہ بقصد الفاظ کفریہ اور سکوت محض تکلم بقصد اصلاح و التدارک سے افضل نہیں

ہو سکتا، پس ممکن ہے اور اقرب الی القیاس یہی ہے کہ اس کے دل پر کوئی ایسی حالت طاری ہوئی

جس کی وجہ سے اس کے جوارح کے افعال مختل ہو گئے خود اس کے بیان میں موجود ہے کہ

بیداری کے بعد بھی بدنامی میں بدستور ہے حسی اور اثرِ نا طاقتی بدستور تھا، اس لیے مفتی کا ذمہ صورت

واقعہ میں لازم ہے کہ اس طرح فتویٰ دے کہ جب صاحبِ واقعہ نے اپنے اختیار اور ارادے

سے الفاظ مذکورہ نہیں کہے ہیں، تو وہ بالاتفاق مرتد نہیں ہوا اور چونکہ ان الفاظ کا اس کی زبان سے

ممدور خطا ہوا ہے اور اس صورت میں اتنا کا کفر مانگ نہیں ہوتا جیسا قاضی خاں کی عبارت سے معلوم ہو چکا، اس لیے اس کو تجدید نکاح یا تجدید ایمان کا حکم بھی نہیں کیا جائے گا۔ احتیاطاً تجدید کر لینا محکم سے خارج ہے، اس کی منکوحہ قلعہ اس کے نکاح میں ہے، اور اسے ہرگز وہ سبب نکاح چاہ کر نہیں، ہاں اگر اس کی یہ حالت بخیر رہی وہ بے اختیاری معروف ہو جب تو حکم نقاہ و یا نیت میں کوئی فرق ہی نہیں اور اگر یہ حالت معروف نہ ہو تاہم بوجہ مذکورہ بالا قطعاً بھی بلا قسم یا زیادہ سے زیادہ قسم کے ساتھ تصدیق کیا جائے گا۔

کتبہ محمد کفایت اللہ عطا عندہ مولانا

مدنی مدرسہ اسلامیہ دہلی، ۳۰ جنوری ۱۳۶۱ھ

### ضمیمہ فتویٰ دہلی

جو ایک خط کے ساتھ بعد میں آیا

خط

بعد ستام مسئلوں عرض ہے کہ مسئلہ معلومہ کے متعلق مضامین ذہن میں تھے جنہیں اسس وقت غفلت کی وجہ سے ضبط تحریر میں نہ لاسکا اور بعد میں اس سوال کی عبارت سوچو نہ ہونے کی وجہ سے میں نے ایک دوسرے طرز پر سوال قائم کیا، اور اس کا جواب لکھا، میرے خیال میں اس واقعہ کا خطا پر محمول ہونا ہی متعین ہے اس لیے صرف خطا کے متعلق جو مضمون ذہن میں تھا اسے قلمبند کر کے بذریعہ اس عریضہ کے پیش کرتا ہوں۔

محمد کفایت اللہ علیہ رحمۃ اللہ مدرسہ اسلامیہ دہلی

۱۰ دسمبر ۱۳۶۰ھ

سوال: زید نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر آج میں مغرب کی نماز ادا نہ کروں تو تجھ پر تین حلاق، پھر اس نے مغرب کی نماز پڑھی لیکن قرأت میں غلطی کی، کہ بجائے غصی اذم زائد کے ہم پر زید اور زائد کی باپ پر پیش پڑھ گیا۔ اس کی زوجہ سے یہ غلطی سن لی تھی، زوجہ نے قاضی کے یہاں دعویٰ کیا کہ میرے خاوند نے میری حلاق کو مغرب کی نماز ادا نہ کرنے پر معافی کیا، اور





العامة و كذا افساء عطر الجندري و بكسر اللام و اياك بعد بكسر الهمزة و الضم  
يفتح الواو و في التوازي لا تفصل بين الكل و بدليتي بوزانية و خلاصة (رد المحتار) و  
هو الاشبه كذا في المحيط و بدليتي كذا في العناية و كذا في الظهيرية  
(عالمگیری)

پس اس قول مفتی ب کے موافق قضا اول یعنی صحت نماز کا حکم صحیح ہوگا، اور جب نماز صحیح ہوگئی تو  
رجوع شرط نہ ہوا، اور ظلال مطلق واقع نہ ہوئی۔

اس کے بعد عورت کا ارتداد زوج کی وجہ سے دعویٰ نسخ نکاح کرنا غیر مسوع ہے، کیونکہ  
قاضی اس صورت میں ارتداد زید کا حکم نہیں کر سکتا، جس کے وجہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) اب اگر حکم بالارتداد کیا جائے تو دو حال سے خالی نہیں، اول یہ کہ قضا اول بحالہ باقی  
ہے، اور قضا بالارتداد بھی کر دی جائے تو اس میں صریح طور پر اجتماع ضدین بلکہ تقضین ہے  
کیونکہ قضا اول کا مقتضی صحت نماز ہے اور قضا ثانی کا بطلان نماز، قضا اول کا مقتضی بقاء نکاح ہے  
اور قضا ثانی کا بطلان نکاح۔ قضا اول کا مقتضی اسلام زید ہے (کیونکہ صحت صلوٰۃ کے حکم کے  
لیے اسلام مصلیٰ شرط ہے) اور قضا ثانی کا مقتضی کفر زید اور یعنی ان دونوں متناقض حکموں کا وہی  
کلام واحد ہے۔ دوم یہ کہ قضا اول کو باطل کر دیا جاوے اور قضا ثانی کو واجب اختیار سمجھا جائے،  
مگر یہ دونوں صورتیں باطل ہیں، پہلی تو یوجہ لزوم اجتماع تقضین سے اور دوسری اس وجہ سے کہ  
قضا اول جب کہ مسئلہ مجتہد فیہ میں واقع ہو جائے تو پھر وہ واجب العمل و التنفیذ ہو جاتی ہے اور خود  
اس قاضی کو یا کسی دوسرے قاضی کو اس کے بطلان کا اختیار نہیں رہتا۔

و اذا رفع اليه حکم قاض اخر تبين اتفاقه اذ حکم نفسه مثل ذلك (ای الرفع)  
کذلك تعدد اى الزم الحكم مقتضا لى مجتهد اقله (در مختار) لانه نقضه اى يجيب  
عليه تنفيذه (رد المحتار) اعلم انهم قسموا الحكم ثلثة اقسام قسم بوزان کمال حال  
وهو ما خلف الناس او الاجماع و قسم بمضى بکل حال و هو الحكم فى محل  
الاجتهاد الخ (رد المحتار)

(۲) حکم بالزناات حقوق اللہ خالص سے ہے اور حقوق اللہ خالص میں دعویٰ خطا قضا

مقبول ہے، اور نہ دینی بالغ میں دعویٰ خطا مقبول نہ ہوتا اور عہدِ زمانہ لازم آتی، مگر انسان بالخطا میں دعویٰ خطا مقبول نہ ہوتا اور قصاص لازم اجاتا، حالانکہ لازم بالطل ہے، لیکن قصاص واجب حد یا قصاص کا حکم نہیں کیا جاتا کیونکہ حدود حقوق اللہ میں سے ہے اور قصاص میں اگرچہ حق عید بھی ہے لیکن اس کا بدلہ دیت کی صورت میں ادا کر دیا گیا اور اسکی تشنگی خاطر کا جبر ہو گیا اور اخلاص عالم ..... جب موجب قصاص تھا جو دعویٰ خطا اس کا حکم مرتفع ہو گیا، یہ بات کہ حکم بالمرور حقوق اللہ میں سے ہے اس عبارت سے ثابت ہے بخلاف الآلہ ذلالتہ معنی بتفرقہ الیہ المراد لا حق فیہ للعبر عن الادمیین (بہر ازم) پس جبکہ صورت مسئلہ میں زیادہ تکلف بالخطا کا مدق ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کا قول قضا مقبول نہ ہو۔

(۳) ردۃ کی حقیقت فقہاء نے اس طرح بیان کی ہے اجراء کلمۃ الکفر علی اللسان یعنی کلمہ کفر قصد ازبان پر جاری کرنا، قصد کی قید لفظ اجراء سے مفہوم ہوتی ہے ورنہ جریبان کلمۃ الکفر کہا جاتا، پھر جہاں شرائط صحت ردۃ بیان کیے ہیں وہاں طوع یعنی اختیار کو شرائط صحت میں بھی ذکر کیا ہے پس جب تک کہ قصد اور اختیار نہ محقق ہو ردۃ کا تحقق ہی نہیں ہو سکتا اور کسی چیز کے تحقق سے قبل اس کا حکم کر دینا بجا نہیں باطل ہے، مثلاً وضو شرائط نماز میں سے ہے تو جو نماز بے وضو پڑھی جائے وہ صحیح نماز نہ ہوگی، تو قبل تحقق وضو کے صحت نماز کا حکم کر دینا یقیناً غلط اور باطل ہے اور یہ ظاہر ہے کہ قصد اور اختیار اور قلبیہ میں سے میں اس پر سوائے صاحب معاملہ کے کسی دوسرے انسان کو اطلاع نہیں ہو سکتی، جب تک صاحب معاملہ خود اقرار نہ کرے، پس تحقق شرط ردۃ کے لیے صاحب معاملہ کا یہ اقرار کہ اس نے قصداً الفاظ کفریہ کا تلفظ کیا ہے ضروری ہے اور چونکہ اس کے اقرار کے سوا اور کوئی سبیل اس کے علم کی نہیں، اس لیے اس کے اقرار و انکار کی تصدیق ضروری ہوگی۔

ہاں کبھی اس کے عدم انکار قصد کو قائم مقام ارادہ قصد سے حکم قضا میں کر لیا جائے تو ممکن ہے لیکن اس کے انکار صریح کی کہ قصد سے صراحۃً منکر ہو قصد یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ نیز اقرار صرف تلفظ بالا اختیار کا ثبوت ردۃ کے لیے کافی ہے اس کے معنی کا قصد کرنا اور مراد لینا شرط نہیں، کیونکہ بازل و لاعب کے ارتداد کا حکم منقطع القدر و تخریر غیر ہا کتب معتبرہ میں صریح

ہے اور ان دونوں کے کفر کی وجہ ان کا یہ کلمہ کفر یہ غیر مقصود المعنی نہیں بلکہ استخفاف فی الدین ہے، پس یہ قول سادہ و خطا کی صورت میں درود کا حکم نہ کرنا چاہیے یقیناً راجح کلمہ صحابہ ہے۔

قال فی الجواز الحاصل ان من تکلم بکلمۃ الکفر ہازلا و الا علی کفر عند الکمل ولا اعتبار باعتقاد کما صرح به فی الخاتمة و من تکلم بها مخطا و مکسر ہا لا یکفر عند الکلم الخ (در المختار)

اس عبارت کا ظاہر مفہوم یہی ہے کہ خطا اور اگراد کی صورت میں ایسا نہ لگائی بالاحقاق کا فرق نہ ہوگا۔ کیونکہ خطا اور اگراد کو ایک مد میں شامل کیا ہے اور اگر وہی قصداً کافر ہو یا مسلم ہے لکھائی اظہار۔

اگر شبہ کیا جائے کہ روق نزوح کے ساتھ زوجہ کا حق فسخ و خراج من المستحق متعلق ہے تو ممکن ہے کہ خطا او عامی اس پر فہم نہ دیکھیں اللہ کفر کا حکم عائد نہ ہو لیکن اگر قاضی ارعاء خطا کی تصدیق کرنے تو زوجہ کا حق باطل ہے اور اسی وجہ سے بزاز اور شامی میں لکھا ہے کہ خطا میں اگر ویانہ کافر نہیں ہوتا مگر قاضی تصدیق نہ کرے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم خود... نمبر ۲ میں نقل کر چکے ہیں کہ روق کا حکم کرنے میں کسی آدمی کا حق متعلق نہیں، پس اس کی یہ عبادت خود اس حکم مہدم تصدیق قاضی کے معافی ہے شامی نے اس قول کو صرف بلفظ بدل ماحرر و بیان کیا ہے اور تشریح کرنے والوں کا نام نہیں بتایا، اس لیے یہ نقل چنداں قابل اعتماد نہیں۔

پھر ہم کہتے ہیں کہ زوجہ کا حق نفس تکلم کلمۃ الکفر کے ساتھ متعلق نہیں، بلکہ روق کے آثار مرتب غیر میں سے ہے اور ترتب آثار بعد وجود حقیقت ہوتا ہے اور جب تک کہ طلاق و اختیار حجت نہ ہو جائے حقیقت روق تو متحقق ہوئی نہیں اس پر آثار کا ترتب کیسا۔

پھر خود شامی نے جامع المفصولین و نور العین وغیرہ سے نقل کیا کہ ایسے الفاظ کفر یہ جن میں کوئی بیز تاویل بھی ہو سکتی ہے بولے پر بھی حکم کفر نہ کیا جائے۔

اور عالمہ شامی فرماتے ہیں و ملحقہ مدانہ لا یحکم بفسخ النکاح یعنی جامع المفصولین و نور العین کی عبارتوں کا مفہوم یہ ہے کہ فسخ نکاح کا حکم نہ کیا جائے پس جامع المفصولین و نور العین وغیرہ کی فتوئل شامی کی بحث سے بدرجہ اولیٰ بالعمل والقبول ہیں۔

اور پھر بھی اس صورت کا حکم ہے کہ قاتل سے لگے کفر یہ کا یقیناً تکلم کیا اور خود کو صورت عہد کی پیش نہیں کی حالانکہ صورت مسنونہ میں قاتل خود ہی اپنی مفردی اور بے اختیار بیان کرتا ہے، پس یہاں بدرجہ اولیٰ حکم درست نہیں ہو سکتا۔

(۳) تعلیقات طلاق کا (ان و خلت، الدار فانك طالق) جس میں عورت کا حق متعلق بالذات ہوتا ہے کہ اگر زوج حقیقی یا وجود شرط کا انکار کر دے اور زوجہ تعلیق یا وجود شرط کی دہلی ہو تو پیش از حد کے ذمہ ہے، اور نہ قول زوج کا معتبر ہوتا ہے۔

وان اختلفا فی وجود الشرط فالقول لہ الا از اہتت و صلا یعلم الا عنہما فان قول لہا فی حقہا (عالمگیری) فان اختلفا فی وجود الشرط فالقول للمع الیسن لانکسار الطلاق (در مختار) قولہ فی وجود الشرط ای اصلا او تحقیقا کما فی شرح المجموع ان ختلفا فی وجود اصل التعلیق بالشرط او فی الشرط بعد التعلیق و فی البرازیلہ ادعی لا سقضاء او الشرط و وجود اصل التعلیق بالشرط او فی الشرط بعد التعلیق و فی البرازیلہ ادعی لا سقضاء او الشرط و الغول الخ (در المختار)

پس دعویٰ نکاح میں گویا وجود وجود شرط کی دہلی ہے اور وہ تکلم بکفریہ کفر طوعاً و اختیاراً تو زوج اس کا منکر ہے لہذا حسب قاعدہ مذکورہ قول زوج قضا بھی معتبر ہونا چاہیے۔

بلکہ یہاں بدرجہ اولیٰ قول زوج کا اعتبار ہوگا کیونکہ عورت کا حق بالذات ثبوت ردت کے ساتھ متعلق نہیں، بلکہ احکام ردت میں سے ہے حکم الشی ثمرۃ و اثرہ المرتے علیہ (رد المختار)

### الحاصل

جس شخص کی زبان سے کوئی کلمہ کفریہ نکل جاوے اور وہ خطائی نکلنے کا مدعی ہو جیسا کہ اکثر نماز میں خطا ایسے الفاظ جن کا تہمید کفر ہے نکل جاتے ہیں، ویاتے حکم ارتداد کا جاکندہ اودنا تو متعلق علیہ ہے قضا بھی اس کے قوت کی مع یسین تصدیق کی جائے گی اور قاضی کو کوئی حق نہیں کہ اس پر ارتداد کا حکم لگائے اور اس کی قسم کا اعتبار نہ کرے، یا اس کی زوجہ کا نکاح منع کر دے، نیز خط کسی کلمہ کے زبان سے نکلنے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ شکم بے ہوش ہو یا مجنوں ہو بلکہ ہوش و

یہ اس صحیح ہونے اور اور ایک دستور قائم ہونے کی حالت میں بھی بلا قصد الفاظ نہ بان سے نکل جاتے ہیں۔ آپ طالع کہنے کے بعد قصاً یہ تاویل کہ میری مراد طالع عن وفاق تھی اس لیے معتبر نہیں کہ الفاظ طلاق خود موجب حکم ہیں اور ان کے صدور کے ساتھ بالذات حق عورت متعلق ہو جاتا ہے۔ خلاف کفر کے کہ یہ بالذات موجب رذت نہیں، بلکہ طلاق اختیار شرعاً تک صحت اور سے ہے اور اس کے ساتھ کسی انسان کا حق بالذات متعلق نہیں، پس انکار اختیار اور حقیقت انکار سبب ہے نہ انکار حکم مع الاقرار بالسبب، ہذا واللہ اعلم بالصواب۔

محمد کفایت اللہ غفرلہ، مدرک مدرسہ امینیہ دہلی

۷ ربیع ۱۳۲۶ھ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جز و ششم تحریر صاحب علم موصوف بالا

در تمہید

ملقب بہ

القول المختوب فی حکم المغلوب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خاملاً و مثلیاً و منسقیماً، اما بعد گزارش ہے کہ جس وقت سے واقعہ خواب الامداد میں شائع ہوا ہے اس وقت سے لوگوں میں ایک شورش پیدا ہو گئی ہے، اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ اس واقعہ پر ایک تفصیلی بحث لکھ دی جاوے، پس ہم اس پر ایک تفصیلی بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس واقعہ پر انکار کرنے والے دو قسم کے لوگ ہیں، ایک تو وہ لوگ ہیں جو صرف اپنے اختلاف کو نفس واقعہ تک محدود کرتے ہیں اور حضرت مولانا محمد ظاہم العالی پر طعن و تشنیع نہیں کرتے، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ مولانا نے اس واقعہ میں مداخلت سے کام نہیں لیا، بلکہ وہ صاحب واقعہ کو

معدور سمجھتے تھے اور اسی بناء پر انھوں نے اس واقعہ پر کوئی اعتراض نہیں کیا، لہذا وہ معدور ہیں اور ان پر طاعت نہیں کی جاسکتی،

دوسرے وہ لوگ ہیں جو خود مولانا کو بھی نہیں جانتے ہیں، ایسے لوگ بھی دو قسم کے ہیں، ایک وہ جن کے اعتراض کا مظاہر خلوص اور محبت ہے اور وہ غیر خواہاں نہ کہتے ہیں کرتے ہیں، اور دوسرے وہ جن کے اعتراض کا مظاہر حسد اور عداوت ہے اور جو کہ طرح طرح سے حضرت مولانا کی دل آزادی پر کمر بستہ ہیں اور انھوں نے یہاں تک ایمان اور انصاف سے آنکھ بند کر لی ہے کہ واقعہ کی صورت بدل کر اور اس میں تحریف کر کے عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں، اور جھوٹ اور بہتان سے بھی نہیں بچتے، پس معاندین اور حاسدین سے خطاب کرنا بے کار ہے، اور ان کی نسبت تو ہم صرف اس قدر عرض کرتے ہیں ۔

کور میگرد و زیور آفتاب

ایست التوا ابد در قعر مشاء

کے بڑا بد ایسا مسرار اور گو

شد حسود آفتاب کا مسرانی

راز طراوت و ازل پر سید ہا

یاد فتح چاہ او تائید خناست

چشم در خود رشید توائید کشود

می مستزاید کستری در اختری

ہلکہ از جسد کیمیا بد تراست

خوشتر انگن در صد استری

خود چہ بالا ہلکہ خوں بالا بود

وز حد خود را بہالای منراست

اے بر اہل از حد تا حد شد

کار خدمت دادہ حلق حسن

بشنوی و نا شنودہ آدمی

آنکھ اور پاشد حسود آفتاب

ایست درد بے دوا کور مست آوا

خلی خود رشید از پایست او

تو بخدا بر کسے کاغذ چہاں

تاہشش پر رشید فتح از دید ہا

یا ز لور رشیدش تائید کا ست

تا بر آوا اید ہشدر را چہر دپود

تو حسود کی مصلحت من کسترم

خود حد نقصان دینے دیگر مست

آن پشیمس از رنگ عدل کستری

از حدی خواست تا بالا بود

آن ابو خیل از عمر ننگ داشت

بو القلم نامش بد بود چہر سل شد

دہ گذر از فضل در چشتی دین

صد از نیسا گر جویم تو کری

رہے وہ لوگ جو کہ بااعتماد و حسد محض خلوص و محبت سے نفس واقعہ یا حضرت مولانا کے قتل پر بحث چینی کرتے ہیں ان کے سامنے ضرورتی چاہتا ہے کہ واقعہ کی پوری تفصیل پیش کر دی جائے، اور چونکہ انھوں نے اداری اور دل سوڑی کو کام فرما کر حضرت مولانا کو ان کی ایک ایسی لغزش پر مستجب کیا ہے جس کو وہ اپنی دانست میں لغزش سمجھتے تھے تو جناری دل سوڑی کا مستحق یہ ہے کہ ہم اس واقعہ کے ان تمام پہلوؤں پر بحث کر کے جو کہ ہماری نظر میں غلط، انکار ہو سکتے ہیں (خود و خود ہمارے غور و غوض کا نتیجہ ہوں یا دیگر حضرات کے افکار کا) اصل حقیقت کو ان کے سامنے غیر خواہانہ پیش کر دیں۔ واللہ المستعان وہو الموفق للصواب۔

اس گزارش کے بعد معروض ہے کہ اس واقعہ کے متعلق لوگوں کے جس قدر اعتراضات ہیں ان سب کا حاصل کل تین اعتراض ہیں :-

(۱) واقعہ قابل اعتراض تھا (۲) مولانا نے اس پر اعتراض نہیں کیا (۳) اسے شائع کر دیا جی کہ قلم غلام کا یا عث ہوا۔ پس مولانا کا عذر تو یہ ہے کہ نہ واقعہ کے دیکھنے سے ہمارے ذہن میں کوئی اعتراض آیا، اور نہ ہم کو اس کی اشاعت میں کسی مقصد کا احتمال ہوا، بلکہ ہم کو اس کی اشاعت میں دینی فائدہ یہ نظر آیا کہ اگر کسی کو ایسا واقعہ پیش آوے تو وہ اس واقعہ سے نہ پریشان ہو اور نہ اپنے عقیدہ کو گھڑنے دے اس لیے ہم نے اسے شائع کر دیا، پس مولانا کی معذوری تو ظاہر ہے۔ رہا یہ امر کہ خود واقعہ قابل اعتراض تھا یا نہیں، اس کا فیصلہ ایک بحث طویل کے بعد ہو سکتا ہے، اس لیے ہم اس پر بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو لوگ واقعہ کو قابل اعتراض کہتے ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ صاحب واقعہ کو تجدید ایمان و نکاح کرنی چاہیے، پس اب ہم کو اس واقعہ کا شرعی حکم معلوم کرنا چاہیے، سو اس کی تحقیق حسب ذیل ہے۔

### تحقیق حکم واقعہ زیر بحث

تجدید ایمان و نکاح موقوف ہے تحقیق ارتداد پر اور حقیقت روت یہ ہے کہ کوئی مسلمان اپنا عقیدہ بدل دے، اور خلاف اسلام عقیدہ رکھے، یا وہ قصداً صحیح کوئی ایسا فعل کرے جو موجب کفر ہو، کما قال الامام طبرانی السلام فی اصولہ الردۃ تنبہ علی الفصد والاعتقاد۔ پس جبکہ

یہ حقیقت واقع میں بھی تحقیق ہوگی اور قاضی کو بھی اس کے تحقیق کا علم معتبر عند الشریع ہوگا۔ تو وہ شخص جس سے اس حقیقت کا تخالף ہوا ہے دیا نہ بھی مرتد ہوگا اور قضا بھی اور اگر واقع میں اس کا تحقیق ہوا اور قاضی کو اس کا علم نہ ہو گا تو وہ دود یا نہ مرتد ہوگا، مگر قضا مرتد نہ ہوگا، اور اگر واقع میں اس کا تحقیق نہیں ہوا ہے لیکن قاضی کے نزدیک اس حقیقت کے تحقق کا بطریق معتبر عند الشریع ثبوت ہو چکا ہے تو وہ شخص دیا نہ مرتد نہ ہوگا مگر قضا مرتد ہوگا۔

جب یہ امر معلوم ہو گیا تو اب واقعہ زیر بحث میں دو امور متنبیج طلب ہیں، اولیٰ یہ کہ واقعہ میں حقیقت ردت تحقق ہوئی یا نہیں، دوم یہ کہ صورت موجودہ میں قاضی کو تحقیق حقیقت ردت کا علم معتبر عند الشریع ہو سکتا ہے یا نہیں، اور وہ اس پر ارتداد اور بیعت زوجہ کا حکم لگا سکتا ہے یا نہیں، سو امر اول کے متعلق تو کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ اس کا علم خدا تعالیٰ کو ہے یا صاحب معاملہ کو، کہ آیا وہ الفاظ در حقیقت بالاعلم اس کی زبان سے نکلے، یا اس نے قصداً کہے، ہم کو اس کے متعلق کچھ علم نہیں، لہذا دیانت کے متعلق تو اس کے معاملہ کو خدا کے سپرد کرتے ہیں۔

رہا امر دوم سودہ رضی اللہ عنہا کا ہے، پس ہم اس کے متعلق بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صاحب واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میری زبان سے کلمات کفر نکلے۔ دوم یہ کہ میں اس وقت مجبور اور بے اختیار تھا اور میں نے بعد یہ الفاظ نہیں کہے، جزو ثانی تو صحیح ہے جزو اول کی، جو کہ اس کے متصل ہی ہے، اور اس کے رد و قبول کا حق اصلاً وہ شخصوں کو ہو سکتا ہے اولیٰ قاضی کو جو کہ علیہ اللہ ہے، دوسرے زوجہ کو کیونکہ ردت کا تعلق فی الملک بیعت سے نہیں ہے۔ اور المرأة کا القاضی مصرح ہے، سوا قاضی کے متعلق تو یہ تحصیل ہے کہ فقہاء میں دو جماعتیں ہیں، ایک وہ لوگ جو نفس معاملہ ارتداد و کفر کو اہمیت نہیں دیتے، بلکہ قتل مسلم کو اہمیت دیتے ہیں، اس لیے وہ شب کی حالت میں حق قتل میں ارتداد کا حکم نہیں کرتے، ہاں حق بیعت زوجہ میں ارتداد کا حکم کرتے ہیں، اور اس پر بیعت مرتب کرتے ہیں، دوسری جماعت فقہائے متعالین کی ہے جو نفس حکم ارتداد کو بھی اہمیت دیتے ہیں اور اس کو حدود و اقصاء سے کم نہیں قرار دیتے۔

ایسے لوگ اولیٰ شب کے ہوتے ہوئے بھی ردت کا حکم نہیں کرتے اور جہاں ذرا سا بھی شب



ہو رہا ہے قتل کا حکم کرتے ہیں اور نہ بخیریت کا، چنانچہ در مختار میں ہے :-

الکفر لغة السرور و شر غا تکذیبہ صلی اللہ علیہ وسلم فی منی مناجاة بہ من اللہین  
 ضرور قو الغاظة تعمرن فی الفتاوی بل افر دت بالکلیف مع انه لا یستنی بالکفر بشور و  
 منہا لا فیما اتفق المذاہب علیہ کما سیجی قال فی الجرد قد الزمت نفسی ان لا اتسے  
 بشی منہا انتہی

اور در مختار میں ہے :- سبب ذلک ما ذکرہ قبلہ بقولہ فی جامع القصور المین  
 روی الطحاوی عن اصحابنا لا یخرج المر جلی من الایمان الا حجو خلعہ فی ثم ماتین انہ  
 ردای حکم بہا و ما یشد انہ رد لا یحکم بہا اذا لا سلام الذابت المیز دل بالشک معبر ان  
 الاسلام یعلو و ینفی للعالم اذا رفع الیہ هذا ان لا یعادو تکفیر اهل الاسلام مع انہ یقلی  
 بصحة الاسلام المکرہ اقول قد قدمت هذا البصر و میر ان فیما نقلتہ فی هذا الفصل  
 من المسائل فانہ قد ذکر فی بعضها الہ کر مع انہ لا یکفر علی لیس ہذا البقدمہ  
 فلینامل اتنی ما فی جامع القصور لیں و فی الفتاوی الصغری الکفر تنی عظیم فلا جعل  
 المؤمن کافر اتنی و جدت انہ لا یکفر انتہی او لیس انہ غلصہ و یروہا اذا کان فی  
 المسائل و جوہو جب التکفیر و جوہو احدی منہ فعلی المفتی ان یعمل الی الوجہ  
 الکفر فلا نفعہ اتناویل حید و لی التناو خالیہ لا یکفر بالمحتمل لان الکفر بالہایسہ فی  
 الغریبہ فیستند علی نہایتہ فی الجناہتہ مع الاحتمال لا نہایسہ انتہی و الہی تحریر  
 لا ینتی بکر مسلم ممکن حمل کلامہ علی محمل حسن او کان فی کفرہ باختلاف و  
 لوریتہ ضعیفہ فعلی هذا اکثر الغاظة التکفیر الہ کر لا یستنی بالکفر فیہا و قد  
 الزمت نفسی ان لا اتنی بشی منہا انتہی کلام السحر باختصار انتہی کلام رد المختار  
 ان روایات سے صاف ظاہر ہے کہ فقہائے عظیمہ کی کوہستہ بالشان سمجھتے ہیں، اور ان کی  
 اعتقاد کا ذخیرہ صرف تہا عن قتل المسلم نہیں ہے بلکہ اس کا منشا خود ہیست تکفیر ہے اور اس کا لازمی  
 نتیجہ یہ ہے کہ کل شبہ پر نہ تکفیر من اہل بیت کا حکم کیا گیا تو اس میں صرف قتل ہے اجتناب ہوگا،  
 لیس تکفیر سے نہ ہوگا، حالانکہ فقہاء تکفیر سے احتیاط کرتے ہیں، نیز اس وقت فقہائے معتہسین فی

انکفر و متشددین کے مسلک میں کچھ فرق نہ ہوگا، کیونکہ قتل مسلم میں تو متشددین بھی لاکھال اختیار کریں گے، اور محل شہ میں قتل کا حکم نہ دیں گے، تو پھر دونوں مسئلوں میں فرق کیا ہوا، اس سے ظاہر ہو گیا کہ فقہائے مجتہدین فی انکفر کا مطلب یہی ہے کہ محل شہ پر نہ تکفیر من حیث القتل کی جائے گی، اور نہ من حیث بطلان النکاح، شاید کسی کو اس کے ماننے میں اس لیے تامل ہو کہ علامہ شامی کو اس میں تردد ہے، اس لیے ہم اس مضمون پر مزید بحث کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ صاحب درمختار نے لکھا تھا۔ لایبغی بکفر مسلم امکان حمل کلامہ علی محمل حسن الخ، اور یہ بیان تھا فقہاء مجتہدین کے مسلک کا، اس پر علامہ شامی نے حسب ذیل گفتگو کی :-

قوله لا یبغی بکفر مسلم امکان حمل کلامہ علی محمل حسن الخ ظاهر والہ لا یبغی ذمن حیث استحقاقہ للقتل ولا من حیث الحکم بینه نكزو جسدہ، وقد جمعا ل المعرأة الاول، فقط لان تاویل کلام للشاعر عن قتل المسلم بان یکون قصد ذلک التاویل، وهذا ینافی معاملة بظاهر کلامہ فیما هو حق العبد، وهو طلاق الزوج جتر ملکها بنفسها بدلیل ما صرحوا به من انه اراد ان یتکلم بکلمة صالحة فجری علی لسانہ کلمة الکفر خطائی بلا قصد لا یصدقہ الفاضل وان کان لا یتکفر فیما بینہ و بین ربہ تعالیٰ فینا مل ذلک و حرره تلافائی لم ازل تصریح به نعمہ سید کمر الشراح ان ما یکون کفر الاتفاق یبطل العمل والنکاح و مالی اختلاف یومر بالالاستغفار والتوبہ و تجدید النکاح و هو ظاهر داند امر الاحتیاط الی آخر ما قالہ رحمہ اللہ

حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ قولہ لا یبغی بکفر مسلم الخ کا ظاہر مطلب تو یہی ہے کہ نہ ایسے موقع پر من حیث استحقاق القتل کفر کا حکم کیا جائے گا، نہ من حیث الیوتہ، لیکن یہ بھی کیا جاسکتا ہے کہ ان کی مراد صرف تکفیر من حیث القتل کفر کا حکم کیا جائے گا، نہ من حیث الیوتہ، لیکن یہ بھی کیا جاسکتا ہے کہ ان کی مراد صرف تکفیر من حیث القتل کی ممانعت ہے، اور تکفیر من حیث الیوتہ کی ممانعت مقصود نہیں ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قائل کے کلام کی تاویل کا مفتاح اس کے قتل سے احتراز کرنا ہے، اور یہ حکم الیوتہ کے منافی نہیں ہے، اس لیے یوتہ کے بارے میں اسس کا تاویل نہ کی جاویں گی اور دلیل اس کی یہ ہے کہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اگر کوئی شخص کفر بہاد

بولتا چاہے اور بلا قصد اس کی زبان سے کلمہ کفر نکل جاوے تو فیما بینہ و بین اللہ کافر نہ ہوگا، لیکن اگر قاضی کے یہاں وہ یہ غدر کرے کہ یہ کلمہ بلا قصد اور خطائی میری زبان سے نکل گیا تھا تو قاضی اس کو نہ مانتے گا، اور بیعت کا حکم کر دے گا، اس کے بعد علامہؒ نے قائل اس میں اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ فقہاء مختلطین کے اس حکام مذکور فی المتن کے یہ دو محمل ہو سکتے ہیں، تم اس میں غور کریو، مجھے ان کے حکام میں کوئی محمل مصرح نہیں ملا ہے، ہاں ان کی بعض دوسری تصریحات سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی مراد یہی ہے کہ ایسے موقع پر نہ من حیث القتل کفر کا فتویٰ دیا جائے گا، اور نہ من حیث التوبہ نہ، چنانچہ شارح کہے گا کہ جو کفر اللہ تعالیٰ ہو اس سے عمل اور نکاح باطل ہو جاتا ہے۔ اور جس میں اختلاف ہو اس میں توبہ استغفار اور تجدید نکاح کا مسلم کیا جاوے گا، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کفر اختلافی میں بظان نکاح کا حکم نہ کیا جاوے گا، بلکہ احتیاطاً تجدید نکاح توبہ و استغفار کا حکم کیا جاوے گا، آخر ما قائل، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر شرعی کو شرح مجدد نہیں ہوا، اور وہ کوئی محمل متعین نہیں کر سکے۔ اب ہم وجہ ترواد کو قیام کرتے ہیں تاکہ محمل اول جس کو مصلحت موصوف ان کے حکام کا محمل ظاہر اور تصریحات سے موید فرماتے ہیں متعین ہو جاوے اور اس میں کچھ تاثر نہ رہے، پس ہم کہتے ہیں کہ فقہاء مختلطین کی احتیاط کا منشا صرف یہ نہیں ہے کہ مسلمان کو قتل سے بچایا جاوے بلکہ اس کا اصل منشا یہ ہے کہ اس کو اصل کفر سے بچایا جاوے، کیونکہ کفر ایک ایسا جرم ہے جس سے بڑا کہ کوئی جرم نہیں، کہانی التنازعہ فیہ التکرار فیہ فی الواقعہ فیہ نہی نہی نہی الی غیر ذلک، پس جس وقت تک واقعہ میں بچاؤ کا یہاں ہوا اس وقت تک کسی مسلمان کو اتنے بڑے جرم کا مرتکب قرار دینا جائز نہیں، بالخصوص ایسی حالت میں جب کہ ملکر مسلم کے لیے حدیث میں اس قدر سخت وعید آئی ہو کہ اگر اس میں تاویل نہ کی جاوے تو خود ملکر کافر ہو جاوے، اور اس بنا پر انھوں نے تکفیر میں احتیاط فرمائی ہے

متممہ اور دلائل کے ایک دلیل نفس تکفیر قطع نظر عن استحقاق القتل کے واجب الاختیار ہونے کی یہ بھی ہے کہ اگر تکفیر میں احتیاط صرف تباعد عن القتل کی وجہ سے ہوتی تو آج کل کسی حشاش القند میں احتیاطی تکفیر لازم نہ ہوتی، کیونکہ اس زمانہ میں قتل کا اندیشہ نہیں ہے، حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں ہو سکتا پس معلوم ہوا کہ نفس تکفیر خود قابل احتیاط ہے اور جب کہ نفس تکفیر سے

احتیاط کی گئی تو حکم بالیسوۃ سے اجتناب لازم ہوگا۔ کیونکہ جنونہ حکم فیہ اثر ہے کفر کا، جب کفر ثابت ہو تب جنونہ ثابت ہو۔ پس جنونہ کو ثابت کرنا نفس کفر کو ثابت کرنا ہوگا، اور یہ کہنا کافی نہ ہوگا کہ ہم اسے کافر نہیں کہتے یا کافر نہیں سمجھتے، پس حکم بالیسوۃ احتیاط فی التخصیر کے ساتھ جمع نہ ہو سکے گا لہذا فقہاء کے کلام میں وہ محمل نہ ہو سکے گا جو عبارت مذکورہ میں معترض نے قرار دیا ہے، رہا معترض کا هذا لا ینافی معاملة بظاہر کلام کو، اس کا اگر یہ مطلب ہے کہ ہم اس کے کلام سے کفر ثابت نہ کریں گے اور جنونہ ثابت کر دیں گے، تو اس کا بے معنی ہونا ظاہر ہے، کیونکہ اس کلام کا اثر بالذات جنونہ نہیں ہے بلکہ کفر ہے، اور اس سے اولاً کفر ثابت ہوتا ہے پھر کفر سے لزوماً جنونہ ثابت ہوتی ہے۔ پس اس سے کفر ثابت نہ کرنا اور جنونہ ثابت کرنا کیا معنی۔ اور اگر یہ مطلب ہے کہ ہم اس سے ابتدائی کفر ثابت کریں گے اور پھر اس سے جنونہ ثابت کریں گے تو پھر احتیاط کہاں رہی،

پس خلاصہ یہ ہے کہ جنونہ اثر ہے ارتداد کا اگر جنونہ ثابت کی جائے تو ارتداد کا ثابت کرنا لازم ہوگا، اور احتیاط فوت ہوگی، اور اگر احتیاط کو کام میں لایا جائے گا تو جنونہ کا حکم نہیں کیا جاسکتا، اور فقہاء احتیاط سے کام لیتے ہیں، تو عدم حکم جنونہ لازم ہے، رہا عبارت مذکورہ میں معترض کا استدلال بروایت لا یصدقہ القاضي، جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ تو مسلمات سے ہے کہ قول مثلاً القاذ فاصار فعل مثلاً نظیم بالعمد یا باخطا دونوں کا حکم یکساں ہے، پس اگر قول محتمل الوجود قابل تاویل ہوگا تو فعل محتمل الوجود بھی قابل تاویل ہوگا، حالانکہ خالی اپنے فعل کی تاویل محتمل بیان کرتا ہے مگر فقہاء کہتے ہیں کہ جنونہ زوجہ کے بارے میں قاضی اس کو نہ مانے گا، اور جب کہ تاویل فعل کو نہ مانے کا تو لازم ہے کہ تاویل قول کو بھی نہ مانے، کیونکہ دونوں کا حکم یکساں ہے، پس ثابت ہوا کہ قول فقہاء کا مطلب یہی ہے کہ صرف دربارہ استحقاق قتل قول و فعل مسلم کو محمل مسن پر محمول کیا جائے گا اور دربارہ جنونہ تاویل نہ کی جائے گی انہی حاصل استدلال،

سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ استدلال اس وقت صحیح ہو سکتا ہے جب کہ یہ ثابت کر دیا جائے کہ یہ انہی فقہاء کا قول ہے جو عقیقہ میں اتنی احتیاط کرتے ہیں کہ لایکفر یا محمل کہتے ہیں، اور جب تک یہ ثابت نہ ہو اس وقت تک اس سے استدلال صحیح نہیں، اور ہم کو دلائل سے یہی ثابت ہوتا

ہے کہ یہ جرحیہ مصرعہ فقہاء مختارین نہیں ہے بلکہ ان کا مصرع ہے جو فقہاء میں تشدد کرتے ہیں، جس  
 زمن کے قول سے فقہاء مختارین کے قول کے معنی متعین نہیں کیے جاسکتے اور ایک قرینہ اس کا یہ  
 بھی ہے کہ فقہاء مختارین کے بعض جزایات جن کو ہم ثنائی سے نقل کر چکے ہیں اس کے خلاف  
 ہیں۔

الحاصل بیان بالا سے معلوم ہوا کہ فقہاء مختارین کا مسلک یہی ہے کہ جس مسلمان کے قول یا  
 فعل میں کوئی ایسا پلو ہو جو اس کو کفر سے بچا سکتا ہو تو اس کو نہ من حیث استحقاق اہل کفر کہا  
 جائے گا اور نہ من حیث بطلان النکاح، اور جب کہ وہ شخص اپنے قول یا فعل کا کوئی عمل متحمل بیان  
 کرے تو اسے قول کیا جائے گا، خواہ وہ مخالف ظاہری کیوں نہ ہو، پس اگر قاضی فقہاء کی اس  
 جماعت میں سے ہے تب تو ظاہر ہے کہ اس کو صاحب واقعہ کے عذر موقوف اور متحمل کو رد کرنے کا  
 کوئی حق نہیں ہے، اور اگر قاضی فقہاء کی اس جماعت میں سے ہے جو معاملہ روت کو اہمیت نہیں  
 دیتے تو صرف اس شخص پر یہ بات قابل تحقیق رہ گئی کہ آیا وہ اس عذر کو رد کر دے گا یا قبول، اور  
 اس کو کیا کرنا چاہیے، اس کی تفصیل حسب ذیل ہے :-

قاضی خاں ۲۳۳ ج ۲ میں ہے، قال فی العیور الکبیر اذا اختلف الزوجان فقال  
 الرجل قلت للمسیح ابن للہ فی قول النضری وقالت المرأة لم تقل قول النصارى کان  
 القول قول الزوج مع یحیی فان جات المرأة بشہود ذفقا کو اسمعنا بقول المسیح ابن  
 النضر لم یقل شیئا بخبر وقال الزوج قلت قول النضرى الا انہم لم یسمعوا ان القاضی  
 یجیز شہادتهم و یفرق بینہ و بین المرأة وان قال الشہود دلائلہ یرى فقال ذلک لہ لا الا  
 انہم نفع متشیئا غیر قولہ المسیح ابن اللہ لا یقبل القاضی شہادتهم حتی یشہدوا النہ  
 لم یقل معها غیر ہا و جملوا ادعوی الا استثنای الاطلاق کما نیک اہ۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب خاوند اور بیوی میں تحقیق روت میں خداع ہو اور زوج کلمہ کفر کے  
 صدور کو تسلیم کرے، لیکن اس کے ساتھ ہی وہ اس کلمہ کے بموجب کفر ہونے کا انکار کرے تو بار  
 ثبوت زوج کے ذمہ ہو گا اور اگر وہ اس کلمہ کے صدور کو شہادت سے بھی ثابت کر دے، لیکن  
 شہود زوج کے عذر کے انتقام پر شہادت نہ دیں تب بھی قاضی زوج کے دعوے کو خارج کر دینا اور

زوج کے عذر کو تسلیم کرے گا۔

یہی واقعہ زیر بحث میں جب کہ بظاہر زوجہ سناڑی بھی نہیں ہے اور اگر سناڑی بھی ہو تو اس نے صدر کلہات کفریہ کو شہادت سے ثابت نہیں کیا بلکہ ان کا صدور صرف زوج کے اقرار سے ثابت ہے اور گردو شہادت سے بھی ثابت کر دے تو زوج اس کا عذر یعنی عدم قصد و اختیار ہسیہ من کر رہا ہے جس کے ساتھ کلہات معلومہ موجب کفر نہیں رہتے اور زوج اس کے انتفاء کو شہادت سے ثابت بھی نہیں کر سکتی تو پھر قاضی اس کے عذر کو کسی دلیل سے رد کرے گا، اور جب کہ قاضی اس روایت قاضی خاں میں زوج سے جینہ نہیں طلب کرتا، حالانکہ اس کا عذر بوجہ قابل بیان ہونے کے ایک ایسا ہی امر ہے جس پر شہادت قائم ہو سکتی ہے تو پھر وہ صاحب واقعہ کے ایسے عذر کو جس پر شہادت بھی نہیں مانگی جا سکتی کیونکہ رو کر لگا پس ثابت ہوا کہ جو قاضی نسیہاء کی اس جماعت میں سے ہو جو کہ معاملہ روت کو اہمیت نہیں دیتے اس کو بھی گنجائش نہیں ہے کہ وہ اس کے عذر کو قبول نہ کرے کیونکہ اس کے ارتداد کے لیے بجز اس کے بیان کے اور کوئی دلیل نہیں ہے اور وہ اپنے ارتداد کا نہ صراحتاً اقرار کرتا ہے اور نہ دلالت اس لیے کہ وہ صدور بالا بظہار کا قرار کرتا ہے اور یہ اقرار نہ صراحتاً اقرار کفر ہے اور نہ دلالت لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ روایت بالا بصدق القاضی سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی صاحب واقعہ عذر کو قبول ..... تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ قاضی خاں کی اس وقت تصدیق مذکور سے گا، جب کہ اس کو متہم سمجھے، اور واقعہ ہذا میں صاحب واقعہ کو متہم سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ لہذا قاضی اس کے عذر کو رد نہیں کر سکتا،

اب ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ روایت بالا بصدق القاضی مطلق نہیں ہے بلکہ مقید بشرط اہتمام ہے لہذا واقعہ روت بھی مقید بشرط اہتمام ہو یا تفصیل اس کی یہ ہے کہ قاضی خاں میں ہے :-

لوقال الزوج طلقك امس وقلت انشاء لله في ظاهرو الروايد يكون القول قول الزوج وذكرو في النوادر خلافا بين امي يوسف رحمته الله ومحمد رحمته الله فقال علي قول امي يوسف يقبل قول الزوج والابقع الطلاق وعلي قول محمد يقع الطلاق ولا يقبل قوله وعليه الاعتماد والقوي احتياطاً الامر بالخرج في زمان غلب لساد الناس التهيي جلد

لانی، ص ۲۵۳

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر زوج طلاق کا اقرار کرے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہے کہ میں نے ان شاء اللہ کہہ لیا تھا تو اصل مذہب تو یہی ہے کہ اس صورت میں زوج کا قول مقبول ہوگا، لیکن نو اور سے معلوم ہوتا ہے کہ امام محمدؒ نے اس مسئلہ میں امام ابو یوسفؒ کے ساتھ اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ زوج کا قول بدون شہادت کے مقبول نہ ہوگا ویسے چونکہ روایت نو اور کی ہے اس لیے اس کو ظاہر برایت کے مقابلہ میں متروک ہونا چاہیے تھا، مگر جب فقہاء نے زمانہ کارنگ بدلا تو دیکھا اور سمجھا کہ بدوینی بہت پھیل گئی ہے اس امر فرج میں احتیاط کی ضرورت ہے تو انہوں نے اس روایت نو اور پر اعتماد کیا اور اس پر فتویٰ دیا، یہ تو طلاق کا واقعہ تھا، اس پر غالباً بعض فقہاء نے ردت کے واقعہ کو قیاس کیا ہے اور انہوں نے اس میں بھی لا یصدقہ القاضی کہہ دیا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ جو فقہاء روایت نو اور پر فتویٰ دے رہے ہیں ان کا کیا مطلب ہے سو ان کا مطلب یہی ہے کہ جب ظاہر حال پر نظر کرنے سے زوج اپنے بیان میں متہم معلوم ہو، اس وقت اس کے قول کو بدون بینہ کے قبول نہ کیا جائے گا اور بنابر ظاہر حال متہم نہ معلوم ہوا اس وقت اس کے قول کو اصل مذہب کی بنا پر قبول کیا جائے گا کیونکہ وہ رد قول زوج کا منافی خلاف ظاہر حال اور فساد زمان ہوتا ہے، پس اگر ظاہر حال مخالف نہ ہوگا تو اس وقت اصل مذہب کو نہ چھوڑا جائے گا، کیونکہ رد قول من اصل الذہب بنابر ضرورت بحثہ والصنوع وریات بقصد رفقہ والصنوع، پس جب کہ مقیس علیہ حقیقت میں متہم ہے تو مقیس نا محالہ متہم ہوگا، اور معنی یہ ہوں گے لا یصدقہ اذ اتهمہ لیکن چونکہ واقعہ زیر بحث میں صاحب واقعہ متہم نہیں ہے کیونکہ اتہام کی کوئی محمول وجہ نہیں ہے، اس لیے اس جزئیہ اس واقعہ سے کوئی تعلق نہ ہوگا اور وہ روایت میر کبیر کے مقابلہ میں پیش نہ ہو سکے گی، لہذا اس وقت سے جب کہ یہ مان لیا جاوے کہ ردت کا واقعہ طلاق پر قیاس کرنا صحیح ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ ردت کا خلافی پر قیاس ہی صحیح نہیں ہے اور جب کہ قیاس ہی صحیح نہیں ہے جو کہ نئی تھا اس جزئیہ کا تو خود یہ جزئیہ ہی صحیح ہوگا اور جب جزئیہ صحیح نہ ہوگا تو اس سے معارضہ بھی نہیں ہو سکتا۔

اب عدم صحت قیاس کی وجہ سے اس کی وجہ کئی ہیں۔ اول کہ الفاظ طلاق موضوع میں بہ نسبت کے لیے برخلاف الفاظ کفر کے :-

قال في المختار ولا ردة بلسانه وقلبه مطمئن بالايمان فلا يمين زوجه لا صد لا يكفر بدو القول له استحسانا وفي رد المختار والقياس ان يكون القول قبولها حتى يفرق بينهما لان كلمة الكفر سبب النحول القرينة فيسوي فيه الطائعت والعكس وكلفظة الصلح ووجه الاستحسان ان هذه اللفظة غير موضوع للفرقة واليهانقع الفرقة باعتبار تغير الاعتقاد والا كراه دليل على عدم تغيره فلا تنقع الفرقة قول هذا ليحكم عليه بالكفر اه

اس سے ثابت ہوا کہ طلاق کا تعلق نفس الفاظ سے ہے نہ کہ قصد و اعتقاد سے اور کفر کا تعلق قصد و اعتقاد سے ہے نہ کہ نفس الفاظ سے پس جبکہ زوج الفاظ طلاق بولنے کا اقرار کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ علی یہ بھی کہتا ہے کہ میں نے ان شاء اللہ کہہ لیا تھا تو وہ اس وقت بظاہر مدعی ہے اور فی الحقیقت منکر بظاہر مدعی اس لیے ہے کہ اس کا تلکم بطلقت کا اقرار ہے ایضاً طلاق اور زوال ملک نکاح کا پس جب وہ کہتا ہے کہ میں نے ان شاء اللہ کہا تھا تو اب وہ اس اقرار کے موجب کو باطل کرتا ہے اور اس طرح وہ گویا کہ مستقلاً زوجہ پر وجود ملک کا دعویٰ کرتا ہے، پس جب کہ زوجہ کہتی ہے کہ تو نے ان شاء اللہ کہا تھا تو اب وہ اس اقرار کے موجب کو باطل کرتا ہے اور اس طرح وہ گویا کہ مستقلاً زوجہ پر وجود ملک کا دعویٰ کرتا ہے، پس جب کہ زوجہ کہتی ہے کہ تو نے انشاء اللہ نہیں کہا تھا تو وہ اس حق کا انکار کرتی ہے جس کا وہ بعد اقرار زوال کے دعویٰ کرتا ہے پس زوجہ پر لازم ہے کہ وہ اپنے دعوے کو بینہ سے ثابت کرے اور عورت کے لیے انکار کافی ہے اور حقیقت منکر اس لیے ہے کہ جب وہ یہ کہتا ہے کہ میں طلقت کے ساتھ ان شاء اللہ بھی کہا تھا تو اس کا حاصل یہ ہے کہ میں نے اس طلقت کا تلکم کیا ہے جو مقید بانشاء اللہ تھا جس سے میری ملک زائل نہیں ہوئی پس اس کے مقابلہ میں زوجہ کا یہ کہنا کہ تو نے ان شاء اللہ نہیں کہا تھا اس کا یہ مطلب ہوگا کہ تو نے اس طلقت کا تلکم کیا تھا جو مزیل ملک تھا، لہذا میری ملک زائل ہو گیا، پس اس وقت زوجہ عدید زوال ملک ہے اور زوج منکر لہذا ابار شہوت زوجہ کے فرما ہوگا اور شوہر کے



لئے انکار کافی ہوگا، ظاہر روایت میں حقیقت پر نظر کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ جب زوج استیفاء کا دعویٰ کرے اور عورت اس کو تسلیم نہ کرے تو بار شہادت عورت کے ذمہ ہے اور روایت نو اور میں بھرورت احتیاط فریق و فساد زمان ظاہر پر نظر کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ بیعت زوج کے نام ہے اور جب کہ زوج ظلم بظلمہ کفر کا اقرار کرتا ہے، اور اس کے ساتھ حق و دوا ایک ایسے امر کا بھی دعویٰ کرتا ہے جو مانع کفر ہے، تو اس وقت وہ صرف ظلم ہے اور کسی حیثیت سے بھی مدعی نہیں ہے کیونکہ جس امر کا اس نے اقرار کیا جو یعنی نفسِ ظلم و بغض موجب کفر نہیں ہے بلکہ موجب کفر وہ قصد ہے جو ظلمہ کفر سے مختلف ہو اور قصد کا نہ وہ حقیقتاً اقرار کرتا ہو اور نہ ظاہر انہیں وہ کسی حیثیت سے بھی مدعی نہیں ہے اس حالت میں زوج کا اس کے خرد کو قبول نہ کرنا اور ازدواجی مال ملک کا دعویٰ کرنا ایک ایسا دعویٰ ہوگا جس کو زوج نہ صراحۃً تسلیم کرتا ہے نہ دلالتاً لہذا بار شہادت سراسر زوج کے ذمہ ہوگا اور غایر کے لئے انکار کافی ہوگا، فاضل قاریس ردت کو طلاق پر قیاس کرنا صحیح سمجھتا ہے، اس اگر بعض احکام میں طلاق کو ردت پر قیاس کیا جاوے جیسا کہ فقہاء نے متنازع زوجین فی انہ قال فی قول المقر فی ام لا پر دعویٰ استیفاء کو قیاس کیا ہے مگر ظہر من روایۃ قاضی خاں السابق تو یہ قیاس قیاس اولویت ہے اور مقبول ہوگا، کیونکہ جب طلاق میں زوج ایک جہت سے مقرباً لیسونہت ہے کما مر، اور بالآخر اس کا قول بلا مینہ کے مقبول ہو سکتا ہے تو ردت میں جہاں وہ کسی جہت سے بھی نہت کا قرا نہیں کرتا اس کا قول بالاولیٰ مقبول ہوگا، ہمارے اس بیان کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام غزالی نے واقعہ طلاق میں تو اختلاف فرمایا اور زوج پر بیعت لازم کیے، مگر واقعہ ردت میں زوج پر بیعت لازم نہیں کیے بلکہ صرف زوج سے شہادت طلب کی اور کہا کہ اگر عورت شہادت نہ قائم کر سکے تو دعویٰ خارج کر دیا جائے گا، بادی النظر میں شاید کسی کو یہاں مذکورہ بالا پر یہ شبہ ہو کہ یہ کبیر میں مذکور ہے کہ اگر زوج شہادت سے ثبات کر دے کہ زوج نے فی قول البصار کی نہیں کہا تو تفریق کر دی جائے گی، حالانکہ اس شہادت سے صرف ظلم بظلمہ کفر ثابت ہوگا، اور صرف ظلم کا ثابت ہو جانا کفر کا ثابت ہونا نہیں ہوتا، جیسا تم نے اوپر کہا ہے پس شہادت سے کفر ثابت نہ ہوگا، تو اس شہادت کی بنا پر تفریق کیوں کی جاوے، اس کا جواب یہ ہے کہ واقعہ مذکورہ میں شہادت سے کفر ثابت نہیں کیا گیا، اور اس کی بنا پر تفریق نہیں کی گئی، بلکہ کفر جس چیز سے ثابت ہوا کرتا

ہے یعنی قصد زوج اس کا اقرار خود کرتا ہے مگر ساتھ ہی اس کے ایک واقعہ کا بھی دعویٰ کرتا ہے یعنی حکایت عن النصارى اور یہ امر متعلق بلکہ کفر قصد اخود زوج کے اقرار سے ثابت تھا۔ اس طرح کفر ثابت ہو گیا۔ لہذا قاضی کے لیے تفریق کا حکم لازم ہو گیا۔ دوسری وجہ عدم صحت قیاس کا یہ ہے کہ واقعہ طلاق میں ظاہر روایت کے خلاف امام محمد کی روایت موجود تھی فقہاء نے بضرورت اس کو اختیار کر لیا، اور واقعہ وحی میں ظاہر روایت کے خلاف ہمارے علم میں اصحاب مذہب کی کوئی روایت نہیں ہے جس پر مہر عن ردف القاضی اعتماد کر سکیں، پس اُن کا واقعہ ردت کو واقعہ طلاق پر قیاس کرنا صحیح نہ ہوگا۔ تیسری وجہ اس عدم صحت کی یہ ہے کہ واقعہ طلاق میں امر فرج اہم تھا اور اس کا کوئی معارض موجود نہ تھا، لہذا انھوں نے ابتدائی روایت نو اور پر اعتماد کر لیا اور ظاہر روایت کو چھوڑ دیا، لیکن واقعہ ردت میں امر ایمان فرج سے زیادہ اہم ہے اس لیے اس کو معارضہ فرج پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ اگر وہاں فرج قابل حفاظت ہے تو واقعہ ردت میں ایمان اس سے زیادہ قابل حفاظت ہے، اور وہاں اگر حفاظت فرج میں احتیاط ہے تو یہاں حفاظت ایمان میں احتیاط ہے اس لیے بھی واقعہ ردت کو واقعہ طلاق پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، یہ گفتگو تو اس وقت ہے جبکہ روایت لا یرصد القاضی کا معنی قیاس بر طلاق ہو، جیسا کہ قرآن سے معلوم ہوتا ہے لیکن اگر اس کا معنی کچھ اور ہو تو اس وقت گفتگو یہ ہے کہ اس وقت وہ یا مطلق ہے یا مقید بشرط اتہام، پس اگر وہ مقید ہے تو واقعہ غیر متعلق ہے، اور اگر مطلق ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ روایت سیر کبیر کا معارضہ متقابلہ نہیں کر سکتی، کیونکہ روایت سیر کبیر ظاہر الروایت اور اصل مذہب ہے اور اس کا معنی معلوم نہیں۔

غلامِ کلام یہ ہے کہ اس روایت لا یرصد القاضی کا معنی بناء بر عن غالب ایک قیاس غیر صحیح ہے لہذا یہ جزئیہ قابل اعتماد نہیں ہو سکتا، اور اس بناء پر اصل مذہب یعنی روایت سیر کبیر کو نہیں چھوڑا جاسکتا اور اگر روایت مذکورہ کو چھوڑا بھی جائے اور اس جزئیہ پر اعتماد بھی کیا جائے تب بھی واقعہ زیر بحث میں اس سے ہمارے مقصود کو کوئی صدمہ نہیں پہنچتا، کیونکہ اس کا حاصل یہ ہے کہ جس وقت قاضی غافل کو متہم سمجھے جیسا کہ اوپر صفحہ ۸۰۸ میں بقول ناب دیکھنا یہ ہے اُن بیان کیا گیا، اس وقت اس کی قصد بقی نہ کرے اور واقعہ زیر بحث میں صاحب واقعہ زیر بحث میں صاحب

واقعہ کو ستم سمجھنے کی کوئی معقولی وجہ نہیں ہے اور محض احتمالات ناشی عن غیر دلیل وجہا جب ہم نہیں دیکھتے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ روایت لا یصدق القاضی سیر کبیر کے معارضہ میں اس وقت پیش ہو سکتی ہے جبکہ یہ معلوم ہو کہ اس کا منی قیاس بر طلاق نہیں ہے بلکہ روایت سیر کبیر کے خلاف اصحاب مذہب میں سے کسی کی روایت ہے، پھر یہ معلوم ہو کہ اس روایت مخالفہ پر اعتقاد ہے، پھر یہ معلوم ہو کہ وہ عقیدہ بشرط اتہام نہیں ہے بلکہ مطلق ہے اور جب تک یہ امور طے نہ ہوں اس وقت تک یہ روایت روایت سیر کبیر کے مقابلہ میں نہیں پیش ہو سکتی اور یہ امور دونوں طے نہیں ہوئے، لہذا اس روایت سے معارضہ نہیں ہو سکتا۔

عدم قبولی قاضی عذر صاحب واقعہ کی بحث تو ختم ہوئی اور ثابت ہو گیا کہ نہ قاضی عذر کو اس کے عذر کے رد کرنے کی گنجائش ہے اور نہ قاضی مشدد کو۔

اب ہم سچے ہیں کہ زوجہ کو بھی حق نہیں ہے کہ وہ اس عذر کو قبول نہ کرے کیونکہ زوجہ کے پاس اس کے اعتقاد کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ یعنی نہ اس کے پاس اس کے اعتقاد کی شہادت ہے اور نہ ذاتی طور پر اس کو اس کا اعتقاد معلوم ہے اور نہ زوجہ کسی درجہ میں اس کے اعتقاد کا اقرار کرتا ہے بلکہ وہ زبردستی اس پر ردت کا الزام کیسے لگا سکتی ہے۔

پس حاصل کلام یہ ہے کہ واقعہ زیر بحث میں عذر عدم اعتقاد عند القاضی بھی مقبول ہے اور معارضہ زوجہ بھی ایسی کسی گنجائش نہیں ہے کہ وہ اس پر ردت کا الزام قائم کرے اور اس کی زوجہ کو اُن کہے، اس تحقیق کے بعد ہم اُن شہادت کو تفصیل وار نقل کر کے اُن کی حقیقت ظاہر کرتے ہیں جو کہ واقعہ زیر بحث پر ہو سکتے ہیں۔

شبہ اول: ہم نہیں مانتے کہ وہ غیر متحرک تھا، کیونکہ اگر اس کو زبان پر قابو نہ تھا تو سکوت پر تو اعتقاد انتہائی اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے اس کا قصد تکلم ہنگام کفر ثابت نہیں ہوتا، جو کہ رکن اہمیت ہے زیادہ سے زیادہ یہ لازم آتا ہے کہ اس نے احتیاط سے کام نہیں لیا، پس اگر کوئی احتیاط سے کام نہ لے اور اس کی بے احتیاطی کے سبب بلا قصد اس سے کلمہ کفر صادر ہو جائے تو اس کو یہ نہ کہنا چاہئے گا کہ اس نے بقصد و اختیار کلمہ کفر کا تکلم کیا، مثلاً سکران قبل از سکر چاہتا تھا کہ سکر کے

بعد میری زبان میرے قابو میں نہ رہے گی، اور ممکن ہے کہ ایسی حالت میں میری زبان سے کلمہ کفر نکل جاوے، تو اگر بحالت سکرا اس کے منہ سے کلمہ کفر نکل گیا تو اس کی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ اس نے قصد کلمہ کفر زبان سے نکالا کیونکہ اگر اس کو زبان پر قابو نہ تھا تو ترک سکرا پر تو قابو تھا، پھر اس نے اس کو ترک کیوں نہ کیا، اور؟ جب کہ سکران کی نسبت یہ نہیں کہا جاسکتا، اگرچہ اس نے اس سکرا کا ارتکاب کیا ہو، جس کی شریعت نے اس کو ممانعت بھی کی تھی، تو صاحب واقعہ کی نسبت کیسے کہا جاسکتا ہے کہ اس نے ترک تنکلم کیوں نہ کیا حالانکہ صاحب واقعہ کی وجہ سے سکران سے زیادہ معذور ہے، اول اس لیے کہ سکران بالقصد جب مزمل اختیار کا ارتکاب کرتا ہے اور صاحب واقعہ کے قصد اختیار کو سبب مزمل اختیار میں کچھ دخل نہ تھا۔ دوم اس لیے کہ سکران جس امر کا قصد کرتا ہے اس کے لیے زوال اختیار لازم ہے یعنی شرب سکرا اور صاحب واقعہ جس کا قصد کرتا ہے اس کے لیے زوال اختیار لازم نہیں یعنی تنکلم کلمہ صحیحہ (وبین الوجہین فرق فلحجب) سوم اس لیے کہ سکران شرب سکرا کے وقت اس کا خیال نہیں کرتا کہ اس کے منہ سے کیا نکلے گا اور صاحب واقعہ تنکلم کے وقت حتی الوسع اس کا اہتمام کرتا تھا کہ میرے منہ سے صحیح کلمہ نکلے اور غلط نہ نکلے، انہی جب کہ باوجود ان وجوہ فرق کے سکران کو سکر کی بنا پر عذر نہیں کہا جاسکتا ہے، تو صاحب واد کو ترک سکوت کی بنا پر کیسے عذر کہا جاسکتا ہے، رہا یہ امر کہ اس نے سکوت نہ کیا، سو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ جس وقت تنکلم کا قصد کرتا تھا اس وقت سمجھتا تھا کہ میں صحیح تنکلم کر سکوں گا، لیکن حدود و گھمات کے وقت اس پر سبب مزمل اختیار طاری ہو جاتا تھا اور اس سے غلطی ہو جاتی تھی، رہی یہ بات کہ جب وہ ایک دو دفعہ آڑا چکا تھا تو پھر اس کو یہ شبہ کیوں نہ ہوا کہ شاید مجھ سے پھر غلطی ہو جاوے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ پچاڑا ہمیشہ کے لیے خاموش ہو جائے، کیونکہ یہ کلمہ تو اس کو اپنے ہر تنکلم کے وقت ہو سکتا ہے:

خلاصہ یہ ہے کہ یہ محض احتمالات عقلیہ ہیں اور اثبات ردت کے لیے احتمالات عقلیہ کافی نہیں ہو سکتے اور جو حالت اس پر طاری تھی اس کا اندازہ دوسرے کو نہیں ہو سکتا، اور وہ نہیں جان سکتا کہ داعی الی التکلم کیا چیز تھی، بلکہ اس کو وہ خود ہی سمجھ سکتا ہے۔

شہد دوم: ہم نہیں مانتے کہ اسے اختیار نہ تھا، کیونکہ وہاں کوئی سبب مزمل اختیار نہ تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس دعوے کی دلیل کیا ہے، اس پر کہا جاسکتا ہے کہ اگر ہوتا تو وہ لگتا، حالانکہ اس نے کوئی سبب نہیں لکھا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا نہ لکھنا تو درکنار خود اس کا نہ جاننا بھی اس کے عدم کی دلیل نہیں ہے، کیونکہ محبت سے آثار آری کے اندر ایسے پیدا ہوتے ہیں جن کے اسباب کا اس کو علم نہیں ہوتا۔

شہد سوم۔ اگر فی الواقع وہاں کوئی سبب ہو تو وہ محبت زید ہوگی اور محبت آدمی کو درجہ خطرہ و سقوط اختیار تک نہیں پہنچاتی، کیونکہ اگر محبت درجہ خطرہ اور تک پہنچا دیتی، تو حسد بیٹ میں اطرار سے ممانعت نہ ہوتی، اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ احتمال بسبب محبت زید محض ناشی عن غیر دلیل ہے اور صاحب واقعہ کے کلام میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے یہ امر مفہوم ہو، بلکہ یہ احتمال وہ وجہ سے خلاف واقعہ ہے اول اس لیے کہ صاحب واقعات مذکورہ فی مکتوبہ کو اپنی محبت کا ثبوت بتا رہا ہے اور محبت کو واقعات مذکورہ کا سبب نہیں کہتا، دوسرے اس لیے کہ محبت اولیٰ بالذات دل پر اثر کرتی ہے نہ کہ زبان پر بلکہ اگر محبت اس کا سبب ہوتی تو خیالات اور عقیدہ پر اس کا اثر پڑتا چاہیے تھا، محبت سے زبان کا سب سے قابو ہو جانا اور دل پر کچھ اثر نہ ہونا یعنی عقاید کا تغیر سے محفوظ رہنا محض بے معنی ہے، چنانچہ یہ کہنا کہ محبت مرتبہ سقوط اختیار تک نہیں پہنچاتی، ایک ایسا دعویٰ ہے جس کو عشاق تسلیم کرتے ہیں نہ علماء عشاق تو یہ کہتے ہیں۔

چوں بگو شمع تا سرش پنہاں کنم  
سر برآرد چوں مسلم کا یک منم  
رغم افسن گیر دم تا کہ دو گوش  
کائے مدخ چوں بھی پوش پوش

ایضا کہتے ہیں۔

عشق آمد عقل او آوارہ مند  
صبح آمد شمع اور جیپارہ شد  
عقل چوں شخاست چوں سلطان رسید  
خون جیپارہ در کعبہ حسن رسید

اور اہلبار عشق کو جنون کی قسم قرار دیتے ہیں۔ ثانیاً دعویٰ مذکورہ پر نئی اطرار سے استدلال صحیح نہیں ہو سکتا، کیونکہ محبت کے درجات متفاوت ہوتے ہیں، بعض درجات مزیل اختیار ہیں اور بعض غیر مزیل ہیں، پس اس کے مخالف اباب ہوش و اختیار ہیں، نہ کہ عشاق مسلوب عقل اور کائنات غیر مکلف،

شبہ چہارم: اگر بالفرض محبت آدمی کو حد اضطراب و سلب اختیار تک پہنچا دیتی ہے تو وہ ناہور ہے اور اس اسباب عامہ سے نہیں ہے جن کا فقہاء نے اختیار کیا ہے، اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ ہم ظہر کر چکے ہیں کہ اس کا سبب محبت زید نہیں ہے بلکہ کچھ اور ہے جس کو ہم متعین نہیں کر سکتے، اور نہ ہمارے ذہن اس کی تعین لازم ہے، ہمارے لیے امتحان جانا کافی ہے کہ اس کا سبب ایک ایسا سبب ہے جو مزیل اختیار ہے۔

چند یہ کہ اگر بالفرض محبت ہی اس کا سبب ہو تو اس کو ناہور کہنا عجیب ہے اور اس سے زیادہ اس کو اسباب عامہ معتبرہ عند الفقہاء سے خارج کرنا عجیب ہے کیونکہ اسباب معتبرہ عند الفقہاء میں جنون بھی داخل ہے اور عشق جنون کی ایک قسم ہے، لہذا صریح بہ الاطیاء و نہ عرفہ من جر بہ اور عرف احوال العشاق۔

شبہ پنجم: اگر محبت اس کا سبب نہ ہو بلکہ کوئی اور سبب ہو تو چونکہ وہ ایک ایسا سبب ہے جس کا فقہاء نے اعتبار نہیں کیا، اس لیے اس کا اعتبار نہ ہوگا، اور وہ سلب اختیار جو سبب مذکور کا نتیجہ ہے اس کو کالعدم سمجھا جائے گا، بلکہ گو صاحب واقعہ حقیقۃً معتاد نہ ہو مگر اس کو حکماً مختار کہا جائے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ واقعہ زیر بحث میں حکم عدم ردت کا اعتقاد یہ نہیں ہے کہ رکن ردت پایا جاتا ہے، لیکن مانع خارجہ کی وجہ سے اس کا حکم ثابت نہیں ہو سکتا، تاکہ اس پر یہ سوال ہو سکے کہ اس مانع کو فقہاء نے بھی مانع قرار دیا ہے یا نہیں، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس واقعہ کی مقصد فعل موجب کفر متحقق ہے اور نہ تبدل اعتقاد جو کہ رکن ردت ہیں، لیکن یہاں انعدام رکن کی وجہ سے حقیقت ردت ہی متحقق نہیں ہے اس لیے صاحب واقعہ کو کافر و مرتد نہیں کہا جاسکتا، مثلاً روایت میر کبیر حقولہ عن قاضی خاں میں زوج نے کفر کفر مسیح دین اللہ کہا ہے، لیکن وہ یہ بھی کہتا ہے کہ میں نے فی قول نصاریٰ بھی کہا تھا اور اس عذر کو قبول کیا جاتا ہے تو اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ وہاں کوئی سبب اسباب عامہ مثل جنون یا سکر مباح یا نوم وغیرہ میں سے متحقق ہے، بلکہ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہاں حقیقت ردت یعنی تغیر اعتقاد یا قصد فعل موجب کفر نہیں پایا گیا، یا مثلاً کسی نے مسکر محرم کا مرتکب کیا، اور اس حالت میں اس نے کلمہ کفر زبان سے کہا تو فقہاء کہتے ہیں کہ نہ دمرتہ ہوگا اور نہ نکاح ٹوٹے گا، حالانکہ مسکر محرم عذر شرعی نہیں ہے، لیکن وجہ نک وہاں تبدل اعتقاد یا قصد

فعل موجب کفر نہیں پایا گیا، اس لیے اس کو مرتد نہیں کہا جاسکتا، چنانچہ کشف الناسرا شرع اصول  
بزدلی میں ہے :-

لو لدلان السكر جعل علر المارة الى الجواب عما يقال قد جعل السكر  
المحذور علرا الى الردة حتى منع صحتها فجوز ان يجعل عذرا في غير هذا يضر  
فقال عدم صحة الردة العورات ركنها هو ليدل الاعتناء لالان السكر جعل عذر  
اليها فجوز ان ما يبنى على العبارة من الاحكام مثلا الطلاق والعاق العقور دلان ركن  
التصرف قد تحقق فيها من الالاهل مضافا الى المحل فوجب القول بصحتها

پس اس وقت یہ پوچھنا صحیح نہ ہوگا کہ تلافی عذر صاحب واقعہ اور معتبرہ عند الفقہاء میں  
سے کسی میں داخل ہے، یہ جوابات تو ان اعتراضات کے تفصیل وار تھے، اب ہم سب کا ایک  
جواب اجماعی دیتے ہیں، اور وہ یہ ہے کہ ان تمام شبہات کا حاصل یہ ہے کہ صاحب واقعہ مجبور نہ  
تھا بلکہ مختار تھا اور اس کا نتیجہ ہونا چاہیے کہ وہ یا تو بھی سرحد ہو اور تھائی بھی اور اس پر مرتد کے  
تمام احکام جاری کیے جائیں، کیونکہ اس نے بحالت عقل و درستی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ  
بلکہ محض اپنی خوشی سے ایسا کیا فعل کیا جو موجب کفر تھا، اور ایسے ہی شخص کو مرتد حقیقی کہتے ہیں، پس  
اس پر احکام مرتد حقیقی کیوں جاری نہ کیے جائیں، حالانکہ واقعہ سے تمام پہلوؤں کو پیش نظر رکھ کر  
کوئی مفتی ایسا فتویٰ دینے کی جرأت نہیں کر سکتا، پس لازم ہے کہ یہ تمام عہد ثنات مجدد ہوں۔

شبہ ششم : اچھا ہم مانتے ہیں کہ صاحب واقعہ فی الحقیقت مجبور تھا، لیکن قاضی اس کو نہیں  
مان سکتا، کیونکہ جب وہاں سبب مجبوری ظاہر نہیں تو یہ اس کا بیان خلاف ظاہر ہونے کے سبب نا  
مسلو ہوگا اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ یہ کہنا ایک حد تک اس وقت صحیح ہو سکتا ہے جب کہ واقعہ  
صدر کلمات قاضی کے نزدیک کسی اور دلیل سے ثابت ہو یا اولاً وہ اثر اصرار صدور کلمات کرے اور  
اگر سے وقت وہ عذر کرے، لیکن یہاں نہ واقعہ کسی اور دلیل سے ثابت ہے اور نہ صاحب واقعہ  
ایک وقت اقرار کر کے دوسرے وقت عذر بیان کرتا ہے بلکہ وہ اقرار ہی عذر کے ساتھ کرتا ہے اس  
لیے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کا عذر نا مقبول ہے۔

چنانچہ اس کو خلاف ظاہر صرف اتنی ہی بات سے نہیں کہا جاسکتا کہ اس کا سبب ظاہر نہیں، بلکہ

اس کے لیے اور امور کو بھی پیش نظر رکھا جائے گا، مثلاً یہ کہ اصل واقعہ کا ثبوت اُس کے بیان سے ہوا یا کسی اور دلیل سے اور اگر اس کے بیان سے ہوا تو اُس نے کیوں اقرار کیا، اور کن الفاظ سے اقرار کیا، اور جو عذر وہ بیان کرتا ہے اقرار سے کچھ دیر کے بعد کرتا ہے یا اقرار کے ساتھ ہی یا غور اس اقرار ہی میں عذر موجود ہے اور اقرار کرنے والا کیسا شخص ہے، آیا یہ سنددار ہے یا بدین، چالاک ہے یا بھولا وغیرہ جب ان تمام پہلوؤں پر نظر کر لی جاوے، اور اس کے بعد بھی حتم معلوم ہو، اس وقت کہا جاسکتا ہے کہ اس کی تاویل صحیح ظاہر ہے۔

مثلاً یہ کوئی کہ خلاف ظاہر ہے یا کیا طلاق و خلع وغیرہ حقوق العباد میں کی جاتی ہے اور دہشت میں یہ کادش نہیں کہ جاسکتی، دیکھیے واقعہ سیر کبیر میں باوجود یکہ گواہ کہتے ہیں کہ ہم نے زوج کو اسحٰب ابن ولہ کہتے سنا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم نے فی قول انصاری نہیں سنا، حالانکہ فی قول انصاری ایک ایسا فقرہ ہے جو سموع ہو سکتا ہے، لیکن چونکہ زوج کہتا ہے کہ میں نے یہ لفظ کہے تھے، اس لیے صرف اس کے بیان پر قاضی عورت کا دعویٰ خارج کرتا ہے اور ردت یا بیعت کا حکم نہیں کرتا اور یہ نہیں کہتا کہ (زوج کا بیان خلاف ظاہر ہے کیونکہ جن لوگوں نے صحیح ابن ولہ سنا، انہوں نے فی قول انصاری کیوں نہ سنا، پس معلوم ہوتا ہے کہ فی الحقیقت اُس نے یہ لفظ نہیں کہے، اور اس وقت جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے یہ الفاظ کہے تھے تو یہ ثبوت بیعت و ردت سے گریز کرتا ہے، پس ضرور عورت کے دعوے کو قبول کرنا چاہیے) پس جب کہ قاضی اس قائل سے یہ نہیں کہتا تو وہ بیچارہ صاحب واقعہ کے بیان کو کیونکر خلاف ظاہر کہہ سکتا ہے۔

شبہ ہفتم: فقہاء کہتے ہیں کہ جس وقت کوئی شخص ایک کلمہ مباحہ بولنا چاہے اور اس کی زبان سے کلمہ کفر نکل جاوے تو وہ فیما بینہ و بین اللہ کافر نہ ہوگا، لیکن قاضی اس کی تصدیق نہ کرے گا، اس تصریح کی بنا پر صاحب واقعہ کی تصدیق نہ ہونی چاہیے۔

اس کا جواب اولیٰ یہ ہے کہ یہ روایت فقہاء مختارین کے مسلک خلاف ہے، کما سر ثانیاً روایت سیر کبیر اس کے مخالف ہے، اور یہ روایت سیر کبیر کی روایت کا محارضہ بھی نہیں کر سکتی، اس کے مقابلہ میں راجح ہونا تو دور کنار۔

ظاہر اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ اس جرمیہ کا جہنی بطن غالب ایک قیاس طیر حج ہے، یا کم از کم اس کا



میں معلوم نہیں۔

واجب القہار تو یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی روایت ضعیف اور غیر مذہب کی بھی مل جاوے تو مسلمان کی تکفیر اور حکم بالموت نہ کرنا چاہیے۔ کما حقہ لیکن یہ نہیں کہتے کہ اگر تکفیر اور موت کے لیے کوئی روایت ضعیف بھی مل جاوے جس کا معنی معلوم نہ ہو، یا اس کا معنی ایک یا اس غیر صحیح ہو، تب بھی اس کی تکفیر کر دینا چاہیے اور موت نہ کا حکم کر دینا چاہیے، پس ان وجوہ سے یہ جزئیہ قابل التفات ہو گا، اور اگر اس کو مان بھی لیا جاوے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ جب قاضی خاف کو قسم سمجھے اس وقت اس کی تصدیق نہ کرے، اور واقعہ پر بحث میں اتہام صاحب واقعہ کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے، اور احتمالات ناشی عن غیر دلیل اسے مقیم نہیں کر سکتے، پس یہ جزئیہ قابل التفات ہے یا واقعہ پر بحث سے غیر متعلق، اس لیے اس کو اس واقعہ میں پیش نہیں کیا جاسکتا۔

شہد شہتم: اچھا اگر ضابطہ سے اس پر تجدید ایمان و نکاح لازم نہیں ہے تو بنا بر احتیاط تو اس کا توفی دیا جاسکتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ احتیاطاً بھی تجدید ایمان و نکاح کا فتویٰ مستویا جاوے، کیونکہ اس فتوے کے معنی یہ ہوں گے کہ تو تم کافر نہیں ہوئے مگر ہم تمہیں احتیاطاً کافر کہتے ہیں، لہذا تم تجدید ایمان و نکاح کرو، وہو کماتری، پھر ہم امام محمد رحمہ اللہ سے زیادہ احتیاط کا دعویٰ نہیں کر سکتے، جو کہ سیر کبیر میں معاملہ ردت کا فیصلہ فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر گواہ یہ نہ کہیں کہ زوج نے فی قول البصاری نہیں کہا تو عودت کا دعویٰ خارج کر دیا جاوے گا، اور بخیریت کا حکم نہ کیا جاوے گا، اور احتیاطاً بھی تجدید ایمان و نکاح کا حکم نہیں دیتے،

شہد شہتم: فقہاء کہتے ہیں مایکون کفر انما فی بطل العمل و النکاح و مالہ خلافہ، یومر بالظن و الاستغفار و تجدید النکاح، اور صاحب واقعہ نے جو کلمات کہے وہ بانفاق کلمات کفر ہیں، تو پھر تجدید ایمان و نکاح کا حکم کیوں نہ کیا جاوے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اگر کسی کی زبان سے ایسا کلمہ نکلے جو بالا خاف کلمہ کفر ہو تب تو اس سے نکاح یقیناً باطل ہو جاوے گا، خواہ اس نے وہ کلمہ بالقصد کہا ہو یا بلا قصد، اور اگر کسی کی زبان سے ایسا کلمہ نکلے جس کا کلمہ کفر ہونا مختلف فیہ ہو تب احتیاطاً اس کو تو یہ و استغفار تجدید نکاح کا حکم کیا جاوے گا، اور بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب کسی سے قصد انکوائی ایسا

فعلی صادر ہو جس کے کفر ہونے میں اختلاف ہو تو وہاں بطلان نکاح کا حکم نہ کیا جاوے گا، بلکہ احتیاطاً اس سے کہا جاوے گا کہ تو جاستغفار اور توبہ نکاح کر لے تاکہ تیری زوجہ بالاتفاق حلال ہو جاوے، قصدا کی قید ہم نے اس لیے لگائی کہ بدون قصد کے روت جنتی ہی نہیں ہو سکتی، نہ بالا اتفاق نہ بالاتفاق کیونکہ قصد کن روت ہے۔

شہید دوم: عائشہ رضی اللہ عنہا میں ہے وجعل قرآنہ کما ان اقرو و هو صبی لفلان بالف ذرہم و قال الطالب بل قرئت بہا لہ بعد الہل و غ طاقول قول العفر مع بصرہ و كذلك لو قال اقروا لہ بیہا فی حالۃ نومی و كذلك لو قال اقروا بیہا قبل ان اخلق و لو قال اقروا لہ و انما ذہب السنن من برسام اولم فان کان عرفہ الله کان اصحابہ یلزمہ عشی وان کان لا یعرفہ ان ذلک اصحابہ کان صامتہ اللہ علیہ کذا فی المبسوط

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مقرر کوئی دینا عذر بیان کرے جس کا وجود معلوم ہو تو وہ عذر مقبول ہوگا اور اگر کوئی ایسا عذر بیان کرے جس کا وجود معلوم نہ ہو تو وہ مقبول نہ ہوگا، گو اقرار کے ساتھ موصول ہی ہو یکس جگہ صراحۃً واقعہ کا عذر بھی ایسا ہے جس کا وجود معلوم نہیں ہے اس لیے اس کا عذر بھی مقبول نہ ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس ہے روت کا اقرار ہے، اور جس طرح روت کا طلاق پر قیاس صحیح نہیں تھا سر یہی قیاس کا قیاس اقرار پر بھی صحیح نہیں، اس لیے کہ جس طرح الفاظ طلاق بیہوت کے لیے موضوع ہیں یوں ہی اقرار بیہوت حق غیر کے لیے موضوع ہے، پس جب کہ وہ مستحار کا اقرار کرتا ہے تو گویا کہ وہ بیہوت حق غیر کا اقرار کرتا ہے، پس جب کہ وہ کہتا ہے کہ میں نے حالت برسام وغیرہ میں اقرار کیا تھا تو اب گویا کہ وہ بیہوت کو فسخ کرتا ہے اس لیے اس کا بیان بدو ان دلیل کے مقبول نہ ہوگا، برخلاف صاحب واقعہ کے کہ وہ مصدر الفاظ کا اقرار کرتا ہے اور نفس مصدر الفاظ نہ موجب روت ہے اور نہ ان کا تعلق بالذات حق غیر یعنی بیہوت زوجہ سے ہے کیونکہ روت کا تعلق تو قصد ارادہ سے ہے نہ کہ الفاظ سے اور بیہوت کا تعلق بطور لزوم کے روت سے ہے نہ کہ الفاظ کفر سے کیونکہ وہ بیہوت کے لیے موضوع نہیں، پس صاحب واقعہ کا الفاظ معلوم کا اقرار کرنا، نہ اقرار روت ہوگا نہ اقرار بیہوت، پس اس کا عذر بیان کرنا موجب اقرار کا ابطال نہ

تو کفار و منافقین

جب یہ معلوم ہو گیا تو جب سمجھو کہ کفر صاحب واقعہ تھا تو اتنی ہی ہے اور نہ غلطی، بعد میں تحقیق  
واقفہ ارادہ کیا، حق تلفی نہ کی، بلکہ اس کو جو بایا استیجاباً تجدد و نکاح کا کوئی تو نہیں دیا جاسکتا، پس  
اگر کوئی تخریباً تجدد نکاح کر لے تو اس کو اختیار ہے۔

حاصل تحقیق و تنقید مذکورہ بالا یہ ہے کہ رد و ادواقعہ کو پیش نظر رکھ کر کہ صاحب واقعہ پر پابندی  
کفر و ارتداد بظاہر نکاح کا حکم دیا جاسکتا ہے نہ فقہانی اور نہ تبارعہاً تجدد یا ایسا نکاح کا  
کوئی دیا جاسکتا ہے۔ ہاں اتنا کہا جاسکتا ہے کہ صاحب واقعہ نے یہ الفاظ بحالت محنت و عقل و  
درستی ہوئی و جو اس اختیار اور اقتصد کے ہیں جب تو اس پر تجدد یا ایمان و نکاح لازم ہے اور  
اگر درحقیقت وہ معذور اور مجبور تھا، اور یہ الفاظ اس سے بلا قصد و اختیار صادر ہوئے تو وہ معذور  
ہے اور نہ اسے تجدد یا ایمان کی ضرورت ہے، اور نہ تجدد یا نکاح کی، اب وہ خود فیصلہ کر لے کہ کیا  
صورت تھی۔ یا امانتاً واللہ اعلم بالصواب۔

و ضروری باتوں پر عامہ مسلمین کو تنبیہ

یہ تو واقعہ کی تحقیق تھی، اب ہم عام مسلمانوں کو در ضروری اور قابل تنبیہ امور پر متنبہ  
کرتے ہیں۔

اول یہ کہ فقہاء و جو کفر مسلم میں احتیاط لطف سے کام لیتے ہیں جس کا تحقیق مذکورہ بالا مسیبتیں  
تفصیلی بیان ہو چکا ہے، اس سے مسلمانوں کو جرأت نہ ہوئی چاہیے کہ جب علماء فقہاء مسلمان  
کی طرف کفر کی نسبت کرنے کا اتنا برا سمجھتے ہیں کہ جب تک ان کو گنجائش باقی ہے اس وقت تک وہ  
کسی مسلمان کی طرف اس کو مشوب نہیں کرتے تو اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ خود کفر کا ارتکاب  
نہیں قدر برا ہوگا، پس مسلمانوں کو چاہیے کہ جس قول یا فعل میں کفر کا احتمال ہے کہ خود کفر کا ارتکاب  
اس سے بھی نہایت درجہ حذر کریں، کیونکہ کفر سے بڑھ کر حق بھانڈے کے نزدیک کوئی جرم نہیں  
ہے، چنانچہ قصور و خطیہ سے گناہ ہے کہ حق بھانڈے تمام جرموں کو معاف کر دیں گے مگر کفر کو  
معاف نہ کریں گے، اس سے احتیاط ہو سکتا ہے کہ وہ کسی قدر شدید جرم ہے اور اس سے بچنا کس

قدر ضروری ہے۔

دوم یہ کہ اہل اللہ سے (خواہ وہ کوئی ہوں) عداوت اور کینہ نہ رکھیں اور خواہ مخواہ ان پر بد گمانی اور طعن و تشنیع نہ کریں، کیونکہ حدیث شریف میں آنسے دشمنی رکھنے والوں کے لیے سخت وعید آئی ہے، اور فرمایا ہے کہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ جو میرے کسی دوست سے دشمنی کرے میں اُسے اعلان جنگ کرتا ہوں۔

### تذیب متضمن توضیح بعض اجزائے اصل واقعہ از صاحب واقعہ

احقر سلیخ شوال ۱۳۵۲ھ کو کانپور گیا ہوا تھا، ۲۲ روز بقعدہ کو جو وطن واپس آیا تو ایک نووارد صاحب نے جو مشاہدہ و مکالمات سے صالح الدین و صالح الفضل معلوم ہوئے، مجھ کو ذیل کا رقعہ دیا، جس سے معلوم ہوا کہ وہ واقعہ جس کے متعلق رسالہ ہذا میں فتاویٰ مذکور ہیں، انہی صاحب کا ہے، چونکہ اس رقعہ سے ان کی معذوری کی مزید توضیح ہوتی ہے اور خصوصاً اس شبہ کا کہ جب یہ جانتا تھا کہ میں بے اختیار ہوں اور مجبور ہوں اور صحیح حکم نہیں کر سکتا تو حکم بکھر الکفر سے سکوت کرتا اور ایک دوسرا جواب علاوہ اقرار مذکور قول یہ خیال کہ جب اُسے معلوم تھا اسخ و قول شبہ اول اسخ کے نکلا ہے فی قول ہذا الواقعہ جب دیکھا کہ اس کی صحیح اب اس وقت قدرت خارج ہے بل قول سکوت لازمی تھا، جو کہ اس وقت یہی اختیاری امر تھا، لہذا اس لیے اس رقعہ کا رسالہ ہذا سے الحاق مناصب معلوم ہوا، وہی ہذا

### (بعد القاب و آداب)

احقر غالباً ۲۲ روز بقعدہ کو خانقاہ امدادیہ میں حاضر ہوا، حضور کانپور تشریف لے گئے تھے۔ میری خوش قسمتی سے دوسرے ہی روز حضور تشریف لے آئے، جس روز تشریف لائے تھے اس روز تو عرض حال بیان کرنے کا موقع ہی نہیں ملا، اور دوسرے روز موقع تو ملا لیکن چند عارض و غیش آئے پس سکوت ہی اختیار کیا گیا آخر تاکے، بغیر عرض کیے نہ میرا مطلب ہی حل ہوتا ہے اور نہ حضور کو میرے حال سے واقفیت ہو سکتی ہے یہ مسکین اس لائق تو ہے نہیں کہ زبانی عرض کر سکے اور نہ تحریری، جس کی وجہ یہ ہے کہ اس ناچیز کی وجہ سے شورش پسندوں نے حضور پر ناجائز

جسے کہے جو کہ محفل بے بنیاد اور نفس پرستی سے ملوث تھے، کاش ایسا خواب اس پر معاشی کو نہ آتا، تو حضور پر ظالموں کو زبان و رازی کا موقع ہی نہ ملتا، اس لیے حضور کو منہ نہیں دیکھا سکا، کہ حضور پر جو کلتیں اہل دنیا کی طرف سے زبان و رازی کی پڑی ہیں، ان کا سبب یہ عاجز ہے، لیکن کیا کروں خواب کو آتے ہوئے کو رو کر تا میرے اختیار میں نہ تھا، اس لیے معذور ہوں، لیکن ایسے خواب کا صدور اس مالائق سے ہونا موجب ندامت ہے، وراں حال یہ اس مسکین نے حالت بیداری میں اپنی ایسی حالت پر ندامت بھی کی، اور دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ رسول علیہ الصلوٰۃ کی شان میں بڑی سخت گستاخی ہوئی ہے اس واسطے اس غلطی کے تدارک میں ارادۂ رسول علیہ السلام پر درود شریف پڑھا، لیکن وہاں بھی وہی غلطی ہوئی۔ گویا کہ جس معصیت سے توبہ کرتا ہوں اور ارادۂ دور بھانکتا ہوں، وہی صورت مجبوراً درپیش ہوتی ہے، جب دیکھا کہ اس کی صحیح اب اس وقت قدرت سے خارج ہے تو محض سکون اختیار کیا گیا، وراں حال یہ صدور معصیت پر توبہ سے ارادۂ توقف خود معصیت ہے لیکن جب کہ توبہ ہی معصیت ہوگی، تو معصیت اور توبہ (معصیت پر معصیت) دونوں سے سکوت لازمی تھا اس لیے سکوت اختیار کیا گیا جو کہ اس وقت یہی اختیاری امر تھا، اس واقعہ پر شورش پسندوں نے غل بھاڑا، ان ظالموں کے فہم و ادراک پر سخت افسوس ہے کہ جو کچھ ان کے منہ میں آیا دلی کھول کر کہا، حالانکہ میں خود اپنی ایسی حالت کو معیوب اور قابل ندامت تصور کر رہا ہوں۔ افسوس کہ بد تو میں ایسے خواب کا ارادۂ خواہشمند تھا اور نہ خواب آنے پر اہل خوش ہوا اور نہ بلور آزمائش ایسے الفاظ کا ٹکرا رہی کیا، کہ اب دیکھیں وہی زبان سے نکلتا ہے، یا کچھ اور نہ شوق ہی اس کی طرف رغبت تھی۔ صرف غلطی تو یہ ہوئی کہ میں نے اس خواب کو حضور کی خدمت میں لکھ بھیجا، سو یہ حرکت اس لیے ہوئی کہ نہ جو میری خائیت میں کوئی فساد تھا اور نہ ہی علم غیب تھا، کہ اس کو الٹا سمجھنے والے بھی موجود ہیں اپنے مکان پر آج تک ایسے بے بنیاد شورش کا علم ہی نہیں ہوا۔ صرف ایک دوست نے معمولی سی بات سنی تھی کہ کسی پرچہ میں اس خواب پر مولانا صاحب کے برخلاف مضمون شائع ہوا ہے۔ پھر اسی دوست نے لدھیانہ سے مجھ کو کارڈ کے ذریعہ سے تحریر کیا کہ مولانا صاحب کے برخلاف بڑی شورش ہوئی اور اس کا سبب تم ہو۔ اس لیے مناسب ہے کہ تم کسی پرچہ میں اس شک کو برقع کرو، جو مولانا صاحب کی نسبت لوگوں میں

پہچان گیا ہے۔ میں نے اس کے جواب میں بحوالہ آیت ”علما فلک“ نئی عداوت یہ لکھا کہ جب ہر نبی کے دشمن ہوئے تو مولانا صاحب وارث الائمہ ہیں، اس واسطے اگر مولانا صاحب کے ہاتھ ورپے ہو چاہیں تو کیا تعجب ہے۔ بلکہ لوگوں کا ناحق ورپے آزار ہونا مولانا صاحب کے لیے موجب ترقی درجات ہے۔ یہی تصور کر کے کسی پرچہ میں مخالفین کے برخلاف مضمون شائع کرنے سے باز رہا۔ اور نہ مجھ کو اتنی لیاقت تھی کہ پرچہ میں میرے مضامین شائع ہونے کے قابل ہوں۔ اب حضور کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے گاڑی پر سوار ہوا تو لدھیانہ میں چونکہ والدین ہیں ان کی خدمت میں حاضر ہونا ضروری تھا اس لیے لدھیانہ چند روز بٹھیرا تو معلوم ہوا کہ شورش پسنداں نے اس واقعہ کو بہت دور تک پہنچایا ہے آخر قحطانہ بھون میں حاضر ہوا تو انتہائی الامداد پر طبع میں وہی مضامین تھے۔ مسجد میں ایک ذاکر صاحبؒ کے پاس رسالہ الامداد بابت ماہِ جمادی الثانی ۱۳۲۰ھ مطالعہ سے گزرا۔ اس میں وہی مضامین تھے، ایک ذاکر صاحبؒ سے ملاقات ہوئی جو رامپور ریاست کے باشندے ہیں، اور انہی کی مسجد میں یہ واقعہ مجھ پر گزرا تھا۔ کچھ انہوں نے بھی واقعہ تازہ کر دیا، اس لیے طبیعت پر رنج پر رنج تھی، اور حضور سے ہائی عرض معروض کرتے ہوئے شرم آتی تھی، اور نیز حالت بھی میری درست نہیں تھی، اس لیے دست بستہ عرض ہے کہ حضور میری بدلیا آتی سے زرگندہ فرما کر محافی عطا فرمادیں، واقعہ مجھ سے حضور کو بہت تکلیف پہنچی ہے۔ باقی کچھ حالات پھر بذریعہ پرچہ عرض کروں گا، اور کچھ زبانی، یہ صرف بطور معذرت نامہ کے عرض کر دیا گیا۔ زیادہ حقاہ۔

جواب جو ان کو زبانی دیا گیا اس کا حاصل یہ ہے ”اگرچہ دو شرمندہ نہ ہوں۔ لا تزدروا ذرا ذرا آخری آپ کا اس میں کیا جرم ہے، اور اگر میرے رنج سے رنج ہے تو خود مجھ ہی کو اس لیے زیادہ رنج نہیں ہوا کہ میرا اس سے کوئی ضرر نہیں ہوا، آپ مطمئن رہے، اور جو حالات آپ کو اپنے کہنا ہوں بے تکلف کہیے، جو خدمت میرے لائق ہوگی اس میں دریغ نہ ہوگا۔

جس سے اس کی تسلی ہو گئی۔ چنانچہ اس کے جواب میں ان کے کلام سے ظاہر ہوئی جیسا کہ بالکل ان کے ابتدائی خط کے جواب میں بھی پریشانی میں ان کی تسلی کی گئی تھی۔

اب میں خاتمہ پر اپنے اور ان دینی بھائیوں کے لیے موسیٰ علیہ السلام کے الفاظ سے دعا

کرتا ہوں۔

وَبِالْغُلُوْزِ لَیْسَ فَاذْلًا جِیْ فَاذْ جَلَّتْ اِلَیَّ وَ خَفَّتْ جَنَّتْ وَ اَنْتَ اَوْ خَمَّ الْوُجُہِیْنِ (ترجمہ خاص)  
(ج ۲۶)

ضمیمہ ادا الفتاویٰ مکتوب جلد چہارم

فائزہ خاتون دارالبعین

از موانع العود فی زادکما القوۃ متدرجہ التدریج جب ۱۳۳۷ھ

درتحریر جمیع الراجحہ ششم فصل دوم

اس کا موقع مضمون مقلدین توضیح بعض اجزاء اصل و اقتدار

صاحب واقع کے بالکل قسم پر یعنی انتہا رحمہ الامام

کے بعد ہے، یعنی اس کے بعد عبارت ذیل کا اضافہ کیا جائے

واقیہ

مذنیہ ثانی

نیز تقصیر مزید توضیح بعض اجزاء اصل و اقتدار صاحب و اقتدار فی الاصل ۱۳۳۷ھ میں  
صاحب و اقتدار ہرگز میرے پاس بغرض تربیت پائید آئے اور ضروری حالات کی روزانہ اطلاع  
کے ضمن میں ایک خالص حالت متعلق و اقتدار کی تحریر اطلاع حسب ذیل دی۔ جس کے شروع و اختتام  
کے سطور سے جو ان کے متاثر کن الجذب ہونے پر والہانہ کی مزید مفہوری کی صریح توضیح  
ہوتی ہے نیز اختصار کی تعبیر کا ان کی اور اس کی اجابت کے مناسب ہونا بھی مفہوم ہوتا ہے اس تحریر  
کی بعینہ نقل کرتا ہوں۔ وہ ہوا

خداوندی کے ایک اور بات ہے کہ جس کو میں اب تک آپ کی خدمت پابست میں عرض  
نہیں کر سکا۔ میں نے اس کے انشاء میں دیدہ و دانستہ انشاء نہیں کیا بلکہ اتفاق سے جس میں عرض  
نہیں کر سکا وہ یہ کہ خواب کا واقعہ جو ریاست راجپور میں میرے ساتھ ہوا جس میں کلمہ شریف کا  
ذکر ہے اس کے متعلق بعض نے تو چٹوٹ لکھا اور بعض نے فراموشیت وغیرہ، لیکن اس میں جو اصل راز

تھا اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے یا مجھے۔ راز اس میں یہ تھا کہ ان دنوں میں مجھ پر جذب کے آثار نمایاں تھے اللہ تعالیٰ کی محبت کا غلط تھا اس غلبہ محبت میں مجھے شیخ کی تلاش ہوئی لیکن میں اپنی عقل کو جانتا تھا اور دوتا تھا کہ کسی نا اہل کی صحبت میں نہ پھنس جاؤں اور پھر جواہل ہیں ان میں بھی مرتبہ کی حیثیت سے ایک دوسرے پر ایک دوسرے کو فضل ہے اور طبیعت اس امر کی مقتضی تھی کہ شیخ وہ انتخاب کروں کہ جس کی نظیر آج تمام دنیا میں موجود نہ ہو تو میری عقل اس کے امتیاز سے عاری تھی۔ یہ امکان تھا کہ میں اپنی عقل سے خود شیخ کا انتخاب کرتا اور عنہ اللہ اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی اور ہوتا۔ اس لیے میں نے اپنی عقل پر عدم اعتماد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کیا۔ میں نے جنگل میں بیٹھ کر رات کے وقت نہایت زاری اور اضطراب سے نہایت بستی اور تامل سے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا کہ اے اللہ میں نہیں جانتا کہ اس وقت دنیا کے اندر سب سے زیادہ مرتبہ والا کاحیر اولیٰ کون سا ہے اور میری عقل اس بات کے پہچاننے سے عاری ہے۔ اے اللہ! تو میری امداد فرما اور مجھے بتلا دے تاکہ میں اس کی طرف رجوع کروں اور اے اللہ میں صرف وابہ پر اعتماد نہ کروں گا کیونکہ ممکن ہے کہ شیطان متعل ہو کر کوئی عقل پیش کر دیوے اور میں دھوکہ میں آ جاؤں اور بھی خیال تھا کہ کسی بدعتی پر میرا اعتقاد نہ جسے گا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی اور یہ واقعہ گذرا۔



## رضا خانیوں کے بیان کردہ چند خواب

آخر میں ہم رضا خانیوں کے بیان کردہ چند خواب پیش کر رہے ہیں جو انہی کے احوالوں پر کفر و گستاخی جتنے ہیں امید کرتے ہیں کہ رضا خانی دیانت کا ثبوت دیتے ہوئے ان پر بھی فستوی لگائیں گے۔

نبی کریم ﷺ مقتدی مولوی احمد رضا خان حضور ﷺ کے امام

ان کے انتقال کے دن مولوی سید احمد مرحوم خواب میں زیارت اقدس حضور سید عالم ﷺ سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لے جاتے ہیں عرض کی یا رسول اللہ حضور کہاں تشریف لے جاتے ہیں فرمایا یہ کات احمد کے جنازے کی نماز پڑھنے لکھو اللہ جنازہ مبارک میں لے پڑھایا۔ (ملفوظات حصہ دوم ص ۱۳۲)

اس خواب کے متعلق غلام نصیر الدین سیالوی لکھتا ہے:

”کوئی اس سے پوچھنے کیا وہ معاذ اللہ کہتے ان کو پہلے تو پتہ نہیں تھا کہ حضور علیہ السلام جنازہ میں شامل ہیں بعد میں جب پتہ چلا تو اللہ کا شکر ادا کیا کہ سرکار ﷺ نے میرے پیچھے نماز پڑھی اور مجھے اعزاز بخشا تو یہ جائے شکر اور حمد ہی تھی نہ کہ جزع و فزع اور رونے و صولے اور توبہ استغفار کی۔“ (عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ ص ۳۲۳ ج ۱)

”علوم ہوا کہ امام الہامیہ علیہ السلام کو امتی کا مقتدی بنانے پر رضا خانیوں کو فخر ہے مگر کاشف اقبال رضا خانی اس کو گستاخی سمجھتا ہے اور متوالان قائم کرتا ہے“ حضور ﷺ مقتدی اور تھانوی امام نعوذ باللہ (دوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص ۸۸)

مفتی فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

”ان خوابوں کی اشاعت کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ یہ بتایا جائے کہ تھانوی کا اجتہاد قائم ہے کہ حضور ﷺ بھی ان کی اقتداء کرتے ہیں۔“ (ملفوظات کے خواب میں چھپے ص ۱۹)

حسن علی رضوی میلسی رضا خانی مولوی لکھتا ہے:

”حضور ﷺ اپنی ہر حرف و ہر شان میں بے مثل و بے مثال ہیں اور ہر اعتبار سے بے نظیر ہیں نماز قائم ہو چکی ہے اور امام نماز پڑھا رہا ہے دنیا جہاں کا کوئی بھی شخص نماز میں شریک ہونا چاہے گا تو مقتدی بنے گا لیکن حضور ﷺ کی یہ شان اور یہ عظمت ہے کہ آپ اگر شرکت فرمادیں تو حضور خود امام ہوں گے۔“ (برق آسمانی، ص ۶۳)

اب فریستہ کریں کہ ان مولویوں میں گستاخ کون ہے مسلمان کون سچا کون جھوٹا کون؟

حضور ﷺ کے جسم پر کھیاں

امام بخاری (علیہ رحمۃ اللہ القوی) کا مبارک خواب

امام بخاری (علیہ رحمۃ اللہ القوی) نے ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ میں حضور اقدس ﷺ کی عکس رانی (یعنی جسم اطہر پر بیٹھنے والی کیاں ہٹاتا ہوں) خواب دیکھ کر پریشان ہوئے کہ ممکن ہی تو جسم اقدس پر بیٹھتی نہ تھی علماء نے تعبیر فرمایا بشارت ہو تمہیں کہ عادیث میں جو غلط (یعنی گنہگار) ہو گیا ہے تم اسے پاک صاف کرو گے۔“ (ملفوظات ج ۲، ص ۲۳۸ مکتبہ المدینہ)

اب اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ نبی کریم ﷺ کے جسم اقدس پر کھیاں بیٹھتی تھیں معاذ اللہ تو رضا خانی اسے گستاخی پر محمول کریں گے مگر چونکہ خواب اپنے مولوی کا تھا اس لئے اس پر مبارک خواب کا عنوان قائم کیا۔

حضور ﷺ بے بس ہیں

بریلوی بغاوت قوم مولوی ابو داؤد صادق اپنے ہم مسلک پیر سیف الرحمن کا خواب اور اس پر تبصرہ یوں لکھتے ہیں:

”پیر سیف الرحمن اپنے معتقد کے خواب کی آڑ میں لکھتے ہیں کہ میں (ملا میرا حبان) اور (میرا مبارک صاحب) نبی اکرم ﷺ کے پاس جاتے ہیں۔ اور حضور اکرم روتے ہیں اور امتی امتی کہتے ہیں اور مبارک صاحب سے ارشاد فرماتے ہیں کہ میری امت بہت کمزور ہے گا رہے گا خوش کرو



میں نے خواب دیکھا کہ حضرت غوث الاعظم مشرق کی طرف سے چور ہو رہے ہیں چاند کی شکل میں نمودار ہوتے ہیں اور حضرت مبارک صاحب مغرب کی طرف سے سورج کی شکل میں نمودار فرماتے ہوئے ہیں اور یہی چاند اس سورج میں جذب ہو جاتا ہے۔

(ہدایۃ السالکین، ص ۳۲۳)

خواب بریلوی پیر شیخ عبدالقادر جیلانی سے افضل

حضرت پیران پیر صاحب معبدیت کے مقام سے مشرف تھے اور سید حضرت مبارک صاحب نے چھ مقامات عہدیت کے مقام سے فوق طے کئے ہیں اور حضرت مبارک صاحب کا مقام پیران پیر کے مقام سے فوق ہے الحمد للہ ذالک بفضل اللہ یحییٰ من ینہا

(ہدایۃ السالکین، ص ۳۲۵)

ٹی وی میں نبی اکرم ﷺ کا سلام

بریلوی فرقہ کے موجودہ سربراہ اختر رضا خان نے ایک پوری کتاب ”ٹی وی موسوی کا آپریشن“ کے نام سے ٹی وی کی حرمت پر لکھی ہے اور بریلی سے ایک کتاب ”میلیمس کا قصہ“ بھی اس ٹی وی کے خلاف شائع ہوئی ہے اب رضا خانیوں کا خواب کی آڑ میں اس حرام چیز کے اندر نی کریم ﷺ کی توہین ملاحظہ ہو:

”بروز جمعرات میں نے مدنی محل پر سنہری جالیوں کا درج پرور منظر دیکھا تو یکایک وہی آواز مجھے پھر سنائی دی الفاظ کچھ یوں تھے میرے اہل اس کو تم نے ابھی تک میرا پیغام نہیں پہنچایا۔“ (سرکار ﷺ کا پیغام عطار کے نام میں ۷)

قرآن مجید پاؤں تلے

بریلوی شمس العارفین شمس الدین سیالوی فرماتے ہیں:

”ایک رات خواجہ توسوی نے خواب دیکھا کہ میرے سر پر پاؤں تلے اور دائیں بائیں قرآن مجید بکھرا پڑا ہے۔“

(مرآت العاشقین، ص ۲۱)

نبی کریم ﷺ کی ہڈیاں قبر مبارک سے چٹنا  
بریلی شیخ الاسلام طاہر القادری لکھتے ہیں:

کثیف انگوٹھ میں ہے کتا بندائے زمانہ میں آپؐ کو شہ تشییع کا ارادہ فرمایا اور مخلوق سے کسنا رو  
کش ہو گئے تاکہ دل کا حرکت کیہ کریں اور خالص اللہ جل جلالہ کی اطاعت میں کمر بستہ ہوں ایک شب  
خواب میں دیکھا کہ حضور سید اکرم ﷺ کے جسم اقدس کی ہڈیاں مبارک قبر انور سے چٹن چٹن  
کر رہے ہیں اور ان میں سے بعض کو بعض پر ترجیح دے کر پسند کر رہے ہیں۔

(خوابوں اور بشارات پر اعتراضات کا علمی بحساب ص ۹۴)



# قرآنی تراجم پر اعتراضات کا محققانہ جائزہ

## نوٹ

تفصیلی اعتراضات اور جوابات کیلئے اور کنز الایمان کی حقیقت جاننے  
کیلئے ”نور سنت کا کنز الایمان نمبر“ شمارہ مطالعہ فرمائیں

اعتراض ۸۵: اللہ کی طرف ہنسی کی نسبت

اللہ یسہتری بہم (پ ۱، رکوع ۲)

اللہ ان سے ہنسی کرتا ہے (ترجمہ احمد علی لاہوری، ص ۵ طبع لاہور)

اللہ ہنسی کرتا ہے ان سے (محمود الحسن)

اللہ ان سے استہزاء فرماتا ہے جیسا اس کی شان کے لائق ہے (ترجمہ علی حضرت)

تمام دیوبندی متزعمین نے اللہ تعالیٰ سے ٹھٹھا ہنسی کرنے کو منسوب کیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک و بلند ہے اس لئے ان امور کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا غلط ہے (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۶۲، ۶۳)

یہ اللہ کی کھلی گستاخی و بازاری الفاظ ہیں (مخلص سیدنا علی حسرت، ص ۱۳، برائین صادق، ص ۸، ۳۰)

**الجواب:** عرض ہے کہ اردو زبان میں "استہزاء" جو احمد رضا خان نے استعمال کیا اس کا معنی ہے:

"ٹھٹھا کرنا، ہنسی، تمسخر"۔ (نور اللغات، ص ۳۲۳، ج ۱)

تورات تو دعویٰ آگئی کان یہاں سے پکڑو یا وہاں سے استہزاء کا معنی ہنسی، ہنسی کا معنی استہزاء تو ایک اسلام دوسرا کفر کیسے؟ کلب کا معنی کتا کتا کا معنی کلب لیکن ان رضا خانیوں کے نزدیک کلب تو کمال احتیاط ہے مگر کتا بازاری زبان ہے۔

اعتراض ۸۶: اللہ کو ابھی معلوم نہیں ہوا

ولعابعلم اللہ جیسے آیات کے تراجم پر بھی گوہر افشانی کی گئی اور اسے کفر کہا گیا

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۶۲)

**الجواب:** مفتی احمد یار محمدراتی لکھتا ہے: تاکہ ہم جان لیں (تفسیر فیسی، ج ۲، البقرہ آیت

(۱۳۳)

حالانکہ اب تک جانا نہیں اللہ نے ان لوگوں کو جو جہاد کریں (فیسی، ج ۳، ص ۲۰۹)

مولوی حمزہ چھوڑ دی لکھتا ہے: "چاکر معلوم کرے اللہ تعالیٰ کہ کون اڑتا ہے اس سے بن دیکھو  
(مقیاس حقیقت، ص ۲۹۲)

اب غیرت ہے تو یہاں بھی کفر کا فتویٰ لگاؤ

اعتراض ۷۸: اللہ بھول جاتا ہے

لسو اللہ فسیہم (پ ۱۰، رکوع ۹۴)

بھول گئے اللہ کو وہ بھول گیا ان کو (ترجمہ محمود الحسن)

دیوبندی مترجمین نے اللہ تعالیٰ کا بھولنا بیان کیا ہے جو کہ اللہ کیلئے محال ہے دیوبندی تراجم سے  
واضح ہوا کہ ان کے ہاں خدا کو نسیان ہو سکتا ہے۔ (دیوبندی کے بطلان کا انکشاف، ص ۶۵)

**الجواب:** غلام رسول سعیدی لکھتا ہے: سو اللہ نے بھی ان کو بھلا دیا (تبیان القرآن

، ج ۵، ص ۱۸۵)

بزرگرمشاہ بھیر دی لکھتا ہے: انہوں نے خدا کو بھلا دیا اور خدا نے ان کو بھلا دیا (ضیاء القرآن

، ج ۱، ص ۳۶)

مفتی مظہر اللہ شاہ دہلوی لکھتا ہے: اللہ بھی ان کو بھول گیا (مظہر القرآن، قوہ، ص ۵۲۳)

ابوالحسنات قادری لکھتا ہے: اللہ نے انہیں بھلا دیا (تفسیر الحسنات، قویہ آیت ۶۷)

اب اگر غیرت ہے تو اپنے ان اکابر کو بھی کفر کے گھاٹ اتار دو

اعتراض نمبر ۸۸: وہ وجدک ضالاً فہدی (سورۃ النجم)

اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو (شریعت سے) بے خبر پایا سو آپ کو شریعت کا راستہ بتلا دیا

(حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب)

اور پایا تھو کو بھٹکا پھر راہ سمجھائی (شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ)

رضا خانی مولوی ان تراجم پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"دیوبندی دہائی مترجمین نے ضالاً کا ترجمہ بھٹکا ہوا، بے خبر وغیرہ الفاظ سے کیا جو

کہ صریحاً غلط ہے اور سب ادنیٰ ہے دیوبندی دہائی مولویوں نے یہ نہ دیکھا کہ کسی



کو بھٹکا اور بے خبر کردے ہے۔ اسی رسول کریم ﷺ کی ناموس و عظمت پر وجہ لگ جائے ان خاندانوں کو اس کی کیا پرواہ کاش یہ مترجمین ترجمہ کرنے سے پہلے سہ ماہی تقاسیر کا بغور مطالعہ کر لیتے تو شاید ایسا نہ ہوتا جو خود بے خبر ہو چکے پھر تاہم وہ ہادی اور راہنما کیسے ہو سکتا ہے۔

(فیصلہ کیجئے۔ از شیر محمد جتیدی رضا خانی۔ ص: ۱۷۰-۱۸۰)

(۲) اس کے علاوہ عبدالرزاق اعتر الہوی نے (تسکین المؤمنان۔ ص: ۳۷۶)

(۳) رضا المصطفیٰ اعظمی (کنز الایمان مع خزانة العرفان۔ ص: ۲۰)

(۳) ملک شیر محمد عوان (محاسن کنز الایمان۔ ص: ۶۶)

(۳) مولوی کاشف اقبال رضا خانی (دیو بندیت کے بطلان کا اعتراف۔ ص: ۹۵)

نے بھی ان تراجم پر کم و بیش اسی قسم کا جاہلانہ اعتراض کیا ہے۔

**الجواب:** رضا خانی مولویوں کا حارے اکابر کے کئے گئے ترجمہ پر اعتراض کرنا محض جہالت کتب تفسیر سے نا بلند ہونے اور ضد و تعصب کا نتیجہ ہے۔ چونکہ رضا خانیوں نے فیصلہ کرنے کیلئے خود ایک اصول لکھ دیا ہے کہ:

”یہ مترجمین ترجمہ کرنے سے پہلے سہ ماہی تقاسیر کا مطالعہ کر لیتے تو شاید ایسا نہ ہوتا“ (فیصلہ کیجئے۔ ص: ۱۷۰)

لہذا اب ہم اسی کوئی پرانے اکابر کا ترجمہ پر کہتے ہیں۔

حضرت امام رازمی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر

جمہور کے نزدیک نبی کریم ﷺ نے ایک لکھ کیلئے بھی کفر نہیں کیا قرآن مجید میں ہے:

ما ضل صاحبکم وما غوی

اور انہوں نے اس آیت کے متعہ و محال بیان کیے ہیں:

ضال: کا معنی غافل حضرت ابن عباس حسن بصری ضحاک اور شمس بن حوشب نے کہا کہ آپ کو احکام شریعت سے بے خبر پایا تو آپ کو ان کی

ہدایت دی اور اس کی تائید ان آیات میں ہے:

ما کنتم تدروی ما الکتاب ولا الایمان (الشوری: ۵۲) و ان کنتم عن

قبلہ لمن الغافلین (یوسف: ۳۱)

(تفسیر کبیر - ج ۱۱ ص ۱۹۷)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

”علامات نبوت اور احکام شریعت سے بے خبر اور ان تمام علوم سے لاعلم

جن کو چاہئے کا ذریعہ سوائے نقل کے نہیں ہے۔ اسی مفہوم کے مثل آیت و

ان کنتم من قبلہ لمن الغافلین اور آیت ما کنتم تدروی ما الکتاب والایمان کا

مفہوم ہے۔“ (تفسیر مظہری - ج ۲۱ ص ۲۹۲)

امام عبداللہ احمد الشافعی رحمۃ اللہ علیہ

و وجد ضالای غیر و الف علی معالم النبوت و احکام الشریعة

و ما طریقہ السمع (فہدی) فعرک الشرائع و القرآن“ (تفسیر

مذکرک - ج ۳ ص ۶۵۴-۶۵۵)

برضاوی شریف

و وجدک ضالاً عن علم الحکم و الاحکام فہدی فعلمک

بالو حی و الایمان و التوفیق للنظر

زاد المسیر فی علم التفسیر لابن الجوزی

لیہ متعلق ال: اخذھا ضالاً عن معالم النبوة و احکام الشریعة

لہذاک الیہا قال الجمہور عنہم الحسن و الضعفاک

تفسیر خازن

ووجدک خدا را ای عبادت علیها الیوم (فہدی) ای قہدک  
الی نر خیدہ و نبرند و قبل و وجدک خدا را عن معالہ النبوت و  
احکام الشریعۃ فیہدک الیہا

امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ

ظالم ہوسال مصیدی امام صاحب کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”یعنی ہمارے دینی کرنے سے پہلے اور ہمارے علم عطا کرنے سے پہلے اتر  
خود اترتی عقلیں سے ایمان کا اور شریعت کے احکام کا علم نہ تھا اور جب ہم نے  
آپ کی طرف وحی کی اور آپ کو علم عطا فرمایا تو آپ کو ایمان کی اور کتاب  
کی تصدیق کا علم ہوا“

(مذہبیات الملئ السئ۔ ص ۷۷ : ۸۰ مکرالہ قہان القرآن، ج ۱ ص ۸۴)

تواضعی عارف ماں کی رحمت اللہ علیہ

مضالاً: عن شریعتک ای لا تعزفها لهذا اک الیها

(تعداد: ۲ ص ۱ کے مکملہ حقایق)

شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ

یعنی و دریافت تر از اہم نگردید پس را نمود تراویان  
ایں سدا بشو ضلالت است گفہ آنحضرت علیہ السلام بعد از  
رسیدن بعد بلوغ سبب گمالات بقدر معلوم شد کہ عبادت  
یہاں و رسوم جاہلیت بعد پیچ و منہج است در نقشہ دین  
حق شدہ و از زمان پیروان گنہ گار شدہ اند کہ اصل  
دین مانق حضرت تبار اہم است آنحضرت علیہ السلام را  
از خیال دور افتاد کہ عبادت یسائرا گمراشتہ و مسموم

جاہلیتِ راہ ترک دادہ متوجہ برب ابراہیم و اوصیائے کلم لیسکن چون ملت  
 ابراہیمی کسے راویا دیا تھا کہ بود و نہ در کتابی مدون بود و نہ آنحضرت ﷺ را  
 قدمت خواندن کتاب حاصل ناچار در حاشا احکام ایں ملت پرتاب و  
 یہ قرار بود و بقدر معلوم از تہذیبات و تعلیمات و تکبیرات و اعتکاف و غسل  
 از جنابت و از بے مناسک حج و دیگر امور از ہمیں جنس اشتغال بی درزیدند  
 تا آنکہ حق تعالی ایضا فرما بوقت خود بر اصول ملت صلیبی آگاہ ساخت (تفسیر  
 عزیزی۔ ج ۲ ص ۲۲۰)

### اکابر دیوبند کا ترجمہ ہی جمہور کے مطابق ہے

ان تمام جمہور مفسرین جن میں ضحاک اور حسن بصری جیسے آئمہ ہیں اس آیت کا مطلب یہی بیان  
 کیا کہ آپ ﷺ کو احکام شریعت کی تفصیل کا علم نہ تھا آپ اس سے بے خبر تھے تو اللہ تعالیٰ نے  
 احکام شریعت کا علم آپ کو عطا کیا اور اس کی طرف راہنمائی کی یہی ترجمہ حضرت تھانوی علیہ  
 الرحمۃ کا ہے۔ یہ کتنا کھلا ہوا تضاد ہے کہ احمد رضا خان بریلوی کا ترجمہ جو محض بعض صوفیاء سے  
 منقول ہے اسے تو عشق کی معراج قرار دے دیا جائے اور حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کا ترجمہ جو  
 جمہور کے مطابق ہے اس پر فتوے لگ جائیں۔ اب رضا خانی ہمت کریں اور ان مفسرین کو بھی  
 معاذ اللہ گستاخ کہیں۔

مفسرین نے اس آیت کی ایک تفسیر اور بھی بیان کی ہے کہ آپ اپنے دادا عبد المطلب سے کم  
 ہو گئے تھے تو ابو جہل آپ ﷺ کو ان کے پاس لایا جیسے فرعون سے موسیٰ علیہ السلام کی پرورش  
 کردائی۔ یا آپ ﷺ نبی الیٰ غدیرہ کے غلام میسرہ کے ساتھ جارہے تھے ایک کافر نے آپ کے  
 اونٹ کی مہار پکڑی اور آپ سے راستہ گم ہو گیا اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو آدمی کی  
 شکل میں بھیجا اور آپ ﷺ کو قافلے کے ساتھ ملا دیا۔

(تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۱۹۷، تفسیر عزیزی ج ۲ ص ۲۲۱، تفسیر مدارک ج ۳ ص ۲۵۵، تفسیر ابن کثیر  
 ج ۸ ص ۳۲۶، تفسیر مظہری ج ۱۲ ص ۲۹۲)

اگر اس تفسیر کو سامنے رکھا جائے تو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ:  
 ”اور پایا تم کو بھٹکا پھر راہ سمجھائی“

بالکل درست بنا ہے اور سرے سے کوئی اشکال ہی وارد نہیں ہوتا حضرت شہداء عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی ترجمہ کو ملحوظ رکھا۔ یہ بھٹکا ہوا نصب ہے کہ رضا تعالیٰ نے خبر اور بھٹکا ہوا کو راہ حق اور اسلام سے معاف اللہ بے خبری پر محمول کر رہے ہیں۔ غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں کہ:

”ضال کا معنی ہے سیدھے راستے کو ترک کرنا۔ خواہ یہ ترک عمداً ہو یا مہواً۔ کم ہو یا زیادہ تو کسی شخص سے کوئی بھی کسی قسم کی خطا ہو جائے تو اس کیلئے ضال کا قضا استعمال کرنا صحیح ہے اس لئے قضا ضلالت کی نسبت انبیاء علیہم السلام کی طرف بھی ہوتی ہے اور شیطان کی طرف بھی ہوتی ہے اگرچہ دونوں کے ضلال میں بہت فرق ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کے متعلق فرمایا: **وَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ (الضحیٰ: ۷)** یعنی جب آپ کو گموت پر فائز کیا تو آپ مکمل شریعت سے آگاہ نہ تھے“

(المفردات، ج ۲، ص ۳۸۸-۳۸۹، ملخصاً بحوالہ تبيان القرآن ج ۱۵، ص ۸۴۴)

یہاں بھی نظر گرم ہو

مولوی غلام رسول سعیدی امام ابو مسعود ماریڈی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”ضال کا معنی ہے غافل اس آیت کے معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو انبیاء مقتدرین اور صالحین کی خبروں سے غافل پایا۔ بعض علماء نے کہا آپ کو گمراہ قوم میں پایا تو آپ کو ہدایت دی۔“

(تبيان القرآن ج ۱۲، ص ۸۴۲-۸۴۵)

تفسیر کبیر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”ضال کا معنی ہے معرفت سے عاری ہونا جب آپ پر ایمان شکیستہ میں تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ”ضال“ پایا یعنی علوم و معارف سے غالی پایا“

(تبيان القرآن ج ۱۴، ص ۸۶۶)

آلِ رضا کو حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کے ترجمہ میں ”بے خبر“ سے تو بڑی تکلیف ہوئی یہاں بھی:

غافل۔ ہدایت دی و معرفت سے عاری

کے الفاظ پر کچھ نظر کرم فرمائیں گے؟ اگر آپ کی طرح کوئی بے حیائی پر اتر آئے تو کہہ سکتا ہے کہ ان مفسرین کی تفاسیر کو بڑھ کر تو لگتا ہے:

”نبی کریم ﷺ سے بے خبر ہدایت و معرفت سے عاری تھے“

المیاذ باللہ نفس کفر کفر نہ باشد

احمد رضا خان صاحب قارونی کے ترجمہ پر ایک نظر

رضا خانیوں کو بڑا مار ہے کہ دارے انھیں ت سے اس آیت کا ترجمہ:

”اور تمہیں اپنی محبت میں نمود و منت پایا تو اپنی طرف راہ دی“

کر کے گویا کمال کر دیا اس ترجمہ پر کوئی تبصرہ کرنے سے پہلے ایک رضا خانی اصول ملا حفظ فرمائیں:

(۱) حج کرم شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ:

”ہر ایسے لفظ کا استعمال بارگاہ رسالت میں ممنوع ہے جس میں تشبیہ اور بے

ادبی کا احتمال ہو۔“ (منیاء القرآن: ج ۱، ص ۸۳)

(۲) مفتی احمد یار صاحب نعیمی لکھتے ہیں کہ:

”اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کی شان میں ایسے الفاظ بولنا حرام ہیں جن میں بے

ادبی کا ادنیٰ شائبہ بھی ہو۔“ (تفسیر نعیمی: ج ۱، ص ۵۳)

(۳) حیرانہ الحسانت قادری لکھتے ہیں کہ:

”جس کلمہ میں ان کی شان میں ترکِ ادب کا وہم بھی ہو وہ زبان پر لانا ممنوع

ہے۔“ (تفسیر الحسانت: ج ۱، ص ۲۳۵)

(۴) بریلوی مجدد الما فاضل مولوی نعیم الدین مراد آبادی صاحب لکھتے ہیں کہ:

”جس کلمہ میں ترکِ ادب کا شائبہ بھی ہو وہ زبان پر لانا ممنوع ہے۔“

(نور اللعراق: ص ۲۹۔ مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور)

(۶) مولوی حسن علی رضوی مجلسی لکھتے ہیں کہ:

”جس الفاظ کا معنی صحیح اور ایک معنی ملتا اور بے ادبی و گستاخی پر معنی ہو ایسا ذو معنی الفاظ بھی سخت منسوب ہے۔ لکن کفرین میں واضح اشارہ ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی شان ارفع میں ادنیٰ بے ادبی بھی کفر قطعی ہے۔“

(تفسیر بخاری، ج ۲، ص ۷۵)

ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ رضا خانیوں کے نزدیک اگرچہ لفظ بظاہر صحیح ہو مگر اس کا دوسرا معنی گستاخی بے ادبی پر مشتمل ہو یا اس کا شائبہ تک ہو تو ایسا لفظ انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخی اور گستاخی کرنا قطعی کفر ہے۔ اب مولوی احمد رضا خاں بریلوی نے اللہ کے پیارے رسول اللہ ﷺ کیلئے ترجمہ کیا:

”اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی“

دوسری طرف زلیخا کیلئے بھی یہی الفاظ استعمال کئے:

الانذار اھلھی ضلال مبین (یوسف: ۳۰)

ہم تو اسے صریح خود رفتہ پاتے ہیں

اب دیکھئے زلیخا کا خود رفتہ ہو کا کسی طور پر بھی انجینیئیت سے نہ تھا اس کی محبت تو شہوت اور عتلا متعبد کیلئے تھی اب یہی لفظ جو انتہائی غلط معنی رکھتے ہیں نبی علیہ السلام کی محبت اور تڑپ کیلئے بھی استعمال کیئے تو بتائے ایسا محبت اور تڑپ کیلئے بھی استعمال کیا تو بتائے ایسا ذو معنی لفظ استعمال کرنا عشق و محبت ہے یا کھلا ہوا کفر؟

رضا خانیوں کو ”بے خبر“ اور ”بھگتا“ پر تو بڑا غصہ آیا مگر کیا انہوں نے ”خود رفتہ“ کے معنی بھی لغت میں دیکھے ہیں؟ اگر نہیں تو ملاحظہ ہو:

”خود رفتہ: بے خبر، بے خود رفتہ اپنے آپ کی خبر نہ ہو“

(فیروز اللغات، ص: ۵۹۹)

لہجے خود رفتہ کے معنی بھی ”بے خبر“ ہی ہیں اگر حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ نے معاذ اللہ کفر کر دیا تو احمد رضا خاں بریلوی بھی بچ کر نہیں جاسکتا۔ اسی طرح ایک آیت کا ترجمہ کرتے ہیں:

قل ان ضللت فانما اضل علی نفسی (الہود: ۵۰)

تم فرماؤ اگر میں بہکا تو اپنے ہی برے کو بہکا

جواب دیا یہاں تو ”خود رفت“ ترجمہ کرنے کا خیال نہیں آیا بلکہ صاف طور پر دو مرتبہ نبی کریم ﷺ کو ”بھکا ہوا“ کہا اب ذرا اس کا معنی بھی اپنی محبوب لغت میں ملاحظہ فرمائیں:

بھک جانا: (مخاورہ) گمراہ ہو جانا، غلطی کرنا، بدست ہو جانا، دھوکا کھانا

(فیروز اللغات: ص ۲۲۷)

رضا خانیو!

ان بزرگوں کو برا کہنے سے کیا پھل پاؤ گے  
دیکھ لو گے تم بھی اس کی کیا سزا کھل پاؤ گے

گھر کی گواہی

حافظ نذر احمد صاحب اس آیت کا نقلی ترجمہ کرتا ہے:

ووجدك ضالاً اور آپ کو پایا

ضالاً بے خبر

غھدی تو ہدایت دی

(آسان ترجمہ قرآن - ص: ۱۳۶۹)

اس ترجمہ کی تائید مفتی محمد حسین نعیمی بریلوی، مہتمم جامعہ نعیمیہ لاہور اور مولوی سرفراز نعیمی جیسے آپ کے جید اکابر نے کی ہے۔

رضا خان بریلوی کے والد نقی علی خان صاحب اسی آیت کا ترجمہ کرتے ہیں:

”اور پایا تجھے راہ بھول پھر تجھے راہ بتائی“ (الکلام الادبی: ص: ۶۷)

مظہر علی حضرت حشمت علی رضوی صاحب لکھتے ہیں:

”اور پایا تجھے راہ بھٹکا ہوا نہیں ہدایت فرمائی“

(۱۵ تقریریں - ص: ۳۰۰ نوری کتب خانہ لاہور)

اپنی حضرت محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ آپ کے گھر سے برآمد ہو گیا اب اپنی کفر سائے  
مشرکین گمن سے دو تین گولے اپنے ان اکابر کی قبروں پر بھی برسائے



ابھی ابتداءے عشق ہے روتا ہے کیا  
آگے آگے دیکھے ہوتا ہے کیا

سابقہ اکابر کے تراجم

دریافت تراجم کردہ یعنی شریعت نمی دانستی پس راہ نمود (شاد ولی اللہ)  
یعنی دریافت تراجم کردہ پس راہ نمود ترا

(شاد عبد العزیز محدث دہلوی تفسیر عزیزی ج ۲ ص ۴۳۰)

بھگت پر تو بڑا اعتراض ہے یہاں "راہ گم کردہ" پر کیا فتویٰ ہے؟

اور پایا تجھ کو راہ بھولا ہوا پس راہ دکھائی (شاد رفیع الدین دہلوی)

اور پایا تجھ کو بھگت پھر راہ دی (شاد عبد القادر دہلوی)

شاد عبد القادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ سامنے رکھو

رضا خان بریلوی کا بریلویوں کو حکم

شاد صاحب کے اسی ترجمے جس کو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے برقرار رکھا کہ متعلق آل رضا

کے بیٹوں احمد رضا خان صاحب بریلوی رضا خانی لکھتے ہیں کہ:

"فقیر کی رائے قاصر ہے کہ مولانا شاد عبد القادر صاحب کا ترجمہ پیش نظر رکھا جائے"

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۲ ص ۳۳ سنی دالہ شاعت فیصل آباد ج ۲ ص ۵۷۷ جدید)

مگر خان صاحب کی غلط اولاد آج اسی ترجمہ کو گستاخانہ کہہ رہی ہے۔

اعتراض نمبر ۸۹:

والفد خدمت بہ وہم بہا

اس عورت کے دل میں ان کا خیال جم ہی رہا تھا اور ان کو بھی اس عورت کا کچھ خیال ہو چلا تھا (۱)

ترجمہ حکیم الامت لٹا توئی (اور اللہ مرقدہ)

اور الیہ عورت نے فکر کیا اس کا اور اس نے فکر کیا عورت کا (ترجمہ شیخ الہند رحمہ اللہ)

اب رضا خانی فکر کی عکاسی یہ ہے کہ دونوں تراجم میں عصمت انبیا مجروح ہوئی ہے۔ (انوار کمر  
الایمان ص ۱۲)

دیوبندی تراجم سے معلوم ہو رہا ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے بھی زنا کا ارادہ کر لیا تھا معوذہ باللہ  
(دیوبندی کے بطلان کا آشکارا ثبوت ص ۹۲)

### الجواب:

تاریخیں گرائی قدر صاف اور آسان کیا بات ہے کہ حکیم الامت نے جو کچھ لکھا ہے کہ بریلوی  
مسک کے پیادوں کے حکیم نے بھی یہی کچھ لکھا ہے کہ ہمت بدیش ہم کے معنی ارادہ زنا کیا  
اور ہم بچاؤں اس کے معنی قلب کی غیر اختیاری رغبت جس کے ساتھ قصد نہیں ہوتا یعنی زلیخا نے  
تو یوسف علیہ السلام کا ارادہ کیا اور ان کے دل میں رغبت غیر اختیاری پیدا ہوئی جو کہ نہ نکاح ہے نہ  
جرم (جاء الحق ص ۲۳۰)

مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں

"اللہ تعالیٰ کے ارشاد لغدھمت بعد وہم یہ نہ ہے کہ ہمارے میں کئی فقہاء اور  
محمد شین کا مذہب یہ ہے کہ ارادہ نفس پر مواخذہ نہیں اور نہ یہ گناہ ہے کیونکہ حدیث  
قدی میں ہے کہ جب بندہ گناہ کا ارادہ کرے لیکن اس کو عمل جامد نہ پہنچائے تو  
اس سے پہلے کچھ نہیں جاتی ہے لہذا ارادہ کے ساتھ جب نفس کی آمادگی ہوگی تو گناہ  
ہے لیکن آمادگی اور تعلق خاطر کے بغیر معاف ہے (یعنی صرف ارادہ معاف ہے  
لیکن حق ہے اور یوسف علیہ السلام کا ارادہ بھی اسی نوعیت کا تھا) الخ"

(تعلیقات رضا ص ۲۹۸ مترجم مولوی محمد صدیق پیرا دیوبند مطبوعہ گرامرناوالہ یک)

شک (لاہور)

ابو الحسنات قادری صاحب لکھتے ہیں جسکی تفسیر بریلوی رازنی وغزالی احمد سعید کاظمی کی مصدقہ ہے  
کہ ہم وہ قسم ہیں ایک ہم ثابت اور وہ وہ ہے جس کے ساتھ ارادہ اور ہمت کی اور رضا کا عمل امرائے  
عزیز کے کس کی نیت یقینا ہادی کی طرف مائل ہو چکی تھی اور دوسرا ہم عارض ہے اور وہ خطرہ اور

حدیث نفس ہے جس میں کسی قسم کا اختیار و عزم نہیں ہوتا مثلاً ہم یوسف علیہ السلام کے۔ (تفسیر احسان، ج ۳ ص ۲۵۸)

لہذا معلوم ہو گیا کہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی صفائی و ربوبی حضرات کے گھر سے ہو گئی۔ باقی رہا حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا ترجمہ کہ اس نے فکر کیا عورت کا تو صاف سا مطلب ہے جو کہ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی صاحبؒ نے لکھا کہ عورت نے پچانسنے کی فکر کی اور اس نے فکر کی کہ عورت کو دُاُ پٹنے نہ پائے۔ (تفسیر عثمانی)

تو اب بتائے کیا قیامت ہے اس میں؟

منشی احمد یار خان تھرقانی لکھتے ہیں۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ بد پر وقف نہ کرو بلکہ بھانگ ایک ہی جملہ مانو اور آیت کے معنی یہ ہوں کہ بے شک زلیخا نے یوسف علیہ السلام کا اور انہوں نے زلیخا کا حکم کر لیا لیکن اب ان دونوں حصوں میں فرق کرنا ضروری ہے۔

(جامع الحق ص ۴۳۹، ۴۴۰)

مولوی مصطفیٰ رضا خان کے خلیفہ مجاز ڈاکٹر محمد علوی مالکی صاحب لکھتے ہیں:

”اگر ہم بھارہ وقف کیا جائے تو معنی اس طرح ہوگا عزیز مصر کی عورت نے یوسف کے ساتھ برے فعل کا قصد کیا اور یوسف نے اس عورت سے اجتناب کا قصد کیا۔“ (اصول ترجمہ تفسیر قرآن ص ۹۲)

مولوی غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں

”اس عورت نے ان (سے گناہ) کا قصد کر لیا اور انہوں نے (اس سے بچنے کا) قصد کیا۔“ (تبیان القرآن، ج ۵ ص ۷۳)

آگے لکھتے ہیں

”حضرت یوسف کے ہم سے مراد یہ ہے کہ مردوں کے دلوں میں عورتوں کی شہوت سے جو طبعی تحریک ہوتی ہے وہ تحریک ہوئی اگرچہ وہ اپنے آپ کو کنٹرول میں رکھتے ہیں۔“ (تبیان القرآن، ج ۵ ص ۷۳)

آگے لکھتے ہیں

”انہوں نے بدکاری اور گناہ سے بچنے کا قصد کیا اس کی یہ وجہ نہیں تھی کہ وہ بدکاری پر قادر نہیں تھے بلکہ انکی وجہ یہ تھی کہ وہ اللہ کی شریعت کی برہان سے واقف نہ تھے۔“ (تجلی القرآن ج ۵ ص ۷۹)

منشی احمد یار خان گجراتی لکھتے ہیں:

”ہمارے سمجھے ہوئے مفسرین نے وہاں تمہیں بیان کی چیز اگرچہ میں ان سے متفق نہیں مگر ان کے نقل کرنے میں مضائقہ نہیں ایک قول یہ ہے کہ ہم یوسف اور یوسف بھی اس کے نقل کر ارادہ کر لیتے یعنی زلیخا نے گناہ کا ارادہ کر لیا اور یوسف نے اس کے نقل۔ دوسرا یہ کہ زلیخا نے گناہ کا ارادہ کر لیا تھا اور یوسف نے جس زلیخا کو دیکھ کر اپنی قوت مردی میں سمجھاں محسوس کیا اگرچہ نقل بد سے منظر ہی رہے جیسے کہ کوئی جالور کو محبت کرتا دیکھ کر انسان کی قوت مردی میں بیگان پیدا ہوتا ہے حالانکہ اس جانور سے محبت کرنا قطعاً گوارا نہیں ہوتا۔“

(تفسیر نعیمی ج ۱۲ ص ۴۳۸)

ہم اس بات کو ختم کرتے ہیں اور بریلویوں کو کہتے ہیں جو تم نے عیم بٹھائی ہے تراجم پر کام کرنے کیلئے انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں دو مستور کے ترجمہ میں جو کچھ لکھا ہے وہی پڑھا اگر تم میں شرم و حیا کی رتی بھی ہوئی تو آئندہ اہلسنت پر اعتراض نہ کرو گے۔

اعتراض نمبر ۹۰:

حتى اذا استنصت الرسل وظنوا الهم قد كملوا۔

یہاں تک کہ جب ناامید ہونے لگے رسول اور خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کیا گیا تھا۔ (ترجمہ فتح البندر رحمہ اللہ)  
بریلوی محقق یوں ناراض ہونے لگے کہ

”یاد رکھیے انبیاء علیہم السلام کو خدا کی نصرت اس کی رحمت صدق یا بیضائے عہد سے ناامید ہونے والا لکھو دیا اپنی سچائی میں شک کرنے والا یا اللہ کی طرف جھوٹ کا گمان کرنے والا لکھو دیا۔ یہ ایک مستقل کفر ہے۔“

(فیصلہ کیجئے ص ۵۰، آؤ حق تلاش کریں ص ۴۰)

دیوبندی مترجمین کے تراجم سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ ایک تو انبیائے کرام تا نپدر بانی سے ناامید ہو گئے اور دوسرا خدا تعالیٰ نے تائید و نصرت وعدے فرمائے تھے سب جھوٹے تھے لغو بالہ (دیوبندی کے بطلان کا انکشاف جس ۹۳، ۹۴)

**الجواب:** اس لفظی ترجمے پر اعتراض ہے یا اس کے مفہوم پر؟ اگر لفظی ترجمے پر اعتراض ہے تو دیکھئے یہ تو آپ کے گھر کے جید حضرات نے بھی لکھا ہے  
ابوالحسنات قادری صاحب لکھتے ہیں:

حتى اذا استينس۔

یہاں تک کہ جب مایوس ہو گئے

وظنوا اور خیال کر چکے

انهم کہ وہ۔

قد یقیناً

کہہ دیا وہ جھٹلائے گئے

(تفسیر احسان ج ۲ ص ۳۲۵)

۲۔ شیخ سعدی نے بھی ترجمہ بھی کیا ہے جو فاضل بریلوی کا مصدقہ ہے۔

۳۔ بریلوی اکابر کا مصدقہ ترجمہ آسان ترجمہ قرآن میں ہے۔ یہاں تک جب مایوس

ہونے لگے رسول (جمع) اور انہوں نے گمان کیا کہ وہ ان سے جھوٹ کہا گیا۔ (ص ۵۳۶)

اور اس کا مفہوم یہ بنتا ہے جو اس ترجمہ کے حاشیہ پر شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی

رحمہ اللہ نے بیان کر دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ عذاب آنے میں اتنی دیر ہوئی کہ منکرین بالکل بے فکر

ہو کر پیش از پیش شرارتیں کرنے لگے یہ حالات دیکھ کر پیغمبروں کو ان کے ایمان لانے کی کوئی

امید نہ رہی، اور خدا کی طرف سے ان کو ذمیل اس قدر دی گئی کہ مدت وراثت عذاب کے کچھ

آٹھ نظر نہ آتے تھے غرض دونوں طرف سے حالات و آثار پیغمبروں کیلئے (خابری اسباب کے

طور پر) یا اس انگیز تھے یہ منظر دیکھ کر کفار نے یقینی طور پر خیال کر لیا کہ انبیاء سے جو وعدے ان

کی نصرت اور ہماری طاقت کے کئے گئے تھے سب جھوٹی باتیں ہیں عذاب وغیرہ کا ڈھکوسلہ

صرف ڈرانے کے واسطے تھا کچھ بعید نہیں کہ ایسی مایوس کن (ظاہر طور پر) اور اضطراب انگیز حالت میں انبیاء کے قلوب میں بھی یہ خیالات آئے لگے ہوں کہ وعدہ عذاب کو جس رنگ میں ہم نے سمجھا وہ صحیح نہ تھا۔ یا و سادس و خطرات کے درجہ میں بے اختیار یہ وہم گزرنے لگے ہوں کہ ہماری نصرت اور مقررین کی بلا کثرت کے جو وعدے کئے گئے تھے کیا وہ پورے نہ کئے حساب نہیں آئے۔

آج حضرت فقیہ اسکے تحت پھر لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی غیر محدود رحمت امیرائی سے مایوس ہونا کفر ہے لیکن ظاہری حالات و اسباب کے اعتبار سے ناامید کفر نہیں یعنی یوں کہہ سکتے ہیں کہ کفار، یزید کی طرف سے جہاں تک اسباب ظاہری کا تعلق ہے مایوسی ہے لیکن حق تعالیٰ کی رحمت کاملہ سے مایوسی نہیں آیت حتیٰ اذا استنصت الرسل انک میں یہی مایوسی مراد ہے جو ظاہری حالات و آثار کے اعتبار سے مورد غم و تپت و غمخوارگی رحمت سے کب مایوس ہو سکتے ہیں انک (تفسیر عثمانی ص ۳۹۹)

تقریباً یہی بات تفسیر مظہری والے نے بھی لکھی ہے۔ القصد اس مفہوم پر وہ اشکال ہو سکتے ہیں

۱۔ انبیاء سے کیا فہم میں غلطی ہو سکتی ہے؟

۲۔ کیا انبیاء کو دوسرے ہو سکتا ہے؟

تو ہم عرض کرتے ہیں کہ میری شاہ صاحب فرماتے ہیں:

”خطباء فی تعمیر اولیاء بلکہ انبیاء سے بھی واقع ہوئی ہے چنانچہ سال حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے دیکھا کہ تم بہت اللہ میں داخل ہوئے بتاؤ میں مدینہ طیبہ سے اسی قصد سے روانہ ہوئے لیکن جب حدیبیہ میں پہنچے تو کفار مکہ مانع ہوئے آخر اس پر صلح ہوئی کہ آپ آئندہ سال مکہ میں داخل ہوں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مکہ میں تو داخل تو آپ کو بطریق روایا معلوم ہوا تھا پس مختلف کیسے واقع ہوا فرمایا مقصود اصلی مکہ میں داخل ہونا ہے خواہ وہ اس سال ہو یا آئندہ سال، پس خطباء فی تعمیر ہے شامصل و اللہ میں“ (ملفوظات ص ۵۳)

امید ہے معقول ہو گیا ہو۔

دوسرے اعتراضوں کے جواب میں ہم عرض کرتے ہیں کہ

مفتی احمد یار عجمی گجراتی لکھتے ہیں: انبیاء سے غلطاء ہو سکتی ہے (ص ۳۳، جاء الحق)

دوسری جگہ لکھتے ہیں: یہ وہ غیر شیطانی وسوسہ ہے بھی محفوظ ہیں۔ (چما الحق ص ۴۲۹)  
اس کا مطلب ہے باقی محفوظ نہیں۔

اس کا مطلب ہے یاتی محفوظ نہیں۔

ایک جگہ لکھتے ہیں: دو سو ساغیاء کرام کو بھی ہو سکتا ہے۔ (نور العرفان ص ۱۸۴ نعیمی کتب خانہ)

بریلوی مسلک میں تو انبیاء کرام سے گناہ و کبیرہ بھی صادر ہو جاتا ہے مفتی احمد یار خان نعیمی

گجراتی لکھتے ہیں انبیاء کرام ارادۂ گناہ کبیرہ کرنے سے ہمیشہ معصوم ہیں کہ جان بوجھ کر نہ تو

نبوت سے پہلے گناہ کیبرہ کر سکتے ہیں اور اس کے بعد ہاں لسیا نا خطا و صواب ہو سکتے ہیں۔ (چاء

الحق میں ۷۲۲)

اب آگے بھجئے

ایہ البرکات قادری صاحب خلیفہ فاضل بریلوی لکھتے ہیں اگر انبیاء و وحی سے پہلے حضورؐ اور

— *البرهان*

(۱۶۷)

1996-97

اس کتاب کی تیاری میں بی بی بریغی خاں کی 6 ویں ذیلی بائیسکول سرف کا دوری عا حب و  
 آ عمر کھیت

اگر ہم کہیں کہ  $\frac{1}{2} + \frac{1}{2} = 1$ ، تو یہ سچ ہے۔

اسلام بصرہ کو جائز کرادیں لو ان سے کفرنی جائز ہوگا۔ (سچہ مہدی ابوسور میں ۱۹۷۱ء)

میرے خیال میں اب اس نرسے پر کوئی اثر

اعترض نمبر ۹۱: انا فتحنا لک فتحاً مبیناً لیغفر لک اللہ ما تقدم من

— ۱۹ —

ذہک و ماتاخر (اح پ ۲۶)

بے شک ہم نے آپ ﷺ کو ایک حکم کھلا دیں

معاف فرماوے۔ (حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ)

\_\_\_\_\_

ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے وہ سب صریح فیصلہ تا کہ معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہو چکے تیرے گناہ اور جو پیچھے ہے۔ (شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ)

ان تراجم پر رضا خانیوں کو اعتراض ہے کہ:

”مسلمانوں اور فرماے درجہ بندیوں اور ٹھیکہ دہانی مولویوں کے تراجم سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ پہلے بھی گناہ گار تھے اور آئندہ بھی گناہوں کی امید تھی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو ایک سند بنانا پڑی کہ ہم نے آپ کے اگلے پیچھے تمام گناہ معاف کر دیے۔ معاذ اللہ۔“ (فیصلہ کیجئے۔ ص: ۱۹۰)

اسی طرح حشمت علی کے بھائی موٹوی محبوب علی خان نے ان تراجم پر کفر کا فتویٰ لگایا (النجوم المشاہد، ص: ۵۸) اس پر ۵۴ رضا خانی اکابر کی تصدیق تھی حنفی قریشی صاحب کہتے ہیں کہ ان تراجم کے ہوتے ہوئے ہم جیسائیوں کے سامنے نبی کریم ﷺ کا دفاع نہیں کر سکتے (مخلص گستاخ کون؟ ص: ۱۹۶)

شیر محمد اعوان رضا خانی آف کالا باغ لکھتے ہیں:

حضور سرور کائنات ﷺ کو معاذ اللہ خطا کار اور قصور دار نہ بولنا۔۔۔ بلکہ ہم مسلمان یا ایک غیر مسلم کیا جانے سکتا ہے یہی کہ معاذ اللہ حضور ﷺ کا نام نہ بھی خطاوں سے پاک نہ تھا کیا یہ تراجم دشمنان اسلام کے ہاتھ میں اسلام اور اہل اسلام کے خلاف ایک مضبوط ہتھیار تھا اور جانے کے موجب نہیں ہوں گے؟ کیا ان تراجم سے عصمت انبیاء علیہم السلام کا مسلمہ عقیدہ بکج ورج نہیں ہوتا؟۔۔۔ (محاسن کلمہ الامیان ص: ۵۶-۵۷)

**الجواب:** علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی اقوال نقل کئے ہیں چند ملاحظہ ہو:

واعتبلف اهل التأويل في معنى ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر فقيل (ما تقدم من ذنبك) قبل الرسالة (وما تأخر) بعد ما قال مجاهد ونحوه قال الطبري وسفيان الثوري قال الطبري: هو راجع الى قوله تعالى (انما جاء نصر الله والفتح الى قوله انما) ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر قبل الرسالة (وما تأخر) الى وقت نزول هذه الآية و



قال سفیان الثوری (لیغفر لک الله ما تقدم من ذنبک) ما عملک فی  
الجاهلیۃ قبل ان یوحی الیک (وما تاخر) کل شیء لم یعملک و قاله  
الواحدی قد مضی الکلام فی جواب ان الصغائر عظمی الانبیاء فی سورة  
البقرہ فی هذا القول و قبل ما تقدم من ذنبک قبل الفتح و ما تاخر بعد الفتح  
و قال عطاء الخراسانی من ذنبک ابرک آدم و حواء الخ

(الجامع احکام القرآن ج ۱۶ ص ۲۶۲)

خلاصہ کلام: سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ ما تاخر چاہے جس چیز کا ذنب ہو گیا اور ما تاخر سے مراد ہر وہ  
ذنب جسے آپ نہیں جانتے اس کی مغفرت کی توبہ ہے۔ اور عطاء الخراسانی فرماتے ہیں کہ انبیاء سے  
مغفرت کے صدور کے جواب پر بحث گذر چکی ہے اس آیت سے مراد فتح سے پہلے کے ذنوب اور  
ما تاخر سے مراد فتح کے بعد کے ذنوب عطاء خراسانی فرماتے ہیں ما تقدم من ذنبک سے مراد حضرت  
آدم و حواء کا ذنب ہے۔

اسی طرح علامہ محی السنۃ علامہ الدین علی بن محمد بن ابراہیم البیہقی اسی آیت کی تفسیر یوں بیان  
کرتے ہیں:

لیغفر لک الله ما تقدم من ذنبک و ما تاخر قبل اللام فی قوله تعالی  
لیغفر لک لام کی و المعنی فتحا لک فتحا مبیہا لکی یجمع لک مع  
المغفر فاسم التعمید بالفتح و قبل لما کان هذا الفتح سببا لدخول مکة  
و الطواف بالبيت کان ذالک سببا للمغفر و معنی الآية لیغفر لک الله  
جميع ما فرطتک ما تقدم من ذنبک یعنی قبل النبوة و ما تاخر یعنی  
بعدها (تفسیر خازن ج ۶ ص ۱۵۷)

(خلاصہ کلام) اس قول میں لام لام کی ہے اور اس کا معنی ہے کہ ہم نے تیرے واسطے ایک واضح  
فتح دی تاکہ آپ کیلئے فتح کو مغفرت کے ساتھ جمع کر کے نعمت کو پورا کر دیا جائے اور بعض نے  
فرمایا کہ یہ فتح سبب ہے مکہ میں داخل ہونے اور بیت اللہ کا طواف کرنے کا تو اصل یہی سبب  
مغفرت ہے تو اس صورت میں آیت کا معنی یوں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے نبوت ملنے سے  
پہلے اور نبوت کے بعد آپ کی تمام کوتاہیاں معاف کر دی گئی ہیں۔

معلوم ہوا کہ یہاں لام سبب کیلئے نہیں جیسا کہ رضا خان بریلوی نے سمجھا لکھا کہ لام کئی ہے۔  
علامہ سفیان ثوری سے اس آیت کی تفسیر یوں بیان کرتے ہیں:

مَا تَقْدِمُ مِنْ ذَنْبِكَ مِمَّا كَانَ مِنْكَ قَبْلَ الشُّرُوعِ مَا تَأْخِرُ بِهِ عَنِ تَكْلِيفِ  
لَمْ تَعْلَمْهُ وَبَذَرَ مِثْلَ هَذَا أَعْلَى طَرِيقِ التَّكْوِينِ لِمَا تَقُولُ اعْطِ مَنْ تَسْأَلُ  
عَنْ لَمْ تَرِ اِدْرَ اَضْرَبْ مَنْ لَقِيتَ وَمَنْ لَمْ يَلْقَهُ فَيَكُونِ الْمَعْنَى مَا وَقَعَ لَكَ  
مِنْ ذَنْبٍ وَمَا لَمْ يَقَعْ فَهُوَ مَغْفُورٌ لَكَ (تفسیر خازن ج ۲ ص ۷۵)

قاضی شامہ اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

”وہ تمام گنہگار گناہیں جو رسالت سے پہلے جاہلیت کے زمانے میں آپ سے  
ہوئی ہوں اور وہ تمام ذلات جو رسالت کے بعد یعنی اس صورت کے نزول کے  
بعد آپ سے ہو جائیں اور ان پر عتاب ہو سکا ہو اس سے لازم نہیں آتا کہ  
رسول اللہ ﷺ نے کسی محسوس گناہ پر عتاب کیا ہو صلحاء کی نیکیاں بھی اہل قرب  
کیلئے مغفرت میں ہوتی ہیں۔۔۔

عطا خراسانی نے کہا کہ ما تقدم سے مراد آدم وحواء کی غلطیاں ہیں

(تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۳۴۸)

اسی طرح ایک حدیث ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ نے فرمایا کہ اے اللہ کے  
رسول ﷺ آپ کیلئے خوشخبری ہو آپ کے رب نے تو بیان فرما دیا کہ آپ کے ساتھ آخرت کا کیا  
معاملہ ہوگا مگر ہمارے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا؟ آخرت میں تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی  
لِيَدْخُلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتُ جَنَّاتٍ الٰہِیَہِ فَوْزًا عَظِیْمًا

(بخاری و رقم الحدیث ۳۱۳۸ مسلم و رقم الحدیث ۷۸۶۷ مستدرک امام احمد ابن  
حسین ج ۳ ص ۱۹)

معلوم ہوا کہ صحابہ بھی اس آیت میں ”زب“ کی اضافت نبی کریم ﷺ کی طرف مانتے نہ کہ اپنی  
طرف ورنہ ان کو یہ سوال پوچھنے کی ضرورت نہ آتی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”انہیں خصائص میں سے ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنی کتاب مجید میں چونکہ انبیاء

علیہم السلام کے تو یہ وغفران اور ان سے واقع شدہ ذلہ و خطا کا ذکر فرمایا ہے تو نبی کریم ﷺ کی شان القدس میں فرمایا انا فقہا لک الفحاحینا لیغفر لک لثقتا تقدم من ذنبک و ماتا عرج کما تقدم رکبا اس کے بعد غفران ذلویہ گزشتہ و آئندہ کا ذکر فرمایا

(عاریۃ النبوة ج ۱ ص ۲۶۳۔ مترجم مفتی معین الدین نعیمی بریلوی)

ان تمام مفسرین و علماء نے آیت میں ”ذنب“ کی اضافت نبی کریم ﷺ کی طرف رکھی اور پھر اپنے ذوق کے مطابق اس کی مختلف توجیہات بیان کی کسی نے خلاف اولیٰ کسی نے صغائر کسی نے خطائیں کسی نے کچھ۔

اگر رضا خانیوں کو حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کے ترجمہ میں ”خطائیں“ پر غصہ ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق خان صاحب کے اس ترجمہ پر بھی غصہ کرم کریں:

”والذی اطبع ان یغفر لی خطیبتی۔ سورة الشعراء ۸۲/ ۲۶

اور جس کی مجھے آس لگی ہے کہ میری ”خطائیں“ قیامت کے دن بخشے جائیں (کنز الایمان)

اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو بھی ملاحظہ فرمائیں:

”والانبياء علیہم السلام کلہم منزهون عن الصغائر والكبائر وقد كانت منہم زلات و خطیئات

(شرح فقہ اکبر۔ ص ۵۷)

انبیاء کرام علیہم السلام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے منزہ اور پاک ہوتے ہیں ہاں البتہ کبھی کبھار زلات و خطیئات کا صدور ہوتا ہے۔

اور اگر شیخ البند حضرت مولانا محمود حسن علیہ الرحمۃ کے ترجمہ میں ”گناہ“ پر اعتراض ہے تو اپنے استاذ المناظرین کی اس عبارت کو بھی سامنے رکھیں:

”ترک اولیٰ کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ ترک اولیٰ ہرگز گناہ

نہیں“ (فیصل مغفرت ذنب۔ ص ۸۵)

مزید تفصیل انشاء اللہ آگے رضا خانی حوالہ جات میں آ رہی ہے۔

## فاضل بریلوی کے ترجمہ پر ایک نظر

خان صاحب نے اس آیت میں عطا خراسانی مرحوم کی توجیہ کو اختیار کیا ہے۔ جسے رضا خانیوں نے بنیاد بن کر ان کے ترجمہ کو گویا اردو کا قرآن معاذ اللہ کہہ دیا اور اس بنیاد پر ان سارے اکاہ کی سب دھڑک ٹھیکر کر رہے ہیں۔ لیکن اولیٰ بات یہ ہے کہ اسی عطا خراسانی نے ذنب اور گناہ کی نسبت حضرت آدم وحوہ علیہما السلام کی طرف کی ہے جیسا کہ ماقبل میں تفسیری حوالوں میں گذرا۔ اگر عطا خراسانی ذنب کی نسبت امت کی طرف کرنے پر عاشقان رسول ﷺ کے سردار ہیں اور باقی تمام مترجمین ایک نمبر کے گستاخ معاذ اللہ تو اسی اصول کے تحت ایک نبی اور ان کی زوجہ محترمہ کی طرف گناہ کی نسبت کرنے پر یہ گستاخ کیوں نہیں؟ اگر ایک توجیہ قبول ہے تو دوسری توجیہ بھی مانو۔ نیز عطا خراسانی کی اس توجیہ کا رد علامہ سیوطی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب القول المحرر میں ان الفاظ کے ساتھ کی:

”لا یسبب طاب الغیر انی طیر صلیو منہ یکاف الی خطاب (کسی کا گناہ دوسرے شخص کی طرف کاف خطاب کے ساتھ منسوب نہیں ہو سکتا جس سے کہ وہ گناہ سرد نہ ہو) فلان ذنوب الامم لم یغفر کلھما یل منہم من یغفر له و منہم لا یغفر له (نیز یہ تو یہ اس لئے بھی درست نہیں کہ امت کے تمام گناہ نہیں بخشے گئے بلکہ بعض کیلئے بخشش ہوگی اور بعض کیلئے نہیں ہوگی)

(بحوالہ جواہر النہار ج ۴ ص ۲۱۳)

اب جواب دو کیا علامہ سیوطی علیہ الرحمہ دہلی دیوبندی مودودی و نجدی گستاخ تھے جو عشق و رسالت اور عصمت انبیاء کے یقین خطابی ترجمہ کو رد کر رہے ہیں معاذ اللہ؟ یہ کہاں کا انصاف ہے ایک کے ساتھ جمہور امت ہو وہ تو قطعاً اردو دوسرے کے ساتھ عطا خراسانی ہو وہ بھی مروج قول کے ساتھ مگر وہ عاشق رسول اور جو اس کی توجیہ کو نہ مانے وہ دنیا کا سب سے بڑا گستاخ۔

فی اللعجب

علمائے دیوبند عصمت انبیاء علیہم السلام کے قائل ہیں  
حضرت تھانوی علیہ الرحمہ کا فتویٰ ملاحظہ ہو:

سوال: رسول اللہ ﷺ کے معصوم ہونے کے متعلق کوئی آیت خیالی شریف میں ہوتی  
اظہار فرمادیں میں نے شرح العقائد و نشر الطیب میں تلاش کی لیکن کوئی آیت  
صاف اس مضمون کی نہیں مل رہی البتہ نشر الطیب میں ایک حدیث ملی اگر مآد  
عصمت کے ساتھ کوئی آیت ملے تو بہت ہی بہتر ہوگا۔

الجواب: نادرہ عصمت کا وارد ہونا ضروری نہیں، اس کے مفہوم کا ثبوت کافی ہے  
آیات متعدد لوگوں نے ذکر کی ہیں لیکن میرے نزدیک دعائے ابراہیمی خالی و  
من غریب کے (جو وعدہ الہی جاعلک للناس اماما پر معروض ہے) جواب  
میں جو قال لا ینال عہد الظالمین ارشاد ہوا ہے کافی بخت ہے کہ تکمیل ادا  
سے مراد نبوت ہے کہ جو ظاہر اور اس کا ثبیل (یعنی مآل) ظالم کیلئے جمیع شرعی قرار  
دیا ہے۔ اور ظلم عام ہے ہر معصیت کو جس اس سے جمیع معاصی سے عصمت  
ثابت ہوتی اور جو بعض قصص وارد ہیں اور مآل میں ضرورت معصیت کے  
ساتھ اور حقیقت معصیت کی منافی ہے۔ (امداد التاویل ج ۵ ص ۳۰۷)

اپنے گھر کی خبر بھی لیں

ان اللہ والوں پر تو آپ نے کفر و کشتافنی کے خوب گولے برسائے ہیں مگر اب وقت انتقام آچکا  
ہے اور آپ کے عشق رسالت کا امتحان بھی ہونے والا ہے۔ مولوی احمد رضا خان کے حاشیہ کے  
ساتھ شائع ہونے والی اس کے والد مولوی تقی علی خان کی کتاب میں ہے:  
خود قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے

و استغفر لذنیک ولعمومین و العوینات

مغفرت مانگ اپنے گناہوں کی اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لئے  
(تفسیر امل دعا ص: ۶۹ مکتبہ المدینہ)

بہ کوئی رضا خانی سچا عاشق رسول جو خان صاحب اور ان کے والد کو کفر کے گھاٹ آچارے؟

صبر کریں مزید حوالے بھی ملاحظہ فرمائیں نئی علی خان صاحب مزید لکھتے ہیں:

تاکہ معاف کرے اللہ حیرے اگلے پچھلے گناہ

(انوار جمال مصطفیٰ۔ ص: ۷۱ شیر برادر)

نئی علی خان صاحب ایک حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں آپ نے اس قدر عبادت کی کہ پائے مبارک سوچ

گئے لوگوں نے کہا آپ تکلیف اس قدر کیوں اٹھاتے ہیں کہ خدا نے آپ کی

اکلی پچھلی خطا معاف کی فرمایا اَللّٰہُ اکون عبدا شکورا۔“

(مرور القلوب۔ ص: ۲۳۶ شیر برادر)

حضرت تھانوی کے ترجمہ پر اعتراض کرنے والوں! کہ ہائے نبی کریم ﷺ کو خطا کا رکھ دیا جائے

گستاخی کر دی جائے اسلام مٹا دیا یہاں بھی داویلا کرو۔ میں کئی بار نورست میں اور دوسری محفلوں

میں بھی بیان کیا کہ چکا ہوں کہ اکابر دین کی سب سے بڑی کرامت یہی ہے کہ جو بھی الزام

ان پر بدھتوں نے لگا یا ان کی معافی ان ہی بدھتوں کے گھر سے شکل آئی آج اکابر علمائے دیوبند

کی ایک اور کرامت اور حقانیت کا ظہور اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمائیں۔

۱۱۱ مدنی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں

زلفا نے کیا خور پاک دامن ماہ کمال کا

مظہر اعلیٰ حضرت حشمت علی رضوی صاحب لکھتے ہیں:

”حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ اکثر

رات قیام فرماتے۔ نماز میں کھڑے رہتے حتیٰ نو وقت قیام فرمایا یہاں تک کہ

پائے مبارک وہم فرما گئے پس صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اتنی تکلیف اتنی مشقت

حضور کی واسطے فرماتے ہیں آپ کے رب عزوجل نے تو آپ کے تمام اگلے پچھلے

گناہ معاف فرمادئے تھے غفر لک حال قدم من ذنبک و ما فی آخر پس آپ نے

فرمایا اَللّٰہُ اکون عبدا شکورا۔“

(۱۵ تقریریں۔ ص: ۷۰)

نئی علی خان صاحب دہلی کی نسبت کر کے حشمت علی صاحب اپنے ہی بھائی محبوب علی خان رضوی کے

فتوائے کفر تلے دب گئے ہیں (النجوم الشهابیہ کا حوالہ گذر چکا)  
مزید لکھتے ہیں:

”آپ معصوم ہیں اللہ نے آپ کے سب اچلے بچھلے گناہ پہلے ہی عفو فرما دیے  
لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر“۔

(۱۵ تقریریں۔ ص: ۲۳۶)

بریلوی اشرف العلماء، مناظرہ جھنگ کا فلکست خور و اشرف سیالوی صاحب لکھتے ہیں کہ:  
”نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بشارت دی ہے لیغفر لک اللہ ما تقدم من  
ذنبک وما تاخر۔ یوم لا یخزی اللہ النبی والذین امنوا معہ اے محبوب  
اللہ تعالیٰ نے وہ تمام امور جنہیں تم سربِ قرب اور منصبِ محبوبیت کے لحاظ سے  
گناہ سمجھتے ہو وہ تم سے صادر ہوئے یا ابھی سرزاد نہیں ہوئے وہ سب بخش دے  
“۔ (کوثر الخیرات۔ ص: ۱۲۵ اہل السنۃ پہلی کیشنز جملہ)

یہ کون اشرف سیالوی ہیں؟ وہی اشرف سیالوی جسے اُفق کے سامنے مناظرہ کرنے سے مفرور  
گھر میں بیٹھ کر چٹائی دینے کے بادشاہ ضیف قریشی رضا خانی کے چیلوں نے اس کے مناظرے کی  
روئید اوگستاخ کون؟ میں استاذ المناظرین لکھا اور وہی اشرف سیالوی جس کے بارے میں  
بدعتیوں کے مفتی اعظم شیب الرحمان صاحب یہ لکھتے ہیں کہ:

”مہنقات علامہ سعیدی، شرح صحیح مسلم اور تھیان القرآن کو فار سے عہد کے دو  
ممتاز اکابر علماء اہلسنت علامہ عبدالحکیم شرف قادری اور علامہ محمد اشرف سیالوی  
اللہ ظہما نے مسلک اہلسنت و جماعت کیلئے مستند و متفق علیہا قرار دیا ہے، یہ امر  
طلوحہ رہے کہ یہ دونوں اکابر ہمارے مسلک کیلئے حجت و استناد کی حیثیت رکھتے  
ہیں۔“

(تقسیم المسائل۔ ج ۳۔ ص ۱۷۰ ضیاء القرآن پبلی کیشنز علی دوم ۲۰۰۸)

معلوم ہوا کہ نہ صرف اشرف سیالوی بلکہ تھیان القرآن و شرح مسلم بھی رضا خانی مسلک میں حجت  
و استناد کا درجہ رکھتی ہیں۔ اب کہاں ہے عشق رسالت ﷺ کی آڑ میں دینا بھر کے توحید کے  
متوالوں کو گستاخ اور کافر کہنے والے؟ لگاؤ اپنے ان اکابر پر کفر کے فتوے، ڈالو انہیں جہنم کی

آگ میں اپنا کہ سب کو پتہ چلے کہ یہ عشق صرف دکھاوے کا نہیں، جی بر حقیقت ہے  
 جتنے ہوں وفا دار تو وفا کر کے دکھاؤ  
 کہنے کی وفا اور ہے کرنے کی وفا اور ہے

رضا خانیو! قوم کو دھوکا مت دو

رضا خانی لوگوں کو دھوکا دینے کیلئے یہ جھوٹ بولتے ہیں کہ دیکھو یہ دیوبندی وہابی تو انبیاءِ معصم  
 السلام و گناہ گار مانتے ہیں معاذ اللہ حالانکہ ہمارے عقیدہ تو ہے کہ سالانہ سے صفا عزت کسب کرنا  
 صدور ممکن ہے یہ دیکھو جی یہ گستاخ ہیں۔ جھوٹ بولتے ہیں ملا حذلقہ ہوان کا اصل عقیدہ جو ان  
 کے حکیم الامت احمد یار کھراتی صاحب کا لکھا ہوا ہے:

”انبیاء کرام ارادۃ گناہ کبیرہ کرنے سے ہمیشہ معصوم ہیں کہ جان بوجھ کر سنتِ  
 نبوت سے پیچھے گناہ کبیرہ کر سکتے ہیں اور اس کے بعد ہاں نسبتاً تا خطا و صیاد  
 ہو سکتے ہیں“۔ (جاوہر الحق۔ ص ۳۳۳)

دیکھا ان کے ہاں تو معاذ اللہ انبیاء سے نسبتاً تا اور خطا و گناہ کبیرہ بھی صادر ہو سکتے ہیں رضا خانیوں  
 اب دو وقت نہیں کہ تم اپنے اس مکروہ چہرے پر جعلی نقاب اوڑھ کر عوام سے چھپے رہ سکو یہ نقاب  
 فوج لیا گیا ہے۔ تم کسی نے رضا خان بریلوی کی مدح سرائی کرنے سے منع نہیں کیا ہر ایک کا حق  
 ہے کہ وہ اپنے محبوب کے کمالات جان کرے لیکن تم نے یہ عجیب ڈرامہ بنایا ہوا ہے کہ جب تک  
 احمد رضا خان بدعتی کے مقابلے میں دیتا پھر کے مسلمانوں کو کافر و گستاخ نہ بنادو تمہیں مدح و تعظیم ہی  
 نہیں ہوتی۔ دوسروں کے اکابر کی چٹریاں اچھالنے والے یہ مت بھولیں کہ ان کے اکابر کی  
 چٹریاں بھی بازار اچھالی جاسکتی ہیں۔ بہت برداشت کر لی اولیاء اللہ پر تمہاری یہ بگو اس اب  
 ایک نہیں سنی جائے گی،

کیوں کر دل جلوں کے لبوں پر قضاں نہ ہو  
 ممکن نہیں کہ آگ ہو اور دھواں نہ ہو



اس سے بڑا کفر کوئی اور ہو سکتا ہے؟

تاریخیں کرام متعدد جہ بالا عبارت میں مفتی صاحب نے تسلیم کیا کہ انبیاء علیہم السلام سے حسناہ ہو سکتے ہیں معاذ اللہ اور یہ یلوی اصول کے مطابق نبی کریم ﷺ کی طرف رضا خانیوں نے منہا کی نسبت کر کے نبی کریم ﷺ کو گناہ گار تسلیم کر لیا معاذ اللہ اب انہی رضا خانیوں کی یہ عبارت بھی ملاحظہ ہو:

”اگر پیغمبر ایک آن کیلئے بھی گناہ گار ہوں تو معاذ اللہ حزب الشیطان

(شیطان کی کردہ) میں داخل ہوں گے۔“ (تفسیر نعیمی ج ۱ ص ۲۶۳)

معاذ اللہ اول تو ملاحظہ فرمائیں کہ کس قدر گستاخانہ پیرائے میں انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ ثانیاً رضا خانیوں نے انبیاء سے گناہوں کا صدور ممکن مانا اب اس عبارت کی روشنی میں دیکھیں کہ بات کہاں تک پہنچ گئی؟ رضا خانیوں اس طرح کفر اور گستاخی ثابت ہوتی ہے اگرچہ کسی میں جرات تو اپنے اکابر سے اس گستاخی اور کفر کو ہٹا کر دیکھئے اور منہ مانگا انعام وصول کرے۔

رضا خانی پیران پیر علیہ الرحمۃ کے باغی

رضا خانیو! تم جس ترجمہ کو کفر کہہ رہے ہو جس ترجمہ کو گناہ و گستاخی کہہ رہے وہی پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے:

”قال تعالیٰ واستغفر لذنبک ای للذنب وجودک۔“

(سرا الاسرار ص: ۷۳)

اللہ نے اپنے محبوب سے فرمایا کہ اپنے گناہوں یعنی اپنے وجود کے گناہوں کی معافی مانگ لگاؤ فتویٰ شیخ جیلانی علیہ الرحمۃ پر بھی حرمتم ایسا کبھی نہیں کرو گے کہ کہیں ”گیارہویں کی دیک“ کی رنڈ رکالعدم نہ ہو جائے اس لئے کہ تمہارا حضرت سے یہ عشق تو صرف گسارہویں کی کھیر کی رکابی کے گرد گھومتا ہے۔ علمائے دیوبند کا قصور صرف یہ ہے کہ وہ تمہارے شرک و بدعت کے امڈتے ہوئے سیلاب کے آگے بندہ باندھے ہوئے ہیں ورنہ اندرون خانہ تم بھی سمجھتے ہو کہ یہ لوگ سچے عاشقان رسول ﷺ ہیں:

ہنر پنجم خداوت بزرگ تر عیب است  
گل است سعدی اور چشم دشمنان خار است

آل قارون رضا خان بریلوی کا ترجمہ رضا خانیوں نے رد کر دیا  
سورہ فتح کی جس آیت کے ترجمہ پر رضا خانیوں کا ناز ہے اور جس کی بنیاد پر پوری امت مسلمہ کی  
تکفیر کی جارہی ہے اس کے متعلق علامہ سعیدی کا تبصرہ بھی غلط ہے:

”ہمارے نزدیک یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ ترجمہ لغت اطلاق است  
قرآن، ظم قرآن اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہے اور اس پر عقلی خدشات  
اور ایرادات ہیں“

(شرح صحیح مسلم ج ۷ ص ۳۲۵ مطبوعہ لاہور)

”یہ تفسیر احادیث صحیحہ کے خلاف ہے اور عقلاً محذو ش ہے۔“

(شرح صحیح مسلم ص ۹۸)

”اس تفسیر پر عقلی خدشات ہیں۔“ (شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۰۰)

رسول اللہ ﷺ کی صریح اور صحیح احادیث کے برعکس ہے۔“

(شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۹۱)

”اس آیت سے امت کی مغفرت لینا صحیح نہیں۔“

(شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۹۸)

”یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے (تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سبب سے گناہ بخشے

تمہارے انگلیوں اور پچھلوں کے)۔“ (شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۹۳)

بحوالہ سالنامہ معارف رضا کا کنز الایمان نمبر ۲۰۰۹ ص ۱۵۵-۱۵۶

اکابر دیوبند کا ترجمہ سابقہ اکابر کے ترجمہ کے عین مطابق ہے

محدث اعظم ہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کا ترجمہ کرتے ہیں:  
ہر آئینہ عظم کریم برائے توفیق ظاہر عاقبت فتح آنست کہ پیامر ز ترا خدا انجہ کہ سابق گشتی از

گناہ آوا اور انچہ نہیں مانتا۔

شاہ ربیع الدین علیہ الرحمۃ کا ترجمہ

”محققین نے دیکھا کہ تم نے تجھ کو ظاہر تو کر بخشے واسطے تیرے خدا پر کچھ ہوا تھا پہلے گناہوں سے تیرے اور جو کچھ پیچھے ہوا۔“

شاہ عبد القادر جس کا ترجمہ رضا خان بھی پیش نظر رکھنے کی تلقین کرتے ہیں:

”ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ نامعاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔“

آثارِ سحر کے پیدا ہیں اب رات کا کاجا و ثروت چکا

ظلمت کے بھیا تک ہاتھوں سے نور کا دامن جھوٹ چکا

اعتراض نمبر ۹۲: **وَمَكْرُ وَاوْمَكْرُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ**

اور مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ کا دوا سب سے بہتر ہے (شیخ البند)

رضا خانی لکھتے ہیں:

”مکر کے لغوی معنی خفیہ تدبیر کرنے کے ہیں مگر اردو میں یہ الفاظ مکر اور فریب

جیسی مجتہد صفات کے اظہار کیلئے استعمال ہوئے ہوئے ہیں کہ خدا کی ذات

سے مکر اور دوا جیسے الفاظ کا استعمال کس قدر سوء ادبی کا شمل ہے۔“ (محاسن

کنز الایمان۔ ص: ۳۳)

رضاء المصطفیٰ صاحب لکھتے ہیں:

اللہ کی طرف مکر فریب، بدھنگائی کی نسبت اس کی شان میں حرفِ گیسری کی

مترادف ہے۔“ (اردو تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ۔ ص: ۵)

کاشف اقبال رضا خانی لکھتا ہے کہ:

”دیوبندی مترجمین نے بے وعزک اللہ تعالیٰ کی طرف چالبازی مسکر اور دوا

منسوب کیا ہے اس سے ترجمہ کا عام قاری یہی نتیجہ اخذ کریگا کہ اللہ تعالیٰ چالباز

اور مکار ہے۔“

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف۔ ص: ۶۳)

**جواب:** جناب عام قاری تو ترجمہ پڑھتے ہی سمجھ جائے گا کہ یہاں ”مکر“ احمد رضا خان بریلوی کا مکروہ مدبہ میں حرام الحرمین کیلئے کیا گیا ”مکر“ مراد نہیں بلکہ وہ مکر مراد ہے جو اللہ کی شان اور لطم قرآن کا قضاء ہے، البتہ آپ جیسے ”مکار“ وہی مطلب کشید کر دے جو کیا۔

رضا خان صاف آف بانس بریلی قرآن پاک کی آیت

لَا يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَبِعْدَهُمْ طٰی طَغٰیٰلَهُمْ يَعْصِيُوْنَ (بقرہ۔ ۱۵)

کا ترجمہ کرتے ہیں

”اللہ تعالیٰ ان سے استہزاء فرماتا ہے (جیسا اس کی شان کے لائق ہے) اور انہیں ذلیل رہتا ہے کہ اپنی سرکشی میں جھٹکتے رہیں۔“ (کنز الایمان)

یہاں اللہ کی طرف ”استہزاء“ کا لفظ خان صاحب نے منسوب کیا حالانکہ ”استہزاء“ کا معنی اور ولعت میں:

ٹھٹھا کرنا، ہنسی کرنا، مسخر (نور اللغات ج ۱ ص ۳۲۳ جزل پبلشنگ ہاؤس کراچی)

ہے۔ اب رضا خانی اٹنی سوچ کے مطابق عام قاری ترجمہ قرآن جب اس ترجمہ کو پڑھے گا تو یہی تاثر لے گا کہ عاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد اللہ مسخر و ہن کر نے والا مسخر نہ ٹھٹھا ہاڑ ہے الیہذا باللہ۔ اگر خان صاحب کا یہ ترجمہ کرتے ہوئے عام قاری یعنی بریلوی رضا خانی سے رضا خان صاحب ”بھولی بھیریں“ کہتا ہے سب کو معلوم ہے کہ بھیر بے وقوف جانور ہے اور وہ بھی بھولی تو نور علی نور بس اگر اس طرح کی بے وقوف بریلوی بھیریں یہاں یہ الٹا ترجمہ نہیں کرتے بلکہ استہزاء کا وہی معنی لیتے ہیں جو اللہ کی شان کے مطابق ہو تو علمائے دیوبند کا ترجمہ پڑھنے والا پڑھے لکھے قاری بھی اس کا ہرگز وہ معنی نہیں لیتے جو آپ سمجھ رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سعودی عرب میں دنیا بھر کے لاکھوں عازمین حج خصوصاً پاکستانی حاجیوں کو شیخ الہند کا یہ ترجمہ ہفت دیا جاتا ہے۔

دوسری بات رضا خانی کہتے ہیں کہ تقدیر ترجمہ کر کے اعلیٰ حضرت نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا حالانکہ یہی ترجمہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کیا:

اور وہ تو اپنی تدبیر کر رہے تھے اور اللہ میاں اپنی تدبیر کر رہے تھے اور سب سے زیادہ مستظلم تدبیر والا اللہ ہے۔“

(بیان القرآن سورہ انفال - ۳)

کتھا کھلا تعصب ہے کہ ایک طرف تو حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ پر دل کھول کر سب و شتم کیا جائے مگر جہاں جہاں ہمارے اصول کے مطابق حضرت قانونی علیہ الرحمۃ نے صحیح اور اللہ کی شان کے لائق ترجمہ کیا اسے نقل ہی نہیں کیا یہ تعصب نہیں؟ اگر یہ سب کچھ انصاف کی رو سے لکھا جا رہا ہو تا تو ہر منصف کا یہ فرض منصبی ہے کہ یہاں کسی کی برائی کو نقل کرے اس کی خوبیوں اور اچھائیوں کو بھی ذکر کرے۔

رضا خانی اپنی چار پائی کے نیچے مھاڑ و پھیریں  
خان صاحب آف بانسی بریلی لکھتے ہیں:

کوہ قلعن تھا انکا مکر مگر مکر حق تھا بڑا محب رسول (حدائق بخشش ج ۳ ص ۴۱)  
رضا خانی حکیم الامت احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

رب تعالیٰ کے مکر سے بے خوف نہ ہو (تفسیر فیضی ج ۳ ص ۲۶۳)  
رضا خانی شیخ الحدیث والتفسیر فیض احمد اسی صاحب لکھتے ہیں:

اعلیٰ حضرت نے اللہ تعالیٰ کیلئے مکر کا معنی خفیہ تدبیر لکھا (سیدنا اعلیٰ حضرت - ص: ۲۸)  
غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

اللہ کے مکر سے مراد (تبیان القرآن ص ۱۸۰)  
عبدالرزاق بھٹرا لوی صاحب لکھتے ہیں:

”اللہ کے مکر سے مراد (تسکین البہتان - ص: ۱۶۵)

ان تمام رضا خانیوں نے ”اللہ کے مکر“ کا جملہ استعمال کیا اور رب تعالیٰ کے گستاخ ہوئے  
رضا خانی جو تاویل یہاں کریں وہی علما بے ویوہند کے ترجمہ میں کر لیں۔ مگر فی الحال تو جلد سے  
جلد اپنے ان اکابر پر گستاخی کا فتویٰ لگا کر ان کیلئے ہادیہ میں جگہ بک کروائیں۔

سابقہ اکابر

شیخ عبدالقادر جیلانی

مکرم الامن اللہ وامت حانا (فتوح الغیب مقالہ نمبر ۸)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی

مکرم خدا آنست (شرح فتوح الغیب - ص: ۵)

زآئکہ بورا ایمین از مکرم خدا (مثنوی دفتر سوم ج ۱ ص ۸۰)

شیخ سعدی

نہیں ایمین نشوند از مکرم خدا مگر گروہ زیاں کاراں (ترجمہ شیخ سعدی اعراف ۹۹)

وایشاں بد سگالی میکروند و خدا بد سگالی میکرا (یعنی پایشاں) و خدا بہترین بد سگالی کنند کافی است

(شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ)

ان اعتراضات کی ضرورت کیوں پیش آئی

قارئین کرام! آپ نے ماقبل میں ملاحظہ فرمایا کہ اکابر علمائے دیوبند نے جو ترجمہ کیا وہ قرآن و سنت اور بزرگان دین و مفسرین کرام کے ترجمہ و تفسیر کے عین مطابق ہے۔ رضا خانی حضرات چونکہ کھلم کھلا ان اکابر کے ہم نگر و شام طرازی تو نہیں کر سکتے کیونکہ انہی کے نام پر بعد میں عوام سے روٹیاں لی گئیں اسی لئے قرآن کے صحیح تراجم سے عوام کو بدظن کرنے کیلئے اہل حق کے تراجم پر دل کھول کر تیرا بازی کی گئی۔ خود خان صاحب آف بریٹنی نے یہ ترجمہ کس طرح کھسکا یا ملاحظہ ہو:

”صدر الشریعہ مولانا امجد علی علیہ الرحمۃ نے قرآن مجید کے صحیح ترجمہ کی ضرورت پیش کرتے ہوئے اہل حضرت سے ترجمہ کروانے کی گزارش کی آپ نے وعدہ فرمایا لیکن دوسرے مشاغل کثیرہ کے ہجوم کے باعث تاخیر ہوتی رہی جب صدر الشریعہ کی جانب سے اصرار بڑھا تو اعلیٰ حضرت نے منسرمایا چونکہ ترجمہ کیلئے میرے پاس مشکل وقت نہیں ہے اس لئے آپ رات میں سونے کے وقت یا دن میں قیلولہ کے وقت آجایا کریں۔“

(معارف رضا سالنامہ ۲۰۰۹ کفر الایمان نمبر - ص: ۳۵)

ایک طرف آل رضا کہتی ہے کہ آل قارون رضا خان بریلوی پورے ہندوستان میں ناموس رسالت ﷺ کا واحد چیمپئن تھا اگر یہ نہ ہوتا تو آج پورے ہندوستان میں وہابییت ہوتی ساری زندگی ناموس رسالت کیلئے وابیوں کا رد اور مسلمانوں کو کافر بناتے رہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر اکبر دیوبند کے تاجم گستاخانہ تھے تو کیا اس کا رد اور اس کا حل پیش کرنا رضا خان صاحب کی ذمہ داری اور عشق رسالت کا تقاضہ نہ تھا؟ اگر تھا تو قرآن مقدس جیسی عظیم کتاب کی خدمت کیلئے وقت کیوں نہیں؟ اس کی وجہ صرف یہی سمجھ آتی ہے کہ رضا خان صاحب عوامی آدمی نہ تھے انہیں عوام میں بیان کرنے کیلئے نہ کوئی بلاتا نہ خود جانے کا شوق نہ دعوت و تبلیغ سے سروکار نہ عوامی جلسے جلوس میں شرکت کا راسخہ نہ تعلیم و تعظیم سے کوئی تعلق اور مناظرے کا نام تو سن کر دیسے غی ان پر لکھیں ساری ہو جاتی ان سب کاموں کیلئے اس آدمی نے اپنے ان خلفاء کو روکھا ہوا تھا ظاہر ہے کہ عوام نے ان کا گریبان پکڑا ہوگا کہ تم قرآن پاک کے نام پر دھوکہ دیتے ہو جب ہم قرآن نکول کر اسے پڑھتے ہیں تو ہمیں ایسا کوئی عقیدہ اس میں نظر نہیں آتا جس کا تم پر چار کرتے ہو اس لئے مولوی امجد علی صاحب گھوسوی نے ہوشیاری کرتے ہوئے اس وقت کے آل بدعت کے سرخیل سے یہ گزارش کی کہ اپنے لوگوں کو مطمئن کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ لقمہ قرآنی میں تو ہم سے تحریف ممکن نہیں اس لئے ترجمہ کے نام پر اس تحریف کا ارتکاب کر دیا جائے۔ ادھر رضا خان صاحب آف بریلی چونکہ علمائے حق کی مخالفت انگریز کے حکم پر کر رہے تھے اور قرآن سے انگریز کو بغض تھا اس لئے اس کی خدمت کے صلے میں ہانڈلے کی امید نہ تھی جس پر امجد علی صاحب کو ال دیا مگر جب امجد علی صاحب نے بار بار گزارش کی اور اصل صورتحال سامنے رکھی تو خان صاحب کو بھی بات سمجھ آ گئی اور اس کیلئے راضی ہو گئے مگر کس وقت؟ ”نیم غنڈگی“ کی حالت میں۔ رب کریم کے اس مقدس کلام سے اس بے اعتنائی ہی کا نتیجہ ہے کہ خان صاحب کو ساری زندگی قرآن وحدیث کی خدمت کی کوئی توفیق نہ ملی۔ اور دوسری طرف جنہیں ساری زندگی کافر کہتے رہے اللہ نے ان سے اپنے کلام اور رسول ﷺ کی حدیث کی وہ خدمت لی کہ آج میرا مضمون پڑھنے والے بریلوی کے گھر میں بھی تلوائے دیوبند کا چھپا ہوا قرآن نکلا اور میرا مضمون پڑھتے والے رضا خانی مولوی نے تلوائے دیوبند کی چھاپی ہوئی حدیث کی کتاب اہل سے حدیث رسول پڑھ کر امتحان لیا ہوگا۔ بہر حال اگر اس کی تفصیل میں جایا جائے تو

ایک اور مستغل مضمون ہو جائے گا۔

### ایک مطالبہ

آج جب ہم خان صاحب کو آف بریلی کے کفر و ایمان پر بات کرنے کیلئے رضا خانیوں کو دعوت دیتے ہیں تو فوراً چلا اٹھتے ہیں اور گلو خلاصی کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ آپ کے اکابر نے نہیں کہا تو ہم بھی رضا خانیوں سے سوال و مطالبہ کرتے ہیں کہ یہ تراجم خان آف بریلی کے سامنے بھی تھے کیا آپ ان تراجم پر بھی اعتراضات خان صاحب سے پیش کر سکتے ہیں جو آج آپ حضرات کرتے ہیں؟ ردید و باید۔

### فیصلہ کن بات

مولانا عبدالستار خان نیازی صاحب بریلوی لکھتے ہیں کہ:

”پاکستان کی تمام جماعتیں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے افکار و نظریات پر اصولاً متفق ہے لہذا ہم اپنے تمام ممتاز عرفیہ مسلمان کے عقاید و نظریات کی روشنی میں حل کریں۔“

(اتحاد بین المسلمین۔ ص ۱۱۳ اور المصطفیٰ جلی کیشنر لاہور)

اسی طرح چٹڑی کار رضا خانی ضیف قریشی کہتا ہے کہ:

”حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی ہستی کسی تحارف کی محتاج نہیں آپ سوائے شیعہ کے تمام مسالک کی متفقہ شخصیت ہیں۔“

(رونیہ الامناظرہ گستاخ کون؟ ص ۸۰-۱۳۸ مسالک یک کار پوریشن راولپنڈی)

اسی طرح مولوی کاشف اقبال رضا خانی لکھتا ہے کہ:

”حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ و فیہم (دو آدمیوں کیلئے علیہ الرحمۃ اور لہر غیر ہم۔۔۔ سبحان اللہ شیخ الحدیث صاحب کے علم کا زور ہے یہی حرکت اگر کوئی دیوبندی کر لیتا تو حسن علی رضوی آسمان سر پر اٹھا لیتا۔ از ناقل) کے نظریات وہی تھے جو کہ آج اہل سنت و جماعت (بریلوی) کے ہیں جن کی ترجمانی۔۔۔ احمد رضا صاحب ان بریلوی



--- نے فرمائی ہے۔

(یو بندیت کے بطلان کا انکشاف۔ ص: ۵۳ اور القوشہ سمندری شریف)  
الحمد للہ ماقبل میں ہم نے قریبا تمام تراجم میں محدث اعظم ہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تراجم پیش کئے اور ثابت کیا کہ اکابر یو بند نے انہی تراجم کی ترجمانی کی جنہیں رضا خانی حضرات ممتاز عقیہ امود میں حکم ماننے کیلئے تیار ہیں۔ اب اگر یہ ہاتھی کے دانت دکھانے کیلئے نہیں ہیں تو ترجمہ کنز الایمان کو آگے لگائیں اور اکابر یو بند کے ترجمہ کو حرز جان بنائیں جو چودہ سو سال کے علماء و مفسرین کے عقائد و نظریات کے عین مطابق ہے۔

مرثیہ گنگوہی رحمہ اللہ پر

اعتراضات کا جائزہ

کاشف اقبال رضا خانی اور دیگر رضا خانی مولویوں نے جگہ جگہ اپنی کتابوں میں ”مرثیہ گنگوہی“ کے مختلف اشعار پر بھی اعتراضات کئے ہیں جن کے جوابات کچھ عرصہ پہلے ایک رسالہ کی شکل میں شائع کئے گئے تھے جسے اب ہم یہاں شامل کر رہے ہیں

**اعتراض ۹۳:** خدا ان کا مربی وہ مربی تھے خلاق کے

میرے مولیٰ میرے ہادی تھے بے شک شیخ رہائی

(مرثیہ ص ۹)

مربی تو رب ہے اس شعر میں مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو مربی کہا گیا تو اپنے بڑوں کو رب العالمین سمجھتے ہو (معاذ اللہ)۔

**جواب:** افسوس کہ رضا خانی حضرات اس شعر پر اعتراض کرنے سے پہلے کسی اچھے سے پرانے اسکول میں اردو پڑھ کر وہاں پڑھ لیتے کہ اردو کا دروں میں ”مربی“ کا لفظ کن کن معنوں میں مستعمل ہوتا ہے تو انھیں اس شعر پر اس طرح کے جاہلانہ اعتراض ہرگز نہ ہو جیتے۔ قرینہ تمام اردو لغات میں مربی کا معنی ”مہذب بنانا“، پرورش کرنا، کسی سے حسن سلوک کرنا، سرپرست، اس کی روحانی یا جسمانی تربیت کرنا کے لکھے ہوئے ہیں۔ یہاں بھی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو مربی اس معنی میں کہا جا رہا ہے کہ آپ ہمارے سرپرست تھے اور ہماری باغی اور روحانی تربیت آپ ہی نے انجام دی گویا آپ ہمارے مربی یعنی تربیت کرنے والے تھے۔ قرآن پاک کی آیت **وَقُلْ ذَهَبْ أَزْخَمَ لَهَا كَهْمًا زَنِيبًا** (پارہ ۱۵) میں اسرائیل کا ترجمہ رضا خانیوں کرتا ہے کہ ”اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے مجھے چھین (بچھین) میں پالا۔“

یہاں ماں یا پاپ کیلئے ”رب“ کا لفظ خود قرآن کریم میں استعمال ہوا اور اس کا معنی احمد رضا خان نے پرورش، پالنے کے لئے پس بھی اتنی شعر میں مربی کا ہے۔

مخلوق کیلئے مربی کا لفظ استعمال کرنے پر بریلوی اکابرین کے حوالے

پہلا حوالہ: مفتی احمد یار مجتہدی سورہ یوسف آیت ۴۱ میں ربک کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

اس سے معلوم ہوا کہ بندے کو رب کہہ سکتے ہیں یعنی مربی اور پرورش کرنے والا۔

(نور العرفان ص ۲۸۹)

دوسرا حوالہ: **زَمْيٍ أَحْسَنَ مَفْذَايَ اللَّهِ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ** کی تفسیر میں احمد یار مجتہدی لکھتے

ہیں:



میں بکے جاتے ہیں (انقلاب حقیقت ص ۲۳۸)

دعوان حوالہ: بریلویوں کے نام نہاد مناظر مفتی حنیف ترمیشی صاحب لکھتے ہیں کہ: مرگے پائے والے کو کہتے ہیں اور حقیقی رب اللہ تعالیٰ ہے اور بھاری ہر وہ شخص کہ جو روزی وغیرہ کا ذریعہ ہوتا ہے۔۔۔ حضرت یوسف علیہ السلام یوں لے اللہ کی پناہ وہ عزیمت تو میرا رب "پائے والا" ہے۔

{آزاد کون تھا؟ ص ۵۹، ۵۸ اسلامک بک کارپوریشن}

### تسلک عشرۃ کاملۃ

اب ہم رضا خانی حضرات سے صرف بھی درخواست کریں گے کہ اگر آپ کے اندر واقعی انصاف و دیانت کا مادہ ہے تو اپنے اعتراض سے ہرگز رجوع نہ کریں بلکہ جتنی آپ نے مرثیہ کے اس شعر پر اعتراض کرنے میں سیاہ کی اتنی نکلیں تو کم سے کم ذیک کتاب اپنے ان اکابرین کے مندرجہ بالا حوالہ جات پر بھی لکھ دیں اور برعکس اس بات کا اعلان کریں کہ ہمارے ان بڑوں نے بھی اپنے پیروں کو رب اور مرگے کہا جو کہ صرف رب العالمین کی عفت ہے لہذا یہ رب کے گستاخ خدا کے نافرمان ہیں ان سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔

**استعراض ۹۴:** پھر میں تھے کعب میں پوچھتے گنگو، کارت

جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق و شوق عرفانی

اس شعر میں حضرت گنگو بھی کو کعب کہا گیا گویا تم حج پر جا کر بھی اپنے میر کا طواف کرتے ہو اور اس کی طرف مت کرنے تمہارے پڑھتے ہو۔ (العیاذ باللہ)

**جواب:** اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ جب ہم فریضہ حج ادا کرنے گئے تو روایتی سے قبل ہمارے شیخ و مرشد کامل حضرت گنگو بھی رحمت اللہ علیہ نے خوب تربیت فرمائی تھی کہ حج کے تمام ارکان کو سنت رسول ﷺ کے مطابق ادا کرنا چاہیے حتیٰ تعالیٰ شانہ تمہیں حج میرور کا ثواب عطا فرمائے اور حج میرور کا ثواب سب ملے گا جب حج کے تمام ارکان سنت نبوی ﷺ کے مطابق ادا کئے گئے ہوں گے تو ہم نے جب وہاں جا کر مقامات مقدسہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ارکان کو ادا کسپا تو

ہمیں اپنے مرشد حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد آئی کہ انھوں نے اسی طرح حج کی ادائیگی کی تعلیم فرمائی تھی۔ بریلوی زاد اپنے گھر کی خبر لیں:

احمد رضا خان کا سوال:

”بیعت کے معنی یک جانے کے سبب سائل شریف میں ہے کہ ایک صاحب کو سزا دے موت کا حکم بادشاہ نے دیا تھا اور نے نکواری پیاپے کشمکش کے مزار کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو گئے جلاوٹ نے کہا اس وقت قبلہ کو منہ کرتے ہیں فرمایا تو اپنا کام کر میں نے قبلہ کی طرف منہ کر لیا ہے اور بے بھیجی بات کہ کعبہ قبلہ ہے جسم کا اور شیخ قبلہ ہے روح کا اس کا نام اراوت ہے اگر اسی طرح صدق عقیدت کے ساتھ ایک دروازہ پکڑ لے تو اس کو فیض ضرور دے گا۔“

(ملفوظات، حصہ دوم، ص ۱۸۹، فرید یک سال لاہور)

بریلوی حضرات اپنے اعلیٰ حضرت کے اس ملفوظ کی روشنی میں مرثیہ کے شعر کو خوب اچھی طرح سمجھ گئے ہو گئے کہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے یہی فرمایا کہ کعبہ جو قبلہ اجسام تھا وہاں گئے اور ماضی کا حق ادا کیا اس کے بعد اپنے سینے میں جو عرفانی ذوق اور روحانی شوق کے شعلے بھڑک رہے تھے اس کیلئے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف توجہ کو مبذول کیا۔

احمد رضا خان کو قبلہ و کعبہ کہنا

حرم والوں نے مانا تم کو اپنا قبلہ و کعبہ

جو قبلہ اہل قبلہ کا ہے وہ قبلہ نما تم ہو

عرب میں جا کے ان آنکھوں نے دیکھا جس کی صورت کو

نہم کے واسطے لاریب وہ قبلہ نما تم ہو

(مدارج اعلیٰ حضرت مع القلم الروح جس - ۳، رضوی کتب خانہ بریلی شریف، اشاعت اول)

سب سائل کا سوال:

”ایک مرتبہ حضرت مخدوم جہانیاں کعبہ مبارکہ میں حاضر تھے آدھی رات کا وقت تھا اور کعبہ منظر آپ کو نظر آتا تھا۔ عرض کیا یا اُمّی کعبہ نظر نہیں آیا یا ارشاد ہوا کہ کعبہ شیخ نصیر الدین محمود کے طواف کیلئے دہلی گیا ہوا ہے۔ آپ کے دل

میں یہ خیال آیا کہ یہاں اللہ میں تو کعبہ کے طواف کو تو اسی اور کعبہ نور ان کے طواف کو جائے رہنڈا بہتر یہی ہے کہ میں بھی انہی کے طواف کو جاؤں چستا نجد آپ اس جگہ سے چل پڑے۔

{سبع سنابل میں ۱۶۳، طحاہ ایڈ کیشن لاہور}

بریلویوں کو دھرموں پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنے گھر کی خبر لی جانی چاہئے جہاں حج کو چھوڑ کر اور کعبے کو چھوڑ کر اپنے ہیروں کے طواف کئے جاتے ہیں۔

**اعتراض ۵۵:** مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا

اسی مسیحائی کو دیکھیں لاری ان مریم

(مرثیہ میں ۳۳)

دیکھو یہاں مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خطبہ دیا جا رہا ہے کہ وہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طسیرج مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ (المعیاذ باللہ)

**جواب:** افسوس کہ رضا خانی اعتراض کرنے سے پہلے اردو اخبارات اور تشبیہات کو ہی اچھی طرح سمجھ لیتے جس شخص کو عربی اردو اخبارات کا تصور اچھی علم ہو وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ موت و حیات کے لفظ ہدایت اور نگرانی ترقی و پستی کیلئے بھی استعمال ہوتے ہیں۔ چنانچہ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيِيَ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ (سورة الانفال آیت ۴۲)

ہا کہ جو ہلاک ہو وہ دلیل سے ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ دلیل سے زندہ رہے۔ اس آیت میں موت و حیات سے مراد بے ادبیت و گمراہی ہے۔ ہم اکثر اچھے جملے میں یہ لفظ استعمال کرتے ہیں کہ فلاں قوم مردہ ہے فلاں قوم کے اسی واقعی زندہ ہیں تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ وہ قوم پستی میں ہے اور بالکل مردوں کی طرح ہو رہی ہے اور وہ قوم زندہ ہے اچھی حالت میں ہے۔ تو اس شعر کا مطلب بھی یہی ہے کہ بہت سے وہ لوگ جو گمراہوں کی وجہ سے اپنی زندگی برباد کر چکے تھے اور ان میں ایمان کا نور مردہ ہو چکا تھا حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو کسکتی سے نکالا

اور دوبارہ ان کو زندہ کیا اور ان کو گمراہی کی موت سے نکال کر ہدایت کی زندگی کی طرف لائے  
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مجروح مردوں کو زندہ کرنا تھا برحق ہے مگر کاش کہ نبی کریم ﷺ کے اس  
ادنیٰ امتی کی کرامت (جو حاصل نبی ہی کا مجروح ہوتا ہے) بھی دیکھ لیتے جو گمراہی سب سے بڑے  
لوگوں کو ہدایت کی روشنی دکھا کر دوبارہ زندہ کر رہا ہے۔ اس میں ناقابل یا توہین ہرگز نہیں۔

بریلوی ذرا اپنے گھر کی خبر بھی لیں

احمد رضا خان بمقابلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام:

شفایار پاتے ہیں عیسیٰ حضرت عیسیٰ

بے زعمہ کہہ رہا ہے مردے خرام احمد رضا خان کا

(مدارح الملک حضرت ص ۲۵)

غور فرمائیں اس شعر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کس قدر توہین ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام  
کے طفیل تو صرف بیمار شفا پاتے ہیں آؤ دیکھو احمد رضا خان کہ وہ تو پاؤں کی ٹھوک سے مردوں کو زندہ  
کر دیتا ہے۔ بلکہ ایک رضا خانی نے تو اپنے پیر کی مدح سرائی میں اس سے بھی بڑھ کر گستاخی کی  
اور کہتا ہے کہ:

بر لا دوائے حضرت عیسیٰ بھد اللہ

دردیں اجیر یک دار الشفاء کردہ ام بیدار

(دیوان محمدی ص ۹۰، مطبوعہ آستانہ عالیہ گڑھی شریف خاچور)

یعنی معاذ اللہ جو مریض حضرت عیسیٰ علیہ السلام شیک نہ کر سکے اور ان کو لا علاج مسترارہ دے دیا  
ایسے مریضوں کیلئے ہم نے اجیر میں ایک شفاء خانہ کھول دیا ہے وہ وہاں ہمارے چیر صاحب  
کے آستانے پر آئیں اور شفاء پائیں۔

اسی طرح قمر الدین سیالوی صاحب کے ایک مرید ان کی مدح سرائی کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ  
علیہ السلام کی ان الفاظ میں توہین کرتے ہیں

عیسیٰ کے مجروحوں نے مردے جلا دئے

میرے آقا کے مجروحوں نے کئی عیسیٰ بنا دئے



{غور المقال ج ۳ ص ۳۶۳، تحفہ قرآن اسلام طبع ۱۳۶۳ھ}

معاذ اللہ! کس قدر صریح گستاخی ہے، ہے کسی بریلوی میں یہ ہرات کہ اس شعر کو گھسنے والے اس کو شائع کرنے والے اس پر سکوت کرنے والوں پر بھی کوئی فتویٰ لگائے؟ ہرگز نہیں اس لئے کہ علمائے دیوبند پر فتویٰ لگانے سے ہی تو دال روٹی ملے گی اور اپنوں پر زبان درازی کرنے پر جوئے۔

**اعتراض ۹۶:** قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں

عبید سہو کالان کے لقب ہے یوسف مانی

(مرثیہ، ص ۹)

اس شعر میں حضرت گنگوہی کے کالے لہام کو حضرت یوسف علیہ السلام کا ثانی کہا گیا ہے جو ان کی توہین ہے۔ (العیاذ باللہ)

**جواب:** اس شعر پر اعتراض بھی رضا خانیوں کی جہالت ہے اس لئے کہ اردو کا درست مسیحا یوسف مانی حسین و جمیل کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے اور اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خدام چونکہ حضرت کے فیض ترقیت سے بہرہ یاب ہو کر واصل الی اللہ اور عارف باللہ ہو گئے تھے اور ہر وقت ذکر الہی میں مشغول رہتے تھے اس لئے یاد چوریہ کہ ان میں سے بعض کا رنگ ”بالی“ تھا لیکن پھر بھی ذکر الہی کی برکت سے ان کے چہرے چمکے تھے اور نورانی آنکھیں دکنے والوں کو ان میں حسن و جمال ہی نظر آتا تھا۔

بریلوی ذرا اپنے گھر کی خبر لیں

احمد رضا خان کی طرف سے حضرت یوسف علیہ السلام کی توہین

روئے یوسف سے فزاں تر حسن روئے شاہ ہے

پشت آئینہ نہ ہو انہاز روئے آئینہ

{حدائق بخشش، حصہ سوم، ص ۶۴}

اس شعر میں کس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کی توہین کی گئی کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا حسن حضرت یوسف علیہ السلام سے بھی فزاں تر یعنی زیادہ تھا آئینے کے سامنے والے

حصہ کو شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ دکھایا اور پشت کو حضرت یوسف علیہ السلام کا تو دو ٹوٹیں کسی طرح ہمارے  
ہو سکتے ہیں، معاذ اللہ۔

یار محمدی! اے میرے خود کو یوسفؑ اور یعقوبؑ کہنا:

یوسفؑ در چاد من بدم نیز یعقوبؑ بم کہ گریاں من بدم

{دیوان محمدی ص ۱۵۸}

یعنی حضرت یوسف علیہ السلام جن کو کنوئیں میں پھینکا گیا تھا وہ میں ہی ہوں اور حضرت یعقوب  
علیہ السلام جہاں کی جدائی کے غم میں گریاں کرتے تھے وہ بھی میں ہی ہوں معاذ اللہ

**اعتراض ۹:** وہ صدیقی تھے وہ فاروقؓ پھر کہے عجب کیا ہے

شہادت نے تعجب میں قد موسیٰ کی گر ٹھانی ہے

اس شعر میں حضرت گنگوہیؒ کو ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کہا گیا ہے کیونکہ صدیقی و فاروقی ان کا  
لقب ہے۔ (معاذ اللہ)

**جواب:** جاہل مغرض کو چاہئے کہ وہ لغت اخرا کر صدیقی اور فاروقی کے معنی دیکھے صدیقی کا  
معنی چچا اور فاروقی کا معنی حق اور باطل میں فرق کرنے والا اور بے شک حضرت گنگوہیؒ رحمۃ اللہ  
علیہ کہ اندریہ دونوں صفاتیں موجود تھیں۔ ذرا اپنے گھر کی خبر لو:

عیاں شان صدیقی تمہارے صدیقی و تقویٰ سے

کیوں اتنی نہ کیوں کہ خیر الہیہ اتم ہو

{مدارج المصنوعات ص ۳۰}

انھی قرآن پاک میں حضرت صدیقی اکبرؓ کی شان میں نازل ہوا ص ۱۱۱ جنابہا الا تقی  
ہوئی مالہ یتزکحی۔ تمام مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ اس آیت میں اتنی سے مراد حضرت  
صدیقی اکبرؓ ہیں مگر یہ رضا خانی کہتا ہے کہ احمد رضا خان تو خیر الہیہ تھے اس لئے میں ان کو اتنی  
کہوں گا ایک اور شعر ملاحظہ ہو

جلال و جہت فاروقی اتم آپ سے ظاہر اشد اعلیٰ الکفار کے ہوسر ہر مظہر

{مدارج المصنوعات ص ۳۰}

غور فرمائیں مرثیہ کے شعر میں تو صرف فاروق کا اظہار تھا یہاں تو صریح طور پر احمد رضا خان کو حضرت عمر فاروقؓ کے مقابلے میں لاکھڑا کر دیا گیا۔ اور اگلے شعر ملاحد فرمائیں قرآن پاک میں اشتہار علیؓ الگفار صحابہ کرامؓ کی شانِ ثلاثیؓ مگر رضا خانیوں نے اللہ سے معذرت کرتے ہوئے یہ آیت احمد رضا خان پر چسپاں کر دی۔

**اعتراض ۹۸:** زبان پر اہل ہوا کی ہے کیوں اہل بہل شاید

شائد انھا عالم سے کوئی بانی اسلام کا خانی (مرثیہ ص ۵)

اس شعر میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو اسلام کا بانی خانی یعنی دوسرا محمد ﷺ کہا گیا کیونکہ اسلام کے بانی تو رسول خدا ﷺ ہی ہیں جو ان کی کھلی ہوئی توحین ہے۔ (العیاذ باللہ)

**جواب:** اس شعر میں ثلاثی کا لفظ بمعنی مانند اور مماثل کے نہیں جو آپ نبی کریم ﷺ سے تقابل کروا رہے ہیں بلکہ دوم اور دوسرے کے معنی میں مستعمل ہے۔ اس شعر میں حضرت محمود حسن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ غزوہ احد میں شیطان نے یہ خبر اڑادی تھی کہ ان محمد افندہ قتل اس وقت جو کفار کے لشکر کا سردار تھا اس نے یہ نعرہ بلند کیا اعلیٰ اعلیٰ ہیل اعلیٰ ہیل امارے معبود جہیل کا نام اڑھیا ہو۔ مولانا شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر میں اسی تحقیر کا ادا کرنا چاہا کہ:

"باطل کی طرف سے جس طرح اعلیٰ ہیل کے نعرے اس وقت لگے تھے جب شیطان نے بانی اسلام ﷺ کے متعلق وہ جھوٹی اور ناپاک خبر اڑائی تھی آج ان جہیل پرستوں کی ذریت قبر پرستوں اور مزار پرستوں کی زبان پر وہی ناپاک نعرہ ہے جو معلوم ہوتا ہے کہ اس نوع کا کوئی دوسرا واقعہ پیش آیا ہے کوئی حامی سنت اور ماحی بدعت اس عالم سے اٹھ گیا ہے جو اہل باطل ان کی وفات کی خوشی میں شیطانی نعرے لگا رہے ہیں۔ تو رسول ﷺ اس خاص معاملے میں پہلے تھے اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اس معاملے میں دوسرے نمبر پر۔"

اگر کسی کو نبی کریم ﷺ کا خانی کہنا نبی کریم ﷺ کی گستاخی ہے تو قرآن پاک پر کیا فتویٰ ہے جس میں صدیق اکبرؓ کو نبی کریم ﷺ کا خانی کہا گیا:

اذا اخبر جہ الذین کفروا ان انی الصبیح اذھما فی العار جب آپ کو مکہ سے نکالا

کافروں نے جب آپ دو کے دوسرے تھے (یعنی صدیق اکبر کے دوسرے آپ) جب یہ وہاں فارمیں تھے۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

دل هذه الآية على فضل أبي بكر رضی اللہ عنہ وجوه: الرابع انه تعالى سعاد ثاني النبي فجعل ثاني محمد صلی اللہ علیہ وسلم حائلا كونه في الغار والعلماء السور المدحى للذی كان ثاني محمد صلی اللہ علیہ وسلم في اكثر المناصب النبوية.

{تفسیر کبیر ج ۱۶، ص ۶۶، بیروت}

یہ آیت حضرت ابو بکر صدیقؓ کی فضیلت پر پچھد وجودِ دلالت کرتی ہے۔۔۔ ان میں سے چوتھی وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کو ثانیِ انبیین کہا پس برفاقتِ غار آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی کریم ﷺ کا ثانی قرار دیا گیا اور علماء کرام نے ثابت کیا ہے کہ بہت سے دینی مراتب میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ کے ثانی تھے۔

رضا خانی ہمت کریں اور لگائیں ایک عدد فتویٰ امام فخر الدین رازیؒ کے ساتھ من جملہ ان بہت سے علماء کرام پر جتہوں نے بہت سے امور میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی کریم ﷺ کا ثانی کہا۔

رضا خانی اپنے گھر کی خبر لیں:

آپ کی کیا کرنے کوئی عدت نائب غوثِ دیناے رحمت  
آپ کی ذاتِ عکسِ سیدی مرشدی المصنعت  
{تجلیاتِ امام احمد رضاؒ ص ۱۶}

معاذ اللہ یہاں احمد رضا خان کو نبی کریم ﷺ کا عکس کہا جا رہا ہے کہ جس طرح آئینہ کے سامنے کھڑے ہو کر آدمی کو اپنا عکس نظر آتا ہے اس طرح جب تم نبی کریم ﷺ کو دیکھو گے تو تمہیں وہ احمد رضا خان نظر آئیں گے اور جب احمد رضا خان کو دیکھو گے تو تم کو نبی کریم ﷺ کا چہرہ نظر آئے گا۔ الحیاذ باللہ۔ ایک اور غالی بریلوی مرید اپنے چہرے کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

وہی جلوہ جو قارآن پر ہوا احمد کی صورت میں  
اسی جلوے کو پھر عیاں کیا مٹھن کی گلیوں میں

(دیوان محمدی، ص ۱۹۱)

محاذ اللہ یعنی آج سے چودہ سو سال پہلے جو ہستی فاران کی چوٹیوں پر نمودار ہوئی تھی یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ ذات اور اسی ذات کے جلوے آج چودہ سو سال بعد کوٹ مٹھن کی گلیوں میں میرے حیر یعنی حیر فرید کی شکل میں جلوہ آ رہا ہے۔ رضا خانیوں کو اپنے گھر کی یہ گستاخیوں نظر نہیں آتیں جو وہ دوسروں پر بلا وجہ گستاخی گستاخی کے فتوے داغے ہیں۔

**اعتراض ۹۹:** تمہاری تربت انور کو دیگر طور سے تشبیہ

کہوں ہوں بار بار رانی مری دیکھی بھی نارانی (مرثیہ ص ۱۳)

اس شعر میں حضرت گنگوہی کی قبر کو طور سے تشبیہ دی گئی اور ان کو دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا گیا گویا گنگوہی صاحب دیوبندیوں کا خدا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی طور پر جا کر اللہ سے یہی خواہش کی تھی کہ ارادہ۔

**جواب:** اس شعر پر اعتراض بھی بریلویوں کی جہالت کا شاخسانہ ہے۔ ہر زبان میں بات سمجھانے کیلئے تشبیہات کا استعمال کیا جاتا ہے مثلاً جب آپ کسی کی بہادری سے متاثر ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ فلاں شیر جیسا ہے یا کسی کی خواہش صوری بیان کرنے کیلئے کہتے ہیں کہ فلاں چاند جیسا ہے۔ تو اب اس میں صرف اس کی کسی مخصوص صفت کو بیان کرنا مقصود ہوتا ہے تشبیہ من کل الوجوہ مراد نہیں ہوتی کہ فلاں آدمی جس کو شیر یا چاند سے تشبیہ دی گئی ہے اس کے شیر جیسے دانت ہیں ایک دم ہے، چار ناگنیں ہیں اور اس کا چہرہ چاند جیسا گول ہے۔ غرض تشبیہ صرف کسی خاص پہلو سے ہوتی ہے نہ کہ من کل الوجوہ۔

(مطلوبہ مختصر المعانی، دروس البلاغہ وغیرہم)

اسی طرح اس شعر میں جو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک کو طور سے تشبیہ دے کر ارادہ کا جملہ استعمال کیا گیا اس سے مقصود صرف اس بات کا بیان کرنا ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر گئے اور خدا سے عرض معروض کی کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں آپ کا دیدار کروں آپ کو دیکھوں مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کا دیدار نہ کر سکے۔ اسی طرح آپ کی قبر پر آ کر میرا دل چاہتا ہے کہ ایک بار پھر میں آپ کا چہرہ انور دیکھ لوں بار بار بے سائنہ میری زبان سے نکل رہا

ہے کہ ارانی مجھے اپنا دیدار کرے جس طرح جب آپ زندہ تھے تو میں آپ کے دیدار سے مشرف ہوتا تھا۔ مگر اب آپ کی وفات کے بعد میرا یہ مطالبہ کرنا ایک نادارانی ہی ہے کیونکہ اب آپ اس دنیا سے پردہ فرما گئے اور اب آپ سے فاصلہ زندگی کے دیدار کی خواہش کرنا نادارانی ہے کہ گئے لوگ واپس نہیں لوٹتے۔

بریلوی اپنے گھر کی خبر نہیں

تاریخین کرام آئے ہم آپ کو دکھاتے ہیں کہ اصل میں اپنے پیروں کو اپنا خدا ماننے والے یہ بریلوی بد بخت ہی ہیں۔ یا محمد گڑھی والا اپنے پیر کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

خدا کو ہم نے دیکھا سداً مٹھن کی گلیوں میں

خدا ہے پردہ ہے جلوہ نما مٹھن کی گلیوں میں

(یوان محمدی، ص ۱۹۱)

صورت رحمان ہے تصویر میرے پیر کی

علم القرآن ہے آفریں میرے پیر کی

کیا خدا کی شان ہے یا خود خدا ہے جلوہ گر

ملتی ہے اللہ سے تصویر میرے پیر کی

(دعوان محمدی، ص ۲۰۱)

**اعتراض ۱۰۰:** مرثیہ نگوی کے کئی اشعار میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے استعانت طلب کی گئی ہے۔

**جواب:** ہم شرعی استعانت اور ہر دکان دین کے واسطے کے منکر نہیں۔ اس لئے پہلے ہمارا عقیدہ واضحی طرح سمجھنا اس کے بعد اعتراض کرو۔ مزید تفصیل کیلئے امام اہلسنت حضرت مولانا مرفق خان منصور صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”دل کا سرور“، ”گلدستہ توحید“ اور ”تسکین الصدور“ کا مطالعہ کرو۔

**اعتراض ۱۰۱:** مرثیہ نگوی پر علمائے دیوبند نے بھی فتوے لکائے ہیں۔

**جواب:** بالکل بات تو یہ ہے کہ وہ فتوے میں تسلیم نہیں کیا چہ آپ نے اپنے گھر سے بتائے ہوں جبکہ آپ جہلی فتوے بتانے میں ماہر ہیں اور آپ کے اپنے لوگوں نے اس کو تسلیم بھی کیا ہے۔ بصورت تسلیم جواب یہ ہے کہ رضا خانی حضرات نے دستخط کا سوال یوں بنایا:

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ چند ان ہوئے یہاں ایک عرس ہو اس میں ایک نعت خواں نے یہ شعر کہا،

پھر میں تھے کعبہ میں بھی پوچھتے اجمیر کا راستہ  
جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق شوق عرفانی

(مرثیہ گنگوہی علماء دیوبند کی نظر میں۔ ص: ۲۰)

اب ظاہر ہے کہ یہاں یہی تاثر دیا گیا کہ یہ شعر کہنے والا کوئی مشرک رضا خانی عام جاہل تھا۔ خواں ہے کیونکہ یہاں واضح طور پر عرس کا لفظ استعمال کیا گیا۔ اب رضا خانی حضرات نے یہ دھوکا دیا کہ یہ اشعار عرس پر مزارات پر مجیدہ کرنے والے جاہل مشرک رضا خانیوں نے پڑھا ہے اور جب اشعار پر ہونے والے غیر شرعی افعال اور ان میں شرکت کرنے والے مشرک۔ جاہل لوگوں کو سامنے رکھ کر علماء نے فتویٰ دیا تو رضا خانیوں نے یہ شور مچا دیا کہ یہ اشعار تو علمائے دیوبند کے ہیں۔ یہ ہے رضا خانیوں کی خیانت اور دھوکہ بازی کی مختصر تفصیل۔ اب یہاں اس کا مختصر جواب بھی پڑھ لیں۔ اگر رضا خانی حضرات نے مختصر المعانی یا تفتیس المفتاح یا مطول وغیرہ کو پڑھا ہوتا تو ان کی عقل میں بات آ جاتی مگر غم سے کور ہونے کی وجہ سے معترض ہوئے۔ مختصر المعانی میں اسناد حقیقی و مجازی کی تفصیل میں ایک مثال پیش کی گئی ہے وہ یہ ہے:

ابن الربیع البقل کہ موسم بہار نے فصل اگائی۔ اب یہ حقیقی معنی پر بھی محمول ہو سکتا ہے اور مجازی بھی۔ اگر کافر کہے گا تو یہ اسناد حقیقی ہے یعنی اس کا عقیدہ ہے کہ موسم بہار نے فصل وغیرہ کو لگایا۔ اور اگر مسلمان کہے گا تو یہ اسناد مجازی ہوگی کہ اللہ نے موسم بہار کے ذریعے اگایا۔ تو یہ اسناد مجازی ہوگئی کہ یہ اگنا بہار کی طرف جو منسوب ہے وہ محض مجازی طور پر ہے چونکہ موسم بہار کے آنے سے فصل ظاہر ہوگی تو اس کی طرف نسبت کر دی گئی ہے۔ مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو مختصر المعانی مع الحاشیہ۔ ص: ۵۲-۵۷۔

بہر حال ثابت ہوا کہ کافر کرے گا تو مطلب کچھ اور ہوگا اگر وہی بات مسلمان کرے گا تو مطلب کچھ اور ہوگا اگر بد اسلاف میں یہ مسلم ہے اور خود رشا خانوں کو بھی یہ بات مسلم ہے جیسا کہ آئے گا۔ اب دیکھئے اگر ان اشعار کو رشا خانی کہے گا تو مطلب کچھ اور ہوگا کہ ان کے عقائد میں شرک بھرا ہوا ہے اور اگر سنی دین پر بندی مسلمان بلکہ مسلمانوں کے شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن کہیں گے تو مطلب اور بات کچھ اور ہوگی۔ چنانچہ پیر مہر علی شاہ صاحب کے خلیفہ مجاز جناب مولانا غلام محمد گھوٹوی مرحوم کے حالات زندگی میں لکھا گیا ہے:

”ایک مرتبہ ایک مولوی صاحب نے حضرت شیخ الجامع غلام گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک فارسی شعر کی بابت استفسار کیا تو حضرت نے فرمایا غلط ہے ان مولوی صاحب نے عرض کیا کہ یہ شعر لٹاں شخصیت کا ہے تو حضرت نے فرمایا کہ مودل ہے یعنی اس کی تاویل لازم ہے۔“

(شیخ الاسلام محدث گھوٹوی، ص: ۲۸۱)

تو معلوم ہوا کہ شاعر کو دیکھ کر فیصلہ کیا جائے گا یعنی اگر شاعر بد عقیدہ ہو جیسا کہ بریلوی حضرات ہیں تو پھر فتویٰ حات یونہی سخت ہونے چاہئے اور اگر شیخ الہند جیسا تہر عالم ہو تو پھر معنی مطلب حسن شعر پر معمول کیا جائے گا اور شعر کی تاویل کی جائے گی۔ ایک اور حوالہ بھی ملاحظہ ہوا شرف سیالوی رشا خانی حکمت خورو و مناظرہ جنگ لکھتا ہے:

”علامہ طیبی نے حدیث رسول ﷺ تمسک بسنة خیر عن احداث بدعة یعنی سنت نبوی کا لازم پکڑنا بدعت جاری کرنے سے بہتر ہے کے تحت یوں کہہ دیا سنة قلدرہ یعنی کٹیا سنت علامہ ابن حجر مکی نے اس عبارت پر رد و قدح کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر اس شخص کا علم اور صاحب تحقیق ہو تو اور نبی اگر مہذب سے عقیدت و محبت سے سرشار ہوتا ہمیں معلوم نہ ہوتا۔۔۔ تو اس لکھنے کی وجہ سے اس پر بہت بڑا سنگین فتویٰ اور کلمہ شرعی صادر کیا جاتا“۔ (مناظرہ جنگ ص: ۲۸۲)

قارئین گرام! اس سے معلوم ہوا کہ رشا خانی حضرات کا اصول یہ ہے کہ صاحب تحقیق اور صاحب علم اور عیش و محبت سے سرشار آدمی بات کرے تو تاویل کی جائے گی اور نہ فتویٰ لگایا جائے



گا۔ تو پھر ہمیں کہنے دیجئے کہ شیخ الہند کا صاحب تحقیق ہونا اور علم سے سرشار و عشق و محبت مسیحی مسترق ہونا مسلم ہے لہذا اگر ایسا شخص کوئی بات کرے تو چونکہ وہ مشرک نہیں اور شرک کے چر آشتم میں ذوبا ہوا نہیں تو اس کے کلام کی توجیہ اس کے مقام کو دیکھ کر کی جائے گی اور اس سے معلوم ہوا کہ اگر بالفرض کوئی بزرگ اور صاحب تحقیق کوئی غیر شرعی بات کر بھی دے تو حتی الامکان اسے دیکھتے معنی پر محمول کیا جائے گا، اشرف سیالوی کے اس ایک حوالے ہی سے الحمد للہ علمائے دیوبند پر رضا خانوں کی طرف سے کئے جانے والے تمام اعتراضات کا اصولی جواب بھی ہو گیا۔ الحمد للہ۔

باقی خود رضا خانی علماء و اکابر پر رضا خانوں کے کفر و گمراہی کے فتوؤں کو پڑھتے کیلئے حضرت علامہ ابوالیوب قاضی صاحب کی کتاب "دست دگر بیان" مطلوبہ وزارت النعم اور دیوبند بازار لاہور کا مطالعہ فرمائیں۔

**اعتراض ۱۰۲:** حضرت گنگوہی نے فتاویٰ رشیدیہ میں امام حسین کے مرثیہ کو جلا دینے کا حکم دیا اور خود تم گنگوہی کے مرثیہ پڑھ رہے ہو۔

**جواب:** یہاں صرف امام حسین کے مرثیہ کو جلا دینے کا حکم نہیں دیا بلکہ خاص ان مرثیوں کے بارے میں حکم ہے جو تعزیوں میں پڑھے جاتے ہیں جو غیر شرعی اشعار اور احادیث موضوعہ و فاعک بالملہ پر مشتمل ہوتے ہیں۔ مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

"جو مجلس ذکر شریف حضرت سیدنا امام حسین و اہلبیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ہو جس میں روایات صحیحہ معترہ سے ان کے فضائل و مقامات و مدارج بیان کئے جائیں اور ماتم و تہجد غم وغیرہ امور مخالفہ شرع سے یکسر پاک ہو یہ قدر حسن و محمود ہے۔ خواہ اس میں تثر پڑھیں یا نظم۔ اگرچہ وہ نظر ہو یا ایک مسند بنانے کے جس میں ذکر حضرت سید الشہداء ہے عرف حال میں بنا مرثیہ مشہور ہو کہ اب یہ وہ مرثیہ نہیں جس کی نسبت ہے لہی رسول اللہ ﷺ عن النعمانی" (۱۲ سالہ

تعزیہ داری۔ ص ۱۲)

معلوم ہوا کہ مرثیہ وقتی ممنوع ہے جو روایات کا ذیہ و خلافات پر مشتمل ہو اور نہ جائز حدیث میں اشعار

چڑھنے پر سخت دھم دے آئی ہے مگر سب نے اسے غیر شرعی اشیاء پر محمول کیا اور مطلقہ واکا۔ اشتعال پڑھتے ہوئے آئے ہیں۔ یہاں بھی اسی فرق کو ملحوظ رکھا جائے۔

الحمد للہ ہم نے اچھائی اختیار کر کے ساتھ رہنا خدائی معجزات کے مرثیہ نگہداشت پر مشہور اعتراضات کے جوابات دے دیے ہیں۔ اگر کسی کے ذہن میں کوئی اور اشکال یا اعتراض ہو تو وہ بھی پیش کر دیں انشاء اللہ اس کا بھی جواب دے دیا جائے گا۔

بریلوی حضرات کی نبی کریم ﷺ کی شان میں چند لرزہ خیز گستاخیاں الحمد للہ یہاں تک تو راقم الحروف نے ان رضا خانی عبارات کا جواب جس کو برہم خویشی ان رضا خانی مولویوں نے گستاخی پر محمول کیا (معاذ اللہ) ساتھ ہی یہ بھی چاہت کیا کہ جن عبارات کو یہ لوگ گستاخی سمجھ رہے ہیں وہ نہ صرف قرآن وحدیث اسلمک صالحین بلکہ اہل بدعت کے اکابر سے بھی ثابت وموید ہیں۔ اب ان لوگوں کو مزید ان کے گھر کا آئینہ دکھانے کیلئے ہم یہاں اس مذہب کی چند گستاخانہ عبارات پیش کر رہے ہیں تفصیل کیلئے قارئین مولانا ابوالخیر کی لاجواب کتاب ”رضاخانیات پر چار حرف“ کا مطالعہ کریں جس میں تین سو سے زائد عبارات کو جمع کیا گیا ہے۔

(۱) انبیاء کی نبوت کا انکار۔ معاذ اللہ

یہ ناز بریلوی عالم مولوی اشرف سیالوی سرگودھوی جن کے متعلق بریلوی مفتی اعظم پروفیسر ربیع الرحمن لکھتا ہے:

”میں اہلسنت وجماعت کو یہ خوشخبری سنانا بھی اپنی سعادت سمجھتا ہوں کہ معنیفات علامہ سعیدی شرح صحیح مسلم اور تہذیب القرآن کو تیار ہے۔ صمد کے وہ مستاذ اکابر اہلسنت علامہ عبدالحکیم شرف قادری اور علامہ محمد اشرف سیالوی مد اللہ علیہما اللہ العالی نے مسلک اہل سنت وجماعت کیلئے مستند و متفق علیہا قرار دیا ہے یہ امر ملحوظ رہے کہ یہ دونوں اکابر تہذیب کے مسلک کیلئے جہت واستناد کی حیثیت رکھتے ہیں۔“

(تفہیم المسائل، ج ۲، ص ۷۱)

معلوم ہوا کہ اشرف سیالوی صاحب کا شمار بریلوی مستند و جہت قسم کے اکابر میں ہوتا ہے اب اسی مولوی کے متعلق بریلوی شیخ الحدیث والتفسیر مفتی نذیر احمد سیالوی لکھتا ہے:

”کیونکہ اس نظریہ سے خوب واضح ہے کہ صاحب تحقیقات سے نظریہ کے نزدیک حضرت یحییٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد نبی نہ ہونا قطعاً ہے۔“

اسلام اور ضروریات دین سے ہے۔“ (تقریرات، ص ۱۱۵)

”تحقیقات“ اشرف سیالوی کی کتاب کا نام ہے جو اس شخص نے نبی کریم ﷺ کے خلاف لکھی ہے (معاذ اللہ) اور عبارت میں ”صاحب تحقیقات“ سے مراد یہی مولوی اشرف سیالوی ہیں اور ”التصریحات“ اسی تحقیقات کے جواب میں لکھی گئی ہے اس میں واضح طور پر لکھا ہوا ہے کہ اشرف سیالوی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معاذ اللہ نبی نہیں مانتے۔ ماقبل میں مولوی عبدالمجید سعیدی رضا خانی کا حوالہ بھی گزر چکا ہے کہ مولوی اشرف سیالوی نبی کریم ﷺ سے بھی سلب نبوت کے قائل ہیں (العیاذ باللہ)۔

دیوبندی مذہب کا مولف غلام مہر علی بریلوی (جس کی کتاب کا چرچہ دیوبندیت کے بطلان کا اکتشاف ہے) بریلوی غزالی زمانوں مولوی احمد سعید کاظمی کو نبی کریم ﷺ کی نبوت کا منکر قرار دیتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

”آپ کے باپ مولانا احمد سعید کاظمی صاحب کے سچے اور سچے فیصلہ کہ نیا کل امور میں پسندیدہ ہوتے ہیں کہ بعد آپ کا یہ اقرار کہ معاذ اللہ حضور ﷺ ہوا تو صلح حدیبیہ (آپ ۵۹ سال عمر مبارک اور تادم ذات احمدی) ساری عمر خلاف اولیٰ پانہندیدہ کام کرتے رہے آپ شعوری و اشعوری طور پر حضور اکرم ﷺ کی نبوت حق کے منکر ہیں۔“ (جوابات رضویہ، ص ۱۶)

یہی مولوی غلام مہر علی لکھتا ہے:

”حضور منقہ حسن ذات حق ﷺ معصوم ہیں لہذا قرآن مجید کے کسی لفظ کے ترجمہ و معنی یا کسی کئی جھگڑوں میں اپنی طرف سے آپ کیلئے گناہ یا گناہ گار کا لفظ لینا آپ کی نبوت کا انکار و کفر ہے۔“ (معصمۃ النبی، ص ۱۲)

اور معصوم صرف نبی اکرم ﷺ نہیں بلکہ سارے انبیاء ہیں اور مندرجہ بالا اصول کے تحت کسی نبی کی طرف گناہ کی نسبت کرنا گویا اس کی نبوت کا انکار کرتا ہے اور کفر کا ارتکاب ہے تو اب ذرا مندرجہ ذیل حوالہ جات بھی ملاحظہ ہوں:

(۱) احمد رضا خان کے والد تقی علی خان حضور ﷺ کی شان میں واروایت لیخبرک اللہ

الایہ کا ترجمہ کرتا ہے:

”تا کہ معاف کرے اللہ میرے اگلے پچھلے گناہ“ (اثوار جمال مصطفیٰ ص ۱۷۱)  
(۲) یہی سولاناقلی علی خان لکھتے ہیں:

واستغفر لذلیک وللصبر متین والعمومات

معفرت مانگ اپنے گناہوں کی اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لئے  
(فہام دعا۔ ص: ۶۹ مکتبہ المدینہ)

(۳) یہی اعلیٰ علی خان صاحب ایک حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:  
”مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں آپ نے اس قدر عبارت کی کہ پائے مبارک سوچ  
گئے لوگوں نے کہا آپ تکلیف اس قدر کیوں اٹھاتے ہیں کہ خدا نے آپ کی  
اگلی پچھلی عطا معاف کی فرمایا اے اے ان کوں عبد شکور“۔

(سرور القلوب۔ ص: ۲۳۶ ضمیر برادر)

(۴) منظم اعلیٰ حضرت حشمت علی رضوی صاحب لکھتے ہیں:

”حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ کو  
رات قیام فرماتے۔ نماز میں کھڑے رہتے حتیٰ تورات فسدعا وہاں تک کہ  
پائے مبارک وہم فرما گئے پس صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اتنی تکلیف اتنی مشقت  
حضور کس واسطے فرماتے ہیں آپ کہہ ب عزوجل نے تو آپ کے تمام اگلے پچھلے  
گناہ معاف فرمائے قد غفر لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر“۔  
فرمایا اے ان کوں عبد شکور“۔

(۱۵ تقریریں۔ ص: ۱۷۰)

(۵) مزید لکھتے ہیں:

”آپ معصوم ہیں اللہ نے آپ کے سب اگلے پچھلے گناہ معاف فرمائے  
لیغفر لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر“۔

(۱۵ تقریریں۔ ص: ۲۳۴)

(۶) بریلوی اشرف العلماء مناظرہ جھنگ کا فکرت خورہ اشرف سیاحی صاحب لکھتے ہیں

ک:

”نبی کریم ﷺ تو اللہ تعالیٰ نے بشارت دی ہے لیکن اگر لکھنا مقادیم میں  
ذہبک و مائتہ خور۔ یہ وہ لا بخزی اللہ النبی و الذین امنوا معہ اے محبوب  
اللہ تعالیٰ نے وہ تمام امور جنہیں تم مرتبہ قرب اور منصب محبوبیت کے لحاظ سے  
گناہ سمجھتے ہو وہ تم سے صادر ہوئے یا اب بھی سرزد ہو سکتے ہیں جو سب گناہ جو سب بخش دئے  
۔“ (کوثر الخیرات۔ ص: ۲۲۵، اہل السنۃ جلی کی شہزادہ جہلم)

(۷) ان کے حکیم الامت احمد یار کجراتی صاحب کا لکھا ہوا ہے:۔۔۔  
”پیام نکر ام ارادہ گناہ کبیرہ کرنے سے پیش معصوم ہیں کیہ جان بوجھ کر سنہ تو  
نہوت سے پہلے گناہ کبیرہ کر سکتے ہیں اور نہ اس کے بعد ہاں لیسنا یا خطا و صبا اور  
ہو سکتے ہیں۔“ (جادو الحق۔ ص: ۳۳۳)

اس سے بڑا کفر کوئی اور ہو سکتا ہے؟

قارئین کرام! مندرجہ بالا عبارت میں مفتی صاحب نے تسلیم کیا کہ انبیاء علیہم السلام سے گناہ  
ہو سکتے ہیں۔ معاذ اللہ اور ریلوی اصول کے مطابق نبی کریم ﷺ کی طرف رضا خانیوں نے گناہ کی  
نسبت کر کے نبی کریم ﷺ کو گناہ گار تسلیم کر لیا۔ معاذ اللہ اب انہی رضا خانیوں کی یہ عبارت بھی  
ملاحظہ ہو:

”اگر بغیر ایک آن کیلئے بھی گناہ گار ہوں تو معاذ اللہ حزب الشیطان (شیطان)  
گروہ) میں داخل ہوں گے۔“ (تفسیر نسیمی ج ۱ ص ۲۶۳)

معاذ اللہ اول تو ملاحظہ فرمائیں کہ کس قدر گستاخانہ بیزارانے میں انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا جا رہا ہے  
۔ تاہم رضا خانیوں نے انبیاء سے گناہوں کا صدور ممکن مانا اب اس عبارت کی روشنی میں دیکھیں  
کہ بات کہاں تک پہنچتی تھی؟ رضا خانیوں اس طرح کفر اور گستاخی ثابت ہوتی ہے اگر ہے کسی میں  
جرات تو اپنے اکابر سے اس گستاخی اور کفر کو ہٹا کر دیکھئے اور منہ مانگے انعام وصول کرے۔

(۸) جمعیت علماء پاکستان کے صدر صاحبزادہ ابوالخیر زہر حیدر آبادی نے نبی کریم  
ﷺ کی طرف گناہ کی نسبت کرنے پر پورا رسالہ ”مفہرت ذاب“ لکھا۔

(۹) اسی ابو الخیر کی بات کی تائید میں بریلوی ۲۰۳ غلام کی تھارڈ و تائید کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی طرف گناہ کی نسبت کے جو از پر پوری کتاب ”فیصلہ مغفرت“ شائع کی گئی۔  
گو یا مولوی مفتی علی خان، حضرت علی رضوی، احمد یار گجراتی، اشرف سیالوی سمیت یہ ۲۰۳ علماء یعنی سارا کامسک نبی کریم ﷺ کی نبوت کا منکر ہے  
معاذ اللہ۔ دوسروں کو گستاخ رسول ﷺ کہنے والوں کو اتنی شرم و حیا نہیں کہ ان کا مسلک تو سرے سے نبی کریم ﷺ کی نبوت اقل کا منکر ہے۔

(۲) انبیاء شیطانی گروہ میں داخل ہیں معاذ اللہ

ماقل میں ہم نے ناقابل تردید دلائل سے یہ ثابت کیا کہ بریلوی انبیاء علیہم السلام خصوصاً نبی کریم ﷺ کو گناہ گار مانتے ہیں بلکہ احمد یار گجراتی نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ انبیاء سے معاذ اللہ گناہ کبیرہ بھی سزاوار ہو سکتے ہیں اب ڈراہی پر مفتی احمد یار کانتوی ملاحظہ ہو:  
”اگر بغیر ایک آن کیلئے بھی گناہ گار ہوں تو معاذ اللہ حزب الشیطان (شیطانی گروہ) میں داخل ہوں گے۔“

(تفسیر نجی، ج ۱ ص ۲۶۳)

اس کا مطلب ہے کہ تمام انبیاء معاذ اللہ بریلوی فتوے کی رو سے شیطانی گروہ میں داخل ہیں کیونکہ گناہ گار ہیں۔

(۳) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ذلیل کہتا۔ معاذ اللہ

مولوی احمد رضا خان نبی کریم ﷺ کے متعلق شعر لکھتا ہے:

کثرت بعد کثرت پہ اکثر درود عزت بعد ذلت پہ لاکھوں سلام  
(حدائق بخشش، ج ۲، ص ۲۹)

اس عبارت پر تفصیل ماقل میں گزر چکی ہے۔

مولوی احمد رضا خان کے والد مولوی مفتی علی خان لکھتے ہیں:

امام محمد الاسلام محمد بن غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مولیٰ علیہ علیٰ مینا الصلوٰۃ





ہے۔

مولاں قادری بریلوی، اشرف سیالوی کے متعلق لکھتا ہے:

”حضرت محمد ﷺ کیلئے لفظ ”جہل“ کا استعمال اور مولانا کا بالخصوص اس قول کو پسند کرنا ہی ایک تشویش ناک امر ہے۔“

(نبوت مصطفیٰ ہر آن ہر لحظہ ص ۷۴)

اس مولوی کو بھی بریلوی علماء کی تائید حاصل ہے دلچسپ امر یہ کہ اس کتاب کی تائید کرنے والے خود کاشف اقبال رضا خانی ہے یاد رہے کہ جب تم نے اس لفظ کو گستاخی کہہ دیا تو اب کسی کتاب میں اس کے ہونے سے تمہارا گستاخی کا فتویٰ ختم نہیں ہو سکتا بلکہ وہ بھی اسس پیٹ میں آئے گا۔ اسی کتاب کی جلد ثانی کے ص ۵۲، ۵۳، ۵۴ پر کہا گیا کہ اشرف سیالوی نے جانوروں سے بھی بدتر کفار سے حضور ﷺ کو تشبیہ دی۔ معاذ اللہ اور حفظہ الایمان کی عبادت پیش کر کے سوال کیا کہ اس کو پھر کس طرح گستاخی ثابت کرو گے؟۔ اب طلباء اور پند پرانی زبان گندہی کرنے والے کاشف اقبال صاحب سے ہمارا سوال ہے کہ تمہارا مولوی بقول تمہارے حفظہ الایمان سے بھی بدتر عبارت لکھے اور تمہارے منہ پر تالے لگے گئے ہیں کیا یہ کھلی منافقت نہیں؟ اگر واقعی عشق رسول ﷺ ہے تو اب ایک عدد کتاب ”بریلویٹ کے بطلان کا افکاش“ بھی لکھو۔

(۵) عیسیٰ علیہ السلام قتل ہو گئے۔ معاذ اللہ

بریلوی مناظر اعظم نظام الدین مہتانی لکھتا ہے:

”دوبارہ وہی بیجا جاتا ہے جو پہلی دفعہ ناکامیاب رہے امتحان میں دوبارہ وہی لوگ جگے جاتے ہیں جو پہلی ہوں حضرت مسیح علیہ السلام پہلی آمد میں ناکامیاب رہے اور یہود کے زور کے مارے کام تبلیغ رسالت سرانجام نہ دے سکے اس لئے انکا دوبارہ آنا خانی مافات ہے۔“

(انوار شریعت، ص ۵۵، ج ۲، تلواری نظامیہ، ۷۷، ۷۸)

(۶) نبی کریم ﷺ کیلئے رضا خانیوں کا انتہائی گندہ و غلیظ عقیدہ  
مولوی عمر امجدی لکھتا ہے:

”حضور ﷺ زوجین (میاں بیوی) کے ہفت (ہم بستری) ہونے کے  
وقت بھی حاضر (موجود) ناظر (دیکھ) ہوتے ہیں۔“ (مقیاس حقیقت  
ص ۲۸۲) استغفر اللہ

مفتی احمد یار عجمانی لکھتا ہے:

”تاریک راتوں میں خجائی کے اندر جو کام کئے جاویں وہ بھی نگاہ مصطفیٰ ﷺ سے پوشیدہ  
نہیں۔“ (جامع الحق ص ۷۹)

عمر امجدی کا شاگرد اور رضا خانیوں کے امام المناظرین صوفی اللہ دتہ لکھتا ہے:

”کیا سینہ اس شراب خانوں ناچ گھروں اور چکلوں پر اللہ تعالیٰ اور  
رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور فرشتوں کا حاضر و ناظر ہونا اور ہم  
جیسے بدکار انسانوں کا حاضر و ناظر ہونا دونوں پر ابر ہیں؟ اور کیا اللہ تعالیٰ  
اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ظہری کاروانیوں اور اسی جیسی دیگر  
بے حیائی کا علم رکھنا اور تمام انسانوں کا ان گندے علوم کو حاصل کرنا برابر  
ہے؟“ (تجوید النواظر ص ۷۱)

یہ بد بخت کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کا شراب خانوں، چکلوں، ظہری گھروں میں  
حاضر و ناظر ہونا کوئی گناہ کوئی عیب نہیں عیب تو ہم جیسے انسانوں کیلئے ہے۔ بد بخت انسان  
فرشتے تو احکام خداوندی کے مکلف ہی نہیں تو ان پر قیاس کیسے؟ میں پوچھتا ہوں احمد رضا خان  
نگی تمہارے نزدیک معصوم عن الخطاء مبرا عن الذنب تھا تو کیا تم اس کو چکلوں میں حاضر و ناظر  
کر کے اس طرح فخر کرو گے؟

سید فیض علی شاہ رضا خانی اس سے بھی بڑھ کر کفر لکھتا ہے:

جس جگہ کوئی زنا کر رہا ہے جس جگہ کوئی رشوت حاصل کر رہا ہے جس جگہ کوئی  
شراب نوشی کر رہا ہے یا جس جگہ کوئی بدکاری کر رہا ہے یا خلوت میں بد فعلی

کر رہا ہے یا چوری کر رہا ہے حضور ﷺ اس کے شاہد ہیں حضور ﷺ مشاہدہ فرما رہے ہیں۔" (تفسیر اسرارِ الہیان، ص ۲۳)

ہفتہ شرم..... شرم..... شرم.....

اس عبارت کے متعلق رضا خانی تاویل کا رد

بریلوی غزالی و رازکی و دواں و غلاں فلاں مولوی عمر اچھری اپنی بدنام زمانہ کتاب "مقیاسِ حقیقت" میں لکھتا ہے:

"حضور ﷺ زوجین کے جفت ہونے کے وقت بھی حاضر ناظر ہوتے ہیں۔"

(مقیاسِ حقیقت، ص ۲۸۲)

ہفتہ اللہ! العیاذ باللہ! وہ حیا دار نبی! شرم و حفت کا وہ بیکرا! جس کی امت کو یہ تعلیم ہو کہ جب پلڑا لگا ہیں نیچی کر کے چلو، جس حیا دار نبی کے بارے میں سیرت کی کتابوں میں ملت ہے کہ کواری دلہن سے زیادہ شرم و حیا والے، وہ جن کی بیبیوں کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ جب گرمی کی دبیوں سے کچھ پوچھو تو پردے کے پیچھے سے پوچھو، جس نبی کی عفت مآب بی بی ہماری ماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عفت شرم و حیا کا یہ عالم ہو کہ فرماتی ہیں "جب میرے کمر میں عمر فاروق کی تدفین ہوئی تو اس کے بعد میں پردے کے قبورِ مطہرہ کی زیارت کو آتی۔" ہر ممدیقہ نبی کی حیا کو ان الفاظ میں بیان کرے کہ ساری زندگی نہ سرکار نے میرا ستر دیکھا نہ میں نے ان کا ستر دیکھا، ارے وہ مقام جہاں شرم و حیا کے بارے فرشتے بھی الگ ہو جائیں۔ بدبخت بے حیا کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ وہاں بھی حاضر ہوتے ہیں موجود ہوتے ہیں سب ہاتھ دیکھ رہے ہوتے ہیں ملاحظہ فرما رہے ہوتے ہیں

یا اللہ! آسمان پھٹ کیوں نہیں پڑا۔۔۔؟ زمین شق کیوں نہیں ہو جاتی۔۔۔؟ قلم لوسٹ کیوں نہیں جاتے۔۔۔؟ ان بد بختوں کے ہاتھوں پر یہ سب کیوں اس آکھتے ہوئے ریشہ طاری کیوں نہیں آتا۔۔۔؟

کیا کوئی بے غیرت بیٹا یہ پسند کرے گا کہ جب وہ اپنی بیوی کے ساتھ مخصوص حالت میں ہو تو اس کا باپ وہاں "حاضر ناظر" ہو؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو نبی کے بارے میں اس قسم کی باتیں

کرتے ہوئے تمہیں موت نہیں آتی؟

ہائے! جس نبی کے دینا میں میاں بیوی کو یہ علم ہو گا اگر آس پاس کوئی جانور ہو تو اس شخص حالت میں نہ آج اسی دین کے نام لینے والے بد بخت "مقیاس حقیقت" کا نام لیکر نبی کو وہاں حاضر ناظر مان رہے ہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ تجیس۔۔۔ خدا کی قسم ہم پیشاب کی بوتل پر لگے ہوئے اس زحرم کے لیبل کو ہرگز فروخت ہونے نہیں دیں گے۔ یہ بکواس "مقیاس انگفر" تو ہو سکتی ہے، مقیاس حقیقت نہیں۔

پھر اس بد بخت مولوی نے جس حدیث کو آڑ بٹا کر یہ بکواس کی ہے حضرت ابو طلحہؓ کی اس حدیث میں بتاتا ہے کہ حضرت ابو طلحہؓ کے بیٹے بیمار تھے اس رات اہلوت ہو گئے حضرت ابو طلحہؓ جب سفر سے رات کو گھر آئے تو بیوی نے اس خبر کو ان سے چھپائے رکھا کانوں کان خبر نہ ہو سکی کہ رات کا وقت ہے پوری رات غمگینا و حزین رہیں گے ان کی بیوی نے بالکل عام حالات کی طرح ان سے برتاؤ کیا جیسے کچھ ہوا علیٰ نبی۔ حضرت ابو طلحہؓ نے ان سے رات کو جہار فرمایا جب صبح ہوئی تو ام سلیم نے یہ خبر جائز نہیں ہے: "رات آپ کے بیٹے فوت ہو گئے تھے میں نے آپ کو خبر نہ کی کہ آپ پر یتیمان ہوں گے اب ان کی تجھڑ و پھینک کا بندوبست کر دیں۔" صبح حضرت ابو طلحہؓ نے خود سارے واقعہ کی خبر نبی کریم ﷺ کو دی جس پر حضرت ابو طلحہؓ کی زوجہ کے صبر و استقامت پر بطور تعجب سوالیہ انداز میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اعمرستم اللیلة؟

کیا اس اندوہناک واقعہ کے بعد تم نے گھر والی سے جہار بھی کیا اور وہ پھر بھی کچھ نہ بولی؟  
حضرت ابو طلحہؓ نے فرمایا "نہی ہاں۔"

اس میں یہ کہاں ہے کہ نبی کریم ﷺ خود وہاں موجود تھے؟ زید اگر الیاس عطارت پوچھے کے حضور رات گھر والی سے جہار کیا؟ اور عطارت صاف بولے جی، تو اس کا مطلب ہے کہ زید وہاں بیٹھا تھا؟ کیونکہ محض کو ہاتھ لگاؤ۔ چنانچہ علامہ نووی نے "اعمرستم اللیلة" کا یہی معنی بیان کیا تو میں نے ذکر کیا:

"السر اللمتعجب من صنيعها وصبرها وسرور أبي حسن رضاها بقضاء الله نعم دعا"

صلی اللہ علیہ وسلم لہذا بالبرکۃ فی لیلتہما فاستجاب اللہ"۔ (شرح مسلم ج ۲ ص ۲۰۹)

یہ کریم ﷺ کا یہ فرمان، عرتم المیۃ۔ یہ ام سلیم کے اس فعل اور ان کے اس عظیم صبر پر بطور تعجب کے تھا اور اللہ تعالیٰ کی تقاضا پر اس طرح خوش اسلوبی سے راضی رہنے پر بطور خوشی کے بھتا پھر نبی کریم ﷺ نے ان دونوں کیلئے اس رات میں برکت کی دعا کی جو اللہ نے قبول کی یعنی اللہ نے انہیں ایک بیٹے سے نوازا۔

یہ بیٹا شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی "اعوام اللیلۃ" کا مطلب بیان کرتے ہیں:  
 "رسول اللہ ﷺ نے جو حضرت ابو طلحہ سے عمل زوجیت کے متعلق سوال کیا اس کی ان کے اس صبر اور راضی برحقانے الہی رہنے کے حیرت انگیز جذبے پر تعجب کا اظہار کرتے"۔ (شرح مسلم ج ۶ ص ۵۰۵ فرید یک سوال ۱۱ اور دسمبر ۲۰۰۲)

عمر اجمرونی نے یہ روایت مسلم ہی کے حوالے سے نقل کی مگر مسلم کے شارع، ہمام نووی شافعی کو یہ شیطان استدلال نہ سوجھا جو عمر اجمرونی کو سوجھا۔ خود مسلم میں اس پر یہ منہ ان باندا گیا:

"استحباب لحبیک الحول عند ولادته وحملہ الی صالح یحبک و جواز تسمیۃ یوم ولادته واستحباب التسمیۃ بعد اللہ و ابراہیم و سالو اسماء الانبیاء علیہم السلام"۔ (اصحیح مسلم ج ۲ ص ۲۰۸)

بچہ کی پیدائش کے وقت اس کو تھن لینے اور اس کی پیدائش کے دن اس کا نام رکھنے کا استحباب اور عبداللہ، ابراہیم اور یحییٰ علیہم السلام کے اسماء پر نام رکھنے کا ارشاد۔

ابن اثیر بھی اس روایت پر یہی باب باندھتے ہیں:  
 (جامع الاصول فی احادیث الرسول ج ۱ ص ۳۶۶)

ریاض الصالحین میں حضرت نووی نے اس روایت پر "باب التسمیۃ" قائم کیا۔ (ریاض الصالحین، ص ۵۳)

ابن تیم جوزی رحمہ اللہ نے اس روایت پر باب قائم کیا:  
 "فی استحباب لحبیک"۔ (تحفہ المولود، ص ۲۲)

غرض جس جس محدث نے اس روایت کو ذکر کیا انہوں نے اس روایت پر کم و بیش اکیس عنوان کے باب قائم کئے جو ہم نے ذکر کئے۔

چنانچہ

پوری دنیا کے زعم و مردہ بریلویوں کو چیلنج ہے کہ چودہ سو سال کے مسلم بنی المظفرین کسی بھی شارح حدیث سے اس مسئلے کا وہ شیطانی مطلب بیان کرنا ثابت کر دیں جو عمر اچھروی کے فتنہ پرور حیا، سوز و ماتم میں آیا۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو جان نو کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث پر بھوت بول کر تم نے اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لیا ہے۔

ایک باطل تاویل کا جواب

چٹائی مناظرے میں حنیف قریشی رضہ خانی، طالب الرحمن زیدی غیر مقلد کو کہتا ہے کہ تم نے آگے کی عبارت نہیں پڑھی اس میں لکھا ہے: ”یہ ایک بات ہے مثل کرنا کا تین“۔ اٹھ

**الجواب:** یہ تاویل بالکل باطل اور خود مصنف کے موقف کے خلاف ہے اس لئے کہ وہ تو نبی کریم ﷺ کو ”حاضر ناظر“ ثابت کرنا چاہ رہا ہے اگر نبی کریم ﷺ آنکھیں بند کر لیں تو پھر ”ناظر“ تو نہ رہے۔ تو عمر اچھروی کی عبارت میں ”حاضر ناظر“ ایک وقت و دنوں انفلو کا مستعد کیا ہوا؟ نیز یہ تاویل کرنا کہ آنکھیں بند کر لیتے ہیں اس بات کی دلیل ہے کہ تم بھی وہاں نبی کریم ﷺ کو ”ناظر“ نہنا گستاخی سمجھتے ہو تو اگر ”ناظر“ ہو، گستاخ اور نبی کریم ﷺ کی شان کے خلاف ہے تو ”حاضر“ ہونا کیوں نہیں؟

چنانچہ اگر تمہاری اس تاویل باطل کو تسلیم کر لیا جائے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تمہارے نزدیک اگر نبی کریم ﷺ آگے بند کر لیں تو ان کو آنکھ کے چھپے نظر نہیں آتا تو ایک طرف تو تم مسلمانوں پر اعتراض کرتے ہو کہ ان کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں یہ گستاخ ہیں دیوار تو اتنی موٹی یہاں تم آنکھوں کے پتے پتے پتوں کے پیچھے کے علم کی نفی کر رہے ہو کہ کیا ہوتا ہے حضور ﷺ کو یہ کچھ علم نہیں، کیا یہ گستاخی نہیں؟

الجماع ہے یا قول یار کا زلف و راز میں

جاننا۔ آپ کے مذہب کا اصول ہے کہ ایسا فرضی لفظ جس میں نبی کریم ﷺ کی توہین کا پہلو نکلتا ہے وہ بھی کفر و کستہ ہے تو اس میں پہلو نہیں صراحتاً نبی کریم ﷺ کی گستاخی ثابت ہو رہی ہے اس لئے اگر کوئی پہلو اچھا نکال بھی لو تب بھی یہ گستاخی ہی تسلیم کیا جائے گا۔ اگر جواب یہ دو کہ ہم آپ کے پہلو کے ذمہ دار نہیں تو اس پر ہمارا جواب ہے کہ پھر ہماری عبادتوں میں آپ کے خود ساختہ اختلالات کے ذمہ دار نہیں۔

داعیہ، نصیر الدین سیالوی، ابن اشرف سیالوی سرگودھی لکھتا ہے:

”اس سے پتہ چلا کہ عبارت گستاخی کی موافق ہے کیونکہ سمجھنے سمجھانے کی ضرورت وہیں پیش آتی ہے جہاں الفاظ کسی غلط معنی کے موبہوم ہوں۔“

(عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، ج ۱ ص ۱۲۸)

اس کتاب پر بریلوی استاذ المناظرین اشرف سیالوی کی تقریظ ثبت ہے۔

فتاویٰ تائیل قصوری رضا خانی لکھتا ہے:

”صاف اور سیدھی بات ہے کہ توہین آمیز الفاظ یا عبارات کے قائل کو شرعاً اخلاقاً اپنی صفائی کا قطعاً حق نہیں پہنچتا۔“

(دعوت فکر، ص ۱۶، رسالت شرقیہ۔ مرید کے ۱۹۸۳ء)

”کچھ دیوبندی حضرات ان کفریہ عبارات کی تاویلات کرتے ہیں مگر یہی بات یہ ہے کہ اگر یہ عبارات کفریہ نہیں تو تاویلات کیوں؟ تاویلات دینے سے تو یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ عبارات کفریہ ہیں تو تاویلات کی جارہی ہے۔“ (معرفت، ص ۱۰۲)

اس کتاب پر ۳۶ ”رضا خانی مفتیان“ کی تقریظات موجود ہیں۔

تو جناب آپ کا اس عبارت کو سمجھانا اس کی تاویل کرنا ہی اس کی دلیل ہے کہ دال میں کچھ کالا نہیں پوری دال ہی کالی ہے۔

الحمد للہ! رضا خانیوں کے بنائے ہوئے اپنے ہی اس اصول سے اب تک بدنام و ماسخ گستاخان رسول ﷺ، احمد رضا خان، احمد یار گجراتی، حشمت علی، نعیم الدین، عمر اچھروی وغیرہم کی

جن عبارت کی تاویل رضا خانی کرتے ہیں یا ان کی عبارات کے دفاع میں اب تک جو کچھ لکھا گیا وہ سب کالعدم ہو گیا بلکہ ان کے دفاع میں لکھی جانے والی یہ کتب ان مضاحمتیوں کے گستاخان رسول ﷺ ہونے پر رجسٹری ہے۔

**خاصہ:** خود مولوی عمر اچھروی لکھتا ہے:

"جیسا کہ اللہ تعالیٰ پاک کی نسبت ان بڑے مقامات پر بلاورد ۱۶ جہاد کے نسبت کرنا گستاخی و کفر ہے کیونکہ اس کو ان مقامات سے نفرت ہے اسی طرح نبی ﷺ بھی حاضر ناظر تو ہیں اور اس کو جاننے والے بھی ہیں۔ اور آپ کی شہادت بھی ان مقامات کی ضرور ہوگی۔ لیکن چونکہ آپ کی ذات پاک ہونے کے ان مقامات تشریف کی طرف منسوب کرنا میں گستاخی ہے اور ایمان سے بعید ہے"۔ (مقیاس حقیقت: ص ۲۷۹ و ۲۸۰، اچھروا، دسمبر ۱۹۶۶ء)

تو عمر اچھروی کا نبی کریم ﷺ کی طرف ان مقامات کی نسبت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ عمر اچھروی گستاخ رسول ﷺ اور یہ عبارت ایمان سے بعید ہے۔

الحمد للہ! انتہائی مختصر انداز میں اس عبارت کے متعلق رضا خانی تاویل کی دھجیاں اڑا دی گئی ہیں اگر بریلوی بٹاری میں مزید کوئی جواب دے تو اسے بھی سامنے لے آئے کیونکہ

یار زندہ صحبت باقی

بریلوی حکیم الامت مفتی احمد یار گھمراٹی لکھتا ہے:

"تاریک راتوں میں تنہائی کے اندر جو کام کئے جائیں وہ بھی عظیم علیہ السلام سے پوشیدہ نہیں"۔ (چاند الحق: ص ۷۹)

تاریک راتوں میں تنہائی میں سوائے حرام کاریوں کے یا بیوی کے ساتھ ہم بستری اور کوئی کام کئے جاتے ہیں ۹ رضا خانیوں کا گندہ عقیدہ ملاحظہ ہو۔ عمر اچھروی کا شاگرد اور رضا خانی اہم المناظرین اپنے استاد کا سکھایا ہوا گندہ اس طرح ظاہر کرتا ہے:

"کیا بیتماؤں شراب خانوں ناچ گھروں اور چنگلوں پر اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور فرشتوں کا حاضر اور ناظر ہونا اور ہم جیسے بدکار انسانوں کا حاضر و ناظر ہونا وغیرہ



برابر ہیں؟ اور کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ظہری کاروانیوں اور اس جتنی دیگر سبہ حیاتی کا علم رکھتا اور عام انسانوں کا ان گندے علوم کو حاصل کرنا برابر ہے؟

(تو رالٹو اطرہیں اے)

یہ بد بخت کہنا چاہ رہا ہے کہ نبی شراب خانوں میںناواں قلمی گھروں چنگ خانوں میں حساب خر تاظر ہیں قلمی گانوں کا علم رکھتے ہیں اور بدکار انسانوں پر انھیں قیاس مت کرورضاغایوں کی طرح بدکار انسانوں کا ان مقامات پر حاضر و ناظر ہونا تو یقیناً ان کی گستاخی ہے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے یہ سب جانو ہے اس لئے گستاخی بھی نہیں اس لئے برابر نہیں نبی کا اور بدکار انسانوں کا ان مقامات پر حاضر و ناظر ہونا مستغفر اللہ میں کہتا ہوں کہ کیا تو احمد رضا خان بریلوی، احمد یار گجراتی، عسکر انجروی، الیاس عطار، اختر رضا خان کو بھی بدکار انسان مانتا ہے؟ اگر نہیں تو انھیں کبھی چٹے خانے شراب خانے اور انڈین فلمیں دیکھنے اور بنانے کیلئے حاضر ناظر کیا ہے؟

ایک طرف تو رضا خانی کہتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے برابر نہیں سمجھتے اور پھر جب نبی کریم کے متعلق ان کے کسی خدا کی عقیدے پر اعتراض کیا جاتا ہے تو فوراً معاذ اللہ اللہ پر قیاس کرنے لگ جاتے ہیں مثلاً اگر اللہ کے نبی ہر جگہ حاضر ناظر تھے تو تو اپنے صحابہ کے پیسہ سوتہ میں کیوں بھیج دیا نہ ہر آلود گوشت کیوں کھا لیا تو جھٹ سے جواب دیں گے کہ اللہ بھی تو یہ سب جانتا تھا خدا کے بندے اللہ تو فعال نہا یرید۔۔۔ لا یسل علیہ فعل و ہم یستلون

اس کی شان ہے کل تو کو کوئی تمہاری طرح عقل سے پیدا کسی کو قتل کر دے کسی کی ٹانگ یا شہ توڑ دے کسی کو آگ میں ڈال دے اور کبھی قیاسی شگون نہ چھوڑے کہ جب اللہ یہ سب کچھ کر رہا ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں تو مجھ پر کیوں

ان سے کہا جاتا ہے کہ جب ہر جگہ حاضر ناظر تو کیا اللہ کے مقامات پر بھی تو جھٹ سے جواب کیا اللہ کو وہاں کا علم نہیں؟

کالماء اللہ اللہ ہے اور مخلوق مخلوق میں تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتی میں ان کیلئے یہ جائز تھا کہ وہ ان مقامات پر جائے غیر محرم عورتوں کو دیکھے

ایک مانتی نے کہا کہ میں نے ان رضا خاندان سے سوال کیا کہ جب حضور حاضر ناظر علیہا ہر جگہ تو ہمیں نظر کیوں نہیں آتے؟

تو کہا اللہ کیوں نظر نہیں آتا؟ پھر اللہ کو مثال میں پیش کر دیا کیا تم نبی کو اللہ مانتے ہو؟  
جاءوا! اللہ جسم سے پاک ہے جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جسم رکھتے تھے وہ بھی جسم کثیف حیاتی میں ہر ایک کو جب موجود تھے تو نظر بھی آتے تھے خدا تو اس وقت بھی نظر نہیں آتا اب جب حضور موجود نہیں تو نظر بھی نہیں آتے

ایسے جانوں کو یوں جواب دو کہ قرآن میں اللہ کے ہاتھ و چہرے کا ذکر ہے اب لازم ہوا کہ اللہ کا معاذ اللہ نبی کریم کی طرح ہاتھ بھی ہے اور چہرہ بھی ہے اس لیے کہ جب تم نبی کو اللہ پر قیاس کر سکتے ہو تو کوئی اور اللہ کو نبی پر قیاس کیوں نہیں کر سکتا؟

اب پوچھو منظور ہے یہ سیاحتی شگون؟ ان حضرات کی بنیادی غلطی یہی تھی ہے کہ مخلوق کو اللہ۔  
(۷) حضرت یوسف علیہ السلام کی سخت توہین۔ معاذ اللہ:

مولوی اشرف سیالوی حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا کے بارے میں لکھتا ہے:  
”جب حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کے ساتھ زفاف فرمایا تو ان کو باکرہ اور کنواری پایا آپ نے ان کے ساتھ ہمسری فرمائی اور مہر بکارت کو توڑا اور اس بند ڈبیا کی چابی اپنے تروتازہ یا قوت (رنگ شرنگاہ) کو بنایا اس ڈبیا کا قفل کھولا اور اس میں مادہ تو اسید والا گوبر داخل کیا۔“

(تحقیق: ص ۲۱، ۲۲)

اگر یہ بازاری اعداد زبان گستاخی نہیں تو کیا کسی اور کو یہ کہنے کا حق ہوگا کہ احمد رضا حسان بریلوی نے آخری نیگم کے ساتھ زفاف کیا تو ان کو باکرہ پایا مثل بند ڈبیا کے تو ان کے سسر خ یا قوت میں مادہ تو اسید والا گوبر ڈالا۔۔۔ شرم۔۔۔ شرم۔۔۔ شرم۔۔۔

مولوی احمد رضا خان بریلوی حضرت یوسف علیہ السلام اور شیخ عبدالقادر جیلانی کا تعلق اہل کراتے ہوئے کہتا ہے کہ شیخ کا حسن حضرت یوسف علیہ السلام سے زیادہ تھا معاذ اللہ شیخ تو آئینہ

کے سامنے والے رخ تھے اور حضرت یوسف علیہ السلام پیچھے والے

روئے یوسف فزول تر حسن روئے سشاہ ہے

پشت آئینہ من ہوا نسب از روئے آئینہ

(حدائق بخشش: ص ۶۳ ج ۲)

۸) حضرت آدم علیہ السلام کی توہین - معاذ اللہ:

مفتی احمد یار گھبرائی لکھتا ہے:

”آدم علیہ السلام کو..... دیکھنے والی چیزیں دکھائی گئی تھیں..... مثلاً..... ریڑھ پوٹلی وی وغیرہ یہ سب چیزیں ان کو دکھا کر ان کے نام اور بنانے کی ترکیبیں اور ان کے سارے حالات بتائے گئے۔“

(تفسیر نعیمی: ج ۱ ص ۲۳۱)

استغفر اللہ فی وی اور اس کے سارے حالات یعنی لقمیں، لگانے، ہڈیاں یہ سب حضرت آدم علیہ السلام کو دکھایا گیا تھا ملاحظہ ہو علم غیب کی آڑ میں کس قدر جند و عقیدہ پیش کیا جا رہا ہے ایک اور عقیدہ ملاحظہ ہو:

”اس کے بعد اہل ہندو (ہندو) کے مذہب کا ذکر ہونے لگا آپ نے فرمایا کہ ہندو کا مذہب قدیم و کہنہ ہے اور ہر مذہب اس کے بعد وجود میں آیا کیونکہ یہ مذہب حضرت آدم علیہ السلام کا ہے۔“

(مقائیس الجالس: ص ۲۶۳)

استغفر اللہ معاذ اللہ مقایس الجالس کا مستند ہونا قفل میں ذکر کیا جا چکا ہے۔

مفتی احمد یار گھبرائی ایک جگہ اور حضرت آدم علیہ السلام کی گستاخی کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”جب کبھی حضور علیہ السلام کسی سے بے توجہی فرما لیتے ہیں تو وہ بد بخت بن جاتا ہے اور گناہ کرتا ہے اور حضرت آدم علیہ السلام سے خطا کا ہونا اس سبب سے ہوا کہ توجہ محبوب علیہ السلام نہ کچھ ہٹ گئی۔“

(شان حبیب الرحمن: ص ۱۳۸)

استغفر اللہ کتابہ کفر ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے بے تو جہی منہ مارتے ہیں تو وہ بد بخت اور گناہ گار ہو جاتا ہے اور حضرت آدم علیہ السلام سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بے تو جہی اختیار کی اسی لئے ان سے یہ خطا (ان کے اصول کے مطابق گناہ و بد بختی) ہو گئی تھی معاذ اللہ۔ استغفر اللہ۔

(۹) حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں کے نام کا ذکر بھی کھاتے۔ معاذ اللہ:

مفتی احمد یار گیلانی بخاری شریف پر مباحثہ بولتے ہوئے لکھتا ہے:

”بخاری شریف میں ہے کہ حضور نے نبوت سے پہلے بھی جنہوں کے نام کا ذکر بھی کھایا۔“

(نور العرفان: ص ۷۹۹)

استغفر اللہ ”بھی“ کے لفظ سے گویا یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ نبوت کے بعد بھی معاذ اللہ کھاتے تھے جب یہ عبارت انوار العلوم کے مفتی کے پاس بھیجی گئی تو اس نے جواب دیا کہ عبارت بالکل درست ہے ملاحظہ ہو اصل فتویٰ (دست و گریبان: ج ۲ ص ۱۹۶، ۱۹۷)

مفسر اعلیٰ حضرت شمس علی رضوی بھی اس کفریہ عقیدہ کا اظہار یوں کرتا ہے:

”حضور جن امور پر قبل نبوت عمل کر چکے تھے اور بعد کو وہ حرام ہوئے غمگین رہا کرتے تھے

۔“ (۱۵ تقریریں: ص ۳۵۷)

(۱۰) انبیاء کرام قبور مطہرہ میں کیا کرتے ہیں؟ معاذ اللہ:

تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ الالہیاء احياء فی قبورہم یدہ یصلون مگر رضا خانیوں کا عقیدہ ہے کہ:

”انبیاء کرام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں اور ان کے ساتھ شب باشی

فرماتے ہیں۔“ (ملفوظات: ج ۳ ص ۲۷۶)

بریلوی شیخ الحدیث عبدالرزاق بھٹو لکھتا ہے:

”عورتوں سے ملوان سے صحبت کرو یا ان سے شب باشی کرو ایک ہی معنی میں استعمال ہوئے

ہیں یعنی جراح کرتا۔" (تسکین الیمان: ص ۵۹ مکتبہ امام احمد رضا)

### رضا خانی تاویل:

اعلیٰ حضرت نے اپنی طرف سے نہیں کہا زرقانی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔  
**جواب:** جہاں تک علامہ زرقانی کی بات ہے تو انہوں نے ثعلبی بن عقیل حنبلی کے حوالے سے  
 صرف اتنی بات نقل کی ہے:

"قال ابن عقیل حنبلی ویضاجع ازواجہ ویستمتع بہن اکمل من  
 الدنيا... الخ" (زرقانی علی السواہب: ج ۲ ص ۱۶۹)

علامہ زرقانی نے اس قول کو جس شخصیت کی طرف منسوب کیا ہے وہ کس قسم کی ذہنیت رکھتا  
 کتب اسماء الرجال میں دیکھیں کہ یہ علی بن عقیل بدعتی تھا معتزلی تھی اکابر کی مخالفت کی (مسیبہ ان  
 الاعتدال، ج ۶ ص ۳۶ اللذہبی) اس نے سنت سے انحراف کیا اس زمانے میں بدعات میں اس کی  
 نظیر نہیں ملتی (سیر اعلام النبلاء، ج ۱۹ ص ۳۴۵، ۳۵۶) مزید تفصیل کیلئے ابن اشیر، ذیل  
 الطبقات اور اللسان وغیرہ کا مطالعہ کریں۔ ایسے بدعتی اور معتزلی کے قول پر اس طرح عقیدے کی  
 بنیاد قائم کرتے ہوئے کچھ تو حیا کرینی چاہئے۔ پھر ابن عقیل کی پوری عبارت چھان مار لیں آپ کو  
 کسی عربی عبارت کا یہ ترجمہ نہیں ملے گا "ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں" بہر حال احمد رضا خان  
 نے جس گستاخی کا ارتکاب کیا ہے وہ ابن عقیل کے نقل سے عین ایمان نہیں بن جائے گا۔

## تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ

الحمد للہ جلد اول مکمل ہو گئی ان شاء اللہ مزید اعتراضات کے جوابات اب جلد ثانی میں  
 دئے جائیں گے۔

انشائی اللہ جلد ثانی میں آپ پڑھیں گے مندرجہ ذیل

اعتراضات کے جوابات

علمائے دیوبند پر یزیدیت کا الزام

علمائے دیوبند پر خارجیت کا الزام

علمائے دیوبند پر رافضیت کا الزام

علمائے دیوبند پر قادیانیت کا الزام

علمائے دیوبند پر انگریز نوازی کا الزام

علمائے دیوبند پر مخالفت پاکستان کا الزام

نوٹ: کتابت کی تصحیح میں حتی الامکان کوشش کی گئی ہے مگر بشر ہونے کے ناطے کتاب الغلط سے مبرا نہیں ہو سکتی اس لئے کوئی غلطی نظر آئے تو مطلع فرمائیں۔ نیز کوئی ایسا اعتراض جس کا جواب اس جلد میں نہیں دیا گیا ہمیں ارسال فرمائیں انشاء اللہ اگلی جلد میں اس اعتراض کا جواب شامل کر لیا جائے گا۔ جزاکم اللہ۔

